B. A.

**Modern Europe. (1815-1899.)**

**by**

W. A. PHILLIPS.

تاریخ یورپ جدید ( سنه ۱۸۱۵ع تا سنه ۱۸۹۹ع )

ترجمه

مولوی رشید احمد صدیقی ، ایم - اے -

سلسلۂ نصابیاتِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

# تاریخ یورپ جدید

مُصنّفہ

ڈبلیو۔ ایلیسن فلپس ایم۔ اے

مُترجمہ

مولوی رشید احمد صاحب صدیقی ایم۔ اے (علیگ)

لکچرار اُردو و فارسی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

۱۳۴۴ھ م ۱۳۳۵ف م ۱۹۲۵ع

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

# فہرست مضامین تاریخ یورپ جدید

# فہرست نقشہ جات

# تمہید (از مصنف)

کسی وسیع مضمون کو محض ایک مختصر اور محدود حصہ میں قلمبند کرنا، ظاہر ہے ایک ایسی کوشش ہوگی جس میں صناعت الصناعات۔ یعنی ترک وسقط کی کار فرمائی لازم آئیگی۔ ایسی حالت میں جس سلیقہ اور خوش اسلوبی سے یہ صناعت (آرٹ) برسرکار لائی جائیگی، زیادہ تر اسی اعتبار سے، فن مصوری کی طرح اصول کے ماتحت، مصنوع کی شان وصفت متیقن کیجاسکے گی۔

صفحات منسلکہ کی تحریر میں، میں نے اس حقیقت کو باالتزام پیش نظر رکھا ہے۔ رہا یہ کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی اسے میں اپنے شفیق ومکرم ناظرین کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن اس فیصلہ کی رہبری کے لئے، شاید یہ بہتر ہو کہ نہایت اختصار کے ساتھ ان اصولات ترک واختیار کو بھی پیش کردیا جائے جن کے ماتحت یہ منزل پیمائی کی گئی ہے۔ عام طور پر میں نے اس الزام کا مورد ہونا قابل ترجیح تصور کیا ہے جو ضروری اور اہم واقعات کے نظرانداز کردینے سے مجھ پر عائد ہوسکتا ہے بہ نسبت اسکے کہ تلخیص واختصار کو نہایت ناروا طور پہ دخل دیکر میں اپنے لوحۂ تصویر کو محض واقعات کے لئے بے جان نقوش سے سیاہ کردوں۔ میرا مقصد معین ایک مکمل تصویر کا بنانا نہ تھا بلکہ محض ایک ایسا خاکا پیش کردینا تھا جو ہمیشہ کبھی کم اور کبھی زیادہ، جزئیات کے ایسے پہلو پیش کرتا رہے جو سطح تصویر پہ نمایاں نہ ہوں اور اس طور پر وہ ان لوگوں کے لئے جو بطور خود مضمون متعلقہ کا مطالعہ کرنا چاہیں ایک طرح پر رہنما ہو اور ان کے ذوق تجسس کا محرک :

عہد زیر بحث میں جو نمایاں واقعات ابتدا اور انتہا میں پیش آئے ہیں، مثلاً اتحاد یورپ اور کانفرنس منعقدۂ ہیگ انھیں کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ خاکا تیار کیا ہے۔ ایک عہدیت یورپ کا قیام وانعقاد میری اس کتاب کی جاذبیت خصوصی ہے جو زیادہ تر ان قوتوں کی تاریخ پر مشتمل ہے جو اس مقصد نیک کے معین یا سد راہ ہوتے رہے اور اتفاق سے، جیسا کہ میں نے

مقالۂ افتتاحیہ میں زیادہ شرح وبسط سے تذکرہ کیا ہے، علاّیہ انیسویں صدی یورپ کی سیاست بین الملل کی پوری پہنائیوں پر محیط ہے۔

جگہ کی قلت کے باعث میں نے اپنی تگ ودو کلیتہً سیاسی تاریخ تک محدود رکھی ہے اور ان اقتصادی، اجتماعی یا مذہبی قوتوں کو نظرانداز کردیا ہے جن سے علم سیاست کی تاروپود لازماً وابستہ ہوتی ہے سیاسی ترقی اور وسعت پذیریوں کو بھی میں نے اسی حد تک ملحوظ رکھا ہے جس حد تک براہ راست انکا تعلق نظام یورپ سے من حیث الکل ہے اور متعدد مملکتوں کے داخلی امور سے وہیں تک بحث کی ہے جہاں تک انکے خارجی اثرات کا تعلق رہا ہے۔ آخر میں میں یہ عرض کردونگا کہ میں نے حربی معاملات کو جو سیاست سے وہیں تک متعلق ہیں جہاں تک کہ انکے اسباب اور نتائج کا تعلق ہے، بہت کم دخل دیا ہے۔ میں نے دو یا تین نہایت فیصلہ کن نظر آرائیوں کا خاکہ پیش کیا ہے لیکن محاربات کی تفصیل کو جو ہمیشہ فرسودہ اور بے کیف ہوتے ہیں، الّا ایسی حالت میں جب انکی جزئیات پیش کی جائیں، قطعاً نظرانداز کیا ہے۔

حوالہ جات کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کتابوں کی اوس فہرست کے پیش کردینے کے بعد جو میں نے تصانیف اور مصنفین کے ذیل میں دیدی ہے میں نے واقعات اور حادثات کی تفصیل کے سلسلہ میں ان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں تصور کیا ہے۔ بلکہ میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ سیاسی مراسلات یا اس قسم کی دیگر اسناد پر وقتاً فوقتاً نظر ڈال لینا طلبا کے لئے صریحی طور پر سودمند ثابت ہوگا۔ اور گو بہ نظر سہولت میں نے اون حوالہ جات کو اتنا مکمل نہیں بنادیا ہے جتنا کہ ممکن تھا تاہم میں نے ان کو اس طور پر ترتیب دیدیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جو اس مضمون کا مزید مطالعہ کرنا چاہتے ہوں ایک طور پر اشاریہ کا کام دیں گے۔

حاصل کلام میں ایک دفعہ پھر اپنے ناظرین اور ناقدین کی اس قوت فیصلہ سے مرافعہ کرنا چاہتا ہوں جسکا امتیاز خصوصی جود تحمل ہے۔ مجھے اپنی اس تصنیف کی خامیوں کا کامل احساس ہے۔ لیکن اسکی ترتیب اور تکمیل کے دوران میں ایک دوسری حقیقت جو اپنی پوری بیداریوں کے ساتھ میرے گوشۂ قلب میں جاگزیں ہوچکی ہے یہ ہے کہ اپنے عہد کے ایک طالب علم ہونیکی حیثیت سے، ہم لوگ ایک طور پر صرف ظلمت اور تاریکی میں ہاتھ پاؤں

ماررہے ہیں اگر حکومت کی تمام وزارتیں اپنے ان اسرار سربستہ کو منکشف کریں جن کی حفاظت ونگرانی وہ انتہائی رشک ورقابت سے کررہی ہیں اور طلبا کے لئے ذاتی اور مخفی صحائف منصبیہ کھولدیئے جائیں اوس وقت بھی یورپ جدید کا علمی اور فنی تاریخی مطالعہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ فانی انسان کو سو سو زندگیاں بھی کیوں نہ نصیب ہوں، یہ مدت حیات اس بے پایاں ذخیرۂ اسناد وکتب کے مشاہدہ ومقابلہ کے لئے کافی نہیں ہوسکتی جواب تک جمع ہوچکا ہے۔ نظر براں مورخ مشکوک اور مشتبہ حالت میں رہکر جو اسباب ومواد فراہم کرتا ہے وہ متعدد وساطتوں سے اور مختلف حالت وصورت میں حاصل ہوتے ہیں اور اس طور پر اکثر اسے اس سے بہتر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا کہ وہ حق وحقیقت سے محض ایک مفاہمہ کرنے پر اکتفا کرتے۔

الیسن فلپس

۵ انگہم چیمبرس ڈبلیو۔

# شجرۂ اول

## فرانس کا خاندان بوربون

ہنری چہارم = مارگریٹ والوا (دختر ہنری دوم)

- ہنریٹا ماریا = چارلس اول شاہ انگلستان
- الزبتھ = فلپ چہارم شاہ اسپین
- لوئی سیزدہم
  - لوئی چہاردہم = ماریا تھریزا شاہزادی اسپین ۱۶۴۳–۱۷۱۵
    - لوئی ولیعہد فرانس
      - لوئی ڈیوک آف برگنڈی
        - لوئی پانزدہم ۱۷۱۵–۱۷۷۴
          - لوئی (ولیعہد فرانس)
            - لوئی شانزدہم ۱۷۷۴–۱۷۹۲
              - لوئی ہفدہم (۱۷۹۵ء کے عہد ہول ریز میں لاپتا ہوگیا)
            - لوئی ہیژدہم ۱۸۱۴–۲۴
            - چارلس دہم ۱۸۲۴–۳۰
              - ڈیوک دانگولیم (لاولد)
              - ڈیوک دو بیری
                - ڈیوک دو بورڈو (لاولد)
      - فلپ پنجم شاہ اسپین
  - فلپ ڈیوک ارلینز
    - فلپ ڈیوک آف ارلینز (متولی سلطنت)
      - لوئی ڈیوک آف ارلینز م ۱۷۵۲
        - لوئی فلپ ڈیوک آف ارلینز م ۱۷۸۵
          - فلپ (مخاطب بہ "مساوات"، ۱۷۹۳ء میں قتل کر دیا گیا)
            - لوئی فلپ شاہ فرانس ۱۸۳۰–۴۸

# شجرۂ دوم

## خاندان بوربون اسپین اور ہر دو سسلی میں

- فلپ پنجم (لوئی چہاردہم کا پوتا) ۱۷۰۰-۱۷۴۶
  - فلپ ڈیوک آف پارما
  - چارلس سوم ۱۷۵۹-۸۸
    - فرڈیننڈ اول (شاہ سسلیین) ۱۷۵۹-۱۸۲۵
      - فرانسس اول ۱۸۲۵-۳۰
        - فرڈیننڈ دوم ۱۸۳۰-۱۸۵۹
          - فرانسس دوم ۱۸۵۹-۱۸۶۰ (معزول کیا گیا)
    - چارلس چہارم ۱۷۸۸-۱۸۰۸ (تاج و تخت سے دست بردار ہوگیا)
      - چارلس (ڈون کارلوس)
        - چارلس (کارلوس ششم)
          - چارلس (کارلوس ہفتم)
      - فرڈیننڈ ہفتم ۱۸۱۴-۳۳
        - ازابیلا دوم = فرانسس دا اسی سی (امیر قادس) ۱۸۳۳-۶۸ (معزول کی گئی)
          - الفانسو دوازدہم (تاج و تخت پر بار دیگر فائز ہوا) ۱۸۷۴-۸۵
            - الفانسو سیزدہم ۱۸۸۵-
  - فرڈیننڈ ششم ۱۷۴۶-۵۹
  - لوئی م ۱۷۲۵

# شجرۂ سوم

## خاندان سوائے

چارلس عمانوئیل اول (۱۵۸۰-۱۶۳۰)

- وکٹر اماڈیوس اول ۱۶۳۰-۱۶۳۷
  - فرانسس ہیاسنتھ ۱۶۳۷-۱۶۳۸
  - چارلس عمانوئیل اول ۱۶۳۸-۱۶۷۵
    - وکٹر اماڈیوس دوم ۱۶۷۵-۱۷۳۰ (شاہ سارڈینیا ۱۷۲۰)
    - چارلس عمانوئیل سوم ۱۷۳۰-۷۳
    - وکٹر اماڈیوس سوم ۱۷۷۳-۱۷۹۶
      - چارلس عمانوئیل چہارم ۱۷۹۶-۱۸۰۲ (لاولد)
      - وکٹر عمانوئیل اول ۱۸۰۲-۱۸۲۱ (لاولد)
      - چارلس فیلکس ۱۸۲۱-۱۸۳۱ (لاولد)
- شہریاران کاری نیانو
  - طامس فرانسس
  - عمانوئیل رسلبرٹ م ۱۷۰۹
  - وکٹر اماڈیوس م ۱۷۴۱
  - لوئی وکٹر م ۱۷۷۸
  - وکٹر اماڈیوس م ۱۷۸۰
  - چارلس عمانوئیل م ۱۸۰۰
  - چارلس البرٹ شاہ ۱۸۳۱-۴۹
  - وکٹر عمانوئیل دوم ۱۸۴۹-۱۸۷۸
  - ہمبرٹ اول ۱۸۷۸-۱۹۰۰

# شجرۂ چہارم

مصرحۂ ذیل شجرۂ نسبی سے شلزوگ ہولسٹائن کے مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے

کونراڈ اول والی اولڈنبرگ م ۱۳۶۸

کونراڈ دوم ۹۸-۱۳۶۸

- تیھوڈرک فسرور ؟ ۱۳۹۸-۱۴۴۰
  - گرارڈ ششم شجیع (خاندان اولڈنبرگ کا مورث) ۱۴۴۴-۱۴۷۷
  - کریسچین ہشتم ۱۴۸۱ (کریسچین اول کی حیثیت سے ڈنمارک اور ناروے کا بادشاہ منتخب ہوا)
    - فریڈرک اول ۱۴۸۱-۱۵۳۳ (شلزوگ اور ہولسٹائن کا منتخب شدہ ڈیوک)
      - اوڈلفس آف گوٹرپ م ۱۵۸۶ (خاندان گوٹرپ کے سلسلۂ اکبر کا مورث اعلیٰ) ملاحظہ ہو شجرۂ نمبر ششم
      - کریسچین سوم ۱۵۳۳-۱۵۵۹
        - جان آف زونڈربرگ (خاندان گلسٹین برگ کا مورث اعلیٰ) ملاحظہ ہو شجرۂ ہفتم
        - فریڈرک دوم ۱۵۵۹-۱۵۸۸ (خاندان ڈنمارک کے سلسلۂ اکبر کا مورث اعلیٰ) ملاحظہ ہو شجرۂ پنجم
- موریس
- جان دہم

# شجرۂ پنجم

## (خاندان ڈنمارک)

فریڈرک دوم ۱۵۵۹-۱۵۸۸

ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم

کرسچین چہارم ۱۵۸۸-۱۶۴۸

فریڈرک سوم ۱۶۴۸-۱۶۷۰

- کرسچین پنجم ۱۶۷۰-۱۶۹۹
  - فریڈرک چہارم ۱۶۹۹-۱۷۳۰
    - کرسچین ششم ۱۷۳۰-۱۷۴۶
      - فریڈرک پنجم ۱۷۴۶-۱۷۶۶
        - کرسچین ہفتم ۱۷۶۶-۱۸۰۸
          - فریڈرک ششم ۱۸۰۸-۱۸۳۹
        - فریڈرک م ۱۸۰۵
          - شارلوٹ = ولیم آف ہیسے کاسل زومین ہائم م ۱۸۶۷
            - کرسچین آف ہولسٹائن سونڈربرگ گلکسبرگ = لوئیز
              - ڈگمار (میری فیوڈورونا) = الگزینڈر دوم والی روس
              - جارج اول والی یونان ۱۸۶۳
              - الگزینڈرا = ایڈورڈ ہفتم والی برطانیۂ عظمیٰ
              - فریڈرک
          - کرسچین ہشتم ۱۸۳۹-۱۸۴۸
            - فریڈرک ہفتم ۱۸۴۸-۶۳
          - دوسری اولاد
- جارج (= این ملکۂ برطانیۂ عظمیٰ)

# شجرۂ ششم

## خاندانہائے گوٹرپ اور رومانوف

اڈولفس والی ہولسٹائن۔گوٹرپ م ۱۸۵۲ (ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم)

جان اڈولفس ۱۵۸۶-۱۶۱۶

فریڈرک سوم ۱۶۱۶-۱۶۵۹

کرسچین البرٹ م ۱۶۵۹-۱۶۹۵

- کرسچین اگسٹس
- فریڈرک چہارم ۱۶۹۴-۱۷۰۲
  - چارلس فریڈرک م ۱۷۳۹ = ملکہ این والی روس (خاندان پیٹر اعظم اول)
    - پیٹر ثالث = کیتھرائن آف آنہالٹ زربسٹ ۱۷۶۲ میں تخت سے معزول کیا گیا اور اوسکے بجائے کیتھرائن دوم سریر آرائے سلطنت ہوئی
      - پال اول م ۱۸۰۱
        - الگزنڈر اول ۱۸۰۱-۲۵
        - قسطنطین (وائسرائے پولینڈ جس نے تخت نشین ہونے سے انکار کر دیا)
        - نکولس اول
          - الگزنڈر دوم
            - الگزنڈر سوم
              - نکولس دوم
          - دوسری اولاد

# شجرۂ ہفتم

(خاندان آگسٹن برگ)

جان آف ونڈر برگ م ۱۶۲۲ (ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم)

- الگزنڈر ۱۶۲۲-۱۶۲۷
  - ارنسٹ گیونٹر والی گسٹینبرگ م ۱۶۸۹
    - فریڈرک ولیم ۱۶۷۹-۱۷۱۴
      - کرسچین اگسٹس ۱۷۱۴-۱۷۵۴
        - فریڈرک کرسچین ۱۷۵۴-۱۷۹۴
          - فریڈرک کرسچین = لوئی ایک از خاندان کرسچین ہفتم والی ڈنمارک)
            - کرسچین = کارولین ایک از خاندان کرسچین ہشتم والی ڈنمارک) ۱۸۱۴-۱۸۶۹
              - دوسری اولاد
            - فریڈرک
              - ہنیریٹا = پروفیسر ڈاکٹر ازمارخ
              - کرسچین = ہلینا شہزادی برطانیہ عظمیٰ
              - فریڈرک
                - لوئیزہ = ولیم دوم شہنشاہ جرمنی)
                - دوسری اولاد
              - دوسری اولاد
        - چھ دوسری اولاد
      - چار دوسری اولاد
    - نو دوسری اولاد
  - دس دوسری اولاد
- فلپ آف گلکسبرگ
- ایک دوسری اولاد

# شجرۂ ہشتم

اس شجرہ سے تاج اسپین کے امیدوار لیوپولڈ شاہزادۂ ہوہنزولرن کا خاندان پروشیا سے رشتہ دکھایا گیا ہے

فریڈرک سوم گورنر اینوربرگ م ۱۲۰۱

- کونراڈ سوم م ۱۲۶۱ء کلیمنٹا کے از خاندان البرٹ چہارم (ہیپسبرگ)
  (اس نے ہوہنزولرن خاندان کی فرینکونی شاخ کی ابتدا کی
  اور برینڈن برگ کے الکٹروں اور شاہان پروشیا کا مورث اعلیٰ تھا)
- فریڈرک چہارم (۲)
  - فریڈرک (ذات)
    یہ خاندانہائے ہوہنزولرن ہکنگن اور ہوہنزولرن زگمارنگن کا مورث اعلیٰ ہے)
    - چارلس اول م ۱۵۷۶
      - ایٹل فریڈرک اول آف ہکنگن م ۱۶۰۱
        یہ شاخ ۱۸۶۹ء میں ختم ہوگئی اور ولایت متعلقہ (۲۲۲۲) کی طرف منتقل ہوگئی
      - چارلس ثانی آف سگمرنجن م ۱۶۰۶
        - پرنس آف ہوہنزولرن (۲۲۲۲)
          - لیوپولڈ
            اسپینی (امیدوار)
          - چارلس (کارول)
            (شاہ رومانیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاریخ یورپ جدید

## باب اوّل

### تمہید

جس طرح سے اٹھارھویں صدی کی ابتدا لوئی چہاردہم کے اقتدار حکومت کے زوال اور انتہا اُن صلحناموں کی تکمیل سے ہوتی ہے جن کی رو سے دولت ہسپانیہ کے مسئلہ توریث کا اختتام ہوا، اسی طرح سے انیسویں صدی میں یورپ کی سیاسی تاریخ کا شمار اُن لمحات سے کیا جاتا ہے جن میں ایک طرف تو وائنا کی کانگریس وجود میں آئی اور دوسری طرف نپولین کے قصر امارت کی اینٹ سے اینٹ بجگئی۔ فی الحقیقت ۱۸۱۵ء سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوتا ہے، جو ایک بڑی حد تک اُن تاریخوں سے کہیں اہم تر ہے جو تاریخ عالم میں کسی واقعے کی ابتدا ظاہر کرنے کے لیئے، بنظر سہولت مورخین نے منتخب کر لی ہیں؛

**یورپ اور وائنا کی کانگریس۔**

اس زمانے کی طبیعت، جو جنگ کی دارو گیر سے مضمحل، اور انتہائی جدوجہد سے، جسے ایک حد تک فوق العادت کہنا چاہیئے، پژمردہ ہوگئی تھی فطرتاً اس حقیقت سے آشنا ہونے لگی کہ ایک ایسے شخص کا زوال جسکی قسمت کے ساتھ کامل پندرہ سال تک تمام عالم کے واقعات وابستہ رہے ہوں، کسی مخصوص عہد کی ابتدا یا انتہا کا ضامن ہو سکتا ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ پچیس سال قبل یورپ ایک ایسے خواب کے دیکھنے میں مصروف رہا جو رفتہ رفتہ کابوس میں تبدیل ہوا اور اب وہ ایک سخت جدوجہد کے بعد مدہوشی سے نجات حاصل کر کے عالم بیداری میں آگیا ہے بہنائے مستقبل میں اس نے زندگی کو ایک

سنجیدہ حقیقت میں مشاہدہ کیا اور اسکے لیئے یہ خواب کا نہیں بلکہ حقائق کا دور تھا۔
اس عہد کا افتتاح وائنا کی کانگریس کے انعقاد سے ہوتا ہے۔ ایک مشترک انجمن
کے سنگِ بنیاد رکھنے کی غرض سے شاہانِ یورپ کا مجتمع ہونا بجائے خود
مہذب دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ انجمن کا خیر مقدم نہایت شد ومد کے
ساتھ فصیح وبلیغ الفاظ میں کیا گیا کانگریس کے مقاصد میں تعمیرِ اخلاق، اور یورپ (۲)
کے سیاسی نظام کا احیاء، اور ایک دائمی امن وعافیت شامل تھے جنکی بنیاد سیاسی طاقت
وتفوق کے مساوی تقسیم پر رکھی گئی تھی، لیکن وائنا کو ابھی اس حقیقت سے آشنا ہونا
باقی تھا کہ مسکین عیسائی کیساتھ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، سلاطین کا ترک ملت محض
ایک ملبوس تھا، جو انسان کے کہنہ سال جبد اولیں کی عریانی کی پردہ پوشی کرتا تھا۔
ماہرینِ سیاست جو وائنا میں جمع ہوئے تھے وہ بجائے خود اس حقیقت
سے بے خبر نہ تھے۔ اُن کے لیئے یہ زمانہ جو ابھی ابھی اختتام کو پہنچا تھا محض
ایک مختصر وقفہ تھا جس نے سیاسی نقالی کے حق بجانب ترقی میں ایک ناخوشگوار
رکاوٹ پیدا کردی تھی، اور وہ بطیب خاطر اس امر کے لیئے طیار تھے کہ اپنے
گذشتہ رنگ وروغن میں پھر اسی اسٹیج پر نمودار ہوں جب کار سیکا کا مہمان ناخواندہ
آدھمکا تھا اور تالیف بھی تھا۔ الفاظیوں کا طوفان تکلم محض سامعین کے لیئے مخصوص
تھا اور جس کا مقصد واحد محض عوام کو مطمئن اور تجدید عہد کو تقدس اور احترام کا رنگ
دینا تھا کانگریس کی علتِ غائی بہرحال، محض فاتحین میں متاع مفتوحین کی تقسیم تھی، اور
یہ سب اس اصول کے ماتحت تھا، جس کو نہایت قدیم روایات نے جائز کر رکھا تھا۔
اور بلاشبہ اس اخلاقی وسیاسی کج نظری سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بجائے اس کے
کہ یورپ کا انتظام ایک مستقل بنیاد پر جس میں مضبوطی کے ساتھ بے غرض
اخلاص ودوراندیشی بھی اتنی ہی شامل ہوتی جس کا سیاسی تدبیر سے عمل میں آنا ممکن
تھا یورپ سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ یہ ہے کہ تقریباً ایک صدی سے وہ لڑائیوں یا
لڑائیوں کے پیش آنے کی افواہوں میں اُس قصہ سیاسی کو رفتہ رفتہ گراتا رہا ہے
جسکو وائنا میں بادشاہوں اور وزیروں نے اپنی رنگ رلیوں سے فرصت کے
اوقات میں تعمیر کیا تھا اور یہ رنگ رلیاں وہ تھیں جنکی نسبت ٹالی راں جیسے بے درد

معترض کو بھی یہ ہی کہنا پڑا کہ وہ اس دنیا کی مصیبتوں پر ہنس رہی تھیں جس کے جسم کو بیس برس کی لڑائیوں نے خون نکال کر پیلا کردیا تھا۔

عہد جدید کے میلانات فکریہ۔ کانگریس کی کمزوری کا اصلی راز یہ تھا کہ کارکنوں نے زمانے کے رجحانات کا جنکا انھیں مقابلہ کرنا تھا، نہ تو مطالعہ کیا اور نہ ایسا کرنے کی پروا کی۔ انھوں نے صرف طبقات سیاسی (ڈپلومانیک) کی نمایندگی کی۔ اُن کے نزدیک انقلاب فرانس کے اصول ایک غارت گُن جدت ثابت ہوئے تھے اور وہ اپنے فرائض کو محض اُن بدنظمیوں کے ازالے تک محدود خیال کرتے تھے جو اس عقیدے سے رونما ہوئی تھیں، اور انھیں حقیقی تدبیر و سیاست کے مسلم معتقدات کا احیاء بھی مدِنظر تھا۔ و اثنا میں صرف شاہنشاہ الگزنڈر کے ذکی الحس دماغ نے زمانے کے رجحان کو اسی طرح محسوس کیا جس طرح سے ایک ناقص آئینے پر تمام اشیا کا مسخ شدہ عکس پڑتا ہے۔ صلحنامے میں عامتہ الناس کے جذبات کا جہاں تک احترام کیا گیا وہ ایک بڑی حد تک اسی شاہنشاہ کی سوداویت کے ساتھ تالیف قلوب کی مفروضہ ضرورت کو ناگزیر سمجھکر کیا گیا ہے۔ (۳)

تخئیلیت۔ عہد انقلاب کے غلو آمیز تخیل پرستی کے عمل رجعی، اور ایوانِ زندگی کی ایک محکم و استوار بنیاد پر قائم کرنے کی سعی و جہد، نے نفس بشری کے دو متضاد میلانات ازلی، قدامت دوستی و اقدام پسندی کے مطابق دو مختلف صورتیں اختیار کیں، ایک طرف تو سیاسی اور مذہبی محاکمہ عمل برسرکار تھا، جو اختیار و قدرت کا عملی پہلو اصول مجردہ سے تجاوز کرکے تاریخی اور کلیسائی میدانِ عمل میں دیکھتا تھا۔ تخئیلیت کا یہ دور، جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے، تخیل پرستی کی ایک جنت نظر تھی، لیکن پھر بھی اسی عہد ماضیہ میں، عصر جدید کے لیئے، ایک گہوارۂ عافیت کی تلاش تھی۔ اس کے مذہبی پہلو کی نمایندگی وہ کیتھولک سیلاب کرتا تھا، جو تمام مغربی یورپ میں پھیل گیا تھا اور ابتک اختتام پذیر نہ ہوا تھا، فرانس اور جرمنی میں تحریک ماوراء الجبلی[۱]، انگلستان میں دور رسائلیت[۲] اور لوتھری

---

[۱] Ultramoutane

[۲] Tractarianism.

کلیساؤں میں قدیم معتقدات کی دوبارہ اشاعت اس عام تحریک کی گوناگوں حیثیات تھیں جن کی ظاہری اور ممتاز صورت وہ تھی جو ستمبر ۱۸۱۴ء میں پائیس ہفتم کی "ملت مسیح"[1] کو از سر نو مرتب کرنے سے رونما ہوئی یہ واقعہ اتنا ہی وقیع اور اہم تھا جتنا کہ سولھویں صدی میں اسی ملت کا پہلے پہل معرض وجود میں آنا۔ اسکے سیاسی پہلو کی نمائندگی "نسبیت" کا وہ مسلک کرتا تھا جسکے جواز و وجوب پر تاریخ کی شہادت پیش کیجاتی تھی اور جس کا نمایاں مظہر خود محالفۂ مقدس تھا۔

**لبرلزم (مسلک احرار)**

دوسری طرف پرستاران حریت میں خود ایک عظیم الشان انقلاب ظہور پذیر ہوا۔ وہ اصول جو انقلاب فرانس کی خصوصیات میں سے سمجھا جاتا تھا، علمبرداران ترقی کی نظروں سے گر گیا۔ "حقوق بشری" کے اصول نے پرانی بنیادوں کو زیروزبر تو کردیا لیکن نئی تعمیرات کو مستحکم بنانے میں ناکامیاب ثابت ہوا ژاں[3] ژاک روسو کے ارشادات کے بجائے اب جرمی بنتھم کے مقولات تسلیم ہونے لگے اب ان دلکش مسائل کی جگہ جن پر سرصحبت میں خامہ فرسائیاں ہوتی تھیں، اور جنھوں نے بیرونی دنیا میں ایک حالت تشنج کی پیدا کردی تھی ایک ایسا نظام مرتب ہوا جو علوم ریاضیہ کی طرح ضوابط و حدود کا نگاہ رکھنے والا تھا اور اسی دور عمل کے شایاں تھا جو شاعری سے پاک بالکل سرد و عملی تھا۔ "فطرت کی طرف اصلی اور ابتدائی آزادی اور سادگی کیطرف رجعت" اور "حقوق بشری" کا تخیل اب افادیت[2] میں (جسکا منشاء "زیادہ سے زیادہ آسائش زیادہ سے زیادہ افراد کے لیئے" تھا) منتقل ہوگیا تھا اور اب حکومت کا اعلیٰ ترین فرض بھی یہی خیال کیا جانے لگا تھا۔

**رجحانات سیاسی کے مادی پہلو**

حریت پسندی کے اس نکھرتے ہوئے مذاق کے جلوے اسکی حوصلہ مندیوں کی نسبتاً معتدل تر پروازیں نظر آنے لگے۔

"عامۃ الناس کی حکومت عامۃ الناس کے لیئے" کا ہیولیٰ انقلاب فرانس کے گہوارے میں تیار ہوا تھا، لیکن فی الحقیقت دنیائے عمل میں یہ جدوجہد سرمائے کی تھی جو ان سیاسی

---

[1] Order of Jesus    [2] Utilitarianism

[3] ژاں ژاک روسو Jean Jacques Rousseau

حقوق کا دعویدار بنکر کھڑا ہوا جو ابتک محض امتیازات نسلی کے ساتھ مخصوص تھے۔ بقولِ مؤرخ اس زعم (خام خیالی) کے محرک تجارت کی گرم بازاری اور صنعت کی افزونی تھی یا بالفاظ دیگر روپے کی طاقت انھیں اسباب میں مضمر تھی۔ فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے سوسائٹی کی مدنیت میں تبدیلی پیدا کردی تھی۔ لیکن اس کا معاشی نظام کسی تغیر کا منت کش نہیں ہوا۔ انقلابِ مذکور کا نتیجہ یہ ہوا کہ طبقۂ وسطی کو قیود سے آزاد کیا لیکن گراکس بابف نے دولتمندوں کے رعایتی حقوق کے خلاف جو کچھ کیا اُسکو کسی نے نہ سنا۔ یہ اس صدی کے معاشی انقلاب ہی کا فیضان تھا کہ طبقۂ ادنے نے ایک موثر سیاسی طاقت کے لیئے جو آواز بلند کی وہ شورِ محشر بنکر گونج اُٹھی اور ایسی حالت میں "انفرادی حریت، جسکی بنیاد آئینی نظام پر ہو" اور جو انقلاب فرانس کا نصب العین تھا، انفرادی ملت پرستی میں (جس میں ہر فردِ ملت کا حلقہ بگوش تھا، اور جس کا سنگِ بنیاد "اشتراکیت" کے اصول پر تھا) تبدیل ہوگئی۔ اس طرح سے انقلاب فرانس کا فی نفسہ اپنا ضد ثابت ہونا اس سبب سے تھا کہ خواہ اسکا مفہوم ذہنی ہمارے نزدیک کچھ ہی کیوں نہ ہوتا، میدانِ عمل میں اُس کا ہر پہلو مادی ضروریات کا رہینِ منت رہا۔ سوسائٹی کی خاموش سطح کے نیچے بہیمی اور انتشار پسند طبائع کا وہ محشرستان ہوتا ہے جو تنازع للبقا کے اصول پر ہمیشہ سقفِ محیط سے ٹکریں لیتا رہتا ہے۔ وہ سقف جو ان منجمد معدنیات سے مرکب ہوتی ہے، جو اوائل میں ایک ہیجانِ عظیم کی زد میں آکر اُبل آئی تھیں اور انیسویں صدی عیسوی میں، جو مادی وسعت کے لحاظ اپنی آپ مثال تھی۔ تشکیل طبقات اجتماعیہ کے مختلف مدارج نسبتہً عظیم الشان اور دوررس ہوگئے اس صدی کے سیاسی تغیرات کا بیشتر حصہ اسی مادی وسعت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ "الجو مراعات مخصوصہ" کے خلاف خواہ وہ بربنائے پیدائش و نسل ہوں یا دولت یا قومیت، ہمیشہ برسرِ کار رہا، اندرونی تعلقات کے لحاظ سے اس کی کشمکش آئینی آزادی تک محدود تھی اور بیرونی تعلقات میں اسکی تگ و دو آزادی اور اتحاد قومی کے لیئے مخصوص تھی۔

۵

قوم پرستی۔

فی زمانتا قومیت کا تخیل زیادہ تر انقلاب فرانس کے اثرات کا ایک بلاواسطہ نتیجہ ہے گو اس کی وسیع المشربی کا کوئی شائبہ اس میں مشترک نہیں ہے۔

اٹھارھویں صدی میں اسکا تخیل محض اُس رشتۂ مشترک تک محدود تھا جس میں عامۃ الناس کسی حکمراں کے حلقہ بگوش تھے اور مؤرخ نے اس کا مفہوم انھیں معنوں سے اخذ کیا تھا جب اس نے اس امر کی شکایت کی تھی کہ لبرلزم نے قومیت کو اپنے صحیفے سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا۔ اسکا تخیل قومیت کی نسبت وہی تھا جو مہاجرینِ فرانس کا تھا اور جو اپنے ملک کے خلاف لڑنا غداری نہیں خیال کرتے تھے کیونکہ اُن کے لیئے "جہاں بادشاہ تھا وہیں فرانس تھا"۔ یہ محض انقلابی لڑائیوں کا تصرف تھا کہ انیسویں صدی میں قومیت جو (اپنے مفہوم کے لحاظ سے) ایک بالکل جدید اور عمیق تر معنی اختیار کر چکی تھی، یورپ کے سیاسی پیکر کو ایک مخصوص قالب میں ڈھالنے کی یکہ و تنہا علمبرداری کرتی رہی جمہوریۂ فرانس کی شکستہ حال فوجیں جب پہلے پہل فرانس کی سرحد پار بیسا ہوئیں تو وہ بزعم خود ایک جدید سیاسی مشرب کے رسالت کی دعویدار بن کھڑی ہوئیں جو ان تمام حجابات کی دھجیاں اڑا دینے والی تھیں جو اقوام و ملک کے مابین حائل تھے۔ جب نپولین نے تاج خسروی اپنے سر پر رکھا تو گویا الکسائی فتح ونصرت کا سہرا خود فرانس کے فاتحانہ کارناموں کے سر پر رکھا گیا، وہ فرانس جسکی قدیم ملکی سرحد کو سیل انقلاب بہالے گیا، وہ انقلاب جسکا دبدبہ گو موجودہ وقت میں خود شاہنشاہ کی ذات سے وابستہ تھا، لیکن آیندہ چلکر، کسی قسم کی حکومت برسرکار کیوں نہ ہوتی، یہ فرزندانِ فرانس کی جان نثاری کا تنہا مرکز ہو کر رہا۔ لیکن نپولین کے جنگی کارنامے فرانس کے احساسات ملی کو منضبط اور مستحکم کر کے کچھ اور آگے بڑھے، اسکی رزم آرائیوں کی داستان محض فرانس کے احساسات ملی کے انضباط و استحکام ہی تک نہیں ختم ہو جاتی اس نے ان ممالک میں بھی یہی روح پھونک دی، جہاں سے یہ احساسات یا تو بالکل مفقود تھے، یا جہاں پر یہ صدیوں ردائے خواب میں مستور رہے۔ فرانس کا یہ فاتحانہ سیلاب اس سنگلاخ چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا جو اُن لوگوں کا کعبۂ مقصود تھا جن میں اپنے مشترک حقوق کا احساس بدرجۂ اتم موجود تھا۔ اسپین اور روس کی فتوحات تمام دنیا کے سامنے ایک سبق آموز حقیقت بنکر آچکی تھیں، جرمنی نے جو اپنی کمزوریوں کے باعث سے فرانسیسیوں کی ستم آرائیوں کا تلخ تجربہ اٹھا چکا تھا، اس امر کو محسوس کیا کہ اگر اُسے طاقتور بننے کا ارمان ہے تو پھر متحد ہونا چاہیئے، جوش وطن پرستی میں اٹلی کی بھی لگ بھگ یہی کیفیت

بھڑکنے لگی اور جسے آسٹریا کی درازدستیوں نے ایک خوفناک طاقت میں تبدیل کر دیا۔ اس حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا کہ یہ جادو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گیا، حتیٰ کہ سطح یورپ پر کوئی قوم ایسی نہ تھی جو منہ میں زبان رکھتی ہو اور "نظم موجودہ" کے خلاف کوئی فرضی یا اصلی شکایت لیکر نہ کھڑی ہو گئی ہو اور جو اپنے استدلال کی بنیاد اُس فطری حق پر نہ رکھتی ہو جس کا ماخذ یہ ہے کہ ہر قوم اپنی تقدیر کی خود ملکہ بنکر رہیگی اور اس طرح وہ قوم پرستی جو کسی زمانے میں انقلاب فرانس کی خانہ برانداز گیسان دوستی کی ضد کی حیثیت سے پیش کی جا چکی تھی، انیسویں صدی میں خود ایک انقلابی قوت بنجاتی ہے۔

زمانے میں تحریکیں خواہ قومی ہوں یا آئینی اُن سب کی محرک اصلی مادی ضرورتیں اور مطالب ہوا کرتے ہیں، کیونکہ فی الحقیقت قومیت کی پائدار ترین شیرازہ بندی کا مدار مقاصد باہمی کی مشارکت پر ہے نسل، مذہب یا زبان میں شیرازہ بندی کی خواہ کیسی ہی صلاحیت کیوں نہ موجود ہو یہ اقوام کو ایک مرکز پر متحد نہیں کر سکتے اور اگر وہ منتشر ہو گئے ہوں تو انھیں مجتمع بھی نہیں کر سکتے "یہ اتحاد محاصلی" (تسول ویرائن) مبارک وجود تھا جسنے پروشیا کے زیر اثر جرمنی کا اتحاد ناگزیر کر دیا، یہ پیڈمانٹ کا آسٹریا کے خلاف "اتحاد محاصلی" "تسول ویرائن" کا "جنگ محاصلی درآمد و برآمد" تھا جسنے بالآخر اٹلی کو خاندان نیسوائے کے زیر نگین متحد کر دیا، برعکس اسکے یہ مقاصد مادی کی ہنگامہ آرائی تھی جس نے نوآبادیہائے امریکہ کو اسپین کے خلاف بھڑکا یا، اور امریکہ کی "جنگ انحراف" شروع ہوئی۔ ابتداً بوہیمیا میں قوم پرستوں کی تحریک اس مخاصمت کی بنا پر شروع ہوئی جو چچ، مزدوری پیشہ طبقہ اور جرمنی کے سرمایہ داروں میں رونما تھی جسطرح سے کہ آئرلینڈ والوں کی شکایات کا اصلی سبب قومی اراضیات سے محرومی ہے۔ اس صدی کے آغاز میں تمام ریاستہائے یورپ میں سے صرف انگلستان نے اس امر کو خوب ذہن نشین کر لیا تھا کہ مادی مرفہ الحالی کے لئے ایک مضبوط قومی نظام کی ضرورت ہے اور اس کی "جزریت" اور لاخودغرضی تو ہر ایک کا تکیۂ کلام تھا، لیکن بقول نپولین "دوکانداروں کی قوم" نے وہیں رہنمائی کی جہاں جلد یا بدیر بقیہ اقوام بھی آئیں اور صدی کے اختتام پر تمام یورپ میں کوئی قوم ایسی نہ تھی

Zollverein "اتحاد محاصلی" Tariff Wan

War of sucession

سے نپولین کا یہ آوازہ "وطن" نہایت خوبی کے ساتھ چسپاں نہ ہوتا ہو۔ گو تجارت کو فروغ دینے
اور نوآبادیوں کو وسیع کرنے کی آرزو دوسروں کو بھی اتنی ہی عزیز تھی جتنی برطانیہ کو دوسری اقوام
کو اگر "جزریت" اور "خود غرضی" کا شہرت حاصل نہیں تھا تو یہ اُن کی بدنصیبی تھی۔ لیکن اگر
انگلستان کے نزدیک اسکے جہازی بیڑے کا بار اس کی تجارت کا کفیل اور ضامن ہے
تو براعظم یورپ کی دوسری اقوام بھی اسی مقصد کے لیئے کچھ کم زیر بار نہیں ہوئیں
اگر اُن کی حفاظت کی ضامن آہنی سلاخیں ہیں تو انگلستان کا گہوارۂ عافیت
آغوشِ امواج ہے اور یہ سب اقوام سامان و وسائل جنگ سے اُسوقت تک دلکش نہیں
ہوسکتی تھیں جب تک کہ مانچسٹر کا آفتاب تجارت صفحۂ عالم کو مطلع الانوار نہ بنا دیتا اور تمام دنیا
ایک ہی اتحاد محاصلی میں منسلک نہ ہوجاتی۔ انیسویں صدی کی ابتدا، نوع انسان کے
لیئے برادرانہ صلح وآشتی کی ایک جنت نظر تھی لیکن اسکی ابتدا وہ تلخ اور ہیبت زدہ حقیقت تھی
جہاں مسلح اقوام ایک دوسرے کے مقابلے میں صف بستہ تھیں، جہاں ہر ایک اپنی
ذاتی اور قطعی حقوق کی سختی سے نگہداشت کرتا تھا اور جہاں ہر ایک اپنے مادی مفاد
قیام اور بقا کے لیئے آلات حرب اور سامانِ مصاف کی موجودگی کو جواز کا عامہ پہنا تا تھا اور ناگزیر
سمجھتا تھا۔ میزنی کے توقعات کے خلاف "ملت پرستی" و "وسیع المشربی" کے
جذبات ابتک ناپید تھے۔

**ملت پرستی اور اسکو متہاے یورپ**

نپولین کی طاقت کے خلاف ابھی خونیں گرم بازاری کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہیں پہنچی تھی کہ خدا بان ممالک عظیم[1] نے اس روح علی کا
خطبۂ تہنیت پڑھنا شروع کیا جو انکی فتوحات کی حقیقی معین تھی یہ مکیاویلی[2] کے سیاسی
ہتھکنڈوں کا اثر نہیں تھا کیونکہ اس میں الگزنڈر اول اور شاہ فریڈرک ولیم دونوں ناقابل
اور ناکارہ تھے۔ بلکہ فی الحقیقت یہ اس مخصوص ساعت کی ایک اضطراری جودت،
اور ایک ایسے فاتح پر جس نے ہر انسانی حقوق کو پامال کر ڈالا تھا، ایک غیر متوقع فتح
پانے کا نشاط انگیز سرور تھا۔ دول متحدہ کو اپنی نیک کرداری اور افضلیت کا

[2] Machia Velle. [1] The Grand Alliance

دلی یقین تھا اور انھوں نے متعدد اعلانات شاہی میں (کالش) Kalisch سے شاتی لون Chatillon تک ببانگ دہل اپنے ارادے اور نیت کے خلوص کا اظہار کیا فرمان واجب الاذعان یہ تھا کہ "اب سے اقوام اپنی باہمی خود مختاری کا احترام کرینگی، کوئی سیاسی قصر اُن کھنڈروں پر تعمیر نہوگا جو کبھی خودمختار ریاستیں بنا چکی ہیں، جنگ اور صلح کا مقصد تمام اقوام کے حقوق۔ آزادی اور مختاری کی حفاظت ہے"۔

اگر ہم اُس مفہوم کو نظر انداز نہ کریں جس میں لفظ "قومیت" کا استعمال ہوا ہے تو موجودہ بیان کی تفسیر وائنا کی کانگریس کی کارروائیوں میں عجیب طرح سے نظر آتی ہے۔ اُن میں اُن قومی توقعات اور تمناؤں کا سراغ لگانا بالکل بے سود ہے جو حال میں ایک عظیم الشان اور رفیع سرپرستی کی مورد رہ چکی تھیں۔ فی الحقیقت، اگر یورپ کا نقشہ صرف ایک سادہ صفحہ ہوتا، پھر بھی اس کی سرحدوں کی کوئی ایسی ترتیب، کسی فرزانہ ترین سیاسی دماغ سے ممکن نہ تھی، جو مختلف قومی توقعات کو خوش اسلوبی کیساتھ طے کردیتی، جیسا کہ آخر میں ہوکر رہا، باستثناء پولینڈ (گو یہ بھی مشتبہ ہے)، قصر یورپ کو از سر نو تعمیر کرتے وقت سیاسی معماروں نے قومیت کا عنصر بالکل طاقِ نسیان پر رکھدیا تھا، اُن کی انتہائی کوشش اُس من سمجھوتے پر قائم ہو جانے کی تھی، جو ان کے خیال میں، مختلف طاقتوں کے توازن قائم کردینے سے ممکن الحصول تھا اور سوائے اس اصول کے کہ متنفسوں کا شمار کیا جائے اور ٹیکس کی وصولی کے لیئے اُن کی طاقت کا اندازہ کیا جائے۔ دیگر تمام اصول اس مقصد کی کامیابی اور حصول کے لیئے قربان کردیئے گئے۔

**وائنا میں ملکی حدبندیوں کا فیصلہ ۱۸۱۴ء تا ۱۸۱۵ء۔**

ناروے، ڈنمارک سے (جو نپولین کے ساتھ خوب خوب حقِ رفاقت ادا کرچکا تھا) علٰحدہ کرکے سویڈن کو کچھ تو فن لینڈ کے معاوضے میں دیدیا گیا جسکو روس نے خود ہڑپ کرلیا تھا اور کچھ پومیرینیا کے باقیماندہ قطعات کے لیئے تھا جو پروشیا میں ضم ہوگیا تھا Piedmont میں جے نوا کا ادغام گو اٹلی کو خاندان "ساوائے" کے زیر نگیں متحد کردینے کا پہلا قدم ثابت ہوا لیکن یہ سب کچھ فی الحقیقت فرانس کی درازدستیوں کے خلاف سلطنت سارڈینیا کے استحکام کے لیئے مدِ نظر تھا۔ دوسری طرف، شمال میں، فرانس کی ہوس ناکیوں کے روک تھام کے لیئے بلجیم ہالینڈ میں ملادیا گیا۔ اسی طرح سے اب صرف تفریقِ زبان

ہی ان کے درمیان میں حدفاصل نہیں ہوئی بلکہ ایک قدیم، مذہبی، تجارتی اور سیاسی رقابت کی خلیج بھی حائل ہوگئی۔ ریاستہائے رائن کے اس حصے کا جسکی آبادی جرمن نژاد تھی، فرانس سے علیحدہ کیا جانا کچھ اتنا غیر فطری نہ تھا۔ لیکن انکی کلنگ، آبادی جو دامن جرمنی کی "لاسخافت" کہی جاسکتی ہے اہالیانِ پروشیا کے ساتھ جنکے نام سے ترعۂ فال نکلنے والا ہی تھا، بمشکل متجانس تھی۔ وہ آبادی جو بیس سال تک فرانس کے انتہائی عروج کے زمانہ میں اس کے دامن سے وابستہ رہی، تبدیلی ملت کے لیئے کیسطرح بطیب خاطر طیار ہوسکتی تھی۔ اس قسم کے خود رائنہ فیصلوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو یورپ کے آئندہ امن و عافیت کے لیئے اندیشناکیوں سے مملو نہ ہو۔ سوئیڈن جواب تیسرے درجہ کی سلطنت میں آگیا تھا اپنے "نارضامند" اور "بے دل" رفیق کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے یورپ کے سیاسی دائرے سے نکل گیا اور جس میں اس کے خانگی تنازعات نے پھر کبھی کوئی ہیجان نہیں پیدا کیا۔ لیکن جس جابرانہ طریقے سے بلجیم اور ہالینڈ ایک دوسرے سے علیحدہ کیئے گئے تھے اسکا نتیجہ ۱۸۳۰ء کی ہولناک جنگ یورپ تھی۔ اپنی قدرتی سرحد رائن کے لیئے فرانس کی تشنہ کامی تمام صدی دنیا کے اضطراب کی ضامن رہی۔

آئندہ کی پیچیدگیوں اور کشاکش کے لیئے اس سے زیادہ اہم اور کہیں معنی خیز، ان بڑی بڑی حکومتوں کے مقبوضات کی جدید ترتیب تھی۔ اپنی سلطنت کو مستحکم کرنیکی غرض سے اور فرانس سے براہ راست ملنے سے محترز رہکر آسٹریا نے اپنے قدیم مقبوضات کو جو سوئے بیا Suabia اور نیدرلینڈز Netherlands. میں تھیں لینے سے انکار کردیا اور بالائے اٹلی میں چند الحاقات سے اُسکی تلافی کرلی، اس طرح سے مغرب میں اپنی دور افتادہ فوجی چوکیوں سے دستکش ہوکر اور فرانس کے مقابلے میں رائن کی سرحد کی حفاظت سے سبکدوش ہوکر اسنے فی الحقیقت اپنے مادی مفاد کو جرمنی سے بالکل علیحدہ کرلیا تھا، اور اپنی اُس خالص آسٹروی پالیسی کا اعلان بھی کردیا جس نے اسکی رہنمائی سڈووا تک کی اور آخر کار سلطنت جرمنی سے اس کا تعلق ہمیشہ کے لیئے قطع ہوگیا۔ اتنی ہی جامع اور معنی خیز اسکی وہ تدابیر او رمساعی تھیں جنکو وہ انگلستان کی مدد سے پروشیا کو پولینڈ میں کچھ معاوضہ دے دلاکر اس کی دیر پروشیا زبردست اقتدار کو

جرمنی میں کمزور کر دینے کے لیئے عمل میں لایا لیکن پروشیائی ارباب تدبیر کی سیاسی قابلیت جس قدر جرمن انکار سے متاثر تھی، آسٹریا کے ارباب حل وعقد اسقدر ان سے بیزار تھے اور سیکسنی کے الحاق سے اپنی سلطنت کو مکمل اور مستحکم بنالینے کے لیئے فریڈرک ولیم سوم کے جملہ مساعی ٹالے ران کی حکمت عملیوں اور آسٹریا کی شدید مخالفت سے ناشکور ہو کر رہ گئے، لیکن اسے جرمنی میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اسطرح سے پروشیا کا اثر مشارکت[1] جرمنی میں کافی وسیع ہوگیا

پوزن .Posen جسکے اندر بیس لاکھ پولس آباد تھی پروشیا کے دست تصرف میں آنیکو تو آگیا لیکن اس کے حصول سے بحیثیت جرمن حکومت اس کے اقتدار میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا، لیکن پامرانیا زیرین (Lower Pomerania.) اور نصف سیکسنی کے حاصل ہو جانے سے شمالی جرمنی میں اس کی قوت ضرور مستحکم ہوگئی اور دوسری طرف رائن کے کاسولیکی ممالک ویسٹفالیا (Westphalia.) کے الحاق سے سلطنت ہوہن زولرن (Hohenzollern.) میں جدید عناصر داخل کر دیئے جس سے پروشیا اکناف جنوب سے اور متصل ہوگیا، جدید سلطنت پروشیا کی طویل اور غیر مرتب سرحد معہ دیگر دور افتادہ حصص ملک اور ایسے رقبات کے جو دیگر ممالک کے مقبوضات سے گھرے ہوئے تھے وہ اسباب تھے جنے ہمسایہ حکومتوں کے مابین "اتحاد محاصلی"[2] کو ایک حد تک ناگزیر کر دیا، جو آگے چلکر سلطنت کے تار و پود کا ضامن ہوا اور گو دریائے نیمن (Niemen.) کی جانب سے روس کا خطرہ تھا، اور خط میوز (Meuse.) پر فرانس کی دہشت، لیکن بایں ہمہ معلوم ہوتا تھا کہ جرمنی کی محافظت کا سہرا جسے آسٹریا نے اتار دیا تھا پروشیا کے سر پر رکھدیا گیا ہے۔ القصہ وائنا کے سمجھوتے کے بعد پروشیا کی مادی اغراض جرمنی کے استحکام کے ساتھ، اور دوسری جانب (جیسا آئندہ معلوم ہوگا) آسٹریا کی اغراض خود اسکی کمزوری کے ساتھ وابستہ ہوگئے اور یہ موخرالذکر حقیقت کا سبب تھا جس سے جدید متفقیت کا نظام حکومت قائم ہوا اور جو آخر میں "سلطنت مقدس" کا جانشین ہوا۔ آئندہ ابواب میں جرمنی کے ازسر نو

---

[1] مشارکت Confederation.

[2] Tariff Union.

تعمیر ہونے کے مسئلے پر روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں پر یہ کہدینا کافی ہوگا کہ آسٹریا کے اثر نے جو چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے باہمی نفاق وحسد سے اور قوی ہوگیا تھا۔ اگر کبھی کوئی سیاسی اتحاد خود مختار ریاستوں میں قائم بھی ہونے دیا تو وہ نہایت پھس پھسا اور نہایت متزلزل رہا کیونکہ وہ صرف اسی حالت میں اپنے پورے اقتدار کے ساتھ کارفرمائی کرسکتا تھا۔

جو سلوک سوئٹزر لینڈ کے حق میں روا رکھا گیا وہ اغراض بین الاقوامی کے نقطۂ نظر سے اتنا اہم نہ تھا گو آسٹریا کا پچھلا دور اسکے نافرجام اور نامبارک اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جمہوریہ متحدہ جو انقلاب فرانس کے زیر اثر قائم ہوئی تھی توڑ دی گئی، اور قدیم متزلزل "نظام اضلاعی" [۱] معہ اپنے تمام اشرافی اور بلدی حقوق کے از سر نو زندہ کیا گیا اہالیانِ سوئٹزر لینڈ کا نظام معدلت، اس آئین حکومت پر جو نصف صدی تک جرمنی کو از کار رفتہ رکھنے والا تھا دو لحاظ سے فوقیت رکھتا تھا۔ غیر ممالک مرکزی حکومت سے سلسلہ جنبانی رکھتے تھے اور رفتہ رفتہ فرداً فرداً ہر ایک ضلع میں ان کے نمائندے نہیں ہوتے تھے اور نظام حربی بھی اضلاعی نہ تھا بلکہ متفقی [۲]۔

11 آخر میں، لیکن اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، اُس نئی حالت کا تذکرہ کرنا ہے جو پولینڈ کو اس سے ملحق کردینے سے رونما ہوئی [۳]۔ ۱۸۰۹ء میں فن لینڈ حاصل کر لینے کے بعد روس کا شمار بحیرۂ بالٹک کی بڑی طاقتوں میں ہونے لگا تھا اور اس نے شمال میں پروشیا کی آئندہ بحری طاقت سے رقیبانہ ہمچشمی کی بنیاد ڈالدی تھی اور اپنی سرحد کو دریائے پروتا تک وسعت دیکر وہ ایک طرف شمال میں پروشیا اور دوسری طرف جنوب میں آسٹریا کے

---

[۱] Consonal System [۲] Consonal [۳] Fedral

[۳] شہر کراکو دول یورپ کی ضمانت پر ایک آزاد جمہوری حکومت قرار پایا اور ۱۸۴۶ء تک اُس کی یہی نوعیت رہی۔ لیکن اس کے بعد روس اور پروشیا میں ساز باز ہو کر باوجودیکہ فرانس اور انگلستان اختلاف ظاہر کرتا رہا کراکو کے شہر کو آسٹریا نے اپنے ساتھ الحاق کرلیا اور اس الحاق کی وجہ یہ بتائی کہ وہ اہل پولینڈ کی ناراضی کا مرکز ہوگیا تھا۔

درمیان حائل ہوگیا۔ یہ ایک ایسی حالت تھی جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ روس مغربی یورپ میں ریشہ دوانیوں کا جال پھیلا رہا ہے۔ اور ایک حد تک وہاں دلچسپی بھی لے رہا ہے گو اس سے ہمسایہ اقوام کے لیئے خطرات بھی ناگزیر تھے۔

یہ ہے ایک مختصر خاکہ یورپ کی ملکی ترتیب کا جو کانگرس آف وائنا کی رو سے عمل میں آئی تھی اور جنکی دفعات ان صلحناموں میں داخل کردی گئی تھیں جنہوں نے آئندہ چلکر حکومت ہائے یورپ کے لیئے قبالہ جات کی صورت اختیار کرلی۔

مجالسۂ یورپ۔

لیکن وائنا کے فیصلہ جات کی قطعیت میں خواہ کسی حسن ظن سے کام لیا جائے۔ اس امر کا احساس ناگزیر سمجھا گیا کہ نظم موجودہ کے تحفظ کے لیئے اس دفتر بے معنی کے سوا کچھ اور بھی ہونا چاہیئے تھا۔ گو مجالسۂ یورپ کا تخیل سیاست کوئنٹ کاونتز تھا لیکن یہ امر آغاز ۱۷۹۱ء میں معرض بحث میں آچکا تھا جب آسٹریا کے چانسلر (Count Kamitz.) نے ایک گشتی چٹھی میں، تمام سفرا کو یہ بات محسوس کرائی تھی کہ انقلاب فرانس سے جو خطرہ رونما ہوا ہے اسکے لیئے تمام حکومتوں کو "عامۂ خلائق کے امن و سکون، سلطنتوں کی عافیت، مقبوضات کی نگہداشت اور صلحناموں کی تحریم[1] کے لیئے ایک شکایت مشترک بنا لینا چاہیئے اسوقت سے کتنے ایسے واقعات پیش آتے رہے جس سے یورپ کا نظم اجتماعی بنتا بگڑتا رہا لیکن اب دنیا کی قسمت کی باگ صرف چار بڑی بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں تھی جو "ابتلائے صد روزہ[2]" کا سبق مشترک پڑھکر ایک دفعہ پھر متحد ہوگئی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا انکا اتحاد جو اوائل میں چند خاص مقاصد کی بنا پر قائم ہوا تھا مستقل کویا جاسکتا ہے اور اُسکو اختیارات بین الاقوامی تفویض کیئے جاسکتے ہیں جن سے اُن تمام مسائل تنازعہ فیہ کا تصفیہ ہوسکے جو دنیا کے امن و عافیت کے لیئے خطرناک ثابت ہوں؟ یہ خیال نہایت شاندار تھا، اور وقت کے لحاظ سے ممکن العمل بھی تھا۔ لوگ لڑائی سے تنگ آچکے تھے اور کسی ایسے نظام کو قبول کرلینے کیلیئے طیار تھے جو انکی معمولی آزادی اور ترقی کا ضامن ہوتا حکومتیں بذات خود نفاق کے خطرات کا کافی تلخ تجربہ اٹھا چکی تھیں ایسی حالت میں اتحاد مقدس نے

[1] سوریل۔ یورپ اور انقلاب فرانس جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ — Sorel, L' Ewrope et la Revalution Francaise ii 232

[2] Peril of the Hundred Days

کا بانی الگزنڈر اوّل ہی ایسا نہ تھا جسکا طائرِ فکر اس اعتقاد[لہ] کا اسیر ہوتا۔ لارڈ کاسل رے کی طرح
(Castlereagh) دوسرے لوگ بھی پہنائے مستقبل میں اُس ساعت
کے خیر مقدم کے لیے چشم براہ تھے جو سیاسی حکمت عملیوں کے تار ہائے عنکبوت
کو فنا کر دے۔ اور بڑی بڑی طاقتوں کی ایک مقررہ انجمن کو کتم وجود میں لائی جو ایک تنہا
حکومت کی خوبیوں اور سادگیوں سے مملو ہوتی۔" لیکن نقادانِ فن جیسا کہ خود لارڈ کاسل رے
(Lord Castlereagh) خود تھا، اس نکتے کو سمجھ چکے تھے کہ یہ مہلک غلطی
خود اس کے امکان ہی میں مضمر تھی۔ کسی حد تک یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ نہایت مقتدر
ججوں کی ایک عدالت العالیہ قائم کیجائے جو اُن فیصلہ جات کو جو وائنا میں ممالک
کی ترتیب کے متعلق نافذ ہوئے تھے بین الاقوامی حیثیت دیکر آئندہ کے
لیئے تمام ستم شعارانہ جنگوں کا انسداد کر دے اور موجودہ نظام عافیت کے
دوام کی ضامن بنجائے۔ بنظر سہولت ٹالے ران کا موضوعہ اصول "نسبیت"
بحیثیت اصول اساسی کارآمد ثابت ہوسکتا تھا اور جس کا لب لباب یہ تھا کہ جسطرح
سے ایک مدت تک قابض رہنے سے کسی ملکیت پر کسی فرد کو مالکانہ حق حاصل
ہو جاتا تھا اسیطرح سے سلطنت کو بھی حکومت کرنے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔
لیکن اس کا کیا علاج اگر باوجود اشتراک اصول ججوں میں اختلاف آرا ہوتا اور ایسی صورت
میں کثرت آرا کو اپنا فیصلہ تسلیم کرانے کے لیئے کونسی قوت حاصل ہوتی اور اگر
انہیں یہ اختیارات تفویض بھی کیئے جا سکتے تو کیا ایسی حالت میں یورپ کی بڑی
بڑی حکومتیں "مشارکت جرمنی" کے زیر اثر ایک حقیر اور محض معمولی ریاست سے
زیادہ وقعت رکھ سکتی تھیں۔ لیکن سلاطین کی سطوت اور آزادی ہی نہ تھی　۱۳
جو معرض خطر میں تھی۔ یہ محض ایک قدم تھا جو حکومتوں کے بیرونی معاملات سے اٹھا کر
اُن کے اندرونی تعلقات کے دائرے میں رکھا جانے والا تھا اور جن سے
فی الحقیقت بیرونی تعلقات اثر پذیر ہونے والے تھے، اور ان ریشہ دوانیوں کے
سرسبز ہونے سے قومی آزادی کو جو صدمہ پہنچنے والا تھا اس سے انگلستان بہت پہلے

---

لہ سوریل، "یورپ اور انقلاب فرانس" جلد ۲ صفحہ ۴۶۲ Conpederation of Europe

آگاہ ہوچکا تھا۔ فرانس کے معاملے میں البتہ تمام قوتوں نے متفقہ طور سے "مداخلت" کی ضرورت تسلیم کرلی تھی لیکن ۱۸۱۸ء میں ایکس لاشاپیل (Aix-la-Chapelle.) میں جب شہنشاہ الگزنڈر نے ایک ایسے اصول کی تحریک کی جو تمام مسائل بین الاقوامی پر حاوی ہو اور جو اتبک فی الحقیقت خاص خاص ضروریات اور مواقع کے لیئے وضع کیا گیا تھا اور جس کی وضاحت شرائط صلحنامے سے ہو چکی تھی اسوقت انجمن سلاطین یورپ میں اختلاف آرا کا پہلو روز روشن کی طرح نمایاں ہوگیا۔ گو انقلاب فرانس کے مفروضہ خطرات کے عود کرنیکے اندیشے سے ایکس لاشاپیل (Aix-la-Chapelle.) میں "محالفۂ اربعہ" نے دنیا کے سامنے ایک سد روئیں قائم کر رکھی تھی لیکن یہ کوشش "کہ محالفۂ مقدس" ایک عام اتحاد کے بقا کی ضامن قرار دیجائے، انگلستان کے غیر مصالحانہ رویہ سے بالکل فنا ہوگئی ٹروپاؤ (Troppau.) اور لائباخ (Laibach.) میں ۱۸۲۱-۱۸۲۰ء میں اس روش کا اعلان دنیا کے سامنے کیا گیا اور ویرونا (Verona.) میں ۱۸۲۲ء میں یہ بتدریج ایک کھلم کھلا ناچاقی کی صورت میں نمایاں ہوا۔ مسئلہ شرقیہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی جو یقیناً اسکی تباہی کا باعث ہوتا، انجمن سلاطین یورپ کا منصب قضا و قدر حرف غلط کیطرح مٹ گیا، لیکن پھر بھی نام باقی رہ گیا تھا اور نام کے ساتھ ساتھ یورپ کی جمعیت اور حکومتوں کے اس غرض مشترک کا تخیل بھی باقی رہا جسے ایسے مدبران سلطنت بھی مانتے ہیں جو صلحناموں کے تسلیم کرنے میں، رجعت پسند خیال کیئے جاتے تھے۔ اور یہ ایک طرف قدامت پرستی اور دوسری طرف انقلابی اور آئینی آزادی کے تصادم کے نتائج ہیں جو اس موجودہ رویہ کی ترجمانی کرتے ہیں اور انیسویں صدی کی سیاسی تاریخ اسی کسر و انکسار کا ایک دفتر بے پایاں ہے

۱۴

# باب دوم

## یورپ میں رجع عمل

الگزنڈر اول اور مجالسۂ یورپ۔ محالفۂ مقدس۔ صلحنامہ اتحاد اربعہ ۲۰۔ نومبر ۱۸۱۵ء۔ یورپ میں رجع عمل۔ اسپین میں حکمران قدیم کا بار ثانی سریر آرائے سلطنت ہونا۔ یورپ اور

فرانس - بازآوردہ خاندان بوربوں کا قیام اور اُن کی حالت ، رجع عمل کی دار و گیر "خطرۂ ابیض" -
انتہا پسند شاہ پرستوں کی مخالفت - اشلیوکی وزارت دے کاز - ایوان نامعلوم
The Chamber Intronvable - نے کا قتل - رجعت زا قوانین - ویلیلی -
ہنگامہ گرنیوبل - اور انقلابی اضطراب - حکومتہائے یورپ کی مداخلت - ایوان نامعلوم
(The Chamber Intronvable) کا خاتمہ - انخلائے فرانس کا مسئلہ

"مخالفہ یورپ" جسکا کانگرس آف وائنا کے دوران میں ٹلیمارٹان کے سیاسی ہتھکنڈوں نے حکومتوں کے باہمی رشک و رقابت سے فائدہ اٹھاکر شیرازہ بکھیر دیا تھا، نپولین کی الیا سے واپسی کے بعد ایک خطرۂ مشترک کے مقابلے میں از سرِ نو زندہ پایا۔ نپولین کی وہ تمام مساعی جو ۳ - جنوری ۱۸۱۵ء کے خفیہ صلحنامے کی اشاعت سے مترتب ہونیوالی تھیں اور جسکی بنا پر انگلستان، فرانس اور آسٹریا روس کی طامعانہ ریشہ دوانیوں کے خلاف متحد ہوئے تھے ناکامیاب اور اتحادیوں میں نفاق پھیلانے کی تمام کوششیں نقش برآب ثابت ہوئیں -

شاہنشاہ الگزنڈر اول -

شاہنشاہ الگزنڈر نے جو کچھ عفو کیا تھا اسے طاق نسیان پر رکھنے سے احتراز کیا، اسنے اسی وقت قطعی فیصلہ کر لیا تھا جب ۱۸۱۳ء میں اسنے اس صلح کو جو روس کے حق میں شاندار اور مفید بھی تھی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اُس "مقدس رسالت" کی علمبرداری کے لیئے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا جو یورپ میں تبلیغ صلح سے اُسے حاصل ہوتی[1] وہ بڑی ساعتیں جب وہ عضریت انقلاب کا دست بازو تھا، ختم ہو چکی تھیں - اور چونکہ ماسکو کی آتشزدگی اسکے قلب کو منور کر چکی تھی اور پے در پے فتوحات نے خدا کی مشیت کو خود نہایت خوبی کے ساتھ آشکار کر دیا تھا اسلیئے کوئی ۱۵ ایسی تجویز جو اسے غلط راستے پر لیجاتی، امکانات کے دائرے سے قطعی باہر تھی - اس مقدس خدمت کی ادائگی سے جو بارگاہ ایزدی سے دوسری دفعہ تفویض ہوئی تھی کوئی سیاسی مصلحت یا ذاتی کدورت اور آزادگی اسے باز نہیں رکھ سکتی تھی -

زار کا یہ رویہ جو اس کی عجیب و غریب کیرکٹر کی بوالعجبی تھی، یورپ کی اصلی حالت

---

[1] مارٹینس ۳ ۹۲ - Martens, iii 92

کا اندازہ کرتے ہوئے نہایت اہم تھا نپولین کے زوال پر یورپ کی عنان حکومت پانچ سلاطین کے ہاتھوں میں آ گئی تھی جن میں تین تو مطلق العنان تھے اور بقیہ دو کے بیرونی ملکی معاملات عملاً وزراء کے ہاتھوں سے سرانجام پاتے تھے۔ اس صورت میں حلیف سلاطین اور مدبران سلطنت کے ذاتی کریکٹر سیاسی مسائل میں ایک فیصلہ کن حقیقت رکھتے تھے اور دول یورپ میں شاہنشاہ الگزنڈر سب سے زیادہ زبردست اور نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ آسٹریا جو ابتدائے مناقشات سے فرسودہ ہو چکا تھا، آخری جنگ میں بالکل تباہی کے کنارہ پر پہنچ گیا۔ پروشیا نے جو کچھ قوت جے نا Jena کی لشکر کشی کے زمانے سے حاصل کی تھی وہ سب "جنگ آزادی" کی قربانگاہ کے نذر کر دی۔ انگلستان جس کا شانہ اس بوجہ سے فگار ہو رہا تھا جو پٹ Pitt کی پالیسی کا نتیجہ صحیح تھا، برّاعظم کے مناقشات سے دستکش ہو رہا تھا۔ صرف روس ایسا تھا جو اس ابتلائے عظیم سے اسی دم وخم اور عظمت دیرینہ کیساتھ ابھرا جو بظاہر مجروح نہیں معلوم ہوتا تھا اور جسکا طالع اقبال یورپ کے انتہا سے زیادہ مخوف و مرغوب ہو جانے سے روز افزوں ترقی پر تھا۔ اس طرح سے روس کے جابر حکمراں کی جنبش ابرو کیساتھ کتنوں کی قسمت وابستہ تھی۔

چالاک، حساس، خیرسگال لیکن ارادے کا کمزور الگزنڈر اپنے معاصرین کیلئے ایک معمے سے کم نہ تھا جسکو ہر ایک اپنی طبیعت کے موافق معنی پہناتا تھا۔ نپولین ایسے پر حِیل "بزنطینی طلماء شمالی" یا "ایکٹر"[1] کہا کرتا جو کسی وقت کچھ کا کچھ بن سکتا تھا یا کر سکتا تھا۔ میٹرنخ کے نزدیک یہ ایک جنون تھا جسکی تالیف قلوب کی ضرورت تھی۔ اسکی انفعال پذیر طبیعت ابتدا ہی سے متضاد اثرات قبول کرتی رہی؛ روسو کے ان اقوال کو جو نوع انسانی کے متعلق تھے اس نے اپنے استاد لاہارپ Laharpe باشندۂ سوئٹزرلینڈ سے حاصل کر کے خوب ذہن نشین کر لیا تھا۔ اور اپنی جنگی گورنر جنرل سولٹیکوف General Soltikoff سے اس نے روسی جبر و ستم کی سنگین روایات کو ازبر کر لیا تھا۔ یہی دونوں اصول ایک دوسرے پر تفوق حاصل کرنیکے لئے



---

[1] طلماء (۱۷۶۳ء تا ۱۸۲۶ء) نپولین کا رفیق۔ مشہور فرانسیسی ایکٹر۔

تمام عمر اسکے گوشۂ قلب میں برسرِ پیکار رہے۔ خوردسالگی ہی میں چتر سلطنت سایہ فگن ہوا اور اسی وقت سے اس نے اپنی "مثالی حکومت" کی جنت خیال کی تلاش شروع کر دی لیکن آخر میں اسے معلوم ہوا کہ مطلق العنان حکومت کا دائرۂ عمل کہاں تک محدود ہے اس حقیقت سے دل برداشتہ ہو کر اسنے نپولین کے ہاتھ پر بیعت کی، اندرونی اصلاحات سے مُنہ موڑا اور کشور کشائی کا خواب دیکھنے لگا۔ اس اتحادکی زندگی "دوروزہ" کا خاتمہ روس پر لشکر کشی کرنے سے اور ماسکو کے واقعۂ ہائلہ نے اس دماغ کو جسکا توازن تک ابھی قائم نہیں ہوا تھا اور ہلچل میں ڈالدیا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہ تصوف کی بھول بھلیوں میں مذہبی عقیدت کے ساتھ جا پڑا اور یہی نہیں بلکہ دوسرے متضاد اثرات کے ساتھ ساتھ اسکے مصاحبین نے بربنائے خود غرضی اسے اسبات کا یقین دلادیا کہ وہ خدا کی طرف سے دُنیا کا اضطراب فرو کرنے کی غرض سے منتخب کیا گیا ہے۔ سلاطین کے مذہبی بے تُکے پن سے دُنیا کو لطف اندوز ہونے کی فرصت کہاں اور پھر وہ بھی زارِ روس کا بے تکاپن! الگزنڈر کے مذہبی اتقا میں جہاں اور باتیں تمسخر انگیز تھیں، وہاں چند باتیں قابل ستائش بھی تھیں یہ اسکے "شریفانہ حلم" ہی کا فیضان تھا جس سے فرانس کا وجود بحیثیت ایک اول درجے کی طاقت کے باقی رہ گیا تھا اور جب پروشیا نے منتقمانہ جوش میں آکر، جو ایک حد تک غیر فطری نہ تھا، فرانس کے حصے بخرے کے لیئے غلغلہ بلند کیا، اسوقت الگزنڈر ہی تھا جس نے اراکین انگلستان کے متزلزل ارادوں کو "عاقلانہ حلم" کی طرف رجوع کر کے مضبوط کر دیا پیرس کی دوسری صلح کی رو سے فرانس کو بہ نسبت اُن قیود اور شرائط کے جو نپولین کے زوال کے بعد اس پر عائد کیئے گئے تھے، زیادہ سخت شرائط قبول کرنے پڑے۔ لیکن کم سے کم فرانس کے اُس "زخم منکر" سے تو کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی جو نصف صدی کے بعد الساس لورین کی علٰحدگی سے ہمیشہ کے لیئے "رِسنے" لگا۔

معاہدہ مقدس

وائنا کی کانگرس کی رو سے جو ترتیب یورپ کی دی گئی تھی وہ پانچ بڑی طاقتوں کی مجموعی ضمانت کے ماتحت رکھی گئی تھی۔

لیکن خود کانگرس کی تاریخ اور فرانس کی لغزش نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ بنیاد بجائے خود کس قدر بُھس بُھسی تھی ایک خاص لمحے کی وجدانی کیفیت سے متاثر ہو کر الگزنڈر نے یقین

کرلیا کہ یہ محالفہ ایک مستقل امن وسکون کا ضامن اسوقت ہوسکتا ہے جبکہ اس کی عام سطح "محض مصالح" کے درجے سے اور بلند کردیجائے اور اسکا سنگ بنیاد مذہب عیسوی کے مقدس اصول پر رکھا جائے۔ اور اسیکا نتیجہ نام نہاد "محالفۂ مقدس"[1] تھا جب زار نے دستاویز صلح اپنے پریشان حال حلیفوں کے سامنے دستخط کے لیئے پیش کی ہے اس وقت اُن سے اس کا وعدہ لیا کہ وہ اپنے فطری تعلقات کو مذہب ایزدی یعنی خداوند اور نجات دہندہ یسوع مسیح کے راستے پر ڈالدیں گے اور اپنے اندرونی و بیرونی مصالح کی بنیاد انصاف، بردباری، اور صلح دامن پر رکھیں گے۔ بادشاہوں کو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی ہونا چاہیئے اور رعایا کو اپنی اولاد خیال کرنا چاہیئے۔ اور تمام عیسائی قوم ایک کنبے کے طور پر ہوگی جس کی یکجہتی اور وابستگی باہمی امداد پر منحصر ہوگی سیاسی حلقوں میں اس تحریک کا خیر مقدم نعرہ ہائے مسرت سے کیا گیا لیکن آستینوں کی آڑ میں لوگوں نے ان پر خوب خوب قہقہے بھی لگائے میٹرنخ کے نزدیک یہ محض ایک طوفان بکلم تھا کاسلری Castlereagh کا خیال تھا کہ یہ محض ایک صوفیانہ پرداز اور حماقت کا مجموعہ ہے شہنشاہ فرینس نے جسکا سیدھا سادا کاروباری دماغ الگزنڈر کی "تخیل پرستی" سمجھنے سے قاصر رہا، محض اپنے شانوں کو بے اطمینانی سے جنبش دے کر دستخط کردیئے محض فریڈرک ولیم سوم حکمران پروشیا نے جسکی سادہ لوحی تعدس کی حد تک پہنچی ہوئی تھی اور جسکے دوستانہ تعلقات زار کے ساتھ نہایت گہرے تھے اسپر بطیب خاطر دستخط ثبت کردیئے اس طرح سے ۲۶ ستمبر ۱۸۱۵ء کو فرٹوس Vertus کے میدان میں محالفۂ مقدس کا اعلان تین حکمرانوں کی طرف سے ایک عظیم الشان فوجی جلوس کے سامنے کیا گیا جس میں عیسائی دنیا کے تمام حکمراں اپنی حلقہ بگوشی کے اظہار کے لیئے مدعو کیئے گئے تھے۔ باستثناء چند، لیکن جن کی اہمیت نظرانداز نہیں کیجا سکتی سب نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ سلطنت برطانیہ البتہ ایک عجیب ضغطے میں پڑگئی تھی، اگر وہ اسے قبول کرتی ہے تو مفت کی دردسری خرید کرکے قومی آزادی کو خطرے میں ڈالتی ہے

[1] مراسلات ویلنگٹن (تتمہ) جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱ + ماڑینس۔ جلد ۴ ص ۲ + ہرٹسلیٹ "صلحناموں کے ذریعے سے یورپ کے نقشے کی بناوٹ"

اور اسطرح سے "مخالفین" کی بے پناہ تلوار کا مقابلہ ناگزیر ہو جاتا ہے اور اگر اسکو تسلیم نہیں کرتی تو گویا "انجمن سلاطین یورپ" کے توڑنے کی مجرم ٹھہرتی ہے اب جان صرف افراط تفریط کے درمیانی راستے "فن سمجھوتہ" میں بچتی نظر آئی آئین برطانیہ کی رو سے ولیعہد کو کسی سرکاری دستاویز پر دستخط کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا بشرطیکہ اس نے ایسا ایک ذمہ دار اور برسر اقتدار گورنمنٹ کے نمائندے کی حیثیت سے نہ کیا ہو۔ لیکن یہ البتہ ممکن تھا اور جیسا کہ آخر میں ہو کر بھی رہا، اس نے بحیثیت ایک تاجدار شہریار کے اپنے "بھائیوں" کو حلیفوں کے متبرک اصول پر اپنی ہمدردی کا پیغام بھیجا اگر ولیعہد کی پسندیدگی یا موافقت سے محالفہ مقدس کو کوئی اخلاقی قوت حاصل بھی ہوئی تو وہ صدی کے آخر میں پوپ کی سرد مہری سے زائل ہوتی پیئس ہفتم Pius VII نے جو ایک سال قبل ستمبر ۱۸۱۴ء میں دوسری بار "گروہ مسیح" کی بنیاد ڈال چکا تھا اور جو لبرلزم Liberalism کے خلاف ایک عظیم الشان جہاد کی داغ بیل ڈال رہا تھا ایک ایسی جنگ کو ماننے سے انکار کر دیا جس کی بنیاد ایک ملحد اور رلبرل نے ڈالی ہو لیکن تحریک ماورالجبلی Ultramontane movement - پیروان پوپ، کے خلاف جو ردعمل شروع ہو گیا تھا وہ ابھی ابتدائی منازل میں تھا اور دنیا میں پوپ کی تنہا علیحدگی اور تعرض سے اتنا ہیجان نہیں پیدا ہوا جتنا اضطراب کہ اس اتحاد سے سلطان کے دیدہ و دانستہ نکال دیئے جانے سے پھیلا ایک ایسی جماعت میں جو خالص عیسائی تھی خلیفتہ المسلمین کی شرکت فی الحقیقت ناممکن تھی لیکن تاہم یہ فروگذاشت نامبارک خیال کی گئی اور لوگوں نے خیال کیا کہ الگزنڈر ایک دفعہ پھر سلطنت عثمانیہ کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا تھا۔

اتحاد مقدس کا صلحنامہ بحیثیت صلحنامہ موثر ثابت نہیں ہوا ان تمام لوگوں میں جنھوں نے دستخط کیئے تھے صرف الگزنڈر ہی ایسا شخص تھا جس کو اس امر کا راسخ عقیدہ تھا کہ یہ خدائے عزوجل کی انتہائی خوشنودی کا باعث اور ایک جدید عصر کا پہلا سنگ منزل ہوگا۔

لیکن اس صدی کی تاریخ میں ایک سیاسی مطمح نظر سے اسکے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔

۱۸

بحیثیت ایک مذہبی مشرب اسکا قیام، اور پھر اسکا مذہبی مشرب کی طرح مختلف تاویلات کی صلاحیت رکھنا، الگزنڈر اول کے نزدیک کچھ، نکولس اول کے خیال میں کچھ اور نکولس دوم کے وہم میں کچھ اور تھا۔ لیکن بین الاقوامی سیاست میں ایک طاقت کی حیثیت سے اسکو نظر انداز کرتے ہیں کبھی خیر نہیں!

اتحاد اربعہ کی تجدید۔ لیکن اُن ماہرین سیاست کے نزدیک جو ۱۸۱۵ء میں پیرس میں جمع ہوئے تھے۔ اتحاد اربعہ مابین روس، آسٹریا، پروشیا اور انگلستان جس پر ۲۰۔ نومبر کو دستخط ہوئے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اسکا مقصد جیسا اس کی تمہید سے ظاہر ہوتا تھا، اُن اصول کو جو وائنا اور شومون Chaumont میں وضع کیے گئے تھے ایسی شکل دینی تھی جو وقت اور موقعے کے حسب حال ہو یا بالفاظ دیگر، اس سے یورپ کے مفاد کو مدنظر رکھکر فرانس کی حالت کی نگرانی مقصود تھی۔ لیکن اس نے ایک قدم اور بڑھایا، دفعہ ۶ میں یہ بات تسلیم کرلی گئی تھی۔ کہ ان گہرے تعلقات کو مستحکم کرنے کے لیئے جنہوں نے ہر چہار سلاطین کو دنیا کے امن وسکون کے لیئے متحد کردیا ہے، مقررہ اوقات پر اُن بادشاہوں یا اُن کے وزراء کی انجمن منعقد ہوا کرے جنھوں نے مقصد مشترک کے لیئے۔ اپنی زندگی وقف کردی ہے، اور ایسے قواعد وضوابط وضع کیئے جائیں جو رعایا کی عافیت اور مرفہ الحالی کے لیئے موزوں اور مناسب ہوں۔ یہ تھی رسمی بنیاد اس مجالسۂ سلاطین یورپ کی جو دنیا کے امن وسکون کو محفوظ اور مامون کرنے کی مدعی بنی تھی لیکن یہ ایک حد تک اتحاد مقدس کے اصول کے منافی تھا کیونکہ اسنے تمام بادشاہوں کے "بھائی چارے" کے جواب میں بڑی بڑی طاقتوں کی ایک امارۂ مطلقہ، لاکھڑی کی تھی، اور جسکے سفرا کی ایک آئینی عدالت پیرس میں ان تنازعات کو فیصل کرنے کے لیئے قائم ہوئی جو صلحنامہ جات وائنا وپیرس کے سلسلے میں رونما ہوتے، اور جو آیندہ چلکر یورپ کے نظام سیاسی کی سنگ بنیاد ہوئی[1]

---

[1] مارٹینس ۴/ ۲۸۸۔ ہر ٹسلیٹ ۱/ ۳۷۲۔

19

یورپ میں رجعی عمل

اس عالمگیر اضطراب و اضمحلال پر نظر کرتے ہوئے جو تمام عالم میں رونما تھا، حکومتوں کو حق حاصل تھا کہ وہ واقعات حاضرہ پر برابر نظر رکھتیں اور انکی نگران رہتیں لوگ ہر گوشے میں امن و عافیت کے لیئے ترس رہے تھے اور زلزلہ جس جگہ سے مفقود نہیں تھی وہاں خاموشی ضرور تھی۔ لیکن علمبرداران انقلاب کے دست تطاول نے افسردہ اور مضمحل قوتوں کو ازسرنو اکسانا شروع کردیا تھا! اسپین، اٹلی، جرمنی حتی کہ فرانس میں بھی دول متحدہ کے مدبروں نے اُن لوگوں کی زیادتیوں اور حماقت کو تشویشناک نظر سے دیکھا جنھیں برسر قوت لانے کے وہ خود ذمہ دار تھے۔ انقلاب اور اس ہنگامہ اور تار نپولین سے اُن لوگوں نے نسبی فریق Legitimists (شاہ پرست) سے ایک دفعہ آنکھ بند کر کے نفرت شروع کردی اور پھر انھیں کسی بیہودگی یا بے اعتدالی کے کرڈالنے میں ذرا بھی باک نہیں ہوا روما میں پادریوں کا ستارۂ عروج پر تھا "عدالت احتساب" ایک دفعہ پھر قائم ہوئی۔ نظام حکومت میں عوام کی آواز "صدا بصحرا" تھی، اور سڑکوں کی روشنی کا انتظام جو، فرانسیسیوں کی جدت تھی مسترد کردیا گیا۔ پیڈمان میں بھی خاندان سیوائے House of Savoy کے برسر اقتدار ہونے سے یہی خفیف الحرکاتیاں ظہور پذیر ہوئیں۔ وکٹر عمانوئیل اول ایک شاہی ریپ وان ونکل کے سج دھج سے اپنی طویل جلاوطنی کے بعد سارڈینیا میں اس نسل کی وضع اور ملبوس کے ساتھ واپس آیا جو حجابات ماضیہ میں مستور ہوچکی تھی۔ اور ایک ہی جنبش قلم سے ۱۸۰۰ء سے لیکر اسوقت تک کے تمام احکامات سلطنت کو مسترد کردیا اور دوسری طرف پرجوش افسران حکومت نے دربار کی شہ پاکر باغ بھتیا تاتی کو، جسے فرانسیسیوں نے قائم کیا تھا، تاراج کردیا اور پروانۂ راہداری بند کر کے اس راستے کو مسدود کردیا جسے نپولین نے کوہ سینی Mount Cenis پر سے نکالا تھا۔ لیکن جن حماقتوں کا ظہور روما اور ٹیورن میں ہوا وہ تمام اطالوی شاہزادوں کے دستورالعمل نہیں بنیں۔ حتی کہ فرڈیننڈ حکمران نیپلس نے میورا Murat کے انتظامی اصول کو برقرار رکھا اور چونکہ لازانسکی Lasanzky نے اسٹریا پر ابتک یہ دباؤ نہیں ڈالا تھا کہ اٹلی کے آب و گل میں جرمنی کا خمیر شامل کیا جائے اور

۲۰

استراسولدو Strassolds نے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا تھا اس لیئے اسٹروی حکومت کے برسرِ اقتدار آجانے سے شمال میں اطالیانِ لومبارڈی اور وینس کو کوئی محل شکایت نہ تھا۔ لیکن ۱۸۱۵ئ کی اٹلی کہیں اس اٹلی سے مختلف تھی جو شاہنشاہ لیوپولڈ کے مربیانہ عہد حکومت میں نہایت آسودگی کیساتھ پھلی پھولی تھی۔ انقلاب کی آتش منتشر اور فرو کردی گئی تھی لیکن انگارے اب بھی دہک رہے تھے اور ایک جدید اور ہولناک آتشزدگی کے لیئے محض اُس ساعت کا انتظار تھا جب ارباب حکومت اپنی حماقتوں کا خشک اور بلند تودہ کھڑا کر دیتے۔ اطالوی سلطنت کا خیال نپولین نے بالکل بےکار نہیں زندہ کیا تھا۔ حجابات گوناگوں میں نوخیز جوزف میزنی نے دیکھا جیسا اُس سے قبل مکیاولی Machiavelli دیکھ چکا تھا کہ اٹلی غیر اقوام کے وجود سے پاک کردی گئی ہے بہت سی خفیہ انجمنوں نے جن میں کاربوناری" Carbonari (کوئلہ جلانیوالے) کا دائرۂ عمل سب سے زیادہ وسیع تھا اپنی عجیب و غریب ریشہ دوانیاں شروع کردی تھیں اور شرفا کی ایک جماعت جس کی قسمت کا فیصلہ سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہوچکا تھا، اور نپولین کے عہدِ حکومت کے انتظامی اور فوجی عہدہ دار اضطراب اور بدامنی پھیلانے کے لیئے جوق جوق جمع ہوئے۔

جرمنی میں بھی "جنگ آزادی" کیوجہ سے وطن پرستی کے جذبات مشتعل ہورہے تھے وائنا کی کانگرس نے ایک دستورِ متفقیہ قائم کیا تھا اور جس کی حیثیت ایک نمائشی وجود سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی ابتک کچھ کر نہیں سکا تھا۔ اور دوسری طرف اطلاق پسند Absolutist اور احرار Liberals اسکی دفعات کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لیئے توڑ موڑ رہے تھے۔ اُن مدبران سلطنت کے لیئے جو سیاسی نظام کو ایک باقاعدہ اصول پر قائم کرنا چاہتے تھے، صورتِ حال اندیشناک نظر آتی تھی۔ پرنس میٹرنخ نے جو یورپ کی سیاسی عنان کو اپنے قبضہ میں کر رہا تھا جسی کے الکڑ کی الہسانہ

اور مضر انگیز "رجعت پسندی" اور بادڈن اور بیویریا کے آزمون آئینی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

اسپین بعد ۱۸۱۲ء کا آئین حکومت

اسپین کی حالت اور خطرناک تھی۔ جنگ جزیرہ نمائے ہسپانیہ و پرتگال کے دوران میں مرکزی انجمن حکومت۔ Central Junta نے پارلیمنٹ کو اشبیلیہ Seville میں مدعو کیا جس نے ۱۹۔ مارچ ۱۸۱۲ء میں تمام سلطنت کے لیئے ایک "دستور حکومت" شائع کیا۔ اس عجیب و غریب تصنیف کا ماخذ ۱۷۹۱ء کا فرانسیسی آئین تھا جسکی بدترین اور ناممکن العمل دفعات اس میں تمام و کمال موجود تھیں۔ اس نے اسپین کے قدیم آئینی نظام کو بالکل مسترد کردیا اور حکومت میں پادریوں اور امرا کی کوئی آواز نہیں رکھی اور وہ بھی ایک ایسے ملک میں جہاں امرا اور پادریوں کا عنصر ہمیشہ غالب رہا! ان لوگوں کے نزدیک جو اپنی مجنونانہ وفاداری کے لیئے مشہور تھے "اب تاج خسروی اقتدار اور قوت سے محروم ہوکر محض ایک ظاہری ٹیپ ٹاپ رہ گیا تھا۔ لیکن یہی نہیں بلکہ کامیابی کی تمام توقعات کو اس محدود دائرے میں بھی منقطع کردینے کے لیئے اس نے ممبروں کے بار ثانی منتخب کیئے جانے کو فسخ اور مباحثوں سے وزرا کا اخراج کردیا۔ لیکن بازآوردہ شاہ اسپین اس رجع عمل سے کچھ ایسا مسحور ہوچکا تھا اور اس کا کیف لوگوں پر کچھ ایسا طاری ہوا کہ یہ نایاب آئین محض اسپین ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی مدتوں سرمستان (لبرلزم) حریت کے لیئے ایک نفخ صور تھا اور اسی پہلو پر اس کی اہمیت کا دارومدار ہے۔

اسپین میں رجع عمل

ڈسمبر ۱۸۱۳ء میں جب نپولین نے اسپین کا تاج و نگین فرڈ نینڈ ہفتم کو وہ بھی دیدیا اس وقت کورٹز (پارلیمنٹ) نے یہ اعلان کردیا تھا کہ اہالیان اسپین کا فرڈ نینڈ کو بادشاہ تسلیم کرنا اُس کی دستور جدید کے تسلیم کرنے پر مشروط تھا اور بادشاہ نے اپنی مشروط رضامندی کا اظہار بھی کردیا تھا لیکن دوسرے سال مارچ میں جب وہ اسپین میں داخل

ہوا تو اسے فوراً معلوم ہو گیا کہ کسی قسم کے لیت و لعل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی کہ دستور بالعموم جمہور کے نزدیک نفرت انگیز تھا اور اہالیان اسپین نے جو پرجوش خیر مقدم اپنے سب سے زیادہ قابل نفرت بادشاہ کا ادا کیا تھا اُس سے اس قسم کی معاملت' کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ فرڈیننڈ نے اپنی طاقت کا بخوبی اندازہ کر کے ۴ مئی کو ویلنشیہ ( Valentia ) سے ۲۲ ایک اعلان شائع کیا جس میں اُس نے کورٹز اور دستور دونوں کو مسترد کر دیا۔ یہ اعلان بغیر کسی چون و چرا کے تسلیم کر لیا گیا اور اگر اس نے اسی پر اکتفا کی ہوتی تو تمام مراحل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو جاتے۔ لیکن فطرت کی جانب سے فرڈیننڈ کو وہ تمام عیوب ودیعت کیے گئے تھے جو کسی بادشاہ کے لئے باعث ننگ ہو سکتے تھے اور قبل اس کے کہ مہینہ اختتام کو پہنچتا اسپین ایک دفعہ پھر اپنی روایتی بدنظمیوں' اور ریبے ہنگامیوں کے گرداب میں بے دست و پا تھا حکومتوں کی نسبت اعتراضات کے باوجود احتساب دینی (The Inquisition) پھر معرض وجود میں لایا گیا اور بے شمار مذہبی جماعتیں اپنی لا انتہا دولت و منزلت کے ساتھ برسر اقتدار آگئیں۔ اور وہ تمام تحریکات جن میں لبرلزم کا کچھ بھی شائبہ تھا مورد عذاب ہو گئیں حتیٰ کہ ایسی حکومتیں جو حد درجہ رجعت پسند تھیں حکومت اسپین کی ان زیادتیوں کو' جو ملک کی نازک حالت کی وجہ سے بدیہی طور پر خطرناک ہو گئی تھیں خوف کی نظر سے دیکھنے لگیں خود سرانہ تشخیص محاصل اور روز افزوں بڑا مد پر محاصل کے اضافے نے تجارت کو ملیامیٹ کر دیا تھا' نو آبادیہائے امریکہ کے علم بغاوت بلند کر دینے سے اسپین کی تجارت برباد ہو چکی تھی اور گو یہ بغاوت پہلے تو غاصب حکومت کے خلاف تھی لیکن اس کا مقصد اب آزادی حاصل کرنے کا تھا جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اب ہونے لگا تھا۔ بندرگاہیں ویران ہو چکی تھیں۔ وہ بندرگاہیں جہاں سے بمشکل دو سو برس پہلے وہ شاندار اور پرتکلف جہازی بیڑا نکلا تھا جس کی تاک میں انگریزی بحری ڈاکو بیٹھے ہوئے تھے' وہ سواحل جہاں پر کرۂ ارض کے خوانہائے بیکراں اترتے تھے اس وقت عریاں تھے اور ان پر ویرانی کا تسلط تھا

ملک کے اندر لٹیروں کے جتھے نے شاہراہ اور گذرگاہوں کو ناقابل گذار اور خطرناک بنا رکھا تھا اور افسر اور سپاہیوں کا دستہ جوان کا تدارک کرتا بے نوا اور مفلوک الحال۔ بہت سے مقامات پر جبراً خانقاہوں کے دروازوں پر گداگروں میں شامل ہونے کے لئے مجبور تھا۔ یہ ہے تماشاگاہ اسپین کا وہ نظارہ عبرت خیز جس پر سے انیسویں صدی عیسوی کی ابتدا میں پردہ اٹھایا گیا۔

فرانس اور دیگر حکومتیں

اسپین کے معاملات تشویشناک ضرور تھے لیکن متحدہ حکومتوں کی توجہ اس طرف ابھی مائل نہ تھی۔ یہ فرانس میں رونما ہونیوالے واقعات تھے جو آئندہ دو یا تین سال تک ان کی غور و فکر کے مرکز بنے رہے۔ کیونکہ یہ امر تسلیم کر لیا گیا تھا کہ اگر باغیانہ ریشہ دوانیاں اپنے ہی مرکز پر محدود رکھی جا سکیں تو دوسرے مقامات پر ان کا تدارک ایک حد تک بالکل آسان ہوگا۔

صفحہ ۲۳

فرانس کے انقلابی مدوجزر اور براعظم کے دوسرے حصص کی، ہر قسم کی جابرانہ تحریکات کا چولی دامن کا ساتھ ہو گیا تھا اور حلیفوں کا مقصد اولیں اس خطرے کا سدباب کرنا تھا کہ کہیں فرانس کے سیاسی جذبات مشتعل ہو کر ایک دفعہ پھر تمام یورپ کو خاکستر نہ بنا ڈالیں۔ یہ دو طرح سے ممکن تھا اول یا تو فرانس کا حصہ بخرا کر ڈالا جائے تاکہ وہ پھر کبھی یورپ کو زحمت میں پھنسانے کے قابل ہی نہ رہ جائے اور اس خیال کا سب سے بڑا مؤید پروشیا تھا اور جس کی ہمنوائی کا انگلستان میں ایک خاص طبقہ دم بھرتا تھا[1] دوسری ترکیب یہ تھی اور جسے الگزنڈر کی فیاضی اور ولنگٹن کی عقل سلیم کے شایان شان کہنا چاہیئے کہ اس امر سے مطمئن ہونے کے بعد کہ فرانس خود یورپ کی عافیت میں خلل انداز نہ ہوگا اس کی ممالک عملاً سالم اور محفوظ رکھے جائیں اور اس کی کافی نگرانی رکھ کر اور پادشاہت (بازآوردہ) کے مصالح اور رویہ پر کافی اثر رکھ کر اسے اپنے اندرونی نظام کو مستحکم کرنے کی آزادی دیدی جائے تاکہ یہ خوب پاکیزہ اور محفوظ ہو کر ایک دفعہ پھر انجمن سلاطین یورپ کے دوش بدوش کھڑی ہو سکے مختلف طاقتوں کے

---

[1] دیکھو ولنگٹن کے مراسلے "یورپول بنام کاسلرے" - جلد ۹ صفحہ ۲۴، ۳۲۲ کو

توازن کا خیال رکھ کر میٹرنخ نے اس فیصلے کو تسلیم کرلیا اور چونکہ روس۔ آسٹریا۔ اور انگلستان اس طرح سے متحد ہوگئے تھے اس لیئے پروشیا کو اپنے انتقامی منصوبوں سے دستکش ہونا پڑا۔ دوسرے صلح پیرس کے رو سے یورپ کے امن و سکون کو ملحوظ رکھکر فرانس کی سرحد میں کچھ ترمیم کی گئی تھی۔ سیوائے Savoy پیڈ مانٹ Piedmont کو اس لیئے واپس کیا گیا تاکہ اٹلی فرانس کے دست تطاول سے محفوظ رہ سکے۔ اور تاکہ فرانس مغرب کی جانب نہ بڑھ سکے سارلوئیس اور لانڈاؤ Saarlouis & Landau مشارکت جرمنی German Confederation کے حوالے کردیئے گئے۔ اور فرانس کے کثیر تاوان جنگ ۷۰ کروڑ فرانک کا کچھ حصہ اس کی شمالی سرحد پر ایسے استحکامات کی تعمیر میں صرف کیا جانا طے پایا جن میں حلیفوں کی فوجیں موجود رہیں۔ یہ حفظ ماتقدم فرانس کی طرف سے کسی بیرونی خطرے کے سد باب کے لیئے کافی خیال کیا گیا۔ ملک کا اندرونی استحکام مدنظر رکھتے ہوئے حلیفوں کے ہر چہار سفیر کو جو پیرس میں موجود رہتے تھے یہ اختیار تفویض کیا گیا کہ وہ فرانس کی جملہ اندرونی کارروائیوں کو بغور دیکھتے رہیں۔ اور ان کی پشت پناہی کے لیئے ڈیوک آف ولنگٹن کے زیر کمان ایک لاکھ پچاس ہزار کی وہ جرار فوج تھی جس میں حلیفوں کے ناقابل انفساخ فیصلے کی شان جلالی بھی مضمر تھی اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ طاقت اور حشمت کا یہ مظاہرہ فرانس کو مرعوب رکھے۔ اور دوسرا راز یہ تھا کہ اس طرح سے اس حکومت کے اقتدار کا سکہ جما دیا جائے جسے حلیفوں نے تسلیم کرلیا تھا اور جب افواج ہٹالیجائیں تو یہ حکومت بجائے خود امن و عافیت کی ضامن بن جائے۔ یہ مسئلہ یوں تو ہمیشہ پیچیدہ اور دشوار رہا لیکن واقعات صد روزہ[1] The Hundred Days نے اس بات کو ثابت کردیا کہ اب یہ مسئلہ دس گنا دشوار ہوگیا ہے۔ سنہ ۱۸۱۴ء میں جب ٹالے راں نے خاندان بوربون کو واپس بلانے کی ترغیب دی تھی تو وہ اس کا معتقد تھا کہ

صفحہ ۴۴

[1] ہرٹس لٹ ۱، ۳۴۲

فرانسیسیوں سے جو اپنے فوجی کارناموں پر بے حد نازاں تھے، ان کی ہزیمتوں کا راز اسی طرح سے پوشیدہ رکھا جا سکتا ہے کہ اصلی شاہی خاندان پھر برسر اقتدار لایا جائے اور اسی دوران میں مظفر و منصور حکومتوں کو فرانس کے اندرونی نظم و نسق کی استواری اور استحکام کا ایسا یقین دلایا جائے کہ وہ خود ملک پر پھر وسلا کرنے لگیں۔[1] لیکن نپولین کا البا سے واپس ہونا من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال کا مصداق بن گیا۔ جب متحدہ سلاطین پہلے پہل پیرس میں داخل ہوئے ہیں انھوں نے لوئی ہیژدھم (Louis XVIII) کو محض "بفضل خدا" ہی وہاں متمکن نہیں پایا بلکہ "عامتہ الناس کا مشترکہ انتخاب" بھی ایک حد تک برسر عمل تھا۔ اور وہ جب دوسری بار پیرس میں داخل ہوئے ہیں اس وقت بقول یاران رہرو (Wits of the Boulevords) وہ لوگ بادشاہ فرانس کو اپنی خرجیوں اور خریطوں میں لے کر آئے تھے۔ لیکن ابھی پانی سر سے گذر نہیں چکا تھا کیونکہ اس وقت صرف خاندان بوربون ہی کے زیر نگیں تاج و دیہیم رہ سکتا تھا اور اگر وہ ان غلطیوں سے کسی طرح بچ جاتے جنھوں نے نپولین کے لئے راستہ صاف کیا تھا تو وہ اپنے خاندان کی بنیاد اس زمین پر نہایت مضبوطی کے ساتھ جما دیتے جہاں ان کا آخر میں تہس نہس ہو گیا۔ بدقسمتی سے ان میں چند فروگذاشتیں تلافی کی حد سے گذر چکی تھیں۔ وہ سفیہانہ تنگ نظری جس نے لوائے سلطنت کو معہ تمام زرین روایات کے دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا علاج پذیر نہ تھی۔ لیکن چارلس کی طرح لوئی نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پھر اس سے غلطیاں نہ سرزد ہوں۔ زار کے ایما سے اس نے اپنی رعایا کے لئے ایک ایسا دستور منظور کیا تھا جو کئی صورتوں میں انگلستان کے آئین سے بھی زیادہ لبرل تھا اور حکومتوں کی ہمت افزائی سے وہ منشور شاہی پر نہایت ثابت قدمی کے ساتھ جما رہا۔ لیکن یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ پچھلے چند مہینوں کے واقعات سے جو ہیجان رونما تھا اس سے تمام وہ مشورے جن کی بنا اعتدال پر تھی معرض خطر میں آ گئے تھے "ایام صد روزہ"

صفحہ ۵۰

---

[1] ٹالے رانڈ: تذکرے۔ جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۹

(The Hundred Days) کے آغاز میں خاندان بوربون جس آسانی کے ساتھ دودھ کی مکھی کے طرح نکال دیئے گئے تھے۔ اس سے حکومتوں کو فرانس کے اس انقلابی عنصر کی طاقت کا جواب تک باقی رہ گیا تھا ایک مبالغہ انگیز مغالطہ پیدا ہو گیا اور فوشے (Fouche) نے اس بنا پر کہ صرف وہی تنہا شخص تھا جو انقلاب (Jacobinism) کی طاقت کو قابو میں رکھ سکتا تھا ان کے تمام خطرات اور تردداتسے فائدہ اٹھا کر حلیفوں اور باز آوردہ بادشاہی (Restored Monarchy) کے لیئے اپنے وجود کو بظاہر ایک حد تک ناگزیر ثابت کر دیا تھا۔ لیکن یہ فوراً ہی ظاہر ہو گیا کہ نزدیک ترین خطرہ فی الحقیقت اس کی "انتہائی عکس" میں تھا۔ واٹرلو کی خبر پادریوں اور بادشاہ پرست (رجعت پسند) انقلابی جماعتوں کے دبے ہوئے خس پوش جذبات میں شرر فشانی کر گئی۔ جنوب میں خطرۂ ابیض (White Terror) نے اپنی سفاکیوں کے مقابلے میں انقلاب فرانس کے بدترین لمحات بھی دل سے محو کر دیئے۔ ایوزیس Uzes نیم Nismes ٹولوز Toulouse مارسیلز Marseilles میں فدائیان شاہ اور کیتھولک جماعت ایکدم اُٹھ کھڑی ہوئی اور پروٹسٹنٹ اور عقیدتمندان بونا پارٹ کو تہ تیغ کر دیا۔ مرکزی حکومت کے اس انقلاب سے مقامی حکام کے اعضا کچھ ایسے مفلوج ہوئے کہ وہ ان زیادتیوں کی روک تھام کرنے سے یا تو واقعی معذور ہو گئے یا پھر انھوں نے ایسا کرنے سے عمداً گریز کیا اور آخر میں فرانس اُس عافیت سوز اور شرمناک نظارے کو دیکھنے پر مجبور ہوا جس میں غیر اقوام کی فوجیں خود فرزندان فرانس کو ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتارنے سے باز رکھنے کے لیئے مداخلت کرنے پر مجبور ہوئیں۔

بادشاہ اور اس کے بہترین مشیر جن میں پولیس کا نوجوان افسر دے کاز (Decazes) بتدریج برسر اقتدار آرہا تھا اعتدال اور رحم کے مؤید تھے۔ ان کے اس رویہ کا سبب وہی تھا جس کی رو سے ٹالے راں اور فوشے وزارت میں داخل کیئے گئے تھے یعنے لبرل جذبات اور شاہی حکومت کے تخیل کا باہمی امتزاج۔ لیکن شاہی [illegible] شوری اور شاہی عدالت میں بعد

بڑھتا ہی گیا لیکن طبقۂ امرا کے مہاجرین واقعات حاضرہ سے بے خبر اور منتقمانہ جوش سے سرشار فرانس واپس آکر طبقہ سفلی سے ارتباط قائم کرنے پر کسی طرح سے رضامند نہ ہوئے اور بجائے اس کے کہ وہ ان جرائم کا افسوس کرتے جن سے جنوب میں ان کے مقصد کا دامن داغدار اور آلودہ ہو گیا تھا وہ اس "عہد ہول انگیز" (Reigion of Terror) کو شمال تک وسعت دینا چاہتے تھے۔ باوجود اُن "لاطائل" وعدے وعید کے جن کی بنیاد منشور شاہی کے عفو عمومی پر تھی اُن خدایان صحافت نے جو بادشاہ پرست کہے جا سکتے ہیں انقلاب کو نیست و نابود کر دینے کے لیئے ایک محشرستاں برپا کر رکھا تھا۔ اور چند اتحادیوں نے تو بادشاہ کو سخت کوشی پر مجبور بھی کر دیا تھا" لارڈ لورپول کے الفاظ تو یہاں تک تھے کہ "اورنگ سلطنت حکمراں کے لیئے اس وقت تک محفوظ نہیں جب تک کہ غدّار کے خون بہانے کی اُس میں حرارت نہ ہو"۔

صفحہ ۷۶

بہرحال اب ہر چیز کا مدار ان ایوانوں کی نوعیت پر تھا جس کا نفاذ منشور شاہی نے کیا تھا اور جس کے لیئے حکمنامے جاری ہو چکے تھے اور جس کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا تھا کہ یہ رعایا کے میلان طبع دریافت کرنے کی ایک ایجنسی ہوگی۔ ان ایوانوں کا انعقاد اگست ۱۸۱۵ء میں ہوا ؎

ایوان امرا جس کی نامزدگی بادشاہ نے کی تھی اور جس میں زیادہ تر سلطنت کے وہ افسران تھے جو کبھی کسی عہدے پر رہ چکے تھے کسی حد تک ایسی لبرلزم کی نمائندگی کرتے تھے جو اعتدال کی حد سے تجاوز نہ کر چکی ہو۔ جدید ایوان زیریں Lower Chamber اور اس میں جو تفاوت تھا وہ ایک حد تک بالکل نمایاں تھا منتخبین کے ایک چھوٹے سے حلقے سے ان کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ ذرائع اور وسائل جو اس مقصد کے لیئے مخصوص تھے بجائے خود نہایت پیچیدہ تھے اور حکومت کی طرف سے مخصوص افسر اس کی نگرانی کرتے تھے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ جنوب میں "خطرہ ابیض" (White Terror) اور شمال میں متحدہ حکومتوں کی افواج کا دباؤ پڑ رہا تھا۔ ان میں کثیر تعداد ایسے اراکین کی تھی جنھیں سب سے پہلے فوشے نے بنظر تضحیک غالی شاہ پرست Ultra Royailist

کے نام سے موسوم کیا تھا۔ نافرجام معتمد پولیس کا زوال اس انتخاب کا ثمرۂ اولین تھا۔ بادشاہ اور رعایا کو اس نے حکومتیں کی سازشوں سے بے خوف کرنا چاہا۔ لیکن یہ کوشش بے سود رہی۔ لوئی کو اس کے وجود سے نفرت تھی لیکن چونکہ یہ کیفیت قوم کے مسلمہ خیالات کے منافی تھی آخر میں لوئی نے اس افسر سے نجات حاصل کرنے کا موقع ڈھونڈھ ہی نکالا۔ ٹالے ران دوسرا شخص تھا جو ان کا شکار ہوا۔ وہ نہایت خوشی کے ساتھ اپنے ہمعصر کی تباہی کا باعث ہوا گو اسے خود کبھی شبہ تک نہ ہوا کہ وہ خود حکومت کے لیئے ناگزیر ہے۔ لیکن پرستاران شاہ پہلے بشپ سے متنفر تھے اور بشرط امکان وہ بشپ سے بہ مقابلہ ( Ex Conveotional ) عارضی مجلس کے رکن سابق زیادہ نفرت رکھتے تھے۔ یہانتک کہ آخر کار بشپ کو مجبور کیا کہ وہ کنارہ کش ہو جائے۔ پولیس کی وزارت جسے فوشے نے خالی کی تھی دے کاز Decazez کو تفویض ہوئی۔

The Duc de Richeliew

ڈیوک رشلیو

لیکن ٹالے ران کی جگہ کا پُر کرنا ایک حد تک دشوار تر تھا، کیونکہ ایسی شہرت والے آدمی کا ملنا مشکل تھا جس کی زبردست شخصیت کو پرستاران شاہ، حلیف اور رعایا سب بالاتفاق تسلیم کر لیتے۔ لیکن ایسے نازک وقت میں ایک ہی شخص ایسا تھا جس میں تمام صفات مجتمع تھے The Duc de Richeliew ڈیوک رشلیو جس کا نام ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے اوائل انقلاب میں فرانس کو خیرباد کہہ چکا تھا اور حکومت روس کے ماتحت کریمیا پر نہایت دانشمندانہ طریقے سے حکومت کر کے تمام یورپ میں ایک شہرت حاصل کر چکا تھا۔ تمام اہل الرائے اس کی انتہائی شرافت نفس کے قائل ہیں۔ انقلاب فرانس نے اسے اپنی کثیر جائداد سے محروم کر دیا تھا لیکن اس کے دامن تسلیم کو جنبش نہ ہوئی اور فرانس کا مفاد پیش نظر رکھ کر اس نے مہاجرین کو ضبط شدہ ملکیت واپس

صفحہ ۲۷

---

سلہ فرانسیس کنونشن (عارضی مجلس) کا رکن سابق۔

کر دینے کی مخالفت کی۔ مزید براں ایک فرانسیسی نژاد کے نقطۂ نظر سے اس میں ایک نادر صفت تھی یعنے اس نے کبھی فرانس کے خلاف ہتیار نہیں اٹھایا تھا لیکن ایک نہایت اہم نقص جس کی بنا پر اس نے اس منصب کے قبول کرنے میں بلاتکلف عذر کیا یہ تھا کہ وہ عرصے تک فرانس سے باہر رہا تھا اور ان لوگوں کا صورت آشنا بھی نہ تھا جن کے ساتھ اسے حکومت کی خدمات انجام دینی تھیں لیکن رشلیو ایسا شخص نہ تھا جو ایسی ذمہ داری کی انجام دہی میں پس وپیش کرتا جسے وہ ملک کے لیئے مفید سمجھتا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے خیال کیا کہ اس کا رسوخ جو زار کی حکومت میں تھا فرانس کے لیئے نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

اس وزرات کی خصوصیت یہ تھی کہ گو اس میں دو ایک انتہاپسند موجود تھے لیکن پھر بھی ایک سیدھ تک روشن خیال اور اعتدال پسند شاہ پرستوں کی جماعت تھی۔ رشلیو کا مقولہ تھا کہ فرانس کو ایک بادشاہ کی ضرورت تھی لیکن ایسا بادشاہ نہیں جو قیود سے آزاد ہو[1] اور اس نے دے کاز Decazez کے اس اصول پر جو نہایت بلند آہنگی سے مشتہر کیا گیا کہ "فرانس کے ہیولی میں ملوکیت کی خمیر ہو اور ملوکیت کو قومیت کا جامہ پہنایا جائے"[2] عمل پیرا ہونیکا عہد کر لیا یہ اصول گو نہایت صائب اور دور اندیشانہ تھا لیکن عملاً یہ اتنا ہی دشوار بھی تھا۔ جب تک کہ ملک لشکر قابض جیش الاحتلال Occupation army کے آہنیں پنجوں میں تھا اس وقت تک یہ خیال کہ ملوکیت کا سنگ بنیاد "رعایا کی مرضی" پر تھا محض ادعائے باطل تھا۔ اب رشلیو کی پہلی سیاسی چال حکومتوں کو اپنی اپنی فوجوں کو ارض فرانس سے اٹھا لینے کی ترغیب تھی لیکن جب تک کہ حکومت کی بنیاد بالکل مضبوط نہ ہو جائے اس وقت تک سلطنتیں اپنی فوجوں کو ہٹانے پر رضامند نہیں ہوتی تھیں۔ یہ حالت گویا ایک نہایت پیچیدہ دائرے میں گردش کر رہی تھی۔ فرانس کے نزدیک ملوکیت کا تخیل اس وقت قابل تسلیم تھا جب حلیف اپنے خیمہ وخرگاہ کے ساتھ واپس جائیں اور

۲۸

---

[1] دودے (Daudet): "لوئی ۱۸ اور ڈیوک دے کاز" - صفحہ ۹۹

[2] دودے: صفحہ ۱۰۷

اتحادی اس وقت تک شامل نہیں سکتے تھے جب تک فرانس اپنے کو ملوکیت کے ساتھ وابستہ نہ کرلے - اور گو بادشاہ وزارت کی موافقت میں تھا لیکن وزارت خود دربار کی اُس جماعت کی جو برسرِ اقتدار تھی اور شاہی "اکثریت" جو جدید ایوان میں نمایاں تھی - مخالف تھی - کچھ عرصے تک یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ انھیں حکومتوں کی موافقت کریگی جنھیں ارضِ فرانس سے نکال دینے کی متمنی بھی تھی لارڈ کاسلری Lord Castlereagh کہتے ہیں "اگر متحدہ افواج اُٹھا لی جائیں تو ہز مجسٹی اپنے موجودہ وابستگان دامن کے ساتھ ایک ہفتہ بھی تخت شاہی پر متمکن نہیں رہ سکتے - کیونکہ فرانس جو فطرتاً تنگی المزاج واقع ہوا تھا جدید حکومت کے عارض پر روس کا رنگ و روغن نکھار پر پاتا تھا اور راسبات پر بڑبڑاتا تھا کہ "شاہنشاہ روس کا بنیہ کا صدر کیسے مقرر کیا گیا![1]" اب رشلیو کا فرض فرانس کو یہ ثابت کر دکھلانا تھا کہ وزارت نہ تو رجعت پسند تھی اور نہ روسی اقتدار کی رہین منت بلکہ خالص فرانسیسی! اور ملوکیت کے اغراض محض کسی مخصوص جماعت کے لئے ہنگامیوں سے نہیں بلکہ تمام قوم سے وابستہ تھے اور سرزمین فرانس پر غیر اقوام کی افواج خود بادشاہ کے نزدیک اتنی ہی تکلیف دہ تھیں جتنی قوم کے نزدیک -

یہ بات بہت جلد ظاہر ہو گئی کہ شاہی حکومت کے باقی دشمن خود پرستاران شاہ میں موجود تھے - ایوان جدید میں دیہہ جات کے اُمرا بھرے ہوئے تھے جو تعصبات سے پُر اور مُلکی معاملات سے قطعاً نابلد تھے -

The Chambor Introuvable "ایوان نامعلوم"[2] ان کی انتہائی وفاشعاری کا پہلا اثر بادشاہ پر یہ پڑا کہ اس نے اپنی خلقی بذلہ سنجی سے اس انجمن کو

[1] مراسلات ویلنگٹن جلد ۹ صفحہ ۱۷۰ - ایضاً کک بنام لورپول صفحہ ۱۷۱ - مقابلہ کرو مراسلت کاسلری بنام لورپورل -

[2] ایسی مجلس جس کا انکشاف نہ ہو سکے یا جس کا پتہ نہ لگ سکے -

**ایوان نامعلوم** کے نام سے موسوم کردیا جو اس وقت سے اب تک قائم ہے۔
تاہم اس ایوان کا وجود تھوڑے ہی دنوں میں نہایت ناخوشگوار طریقے سے نمایاں
ہونے لگا۔ بادشاہ اور وزرا نشور آئینی کے نفس مطلب کو اپنا دستور العمل بنانا
چاہتے تھے۔ ان کی رائے تھی کہ گذشتہ جرائم یکلخت معاف کر دیئے جائیں اور
فرانس کی ساکھ قائم رکھنے کی غرض سے گورنمنٹ کے تمام لین دین اور کل کاروبار
جو ایام "صدروزہ" میں بھی طے پا چکے تھے اوڑھ لیئے جائیں حتیٰ کہ وہ تمام نظام
معاشرت و معدلت بھی تسلیم کرلیا جائے جو انقلاب کے ثمرات میں سے تھا اور
اب سرزمین فرانس میں مضبوطی کے ساتھ جڑ پکڑ چکا تھا۔ لیکن ایوان کے کثیر التعداد
اراکین کے نزدیک یہ تمام پروگرام بعید الفہم ہونے کے علاوہ ناپسندیدہ بھی
تھا۔ یہ جماعت خود بادشاہ سے زیادہ بادشاہ پرست کیوں نہ ہو جاتی لیکن اس کے
نزدیک جو چیز بڑی تھی اس کا قبول کرنا ناممکن تھا۔ انھوں نے دستور کو تسلیم
کرلیا کیونکہ وہ انھیں برسر اقتدار لانیکا ذمہ دار تھا لیکن وہ دفعات جو ان کے
جذبات کی سدِراہ ہوتی تھیں ان کے خلاف انھوں نے آنکھیں بند کرکے اور
فرط غیظ سے مغلوب ہو کر حملے شروع کر دیئے۔ ان کے نزدیک حق "مراحم خسروانہ"
کا احترام بھی ایک حد تک بے معنی تھا۔ بھری مجلس میں دے لامار M. Delamarre
چلا اٹھا "ہاں اب وہ وقت آگیا ہے جب حلم اور
اعتدال کا فاتحہ پڑھ لیا جائے" لابوردونے La Bourdonnye نے
نہایت بلند آہنگی سے کہا "خدائے قدوس نے آج ہمارے ہاتھوں میں ہمارے
بادشاہ کے قاتلوں، ہمارے خاندان کو بے چراغ کرنیوالوں اور ہماری آزادی
کے کچلنے والوں کو حوالے کر دیا ہے" مجلس نمائندگان اور امرائے پیرس کے محلوں
Faubourg Saint Germán سے صدائے
"دارو گیر" اٹھ رہی تھی حکومت جو اب تک ان بے ہنگامیوں
کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہی تھی ایک قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ فوشے
نے اپنے ستم ظریفانہ وضعداری کے ماتحت اپنے زوال اقتدار کے قبل ایک فہرست
ایسے لوگوں کی تیار کی تھی جو قانوناً قتل کر دیئے جانے کے قابل تھے اور ان کی

صفحہ ۱۹

ملکیت بحق سرکار ضبط ہونے کے لائق تھی اور لطف یہ کہ اس فہرست میں خود اس کے رفیق اور وفادار شامل تھے - ان میں ایام صد روزہ کے چند مشہور غدار، مثلاً لابے دوایر، لاوالیت اور نے Labeboyere & Lavalette Ney, قانون کی انتہائی سزا پانے کے لئے منتخب کر لیئے گئے - انتہا پسند اُن خونی کتوں کی طرح جو شکار پر چھوٹے ہوں غوغا مچا رہے تھے لیکن حکومت نے کسی نہ کسی طرح ان مظلوموں کو فرار ہو جانے کا موقع دیدیا اور اس طرح سے اس کا دامن ایک ایسے جرم سے داغدار ہونے سے بچ گیا جو اطمینان اور سکون کے لمحات میں آئینی یا غیر مضافی جرم کا مترادف ہوتا۔

**Ney کا مقدمہ اور اس کا قتل**

لوئی کو Ney کی گرفتاری کا حال سنکر نہایت رنج ہوا[1] اور دے کاز Decazes نے لابے دوایر اور لاوالیت Labeboyere & Lavalett کے اُس گرویدگی پر سرپیٹ لیا جس نے انھیں اُن مواقع سے فائدہ اُٹھانے سے باز رکھا جو انھیں دیئے گئے تھے لابے دوایر Labedoyere سب سے پہلے تلوار کے گھاٹ اتار اگیا - نے Ney جو فرانس کا نواب اور مارشل تھا اپنی قسمت کا فیصلہ اتنا جلد نہ سن سکا عدالت کے تھکا دینے والے ضابطوں نے مہینوں لے لیئے - کوئی فوجی عدالت ایسی نہیں نظر آتی تھی جو فرانس کے سب سے بہادر اور شاندار سپاہی کو سزا کا حکم سنا سکے اور ایوان امرا میں نوخیز ڈیوک بروگلی Duc de Broglie کی دھواں دھار وکالت نے کچھ ایسی دھاک بٹھادی کہ آخری خوفناک انجام کچھ عرصے کے لیئے معرض التوا میں پڑ گیا۔

صفحہ ۳

لیکن اس توقف سے اُمراء فرانس کا شوق خونریزی اور تیز ہوتا گیا" ایک شریف لیڈی نے کہا کہ " نہ اس کو گھٹ گھٹ کر مرنے دو اور نہ ہم کو۔"

---

[1] لوئی نے سچ کہا کہ " اس نے اپنے کو گرفتار کرا کے ہمیں زیادہ نقصان پہنچایا بہ نسبت اوس نقصان کے جو اس نے ۱۳ مارچ کو خود کیا" (دودے صفحہ ۴۷، نیل کاسل جلد ۲ صفحہ ۲۴ ۵)

اس زبردست ہنگامے کے مقابلے میں حکومت یا تو فی الحقیقت کمزور تھی یا اس نے کمزوری کو یونہی تصور کر لیا تھا۔ اور ۷ دسمبر ۱۸۱۵ء کی صبح کو انجمن ایوان امرا نوابین کی موت کا فیصلہ "بہادرترین" سپاہی پر صادر ہو کر پورا ہوا نے اور لابے دوائر Labedoyers کا قتل بجائے اس کے کہ خاندان بوربون کے تاج و نگین کو مستحکم کر دیتا اس نے علم سلطنت کے سائے میں شہدائے ملت کی تعداد کا اضافہ کر دیا اور آتش انقلاب کو اور زیادہ دہکا دیا۔ کچھ عرصے کے لیئے یہ خیال البتہ راسخ ہو گیا تھا کہ لاوالیت Lavalett کی معزوری جو اس کی بیوی کی جانبازی کا نتیجہ تھی کم سے کم وزرات کے لیئے بہت جلد خطرناک ثابت ہوگی۔ اس حالت نے انتہا پسندوں کی مخالفت جنون کی حد تک پہنچا دی ۔ انھوں نے گورنمنٹ پر چشم پوشی کا جرم عائد کیا۔ یہ سب اس بہادر خاتون کے خلاف انصاف کے خواہاں ہوئے جس کے ہواس اس آفت سے مختل ہونے لگے تھے ۔ ان کے جذبے کا مشتعل ہونا ہی تھا کہ انھوں نے ایک دفعہ پھر مظلوم مقتولین کے لیئے ہل من مزید کا نعرہ بلند کیا۔ ایک عام جان بخشی کے اعلان کی تجویز ہوئی اور کثیر التعداد ارکین کو "جاں بخشی" کے تمسخر انگیز نام سے ایک ایسے ایکٹ کے نافذ کرنے کا موقع حاصل ہو گیا جس سے بقول رشلیو "ہر طبقہ اور جماعت کے لوگ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے ۔ گورنمنٹ نے مخالفت کی۔ دے کاز نے ایوان کے جذبات وفاداری سے اپیل کیا کہ رضائے شاہی کی جو منشو رمجریہ کے مطابق تھی، تحقیر نہ کی جائے ۔ لیکن کثرت آرا اس پر مصر تھی کہ "بادشاہ کُشی" کا مجرم انتقام سے مستغنی نہ ہونے پائے ۔ بادشاہ اسے ماننے پر مجبور رہوا اور وہ پسماندگان جو ۲۲ سال قبل لوئی شانزدہم کے قتل کا ووٹ دے چکے تھے جلاوطن کر دیئے گئے ۔ کارنو Carnot فتح و نصرت جس کی ہمیشہ ہمرکاب رہی اور فوشے Fouche جس کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرأت نہیں ہوسکتی، کی مُہر بھی "سرمحضر" لگی ہوئی تھی ۔

لیکن اگر انتہا پسندوں کے کینے نے اتحادیوں کے کان کھڑے کر دیئے تھے تو ان کی مجنونانہ مخالفت نے جو بادشاہ اور اس کے صلاح کاروں کے

خلاف بھڑک اٹھی تھی اور جو اس حلیمانہ طرزِ معدلت کے منافی تھی جو اتحادیوں کے نزدیک "ملوکیت بازآوردہ" کے بقا اور دوام کے لیئے ازبس ضروری تھی، انھیں اور زیادہ تشویشناک حالت میں ڈال دیا۔

**فرانس میں کیتھولک رجعِ عمل۔**

مذہبی مسائل نے حسبِ معمول غیظ و غضب کا محشرستان برپا کر دیا تھا Bishop of Troyes ٹرائز کے بشپ نے تخت (حکومت) اور قربانگاہ (کلیسا) کے اس دائمی اتحاد کے احیاء اور تحفظ کا اعلان کر دیا تھا جو خود فرقۂ کیتھلک کے لیئے فرانس میں نہایت مضرت ناک ثابت ہوا۔ Congregation اجتماعِ دینی (جو ایک امیرانہ مذہبی جماعت تھی جس کی بنیاد عہدِ ہول انگیز کے تاریک عہد میں پڑی تھی اور جو کلیساؤں کے عروج کے ساتھ منتہائے ترقی پر پہنچ چکی تھی) کے زیرِ اثر کلیسائی رجعت عمل Clerical reaction نصف النہار پر تھی۔ تمام ملک پرجوش مبلغوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ سرکاری اور مذہبی دباؤ سے مقامی حکام نے نہایت شاندار سرگرمی کا اظہار کیا۔ بہت سے شہروں میں میونسپلٹی کے افسران اور اراکین جلوس کے ساتھ نکلتے تھے اور صلیب کو اسی متانت اور احترام کے ساتھ نصب کرتے تھے جس طرح سے چند سال قبل انھوں نے آزادی کے درخت لگائے تھے۔ جب تک یہ تمام تحریکیں بے ضرر مظاہروں تک محدود رہیں بادشاہ یا تو بلحاظ عقیدت یا بنظر مصلحت اندیشی خاموشی سے روکے ساتھ ساتھ رہا اور تشکیکیہ پیرس انھیں جذبات کے ساتھ ان تمام واقعات کو دیکھتا رہا جن سے Michal میکائیل نے داؤد کو آرک (کشتی نوح) کے سامنے رقص کرتے اور سینٹ لوئی کے جانشین کو کاپس کرسٹی کے جلوس کے ساتھ ساتھ شمع برداری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت حالت دگرگوں ہوگئی جب ایوان کثرت آرا "تخت شاہی اور قربانگاہ" کے اتصال کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے لگے کہ آئندہ بادشاہ کلیسا کو قوم کے ذہن اور اخلاق کا قدیم اور دیرینہ معتمد علیہ سمجھنے اور اس کی سلطنت کے دائرۂ اثر سے مستغنی ایک زمیندارانہ اور خودمختارانہ حیثیت تسلیم کرنے پر مجبور ہے

تعلیمی معاملات میں وزارت چند مراعات ملحوظ رکھنے پر آمادہ تھی اور فرانس کی "یونیورسٹی" (جس نام سے کہ فرانس کا تعلیمی نظام موسوم تھا) زیادہ تر پادریوں ہی کے زیر اثر کر دیا گیا - قانون طلاق بھی منسوخ کر دیا گیا لیکن گورنمنٹ اس نظام کو سرے سے مسترد کر دینے پر رضا مند نہیں ہوئی جسے نپولین نے حسب معاہدہ کلیسائی[1] قائم کیا تھا اور نہ تو اپنے اُن مقبوضات سے دستکش ہونا پسند کیا جو کبھی کلیسا کے ملکیت تھا - اس عاقلانہ پالسی کی حمایت میں بیرن لوئی وزیر مال نے اپنی وضعداری کا یہاں تک پاس کیا کہ اس نے اُن اراضیات کی فروختگی کا فیصلہ مستقل کر دیا جو ایام صد روزہ میں کلیسا سے لے لیئے گئے تھے۔

صفحہ ۳۲

**ایوانوں اور تاج (بادشاہ) میں مناقشہ**

وہ مناقشہ جس میں وزرات معہ بادشاہ اور ایوانوں کے قلیل التعداد اراکین ایک طرف اور دوسری طرف انجمن کے بقیہ اراکین تھے اور جواب کھلم کھلا کونٹ ارتوا Counte d' Artois کو اپنا سردار تسلیم کرنے لگے تھے، فی الحقیقت ایک اساسی اصول پر مبنی تھا "قلت" Minority اس معاشرتی تار و پود کو قائم رکھنا چاہتی تھی جو انقلاب فرانس کے ثمرات میں سے تھا اور جس کا ضامن خود منشور شاہی تھا اور "کثرت" Majority اس بات پر مصر تھی کہ کلیسا اور زمیندار اُمرا کا اقتدار پھر تسلیم کر لیا جائے - اس کشاکش میں فدائیان علم سلطنت، پرستاران بوناپارٹ اور جان نثاران جمہوریہ نے جو انجمن میں محض نو کی حقیر تعداد میں رہ گئے تھے کوئی حصہ نہیں لیا - اب یہ جنگ محض دو جماعتوں میں تھی اور دونوں "ملوکیت" Monarchy کے موافق تھی - لیکن بجائے اس کے کہ انھیں اپنے آئندہ تگاپو کے لیئے کسی خاص قالب یا ہیولی کی تلاش ہوتی دونوں رجحانات کے حلقہ بگوش تھے - اس کا نتیجہ ایک طرفہ معجون تھا - انتہا پسندوں کو وزارت سے کد تو تھی ہی، انھوں نے حقوق شاہی کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور اس بات پر مصر ہوئے کہ بموجب اصول قدیم (انگریزی

---

[1] Napoleau's Concordate

اصول کی روسے) وزرا کا انتخاب اس جماعت میں سے ہو جس کا پلہ پارلیمنٹ میں بھاری ہو۔ اور لبرل (احرار) اس پر اڑے تھے کہ بموجب منشور شاہی بادشاہ کو اپنے وزرا کے انتخاب کا اختیار اور حق ہر جگہ سے حاصل تھا اور یہ وزرا جبتک کہ آئین کی حد سے قدم باہر نہ نکالیں۔ "کثرت" Majority کے شور و شغب سے بے نیاز تھے۔ شخصیت پرستانہ اصول Monarchical principles کی حمایت میں انتہا پرستوں نے اس بلند آہنگی سے کام لیا کہ وہ فی الحقیقت انتہائی پارلیمنٹ پسندی Extreme Parliamentarism کے جانبدار بن گئے۔ دوسری طرف "احرار" شاہی حقوق کی علم برداری کرتے رہے۔ اب ایک اور بوالعجبی ملاحظہ ہو حکومت نے ان جماعتوں پر قابو حاصل کرنے کے لیئے جنھیں ووٹ دینے کا حق حاصل تھا ایک اسکیم انتخابات کی اصلاح کے لیئے طیار کی جو مقاصد مخصوصہ کے لیئے نہایت موزوں تھے۔ اب مخالف جماعت کو موقع ہاتھ آیا اس نظم "مرکزیت" کے خلاف جو سلطنت میں ایک اعلیٰ پیمانے پر موجود تھی فوراً جہاد کا اعلان کیا گیا دو ولیل M. de Villele نے جو رجعت پسندوں کی جماعت میں بحیثیت ایک شاندار اور سمجھدار لیڈر کے نہایت سرعت کے ساتھ بام رفعت کے طرف صعود کر رہا تھا' یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ پیرس کی گرفت دوسرے اصولوں پر اور مضبوط کردی جائے مناسب ہوگا کہ مختلف محکمہ جات کے حکام کے اختیارات وسیع کر دیئے جائیں۔ اس نے ایک خود ساختہ اسکیم پیش بھی کردی جس کی روسے گانوں کے بیس لاکھ آدمیوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوگیا اور اس طرح سے یہ خطرہ کچھ عرصے کے لیئے حکام کے اختیارات مقامی شرفا کو تفویض ہوگئے۔ اب یہ خیال کہ زمیندار امرا کا اثر پھر کبھی ایسے ملک میں سرسبز ہوسکیگا جس میں جاگیری روایات "اس بری طرح سے پامال ہو چکی تھیں" غیر متیقن ہوگیا لیکن جیسا کہ یقین تھا یہ خیال آزمائش کی کسوٹی پر نہیں چڑھایا گیا گورنمنٹ کی تمام تجاویز مسترد ہوگئیں اور ولیل Villele کا بل ایوان میں پاس ہوگیا۔ لیکن نوابین نے مداخلت کی اور یہ قانون کی صورت اختیار نہ کرسکا۔

صفحہ ۴۳

**دول کی مداخلت** | دول انتہاپسندوں اور بادشاہ کے مناقشے کو تشویشناک نظروں سے دیکھتی رہیں۔ واخر فروری ۱۸۱۶ء میں فرراکی ایک کانفرنس نے پوتسو دی بورگو (Pozzo di Borgo) سفیر روس کے ایما سے لوئی پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے وزرا کا وسساز رہے اور اسی وقت ڈیوک آف ولنگٹن نے بھی بادشاہ کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جسمیں بادشاہ کو مطلع کیا تھا کہ تاج و تخت کے استحکام اور یورپ کی عافیت کے لیئے یہ ازبس ضروری تھا کہ وہ ان ریشہ دوانیوں کا استیصال کرے جو دربار کی جانب سے وزارت کے خلاف عمل میں آرہی تھیں[1]۔ اس کے قبل انقلاب پسندوں نے جو تہلکہ مچا رکھا تھا، یہ خطرہ گویا اسی انقلابی ابتلا کی صدائے بازگشت تھی، اور چند مقامی خلفشار نے اس امر کی تصدیق بھی کردی ۸ مئی ۱۸۱۶ء کو بمقام (Grenoble) گری نوبل ایک جماعت نے سپاہیوں اور نصف تنخواہ پانے والے افسروں کی جنکی معیت میں کچھ کسان بھی تھے شہر پر قبضہ حاصل کرنے کے لیئے آمادہ ہوگئے۔ یہ لوگ بغیر کسی زحمت کے پسپا کردیئے گئے۔ لیکن ضلع کے کمانڈر جنرل دوناویو General Donnadieu نے اپنے نام اچھالنے کی غرض سے اسکا تذکرہ اپنی رپورٹ میں نہایت بلند آہنگی سے کیا ہے[2] گورنمنٹ نے مرعوب ہوکر چند سخت تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے لیئے احکام صادر کردیئے اور یہ کچھ عرصے تک ظاہر ہوتا رہا کہ دور احدار (Prosoription) ازسرنو افتتاح ہونے والا ہے لیکن یہ امر فوراً ہی واضح ہوگیا کہ خطرے کے اظہار میں کسی قدر مبالغے سے کام لیا گیا ہے، گورنمنٹ کی توجہ جو دوسرے راستے پر مائل کردی گئی تھی ایک دفعہ پھر اُن خطرناک مسائل کی طرف منعطف ہوئی جو ایوان کے اُن اراکین کی طرف سے اٹھائے جارہے تھے جنکا رویہ معاندانہ اور غیر مصالحانہ تھا۔

صفحہ ۲۴

**ایوان نامعلوم کا خاتمہ ۵ ستمبر ۱۸۱۵ء** | یہ اراکین ایوان کا وہ رویہ تھا جسے انھوں نے

---

[1] ولنگٹن کے مراسلہ جات۔ جلد ۹ صفحہ ۳۰۹۔
[2] ایضاً۔ جلد ۹ صفحہ ۳۹۵۔

وزارت کے خلاف مالی مسائل کے متعلق اختیار کر رکھا تھا جس نے معاملات کو نہایت نازک حد تک پہنچا دیا تھا اور جس نے اس ایوان کا آخر میں خاتمہ بھی کر دیا بجٹ کے ساتھ فرانس ہی نہیں بلکہ تمام یورپ کے مقاصد و اغراض وابستہ تھے یہ ستاران شاہ کی کثرت آراسے اس کا مسترد ہو جانا محض تاج ہی کی تحقیر نہ تھی بلکہ یہ دیگر دول یورپ کے خلاف ایک مظاہرے کی حقیقت رکھتا تھا۔ بادشاہ رجعت پسندوں کے اُن قوانین اور ضوابط کی طرف سے جو انھوں نے انتخاب کے متعلق ترتیب دیئے تھے جس بیرخی اور سرد مہری کا اظہار کیا وہ اس قدر برافروختہ کرچکی تھی کہ وہ اس انتہائی حماقت سے بھی باز نہ آئے وہ نعرے مارتے تھے "بوربون اسوقت تک طاقتور نہیں ہو سکے جب تک کہ وہ گھوڑے پر سوار نہ ہولئے" اب یہ امر واضح ہوگیا تھا کہ ایوان کی معزولی محض وزارت ہی کے لیئے نہیں بلکہ تمام فرانس کے بقاء و دوام کے لیئے ضروری تھی۔ یہ محض اس حقیقت کا احساس تھا جس نے لوئی کو جو اپنے احکامات کی بے حرمتی دیکھ کر مشتعل ہو رہا تھا، یکسو کر دیا۔ ایوان کا جلسہ اپریل ۱۶ ۱۸۱۶ء میں ہوا تھا اور وہ ۵۔ستمبر کو درہم برہم کر دی گئیں ریشلیو نے جس نے اس روش کو "دلیرانہ لیکن عقلمندانہ" بتلایا تھا ولنگٹن کو لکھا کہ وہ گورنمنٹ کو اس امر کی ترغیب دے کہ وہ (گورنمنٹ) لشکر قابض ( Renphation army ) کی تعداد میں تخفیف کرانے پر آمادہ ہو کر ایک دفعہ پھر منشور شاہی کے حلقۂ اثر میں اپنے کو محدود کر لے۔ لیکن حکومتوں کے رویئے کا مدار انتخاب کے نتائج پر تھا اور فرانس کو کس قسم کی گورنمنٹ کی ضرورت ہوگی وہ بھی انھیں سے طے ہونے والا تھا۔ یہ فرانس اور یورپ دونوں کے لیئے نہایت نازک اور اہم لمحہ تھا۔ ڈے کاز ( Decazes ) نے لکھا تھا کہ اگر غلو پرست انتہائی شاہ پسندوں کی ( Utra Royalist ) فتح ہوئی تو دور آئین کا قیام، ملکوں کی آزادی، اور اس قرض سے سبکدوشی جو "ایام صدر وزرہ" کی مجرمانہ حماقتوں نے فرانس پر عائد کر دیا تھا اور امن و عافیت کا وجود معرض خطر ہی میں نہیں پڑ جائے گا بلکہ ایک حد تک یہ سب باتیں امکانات سے ہو جائیں گی۔ گورنمنٹ نے حتی الوسع ان آفات سے بچنے کی کوشش بلیغ کی۔

منشور شاہی کے تحفظ اور حرمت کے خیال سے بادشاہ نے ایک ضابطے کی رو سے منتخب کیئے جانے والے اراکین کی تعداد چار سو سے ۲۵۸ کر دی۔ اور چالیس سال عمر کی قید بڑھا دی۔ اس کے نتائج وزارت کے لیئے توقعات سے بھی زیادہ امید افزا نکلے۔ غالیین یا انتہا پرستوں ( Ultras ) کی کثرت ( Majority ) بالکل معدوم ہو گئی، اور ان کی جگہ پر اعتدال پسند بادشاہ پرستوں کی معقول تعداد آ گئی۔ اسکا اثر فوراً ظاہر ہوا ایوان اب متوسط طبقے کے زیادہ موقر، خوشحالی، اور مسن اراکین سے پر ہو گیا جن میں اپنے پیشرووں کے برخلاف نہ تو وہ طوفان انگیزی کا مادہ تھا اور نہ شور و شر کا کوئی شائبہ۔ اقتدار کار فرمائی تاج کا حق ہے یا پارلیمنٹ کا حصہ، ایک نہایت اہم اور پیچیدہ مسئلہ تھا جو خاموشی کے ساتھ رفت و گزشت کر دیا گیا۔ بادشاہ نے بغیر کسی رد و کد کے اپنے وزرا کے توسل سے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور دوسری طرف ایوان نے مالیات وغیرہ کے متعلق جو جو فرائض تھے انھیں انجام دیا۔ بجٹ کے نازک مسائل انتخاب کے ضوابط اور پریس کے قوانین اس طرح سے طے کیے گئے کہ گورنمنٹ اور سلاطین متحدہ دونوں مطمئن ہو گئے۔ فرانس کی ساکھ رفتہ رفتہ بڑھنے لگی۔ اس نے آسان شرائط پر خاندان ہوپ و بیرنگ سے ( Hope and Baring ) گفت و شنید شروع کر دی۔ تمام اسباب اس امر کے شاہد تھے کہ ملک کی فارغ البالی اور مرفہ الحالی کا دور شروع ہو گیا تھا۔

اب اس امر پر غور کیا جانے لگا کہ آیا وہ وقت آ گیا تھا جب فرانس کو تنہا اپنے پاؤں پر عافیت کے ساتھ سنبھلنے کے لیئے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ بجٹ پاس ہو گیا تھا اور دیگر حکومتوں کا فرانس کے ذمے جو کچھ باقی تھا وہ اُنکے اطمینان کے مطابق وصول ہو گیا تھا اس لیئے فرانس کے لیئے اتنی رعایت ملحوظ رکھی گئی کہ لشکر قابض ( Occupation army ) بقدر تیس ہزار کم کر دیا گیا۔ رشلیو بقیہ کی واپسی کے لیئے کبھی سلسلہ جنبانی سے باز نہ رہا۔ حلیفوں کی کونسل اس معاملے پر متفق الرائے نہ تھی کیونکہ ایام صد روزہ نے فرانس کے خلاف تمام یورپ کو مشتبہ کر دیا تھا اور جو بھی دور نہ ہو سکا۔ یہی نہیں بلکہ ۱۸۱۷ء کے الکشن میں رنگے جھنڈے کے حامیوں نے ایک دفعہ پھر

تشویشناک حالت پیدا کر دی تھی - آخر کار یہ طے ہوا کہ بموجب شرائط صلح مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۱۵ء سلاطین اور وزرا کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے جسمیں انخلائے فرانس اور اسکی کانفرنس صفحہ (۳۶) سلاطین یورپ میں شمولیت کے مسائل پر بحث کی جائے - سلطنت مقدس کا قدیم دارالخلافت ایکس لاشاپیل ( Air-La-Chapelle ) انعقاد کانفرنس کے لیئے موزوں خیال کیا گیا اور اوائل نومبر ۱۸۱۸ء اسکے لیئے تاریخ مقرر ہوئی -

اب یہاں پر فرانس اور اگر میٹرنخ کا بس چلتا، تو جرمنی کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا -

# بابِ سوم

## جرمنی کی تعمیر نو

آسٹریا اور سلطنت مقدس ۔ نظام ریاست ہائے جرمنی ۔ چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کا رویہ ۔ میٹرنخ کا رویہ جرمنی کی طرف ۔ قانون مشارکت ۔ مجلس مشارکت ۔ دول عظمیٰ کی حالت ۔ وائمیار کا معاملہ ۔ فریڈرک ولیم ثالث اور پروشیائی آئین ۔ جنوب میں آزمون آئینی ۔ مسلہ اور نگ نشینی (باڈن اور بویریا میں) الکزنڈر اول اور اہالیان پولینڈ کا آئین ۔ پروشیائی نظام محاصل کی اصلاح اور اتحاد محاصل ۔ مقبول عام تحریکات جشن وارٹبرگ ۔ رجعت از تحریکات ۔ میٹرنخ کا اثر و اقتدار ۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

صفحہ (۴۷)

فرانس کی اندرونی کشمکش میں حکومت اربعہ کی مداخلت شروع ہی سے ایک ہنگامی مصلحت خیال کی جاتی تھی، لیکن جہاں تک مجالسۂ یورپ کا جرمنی کے ساتھ تعلق تھا یہ مسئلہ ایک جداگانہ حیثیت رکھتا تھا ۔ فرانس کا سیاسی نظام فی الحقیقت ماؤف تھا اور اسکا مرض نہایت سخت اور بغایت متعدی تھا ۔ لیکن کامل نگہداشت اور فصادی سے اسکا ازالہ یقینی تھا !

**آسٹریا اور سلطنت مقدس**

لیکن دوسری جانب جرمنی کے عضلات کہولت کی وجہ سے تحلیل ہو رہے تھے اور جب انقلاب کی وبا نے اسے ہمیشہ کے لیئے وادیٔ عدم میں پہنچا دیا تو کسی کے کان پر جوں نہ رینگی اور شاید صف ماتم میں بیٹھنے والا تو کوئی نہ تھا ور جنگ آزادی" کے دوران میں البتہ "سلطنت مقدس" کا قوی ہیکل عفریت جو وطن پرستی کے شور و شیون سے بیدار ہو گیا تھا، اپنی قبر سے نکل کر تمام باشندگان جرمنی کو آسیب زدہ بنا گیا لیکن حلیفوں کی کونسل میں اس فسانے کا وجود بھی نہ تھا ۔ طرّہ یہ کہ شہنشاہ فرانسس نے حقیقت کو واہمہ پر ترجیح دی اس کے نزدیک سلطنت آسٹریا ایک حقیقت تھی اور سلطنت مقدس محض ایک پیکر خیالی!

اور اس نے اس تاج کو زیب فرق کرنے سے انکار کر دیا جسے وہ ایک دفعہ ترک کر چکا تھا جرمنی کی دوسری پچاس سالہ تاریخ محض ان نتائج سے جو رفتہ رفتہ اس ترک تاج و دیہیم سے ظہور پذیر ہوئی اور یہ تاریخ آسٹریا کے اُس فعل پر بھی نہایت صحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے جو اُس سے اپنی قوموں کو رائن کی فوجی چوکیوں پر سے ہٹا لینے اور سلطنت کی سرحد کی محافظت پروشیا کو تفویض کرنے سے سرزد ہوا۔ اُسوقت کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی پہلا قدم اُس راستے پر پڑ گیا تھا جو لازمی طور سے ساڈووا ( Sadowa ) ہی تک نہیں چلا گیا تھا بلکہ جو کچھ اس کے آگے تھا وہ بھی اس تگ و دو کا جولانگاہ بن گیا تھا؛

صفحہ (۴۸)

یہ امر مسلمہ ہونے کے بعد کہ "سلطنت مقدس" گور و کفن کے مراحل سے گزر چکی تھی اور اسکا فاتحہ پڑھ لیا جا چکا تھا ان واقعات کی انجام دہی کا قرعۂ فال جو اسکے بعد رونما ہونے والے تھے اتحادیوں کے نام نکلا۔ اس سوال کی اہمیت کا اندازہ اوائل جنگ ہی میں کیا جا چکا تھا جب سلطنت قدیم کے کھنڈروں پر نپولین کا تعمیر کیا ہوا سر بہ فلک کشیدہ سیاسی قصر اسکی شکستہ حالی اور پسپا ہوتی ہوئی افواج قاہرہ کے سامنے مسمار ہو رہا تھا۔ صلح شومون ( Chaumont ) کی رو سے یہ امر طے ہو گیا تھا کہ جرمنی میں آزاد اور خود مختار بادشاہ ہوا کریں گے اور جو آپس میں آئینی مشارکت ( Federal ) کے رشتے میں منسلک ہوں گے اور صلح پیرس کی رو سے یہی انتظام، تھوڑی زبانی ترمیم کے بعد آزاد شہروں کے متعلق بھی نافذ کیا گیا تھا۔ اور اسے کانگرس کے آخری ایکٹ میں جگہ دیکر یورپ کے ضابطۂ بین الاقوامی میں شامل کر دیا گیا تھا جسکے تحفظ اور نفاذ کا فرض اتحادیوں پر عائد کر دیا گیا تھا اور جرمنی کے اندرونی معاملات میں غیر ممالک کا حق مداخلت بھی ضابطے سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔

**ریاستہائے جرمنی کا نظام سیاسی**

یہ انجام جو جرمنی کے نقطۂ نظر سے بے انتہا یاس افزا تھا اور بقیہ یورپ کی آزادی کیلئے فال نیک بھی نہ تھا، فی الحقیقت اس اہم اور پیچیدہ سوال کی وجہ سے رونما ہوا جسکا جرمنی کی تعمیر و استحکام کے سلسلے میں حل کیا جانا ناگزیر تھا۔ ان تمام چھوٹی بڑی بے شمار ریاستوں میں سے جو قدیم سلطنت جرمنی میں شامل تھیں صرف ۳۹ ریاستیں

دور انقلاب کی زد سے بچکر رہ گئی تھیں۔ ان میں سے دو سب سے بڑی حکومتیں پروشیا و آسٹریا چونکہ ان میں جرمنی کی ریاستیں شامل نہ تھیں یورپ کی اول درجے کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ دوسری چھوٹی ریاستوں میں سے ہانوور (Hanover) تاج انگلستان کے زیر نگیں آگیا ہولسٹائن (Holstein) ڈنمارک میں اور لکسمبرگ نیدرلینڈ میں شامل کر دیا گیا محض اسی طریقے سے جدید متارلت آلاف (Confederation) کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوسکتی تھی۔ لیکن قصہ یہیں نہیں ختم ہوتا۔ کانگرس آف وائنا میں جو کوشش جرمنی کے اتحاد کو موثر بنانے کے لیئے عمل میں آئی وہ محض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی مخالفت سے سرسبز نہ ہوسکی۔ انھوں نے سیلاب انقلاب کی ٹکر نہیں لی تھی ورنہ قعر مذلت میں کب کی پہنچ جاتیں۔ ان کے سامنے "بیدخل" شاہزادوں کی جیتی جاگتی لیکن دردناک تصویر موجود تھی، ان کے پیش نظر وہ عبرتناک نظارہ تھا جس میں شاہی بے نوا کشکول گدائی لیئے ہوئے حقوق ومراعات کے پیمانۂ زکوٰۃ کی طرف حسرت کے ساتھ ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے تھے انھیں اپنی گراں قدر خود مختاری "متحدہ اور طاقتور جرمنی" سے کہیں زیادہ عزیز تھی اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اگر ان کی پرانی ترکیب یعنی آسٹریا کو پروشیا سے لڑا دینے کی ناکامیاب رہتی تو وہ کسی غیر سلطنت کی امداد کے متمنی ہوتے اور ایسی حالت میں وہ غالباً روس کو ترجیح دیتے اور بوقت ضرورت فرانس کو شامل کر لیتے۔

صفحہ (۳۹)

**میٹرنخ کی جرمن پالیسی** جسوقت وائنا میں آئین جرمنی پر بحث ہو رہی تھی اُس وقت میٹرنخ اپنے مخصوص مفاد کے لیئے اپنی افتاد طبیعت سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اس نے جرمنی کے معاملات کو بار اول آسٹروی مدبّر کے نقطۂ نظر سے مشاہدہ کیا۔ اور بار ثانی مجالسۂ سلاطین یورپ کے نقطہ نگاہ سے۔ اور دونوں ملتوں میں وہ اسی نتیجے پر پہنچا کہ ایک طاقتور، خودمختار اور حملہ کن جرمن قوم کا وجود کسی حالت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ سلطنت آسٹریا میں جو جرمن موجود تھے وہ گو حکمراں جماعت میں سے تھے لیکن ان کی تعداد نسبتاً قلیل تھی اکثریت مختلف اور متضاد اقوام پر مشتمل تھی اور تمدن انسانی کے مختلف ارتقائے مدارج کو بہادر اور

شائستہ پولون ( Poles ) امراء ہنگری سے لیکر ذلیل اور وحشی روتھینی غلامان گلیشیا اور ٹرانسلوینیا کے رومانی کسانوں تک ظاہر کرتی تھی۔ جرمنی اگر متحد ہوکر ایک سو مستفقیت بن جاتا تو اس میں شک نہیں کہ آسٹریا کا شیرازہ بکھر جاتا لیکن یہ اسی حالت میں ممکن تھا جب آسٹریا کو کوئی ایسی نمایاں حیثیت نہ حاصل ہوجاتی جس سے نوزائیدہ سلطنت خود اسکے زیرنگین آجاتی۔ لیکن پروشیا میں جو صورت حال رونما ہوئی اس نے اس مسئلے کو بالکل بالائے طاق رکھدیا۔ لیکن اگر ایک متزلزل سہ مشارکت " عرصہ وجود میں آنے والی تھی تو آسٹریا کے نقطۂ نظر سے یہ جتنی بھس پھسی ہوتی اتنا ہی بہتر تھا کیونکہ اسکا نظام ترکیبی جسقدر غیر محدود ہوتا آسٹریا کو اپنا اقتدار جسکی بنیاد ایک ادعائے موہوم شاہی روایات، لیکن اسکی نمایاں ترین دلیل مجسم اسکی ناقابل مدافعت مادی اور جسمانی قوت پر تھی، جمانے میں کامیابی حاصل ہوتی۔ جسوقت کانگریس آف وائنا کی جرمن کمیٹی کے سامنے یہ حالت زیر بحث تھی اسوقت میٹرنخ کی انتہائی کوشش یہ ہورہی تھی کہ جسطرح سے ممکن ہو اس مسئلے کا تصفیہ نہ ہوسکے اور بحث ملتوی ہوجائے اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے حکمرانوں کے خوف اور حسد اسکے بدرجۂ اتم معین ہوئے ؟

صفحہ (۴۰)

## مشارکت کا قانون

نپولین کی البا سے واپسی کی خبر سنکر جب کسی نہ کسی قسم کا فیصلہ کرلیا گیا اسوقت تک کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی تھی۔ ۲۳ مئی سے ۱۰ جون تک روا روی میں کئی نشستیں ہوئیں اور بالآخر جرمنی کے آئندہ آئین کا خاکہ تیار ہوا۔ جزئیات کے متعلق یہ طے گیا کہ فرصت کے لمحات میں مشارکت جرمنی کی جدید مجلس ان کا تکملہ کریگی۔ لیکن یہ سرسری اور بے پرچا فیصلہ آسٹریا اور اسکے معاون جرمن شاہزادوں کو اسدرجہ راس آیا کہ انھوں نے پھر کسی ترمیم کی ضرورت ہی نہ سمجھی اور یہ ایکٹ مشارکت جو صلح نامۂ وائنا میں شامل کردیا گیا تھا، تمام جرمنی کا تنہا اور مشترک آئین تھا یہانتک کہ پچاس سال کے بعد پروشیا نے آسٹریا کے کھنڈروں پر سلطنت جرمنی کی بنیاد رکھی ؟

جرمنی کے نظام مشارکتی کے اس ایکٹ کا مقصد، جیساکہ اسکی دفعۂ دوم سے ظاہر ہوتا تھا یہ تھا کہ جرمنی کی اندرونی و بیرونی حفاظت متیقن ہوجائے اور دول

مشارکت کی حرمت وحریت مصئون و مامون رہے ۔

**مجلس مشارکت**

مشارکت کے جملہ اراکین کے حقوق مساوی تھے اور اس کے جملہ فرائض ایک ایسی مجلس ( Diet ) کے متعلق کردیئے گئے جسمیں تمام جرمن حکومتوں کے نمائندے شامل ہوں - آخری ایکٹ کے شرائط کی رو سے اس مجلس ( Diet ) کو ان تمام معاملات میں جو ریاستہائے جرمنی کی فلاح وبہبود اور نیز دیگر اغراض مشترک کی انجام دہی کے لیئے ناگزیر ہوں نہایت وسیع اختیارات حاصل تھے - اس کا پہلا مقصد "مشارکت" کے اصول اساسی کو ترتیب دینا تھا اور اس قسم کی انجمنیں قائم کرنا جو ملک کے اندرونی، بیرونی اور قومی انتظامات کی آرگن ہوں تاکہ اراکین مشارکت کے تمام تجارتی تعلقات منضبط ہوجائیں مشہور تیرھویں دفعہ نے جسکی رو سے حلیفوں کے تمام اضلاع میں "مجالس ملی" قائم ہوئی تھیں باشندگان جرمنی کی آئینی آزادی کو ان مجالس کی سرپرستی میں دیدیا تھا لیکن مجلس مشارکت کی تخلیق وتنظیم کچھ اس قسم کی تھی کہ اسکے مباحثے ابتدا ہی سے کچھ غیر وقیع اور روکھے پھیکے ہونے لگے نام نہاد "جمعیت تنگ" ( Narrower Assemdly ) میں جسکی رو سے معمولی اور متفرق معاملات انجام پذیر ہوتے تھے گیارہ مفصلۂ ذیل ریاستیں تھیں جنکو ایک ایک ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ سیکسنی، بیویریا، پروشیا، آسٹریا، ہانوور، ورٹمبرگ، باڈن، انتخابی اور جاگیری، ہیسے، ڈنمارک (ہولسٹائن کے لیئے) نیدرلینڈ (لکسمبرگ کے لیئے)

صفحہ ۱۵۱

Austria, Prussia, Bavaria, Saxony,
Hanover, Wurtumburg, Baden,
Electoral & Grand ducal, Hesse, Denmark(for Holstein)
& the Netherlands (for Luxemberg)

اور بقیہ انتالیس ریاستیں چھ ( Curia ) حلقوں میں منقسم تھیں جنھیں ایک ایک ووٹ کا حق حاصل تھا - اس مجلس میں معاملات کثرت آرا سے طے پاتے تھے۔ لیکن ایسے سوالات جو غیر معمولی حیثیت رکھتے تھے اُن کا فیصلہ "جمعیت عام" ( Plenum ) کرتی تھی- جہاں پر کسی رزولیوشن کے پاس ہونے کے لیئے

دو تہائی کثرت آرا کی ضرورت ہوتی تھی اور اس میں ووٹ دینے کا حق مختلف طریقے سے تقسیم تھا۔ لیکن یہ کوشش کہ اسکا تناسب ریاستوں کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ رکھکر مدنظر رکھا جاسے اس درجہ ناکامیاب ثابت ہوا کہ آسٹریا کی ووٹ دینے کی قوت لیختن سٹائن ( Liechtinstein ) کی حقیر ریاست سے صرف چارگنی زیادہ رہ گئی + آخرکار یہ معلوم ہوتا تھا کہ حکومت مشارکت کی طاقت قیقن ہو جانے کے خطرے سے بچنے کے لیئے دفعہ ، کی رو سے اس بات کا اعلان کیا گیا کہ اصول اساسی کی تبدیلی، اصلی نظام عدل کا تغیر، اور ذاتی حقوق یا مذہبی معاملات میں اسوقت مداخلت ہو سکتی ہے جب تمام اراکین فرداً فرداً متفق الراسئے ہوں + یہ ایک ایسی دفعہ تھی جو قریب قریب ان تمام دفعات پر حاوی تھی جو مجلس ( Diet ) کے سامنے فیصلے کے لیئے پیش ہوتے + آسٹریا کو اپنی روایات کی بنا پر مجلس کی دائمی صدارت تفویض ہوئی ٭

**دو بڑی حکومتوں کا پوزیشن**

یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہوگئی تھی کہ ایک ایسی مجلس انتظامیہ میں جسکی بنیاد اس طریقے پر رکھی گئی ہو، نہ تو آسٹریا اور نہ پروشیا اپنے اپنے آئینی حالت میں قناعت کریں گے اور جرمنی کی اندرونی سیاست نے کچھ اس طرح سے کروٹ لی کہ سیاسی تفوق حاصل کرنیکے لیئے دو مشہور طاقتوں میں ایک ٹکر ناگزیر ہوگئی ۔ یہ ایک حقیقت تھی جو عرصے تک کتم خفا میں نہ رہی ٭

۱۶ نومبر ۱۸۱۶ء کو مجلس مشارکت ایک سال کے توقف کے بعد فرنیکفورٹ میں منعقد ہوئی + اسکی پہلی ہی کارروائی پر وطن پرستوں کا ماتھا ٹھنکا اُس نے اس تجویز کو کہ شہنشاہی عقاب کا نشان بنایا جاسے مسترد کردیا۔ اور مجلس کے مسودۂ ضوابط آسٹروی مشارکتی وزارت عظمیٰ کے مُہر سے شائع کیئے گئے اس سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا جذبہ انانیت آشکار ہوگیا اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جس مجلس مشارکت کو آسٹریا محض محکمۂ خارجہ کی ایک شاخ سمجھتا ہے + اب اسکی پروشیا کے ساتھ

٭ ہرٹسلیٹ - جلد ۱ صفحہ ۲۰۰

۴۲

مخاصمت مسلمہ تو نہ تھی لیکن ظاہر ضرور ہو گئی + مجلس میں جو اسٹروی نمایندے تھے انھیں ہدایت کی گئی تھی کہ بظاہر یکدلی و یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے وہ اس طرح سے کم ہوشیاری کرتے رہیں کہ وہ امور مہمہ میں پروشیا کے اقتدار کو بالکل موثر نہ ہونے دیں دوسری طرف سفیر پروشیا کو جس امر کی ہدایت تھی کہ " وہ مشارکت کی تمام کارروائیوں کو اپنی مٹھی میں رکھے گو اس کا اظہار لوگوں پر نہ ہو " اور یہ سب ریشہ دوانیاں اسوقت ہو رہی تھیں جبکہ اسٹروی اور پروشوی دونوں حکومتیں مقاصد مشترک اور دلی اتحاد عمل کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اور اس طرح سے میدان سیاست میں نیزہ بازی میں کامل الفن ہونے کا طرۂ امتیاز میٹرنخ کے زیب فرق ہوا + اسکا نصب العین یہ تھاکہ ریاست ہاے مشارکت (States offtediration) زیادہ تعداد کو اسٹریا کے حقوق و مقاصد کے لیئے بلا لیا جاے۔ تاکہ اسی مجلس میں سب سے زیادہ ووٹ پر قابو رکھنے کا موقع حاصل رہے۔ اور جو آگے چلکر جرمنی میں اسٹروی پالیسی کا ایک زبردست آلہ ہوگا + پروشیا کی کوشش اس امر کی تھی کہ کسی طرح سے مشارکت میں دونوں طاقتوں کے لیئے کوئی سن سمجھوتہ ہو جاے اور جس سے دونوں بغیر کسی نقصان یا قربانی کے اپنا وقار یورپ میں قائم رکھ سکیں ہارڈن برگ ( Harden barg ) کا خیال تھاکہ ایک موثر اور وسیع مشارکت اسی وقت ممکن تھی کہ جب اسٹریا اور پروشیا دونوں میں علحدہ علحدہ معاہدہ ہو جاے اور جسکو کہ وہ دونوں متحد ہوکر دوسری ریاستوں پر عائد کرسکیں گے۔ ہین لائن ( Hain loin ) پروشوی نمایندے نے جسے اس قسم کے اختیارات تفویض نہ تھے مجلس میں یہ تجویز پیش ہی کردی اسکی اسکیم عملاً یہ تھی کہ جرمنی کو جو کچھ اقتدار یا قدرت حاصل تھی وہ دو بڑی طاقتوں میں تقسیم کر دی جاے۔ میٹرنخ تو اسکا منتظر ہی تھا۔ اس نے پروشیا کی اس تجویز کی اطلاع دوسری ریاست ہاے جرمنی کو دی اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اسٹریا کوئی علحدہ معاہدہ نہیں کرے گا۔ حکومت پروشیا بیکار اس تحریک سے بے تعلقی ظاہر کرتی رہی اور اپنی

۴۳

* سٹرن - تاریخ یورپ جلد ۱ ص ۳۱۱

حد سے زیادہ سرگرم ایجنٹ کی واپسی پر مصر ہوئی + چھوٹے چھوٹے حکمران
جو پروشیا کی فوجی طاقت کو یوماً فیوماً ترقی پذیر دیکھکر پہلے ہی سے خوف زدہ
تھے اسکی اس آخری تجویز کو سنکر سناٹے میں آ گئے اور ان کا یہ عقیدہ بالکل راسخ
ہوگیا کہ صرف اسٹریا ہی ان کا نجات دہندہ ہوسکتا ہے اور ہوگا + میٹرنخ نے
اس وار کو موثر بنانے کے لیئے لمبے لمبے قدم رکھنے شروع کیئے۔ اس نے
مجلس کے آسٹروی صدر کونٹ بواول ( Count Buol ) کو سکھلا پڑھا کر یہ اعلان
کردیا کہ جو دستور کہ قانون مشارکت کی رو سے قائم ہوا تھا اور جسکی ضمانت
یورپ نے کی تھی، قطعی تسلیم کیا جاتا ہے اور مثل انجیل مقدس کے اس میں
تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا محض تاویلات ہوسکتی ہیں + اس اعلان سے اگر ایکطرف
جرمن شاہزادوں کے خطرات کا ازالہ کردیا تو دوسری طرف جرمن رعایا کی
امیدوں کا بھی خاتمہ کردیا ؛

مجلس کی اب تمام امیدیں کہ وہ ایک طاقتور مرکزی حکومت کے
درجے پر پہنچ جاسے گی نقش باطل ہوکر مٹ گئیں۔ اب محض یہ دیکھنا رہ گیا تھا کہ
وہ اختیارات جو ایسی حکومت ایتلاف کی رو سے حاصل ہوسے تھے باشندگان
جرمنی کے حقوق کی محافظت کے لیئے کام میں لاسے جاسکتے ہیں + اس کا فیصلہ بھی
جلد ہوگیا ؛

**واقعہ ہسی**

الکٹر آف ہسی بار ثانی برسر اقتدار لاسے جانے پر اپنی حرص
و آز کیوجہ سے اتنا ہی نفرت انگیز ہوگیا تھا جتنا اپنی رجعت
پسندانہ ابلہ فریبیوں سے تمسخر انگیز ؛ اس نے ان تمام ممالک کو بحق سرکار ضبط کرلینے
کے لیئے احکام صادر کردیئے تھے جو وسٹ فیلیا کی حکومت نے علٰحدہ کردیئے
تھے + اس خودسرانہ فیصلے کے مظلومین میں سے ایک نے مجلس مشارکت
میں اپیل داخل کردی اور جسکا فیصلہ خاطر خواہ ہوا کہ الکٹر طیش میں آگیا اس نے
مجلس کے اختیارات سے انکار کردیا۔ اور اس کے خلاف نہایت درشت
لہجے میں دوسرے شاہزادوں کے پاس مراسلات بھیجے۔ ویانا میں اسکی فوراً
شنوائی ہوئی۔ بواول ( Buol ) کی اس حرکت پر کہ اس نے متمرد رعایا کا

انکے حکمران کے خلاف کیوں ساتھ دیا یا ڈائٹ کے اختیارات کیوں تسلیم کیئے میٹرنخ نے سخت بازپرس کی۔ پروشیا کے ایما سے وہ فیصلہ جسے مجلس کے تمام اراکین نے متفق الرائے ہوکر پاس کر دیا تھا قائم رہا + لیکن نمائندوں کو کافی سبق مل چکا تھا اب انھوں نے عہد کرلیا کہ تاوقتیکہ کوئی خاص ہدایت نہ ہو وہ کوئی معمولی سے معمولی کام میں بھی ہاتھ نہ ڈالیں گے اور ان ہدایات کو معرض التوا میں رکھ لینے سے کسی گورنمنٹ کے لیئے ممکن ہو گیا کہ وہ مجلس مشارکت کی جملہ کارروائیوں کو ایک نامعلوم عرصے تک لیت و لعل میں ڈال سکے۔ اور انھیں اسباب کے ماتحت شہنشاہ فرانسس نے ڈائٹ کو آگاہ کر دیا تھا کہ کسی کام میں عجلت "یا غیر معمولی سرگرمی" سے کام نہ لیا جائے + لیکن یہ صلح کارگر نہ ہوئی۔ وہ جماعت جو اتحاد جرمنی کی ایک دلیل مجسم ہوئی اب ایک عدالت العالیہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی جسکی رو سے افراد کے ذاتی مطالبات جو سلطنت قدیم سے یافتنی تھے فیصل ہوتے تھے + رہا یہ امر کہ اس حیثیت میں وہ شہنشاہ فرانسس کی ہدایات پر نہایت احتیاط کے ساتھ عمل پیرا ہوتے تھے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں ایک بدقسمت ٹھیکہ دار کے وہ مطالبات جو سنین ۱۷۹۳ء و ۱۷۹۴ء میں چند فوجی کاموں کے سلسلے میں گورنمنٹ کے ذمے عائد ہوتے تھے ۱۸۴۳ء میں ادا ہوئے + رہا پبلک کا کام اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فرینکفورٹ میں کسی قانون کے وضع کیئے جانے کے معنی کسی مردے کو اس طرح سے دفن کر دینا تھا کہ نفخ صور بھی اسے بیدار نہ کر سکے + جرمنی ایشنبرگر گا سے* کی لاطائل ہرزہ سرائیوں سے پنبہ درگوش ہو گیا تھا اور اب جبکہ "متحدہ جرمنی" کا خواب محض "خواب پریشاں" ہو کر رہ گیا تھا اس نے اپنے تمام مساعی علحدہ علحدہ ریاستوں (بالخصوص پروشیا) کے ترقی اور عروج پر صرف کرنی شروع کردیں ؛

خود رعایا میں جذبۂ قومی اتنا عالمگیر نہ تھا جتنی اسکی شورہ انگیزی نمایاں تھی اسکا (جذبۂ قومی) دست طلب روشن خیال ہی طبقے تک پھیلا ہوا تھا جسمیں صرف

---

* Eachonburger Gasse وائنا کی ایک سڑک کا نام ہے

پروفیسران یونیورسٹی، طلبا، اور مصنفین تھے + لبرلس (طبقۂ احرار) نے اُن پروشوی آفیسروں کو جو دنیائے جرمنی کی حمیت کے اس جذبے سے سرشار تھے جسے جنگ نے اُکسا دیا تھا، اُنکے پیشے کی بنا پر، اور رضاکاروں کو اپنے کارناموں کو مبالغہ آمیز طریقے سے اچھالنے پر قابل شنوائی نہ سمجھکر بالکل "پسپا" کردیا تھا + جو احراز "قومی اتحاد" سے زیادہ "آئینی آزادی" کے لیئے کوشاں تھے اور یہ بہت پہلے ظاہر ہوچکا تھا کہ مجلس کی پیچیدہ اور بوجھل مشین سے کہیں زیادہ مختلف حکومتوں کے متفرق مساعی عمومی تاریخ یورپ کے نشو و نما کے لیئے کارآمد ثابت ہوں گی +

**مسئلہ وسائیر حسب دفعہ ۱۳**

گیٹے اور شلر کے روشن خیال مربی چارلس آگسٹس گرینڈ ڈیوک نے سب سے پہلے مئی ۱۹۱۶ء میں اپنی چھوٹی سی ریاست کو ایک نہایت پسندیدہ اور آزاد قسم کا آئین عطا کرکے اس تحریک کی بنیاد رکھی + مجلس کا اس انتظام کو منظور کرنا ہی تھا کہ فرنیکفورٹ میں، جرمنی کے تمام حصص سے عرضیوں کا مینہ برسنے لگا جسمیں مرکزی حکومت سے استدعا کی گئی تھی کہ قانون مشارکت کی دفعہ ۱۳ کا جلد سے جلد نفاذ کردیا جائے + میٹرنخ کے اب کان کھڑے ہوئے ونیمار ( Wimer ) کا انقلابی اور متعدی وبا کا مرکز گویا جام کا لبریز ہونا تھا، لیکن اس کا ازالہ تو بعد کو ہوتا رہتا موجودہ عالم اضطراب میں مجلس کا اپنے کو قانون مشارکت کی کسی دفعہ کی من گھڑت تاویل سے مسلح ہوکر اس زہر کا پھیلانا بے حد خطرناک تھا + یہ کہیں بہتر ہوتا اگر دفعہ ۱۳ کا عمل درآمد فرداً فرداً ریاستوں کی عقل سلیم پر چھوڑ دیا جاتا + اس رائے سے پروشوی وزیر ہارڈنبرگ متفق ہوگیا - اس نے اس امر پر زور دیا کہ دفعہ ۱۳ کی تاویل مختلف ریاستوں پر چھوڑ دی جائے کیونکہ مجلس کا فرض محض اتنا تھا کہ وہ "مجرد تجاویز" وضع کردے جو کم و بیش سب کے لیئے موزوں ہو یہ واقعہ ڈسمبر ۱۸۱۸ء کا ہے - پانچ مہینے بعد ۲۵ مئی ۱۸۱۹ء کو مجلس نے یہ فیصلہ کردیا کہ جرمنی حکومتیں بغیر کسی نامناسب توقف کے، دفعہ ۱۳ کے مطالبات پورے کریں اس تجویز پر کسی ریاست کو اعتراض نہیں ہوا - کیونکہ کوئی ریاست تعمیل کے لیئے کسی طرح سے مجبور بھی نہ تھی +

فی الحال جرمنی میں لبرلزم انفرادیت کا اتصال ہوگیا اور آئندہ

۴۵

آزادی کے لیئے دوسری حکومتوں کا رویہ نہایت اہم ہوگیا اور اس رویئے کا دارو مدار بغیر کسی استثناء کے خود حکمرانوں کے نزدیک ترین ذاتی مفاد، حوصلہ اور ہمسایگی پر تھا + ملکوں کی ترتیب اور تقسیم کا سلسلہ جو وائنا میں چھڑا تھا کہ سے کم جہانتک جرمنی کا تعلق تھا ابھی قطعی طور پر طے نہیں ہوا تھا۔ اور بہت سی حالتوں میں بیم و رجا کی اب بھی بہت گنجائش تھی۔ خصوصاً جنوب میں دوسرے درجے کی بادشاہتیں ورٹمبرگ بویریا اور باڈن کچھ کچھ مرعوب بھی تھیں اور کچھ منچلی اور استبداد پسند۔ وہ پروشیا کی روزافزوں ترقی و طاقت اور مشارکتی حکومت (The federal Government) کے نامعلوم اور موہوم مطالبات سے مخوف تھیں + اس طرح سے گویا ابتک لبرلزم کی فتح گویا خود انفرادیت (Particuloraimsm) کی فتح تھی + اب رہا یہ سوال کہ جرمنی میں آئینی آزادی یا قومی اتحاد دو متضاد قوتیں ہیں یا انجام کار انکا دوش بدوش رو نورو ہونا ممکنات سے ہے، اس کا مدار جیسا کہ مشہور تھا، پروشیا کے رویئے پر تھا +

فریڈرک ولیم سوم اور پروشوی دستور

یہ بجائے خود کچھ ایسا مبہم تھا کہ اُسپر مشتبہ ہونا ایک حد تک روا بھی تھا + اب یہاں پر بھی تمام باتوں کا دارو مدار بادشاہ پر تھا اور بادشاہ کی حالت یہ تھی کہ وہ دور گزشتہ کی بدنصیبیوں اور دور آئندہ کی غیر مستقیم حالت سے کچھ ایسا تنگ آگیا تھا کہ ان دونوں خیالات کی کشاکش سے بالکل تذبذب میں پھنس گیا۔ کیونکہ خاندان ہوہینسولرن (Hohensolern) کے نیک اور سنجیدہ خصائل کے علاوہ اسے انکی حزم و احتیاط کا عنصر بھی بدرجہ اتم وراثتاً ودیعت ہوا تھا + لیکن نپولین پر فتح پانے کے بعد۔ جوش مسرت میں اس نے جب اپنی رعایا کو آئین تفویض کرنے کا وعدہ کیا اسوقت اسکی یہ صفت اسے خیرباد کہہ چکی تھی + ہوہینسولرن (Hohensolern) ہمیشہ اپنی بات کے دھنی رہے اور جو وعدہ ایک دفعہ کیا تھا اسے دو مرتبہ ۱۵ - و ۲۲ مئی ۱۸۱۵ء کو پورا کرکے دکھا دیا + جرمنی کے حزب الاحرار نے اب ان حقوق کے لیئے شور مچانا شروع کیا۔ اور جب یہ منظوری متعدد بار معرض تعویق میں پڑی جسکی کوئی معقول وجہ ان کے نزدیک نہ تھی تو انھوں نے ناراض اور مشتبہ ہوکر پروشیا کے خلاف اپنے جذبات

خوب مشتعل کئے* جنوبی جرمنوں کے نزدیک تو پروشیا کی قدیم اور متبرک
زمین مسلک اشراف اور "سپاہی کا ڈنڈا" تھی۔ اور اب جبکہ جنوبی حکومتیں دستور
تفویض کرنے لگیں اور خود پروشیا کو اس سے اغماض تھا تو ان کا قدیم روایتی عناد
مضبوط اور مستقل ہوگیا۔ یہ خود دنیا بھر سے بے خبر، ان کا سیاسی افق لکچر کے
کمرے کی چہار دیواری سے محدود، انھیں یعنی جرمن لبرلوں کو کیا خبر تھی کہ پروشیا
کو اپنی آئینی مراعات کے وعدے کو پورا کرنے میں کتنی دقتیں سد راہ تھیں۔

اس میں شک نہیں کہ فریڈرک ولیم اپنے وعدے پر جما ہوا تھا اور اپنی
آمادگی کے ثبوت میں اُس نے ایک کمیشن مقرر کیئے جانے کے متعلق حکم دیدیا تھا
جو دستور کے مرتب کرنے کے لیئے مواد فراہم کرے۔ سوا اُن دقتوں کے جو لاعلاج
تھیں اور تمام باتیں فوراً رونما ہوگئیں۔

**ملوکیت پروشیا کی مختلف الجنس نوعیت** ۴۷

اگر جرمنوں کا احساس ملی محض ایک منتشر اور مجہول جذبہ تھا تو
پھر جرمنی کی قومیت کا تخیل ہی ابھی کتم عدم ہی میں تھا۔ قدیم
پروشیائی ملوکیت میں جس متحد کر دینے والی قوت کا وجود تسلیم
کیا جاتا ہے وہ ایک قومی جذبہ نہ تھا، بلکہ وہ خاندان شاہی کا وقار، پسندیدہ
انتظامی ورد و بست، اور مشترک قومی خدمت کی حبل المتین تھی۔ باشندگان
برینڈنبرگ کو صوبۂ پروشیا کے قدیم اسلاف باشندے کی نسل کا کوئی تعلق نہ تھا۔
اہالیان پامیرینیا اور سیلسیا اپنی مختلف "قومیت" کے مدعی تھے۔ اور جب صلحنامۂ
وائنا کی رو سے ممالک رائن اور نصف سکسنی اسکی سلطنت میں شامل کر دیئے گئے
تو پروشیائی بادشاہ کے زیر نگیں اتنی متضاد اور مختلف اقوام آگئی تھیں کہ میٹرنخ
پروشیائی مملکت کے ڈھیلے ڈھالے کمزور ڈیل ڈول کا اسٹروی ملوکیت کے پائدار اور
باقاعدہ نظام سے موازنہ کرتا تھا۔ اس اختلاف نسلی کے ساتھ اب دوسری متضاد

---

* گروینس کی "انیسویں صدی کی تاریخ" سے پروشیا کی تاریخ ایک سمجھ دار اور
وطن دوست لبرل کے نقطۂ نظر سے معلوم ہوتا ہے، یہ اُسوقت لکھی گئی جب بسمارک سے بہت کم
لوگ واقف تھے۔ ٹریچکے کی "تاریخ جرمنی" پروشیا کے کارناموں کی معذرتوں سے پُر ہے۔

مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی روایات بھی ایزاد کردی گئیں + رائن کے جدید ممالک کا
بیشتر حصہ مذہب جسپر پیرس کے لبرلزم (حُریت) کا ایک ہلکا لمع تھا، پیروان لوتھر
کی راسخ الاعتقادی سے دور اور ان مشرقی ممالک کی خالص جاگیریت سے بیگانہ
تھا جنہیں مشٹائن ( Stein ) کا صرف نصف کام ختم ہوچکا تھا + ایسے متضاد
عناصر کا ایک مرکز پر جمع کرنا اور وہ بھی ایسی حالت میں جب ایک عالمگیر اضطراب رونما ہو
فریڈرک ولیم کے نزدیک خطرات سے خالی نہ تھا + حکومت جدید ابھی غلیب ماہیت
کے زد میں تھی ہو قبل اسکے کہ تاج حکومت آئینی وضع او ہیئت اختیار کرے یہ ازبس ضروری
تھا کہ تمام ناہمواریاں کوٹ پیٹ کر مسطح اور مضبوط بنا دی جائیں اور پھر ایک مستقل اور
پائدار نظام حکومت کی بنیاد رکھی جاسے + رعایا سیاسی تجربات سے قطعاً ناآشنا تھی
اور یہ محض حماقت ہوتی اگر جدید ملکی اور فوجی انتظامات، اصلاح شدہ طریق تشخیص محاصل
اور ممالک کی جدید حد بندی کو اس "مخالفت" کی جنگ آزمائی کے لیئے
چھوڑ دیا جاتا جس میں سے کچھ تو سلطنت سے مخالفت کا حلف اٹھا چکے تھے اور
تقریباً سب کے سب اس رمز سے ناآشنا تھے کہ سیاسیات قومی کو بڑے
پیمانے پر ترقی دینے کے لیئے کن شرائط پر کاربند ہونا لازمی ہے + میٹرنخ نے،
جسکی خواہش یہ تھی کہ پروشیا کا شمار کبھی حکومت دستوری میں نہ ہوسکے، ان توہمات کو
اکسانا اور شہ دینا شروع کیا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ ایسی ریاستیں جیسی کہ پروشیا
تھی اطمینان کے ساتھ صرف ایسی حکومتیں منظور کرسکتی ہیں جو پروشیل حکومتیں مجلسہائے
طبقات صوبہ ( Estate ) کہی جاسکتی ہیں + ایک مرکزی پارلیمنٹ قائم کرنے سے
"ملوکیت" کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اس نظریئے کی تائید اس شاہی تفتیش سے
بھی ہوتی تھی جو اسی مسئلے پر ممالک کے احساس و جذبات کا اندازہ لگانے کے لیئے
قائم کی گئی تھی + تجویز یہ تھی کہ مرکزی دستور کا مدار موجودہ صوبے کی مجالس طبقات پر
رکھا جائے لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ان کی نوعیت اور انکے فرائض ایسے مختلف
تھے کہ انپر کسی مخصوص مرتب نظام کی بنیاد بہ مشکل رکھی جاسکتی تھی اور سب سے
تحیر خیز انکشاف تو یہ ہوا کہ کسی مرکزی نمائندگی کی ضرورت بھی نہ تھی + لیکن
باشندگان پروشیا میں کثیر التعداد لوگ ایسے تھے جو اپنے صوبوں کے

۴۸

چار دیواری سے باہر اپنے آنکھ کان سے کام بھی نہیں لے سکتے تھے۔ اس حالت میں زیادہ سے زیادہ یہ آئین قوم کے ارتقائے داخلی کا ثمرہ نہ ہوتا بلکہ بادشاہ کا ایک انعام ہو سکتا تھا ؛

**جنوب میں تجربات دستوری**

جو دستوری تجربے چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر کیے گئے تھے، ان سے جو نتائج مترتب ہوئے وہ بادشاہ کے حیص بیص پر غالب نہ آسکے اور وہ ان کے نقش قدم پر نہ چل سکا۔ ورٹمبرگ میں شاہ فریڈرک دوم نے جو نپولین کے نہایت وفادار وابستگان دامن میں سے تھا، قدیم دستور کا دفتر الٹ دیا اور سیاسی داؤ کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ چشم زدن میں اشتراکی مساوات کے انقلاب انگیز اصول پر تاج کے خود مختارانہ حقوق کا اعلان کر دیا۔ جو دستور اب اس نے اپنے ملک کو دفعہ ۱۳ کی رو سے عطا کیا تھا اس سے اس آئین کا احیاء مقصود نہ تھا جسکی وہ اینٹ سے اینٹ بجا چکا تھا، بلکہ یہ آزادی اور عمومیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس سے اسے امید تھی کہ وہ پادریوں اور جاگیرداروں کی قدیم مخالفت سے نجات پا جائے گا۔ لیکن یہاں اس نے دھوکا کھایا۔ طبقات مجتمع ہوئے اور اپنے قدیم دستور کے لیئے تاج سے برسر پرخاش ہوئے جسے دور از کار کلیسائی اور جاگیردارانہ حقوق، مراعات اور معافیوں کا ایک طوفان بے تمیزی کہنا چاہیئے۔ بادشاہ اور طبقات دونوں اپنی اپنی ضد پر اڑے رہے نتیجہ ایک آئینی "جمود" ہوگیا، آخر بادشاہ نے مجلس مشارکت سے خود درخواست کی کہ وہ اس آئین میں قطع برید کردے جسے اس نے خود منظور کیا تھا۔ آزادی بحث و مباحثے کے نتائج کا مظہر ہونیکی حیثیت سے یہ واقعہ افسوسناک تھا۔ چونکہ یہ ایک بے معنی شورش تھی اس لیئے اسکے انقلاب انگیزانہ رویئے نے ایک طرف تو رعایا کی ہمدردی حاصل نہ ہونے دی دوسری طرف حکمران مخوف ہو گئے اور انھوں نے قطعی علیحدگی اختیار کر لی، اور باوجود تمام کوششوں کے جب کوئی شکل مفاہمت کی نہ نکل سکی تو بادشاہ نے ۲ جون ۱۸۱۷ء کو "طبقات" کو برطرف کر دیا اور قدیم خود مختارانہ حکومت قائم کر لی۔ جرمنی کے جتنے لبرل جرائد تھے سب نے اس مدہوشی اور از خود رفتگی پر صدائے شیون بلند کی جس نے سب سے زیادہ گرانقدر آزادی کو یوں قمار بازانہ انداز سے کھو دیا ؛

۴۹

اگر ورٹمبرگ میں ان آئینی بے ہنگامیوں نے ایک طرف جرمنی کو اپنی آزادی کی اسکیم کو وسعت دینے سے تھوڑی دیر کے لیئے ساکت کر دیا تو دوسری طرف انھیں اسباب کی بنا پر بویریا نے عمومیت کی طرف جھکنا شروع کر دیا + شاہ ماکس جوزف اور اسکا وزیر مونت گیلاس جو پروشیا سے بے حد متنفر تھے اور جن کی ہمدردی نپولین کے زوال سے قبل اور بعد میں بھی فرانسیسوں کے ساتھ تھی، اپنے اپنے حوصلوں کی ہنڈیا پکا رہے تھے، لیکن اس پکوان کی امید اسی وقت ہو سکتی تھی جب جمہور کا رجحان بھی بجائے پروشیا کے ان کی طرف ہو جاتا + وائنا کی کانگرس کی رو سے زالسبرگ اور اضلاع ان اور ہاؤسرک آسٹریا کو واپس کر دیئے گئے تھے لیکن بویریا نے ان مقامات کو واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس طرح سے ایک جنگ مول لے لی تھی + صلح نامۂ میونخ کی رو سے ۱۴ اپریل ۱۸۱۶ئ کو مقامات مذکور آسٹریا کو بعوض پلاٹی نیٹ جو رائن کے بائیں کنارے پر تھا اور لانداؤ کا "قلعہ" عشار کنی تھا حوالے کر دیئے گئے + سلطنت بویریا کے دو متفرق حصص کو منتقل کر دینے کی غرض سے، جو ایک دوسرے سے بالکل علحدہ تھے باڈن کا ایک لمبا ٹکڑا بھی حوالے کر دیا گیا۔ اور ایک دوسری خفیہ دفعہ کی رو سے باڈن کا پلاٹی نیٹ کی واپسی بھی منظور کر لی گئی تھی بشرطیکہ خاندان تسیارنگن ( Zahringon ) بے چراغ ہو جائے *

**مسئلہ اورنگ نشینیٔ (بیڈن اور بویریا میں)**

اگر یہ وعدہ کبھی پورا ہو جاتا تو بویریا اتنی طاقتور ہو جاتی کہ وہ دو زبردست طاقتوں کے خلاف چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی لیڈری کی حقدار ہو جاتی۔ اور بہت ممکن تھا کہ یورپ کے کسی مستقبل انگیز انقلاب کی آڑ پکڑ کر وہ ان ریاستوں کو جو اسکے دامن عاطفت میں پناہ گزیں تھیں خود ہضم کر جاتی اور اسے یورپ کی حکومتوں کی صف میں ایک جرمن طاقت کی حیثیت سے جگہ ملتی۔ اس لیئے خانگی مفاد سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی، ۵۰ بویریا کے نزدیک اسکی طامعانہ حوصلہ مندیوں کی اسکیم کی کامیابی اور عامۃ الناس کے رجحان کو اپنا شریک حال اور باڈن کو اپنی ہوسناکیوں کا شکار بنانے کے لیئے

---

* ہرٹسلیٹ : جلد ۱ صفحہ ۲۳۳ ۔

ایک ایسا انداز، یا رویہ اختیار کرنا جو ایک حد تک لبرل ہو، ضروری تھا۔ اس طرح سے ۲۶ مئی ۱۸۱۸ء کو اس آئین کا اعلان کیا گیا جس کی بنیاد قدیم روایتی تقسیم "طبقات" پر تھی۔

یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اسٹریا نے بویریا کے وسعت دینے کیلئے مزید کوشش کی بہرحال معاہدہ میونخ اور میکس جوزف کی طامعانہ حوصلہ مندیوں کا راز افشا ہو گیا۔ بیڈن کے گرینڈ ڈیوک نے اسپر صدائے احتجاج بلند کی تسارنگن ( Zahringen ) خاندان کے آخری فرد چارلس فریڈرک نے ایک ایسی خاتون سے شادی کی (جسکا سلسلۂ خاندان کسی شاہی نسل سے نہیں ملتا تھا) اور جسے کونٹس ہوخ برگ ( Countess of Hochbergh ) کا خطاب تفویض کیا گیا تھا۔ اور اس بات کا اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگر اصلی خاندان کا کوئی نام لیوا (چشم و چراغ) نہ دستیاب ہو سکا تو پھر اسی سلسلۂ نسب کا فرد برسر حکومت آئے گا۔ اس طرح سے اکتوبر ۱۸۱۷ء میں گرینڈ ڈیوک نے ایک خانگی قانون House law کا اعلان کیا جسکی رو سے اس نے اس اپنی ڈچی کو ناقابل تقسیم قرار دیدیا اور ہوخ برگ ( Hochbergh ) کے کاؤنٹوں کو وارث جائز ٹھہرایا، اور اسی سلسلے میں اس نے کچھ تو اپنے خاندان کے وارثین کو جمہور کی آرا سے حقدار ثابت کرانے کے لئے اور کچھ شاہنشاہ الگزنڈر کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے جسکا جذبۂ حریت اسوقت نہایت عروج پر تھا، اس نے ایک دستور کی منظوری کا ارادہ کر لیا۔ ۲۷ مارچ ۱۸۱۸ء کو الگزنڈر نے وارسا میں پولینڈ کی مجلس کا افتتاح کیا اور اس میں وہ خطبہ پڑھا جو ایک راسخ الاعتقاد لبرل کے شایان شان تھا۔

**الگزنڈر اول اور اہالیان پولینڈ کا آئین**

اور اسی دوران میں اس کے وزیر کاپوڈسٹریا ( Count Capodistria ) نے (جو بعد کو یونان کا صدر رہا) ایک یادداشت شائع کی جس کی رو سے اس نے ثابت کر دیا کہ دستور کی منظوری محالفۂ مقدس کا نتیجۂ صریح تھا، خود اس نے اور دوسری طرف بویریا میں ترویج و نفاذ آئین نے نتائج کو جلد رونما کر دیا۔ ۲۲ اگست ۱۸۱۸ء کو باڈن کے لئے ایک دستور شائع ہوا جسکی دفعات اسقدر لبرل تھیں کہ اسکے سامنے بویریا کے آئین کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ گئی۔ نساؤ ( Nassau ) بیرونانا کی

کانگرس سے قبل ہی آئینی حکومت کا اعلان ہوچکا تھا اور "طبقات" کی مجلس سب سے
پہلے مارچ ۱۸۱۹ء میں منعقد ہوئی + اس طرح سے اس سال کے وسط تک مشارکت
رائین (Confederation of the Rhine.) کے قریب قریب تمام ریاستوں میں
۵۱ دستوری حکومت کسی نہ کسی حیلے یا بہانے سے قائم ہوگئی اور اس طرح سے اس لبرلزم (حریت)
کا مقابلہ جو جنوب میں برسر عروج تھا، نہایت خوبی کے ساتھ اُس انقلابی شورش سے
ہوسکتا تھا جو شمال میں عالمگیر تھی ؛

مختلف و متضاد آرا اور رجحانات کے تصادم و کسر و انکسار سے پروشیا کا رویہ
ایک مخصوص شکل اختیار کر چلا تھا + ہارڈنبرگ جو پیرانہ سالی کی کمزوریوں کا شکار ہوچکا تھا
اور جس نے ایک مشہور اور معروف نام کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا تھا، اپنے
نہایت محبوب شغل "آئین سازی" کے لیئے مخصوص کردیا گیا + لیکن بادشاہ کا ماحول جن
زبردست اثرات پر مشتمل تھا وہ پروشیا کے قدیم طرز حکومت میں کسی قسم کا فوری اور اساسی
تغیر گوارا نہیں کرسکتا تھا اور کچھ یہ بھی تھا کہ اسوقت وقریت اُن انتظامی تغیرات کی دیکھ بھال
میں ہمہ تن مصروف تھی جو ملوکیت جدیدہ کے منتشر عناصر کو مجتمع اور موثر بنانے کے لیئے
از بس ضروری تھے + ممالک کی سرحدی کتر بیونت کی پھر ضرورت محسوس ہورہی تھی،
اس قومی نظام کا جسے شارن ہورسٹ (Shorn horst) نے دوران جنگ میں ترتیب
دیا تھا، مکمل بنایا جانا اور پھر اسے جدید مقبوضات کے لیئے ممکن العمل بنانا ہی ضروری تھا +
مزید براں ایک جدید "نظام محاصل" (Tariff svstem) کے اجرا کی بھی ضرورت
تھی جو ایک ایسی حکومت کے ضروریات کی کفیل ہوسکے ممالک منتشر اور جس کی شکستہ
سرحد ایک ہزار میل تک پھیلی ہوئی تھی ؛

**پروشیا کی اصلاح محاصل اور اتحاد محاصلی**

پس آخری سوال کا حل پروشیا اور یورپ کے لیئے نہایت
نتیجہ بخش ثابت ہونے والا تھا تو اسکی اہمیت بہت دنوں کے
بعد ظاہر ہوئی + قانون مشارکت کی رو سے مجلس مشارکت
کو جرمنی کی اندرونی تجارت کے لیئے قوانین وضع کرنے کا اختیار ودیعت کیا گیا تھا، لیکن
یہ بات فوراً ہی معلوم ہوگئی کہ اس معاملے کے علاوہ دیگر معاملات میں بھی اس سے
کسی قسم کی توقع رکھنا عبث ہے + پروشیا کو اسکا احساس بروقت ہوا اور اس نے خود

اپنے دستور العمل کو اپنا رہنما بنایا اور ایک قسم کی نصف بیدار حالت میں اس نے جرمنی کی دیگر ریاستوں سے علیحدہ علیحدہ تعلقات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ اس مشہور اتحاد محاصلی کی بنیاد پڑ گئی جس نے پروشیا کے مادی مفاد کو جرمنی کی دیگر طاقتور ریاستوں سے وابستہ کر کے بالآخر اس کے شہنشاہی اقتدار کو وجود میں لانے کا باعث ہوا + اس عظیم الشان اصلاح کا سہرا وزیر مال فان ماسین کے سر پر باندھا گیا + ۵۲
لیکن فی الحقیقت یہ کسی سیاسی مآل اندیشی کے باعث سے نہ تھا بلکہ واقعات حاضرہ کا اقتضا ہی یہ تھا اور ارباب بست وکشاد کی غائر نظر یں انکی تہ تک معاً پہنچ گئی تھیں + ایک طویل اور شکستہ سرحد کی محافظت ایک حد تک ناممکن تھی اور اسی لیئے کسی قسم کی آزاد تجارت کو فروغ دینا ضروری خیال کیا گیا اور ملک کی مختلف ریاستوں کو متحد اور مجتمع کرنے کے لیئے انکی اندرونی تجارت پر سے ان قیود کا اٹھانا بھی ضروری تھا فان ماسین نے جو طریقہ ایجاد کیا تھا اسکی رو سے اشیائے درآمد پر اتنا قلیل محصول لگایا تھا کہ بغیر محصول ادا کیئے ہوئے اشیاء کی درآمد و برآمد کا جو مذموم طریقہ مروج تھا وہ بالکل بے سود ہو گیا۔ اور محاصل کے لیئے نوآبادیوں کے اُن اقسام کے تجارتی مال پر البتہ زیادتی کے ساتھ محصول تشخیص ہوا تھا جنکی نگرانی بخوبی ہو سکتی تھی + اس طرح سے عملاً پرشیا کی اندرونی تجارت آزاد تھی لیکن وہ اسباب تجارت جو پروشیا کے حدود کے اندر سے گزرتے تھے ان پر البتہ نہایت سختی کے ساتھ محصول لگایا گیا، اور چونکہ وہ راستے جو جرمنی کے وسط تک چلے گئے تھے پروشیا سے ہو کر گزرتے تھے اس لیئے قیاس یہ تھا کہ آخر میں پروشیا دوسری حکومتوں کو اپنے "نظام محاصل" (Custom system) پر متفق ہو جانے پر مجبور کر لے گی + جس وقت لوگوں کو اس راز کی خبر ہونے لگی جرمنی میں ایک ہنگامہ محشر خیز برپا ہو گیا + تھورنگیا (Thuringia) کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور انہالٹ کی ڈچی (Duchy of anhalt.) نے جو چاروں طرف پروشیا کے مقبوضات سے گھری ہوئی تھیں، سب سے پہلے اسے محسوس کیا۔ اور شور و غوغا مچانے والوں میں انکی آواز سب پر غالب تھی + کچھ عرصے تک تو یہ اکڑتی رہیں۔ لیکن جب انھیں اس امر کا احساس ہوا کہ اس معاملے میں مجلس مشارکت کی کچھ پیش نہ جائے گی اور پروشیا کا فعل بہ حیثیت ایک خود مختار ریاست، باضابطہ تھا تو

انھوں نے سپر ڈال دی + پروشیا نے جو شرائط پیش کیئے وہ فی الحقیقت اس کی فیاضی نشی پر دال تھے۔ اور ایک عظیم الشان "نظام محاصل" میں شرکت کے جو فوائد تھے وہ بھی اظہر من الشمس تھے + ۲۵ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو پروشیا اور شوارتسبرگ زونڈرہاؤزن (Schwarzburg-Sonde shausen) کے بیچ ایک مستقل معاہدہ ہوا۔ جسے گویا "اتحاد محاصل" (Zollverein) کا سنگ بنیاد کہنا چاہیئے۔ اس مختصر ابتدا کے آئندہ نتائج کچھ ایسے کمزور اور نامعلوم سے ہیں کہ ان محاصل کی دشواریوں اور پیچیدگیوں کے دوران میں میٹرنخ نے اپنے اثر اور اقتدار کو پروشیا ہی کے لیئے مخصوص رکھا تھا۔

جس عظیم الشان انتظامی اصلاحات کو روبراہ کرنے کے لیئے جرمنی کے حکام ہمہ تن مشغول تھے ان کا احساس جرمنی میں عامۃ الناس کو بہت کم ہوا اور اس قلیل احساس نے ان کے دل پر یہ نقش کر دیا کہ ہوہن زولرن شاہی (Hohenzollern ۵۲ Monarch) کی حوصلہ مندیاں جرمنی کے خلاف برسرکار ہیں + وطن پرستوں کا عقیدہ مجلس مشارکت اور پروشیا پر تھا لیکن انھیں دونوں سے نا امید ہونا پڑا + جب ایک طاقتور اور متحد جرمنی کا تخیل عنقا ہونے لگا اسوقت بے اطمینانی رونما ہوئی اور اسکا اظہار "مظاہروں" میں ہونے لگا جو بجائے خود بالکل ضرر رساں نہ تھی لیکن فریڈرک ولیم جیسے شخص کو بے حد خوف زدہ بنا دینے کے لیئے کافی تھے، نوخیز جرمنی میں اب بھی جنگ آزادی کے ولولے جوش پر تھے۔ رضاکاروں کا ہجوم غفیر فرانس سے رفعت و منزلت کے خم کے خم لنڈھاتا ہوا (جسمیں کسی حد تک غلو بھی ہے) جرمنی واپس آیا تھا۔ اور اب چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں میں اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھنا انھیں گوارا نہ تھا۔ یان جو فن کرتب و کشتی کا استاد تھا اور لڑائی کا بھی ہیرو تھا کچھ تو اس خیال سے کہ وطن پرستی کی روح زندہ رہے اور کچھ افراد قوم کے عضلات اور قویٰ کی پرورش اور پرداخت کے خیال سے، لڑائی کے فوراً ہی بعد ورزشی کھیل اور کرتب کے اکھاڑے قائم کر دیئے۔

**تحریک علم۔ ورزش کھیل اور کرتب کے جمنی نے اطالب علموں کے کلب**
**مقبول عام تحریکات**

یہ سب باتیں عامۃ الناس میں بے حد مقبول ہوئیں اور نہایت مسرت کے ساتھ تمام جرمنی میں

پھیل گئیں + جمناسٹک اور اس کے ساتھ ہی ایک قسم کی "جرمنیت" کا غل کے نوخیز جرمنوں کی تفریح کا
ایک پسندیدہ مشغلہ تھا + انکی قطع یہ تھی کہ قدیم جرمن وضع کا ملبوس زیب تن، گیسو دراز،
ہاتھ میں ایک جریب، اور جس ہئیت سے وہ "متحد جرمنی" کے سرگرم اور پرجوش
علم بردار ہوکر تمام ملک میں گردش لگاتے تھے + یونیورسٹیوں میں اس تحریک پر خصوصیت
کے ساتھ عمل درآمد ہوتا تھا + گرینڈ ڈیوک چارلس اگسٹس کی منظوری سے جینا
( Jena ) میں جرمن طالب علموں کی ایک نئی سوسائٹی، "قدیم فوجی دستہ"
کی جگہ پر قائم ہوئی - اس "انجمن نوجوانان" ( Burschenschaft ) نے
تار و پود کو تمام جرمنی میں پھیلا دیا - حتیٰ کہ پروشیا کی یونیورسٹی میں بھی اس نے جڑ پکڑ لی +
اس امر میں تو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ تھی کہ اسوقت سوسائٹی کے آب و گل میں
حکومت محریہ کے خلاف نہایت خطرناک عناصر موجود تھے - لیکن یہ حالت
زیادہ تر طلبا کے طبقے تک محدود تھی جنکا جذبۂ وطن پرستی عمیق نہ تھا بلکہ ایک حد تک
محض زبان درازی اور شور و شغب تک محدود تھا اور جن کے متعلق کبھی یہ وہم و گمان
بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ "حکام بالادست" سے کسی قسم کی مزاحمت کریں گے + لیکن
حکومتوں نے ان بے ہنگامیوں کو نہایت خطرے کی نظر سے مشاہدہ کیا + انھوں نے
چارلس آگسٹس کے لبرلزم کو خوب خوب صلواتیں سنائیں جسکی وجہ سے ویمر انقلاب پسندوں
کی ریشہ دوانیوں کا مرکز بن گیا تھا + ایک ایسے زمانے میں جب لوگ صاف گوئی
اور اظہار خیال کی ان بے باکیوں سے نا آشنا تھے جسکی تبلیغ کے لیئے منروا،
"محب وطن"، نیمیسس اور ایسے دیگر قابل رحم لیکن کلہ دراز صحیفوں کے اوراق
وقف تھے اور جسکی ہوائی [illegible] کے لیئے ویمر کی [illegible] ایک اخبار [illegible]
حشرات الارض کی طرح خود رو نکل آئے تھے فی الحقیقت بارود [illegible] شرر افشانی
کرلی تھی + گرینڈ ڈیوک خود مشتبہ سمجھا گیا - ایک رکن انجمن نوجوانان نے تو یہاں تک
کیا تھا کہ جو نمائندے انجمنوں کے جینا سے اس کے وارث اور ولیعہد کی پیدائش
پر مبارکباد دینے آئے تھے ان کی ضیافت شراب و کباب سے محل کے صحن میں
کی + لیکن معاملات نے انتہائی نازک حالت اسوقت اختیار کرلی جب گرینڈ ڈیوک کے
قدیم اور عظیم الشان قلعے وارٹبرگ واقع آئی سیناخ

وارٹبرگ میں جشن ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء

۵۴

اور پیروان لوتھر کے کعبۂ مقصود میں جنگ لائپزگ اور " اصلاح مذہبی" (The reformation) کی سہ صد سالہ یادگار ساتھ ساتھ واقع ہوئی۔ یہ اجتماع ڈیوک کی اجازت سے ہوا تھا اور تقریباً بخیریت تمام اتمام کو پہنچ گیا، حمد و نعت گائی گئی، وطن پرستی اور فرقہ پروٹسٹنٹ کی حمایت میں دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور تمام معمولی رسوم عشائے ربانی پر ختم ہوگئیں۔ بدقسمتی سے بعض جوشیلے نوجوانوں کو یہ خیال ہوگیا کہ یہ موقع کسی حد تک سنجیدہ اور کسی حد تک تفریح انگیز مظاہرے کا بھی تھا اور جسمیں لگے ہاتوں حکومت جرمنی کے انقلاب انگیزانہ رویئے کا خاکہ بھی اڑا دیا جائے۔ جب انکی معمولی رسوم ختم تمام کو پہنچ چکیں اس وقت ایک آگ جلائی گئی اور جس طرح سے لوتھر نے پاپائے روم کے "حکم" کو نذر آتش کیا تھا اسی طرح سے پروشیائی وزیر پولس کامپتس ( Kamptz ) کے وضع کیئے ہوئے ضابطہ پولس کو نہایت احترام کے ساتھ آتش سوزاں کے حوالے کردیا۔ اور آخری لمحات میں، ایک اُولان ( Uhlan ) (پروشیا کے سبک رو سواروں کے دستے کا ایک سپاہی) کا سینہ بند (شلوکہ) ایک چوٹی اور سپاہی کا ڈنڈا بھی جو استبدادیت کے علامات خیال کیئے جاتے تھے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیئے گئے۔

اس طفلانہ الھڑپن کا اثر اسکی اصلیت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوا۔ طلبا کی انجمن " بینوشی" کے حیرت زدہ اراکین کو یک بیک ایسے ایسے مناصب تفویض کردیئے گئے جہاں سے وہ بادشاہوں اور مدبران سلطنت کے دل میں اپنی دھاک بٹھا سکتے تھے۔ برلن میں کامپتس بجا طور پران " غداروں" کے خلاف انصاف کا خواہاں ہوا جنھوں نے ظل اللہ کے احکامات کو خاکستر بنا دینے کی جرأت کی تھی۔ اس نے پروشیا کی تمام یونیورسٹیوں کو درہم برہم کردینے کا حکم نافذ کیا اور اس امر کا اعلان کردیا کہ بجائے اسکے کہ یہ یونیورسٹیاں ہر قسم کی فتنہ سامانیوں اور انقلاب انگیزیوں کی مرکز بنیں یہ بہتر ہوگا کہ یہ بالکل بند کردیجائیں۔ میٹرنخ کو جو معاملات جرمنی میں ایک موثر طریقے پر مداخلت کرنے کا مدت سے منتظر تھا، موقعہ ہاتھ آگیا۔ وہ عرصے سے جرمنی میں احساس ملی کو ابھرتا دیکھ رہا تھا

۵۵

اور اُس نے پروشیائی سفیر سے صاف الفاظ میں کہدیا تھا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جبکو لِزم یا انقلاب کے خلاف سختی عمل میں لائی جائے + معاملات نے یہاں تک طوالت اختیار کی آخر میں اسٹروی وزیراعظم اور ہارڈنبرگ کے مابین ایک مجلس شوریٰ ہوی + پروشیائی وزیر ویٹیمبر کے راستے سے ہوکر آیا تھا تاکہ گرینڈ ڈیوک کو پروشیائی بادشاہ اور اسٹروی شاہنشاہ کا وہ دستخطی خط حوالے کردے جس میں اس سے انقلاب پسندوں کو شوریدہ سر اور دلیر کردینے پر سخت بازپرس اور لعن طعن کی گئی تھی۔ دوسری طرف فرانسیسی حکومت اور زار نے بھی ویٹیمر خطوط بھیجے تھے جن میں اخبارات کے لب ولہجے پر اعتراض کیا گیا تھا + لیکن اس سیاسی طوفان میں گرینڈ ڈیوک کے پائے ثبات کو مطلق لغزش نہیں ہوی۔ اس نے کہا کہ موجودہ برافروختگی محض واقعات کا ایک فطری نتیجہ ہے، امتیاز، اور استقلال سے اُن کا مقابلہ ہوسکتا ہے لیکن تشدد اور بے اعتباری سے تمام جرمنی میں تشویش پھیل جائے گی۔ لیکن عزم اور اعتبار ہی دو چیزیں ایسی نہیں جن کا فقدان بڑی بڑی حکومتوں کے ایوان میں سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ شاہنشاہ فرانسس نے زار کو ایک مراسلہ بھیجا جسمیں جرمنی میں انقلابی مشنوں کے بتدریج لیکن یقینی طور پر رونما ہونے کی شکایت کی تھی۔ اور یہ سب حالتیں زیادہ تر فضلا اور اکابر کے کلبۂ علمی میں، جسے وہ "ان عقائد کا کارخانہ" کہتا تھا، ترقی پذیر تھیں + یہی نہیں بلکہ اس نے بہ معیت بادشاہ پروشیا زار سے مداخلت کرنے کے لیئے اپیل بھی کی + الکزنڈر نے اسے نامنظور کیا، اور یہ کہا کہ ابتک یہ بات پایۂ تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے کہ جرمنی کی حکومتیں اس قدر کمزور ہیں کہ وہ ان خرابیوں کا خود ازالہ نہیں کرسکتیں ؛ لیکن اگر یہ بات تحقیق بھی ہوجائے اُسوقت بھی اس معاملے میں محض روس کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ تمام مجالسۂ "یورپ" کو اس معاملے کو اٹھانا چاہئے ﴿*﴾

میٹرنخ کے لیئے تو اس اعلان سے زیادہ امید افزا خیال کوئی ہو نہیں سکتا تھا + وہ ایک عرصے سے زار کی اس ذہنی اُپچ اور لبرلزم کے جنون کو تردد...

---

* ارٹینس - جلد ۴ (۱) صفحہ ۱۶۴

حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور وہ اس "شورش" سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں بھی تھا جواب ناگزیر ہو چلا تھا + اس نے اس امر کا اندازہ کر لیا تھا کہ آئندہ کانگرس میں جو ایکس ( Aix ) میں منعقد ہونے والی تھی، اور اس میں جو کچھ بحث مباحثہ ہونے والا تھا اس سے زار کا رویہ متیقن ہو جائے گا اور جرمنی کا سیاسی طوفان ایک ایسا آلہ ہو گا جسکے ذریعہ سے الکزنڈر کے خطرات سے فائدہ اٹھا کر اسی اسٹروی پالیسی کا ہمنوا بنا لیا جائے گا + تمام بڑی بڑی طاقتوں میں صرف روس ایسا تھا جسکی مخالفت سے جرمنی میں تمام اسٹروی ریشہ دوانیاں پامال ہو سکتی تھیں۔ اور اگر میٹرنخ اپنے سیاسی ہتھکنڈوں سے صرف زار کو اپنا مطیع اور منقاد بنا لے تو پھر اس کے بل پر اور یورپ کے رسمی یا غیر رسمی منشور سے تمام جرمنی میں اسٹریا کا طوطی بولنے لگتا۔ جرمنی میں آسٹروی اقتدار کے "معنی"، تمام یورپ میں آسٹروی اقتدار کے تھا +

میٹرنخ ایکس ( Aix. ) کی جانب اس طرح سے بڑھ گویا وہ اپنے توقعات کے مرکز کی طرف چلا جاتا تھا + فرینک فورٹ میں اس کے دو روزہ قیام نے اسکی طمانیت قلبی کو اور بڑھا دیا مجالس مشارکت جو مشارکت کے قومی نظام کے متعلق دو ماہ سے ردو قدح کر رہی تھی اور پھر بھی کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی میٹرنخ کی موجودگی سے کچھ ایسی مسحور ہوئی کہ صرف دو ہی نشست میں تمام تجاویز کے اصولوں کو پاس کر کے فراغت ہو گئی + ہارڈنبرگ کی یہ تجویز کہ کمان صرف دو طاقتوں اسٹریا اور پروشیا پر تقسیم کر دی جائے مسترد کر دی گئی اسکے بجائے یہ طے ہوا کہ مشارکت کی فوج دس دستوں میں تقسیم کی جائے جسمیں تین اسٹروی ہوں، تین پروشیائی، ایک بویرین، ایک ورٹمبرگ، سکسنی اور باڈن کا ایک دونوں ہیسے اور ریاستہائے تھورنگیا کے لیئے اور ایک ہنوور ( Hanover ) اور جرمنی زمین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے لیئے۔ اور ان سب کی کمان ایک منتخب شدہ سپہ سالار اعظم کے قبضے میں ہو + میٹرنخ نے اپنی بیوی کو ایک خط میں نہایت فخر و مباہات سے لکھا، "تمہیں اسکا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا جا اثر میری موجودگی سے مجلس پر پڑا ایک ایسا مسئلہ جو شاید کبھی اختتام کو نہ پہنچتا۔ میری موجودگی سے دو یا تین روز میں اتمام کو پہنچ گیا میری حیثیت جرمنی میں اور شاید تمام یورپ میں بھی ایک اخلاقی قوت سمجھی جاتی ہے"* +

* تذکرہ۔ جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ +

# باب چہارم

## ایکس لاشاپل کی کانگرس

افتتاح کانگرس - شہنشاہ فرانسس اور جرمنی جذبہ - الکزنڈر اول کے طرز عمل میں تبدیلی - فرانس اور بقیہ یورپ کا مصالحہ - کانگرس کی مزید کارروائیاں - میٹرنخ کا اثر - معاملات جرمنی - کوتس بو کا قتل - پروشیا میں مزید رجعت عمل ٹپلٹز ( Teplitze. ) میں فریڈرک ولیم اور میٹرنخ کی ملاقات - کارلسباڈ کی کانفرس فرامین کارلسباڈ - ریاست ہائے وسطی کا طرز عمل - روس اور انگلستان کی مداخلت - وائنا کی کانفرس - وائنا کا آخری قانون -

۵۷ آئندہ دو چار ماہ تک کوئی ایسے واقعات رونما نہیں ہوے جو میٹرنخ کی راحت اور سکون میں خلل انداز ہوتے سلاطین اور وزرا کی کانفرس ستمبر ۱۸۱۸ء کے آخر میں ایکس لاشاپل میں منعقد ہونے والی تھی - زار الکزنڈر، شہنشاہ فرانسس اور شاہ فریڈرک ولیم بنفس نفیس شریک ہونے والے تھے - انگلستان کی نمائندگی ڈیوک آف ولنگٹن اور لارڈ کاسلری کو تفویض ہوی تھی اور فرانس کی طرف سے ڈیوک رشیلیو نیابت کرنے والا تھا زار کی معیت میں نسل رود اور کاپوڈسٹریا، شاہ پروشیا کے جلو میں ہارڈنبرگ اور برنسڈورف، اور اسٹروی شاہنشاہ کا ہمرکاب میٹرنخ تھے + شاہنشاہ فرانسس سلطنت مقدس کے دار الخلافت کی سمت آرام دہ گاڑیوں میں روانہ ہوا اور نہایت خرم و احتیاط کے ساتھ ایسا راستہ اختیار کیا تھا جہاں کے باشندے شہنشاہی روایات کے پرستاروں میں تھے - اسکا سفر ایک مظفر و منصور جلوس کے مثل تھا + رائن کے نشیبی راستے پر جہاں کہیں شاہی بیڑا ساحل نوازی کرتا خاندان ہاپسبرگ ( Hapsberg ) کے پیشوا، ملوکیت جرمنی کی روایات کے وارث اور خاندان کا استقبال نہایت گرم جوشی اور تپاک سے کیا جاتا تھا ۱۸۰۶ء کی دست برداری لوگوں نے فراموش کردی تھی اور عامۃ الناس ( قیصر ) کو خوش آمدید کہتے وقت ایسے شاہ آسٹریا کی

حیثیت سے نہیں خیال کرتے تھے بلکہ اُسے قیصران روما کا جانشین خیال کرتے تھے

شہنشاہ فرانسس کا دورہ ایکس میں ۵۸

تزک و احتشام تو بس ایکس میں معراج کمال پہ پہنچ گیا - یہاں پر قدیم رسم کے موافق فرانسس روما کے تقدس مآب قیصروں کے آخری جانشین کی حیثیت سے اور ایک ایسی دنیا کا تنہا وکیہ بادشاہ ہوکر جس میں اس خطاب کو "عمومیت" حاصل نہیں ہوئی تھی شارلمین کے مقبرے پر ادائی نماز کے لیئے لایا گیا - جب وہ جھکا تو اسوقت تمام لوگوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور سب کے سب سربسجود ہو گئے، حالانکہ اُن کا پروشیائی بادشاہ جو لوتھروی فرقے کا پیرو تھا خوان حکے وسط میں استادہ تھا " اور نہایت متردد معلوم ہو رہا تھا " یہ تمام منظر گویا ایک نقش تھا اُن تعلقات کا جو مابین خاندان ہاپسبرگ اور ہوہن زولرن میں دوسرے نصف صدی تک قائم رہا +

یہ عالمگیر غلغلہ شادمانی جو شاہنشاہ فرانسس کے اعزاز میں بلند کیا گیا تھا ایک حدتک نہایت اطمینان بخش تھا + اس سے اُس اخلاقی بلند پائیگی کا پتہ چلتا تھا جو آسٹروی امرا و اراکین کا دربار جرمنی میں تھا - اب دیکھنا صرف یہ رہ گیا تھا کہ یہ جوش اور سرگرمی "مجالس یورپ میں" کہانتک قائم رہتی ہے + زار کا رویہ ایک "عددنا معلوم" کی طرح ابھی غیر متیقن تھا اور تمام مدبرین سلطنت کے توقعات اور اندازے کو ایک لمحے میں درہم برہم کرسکتا تھا - اب اسوقت میٹرنخ کے سر پر اپنے اصولوں کی تبلیغ کا وہ جنون سوار تھا جس نے آخر کار فریڈرک کو جسکو جنرم کی طوفان خیزیوں سے نکال کر تقویٰ اور خدا ترسی کے اس ورطے میں پھنسا دیا جو اس سے کسی طرح کم پرآشوب نہ تھا +

زار کا رویہ

لیکن یہ زار کا انجیلی انجمنوں کے لیئے انہاک نہ تھا جو تشویشناکیوں سے مملو تھا - گو ایک ایسی طاقت کے لیئے جو روس اور روما دونوں میں ساتھ ساتھ اپنا اثر قائم رکھنا چاہتی ہو یہ فعل ایک حدتک ترددات سے خالی نہ تھا + روسی عاملوں کی (جو تمام یورپ میں) خفیہ ریشہ دوانیاں تشویشس اور بےچینی پھیلانے لگیں - اٹلی میں بالخصوص انھوں نے شورش پسندوں کی جماعت سے سازباز کرنا شروع کر دیا تھا اور آسٹریا کے پہلو میں ہلچل ڈال دینے کے پورے منصوبے باندھے جا چکے تھے + اور آسٹریا کی تشویش اور انتشار کا خیال خود انگلستان

آخر میں ہوگیا کیونکہ میڈرڈ میں جنرل ناتی چیف کی سازشوں نے اسپین میں اس کے اقتدار کو معرض خطر میں ڈال دیا تھا اور دوسرے مقامات پر روسی ریشہ دوانیوں کی شہ پاکر اسکی (جنرل مذکور کی) حوصلہ مندیاں بحیرۂ روم میں یقینی کچھ نہ کچھ رنگ لاتیں + تقریباً دو سال تک یہ خطرہ ترقی پذیر رہا کہ زار اپنے تعلقات مجالسۂ یورپ سے منقطع کرلے گا اور بوربنس کی ریاستوں سے ساز باز کرکے وہ ایک دوسری طرز (طرق) کی بنیاد ڈالے گا جس سے تمام یورپ میں ایک دفعہ اور اضطراب پھیل جائے گا + کانفرس منعقدہ ایکس کے رویئے سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ جاتی کہ یہ خطرات کہاں تک قابل پذیرائی تھے +

۵۹ ایک طرح سے میٹرنخ پر یہ بات بہت جلد منکشف ہوگئی تھی کہ آسٹروی نقطۂ خیال سے زار کے رویئے میں امید افزا تغیر واقع ہوا تھا + کہا یہ جاتا ہے کہ روسی افواج میں افسروں کی ایک خفیہ انجمن کے انکشاف سے اسکا عقیدہ "لبرل اصول" میں بالکل متزلزل ہوگیا تھا اور اس حقیقت کا انکشاف اس مضحکہ انگیز سازش سے بہمہ جہت مکمل ہوگیا جس میں میٹرنخ کو ایکس کے راستے سے لے بھاگنے کی کوشش کی گئی تھی + اب آسٹروی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیئے میٹرنخ کو اپنے لاثانی ذاتی اقتدار کو برسر کار لانے کے لیئے راستہ صاف تھا + اور اگر ایک دفعہ بھی روس مٹھی میں آجاتا پھر آسٹریا کا تمام یورپ میں بول بالا تھا کیونکہ اسے ایک طرف تو انگلستان کی ٹوری گورنمنٹ کی ہمدردی حاصل تھی۔ دوسری طرف پروشیا گرداب انقلاب کی طرف کشاں کشاں چلا جاتا تھا اور اس پر سراسیمگی طاری ہوچکی تھی، تیسری طرف فرانس تھا جسکی نکیل حلیفوں کے ہاتھ میں تھی + اس طرح سے انقلاب کو کچل دینے کے لیئے اور اس استحکام کو استوار اور مامون رکھنے کے لیئے جو آسٹریا کی بہبودی کے لیئے ناگزیر تھا، اگر وہ (میٹرنخ) سلاطین یورپ کی متحدہ قوت کو جنبش میں لاتا تو یورپ میں کوئی ایسی طاقت نہیں رہ گئی تھی جو اسکی سد راہ ہوسکتی + لیکن ابھی ایک دوسرا خطرہ باقی رہ گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اگر انگلینڈ نے ایک علٰحدہ اور تنہا پالیسی اختیار کرنے کا خواب کبھی دیکھا تھا تو وہ اسوقت ایک مشترک خطرے کے مقابلے میں ایک متحدہ محاذ پیش کرنے کی اہمیت میں دوسری طاقتوں کا ہمنوا تھا۔

انخلائے فرانس، حلیفوں میں اسکی شمولیت، اور اگر ایسا ہو سکے تو پھر اسکی سلامت روی
کی کیا ضمانت حاصل کی جائے ایک سلسلۂ سوالات تھا جسے الکزنڈر خود ایکس میں معرض
بحث میں لانے کا ارادہ کرچکا تھا + متذکرۂ بالا پہلے دو مسائل تو آسانی سے طے پا گئے۔
میٹرنخ کی تحریک پر اکتوبر ۱۸۱۸ء کی پہلی تاریخ انخلائے فرانس کی مقرر ہوئی
۴ نومبر کو حسب معمول بادشاہ فرانس کو اس جلسے کی شرکت کی دعوت دی گئی

**فرانس کی شمولیت دول متحدہ میں**

جس میں مسائل یورپ پر رائے زنی ہونے والی تھی۔ لیکن
جس اصول پر ان مباحث کی بنیاد تھی اس پر متفق الرائے ہوجانا
کچھ آسان نہ تھا + اسٹریا جسکی پالیسی کا خلاصہ (لب لباب)
اسوقت اسکی جانب سے ہراس اور اس سے بدظنی تھی یہ معلوم کرکے نہایت پریشان
ہوا کہ زار کا مقصد اس اصول کو اتحاد اربعہ کا لباس پہنانا نہ تھا بلکہ اسکو "اتحاد مقدس"
کے اس قانون کا رنگ دینا تھا جس نے تمام اقوام کا ایک بھائی چارہ قائم کردیا تھا۔
لوگوں کا خیال تھا کہ محض صلح شومون ( Chaumont. ) کی تجدید سے
اُن حکومتوں میں رشک وعناد کی گرم بازاری ہوگی جو اتحاد اربعہ سے علٰحدہ کردی گئی تھیں۔
اور اس طرح سے تمام یورپ میں رشک ورقابت کا ایک ہنگامہ برپا ہوجائے گا
اور دو مخالف صفیں نبرد آزما ہوجائیں گی + محالفۂ مقدس کا یہ خطرناک لیکن پرشوکت اصول
اور اسکی یہ جامعیت اور وسعت نظری ایک طرف تو انقلابی شورش کو فرو کردیتی اور دوسری
طرف خود اُن حکومتوں کے رویئے کی نگراں رہتی جو اپنی قدیم پالیسی "اندرونی انتظامات
میں خودمختاری اور بیرونی معاملات میں اتحاد برائے گفتن" پر جمی ہوئی تھیں۔ اور یہی
دو خطرات ایسے تھے جن کے مقابلے اور مدافعت میں محالفۂ مقدس کی مذکورۂ بالا
دو خصوصیتیں یقیناً کامیاب ہوتیں۔ اس کو بذات خود صرف یہ خواہش تھی کہ ملکی تقسیم
جس طرح سے ۱۸۱۵ء میں طے ہوئی تھی وہ قائم رکھی جائے۔ اور اسکا وہ اقتدار تسلیم
کرلیا جائے جو صلحنامہ جات وائنا کی رو سے اُسے حاصل تھا کیونکہ دائمی امن وسکون
کی بنیاد اسی پر تھی۔ *

* "خفیہ تذکرۂ کابینہ روس" پولو ڈشوف "مراسلات تدبری" ۲، ۲۳۲۸ –

بدقسمتی سے "اس عقیدے کی پاکیزہ حقیقت" دوسری حکومتوں کے "دل میں اتر نہ سکی"، جنھوں نے اپنے دقیانوسی خیالات کو کلیجے سے لگا رکھا تھا۔ زار کے اس پراسرار رویے کو اسٹریا نے اپنے خوف اور مطلب کے رنگ میں مشاہدہ کیا۔ اس کے دماغ میں یہ عقیدہ جاگزیں تھا کہ الکزنڈر حکومت ہائے یورپ کے پورے جتھے پر دسترس حاصل کر کے خود مختار بننا چاہتا ہے اور ان کے نگہبان اور سرپرست ہونے کی آڑ میں بالآخر وہ یورپ کا حکمران بن جاتا۔ ان اشتباہات میں انگلستان بھی شریک تھا۔ جون میں بیرن ونسنٹ نے ڈیوک آف ولنگٹن کو اس امر کی اطلاع دی کہ روس مذہب کے آڑ میں ایک زبردست فوجی طاقت کی تیاری میں مصروف ہے[*] اور پھر اگر زار کی غیر متیقن سیاسی چالوں سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی انگلستان میں یہ خیال ترقی پذیر تھا اور اس کا موئد کابینہ میں خود جارج کیننگ تھا کہ ایک ایسے معاہدے میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے جس میں بین الاقوامی مداخلت کا جواز تسلیم کر لیا گیا تھا، کیونکہ اس سے برطانیہ عظمیٰ کی آزادی اور بالخصوص اقتدار کارفرمائی کو صدمہ پہنچنے والا تھا۔ گو کاسلری کا یہ ایمان تھا کہ مجالسہ یورپ کے استحکام پر یورپ کی عافیت کا دار و مدار ہے۔ لیکن مذکورۂ بالا آخری صورت میں حکومت برطانیہ پارلیمنٹ کی جوابدہ تھی اور یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس پر انگلستان کے رویے کا انحصار ہونا چاہیئے۔ انگریزی مدبر کے سامنے ایک ایسے محالفے کے قبول کرنے کا مسئلہ تھا جو ایک قطعی اور نہایت واضح مقصد کے حصول کے لیئے ایک مشترک پالیسی وضع کرتا تھا۔ وہ ایک ایسے بین الاقوامی نظام کا کسی طرح سے موئد نہیں ہو سکتا تھا جسکی بنیاد ایسے اصول پر رکھی گئی ہو جو بجائے خود موہوم ہو اور جس میں "کھینچے تاننے" کی بے حد گنجائش ہو۔ زار کی تحریک پر اس نے جواب دیا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شرکت سے "محالفے" کی اخلاقی قوت کمزور ہو جائے گی اور میٹرنخ کا ہمزبان ہو کر اس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ محالفۂ اربعہ پھر زندہ کیا جائے۔ اور فرانس کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے۔ الکزنڈر بجائے خود مجالسے میں

---

[*] باتھرسٹ بنام کاسلری۔ "مراسلات کاسلری" سلسلہ ۳-۳، ۶۰۔

فرانس کی شرکت کا مخالف تھا تاوقتیکہ وہ (فرانس) اپنے اندرونی دروبست اور حکومت کے امن واستحکام کی "معقول" ضمانت نہ دے سکے اور بہر صورت وہ اس بات پر زور دیتا تھا۔ اور وہ ایسا کرنے پر حق بجانب بھی تھا کہ فرانس کو کس طرح سے ایک ایسے محالفے میں شریک ہونے کی دعوت دی جاسکتی تھی جو خود اسکے خلاف کھڑا کیا گیا تھا + اب یہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شرکت اس کے لیئے وہ کہتا تھا کہ ان کی صلاح اور رائے کم سے کم ان معاملات میں تو ضرور لینی چاہیئے جن کا اثر خود اُن پر پڑتا تھا۔ ان تمام کشاکش کا کیا نتیجہ ہوا؟۔ ایک طرح کا من سمجھوتہ!

**۱۵ نومبر ۱۸۱۸ئہ کے معاہدے**

۱۵ نومبر ۱۸۱۸ئہ کو دو دستاویزوں پر دستخط کیئے گئے۔ پہلا تو صرف ایک مسودہ تھا جسکی رو سے "محالفۂ اربعہ" از سر نو زندہ کیا گیا تھا اور دستخط کرنے والی حکومتوں کو اس امر کا اختیار تفویض کیا گیا تھا کہ اگر فرانس میں پھر کوئی بدنظمی ہو تو وہ فوجی نقل وحرکت کے مختار ہیں ٭٭ دوسرا ایک اعلان تھا جس میں شرکت کی دعوت فرانس کو دی گئی تھی۔ اس میں حکومتوں کا یہ ارادہ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ ان برادرانہ تعلقات سے کوئی مزاحمت نہ کریں گے جو عیسائی حکومتوں کے "بھائی چارہ" سے قائم ہوگئے تھے + اعلان مذکور نے اس محالفے کا مقصد امن وعافیت کا تحفظ بربنائے صلحنامہ جات ظاہر کیا اور آخر میں اس امر پر زور دیا تھا کہ دوسری ریاستوں کے معاملات کے متعلق جب تک کہ وہ خود خواہش نہ ظاہر کریں کسی قسم کے "جزوی اتحاد" کی بنیاد نہ ڈالی جائے اور اگر انھیں اتفاق ہو تو ان کو شرکت کا بھی استحقاق حاصل ہوگا ٭　　۶۲

محالفۂ مقدس کی "شفاف روح" کو گوشت و پوست سے ملبوس کرنے کے آج تک جتنے مساعی عمل میں آئے ان میں یہ صلح نامہ سب سے زیادہ اہم اور وقیع تھا + اب دیکھنا صرف یہ تھا کہ اس میں حس حیات کہاں تک پیدا کی جاسکتی ہے۔

---

٭٭ اسکے تمام شرائط کی اطلاع لوئی ۱۸ اور رشیلیو کو دیدی گئی تھی + مکمل عبارت "مراسلات ولینگٹن" (ضمیمہ) (۱۲، ۸۳۵) میں ہے +

٭ ہرسلٹ ۱، ۵۷۱ +

بہر حال جن لوگوں کو زار کے دلفریب خواب کے نفاذ سے بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں ان کے لئے کانفرنس منعقدہ ایکس کے نتائج یاس افزا ثابت ہوئے۔ دنیا میں آج تک کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جا سکا جو شاہی "بھائیوں" کو بھی دست وگریباں ہونے سے روک سکے۔ اور چونکہ کانفرنس کو یورپ کے تمام مسائل پر بحث مباحثہ کرنے میں مطلق پس وپیش نہ تھا اس لئے مخالفت اور ناموافقت کے اسباب میں بھی فراوانی رہی۔ ایک شاذ متفق اللسانی صرف نظریات کے اختراع اور انکشاف تک محدود تھی یا چند ایسے ممکن العمل مسائل بھی واجب التسلیم ہو سکتے تھے جن میں موافقت کرنے کی ضرورت تھی اور جسکی روشن مثال فرانس سے حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن جہاں کہیں خطرے کی اہمیت زیادہ نہیں محسوس کی جاتی تھی وہاں باوجود اسکے کہ مشترک مقاصد پیش نظر تھے، مشترک مساعی کا فقدان تھا۔ شمالی افریقہ کے بحری ڈاکو امن وسکون میں مخل تو تھے ہی ان کے نام سے تمام یورپ رعشہ براندام تھا۔ افریقہ کے شمالی ساحل سے جو ان کا گہوارہ تھا، نکل کر وہ بحیرۂ روم اور اس سے پرے تمام چپے چپے کو چھان ڈالتے تھے، جتنے کہ

**باربری کے بحری ڈاکو اور بردہ فروشی**

خراج رہزنی دریائے نائیبر میں وصول کرتے اور دریائے البے کے دہانے پر جرمنوں کے اسباب تجارت کی فکر میں تاک لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ ۱۸۱۴ء میں آسٹریا نے مجبور ہو کر اپنی تجارت کو عثمانی پرچم کے دامن عافیت میں دیدیا تھا۔ دوسری طرف پروشیا اور جرمنی کے دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستیں جنھیں کچھ بھی بحری تجارتی طاقت حاصل تھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہایت بیکسانہ اور شرمناک طریقے سے ان کی غارتگری کو دیکھتی تھیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تھی۔ روس کی معیت میں پروشیا نے یہ تجویز پیش کی کہ اس بے ہنگامی کا تدارک کرنا چاہیئے۔ لیکن اس مساعی مشترک سے روسی بیڑے کا بحیرۂ روم میں داخل ہونا ناگزیر تھا۔ انگلستان نے اسکی مخالفت کی اور یہ تجویز مسترد ہوگئی۔ یہی انجام انگلستان کی اس تجویز کا ہوا جو اس نے غلامی کی تجارت کے خلاف پیش کی تھی۔ وائنا کی کانگریس نے اصولاً اس قسم کے کاروبار پر نفرین کی تھی لیکن ابتک اسکا انسداد یوں نہیں ہو سکا تھا کہ ان جہازوں کی گرفتاری جو اس قسم کی تجارت کے ذمہ دار تھے ناممکن تھی، انگلستان نے یہ تجویز

صفحہ (۶۳)

پیش کی کہ اس کے جنگی بیڑوں کو تمام سمندروں میں ہمیشہ جہازوں کی تلاشی لینے کا حق تفویض کر دیا جائے۔ لیکن دوسری حکومتوں کو اس پر حق بجانب اعتراض ہوا اور بعض نے تو اشارۃً کنایۃً یہاں تک کہدیا کہ یہ دغاباز جزیرہ اپنے ہمعصروں کی تجارت میں روڑے اٹکاتا ہے* زار نے ایک دوسری تجویز پیش کی۔ لیکن اسکا بھی یہی انجام ہوا اور یہ مسئلہ ایکس میں طے ہو سکا ؛

گو ان فروعات میں حکومتیں ایک دوسرے کے ہم خیال نہ ہو سکیں لیکن انھوں نے یہ البتہ ظاہر کر دیا کہ ان کی خودسری ایک امر مسلمہ بن چکی ہے + کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا حلقۂ اقتدار یورپ کے دائرے سے بھی وسیع تر ہو کر رہے گا۔ پریسیڈنٹ منرو کا اہتمام بالشان پیغام " امریکہ برائے امریکن" اب تک دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا گیا تھا۔ اسپین اور اسکی نو آبادیوں میں جو تنازعہ اٹھ کھڑا ہونے والا تھا اس میں کانگریس مداخلت کرنے سے یوں معذور ہو گئی کہ خود حکومتوں کے متضاد آرا اور اعتراض ایک دوسرے کے منافی تھے۔ اور اس تلخ حقیقت کا انکشاف اس سوال کے پیدا ہوتے ہی ہو گیا تھا لیکن خود یورپ میں بھی حلیفوں کے فیصلوں کو بغیر حرف شکایت زبان پر لائے ہوئے تسلیم نہیں کرتے تھے + اسوقت سویڈن اور ڈنمارک میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور موخرالذکر ناروے کے باغیوں کو برابر شہ دے رہا تھا اور حکومتوں نے برنا ڈوٹ شاہ سویڈن کو صلح نامہ کیل کی شرائط کے خلاف بطور انتقام عمل پیرا ہونے پر ڈانٹ بتائی تھی + بادشاہ نے سر تسلیم خم کر دیا لیکن اس نے شاہ فرانسس کے پاس ایک خط بھیجا جس میں دوسرے درجے کی طاقتوں کی طرف سے حکومتوں کے خودسرانہ اور جابرانہ رویے کی شکایت کی تھی ؛

**حکومتیں اور ریاستہائے جرمنی** معاملات جرمنی میں موخرالذکر کی مداخلت حسب منشاء قانون منتفقہ جسکے موثر بنانے کے لئے یورپ ذمہ دار تھا کچھ زیادہ قابل اعتراض نہ تھی ور " مشارکت دریائے رائن " کے قدیم حکمران

---

* ہارٹینس (۳، ۲۹۹) میں " تذکرۂ کاپو ویسٹریا دیکھا جائے + ہر جگہ انگلستان کی خودغرضی اور ہر امر کو تجارتی معیار پر اندازہ کرنے کا ذکر ہے +

اس اتحاد میں بطور خود مختار حکمرانوں کے شریک ہوئے تھے اور اپنی اس حیثیت کے
تحفظ کے خیال سے اُنھوں نے خود کانگرس میں اپیل کی، کیونکہ یہی ایک طاقت تھی
۶۴
جس کے اُن اختیارات کو جن سے ان کے رتبے اور حیثیت کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ یہ تسلیم
کرتے تھے۔ والیٔ ہیسی نے اپنے بادشاہ بنائے جانے کے لئے دول کو عرضی
دی۔ لیکن جب اُنھوں نے اسے بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے
اس خطاب (یعنی ”الکٹر“) کو اپنا طرۂ امتیاز بنایا جو سلطنت مقدس کے زوال کے
بعد بالکل بے معنی ہو گیا تھا، سابق حکمران شاہزادے جو ان زیادتیوں پر نالاں تھے
حکومتوں کی بارگاہ اجابت میں فریادی ہوئے تو باڈن اور ہیسی کے حکمرانوں کو
ہدایت ہوئی کہ وہ ان سے پہلے سے اچھا برتاؤ کیا کریں + سب سے اہم مسئلہ
حکومت باڈن کی جانشینی کا تھا جو کسی وقت میں اتنا نازک ہو گیا تھا کہ تمام جرمنی
میں خانہ جنگی کی گرم بازاری ناگزیر معلوم ہوتی تھی اور جو اب تک امن و سکون کا منافی معلوم
ہوتا تھا۔ لیکن زار کے ایما اور اثر سے ہوخنبرگ کے کاؤنٹوں کے موافق
فیصل ہو گیا۔ اُن تمام مسائل کے تصفیے کے لئے جو ملکی مقبوضات کے متعلق تھے
فرانکفورٹ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور بالآخر ہر چہار حکومت کا دستخطی صلحنامہ
۲۰ جولائی ۱۸۱۹ء کو تیار ہوا + اور سلاطین یورپ نے بویریا کے اعتراضات و شکایات
کو نظر انداز کر دیا +

حکومت ہائے جلیلہ نے آج تک نہ تو پہلے کبھی ایسا متحدہ محاذ مقابلے
کے لئے پیش کیا تھا اور نہ پھر اس کے بعد کبھی ایسا کیا + اب تک جب کبھی وہ کسی امر پر
متفق الرائے ہوتے تھے تو امن یورپ کے تحفظ کے لئے ان کے جملہ مساعی نہایت
سچے اور مخلصانہ ہوتے تھے، لیکن میٹرنخ کو یہ گوارا نہ تھا کہ معاملات بس انھیں تک
رہ جائیں + اس نے خیال کیا کہ اس سے زیادہ مبارک ساعت تمام طاقتوں کو متحد
کر کے اپنی دیرینہ آرزو انقلاب فرانس کو کچل دینے کے لئے پھر کبھی حاصل نہیں
ہو سکتی + وقت اب آ گیا تھا کیونکہ الگزنڈر ہی صرف سخت کوشی اور دراز دستی کا مخالف
رہتا تھا اور اب اسے اس امر کا احساس ہونے لگا تھا کہ خوفناک تحریکیں خصوصاً جرمنی میں
برسرکار تھیں + کانگرس کی نشست کے دوران ہی میں اس نے اپنے جلو کے ایک نوخیز

ا: ۔ ۔ وہ انہیں سے مسمی استوروزا کو جرمنی کی حالت پر ایک رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا۔ نتیجہ ایک پمفلٹ تھا جسمیں جرمنی کی یونیورسٹیوں کو انقلابی شورانگیزیوں کا گہوارہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اسکی اشاعت نے جرمنی میں ایک طوفان تنفر بپا کر دیا اور کوٹسبیو ایک اخبار نویس نے جسکے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ محکمہ خارجہ روس کے (۶۵) سلک ملازمت میں تھا، یہ مشہور کر کے کہ یہ خیال خود زار کا تھا اور قیامت مچادی۔ ''جرمن انجمن ہائے طلبا'' کا جوش اشتعال روس کے خلاف اور بھڑک گیا۔ میٹرنخ کو اس شورش کا مطلق خیال نہیں ہوا اور گو وہ اُسے بذات خود خطرناک سمجھتا تھا، لیکن وہ اس امر کا بھی قائل تھا کہ اس سے زار میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ انقلابی نقطۂ نظر سے ممکن ہے کہ زار کے دماغ میں جرمنی کے معاملات میں مداخلت کرنے کا خیال زیادہ راسخ پیدا ہوا ہو، لیکن کم سے کم یہ تو ہوا کہ اب اسٹریا کو روس کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ نہ تھا۔

اس طرح سے اسٹروی نقطۂ نظر سے جو جلسہ ایکس میں منعقد ہوا تھا وہ ہر طرح سے مکمل اور کامیاب نہیں تھا۔ ایک یادداشت میں جو پرنس میٹرنخ کے پاس بھیجی گئی تھی گینٹس نے اس کانفرنس کے مادی اور اخلاقی نتائج کا نہایت فخر ومباہات سے تذکرہ کیا ہے۔ ان سب سے زیادہ مہتم بالشان حکومتوں کی وہ ایثار نفسی تھی جس سے مخالفۂ یورپ کا شیرازہ بکھرتے بکھرتے رُک گیا اور وہ ''حقیقی متبرک مخالفہ جسکا مخالفۂ مقدس محض ایک نامکمل نمونہ تھا'' اب بھی طوفان حوادث کے لیے ایک ''نہایت زبردست اور گرانقدر لنگر'' ثابت ہوا۔ میٹرنخ نے اپنی خوشی کا اظہار اس سے مختصر الفاظ میں کیا لیکن جوش مسرت میں کوئی کمی نہ تھی۔

**پرنس میٹرنخ اور اسکی پالیسی**

ایکس سے اس نے لکھا کہ ''میں نے اس سے زیادہ مختصر اور دلچسپ کانفرنس اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی''۔ اُس کے پاس اس طمانیت کے کافی وجوہ موجود تھے کیونکہ جس روز ایکس میں کانفرنس منعقد ہوئی ہے اُسی روز اسکی عظمت کا سکہ تمام یورپ کے دلپر بیٹھ گیا۔ حاسد مدبرین سلطنت وائنا کے اس ''والائی لامہ'' کا مذاق اڑالیں، اسے پالش کی ہوئی خاکستر کہدیں، اسکے ان پاکیزہ اور ٹکسالی جملوں پر ہنس لیں جو یہ بعض اوقات معمولی

خیالات کی پردہ پوشی کے لیئے استعمال کرتا تھا۔ لیکن یہ تو ایک حقیقت
تھی کہ یہی ٹکسالی جملے یورپ کی عظیم الشان بارگاہ حکومت میں ایک زبردست اور
کبھی نہ چوکنے والے سیاسی دماغ کے نصوص اور الہامات تصور کیئے جاتے تھے
اور جب تک زاویہ نشینان حرم کی عقیدت مند گردنیں جھکی رہتیں یہ ملہم سیاسی
اُن قلیل التعداد متشککین کو نظر انداز کر سکتا تھا جو اس کے دائرۂ عقیدت سے
باہر تھے + بعد کی آنے والی نسلوں نے پرنس میٹرنخ کے حق میں جو فیصلہ صادر
کیا ہے اور جس پر اُن اثرات کا رنگ غالب ہے جنکی مدافعت کے لیئے اپنی تمام
زندگی وقف کر دی تھی، اس میں انصاف اور حق پژوہی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ
وہ بسمارک کی طرح ایک عظیم الشان ہیجان ملی کا ثمرہ نہ تھا اور جیسا خود اسکے سیاسی
عقیدے سے ظاہر ہوتا ہے اس نے کبھی اس امر کا دعوے کیا کہ وہ اس زمانے
کے ان رجحانات کا صحیح اندازہ لگا سکتا تھا جو حجابات گوناگوں میں مستور تھے
اور جن کی رہنمائی کا وہ دعویدار تھا۔ وہ اس عصر کے آستانے پر تھا جسکی مادّی اور ذہنی
بالیدگی لاثانی تھی۔ اُسے اس امر کا یقین تھا کہ اسکا قرعہ فال ایسے زمانے میں نکلا تھا
جو روبہ انحطاط تھا اور جسکی قسمت میں زوال پذیر مجالس اور جماعتوں کو محض سہارا دینا ہے + اسکی
سیاسی چالوں میں بھی کسی زبردست دل و دماغ کی جھلک نہیں پائی جاتی نپولین کی
رائے اس کے متعلق یہ تھی کہ وہ غلطی سے سازش کو سیاست سمجھتا تھا۔ اور گو تو شے
(جسکی اہلیت بحیثیت ایک صائب الرائے جج کے مسلم الثبوت ہے) کا فیصلہ یہ ہے کہ
اس میں ایک سراغ رسانی کی طرح سے دوسروں کی کمزوریوں اور عیبوں کو
تاڑ لینے کا خصوصیت کے ساتھ ملکہ ہے تاہم رالن کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ
یہ مثل ایک ایسے مدبّر کے تھا جسکے اصول ایک ہفتے سے زیادہ قائم نہیں رہتے تھے
اور جو اپنے مقاصد اور طرق عمل کو ہر لمحہ تبدیل کرنے کو تیار رہتا خواہ اسکے اس فعل
سے راستی اور علو النفسی کا خون ہی کیوں نہ ہوتا ہو + وہ "ابن الوقت" تھا اس میں
تو کوئی کلام نہیں اور غالباً اسکی زندگی کی سب سے بڑی فروگزاشت یہی تھی کہ وہ اسے
بھی پابندی کے ساتھ نباہ نہ سکا + وہ کسی نازک موقع پر دنیا کے امن و عافیت کو
مصئون و مامون رکھنے کے لیئے اگر کسی ہنگامی مصلحت کی بنا پر کوئی طرز عمل

صفحہ (۶۶)

اختیار بھی کرتا تھا تو وہ پھر اسے تدبیر سیاست کا ایک مستقل اصول قرار دیدیتا تھا اور اس طرح سے وہ محض اصول پرستی ( Doctri Mairisen ) کے اُن نقائص کا شکار ہو جاتا تھا جسے وہ دوسروں میں دیکھتا تو نفرین کرتا تھا - اور اس طرح سے گو میٹرنخ کے خیالات بیشتر محدود اور اسکی توقعات حزن انگیز تھیں وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے کو مختلف حالات اور واقعات کے موافق بنالیتا تھا اور پھر انھیں نہایت جرأت کے ساتھ انجام کو پہنچاتا تھا + جسوقت آسٹریا شہنشاہی فرانس سے دست و گریبان تھا اور اسکی قسمت کے اُن لمحات کا انتظار تھا جب آخری فیصلہ سنایا جاتا ہے جب ہر شخص متنزلزل تھا اور مایوس تھا اور اسے بات کی کوشش کرتا تھا کہ اس کشاکش اور الجھن سے کسی طرح گلو خلاصی ہو جاتی اُسوقت اسی کا کام تھا کہ اس نے آسٹریا کے رویئے میں طاقت اور صلابت پیدا کردی اور جس نے اُسے اس قابل بنا دیا کہ وہ اس بات پر فخر کرتا کہ وہ نپولین کو مغلوب کر سکا ایک خستہ اور ڈرپوک نسل کے لیئے اسکی ہستی ناگزیر تھی اور یہ اسکی بدقسمتی تھی کہ اس نے اسوقت وفات پائی جب اُسکا طرز عمل بے کار ہو چکا تھا اور اس حقیقت کو محسوس نہ کر سکا کہ جب خود اس پر کہولت طاری ہو رہی تھی اسوقت دنیا اپنے عنفوان شباب کی طرف رجعت کر رہی تھی + باوجود ان کمزوریوں کے آسٹریا کی زمام سلطنت ۳۵ سال تک اسکے ہاتھوں میں رہی اور تقریباً اس مدت مدید کے نصف زمانے تک یورپ کے مجالس میں عملاً سب پر بھاری رہا + اس یورپ نے (جسکی گزشتہ عظمت کو از سر نو حاصل کرنے کا وہ طویل زمانۂ امن و عافیت ذمہ دار تھا جو اسکی قابلیت سے میسر آیا تھا) اس پر اپنا فیصلہ صادر کیا ہے - اور "دو عملی شاہی" کے زیر اقتدار جب آسٹریا ۵۰ سال تک تجربات آئینی سے بہرہ اندوز ہو چکے گا اسوقت باشندگان آسٹریا کو اسے مطعون کرنے کا موقع ہاتھ لگے گا + *

میٹرنخ کی پالیسی کا اصلی معلم خود آسٹریا کی ضروریات تھیں + سیاسی طاقتوں کو متحرک کرنے سے شہنشاہی ہاپسبرگ (جسکا توازن ابھی بالکل قائم نہیں ہوا تھا)

صفحہ (۶۷)

* "پرنس میٹرنخ اور اسکا خارجی طرز عمل" مصنف ڈیمے بِرِچ +

کسی وقت عدم آباد پہنچ سکتی تھی)، اور آسٹریائی نقطۂ نظر سے یہ پالیسی سب سے زیادہ ضروری تھی کہ جس طرح سے ممکن ہو سکے معاملات اس طرح سے طے کیے جائیں کہ تمام حالات بالکل ویسے ہی رہیں جیسے جنگ سے قبل تھے۔ اور یہ تمام مساعی ان تشویشناک شورشوں سے خطرے میں پڑ جاتی تھیں جو آسٹریا کے سرحدی اضلاع کے باہر بالعموم اور خود جرمنی میں خصوصیت کے ساتھ روبہ ترقی تھیں میٹرنخ کے نزدیک وہ انقلاب جو جرمنی میں ہوتا کہیں زیادہ تشویشناک تھا بہ نسبت اس انقلاب کے جو فرانس میں رونما ہوا۔ اسکا مقولہ تھا "فرانسیسی آزادی کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں"، اور وہ وقت بہت نازک ہوگا جب اہالیان جرمنی اپنے جوش کے ساتھ استقلال کو بھی بر سر کار لائیں گے اور جرمنی میں اس آزادی کی تحریک کا سد باب کرنا ہی اسکی پالیسی کا مقصد اولیں تھا۔ یہ اگر ایک دفعہ حاصل ہو جاے پھر اسے امید تھی کہ "مشارکت جرمنی" جو مدافعت کے لیے کافی مضبوط تھا اور جارحانہ کارروائیوں کے لیے کمزور تھا، آسٹریا کے سرکردگی میں، تمام دنیا کی عافیت اور سکون کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک نہایت زبردست مدافعانہ جماعت ہوگی* اسکی مجلس مشارکت ایک قسم کی بین الاقوامی عدالت العالیہ ہوگی جو اف یورپ سے نظام و امن و عافیت کے نگہداشت کرسکے گی۔

خود جرمنی میں اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیے اسباب نہایت موافق تھے۔ وارٹنبرگ میں ہم تفریح کا جو افسوسناک قصہ پیش آیا تھا اس کے صدمے سے وہ ابتک نجات حاصل نہ کر سکا تھا، اور وہ ایک قسم کے روز افزوں چڑچڑے پن سے موعودہ آئین کا تذکرہ سنا کرتا تھا۔ یہ ابتک مسترد نہیں ہوا تھا۔ لیکن اسکی زندگی کا مدار ہارڈنبرگ پر تھا جسے گو تاج کے ایک قدیم غمخوار ہونے کی وجہ سے بادشاہ اب بھی وابستگان دامن میں سے سمجھتا تھا لیکن اسکا اثر و اقتدار ایک بڑی حد تک زائل ہو چکا تھا اور وہ ۱۸۱۹ء کی ابتدا میں کہولت کی وجہ سے بہت سے عہدوں سے محروم بھی کر دیا گیا۔ صفحہ (۹۸)

**پروشیا اور جرمنی میں لبرل تحریکات**

اسکی جگہ پر وزارت خارجہ میں کونٹ برنسٹورف آیا جو ڈنمارک کا سفیر بھی رہ چکا تھا اور روس کا قدیم دوست۔ زارا اور میٹرنخ میں

---

* گروینس ۱، ۳۰۴۔

صفحہ (۹۸)

اریکس میں جو روابط قائم ہوگئے تھے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے آسٹریا کے لیئے
یہ ایک ذریعہ طاقت حاصل کرنے کا ہوگیا اور ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ الگزنڈر نے
پروشوی وزیر ہارڈنگن سٹائن کی اس خواہش کو کہ وہ فریڈرک ولیم پر زور ڈالکر اُسے
کسی جابرانہ طریق پر عمل پیرا ہونے کے لیئے آمادہ کرے اس بنا پر نامنظور کر دیا
تھا کہ یہ اس اصول کے منافی تھا جسکی رو سے دوسری ریاستوں کے اندرونی
معاملات میں دست اندازی کرنا ناروا تھا، اب دوبارہ دربار وائنا کی
خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل کرنے کے لیئے
راضی ہوگیا۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ دربار جرمنی میں اس امر کی سلسلہ جنبانی کے لیئے
تیار ہوگیا کہ انقلاب انگیز شورشوں کو عالمگیر ہونے سے روکا جائے لیکن
فی الحقیقت فریڈرک ولیم کو اس طرح سے مجبور کرنے کی ضرورت نہ تھی
اور اگر اسے اپنی حریت پسندی کے ناموزوں اور بےموقع ہونے میں کبھی شک
بھی ہوا ہو تو خود احرار کی حماقتوں نے اُسے ہمیشہ کے لیئے فنا کر دیا اور شاید
یہ مثل کہ جن کو خدا غارت کرنا چاہتا ہے انھیں پہلے مختورالعقل کر دیتا
ہے۔ کبھی اتنی صادق نہیں آئی جتنی کہ اس زمانے میں جرمن لبرل جماعت
پر ہے کم و کاست صحیح اتری ہے اگر طلب کے مظاہرہ محشر زا سے
ارباب بست و کشاد ڈرتے تھے تو جنوب میں تجربات دستوری کے نتائج نے اس مقصد اولین
کو ملوث کر دیا جسکے خلاف یہ مظاہرے کیئے گئے تھے + ورٹمبرگ میں طبقات مجتمعہ
اور تاج میں جو مناقشے رونما ہوئے اُن کا تذکرہ ہو چکا ہے + باڈن میں بھی
معاملات کچھ روبہ اصلاح نہ تھے، اُن نمائندوں نے جن کی پیش نظر روایات کا
کوئی نصب العین نہ تھا اپنے رویہ کو ۱۷۸۹ء کے "جمعیت قومی" کے مطابق کر دیا +
مجلس کے اندر انھوں نے کوئی خطاب یا القاب قائم نہ رکھا اور اسکی توجیہہ یہ بتلائی
کہ "نمائندۂ عامۃ الناس" کے خطاب سے بڑھ کر کون شخص معزز ہو سکتا ہے۔
اُنھوں نے شاہی خاندان کا وظیفہ یا وثیقہ بھی مختصر کر دیا + اور یہ باڈن کی پرستاری
سے کچھ ایسے مسحور ہوئے کہ جرمنی کے مشارکتی دستور سے آخر ٹکرا ہی گئے۔
اور جب وزیر لیبن اسٹائن ( Minister Liebenstein ) نے

یہ اعلان کیا ہے کہ جرمن مجلس مشارکت کا فیصلہ باڈن میں اسوقت تک قابل التسلیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ قومی مجلس اس کو منظور نہ کرلے۔ اسوقت ان نمائندوں کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسی لب ولہجے میں مباحثے کا سلسلہ کچھ ایسا چھڑا کہ گرینڈ ڈیوک آخر کار اکتا گیا اور ۲۸ جولائی کو اُس نے ایوان کو ایک نامعلوم مدت تک کے لیئے بند کر دیا۔ اس نے گو تین ماہ تک ایک طوفان تکلم برپا کر رکھا لیکن ایک قانون بھی وضع نکر سکا۔ بویریائی پارلیمنٹ میں بھی اصول پرست حُرّیت عروج پر تھی اور انتہا تو اُسوقت ہوگئی جب مجلس نے افواج سے دستور کی حمایت میں حلف اٹھانے کا مطالبہ کیا۔ اٹلی میں فوجی سازشوں کی افواہ سن کر اور یہ خیال کر کے کہ شاید جنوبی جرمنی بھی اسی اکھاڑے میں اتر نہ آئے میکس جوزف نے آسٹریا اور پروشیا سے اُس پارلیمنٹ کے خلاف امداد طلب کی جسکی بنیاد خود اُس نے رکھی تھی۔ پروشیا نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا اور معاملات کسی نہ کسی طرح سے رفت گزشت ہوگئے۔ لیکن فریڈرک ولیم پر اسوقت جو حالت طاری تھی اور جسکی آنکھوں کے سامنے ورٹمبرگ اور باڈن کے واقعات کا جو ہولناک منظر موجود تھا اس کا یہی اقتضا تھا کہ وہ اس سے متاثر ہوتا جیسا کہ فی الواقع ہو کر رہا۔ میٹرنخ کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیئے ہزاروں دلائل اور براہین سے وہ نہیں ہوسکتا جو ایک بالکل لغو جرم کے ارتکاب سے ظہور پذیر ہوا ؛

**کوٹسبوئے کا قتل** کوٹسبوئے شاعر اور رسالہ نویس تھا اور اپنی اس ہمدردی کی بنا پر جو اسے روس سے تھی اور جسے وہ ببانگ دہل ظاہر کرتا تھا بہت بدنام تھا۔ آخر کار کارل سینڈ نامی ایک پرجوش لیکن سادہ لوح طالب علم کے ہاتھ سے مقتول ہوا جس نے اس قتل سے پہلے ادعیہ و عبادت اور حصول بشارہ ربانی کے ذریعے سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس جرم کو اپنا مذہبی فرض تصور کرتا ہے۔ خود اس جرم سے زیادہ وہ تشویشناک حالت تھی جو اس واقعے کے رونما ہونے سے جرمنی میں عامۃ الناس کے قلب و دماغ پر مستولی تھی ؛

تعلیم یافتہ گروہ کی ایک بڑی جماعت نے قاتل کی نیت کو پسندیدگی کی

صفحہ (۶۹)

نظر سے دیکھا لیکن خود اس واقعے کو قابل نفرین سمجھا۔ البتہ ان لوگوں کی جماعت میں جن سے یہ امید نہ تھی، ایسے لوگ کم نہ تھے کہ جن کا خیال تھا کہ خود نیت کی پاکیزگی سے جرم جرم نہیں رہ گیا۔ ایک واعظ ڈیویٹ نے قاتل کی ماں کو جو خط لکھا تھا اس میں یوں رقمطراز ہے "چونکہ وہ اسے اچھا سمجھتا تھا اس لیئے جو کچھ اس نے کیا اچھا ہی کیا، اس مقدس اور معصوم نوجوان نے جس نیت سے یہ کیا ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اچھے دن اب دور نہیں رہ گئے ہیں"

جہاں پر ایسے ایسے ذمہ دار لوگ بھی تعصب کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہوں وہاں یہ کس طرح سے امید کیجا سکتی تھی کہ انجمن ہائے طلبا کے محبان وطن عقل سلیم کے بارگراں کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ طلباء نے سینڈ کو ارسٹوگیٹون - ہارموڈیوس - بروٹس اور دیگر ایسے مشاہیر کی صف میں جگہ دی جو جابر حکمرانوں سے نجات دلانے والے مانے جاتے ہیں۔ ۲۰ مئی ۱۸۲۰ء کو جب اسے اپنے جرم کی پاداش ملی اسوقت اس کے حلقہ بگوشوں نے اس واقعے کی یادگار میں نہایت ہمدردانہ مظاہرے کیئے یہانتک کہ وہ مقام جہاں وہ قتل کیا گیا تھا۔ (بہ تشبیہ مسیح) "جائے صعود" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

یہ نہیں امید کیجا سکتی تھی کہ جرمنی کی حکومتیں کسی ایسی کیفیت دماغی کے پر مذاق پہلو کو دیکھ سکیں گی جس سے کوتسبوے - پولیوس قیصر ہم پلہ نظر آنے لگیں۔ اور اسوقت جب کہ غور و فکر کا توازن متزلزل حالت میں تھا سینڈ کے اس جرم کی خبر ایک بم کے گولے کے پھٹنے کے برابر تھی اور اس بھگدڑ نے ایک اور نازک صورت اسوقت اختیار کر لی جب ایک ناگزیر "نقال" نے ایک دوسرے ذی رتبہ افسر کی جان پر حملہ کیا۔ برلن میں ایک عرصے کے لیئے ہارڈنبرگ کے، دستور سازی، میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ ہارڈنبرگ جو اپنے عہد سے پر "کہن سالگی کی ضد" کے ساتھ چمٹا ہوا تھا خود سیلاب کے ساتھ بہ گیا۔ ۱۳ مئی کو فریڈرک ولیم پولس کے اختیارات وسیع اور "سیاسی سرغناؤں" کو قانونی شکنجوں میں لانے کے لیئے پے در پے چند احکامات نافذ کیئے اور اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیدیا کہ

تمام پروشوی طالب علم ییے نا کے دارالعلوم کو خالی کردیں کیونکہ بہر نوع یہی انقلابی شورشوں کا مرکز تھا اور بجاے اُن انتظامات کے جو یان نے جمناسٹک کو مقبول عام بنانے کے لیئے کیئے تھے اور جنہیں اس نے مسترد کردیا تھا، اس نے جمناسٹک کے اس نظام کو بھی نامنظور کردیا جو خود اسکی وزارت نے تجویز کیا تھا اور آخر میں برنسٹارف کو آسٹروی وزیر کونٹ تسی شی کے ساتھ ملکر، مجلس مشارکت میں ایسی غیر معمولی تجاویز پیش کرنے کے اختیارات تفویض کردیئے تھے جس سے تمام حکومتہاے جرمنی کو کسی انقلابی خطرے کے رونما ہوجانے سے ایک سعی مشترک کا موقع ملجاتا۔ کامتس وزیر پولس کے زیر اثر (جسکا محبوب ترین شغل تفسیح سراغیوں کا شکار کرنا تھا) پروشیا میں عہد ہول انگیز کا دور دورہ ہوگیا۔ پھر سے پھر بہانہ بھی اگر سزا دیدینے کے لیئے نہیں تو حراست میں لے لینے کے لیئے کافی تھا۔ شہرت یا خدمت، کوئی چیز بھی ظلم وستم کو روک نہیں سکتی تھی۔ "جنگ آزادی" کا شاعر آرنٹ جسکی پرجوش رزمیہ نظموں نے، جو نپولین کے طوق وسلاسل کو قوم کے فگار ہاتھ پاؤں سے لکالنے کی ذمہ دار تھیں، محض اس بنا پر ماخوذ ہوگیا کہ اس نے خود حکومت کے حکم سے ایک کتاب لکھی تھی اور ایک تحریر کی بنا پر پادریوں کے قتل کا خواہاں پایا گیا۔ اور یہی تحریر بالآخر خود بادشاہ کے دست خاص کی لکھی ہوی ثابت ہوی اور جو اس حکم کے حاشیئے پر موجود تھی اور اس میں تمام عاقل وبالغ شہریوں کو فوراً فوج میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ حکومت کی متجسسانہ اور مشتبہ نظریں کسی معمولی سے معمولی کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتی تھیں۔ حتیٰ کہ طلبا کے ملبوسات کی وضع وقطع پر غور و فکر کرنے کے لیئے ایک مجلس کابینہ مقرر کی گئی۔ پروشیا کی اس مجنونانہ رجعت پسندی کو جرمنی نہایت نفرت اور کینے کی نظر سے دیکھتا تھا، اور اس کا مقابلہ آسٹریا کی سیاسی زندگی کی اُس ساکن اور خاموش سطح سے کرتا تھا جس میں ابتک آئینی اور قومی اولوالعزمیوں کی کوئی کشاکش نہ تھی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے جمود کو عافیت وسکون سمجھ لیا، اور اس تضاد سے جو نتیجہ نمودار

استنباط کیا گیا وہ سرتاسر غلط ثابت ہوا۔

**میٹرنخ اور پرشیشا مجلس و معاہدہ ٹپلٹز**

جسوقت کوتسبو ئے کے قتل کی خبر میٹرنخ کو پہنچی ہے، وہ اٹلی میں شاہنشاہ فرانسس کے پاس موجود تھا۔ اسے فوراً ایک چال سوجھ گئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اس موقع سے کما حقہٗ فائدہ اٹھائے گا۔ جنوب سے روانہ ہونے سے قبل ہی اس نے مشارکت کے مشہور ترین شہزادوں کی اُس مجلس کے ابتدائی مراحل طے کر لیئے جو کارلسباد میں منعقد ہونے والی تھی اور جسکا وہ خود صدر بننے والا تھا۔ اور قبل اس کے کہ یہ انجمن منعقد ہو وہ شاہ فریڈرک ولیم کی خاص دعوت پر اس سے بازدید کرنے کے لئے ٹپلٹز گیا اور وہاں وٹگنسٹائن اور برنسٹورف سے ملکر اس نے بادشاہ پر یہ زور ڈالا کہ وہ کسی طرح سے ہارڈنبرگ کی ان تجاویز اور مساعی کو ہمیشہ کے لیئے فنا کردے جنھیں وہ دستور مجوزہ کو نافذ کرنے کے لئے عمل میں لا رہا تھا۔ اور اُن تجاویز کو کامیاب بنانے کے لیئے جنھیں وہ اُس کانفرنس میں پیش کرنے والا تھا جو کارلسباد میں منعقد ہونے والی تھی۔ اس نے پروشیا کو ملانے کی بھی کوشش کی تاکہ وہ ان تجاویز میں اسکا ممد و معاون ہوجاتا۔ کچھ دنوں کے بحث و مباحثے کے بعد وہ اصول جو ان دو طاقتوں کے اس طرز عمل کے متعلق تھے جو انھیں معاملات مشارکت کے لیئے اختیار کرنا پڑتا، طے ہوئے۔ اور آخر کار یہی اصول ایک یادداشت کی صورت میں تبدیل کر دیئے گئے جس پر یکم اگسٹ کو میٹرنخ اور ہارڈنبرگ کے دستخط ثبت ہوئے۔ اس دستاویز کی بنا پر ان خدمات کے صلے میں جو اُنھوں نے وائنا کی کانگریس کے سلسلے میں انجام دی تھیں، دو بڑی طاقتیں اس مشارکت کی نقل و حرکت پر قابو اور قدرت رکھنے پر مصر تھیں جو اسی جماعت کی ساختہ پرداختہ تھیں اور یہی نہیں بلکہ انھیں ان احکام کو بزور تعمیل کرانے کی قدرت حاصل کرنے پر بھی اصرار تھا جو مجلس مشارکت کی طرف سے نافذ ہوتے۔ اور چونکہ یہ کل احکام مجموعی طور پر تمام ریاستوں کی طرف سے نافذ ہوتے اس لیئے انکی تعمیل بھی تمام ریاستوں پر واجب تھی۔ یہ تجویز چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی حیثیت کو سخت خطرے میں ڈالنے والی تھی۔ ایکٹ کے آخر دفعہ

(جس پر اس مطالبے کی بنیاد تھی) کا اصلی منشا یہ تھا کہ وہ حکومت ہائے جرمنی میں امن و عافیت قائم رکھنے کی تمام ذمہ داری مجلس مشارکت کے سر تھوپ دے۔ اب رجع عمل کی خاطر اس دفعہ کے منشاء کو وسعت دیکر متعدد سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا دعویٰ کیا جانے والا تھا، اور یہ ایک ایسا دعوے تھا صفحہ (۲۴۷) جسے چند چھوٹی چھوٹی قوتوں کی خودمختارانہ حوصلہ مندیوں نے ضروری کر دیا تھا۔

اس طرز عمل کو اس شد و مد کے ساتھ وسعت پذیر بنانے کے علاوہ معاہدہ کن دولتوں نے چند ایسے معاملات معرض التوا میں رکھے تھے جن پر جلد سے جلد مباحثہ ہونے والا تھا۔ خصوصاً ایکٹ کی دفعہ ۱۳ کا اصلی مفہوم قائم کرنا اور یونیورسٹیوں پر زیادہ موثر طریقے سے قابو رکھنا۔ اول الذکر کا حال یہ ہے کہ پروشیا اس بات کا کوشاں تھا کہ قبل اسکے کہ وہ اپنے کو اس دفعہ کا پابند بنائے جلد سے جلد اپنے اندرونی مالی اور انتظامی معاملات کو روبہ اصلاح کر لے۔ ا. اس کے بعد بھی وہ جس دفعہ کا محض لفظی مفہوم تسلیم کرنے پر تیار تھا، یعنی صوبہ دار "طبقات مجتمعہ" کا اتحاد اور اتصال اور بس۔ اب رہا اُن حکومتوں کا سوال، جو محض اپنے "طبقات" کی آڑ پکڑ کر نمائندوں کی ایک قائم مقام پارلیمنٹ قائم کر چکی تھیں، ان کے متعلق فی الحال یہ طے کیا گیا کہ انھیں بارشاہی ان اقسام کی گورنمنٹ قائم رکھنے یا اختیار کرنے کا مجاز ہوگا جو مشارکتی دستور کے مناسب حال ہوں یا جو اسی نمونے پر ہوں ؎

یہ مسائل آئندہ چل کر طے کیے جانے والے تھے۔ یہ معاہدہ جسے مشہور معروف فرامین کارلسباڈ کا سنگ بنیاد کہنا چاہیئے میٹرنخ اور اسٹریا کی اعلیٰ ترین کامیابیوں میں شمار کیا جاتا ہے + رہا پروشیا کا سوال اس کے لیئے یہ انتہائی شرمناک اور ہتک انگیز چیز تھی جسے ہارڈنبرگ نے اس کے لیئے کبھی وضع کیا ہو!!

"ایک تائب گنہگار کی طرح جسے معاوضے میں کچھ نہ حاصل ہوا ہو، فریڈرک اعظم کی حکومت نے اپنے اندرونی معاملات میں ایک غیر حکومت کو آواز بلند کرنے کا موقع دے دیا"*

* ترائچکے - ۲، ۵۵۱ ؎

یہ صحیح ہے کہ میٹرنخ نے اس وقت ایک ایسا طرز عمل اختیار کیا تھا، جو اسکے ابتدائے مقاصد کے منافی تھا لیکن فی الحقیقت صورت حال یہ نہ تھی مجلس مشارکت کے انتظامی اختیارات کو مضبوط کرنے سے اسکا مقصد جرمنی کے اتحاد و یکجہتی کو ترقی دینا نہ تھا بلکہ اس سے اسکا مقصد آسٹریا کی "مخصوصیت" کو فائدہ پہنچانے کا تھا۔

۷۳

ابتک جرمنی کی سیاسیات آسٹریا کی حکومت خارجہ کا انعکاس تھی، اور اب اس کا حشر آسٹریا کے محکمہ پولس کے ساتھ ہونے والا تھا۔ اسٹروی اور

**فرامین کارلسباڈ**

پروشوی وزرا ٹپلٹز سے براہ راست کارلسباڈ کے جہاں پر حکومت ہائے جرمنی باڈن، میکلن برگ اور نساؤ کے سفرا پہلے سے جمع تھے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے صلاح و مشورہ کرنے کی زحمت گوارا کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ دفعہ ۱۳ کا سوال ورٹمبرگ نے کچھ ایسی ساعت میں اُٹھایا کہ اسے آخر کار اس فیصلے کی بنا پر ٹال دینا پڑا کہ ایسا کوئی دستور منظور نہیں کیا جاسکتا جو اصول شاہی کے منافی ہو + معاہدہ ٹپلٹز کی وہ تجاویز جو انتظام و تنظیم کے متعلق تھیں بغیر کسی کدوکاوش کے منظور ہوگئیں، مجلس مشارکت کے انتظامی اختیارات کو مستحکم بنانے کے لیئے کچھ عارضی اور ہنگامی تجاویز پاس کی گئیں۔ اور دیگر قطعی تجاویز یونیورسٹی، مطابع اور سرانجمنوں کے متعلق وضع کی گئیں۔ انجمن ہائے طلباء اور جمناسٹک کے تمام سلسلے منقطع ہوگئے۔ اور ہر ایک یونیورسٹی میں حکومت کی طرف سے مؤدب و نظما مقرر کیئے گئے جو متعلم و معلم دونوں کی نقل و حرکت کے نگران رہ سکیں + ایک قسم کے محکمہ احتساب کا مطالبہ کیا گیا تاکہ رسائل اور صحائف پر خصوصیت کے ساتھ قابو رکھا جاسکے اور آخر کار مائنس (Mainz) میں ایک مرکزی کمیشن قائم کیا گیا جو اس خفیہ سازش اور مجرمانہ ریشہ دوانیوں کا پتہ لگاتا جو تمام جرمنی میں پھیلی ہوئی تھیں + شہنشاہ فرانسس نے اس کمیشن کو اختیارات احتساب کے ساتھ اختیارات المضاف اس لیئے دینے سے انکار کیا کہ محض اس بنا پر چونکہ ضابطہ مشارکت میں تعزیری قانون کوئی نہ تھا اس لیئے اس سے ناانصافی کا اندیشہ ہے۔ اور اس نے اس بات کا اعلان کردیا کہ

ملزمین کے مقدمات خود انکی حکومتوں کے مطابق فیصل کیئے جائیں۔

فرامین کارلسباڈ کے لیئے ضروری تھا کہ مجلس مشارکت اسے یکزبان ہوکر پاس کر دے ، اور معمولی حالت میں ہرگز اعتماد نہیں ہوسکتا تھا کہ ایسا ہو جائیگا گرینڈ ڈیوک آف وائیما جوارباب آسٹریا و پروشیا کے نزدیک "دو چشمہ و منبع خیالات فاسدہ" سے کم نہ تھا اس لیئے ہی فرانکفورٹ میں یونیورسٹیوں پر نگرانی رکھنے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرچکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ان مقامات پر خیالات اور دلائل و براہین کی آزادی محفوظ رکھنی چاہیئے تاکہ متضاد آرا پر جب کھلم کھلا بحث مباحثہ کی نوبت آئے اسوقت طلبا صداقت اور راستی پر قائم رہنے کے قابل اور ارباب حکومت کے زمرۂ پرستاراں میں شامل ہونے سے مامون رہیں۔ لیکن میٹرنخ بڑے حرفوں کا بنا تھا وہ ان [illegible] کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ اُس نے اُن چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ورغلانا شروع کیا جو کانفرنس منعقدۂ کارلسباڈ میں شریک نہیں کیئے گئے تھے۔ ایک گشتی مراسلے میں اس نے اٹلی میں "کاربوناری"* کی سازش کا نہایت ڈراونا خاکہ کھینچا تھا اور اس امر کا ثبوت فراہم کیا تھا کہ اُنکی ریشہ دوانیاں تمام اٹلی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ پروشوی دفتریت ( Prussian Bureacracy ) کی رگ و پے میں "انقلاب" کا زہر سرایت کرچکا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ اس نے اسکا انتظام بھی کرلیا تھا کہ مجلس مشارکت میں کوئی پہلو اختلاف کا نہ نکل سکے۔ روداروی کی کل چار نشستوں میں کونٹ بیول نے، ان فرامین کو مجلس مشارکت کے توسط سے پیش کیا اور بغیر کسی بحث مباحثہ کے اُسے پاس بھی کرالیا۔ اور یہی نہیں بلکہ نمائندوں کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ اپنی اپنی مرکزی حکومتوں کا عندیہ لے سکتے۔ جن چند لوگوں نے کچھ اعتراضات پیش کیئے اسکا [illegible] بھی

۷۴

---

* انیسویں صدی کی ابتدا میں اطالوی جمہوریہ پسندوں نے ایک [illegible] انجمن قائم کی تھی جسکا نام انجمن کاربوناری (کوئلہ جلانے والوں کی انجمن) رکھا تھا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ اٹلی کو مطلق العنانی کے پنجے سے نکال کر آزاد کر دیا جائے۔

شائع شدہ یادداشت میں نہیں کیا گیا اور ۲۰ ستمبر کو یہ فرامین باضابطہ تسلیم کر لئے گئے اور جنکی بابتہ غلط طور پر مشہور کر دیا گیا کہ پاس کرتے وقت کل ممبران ہمزبان تھے ؎

فرامین کارلسباڈ گو یا جرمنی میں آسٹروی اقتدار کی انتہائی منزل سمجھے جاتے ہیں - وائنا سے کاونٹ گولووکن روسی وزیر نے لکھا تھا کہ چونکہ پروشیا اب وہ مرکز نہیں رہا جس پر جرمنی کی آزادی کی میزان رکھی جا سکتی تھی اور چونکہ یہی منصب اور دوسرے درجے کی طاقتوں کو تفویض کر دیا گیا ہے اس لئے آسٹریا کا اقتدار مسلم ہو گیا* ان فرامین کے متعلق خود میٹرنخ کا خیال تھا کہ یہ آزادی اور سنجات کے دور کا پہلا باب ہے - ریاست ہائے جرمنی کے نا مربوط متفقیت اب ایک طاقتور حکومت مشارکت میں تبدیل ہو گئی تھی جس میں مجلس کو قدیم شہنشاہی کے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل تھے بلکہ متفرق سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا حق تو مجلس کو اس حد تک تھا کہ جدید جرمن شہنشاہی کو بھی حاصل نہیں تھا - اور جس حکومت کی عنان صرف خاندان ہاپسبرگ کے ہاتھوں میں تھی - میٹرنخ ایک جگہ لکھتا ہے کہ اگر شاہنشاہ کو قیصر جرمنی ہونے کا شبہ ہے تو یہ اسکی انتہائی غلطی ہے - اب بقول ٹالے ران آسٹریا اصلی معنوں میں یورپ کا ایوان بالا سمجھا جا سکتا تھا اور جسکا فرض یہ تھا کہ وہ طبقۂ عوام کو قابو میں رکھے ؎

۷۵ لیکن ابھی تمام مراحل ختم نہیں ہو چکے تھے - دو بڑی بڑی طاقتوں کی جبروتیت سے چھوٹی چھوٹی طاقتیں بچلی نہیں بیٹھی تھیں اور شاہ ورٹمبرگ نے مجلس کے اس اختیار کے خلاف کہ ایسی حکومتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا اختیار حاصل تھا، ۲۶ ستمبر کو ایسا آئین منظور کیا جسے قدیم ریاست بندی اور موجودہ پارلیمنٹی حکومت کا خلاصہ کہنا چاہیئے - اس نے زار الگزنڈر سے بھی ان دو طاقتوں کے خلاف اپیل کی - زار جسے ایک طرف تو یہ منظور تھا کہ

---

* ہارٹنس ۴ (۱) ۲۷۱ ؎

انقلابی شورشیں فرو کر دی جائیں اور دوسری طرف اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ سرگردگی آسٹریا، جرمنی ایک زبردست قوت بن جائے، اس نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی مخالفتوں کا استعمال کرنے سے احتراز کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسوقت الگزنڈر نہایت خطرناک طریقے سے دو مختلف حالات کی کشمکش میں تھا۔ وہ انقلاب سے خائف تھا لیکن رجعت پسندی کے سامنے سر تسلیم بھی خم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ٹھیک انھیں لمحات میں اس نے ایک اپنے نئے سیاسی عقیدے کا اعلان کیا جس کے ہر حرف اور ہر فقرے سے لبرلزم کے نغمۂ رقاص کونٹ کاپو دستریا کے تال و سُر کا پتا لگتا تھا۔ وہ اب بھی حریت کا عقیدہ رکھتا تھا لیکن صرف ایسی حریت جو امن پسندی کے اصول سے کسی طرح مستغنی نہ ہو۔ وہ اب بھی آزاد انجمنوں کا قائل تھا لیکن اسی حالت میں جبکہ ایسی انجمنوں کی بنا کمزوری پر نہ ہو یا وہ معاہدے جو عوام کے سرگروہوں نے بادشاہ سے بجبر حاصل کیئے ہوں یا وہ دستور جو ایک نازک موقع سے بچکر نکل جانے کے لیئے وضع کیا گیا ہو۔ اسکا عقیدہ تھا کہ ہر ملک کے لیئے تاریخ انگلستان بہترین ضابطۂ قوانین تھا اور محض اسی وجہ سے وہ جرمنی کے معاملات میں انگلستان کی مداخلت کو حق بجانب خیال کرتا تھا کاسلری (Castlereagh.) خود فرامین کارلسباڈ کو حکومتہائے عظیم اور دیگر خود مختار سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں ایک ناروا مداخلت سمجھتا تھا اور اسی سلسلے میں اس نے روسی سفیر مقیم لندن کونٹ لیئے ون پر ثابت کر دیا تھا کہ یہ حکومتوں کے مفاد کے منافی تھا کہ وہ رعایا کے خلاف معاہدے کرتے پھریں۔ اس طرح سے روس اور انگلستان دونوں نے متفقہ طور پر یورپ کی کسی ایسی لیگ کی معاونت کرنے پر جو محض اغو و لاطائل طریقے پر اپنے کو انتہائی اور مکمل ترین طاقت کا نمونہ بتلائے۔ ایک نامستحسن فعل سمجھنا اور جو کچھ زار کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ ریاست ہائے جرمنی کو اپنی حالت پر چھوڑ دے خواہ وہ اپنا کام خوش سلیقگی سے کریں یا بدسلیقگی سے[1]

روس کے اس دورخے رویئے کا نتیجہ صریح یہ ہوا کہ میٹرنخ نہایت　۷۶

---

[1] ہارٹنس سہ (۱) ۲۶۹ تا ۲۷۱ +

پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگا۔ کیونکہ وہ اسے کہیں بہتر سمجھتا تھا کہ اس کے چند فوائد ضائع ہو جائیں بہ نسبت اسکے کہ سب کے سب معرض خطر میں پڑ جائیں۔ ۲۰ نومبر کو وائنا میں وزراء جرمنی کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ہارڈنبرگ نے زار کو اس کانفرنس کی یہ وجہ بتائی کہ اس کا مقصد قانون مشارکت کو (جسے وائنا کی کانگریس نے منظور کیا تھا) مکمل اور ترقی پذیر بنانے کا تھا۔ اور اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ مبذول کرائی کہ دفعہ ۱۳ کی وسعت اختیار کو ذہن نشین کرنے اور کرانے اور خود مجلس مشارکت کے فرائض اور اختیارات کو محدود کرنا ضروری تھا۔ میٹرنخ کو اب معلوم ہوا کہ خود وائنا میں جس حریف کا مقابلہ کرنا ہے وہ کارلسباڈ کی مخالفت سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ورٹمبرگ کی سرکردگی میں، دوسرے درجے کی ریاستیں مجتمع ہو کر ایک خالص جرمن اندرونی لیگ کے ابتدائی مراحل طے کر رہی تھیں اور یہ لیگ پروشیا اور آسٹریا کی مخالفت میں قائم کی گئی تھی اور یہ خاص طور پر پرانی لبرل خیالات کی مجموعی ہیئت تھی جو مجلس مشارکت کی دست درازیوں کے تدارک کیلئے معرض وجود میں لائی گئی تھی۔ روس اور کسی حد تک انگلستان کی ہمدردی دیکھتے ہوئے، اس لیگ کے رویہ کی اہمیت کوئی نظر انداز نہیں کرسکتا تھا اور پھر یہ بھی تھا کہ پروشیا خود مشارکت کے اقتدار کی کسی مزید ترقی کو دیکھ کر گھبراتا تھا کیونکہ اس طرح سے اسکے اُس اتحاد حاصل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا جسے وہ دیگر ریاستوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ قائم کر رہا تھا۔ میٹرنخ کو "جا باسپر باید انداختن" کے اصول پر بوجوہ احسن کاربند ہو جانے میں کمال حاصل تھا اور اسی بنا پر وائنا کا آخری قانون جو ۱۵ مئی ۱۸۲۰ء کو پاس ہوا اور جسے مجلس نے ۸ جون کو منظور کیا اور جس سے آسٹریا کے اقتدار و شوکت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے لیئے ناقابل اطمینان ثابت نہیں ہوا۔ بذاتہ وہ محض ۱۸۱۵ء کے قانون مشارکت کی ایک مشرح تعریف تھی اور بجائے اسکے کہ ہر ایک ریاست مرکزی مجلس کے ماتحت رہتی اس نے "عدم مداخلت" کے اصول کو نئے سرے سے مروج کیا اور طرہ یہ کہ

**وائنا کا آخری قانون ۱۵ مئی ۱۸۲۰ء**

دستور مشارکت میں کوئی اصولی تبدیلی اسوقت تک نہ کیجائے جب تک ہر ایک ہم زبان نہ ہو + رہا دفعہ ۱۳ کا سوال اس بارے میں میٹرنخ نے بڑی فرزانگی سے کام لیا + اس نے جنوبی جرمنی کے دساتیر میں رجعت پسندانہ تبدیلیاں کرانے کے ارادے سے ہاتھ اٹھالیا اور دوران کانفرنس میں جو خبر اسپین اور اٹلی کے انقلاب کی آئی اس نے اُسے ایک طرح پر فائدہ ہی پہنچایا۔ دفعات ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۵ جیسے کہ اب قائم کیئے گئے تھے انکی رو سے دستور میں محض دستوری طریقے سے تغیر و تبدل ہوسکتا تھا اور حکومت کا مکمل اقتدار خود حکومت کے سب سے بڑے رئیس کو تفویض ہوسکتا تھا اور بادشاہ، ریاستوں کے ساتھ اشتراک عمل پر محض چند مخصوص حالتوں میں پابند ہوسکتا تھا + اس عہد میں جتنی اور جس قسم کی سلسلہ جنبانی یا تحریک ہوئی ہے اسکا ایک مہتم بالشان تتمہ یہ تعریف کہی جاسکتی ہے یا اور جس روز اس پر سب لوگ متفق الرائے ہوئے ہیں وہ "یوم لپزگ" سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے ؛

(صفحہ ۷۷)

بہرحال وائنا کی کانگریس کے نتائج سے میٹرنخ کچھ آزردہ خاطر نہ ہوا۔ اسکا خیال تھا کہ جوہر "اعتدال" اسوقت آسٹریا سے ظاہر ہوا اس سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا عقیدہ اسکی طرف سے راسخ ہوگیا۔ باقی یہ کہ آسٹریا کے مقاصد کے لیئے یہی کافی تھا کہ جرمنی کے معاملات بدستور چلتے رہیں اور جب تک کہ کارلسباڈ کے فرامین کا شکنجہ آسانی کے ساتھ کام کرتا رہے اسکے لیئے مجلس مشارکت کا "آخری قانون" کے قبل کے زمانے سے بہتر یا بدتر ہونا دونوں یکساں تھے۔

تھوڑے ہی دنوں میں وہ جنوبی انقلابات کے معاملے میں اوبجھ گیا۔ اسکی غرض صرف یہ تھی کہ جرمنی کے معاملات بدستور رہیں اور اگر ان میں فرق آیا تو وہ ہر ایسی کوشش کو روکنے کے لیئے تیار تھا جو دستوری طریقے سے حاصل کی ہوئی دستوری آزادی میں خلل انداز ہو۔ لیکن اس طرز عمل کا جسکے متعلق اسے امید تھی کہ لبرل جماعت کی تھوڑی بہت دلدہی کرے گا، اس جرمنی میں کیا اثر ہوسکتا تھا، جہاں خود اس کے قول کے مطابق اہل ملک کی روزمرہ کی زندگی عنقریب فرامین کارلسباڈ سے متاثر ہونے والی تھی ؛

اس خیال کی تصدیق بہت جلد اس صورت میں ہوئی کہ یونیورسٹیاں بے دست و پا کر دی گئیں۔ اخبارات کی زبان بندی ہوئی اور وہ بھی نہ صرف اخبارات کا بلکہ علمی تصانیف کے لب و دہن بھی جکڑ دیئے گئے اور ہر چیز جس کے متعلق ذرا سا بھی شبہ ہوگیا کہ اس موجودہ نظام حکومت کے خلاف ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے اُسے بیرحمی کے ساتھ شکنجۂ عقوبت کے حوالے کر دیا گیا۔ مجلس تحقیقات **مائنتز** میں قائم کی گئی تھی وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے باہمی حسد و کشاکش کے سبب سے سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکتی تھی کہ سازشوں کے وجود کے بارے میں کم و بیش غیر متعلق شہادت کا انبار لگادے کیونکہ **فریڈرک ولیم** تک کو یہ گوارا نہ تھا کہ **پروشیا** کی رعایا کی تحقیقات یہ جماعت کرے۔ لیکن متفرد ریاستوں نے مشارکتی عدالت کے نقائص کی تلافی نہایت شدومد سے شروع کر دی اور ہزاروں آدمیوں کو برائے نام شہادت پر اور نہایت پوچ الزامات لگا کر، بلا لحاظ عدالتی کارروائی کی تکمیل کے جلاوطنی اور قید کی سزائیں دیدی گئیں۔ یہ سچ ہے کہ جرمنی کی آزادی کے ان شہیدوں کو اپنے ملک کے لیئے اپنا خون نہیں بہانا پڑا پھر بھی تخم ریزی ہو چکی تھی، جس سے آگے چلکر ۱۸۳۰ء و ۱۸۴۸ء میں فسادات سے خرمن "انبار در انبار" پیدا ہوئے ؎

اب بھی جب کہ رجعِ عمل کا طوفان بےتمیزی برپا تھا، پروشیا میں دستور کا خیال ترک نہیں کیا گیا۔ **فریڈرک ولیم** وعدہ کر چکا تھا اور اسکے تمام افعال و عادات پر اسکی ضمیر پرستی فوق رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں وہ حریت پسند پروفیسروں کو بھی سلطنت کے ضدی بچے سمجھتا تھا جو شاہی پدرانہ تادیب سے پھر فرزندانہ اطاعت اختیار کرلیں گے۔ اس لیئے ایک طرف تو غریب "استاد ورزش نمانہ" **یان** جسے اپنی بے گناہی کا پورا احساس تھا اور معمولی عدالتوں نے اسے بری کر دیا تھا، خاص شاہی فرمان کے ذریعے سے ایک قلعہ کے زندان میں لایا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف ہمبولٹ اور ہارڈنبرگ کو آزادی حاصل تھی کہ ایک بارآور منصوبے کے لئے "طبقات" کے طوفان بےتمیزی میں سے ایک مرکزی قائم مقام جماعت تیار کرنے کی بےسود کوشش کریں۔ یہاں تک ہوا کہ، ۱ جولائی ۱۸۲۰ء کو

بادشاہ نے ایک فرمان شائع کیا جسکی رو سے سلطنت کا قرضۂ عمومی اس مرکزی مجلس کی ذمہ داری میں دیدیا گیا جو عنقریب قائم ہونے والی تھی۔ اس فرمان کی اہمیت آئندہ چلکر معلوم ہوئی اگرچہ یہ مجلس خود کبھی معرض وجود میں نہیں آئی۔ جب اسپین اور اٹلی کے ہنگاموں کی خبر آئی اور ڈارمسٹاٹ میں بھی ایک مضحک انقلاب رونما ہوا جس نے بالآخر گرینڈ ڈیوک کو ۱۸۱۲ء کی بیش بہا ہسپانوی دستور کے اعلان کرنے پر مجبور کیا (جسے حال ہی میں اہل ڈارمسٹاٹ اپنے مقامی اخبارات میں دیکھکر مسرور ہو رہے تھے) تو پست ہمت بادشاہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اُس نے پھر سے پروشیا کے قدیم نظام کا احیاء کیا۔ اندرونی انتظامات میں ایمانداری اور محنت کے ساتھ اصلاح جاری رہی اور اپنے ملک کی حدود کے باہر پروشیا دائمی معاشی دباؤ کے ذریعے سے اپنے گرد و پیش کی سلطنتوں کو ایک ایک کرکے اتحاد محاصل میں شامل کرتا گیا۔ لیکن جب تک فریڈرک ولیم سوم زندہ تھا اس ملک کی پالیسی میں کسی ایسی تبدیلی کی امید نہیں ہو سکتی تھی، جسمیں جرأت اور ہمت کی ضرورت ہو۔ وہ دل و جان سے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ آسٹریا کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنا نہایت ضروری ہے اور اس ملک کی عزت کرنا اس نے اپنے آباو اجداد سے سیکھا تھا۔ آسٹریا کو ایک طرف تو پروشیا کی ہمدردی حاصل تھی اور دوسری طرف مجلس مشارکت کی عنان اس کے ہاتھ میں تھی اس لیئے لبرل خیالات کی سلطنتوں کی ناراضی کی وہ مطلق پروا نہیں کرتا تھا۔ ادھر اہالیان جرمنی کو میٹرنخ کے نظام پولس نے سیاسیات کے دردسر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اور جیسا کہ مورخ گرووینس چلکر لکھتا ہے یہ لوگ مزے میں اپنی پوری توجہ اس چیز پر صرف کر رہے تھے جس میں انھیں بے نظیر شہرت حاصل ہے، وہ کیا؟

موسیقی!

۷۹

# باب پنجم

## کانگرس ہائے منعقدۂ ٹروپاؤ اور لیئے باش

انگلستان میں اضطراب و اشتداد - فرانس مابعد ایکس لاشاپیل - اسپین میں انقلاب - اسپین کی نوآبادیوں کا مسئلہ - حکومتوں کا رویہ - پرتگال اور نیپلس میں انقلابات - پرتگال اور برازیل کا تعلق - نیپلس میں انقلاب - کانگرس منعقدۂ ٹروپاؤ - انگلستان کی صدائے ناراضگی - کانگرس منعقدۂ لیئے باش - نیپلس میں آسٹروی مداخلت - پیڈمانٹ میں انقلاب - آسٹروی مداخلت - اٹلی میں آسٹروی حکومت ؎

فرامین کارلسباڈ کی اشاعت اور ان کا نفاذ محض جرمنی ہی نہیں بلکہ تمام یورپ کے لیئے ایک نہایت مہتم بالشان واقعہ تھا - یہ محض اتنی سی بات نہ تھی کہ استبداد کا سکہ بیٹھ گیا تھا بلکہ اب یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ آج جو اصول و ضوابط جرمنی کے لیئے وضع کیئے گئے تھے، کل انھیں کے آگے تمام یورپ کو سر تسلیم خم کرنا پڑے گا کیونکہ آسٹریا جو اس استبداد کا سرپرست اور علم بردار تھا، عجالۂ یورپ کی تمام حکومتوں پر اسوقت بھاری تھا، اتحاد اربعہ نے ایک جدید اور تشویشناک صورت اختیار کرنی شروع کر دی تھی - یہ صحیح ہے کہ **انگلستان** کی خاطر سے **کاسلری** نے اس قسم کے کسی رویہ سے اپنا دامن ملوث نہیں کیا تھا - لیکن دنیا اسے اب بھی **میٹرنخ** کا نام لیوا سمجھتی تھی اور **انگلستان** میں جو واقعات وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہے اُن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ٹوری کابینہ ( Tory Cabinet. ) امن و عافیت کے نشر و ابلاغ میں دوسری استبدادی حکومتوں کے پہلو بہ پہلو گامزن رہا ہے -

**انگلستان میں اضطراب و استبداد۔**

زمانے کی ناگفتہ بہ حالت ، ضروریات زندگی کی مصنوعی گرانی، مشین کی اشاعت و ترویج سے مزدوری پیشہ طبقے کی کس مپرسی اور انکی جمعیت کی پریشاں خاطری، اور ان سب پر مستزاد وہ ناممکن العمل صورت تھی۔ جو غیر اصلاح یافتہ پارلیمنٹ کے ماتحت رعایا کی جائز چیخ و پکار کو کسی آئینی اصول یا طریق کار سے حکومت کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ یہ تمام بے عنوانیاں، ہنگامہ و شورش کی کم و بیش، محمد و معاون ہوئیں + مزدوروں کا گروہ کا گروہ ضیق گرسنگی سے جاں بلب، تمام ملک میں غارتگری اور آتشزدگی کا بازار گرم کیئے ہوئے تھا۔ گرسنہ کاریگروں کا ٹڈی دل، کارخانوں پر تاخت و تاراج کرنے کے لیئے ٹوٹ پڑا تھا اور انکی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی لیکن یہ زیادتیاں جنکے مقابلے میں حکام وقت کی بے بسی اور بے چارگی مسلم تھی، اس کشمکش اور جدوجہد کے مقابلے میں کچھ نہ تھی جو **ولیم کوبٹ** کی سرکردگی میں عوام الناس کی طرف سے عمل میں آرہی تھیں اور جواب نہایت خوفناک طریقے پر وسعت پذیر ہورہی تھیں اور جس نے حکمرانوں کے مخصوص اور مختصر جتھے کے وجود کو بھی معرض خطر میں ڈالدیا تھا۔ شاہزادۂ متولی سلطنت کے اعمال زشت، اور اسکی خانگی شرمناک رسوائیوں نے عوام کو اس درجے مشتعل اور متنفر کیا کہ انھوں نے اس پر یکلخت دھاوا بولدیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس نے خود بادشاہ کے کان کھڑے کر دیئے اور جس نے خیال کیا کہ

آج وہ کل ہماری باری ہے !

**مانچسٹر** میں تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ عوام کے ایک گروہ اور سواروں کے ایک دستے نے آپس میں ایک ہولناک ٹکر لی اور قتل اور خونریزی جو اس کے بعد رونما ہوئی، عوام کو حکومت کے خلاف اور زیادہ مشتعل اور خون آشام بنانے میں معاون ہوئی۔ اب وزرا کو موقع ہاتھ آیا، انھوں نے پارلیمنٹ کا ایک خاص اجلاس منعقد کیا اور باوجود اسکے کہ **بروم** (Brougham.)، **لارڈ جان رسل** اور دوسرے متبعین **وہگ** (Whigs.) جماعت نے مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، چھ ایسے ایکٹ، کھینچ تان کر،

۸۱

روا روی میں پاس کر دیئے گئے جس سے انگریزوں کے مایۂ ناز حقوق آزادی
سلب ہو گئے - نہ تو اب عام جلسے ہو سکتے تھے اور نہ زبان کو آزادی تھی اور نہ قانون
احضار ملزم کا نفاذ تھا ۔

حکومت کے طرز عمل کا حق بجانب ہونا اسوقت ثابت ہوا جب کیٹو اسٹریٹ کی سازش مین وقت پر
طشت از بام ہوئی، اس سازش میں گوشۂ گمنامی کے چند زاویہ نشینوں نے
وزرا کو ہلاک کر ڈالنے کا ارادہ اور ایک ہنگامی حکومت کے انعقاد کی فکر
کی تھی - اب استبدادی طرز حکومت کی شاہراہ **انگلستان** کے سامنے تھی،
پھر اسکا آنکھیں بند کرکے قطع منازل کرنا، ایک عریاں حقیقت کیوں نہ ہوتی!

**فرانس مابعد ایکس لاشاپل**

گو اسباب و علل مختلف تھے لیکن **فرانس** میں بھی
یہی اثرات مترتب ہو رہے تھے **ایکس** میں کانگرس
کے اجلاس منعقد ہو رہے تھے کہ اس خبر نے حکومتوں کے حواس مختل کر دیئے
ایوان کے لیئے جو انتخاب عمل میں آ رہا تھا اس میں لبرل جماعت کامیاب
ہو رہی تھی اور **لافایٹ**، **مانوئیل** اور **کونستان** ایسے ممبروں کے
انتخاب نے بالآخر **اتحاد اربعہ** کو از سر نو زندہ کرنے کے ارادے میں
سرعت پیدا کر دی **ایکس** سے واپس آنے کے بعد **فرانس** کا معروف ترین
شخص **ریشلیو** ہونے والا تھا - کانگرس میں اسکا اعتدال پسند اور پر سطوت رویہ
ہی تھا جسکے سبب سے تاوان جنگ میں تخفیف کر دی گئی اور ارض فرانس
غیر ممالک کی افواج سے پاک ہوئی، مادی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے
یہ بجائے خود ایک بہت بڑا فائدہ تھا، لیکن **ریشلیو** کے کارہائے نمایاں
ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں، اُس نے کچھ اور بھی کر دکھایا ۔ اُس نے **زار** کو
اس امر کی ترغیب دی، اور اس میں اسے کامیابی بھی حاصل ہوئی، کہ باوجود
اس کے کہ ملک کی فارغ البالی روز افزوں ترقی پر تھی - **فرانس** کے لیئے یہ
قطعی ناممکن تھا کہ وہ اس رقم خطیر کا بار برداشت کر سکے جو تاوان جنگ یا ذاتی
مطالبات کی بنا پر اس پر عائد کی گئی تھی اور جسے، قبل اسکے کہ ملک غیر ممالک کی
افواج سے آزاد ہو، ادا کرنا لازمی ہوگا - اور یہ اسی بنا پر تھا کہ **الگزنڈر** نے

پروشیا پر خصوصیت کے ساتھ زور ڈالا کہ دوسری حکومتیں بھی اپنے اپنے مطالبات میں تخفیف کردیں لیکن ان خدمات کے صلے میں الگزنڈر نے حق المحنت بھی طلب کیا، ریشلیو، فرانس کو واپس آیا لیکن اس بات کا قول بھی ہارنا آیا کہ وہ قوانین انتخاب کو نافذ کرکے ایوان کو لبرلزم کے سیلاب سے محفوظ رکھے گا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ نہ تو اسکا ہمعصر ڈیکازز اور نہ خود بادشاہ اسکی حمایت کی بامی بھرتا ہے تو اس نے اپنا استعفا داخل کردیا جو ۲۰ ستمبر ۱۸۱۸ئہ کو منظور کرلیا گیا۔ لوئی ہیزدہم کو بالآخر مجبور ہوکر زار کو لکھنا پڑا کہ اسے بادل ناخواستہ ریشلیو سے کس طرح ہاتھ دھونا پڑا۔ الگزنڈر نے بھی نہایت سرد مہری سے صرف یہی جواب دیا کہ وہ بھی ریشلیو کی علٰحدگی پر لوئی سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اس کے بعد اہالیان پولینڈ کی دیئت کا افتتاح و انعقاد نامنظور کرکے اور جرائد وصحائف پر محتسب بٹھاکر خود اس نے دور استبداد کی طرف چند قدم اور بڑھائے۔ اس لیئے اب یہ امید رکھنا عبث تھا کہ وہ جدید فرانسیسی وزارت کے طرز عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ جسکا نظام عمل ڈیسول اور ڈیکازز کے ہاتھوں میں تھا۔ اور جس طرز عمل سے قوانین جرائد وصحائف کی سخت گیری کسی قدر کم ہوگئی تھی یا جس نے چند سیاسی جلاوطنوں کو فرمان عفو عطا کردیا یا ان سب کے علاوہ جس نے اعتدال پسند جماعت حمایت میں نوابین کے ۶۴ جدید عہدے ایوان بالا میں چند اصلاحات نافذ کردی تھیں اور اس طرح سے لبرل خیالات کی اشاعت وترویج میں صدد معاون ہوا تھا، الگزنڈر کے تاریک ترین خطرات سے یک بیک رونما ہوگئے، وزارت میں لبرلزم کا جو عنصر تھا اس نے اسکی (وزارت کے) دیرینہ رفقا کو غالیئین کی جماعت میں لاکھڑا کیا اور اب حکومت اس بات پر تلی تھی کہ کسی طرح سے ایوان میں ایک ایسا قانون انتخاب پیش کرکے پاس کرالے جس سے آئندہ کے لیئے اسکی اکثریت متیقن ہوجائے لیکن

ریشلیو کا استعفا

ڈیسول اور ڈیکازز وزارت

۸۳

من درچہ خیالم وفلک درچہ خیال ، ایک ایسا حیرت انگیز اور غیر متوقع واقعہ پیش آگیا جس سے حکومت کی تمام توقعات کا شیرازہ بکھر گیا، اور یہ صوبۂ ازیر میں

**گریگوار کا انتخاب**

گریگوار کا انتخاب تھا + کہ دنیا میں آج تک جتنے عظیم الشان انقلابات رونما ہوئے ہیں ان میں سب سے نمایاں ، اور ان حکمرانوں کے لئے جو انقلاب فرانس کے بعد ایک دفعہ پھر تاج و دیہیم کے مالک ہوئے سب سے زیادہ سامعہ خراش نام اس بادشاہ کش اور سابق "آئینی اسقف" ٹور کا تھا جس نے علی الاعلان کہدیا تھا کہ عالم آب وگل میں بادشاہوں کا وہی درجہ ہے جو اخلاقیات میں عفریت کا ہے ۔ یہی شخص اب ایک ہزار میں سے ۵۳۸ ووٹ حاصل کرکے ایوان میں داخل ہوتا ہے! اس واقعے کا فرانس پر اس درجہ اثر ہوا کہ اسکے مقابل ایک اور اہم واقعہ یعنی منجملہ ایوان کی ۵۳ خالی نشستوں کے ۳۳ انتخاب میں حکومت کے خلاف نمائندے منتخب ہونا اسکے سامنے بالکل ہیچ ہوگیا + اسکا اثر نہایت زبردست اور جلد سے جلد مترتب ہوا ، اراکین

**حکومتوں پر اسکا اثر**

اتحاد اربعہ کی بدحواسی فرانس میں لبرلزم کے دن دونی رات چوگنی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی ، قلم و قرطاس کے مرد میدان ، حکومت کے خلاف جدال وقتال کے لیئے سر بکف نظر آنے لگے، سیاسی انجمنیں قائم ہو رہی تھیں اور طلبا میں بے چینی کے آثار پیدا تھے اب سوال یہ پیش تھا ، کیا وہ ساعتیں آگئی ہیں جب چاروں حکومتیں اس عہدنامے کا نفاذ کریں جو خفیہ طور پر ایکس میں مرتب و مکمل ہوا تھا اور ایک مرتبہ پھر سلامت روی کا سبق سکھانے کے لیئے فرانس کی گردن پر ہاتھ ڈالدیں، اس خیال سے کہ کہیں معاملات نازک تر صورت نہ اختیار کرلیں، لوئی ہیژدہم نے بہ نفس نفیس ایسی تجاویز کے اختیار کرنے کا بیڑا اٹھایا جس سے لبرلزم کے مدوجزر کی روک تھام ہو سکے ، اور ایسے قوانین وضع کرنے چاہے جس سے پچھلے انتخاب کے تلخ واقعات کا سبق پھر نہ دہرانا پڑے + ڈیسول نے ان روئیے کی ذمہ داریوں کے خلاف کانوں پر ہاتھ رکھا اور کابینہ سے دست کش ہوگیا۔

اور اسکے ساتھ ہی ساتھ مارشل گوویون سین سیر ( Gouvion St. Cyr ) جس نے فوج کو از سر نو مرتب کیا تھا، اور بیرن لوئی وزیر مال نے بھی علٰحدگی اختیار کر لی۔ نئی کابینہ

ڈیکاز بحیثیت سرآمد حکومت۔

کا رکن اعلے ڈیکاز ہوا جسکا نام ہی اس بات کا کافی ضامن تھا کہ موجودہ حکومت اُن تمام امکانی تجاویز سے سر مو انحراف نہ کریگی جسکی بنیاد اعتدال پر ہو۔ لیکن ایوان سے گری گوار کو علٰحدہ اور رائے دینے کی آزادی کے مسئلے میں چند اصلاحات کے نفاذ کرنے کا سوال طے ہونے کو تو ہو گیا لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ ایک طرف تو ( Redicals ) ریڈیکل گروہ نے اسکی تلخی محسوس کی اور دوسری طرف غالیئین بھی کچھ مطمئن اور راضی نہ ہوئے!

صفحہ (۴۸)

موخر الذکر نے فرامین کارلسباڈ کو اپنی فتح و نصرت کا پیش خیمہ سمجھکر، خوب خوب بغلیں بجائیں۔ جنوری ۱۸۲۰ء میں اسپین سے ایک شورش کی خبر آئی اور ڈیکاز کی حکومت کے خلاف، اب غالیئین نے اپنے حملوں کو اور تیز کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اس شاہی 'منظور نظر' کی خطرناک اور سفیہانہ پالیسی تھی، جس سے بوناپارٹیت ازم اور انقلاب فرانس کا فتنہ 'خوابیدہ بیدار ہو گیا تھا + لوگوں نے اسے زمانۂ موجودہ کا کاٹے لین اور جدید سیجانوس کا لقب دیکر ملعون خلائق بنا دیا شاتوبریان نے اُس کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیئے اپنی عدیم المثال طرز انشا کا ترکش سنبھالا لعنت ملامت کے ایسے تیر برسائے کہ الامان والحفیظ! اور اب تو یہ بھی مشتبہ ہو گیا تھا کہ بادشاہ کی گرویدگی اللہ اپنے لاڈلے فرزند، کے سینہ سپر رہ سکیگی یا نہیں۔ ایک ہولناک حادثے نے آخر اس نازک ساعت کو لا کھڑا کیا! ڈیوک انگولیم ( Due d' Angouleime ) کاؤنٹ آرتوا کا فرزند اکبر اور تاج و دیہیم کا وارث قیاسی تھا اور لاولد بھی تھا، اسلیئے اب اس خیال سے کہ کہیں خاندان فرانس کے ولیعہد اکبر کی نسل منقطع نہ ہو جائے اور اس نیت سے کہ آرلینس کا قابل نفرت خاندان دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالدیا جائے لوگوں نے نوخیز ڈیوک ڈی بیری کی طرف توجہ کی

**ڈیوک ڈی بیری کا قتل ۱۳ فروری سنہ ۱۸۲۰ء**

جسکی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی ۱۳ فروری کو ڈیوک مذکور تماشاگاہ سے برآمد ہو رہا تھا کہ ایک فاتر العقل زین ساز **لوول** نامی نے اسکا کام تمام کردیا۔ جیسا دستور ہے، یہ ایک ایسا جرم تھا جو دو مقاصد میں سے کسی ایک کے لیئے منفعت بخش ہوسکتا تھا، لیکن بجائے اسکے کہ اس مقصد کو نفع پہنچتا جو ارتکاب جرم کا باعث تھا، دوسرا مقصد جو نظر میں نہ تھا حاصل ہوگیا۔ اس خبر نے پہلے پہل تو بادشاہ پرستوں کے حلقے میں ہلچل اور بے چینی پھیلادی اور گویا صف ماتم بچھ گئی لیکن کچھ عرصے کے بعد انھوں نے انتہائی جوش اور غضب سے از خود رفتہ ہوکر، بیجا طور پر یہ خیال کیا کہ اسکا تنہا سبب خود وزیر تھا۔ **ڈیکاز** کو اس طوفان بے تمیزی کی پہلے سے توقع تھی اس لیئے اس نے اپنا استعفا داخل کردیا جسے بادشاہ نے نہایت جوش میں آکر مسترد کردیا، اس نے کہا "اے فرزند من، انھوں نے تمہارے نہیں بلکہ میرے نظام حکومت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے"!

توقع یہ کیجاتی تھی کہ دو چار استبدادی قوانین کا وضع کردینا، صحافت کی زبان بندی اور **لوول** کے جرم کا سد باب، ایک ایسا طرز عمل ہوگا جس سے غالیین کی اشک شوئی ہوجائے گی اور آتش غضب فرو ہوجائیگی اور پھر حکومت کی عام پالیسی کے لیئے میدان ہموار ہوجائے گا، لیکن جذبات اس درجہ مشتعل ہوچکے تھے کہ انکا فرو کرنا صرف ایک ہی صورت سے ممکن تھا اور وہ قابل نفرت وزارت کا درہم برہم ہونا تھا! بادشاہ کو طوفان کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا، **ڈیکاز** کو ڈیوک کا عہدہ تفویض کیا گیا اور وہ بہ حیثیت سفیر معزز جلاوطنی، پر **لنڈن** بھیجدیا گیا **فرانس** میں اسکا دور دورہ اپنے اختصار اور طلعت ریزیوں کے لحاظ سے محض ایک چشمک برق تھا۔

**ڈیکاز کا زوال**

وہ محض ایک شہاب ثاقب کی زندگی تھی اور پھر کچھ نہیں! رہا غالیین کا سوال وہ تو اس واقعے پر مسرور تھے، اور انکی حالت کا اندازہ خود ان کی جماعت کے ایک فرد کے قول سے ملتا ہے جس نے کہا "یہ (ڈیکاز) اپنے خون آلود راستے پر خود پھسل کر گر گیا"، کیونکہ

(صفحہ ۸۵)

ریشلیو کا برسر اقتدار ہونا گویا اعتدال پسندوں کی جماعت کا برسر عروج ہونا تھا
لیکن ڈیکاز کا زوال تو دور استبداد کا پیش خیمہ تھا اور جو اس وقت تک
باقی رہا جب تک کہ اسکا نتیجہ صریح سنہ ۱۸۳۰ء کے انقلاب کی صورت میں رونما
نہ ہوا اور جس نے خاندان بوربون کے مورث اعلےٰ کی نسل کو فرانس
کے تاج وتخت سے ہمیشہ کے لیئے محروم نہ کر دیا۔ کیونکہ گو ریشلیو وزارت کا
رکن اعظم تھا لیکن اسکے رویئے اور طرز عمل کی اصلی باگ ویلیل کے ہاتھ میں
تھی جو (Legitimist) موروثی اصول پسند کرنے والے فرقے کا
سب سے زیادہ چالاک اور میدان عمل کا یکہ وتنہا ترکتاز تھا بادشاہ پر خود
کہولت طاری ہورہی تھی اور دم خم میں اختلاط رونما تھا ڈیکاز کا اثر بھی اب

**استبداد کا دور دورہ**

اس پر باقی نہیں رہا تھا اور اب دن بدن اسپر ماڈام ڈی کاٹرا
کالنسوانی تصرف غالب آرہا تھا، اس لیئے جب سیلاب
نے اسکی طرف رُخ کیا تو یہ ایک تنکے کا سہارا بھی نہ ڈھونڈھ سکا!
مطابع کی آزادی ایک مخصوص ضابطے کے شکنجے میں جکڑ دی گئی اور
قانون انتخاب نے (جس نے ووٹ دہندگاں کی آزادی محدود کردی تھی)
ایوان میں حکومت کے بہی خواہ اراکین کی تعداد کا اضافہ کر دیا۔ لیکن
بہ حیثیت مجموعی، انتہا پسندوں کے نزدیک جنھیں اپنی جدید طاقت کا کامل
احساس تھا ریشلیو کا رویہ لبرل جماعت کے حق میں نہایت معتدل معلوم
ہوتا تھا جیساکہ عام دستور ہے، جب سیاسی ہیجان واضطراب کو علی الاعلان
ظاہر نہیں کیا جاسکتا اسوقت یہ مواد اندر ہی اندر پکنا شروع ہوتا ہے اور اب
جبکہ دو چار خفیہ انجمنوں کا سراغ لگا اور فرانسیسی کاربوناری کا ایک نامکمل
ہنگامہ پیرس کی سڑکوں پر رونما ہوا، غیر مطمئن اراکین کو جنکی تعداد نسبتہً زیادہ
تھی، انکی بندھی۔ دلائل اور وجوہ کی آڑ مل گئی۔ دو اور ایسے واقعات رونما ہوئے
جن سے انکے اعتماد علی النفس میں اور زیادہ ترقی ہوگئی۔ ڈیوک ڈی بیری کی وفات
کے ۷ ماہ بعد اسکی بیگم کو تولد فرزند کی مسرت نصیب ہوئی جس کا لقب
ڈیوک ڈی بورڈو ہوا اور جو بعد کو کاؤنٹ شاں بورڈ کہلایا اور ۵ مئی ۱۸۲۱ء کو

فرانس کو زندہ درگور نپولین کی واپسی کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا + ایوان کو اب ریشلیو پر اعتماد بھی باقی نہیں رہا تھا اور یہ خود اس عہدے کی پرستش نہیں کرتا تھا۔ صفحہ(۸۶)
اس لیئے اس نے کنارہ کشی اختیار کرلی اور فرانسیسی حکومت کا رکن اعظم ویلیل ہوگیا۔ آخرکار فرانس کو محالفۂ یورپ میں دوسری استبدادی حکومتوں

**ریشلیو عنان حکومت ویلیل کے ہاتھ میں دیتا ہے**

کے پہلو بہ پہلو جگہ مل گئی اور جنوب میں جو انقلابی شورشیں رونما تھیں، ان کا استیصال کرنے کے لیئے وہ اپنے حلیفوں کا ہاتھ بٹانے میں شریک ہوگیا؛

استبداد کی خوفناک ترین غضبناکیوں کا منظر اسپین تھا جہاں انقلاب کے اولین شرارے ایک دفعہ پھر چشمک زنی کرنے لگے تھے۔ حکومت نے عوام الناس کی ضیافت روحانی کے لیئے احتساب دینی کو ازسرنو قائم کیا اور پادریوں کو طاقت اور دولت سے نہال کردیا، یہ سب کچھ تھا لیکن ان کے (عوام الناس) مادی مفاد کا کوئی بندوبست نہیں کیا، اسپین اور اسکی نوآبادیوں

**اسپین اور اسکی نوآبادیوں کا آپسمیں دست و گریباں ہونا**

کی خستہ حالی اور صبر آزما رزم آرائیاں لڑ نہ گئیں؛ ملک فلاکت زدہ تھا اور جارج سوم کا عبرتناک انجام بھی آنکھوں کے سامنے تھا لیکن وزرا تھے کہ ان نوآبادیوں کو مفتوح اور مغلوب کرنے کا خواب دیکھنے سے باز نہ آتے تھے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب محالفۂ یورپ نے اس خطرے کو دور کرنے کے لیئے کہ کہیں لا جمہوری حکومتوں کی ایک نئی دنیا بحر اوقیانوس' کے دوسرے سرے پر قائم نہ ہوجائے، مداخلت پر آمادگی ظاہر کی تھی لیکن جب اسپین کی حکومت کے اوراق منتشر ہوئے تو اسکی تجارت کا وہ اجارہ جو اسے نوآبادیوں کے ساتھ حاصل تھا خود بخود سرد ہوگیا اور ایک نہایت منفعت بخش تجارت برطانیۂ عظمی اور جنوبی امریکہ میں شروع ہوگئی۔ ان حالات کے ماتحت انگلستان

**انگلستان کا رویہ**

کی ٹوری کابینہ نے اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصے میں مبتلا پایا وزرا کو یہ پڑی تھی کہ کہیں یورپ کی جمعیت پریشان نہ ہو اور پھر ( Legitimacy ) اصول وراثت پر بھی آنچ نہ آنے پائے

لیکن وہ ایسے راستے کے اختیار کرنے پر تیار نہ تھی جس سے برطانیہ کی تجارتی اغراض معرض خطر میں پڑجائیں، اس لیئے اسوقت تک جب تک کہ حکومت اسپین انگریزی تجارت کی اُس آزادی کے تحفظ کی ذمہ دار نہ ہو جو خود اسپین کی کمزوری سے حاصل کی گئی تھی، انگلستان کبھی ایسے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے پر تیار نہ تھا جس سے اسپین کی نوآبادیاں پھر رشتۂ وفاکیشی میں منسلک کیجا سکیں۔ ۱۸۱۹ء تک تو حکومت نے حقیقی معنوں میں اس قسم کی کوئی کوشش نہ کی جس سے نوآبادیوں پر سرنئے سرسے قابو حاصل کیا جاسکتا، اگر انگلستان کا رویہ معاندانہ تھا تو روس انتہائی ہمدردی پر تلا تھا اور اس بہانے سے کہ سلطنت کو بربری بحری ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ رکھنا ضروری تھا، زار روس نے چند جنگی جہاز مستعار دیدیئے اور اسی دوران میں خستہ اور نیم مُردہ گرسنہ سپاہیوں کی انیس ہزار فوج قادس میں جہاز پر چڑھانے کے لیئے فراہم کی گئی۔ یہاں مارشل اوڈانل کاؤنٹ اِلبسپال کی سرکردگی میں، فوج کو بغاوت پر اُبھارنے کے لیئے ایک سازش کی گئی اور اسکے لیئے ۹ جولائی مقرر کی گئی تھی۔ سازش کرنے والوں کے نزدیک سپاہیوں کا اُبھارنا کچھ زیادہ دشوار نہ تھا کیونکہ انکے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا اس سے اُن میں ناراضگی پیدا ہوگئی تھی، اُنسے کہا گیا، اور اس میں حقیقت کا عنصر غالب تھا کہ امریکہ کا جانا موت کا مرادف تھا۔ بہرحال ۷ جولائی کو اِلبسپال نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور ایک درجن سرغنوں کو گرفتار کرلیا۔ سازش ناکامیاب رہی لیکن مہم کا روانہ کرنا بھی معرض التوا میں پڑ گیا۔

**قادس میں فوجی بغاوت جولائی ۱۸۱۹ء**

(صفحہ ۸۷)

یہ مہم جنوری ۱۸۲۰ء کو پھر روانہ ہونے والی تھی سپاہیوں کے خوف و دہشت کو حکومت کے خلاف ایک دفعہ اور برسرکار لایا گیا۔ اب کی بار طے یہ کیا گیا کہ اعلیٰ ترین رتبے کے افسران پر بھی اعتبار نہ کیا جائے اس دفعہ سازش کے سرغنے دو کرنل تھے

**اسپین میں انقلاب ۱۸۲۰ء**

رستے گو اور کوئی روگا پہلی جنوری کو ریگو نے ایک پلٹن کو اپنی سرکردگی میں
لیکر علم بغاوت بلند اور ۱۸۱۲ء کے دستور کا اعلان کیا اور جنرل اعلےٰ اور اسکے
اسٹاف کو گرفتار کر لیا۔ اب گاروکی تین اور پلٹنوں کو ساتھ لیکر، جو اس سے
مل گئی تھیں، ازلا ڈی لیون پر دھاوا بول دیا، جہاں پر تین اور پلٹنیں لیکر، ۲ جنوری
کو کوئی روگا آملا۔ چھوٹی چھوٹی چند فتوحات حاصل ہوئیں لیکن قادس میں
ان کا جم کر مقابلہ کیا گیا جسکی وجہ سے، میڈرڈ سے جنرل فریر ایک ایسی
زبردست فوج لیکر بڑھا جس سے باغیوں کا محصور اور تتر بتر ہو جانا بالکل یقینی تھا۔
ریگو پندرہ سو سپاہیوں کی فوج لیکر دشمن کے قلب میں گھستا چلا گیا اور اندلوسیہ
پہنچکر اس نے دستور کا اعلان کیا + وہ جہاں جہاں گیا لوگوں نے اسکا خیرمقدم
ادا کیا لیکن عقب سے شاہی فوج بھی یلغار کرتی چلی آرہی تھی ۔ ۹ فروری کو
ملاگا میں شکست کھا کر وہ ایک دفعہ اور فرار ہوا اور سیرا موریئو سے گزرتا ہوا
ایسٹرا مڈورا میں داخل ہوا اور پایان کار ۱۱ مارچ کو بداجوس میں ٹھہر کر ان تین سو
آدمیوں کو فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا جو اب بھی اسکے دامن سے لگے ہوئے
تھے۔ لیکن کہنے کو تو ریگو کی بغاوت خاک میں ملادی گئی لیکن اس سے
ایک ایسا سخت دھاکا ہوا جس سے چپہ چپہ ہل گیا۔ ۲۰ فروری کو گلیسیا میں
بغاوت کی ابتدا ہوئی اور تین دن کے بعد فیرول اور مرسیا نے بھی یہی
مثال پیش کی، جنرل مینا عرصے سے تاک میں لگا ہوا تھا، اب جو موقع ملا تو
وہ سرحد سے گزر کر اسپین میں داخل ہوگیا اور نلوار، اراگون، کیٹلونیا
میں بغاوت پھیلا کر ۱۸۱۲ء کے دستور کا اعلان اور محکمۂ احتساب کو منسوخ کر دیا۔
اس درمیان میں فرڈیننڈ نے البسپال (او ڈانل) کی سرکردگی میں لیڈرڈ کے
ہر چہار طرف فوجیں اکٹھی کرنی شروع کر دیں، لیکن نصیبے کے دھنی، اس فرزانہ سپاہی
نے دیکھا کہ ہوا بدلی ہوئی ہے اور آخر کار ۴ مارچ کو وہ بھی باغیوں سے جا ملا۔
اور جنرل فریر نے اشبیلیہ میں دستور کا اعلان کر دیا۔ اب

فرڈیننڈ دستور منظور کرتا ہے

فرڈیننڈ بالکل بے دست و پا تھا اور اُسے اسکے
سوا چارہ کار نظر نہ آیا کہ جہانتک ہو سکے

سپرچشمانہ طور پر سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا ارادہ تھا، جو میڈرڈ میں بغاوت پھیل جانے سے اور جلد معرض عمل میں آگیا؛ دستور کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے، ۹ مارچ کو اُس نے قسم کھائی، اور دوسرے ہی روز ایک فرمان جاری کر کے محکمہ احتساب دینی کو مسترد کر دیا۔ اسی وقت میڈرڈ میں جنتا (مجلس شاہی) نے احکام نافذ کیئے کہ ۱۸۱۲ء کے کورٹیز (پارلیمنٹ) کے فرامین پر عمل درآمد کیا جائے اور جدید کورٹیز کا جلسہ منعقد کرنیکے لیئے ۹ جولائی کی تاریخ مقرر کی۔

**اسپین میں خانہ جنگی ۱۸۲۰-۲۲ء**

ان واقعات کو دیکھکر دیگر حکومتوں کے سفرا جو میڈرڈ میں متعین تھے، بالکل دم بخود رہے اور انکی خاموشی سے بدشگونی کے آثار ہویدا تھے، صرف سفیر امریکہ نے ہدیۂ "تہنیت" پیش کیا۔ گزشتہ حکومت کی زیادتیوں سے خواہ انھیں کتنی ہی کم ہمدردی کیوں نہ ہوتی وہ اب بھی اس امر کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے کہ جو تغیرات اس طرح سے عالم وجود میں لائے گئے تھے اُن سے کسی بہتری کی توقع کیجا سکتی تھی یا نہیں! جنتا نے اپنی زندگی کے دور اول میں، اس بات کو ثابت کر دیا تھا کہ اسکو اپنے اصول مجردہ، ہر حال میں عزیز تھے خواہ دنیائے عمل میں ان کا نفاذ قطعی ناممکن کیوں نہ ہو! اسکا یہ رویہ گویا اسکی افتاد طبیعت کا ترجمان تھا، اب اس نے اس امر کو قطعاً نظر انداز کر کے کہ ان ممالک نے جنھوں نے انقلاب کو کامیاب بنانے میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا تھا فی الحقیقت مقامی وطن پرستی کے جذبے میں سرشار تھے، سلطنت کی نئی تقسیم اور ترتیب شروع کر دی، خود کورٹیز اور اس کے اراکین نے مآل اندیشی کا بہتر نمونہ پیش نہ کیا۔ ان کے سامنے سب سے زیادہ اہم مسئلہ اپنی ناگفتہ بہ مالی حالت کا سلجھانا تھا۔ ان اصلاحات کے لیئے سب سے زیادہ ٹھوس بنیاد ان کو اس طرح حاصل ہوئی کہ اُنھوں نے کلیسا کی جاگیروں کو فروخت کرنے کے لیئے کروڑ گیری کی چوکیوں کا ایک زبردست نظام قائم کیا اور کلیسائی اور جاگیردارانہ رقوم واجب الادا کو فسخ کر کے، جو کچھ قلیل رقم بچتی تھی اسے محاصل دیوانی میں تبدیل کر دیا۔ جہاں تک اصول مجردہ کا تعلق تھا، لبرل نقطۂ نظر سے ان تجاویز کے

۸۹

خلاف لب کشائی کی گنجایش ہی نہ تھی۔ لیکن پہلی مشق کے متعلق یہ کہنا ہے کہ کسی ایسے ملک میں جہاں لوگ اپنی آمدنی کو خفیہ اور ناجائز طور پر المضاعف کرنیکے عادی ہوں، یہ تجویز دانشمندانہ نہیں کہی جاسکتی۔ موخر الذکر فعل جنون کا مرادف تھا کیونکہ یہاں کوئی حکومت پادریوں کے متفقہ حملے کے خلاف ایک لمحے کے لئے نہیں ٹھہر سکتی تھی، رہا تیسرا امر اس میں صرف یہ تبدیلی ہوئی کہ ابتک جو نامقبولیت جاگیردار امرا کو حاصل تھی اب اُس کا قرعۂ فال حکومت جدید کے نام نکلا۔ اس کورانہ رویّے کا جو کچھ نتیجہ ہو سکتا تھا وہ جلد ظہور پذیر ہوا۔ ایک استبدادی جتھا موسوم بہ ''علم برداران دین متین'' قائم ہوئی جسکے سرغنا ''جنگ جو'' پادری تھے۔ اور جدید حکومت اور اس کے رفقا کے خلاف ایک قسم کی ''جنگ پریشاں'' شروع ہوگئی۔ ۱۸۲۰ء سے ۱۸۲۲ء تک غریب **اسپین** مختلف سیاسی جماعتوں کی معاندانہ زور آزمائیوں کا محشرستان بنا رہا اور جس میں ہر جماعت کی طرف سے استبداد اور ستم آرائی کا ہر پہلو روا رکھا گیا، اعتدال پسند بھی تھے اور غلو پرست بھی اطلاق پسند اور حکم بردار بھی جو صرف اس بات پر متفق تھے کہ جماعت بندی کی آتش جحیم میں اسپین کی عافیت ہمیشہ کے لئے جھونک دی جائے، اگر کسی ملک کی بیچارگی اور بے دست و پائی، حکومتوں کی مداخلت کبھی حق بجانب ثابت کر سکتی تھی تو وہ ساعت اب آگئی تھی!

**انقلاب اسپین اور دول یورپ کا رویّہ**

لیکن یہ بھی کیا بدنصیبی تھی کہ یورپ کے خود ساختہ اطبا مرض کی تشخیص یا اسکے ازالے میں کسی طرح متفق الرائے نہیں ہوتے تھے، صرف **الکزنڈر** ایسا تھا جس نے فیصلے میں تعجیل کی۔ اسکی رائے تھی کہ تمام یورپ کو متفقہ طور پر مداخلت کرنی چاہئیے، یہی نہیں بلکہ انجیل مقدس کے احکام کو اصلی معنوں میں پیش نظر رکھکر، پندرہ ہزار روسی افواج، علاقۂ **پیڈمنٹ** اور **جنوبی فرانس** میں سے گزارنیکے لیئے تاکہ ستم رسیدہ بادشاہی کی مدد کرکے آبادگی بلا ہر کی۔ ادھر **میٹرنخ** روسی گماشتوں کی ریشہ دوانیوں کو جو اٹلی کی خفیہ انجمنوں میں سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھیں نہایت تشویش کی نظر سے دیکھتا تھا اور معاملات کی دگرگوں حالت دیکھکر ایکدم

سراسیمہ ہوگیا اسکے نزدیک، زار نے ازالۂ مرض کے لیئے جو معالجہ تجویز کیا تھا وہ خود مرض سے زیادہ خطرناک تھا، نظر بحالت موجودہ اس نے اس امر میں بھی شبہ کرنا شروع کیا کہ آیا کوئی مرض بھی تھا یا نہیں! زار کے اظہار آمادگی پر اس نے جواب دیا کہ چونکہ اسپین کا مرض مادّی تھا اور بقیہ یورپ کا اخلاقی، اس لیئے مداخلت کی کوئی معقول وجہ ہی نہیں ہے[1] بلکہ یہ غیر ضروری اور خطرناک بھی ہے اسکا مفہوم خواہ کچھ ہی ہو، یہ مسلمہ تھا کہ آسٹریا، افواج کو اپنے ملک سے گزارنے پر آمادہ نہ تھا۔ اس لیئے یہ تمام منصوبے جہاں کے تہاں رہ گئے۔ اب رہا فرانس جسکی سرحد کے دوسرے ہی طرف یہ کشمکش رونما تھی، اس لیئے اسے اس مسئلہ میں سب سے زیادہ انہماک ہونا چاہیئے تھا، اسکا حال یہ تھا کہ لوئیس ہیزدہم کوئی ایسا دستور، نہیں تسلیم کرسکتا تھا جو بادشاہ سے بزور شمشیر منوایا گیا ہو لیکن اول تو ڈیوک ڈی بیری کی وفات نے (صفحہ ۹۰) فرانس کے اندرونی دروبست کو یوں ہی نہایت نازک اور تشویشناک بنا دیا تھا، دوسرے، انگلستان کی حریفانہ اور مخالفانہ نظر اس بات پر لگی رہتی تھی کہ کہیں فرانس اپنا دائرۂ اثر اسپین میں تو نہیں وسیع کر رہا ہے؟ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس اس تحریک میں کوئی عملی حصہ نہ لے سکا انگلستان کی یہ حالت تھی کہ کاسلری نے فرامین کارلسباڈ کے سلسلے میں اس امر پر اختلاف ظاہر کیا تھا کہ بڑی بڑی سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں کبھی مداخلت کی جائے، اس لیئے اب اُس سے یہ کس طرح توقع کیجا سکتی تھی کہ وہ ایک ایسی ناکارہ حکومت کے لیئے مداخلت روا رکھے گا جس نے نوآبادیوں اور انگلستان کے تاجرانہ تعلقات کے خلاف اپنا رویہ ہمیشہ معاندانہ رکھا۔ اس لیئے اسوقت، اسپین کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بلاشرکت غیرے خود اپنی قسمت سنوارے یا بگاڑے!

لیکن ہمسایہ ممالک میں بھی، اضطراب اور انتشار کے بارود خانے آتش گیر مادے سے اٹے پڑے تھے، جن میں اسپین کے آتش زا سے

---

[1] کیسلریخ بنام ٹیبسیل ٹرن۔ ۵ جون ۱۸۲۰ء (مارٹنس۔ ۱۴ (۱)، ۴۷۲)

نکلے ہوئے شرارے اُڑ اُڑ کر گرتے تھے۔ خود پرتگال ایک ہنگامہ اور بغاوت کے لیئے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ ۱۸۰۸ء میں فرانسیسی تاخت کے موقع پر خود بادشاہ جان چہارم ملک چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اور برازل کو حکومت کا مستقر قرار دیدیا تھا۔ اب ۱۸۱۵ء میں بجائے واپس آنے کے اُس نے ایک اعلان شائع کیا، جس میں پرتگیزی سلطنت کو "ممالک متحدۂ پرتگال، برازل والغرب" کے نام سے موسوم کردیا اور فوراً ہی مارشل برسفورڈ کو، جو پچھلی دفعہ انگریزی افواج متعینہ پرتگال کا کمانڈر تھا، اپنا قائم مقام بناکر لسبن بھیجدیا۔

**پرتگال اور برازل**

یہ انتظام پرتگیزیوں کے نزدیک پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ پہلے ان کو شاہی اقتدار حاصل تھا اور اب موجودہ نظام کی رو سے انکی حالت ماتحتانہ ہوگئی تھی اور ماتحتی بھی کسکی؟ خود اپنی نوآبادی کی! کیونکہ اس انتظام سے ان کے وہ تعلقات جو اس سے پیشتر برازل سے تھے، اب بالکل برعکس ہوگئے تھے علاوہ بریں، برازل کی تجارت کا پورا اجارہ، ابتک پرتگیز کو حاصل تھا لیکن اب اس امداد و استعانت کے صلے میں، جو گزشتہ جنگ کے موقع پر پرتگال میں انگریزوں سے حاصل ہوئی تھی، وہ (انگریز) بھی اس حق میں حصہ دار بنا دیئے گئے۔ اس انتظام پر باشندگان برازل اور انگلستان نے تو جشن منائے لیکن بہت سے پرتگیز تجار کے یہاں صف ماتم بچھ گئی!

صفحہ (۹۱)

اپریل ۱۸۲۰ء میں برسفورڈ، برازل کے لیئے روانہ ہوا اور اسکی عدم موجودگی ملک کے اضطراب اور انتشار کے لیئے نفخ صور کا کام کر گئی۔ اگست میں افواج متعینہ

**پرتگال میں انقلاب**

اوپورٹو نے کرنل سیپلویڈا کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام ملک میں غدر پھیل گیا متولیان ملک نے یہ دیکھکر کہ فوج میں بے اطمینانی پھیل چکی ہے، نومبر میں "کورٹیز" کا جلسہ منعقد کرنے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی بادشاہ سے عرض کیا کہ فی الفور یورپ واپس آجائے، تاہم ۱۵؍ستمبر کو افواج متعینہ لسبن بگڑ کھڑی ہوئیں، حکومت تولیت کو معزول کردیا اور ایک ہنگامی گورنمنٹ قائم کردی۔ توقع یہ تھی کہ اسپین میں جس نوعیت کی حکومت تھی اسی نمونے پر دستور عمومی حاصل ہوسکیگا۔

ابھی یہ ہنگامہ نصف النہار پر تھا کہ برسفورڈ کچھ اور فوج لیکر ریو سے پلٹ پڑا لیکن جنتا نے اسے خشکی پر اترنے سے روکدیا اور وہ مجبوراً انگلستان کو لوٹ گیا، یہ واقعات ایسے نہ تھے جس سے بادشاہ سپر نہ ڈال دیتا، چار ناچار پرتگال واپس آنے کے لیئے آمادہ ہوا۔ اسکا لڑکا پڈرو بہ حیثیت قائم مقام کے برازل میں رہ گیا، اور اسے اس امر کی ہدایت کردی گئی کہ اگر دونوں ممالک متحد نہ رکھے جاسکیں تو حکومت برازل کا تاج زیب سر کرے کیونکہ یہ اس سے کہیں بہتر تھا کہ یہ ملک کسی دوسرے منچلے کا جولانگاہ بنتا۔ یہ ۱۸۲۲ء کے ناگزیر واقعات تھے اور ۱۲ر اکٹوبر کو ریو کی جنتا نے برازل کی آزادی کا اعلان کیا اور پڈرو نے "آئینی شہنشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اسی دوران میں

**بادشاہ ۱۸۱۲ء کے دستور کو منظور کرتا ہے**

۸ جنوری کو لسبن میں کورٹیز کا اجلاس منعقد ہوا اور ایک ایسا دستور پاس کیا گیا جو اسپین کے نظام حکومت کے نمونے پر تھا۔ چھ دن کے بعد بادشاہ سلامت برازل سے واپس آئے اور ملکہ کارلوتا اور اپنے بھائی دام میگوئل کی شدید مخالفت کے باوجود، اس نے ساحل پر قدم رکھنے سے قبل اپنے آپکو ایک ایسے "دستور" کا پابند کردینے کی قسم کھائی جس سے اسکی تمام طاقت اور اقتدار فنا ہوگیا!

۹۲

اس دستور کے نفاذ کے موقع پر اہالیان لسبن نے چراغاں کیا اور اسی جم غفیر میں کسی نے اسٹروی سفیر کی اہانت کردی جس سے میٹرنخ کو ایک انقلابی حکومت سے تمام سیاسی تعلقات قطع کرلینے کا بہانہ مل گیا۔ یہ لطیفہ بھی ایک طرح سے تلقین و تبلیغ اصول کا ایک بے ضرر حیلہ تھا لیکن اب دیکھنا یہ رہ گیا تھا کہ کیا پرتگال کا "مرض" اس کے نزدیک اسپین کے "مرض" سے زیادہ تشویشناک تھا۔ کیونکہ موجودہ حالت میں اسٹریا اس متعدی وبا سے زیادہ محفوظ تھا۔ لیکن یہ حالت اسوقت بالکل بدل گئی جب یہ وبا خود اسکی سرحد پر منڈلانے لگی اور اسکے خاص حلقۂ اثر میں سرایت کرنے لگی، نیپلس میں استبداد کا دور دورہ

**نیپلس میں انقلاب جولائی ۱۸۲۰ء**

اسپین، روما حتیٰ کہ پیڈمانٹ سے

بھی کمزور تر تھا ۔ میورا کے زوال کے بعد، خاندان بوربون آسٹریا کی خاص حفاظت اور نگہداشت میں برسر اقتدار لایا گیا تھا، اور باوجود اسکے کہ شاہ فرڈیننڈ نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا تھا کہ وہ آئینی مدارج کے اتنے ہی منازل طے کرے گا جتنے آسٹریا منظور کرے، لیکن میٹرنخ نے اپنی وضع کو ہاتھ سے نہ دیا اور اس بات پر اڑا رہا کہ مناقشات کے قبل جو حالت تھی وہ ہر صورت سے محفوظ رکھی جائے، اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہو اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ انگلستان کے ساتھ ملکر اس قسم کی تدابیر عمل میں لانے لگا جس سے ہر قسم کا جوابی انقلاب یا انتقامی داروگیر کی روک تھام ہو سکے + بہ حیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ میورا نے بست وکشاد کا جو نظام قائم کر دیا تھا یا جو قوانین اس نے نافذ کر دیئے تھے وہ خفیف تغیر و تبدل کے ساتھ بجنسہ رہنے دیئے گئے تھے، لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے دربار شاہی کو غیر منصفانہ یا خود مختارانہ رویّہ اختیار کرنے کا موقع نہ مل سکتا ۔ فرڈیننڈ اپنی جلا وطنی سے واپس آیا تو اسکے ساتھ، حسب معمول لواحقین کا گروہ بھی ساتھ ساتھ تھا جس نے صلہ اور انعام حاصل کرنے کے لیئے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا تھا اور یہ ہنگامہ فوج میں، اس بنا پر خصوصیت کے ساتھ عالمگیر ہو رہا تھا کہ ان (ملوکی، افسروں کا حق، جنھوں نے سسلی میں بادشاہ کی رفاقت کی تھی اُن لوگوں کے مقابلے میں قابل ترجیح سمجھا گیا جنھوں نے میورا کے علم کے سایہ میں داد شجاعت دی تھی۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی آن پڑی تھی کہ پادریوں کو سوا اس کے کہ ان کی وہ جائدادیں جو ان سے علٰحدہ کر لی گئی تھیں، واپس نہیں دی گئیں بقیہ تمام اختیارات انھیں تفویض ہونے لگے تھے اور لبرل تحریکات یا خیالات کے حامیوں کے خلاف نہایت شدید تعزیری کارروائیاں عمل میں آنے لگی تھیں ایک طرف تو فوج میں اضطراب پھیلا ہوا تھا دوسری طرف لبرل جماعت کی اولوالعزمیاں اُبھرنے کے لیئے بیقرار تھیں، آخر کار ان دونوں کو ایک ہی مرکز پر مجتمع ہو جانے کے اسباب پیدا ہو گئے اور اس طرح پر

صفحہ (۹۴)

انجمن کاربوناری عالم وجود میں آئی، اور وہ بھی ایک ایسے قدیم اور روایتی ملک میں جہاں لوٹ اور غارتگری کی گرم بازاری اور خفیہ انجمنوں کی ریشہ دوانیاں "یاران نکتہ دان" کے لیئے ایک "صلائے عام" تھی، ان حالات کے ماتحت، انقلاب اسپین کا فوری اثر کیوں نہ ظاہر ہوتا۔ ۲ جولائی کو لفٹنٹ موریلی کی سرکردگی میں، فوج کے ایک دستے نے نولا سے نیپلس پر تاخت کی، ۵ جولائی کو اس میں جنرل پیپے بھی آکر مل گیا جسکی زیر کمان "ڈریگون" کا ایک رجمنٹ تھا اور اس تحریک پر اس کثرت سے لوگوں نے صدائے لبیک بلند کی کہ وزرا اسکی روک تھام سے بالکل معذور ہو گئے۔ پیپے نے اسپین کے دستور مجریہ ۱۸۱۲ئہ کا فوراً اعلان کیا پہلے پہل تو بادشاہ نے ناسازی مزاج کا ایک مجہول حیلہ پیش کیا لیکن بالآخر کار اُس نے دستور کو منظور کرنے کی قسم کھائی۔ معلوم نہیں یہ ایک وجدانی کیفیت تھی، یا اسکی وہ جبلیت جو تماشہ اور تفریح کی لطف اندوزیوں سے سرشار تھی، یا پھر صرف ایک ہتھکنڈا، کہ اس نے یہیں تک دم نہ لیا، بلکہ بڑھ کر اس دائرے میں قدم رکھ دیا، جہاں اسکی حالت اور منصب کا اندازہ کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اسکی کوئی ضرورت بھی نہ تھی، اس نے یہانتک دعا مانگی کہ اگر اس کے قول و فعل میں کوئی فرق نظر آئے تو خدا فوراً اپنا غضب نازل کرے! اس نے جس شد و مد کے ساتھ اختلاف ظاہر کیا تھا اس سے شاید یہ بھی مقصود تھا کہ اس طرح قسم کھانے سے وہ آسٹریا سے اپنے تعلقات منقطع کر رہا تھا بہرحال کچھ ہی رہا ہو اس نے میٹرنخ کو فوراً خط لکھا جسمیں اسکی رائے اور صلاح طلب کی تھی۔

نیپلس کے اس ہنگامۂ رستخیز کا طشت از بام ہونا تھا کہ میٹرنخ نے اپنے نوزائیدہ اصول "عدم مداخلت" کو فوراً خیر باد کہا، لیکن بایںہمہ وہ یہ بھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ ایک ایسے معاملے کو جو آسٹریا سے اس طرح متعلق تھا یورپین کانگریس کے گلخن میں جھونک دے۔ اس نے یہ تحریک پیش کی کہ کسی دوسری سلطنت کے مداخلت کے بجائے یہ زیادہ بہتر تھا کہ

خود زار اور فرانسس ملکی "مداخلت" کے مسئلے کو آپس میں طے کرلیں۔
پروشیا کی اندرونی کشمکش اور برّاعظم کے مسائل مختلف فیہ سے انگلستان
کی تدریجی کنارہ کشی ایسی چیزیں تھیں جو اس تحریک کو حق بجانب ثابت کرتی
تھیں، لیکن الگزنڈر اب بھی اپنے ہی عقیدے کو حرزِ جان بنائے ہوئے تھا کہ
محالفہ مقدس ہی دنیا کی امیدوں کا ماویٰ وملجا ہوسکتا تھا، لیکن خدا بھلا کرے
آسٹریا کی سازشوں، پروشیا کی کمزوریوں اور انگلستان کے "یہ گھر رہے
سلامت وہ گھر رہے مبارک"! اصول کا صرف روس ہی اس کے
اصولوں کا تنہا دیکہ علم بردار رہ گیا تھا![1] آسٹریا کو جو عظمت اسوقت اٹلی میں
حاصل تھی وہ فرانس کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اس نے بھی کہا کہ اسکا فیصلہ کانگریس
ہی کے ہاتھ میں دیدینا چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت آسٹریا کو سرتسلیم خم صفحہ (۴۹)
ہی کرنا پڑا۔ اور آخر میں یہ طے پایا کہ ٹروپاؤ میں ۲۰ اکتوبر کو کانگریس کا جلسہ منعقد ہو۔

**کانگریس منعقدہ ٹروپاؤ**

جلسے کے انعقاد سے پہلے ہی میٹرنخ نے ایک یادداشت
تیار کی جس میں اُس نے اس بات کے ثابت کرنے کی
کوشش کی تھی کہ نیپلس کے معاملات سے آسٹریا کے اغراض اتنے ہی
وابستہ تھے جتنے خود تمام یورپ کے! اُس نے کہا، یورپ کی تمام
حکومتوں کا طرزِ عمل صرف ایک محور پر گھومتا تھا اور وہ عہدناموں کو سالم
اور برقرار رکھنا تھا! اس لیئے انقلابی تحریک سے ہر ایک کی عافیت
خطرے میں تھی اس لیئے ہر ایک کو اسکے تدارک اور انسداد کے ذرائع اور
وسائل اختیار کرنے چاہیئیں، پس ٹروپاؤ کی کانگریس کے سامنے یہ
مسئلہ پیش ہونا چاہیئے کہ کن اصول کے ماتحت، حلیف نیپلس کے معاملے میں
مداخلت کرسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان اصول کا عمل درآمد بھی فوراً شروع
کردینا چاہیئے"۔ اس کے بعد اس نے خود اپنے خیالات ظاہر کرنے
شروع کیئے کہ اس اصول "مداخلت" کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے اس نے کہا کہ

[1] مارٹنس ۴، ۲۷۲-۲۷۶۔

انقلاب اگر طبقۂ اعلیٰ کی طرف سے معرض وجود میں آئے تو مستحسن ہے اور اگر اسکا نفاذ طبقۂ اسفل کی طرف سے ہوا ہے تو وہ غیر مستحسن ہے۔ اول الذکر حالت میں غیر حکومتوں کی مداخلت نہ ہونی چاہیئے اور موخر الذکر صورت میں ان حکومتوں کو جنھوں نے فیصلے پر دستخط ثبت کیئے ہیں اس قسم کے تغیرات کو ناقابل التسلیم سمجھنا چاہیئے، اور یہی نہیں بلکہ اگر ایسے تغیرات خود انکی ریاستوں میں نافذ ہو چکے ہیں تو انھیں مسترد بھی کر دینا چاہیئے [1]۔

اب اسکے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ اسکے اس موضوعہ نظام عمل کو دوسری حکومتیں شرف قبولیت بخشیں، تاجدار پروشیا فریڈرک ولیم اپنی وضع کا پابند رہا اس نے اسٹریا کو اپنا پیر طریقت تسلیم کر لیا۔ زار کے متعلق بھی میٹرنخ کو زیادہ کاوش نہ کرنی پڑی کیونکہ تجدید مذہب کا پہلا درس جو ایکس میں دیا گیا تھا، اسکے اثرات اب مترتب و مکمل ہونے لگے تھے۔ الگزنڈر بقول خود ٹروپاؤ میں ایک بدلے ہوئے، آدمی کی حیثیت سے آیا تھا، اہالیان پولینڈ کے "دییٹ" کی یہ

**زار کے رویہ میں تبدیلی**

ناسپاسانہ جسارت کہ اسی کا فیصلہ ناطق سمجھا جائے ایک ایسا فعل تھا جس نے الگزنڈر کے حساس ترین گوشۂ قلب کو مجروح کر دیا تھا اور اس واقعے نے اسکے اس اندیشے کو اور قوی کر دیا، جس سے وہ اپنی اس حرکت کا اندازہ کرتا تھا، جسکا ذمہ دار یہ خود تھا اور جو یورپ میں ایک عام انتشار اور اضطراب پھیلانے کی معین ہو چکی تھی۔ میٹرنخ سے اس نے خود کہا "تم کو کسی بات پر کف افسوس نہیں ملنا ہے لیکن مجھے ہے" سہ پہر میں چاء نوشی کا مشغلہ تھا راز دارانہ گفت و شنید کا آغاز ہوا، کہ میٹرنخ نے روس کے خدائے وقت سے اپنے سیاسی عقائد کا اظہار کیا اور وہ ذرائع اور وسائل بھی بیان کر دیئے جس سے وہ ایک دفعہ پھر دنیا میں عافیت و سکون کی برکات نازل کرا سکتا تھا۔ ۱۵ نومبر کو خبر پہنچی کہ روسی گارڈ کے سیمونووسکی پلٹن میں غدر مچ گیا،

صفحہ(۹۵)

---

[1] تذکرہ میٹرنخ" بارٹنس ہم حصہ ۱، ۲۷۶

یہ خبر مٹرنخ کی تقویت کی باعث ہوئی، زار نے یہ خیال کیا کہ اُسے سینٹ پیٹرزبرگ میں واپس بلانے کے لیئے انتہا پسندوں نے ایک شگوفہ چھوڑا تھا، مٹرنخ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا، "لیکن" اُس نے اتنا اور اضافہ کیا "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زار کس قدر بدل گیا ہے" اب اُسے اس بات پر ردو قدح کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی کہ انقلاب کی مخالفت سے اصلاح کی مخالفت مقصود نہیں ہوتی یا استحکام، انجماد کا مرادف نہیں ہوتا، زار نے بغیر چوں چرا کیئے ہوئے ہتیار ڈالدیئے ؛

آسٹروی نقطۂ نظر سے فرانس اور انگلستان کا رویہ زیادہ قابل اطمینان نہ تھا، مٹرنخ کو یہ توقع تھی کہ اگر تین "آزاد" طاقتیں متحد ہوجائیں گی تو دو "پابند" حکومتیں انکے نقش قدم کو اختیار کرلیں گی۔ لیکن حکومتوں کے سد رویّں میں وہ شگاف نمایاں ہونے لگا تھا جو آئندہ چلکر مغرب کی لبرل اور مشرق کی استبدادی حکومتوں کے درمیان ایک خلیج بنکر حائل ہوتا، الگزنڈر نے انگریزی حکومتوں سے منتیں کیں کہ وہ "استبدادی مخالفہ" کی رسوائی سے اپنا دامن ملوث نہ کرے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اسکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر انگلستان اس کانگریس سے کنارہ کش رہا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ دوسری سلطنتیں نامحدود اور خود مختارانہ حکومت کی متمنی تھیں، وہ اپنے مخلصانہ آئنی جذبات کی ضمانت پیش کرتا تھا اور اس نے اس بات کا اعلان کیا کہ کانگریس میں کوئی ایسی بات طے نہ ہوگی جو انگلستان کی پارلیمنٹ کے روشن خیال اکثریت کے عقائد یا جذبات کے منافی ہو۔ لیکن کاسلری ٹس سے مس نہ ہوا۔

**کاسلری کا رویہ**

اُس نے کہا عہد ناموں کی ایسی کھینچ تان کی جارہی تھی کہ وہ اسکے کسی طرح متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ نہ تو خود عہد ناموں میں ایسی شرائط موجود ہیں اور نہ موجودہ حالت ہی اس بات کی مقتضی ہے کہ کوئی کانفرنس اس نمونے پر قائم کی جائے جس پر ایکس میں قائم ہوئی تھی۔ اسپین کی طرح نیپلس کے مناقشے بھی

بالکل اپنی ہی حکومت سے متعلق تھے اور گو انگلستان اس بات پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس انقلابی "وبا" کے خلاف عملی کارروائی کا آغاز کر دے لیکن وہ کسی ایسی "بین الاقوامی مجلس" کا شریک نہ ہوگا جس میں اس مقصد کے لیئے فرامین بین الاقوامی نافذ ہوں۔ اگر اسٹریا کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ نیپلس کے ہنگامے خود اسکی عافیت کے منافی ہیں تو اسکو اختیار ہے، وہ اپنی ذمہ داری پر مناسب تدابیر و ذرائع اختیار کر سکتا ہے، انگلستان کو اس میں کوئی عذر نہ ہوگا، رہا کانگریس کی شرکت اس کے لیئے لارڈ اسٹیوارٹ بہ حیثیت انگریزی سفیر (جسے انگلستان کی طرف سے سیاہ سفید کا اختیار حاصل ہوگا) بھیجے گئے ہیں، لیکن وہ کانگریس کی بحث مباحثہ میں کوئی نمایاں حصہ نہ لیں گے، انگریزی حکومت کی رائے سے فرانس بھی متفق تھا اور ۱۹ تاریخ کو جب منضبطہ ٹروپاؤ شائع ہوا تو اس پر صرف آسٹریا۔ روس اور پروشیا کے دستخط ثبت پائے گئے۔

صفحہ (۹۶)

**منضبطہ ٹروپاؤ ۱۹ نومبر ۱۸۲۰ء**

مجالس یورپ کی جماعت کے اس طرح مختصر ہو جانے کا لازمی نتیجہ تھا کہ انکے مقاصد کا دائرہ بھی تنگ ہو گیا، وہ محالفۂ مقدس جو تمام یورپ کا عدالت العالیہ تسلیم کیا جانے والا تھا اب محض ایک ایسی جماعت ہوکر رہ گیا تھا، جو انقلاب کے دست تطاول سے شاہزادگان یورپ کو محفوظ و مصئون رکھتا+ کہنے کو تو یہ ایک بڑی چیز تھی لیکن اسکا احترام بس اتنا ہی تھا جتنا مائنز کمیشن یا "ڈیئٹ" فرنیکفورٹ۔ منضبطہ ٹروپاؤ بالفاظ دیگر صرف فرامین کارلسباڈ تھے جن کی اشاعت تمام یورپ میں تھی، ایک جگہ یہ تحریر تھا کہ "وہ ریاستیں جنکے نظم حکومت میں انقلاب کی وجہ سے تغیر و تبدل ہوا ہے اور جس کے نتائج دوسری ریاستوں کے لیئے اندیشہ ناک ہیں بوجوہ متذکرہ خود بخود اتحاد یورپ کے رکن نہیں رہے، اور وہ اسوقت تک علیحدہ رکھے جائیں گے جب تک ان کا رویہ کسی باضابطہ نظم و استحکام کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس تغیر و تبدل سے دوسری ریاستوں کے لیئے کوئی فوری خطرہ رونما ہے تو متحدہ حکومتیں اپنے کو

اس بات کا پابند بناتی ہیں کہ وہ تمام صلح جویانہ طریقے سے اور اگر یہ ناممکن ہوا تو بزور شمشیر مجرم ریاست کو محالفۂ عظیمہ میں شامل کر دیں گے۔[1]

لیکن پانچ جدید طاقتوں میں سے دو نے اس اہم اعلان کو کھلم کھلا ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اسی وجہ سے اسکے اخلاقی تار و پود ڈھیلے ہو گئے۔ لیکن میٹرنخ کو اس بات کی توقع تھی کہ یہ نقص دور ہو جائے گا فرانس نے کچھ قیود عائد کرنے کے بعد اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ عافیت اور یکسوئی کے خیال سے وہ مضبطے کے اصول کو تسلیم کرے گا لیکن جب کاسلری کو وہ شرائط معلوم ہوئیں تو اُس نے ایک دفعہ نہایت شدومد کے ساتھ انکی مخالفت شروع کر دی اور خصوصاً وہ اس بات پر بے حد مصر تھا کہ اسکی شرائط کسی حالت میں اور کسی طور پر انگلستان کو پابند نہ بناسکیں میٹرنخ اس بات کو ذہن نشیں کرانے کی بے سود کوشش کر رہا تھا کہ حکومتوں کی نیت محض اُن اندرونی تعلقات میں دست اندازی کرنے کی تھی جنکا اثر بیرونی تعلقات پر پڑتا ہو اور مضبطے کے اصول محض اُن شدید شر انگیزیوں سے متعلق تھے اور ان انقلابات کا سدِ باب کرنے کے لیئے بر سر کار لائے جا سکتے تھے جو وقتاً فوقتاً باضابطہ حکومت کے خلاف رونما ہوتے تھے۔ یہ استدلال اس حکومت کے سامنے پیش کیا گیا تھا جو ۱۶۸۸ء کے انقلاب انگیز تصفیئے کا نتیجہ تھی جسکا انجام یہ ہوا کہ اسکا خاک اثر نہ ہوا لیکن گو انگریزی حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی لیکن کبھی کبھی محض اختلافی رائے بلند کرکے خاموش ہو جاتی تھی۔ محالفۂ عظیمہ میں کوئی رخنہ نہ پڑا اور اٹلی میں جو معاملات رونما ہو رہے تھے اُنھیں ان کی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ ؎

(صفحہ ۹۷)

کانگرس کا آخری اجلاس ٹروپاؤ میں ۲۰ اکٹوبر ۱۸۲۰ء کو ہوا، لیکن طے یہ پایا کہ آغاز سال آئندہ تک کے لیئے باخ میں اس کے اجلاس منعقد ہوتے رہیں۔ اسی دوران میں فرڈیننڈ شاہ نیپلس بھی مدعو کیا گیا کہ

---

[1] مکمل عبارت مارٹنس ۴ (۱) صفحہ ۲۸۲ میں ہے۔ ؎

وہ شریک ہو اور ایسی تدابیر سوچے جس سے حکومتوں کے احکام کا نفاذ ہو سکے، ساتھ ہی ساتھ یہ کوشش بھی جاری رہی کہ اہالیان نیپلس کسی طرح سے زیر ہو جائیں۔ خود پاپائے روما کی طرف لوگوں نے رجوع کیا کہ تقدس مآب خود اپنے اثر کو بر سر کار لائیں اور زار کے دست خاص کا لکھا ہوا خط پوپ کے پاس اس مضمون کا پہنچا کہ پاپائے روما خود اپنے بابرکت اثر کو کام میں لا کر اپنے اطاعت شعار فرزندان کلیسا کو انکے حق بجانب فرض حلقہ بگوشی کی طرف مائل کریں۔ اہالیان نیپلس اپنی ضد پر قائم رہے اور ضد بھی ایسی نہیں جسکی بنیاد عقیدہ راسخ پر ہو بلکہ لاعلمی اور جہالت پر ہو، مضبطہ کی اشاعت ہوئی لیکن اسکا خیر مقدم عامۃ الناس کے جوش غضب نے کیا، اس غیظ و غضب میں، ایک دفعہ اور مد و جزر اسوقت اٹھا جب یہ خبر گرم ہوئی کہ بادشاہ لئے بارخ کے لیئے روانہ ہونے والا ہے۔ شرائط دستوری کے مطابق اُسے ملک چھوڑنے کے لیئے پارلیمنٹ کی اجازت لینی ضروری تھی۔ لبرل وزارت نے یہ سمجھکر کہ دول حلفاء کے فیصلے سے سرتابی محال تھی، ایوان کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ بادشاہ کو اس شرط پر روانگی کی اجازت دیدے کہ وہ چند آئینی اصول کا پابند رہے گا اور یہی اصول کانگریس میں گفت و شنید کے سنگ اساسی ہوتے لیکن باشندگان نیپلس کے من سمجھوتے کے قائل نہ ہونے والے تھے اور نہ ہوئے۔ ایوان کے فیصلے کی خبر مشتہر ہوئی تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور قبل اسکے کہ

**فرڈیننڈ حکمران نیپلس اور کانگریس۔**

بادشاہ روانہ ہوتا اسے اس بات کی قسم کھانی پڑی کہ وہ ۱۸۱۲ء کے دستور کا پابند رہے گا دستوری آزادی کے دشمنوں کے لیئے اس سے صفحہ (۹۸) بڑھکر کوئی موقع نہ تھا۔ نیپلس کا بوربون خاندان ایسا نہ تھا جس کے ضمیر کو "سوگند و قسم" کی گرانباری کبھی محسوس ہو سکتی تھی، اپنی رعایا کی حدود سے باہر قدم نکالنا ہی تھا کہ اس نے بغیر کسی حیلۂ شرعی یا تشریح کے بڑے بڑے ممالک کے حکمرانوں کے پاس مراسلات بھیجے کہ اسکے گزشتہ اقوال و افعال

بالکل مسترد تصور کیئے جائیں! اس قسم کے بے تکے پن نے ایک عجیب سنسنی پھیلادی اور یہ بھی، ان سیاسی شاطروں کے حلقے میں جنکی طبائع خصوصیت کے ساتھ غیر انفعال پذیر ہوتی ہیں، مٹرنخ نے خود کاپو دستریا کو ایسے افسوسناک حربے کے استعمال کرنے پر لعنت ملامت کی کینٹھ نے کانگرس کو اس بات پر تہنیت بھیجی کہ کانگریس کی یہ افسوسناک صدائے ناراضی دنیا کی نظر سے پوشیدہ اس کے دفتر ہی میں مدفون رہے گی۔ کاپو دستریا نے یہانتک کہاکہ "ملوکیت" کو رسوائی سے بچانے کے لیئے ایک مقدس جعل کھڑا کیا جس میں اس نے جعلی خط و کتابت کا ایک سلسلہ جاری کرنا چاہا، وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ باوجود اس کے کہ تمام حکومتیں بادشاہ پر دباؤ ڈال رہی تھیں کہ وہ ملک کے "آئین" کا شیرازہ بکھیر دے اور گو اُس نے اس کے خلاف نہایت شرافت اور پامردی کا اظہار کیا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ مگر اب یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی تھی کہ اہالیان نیپلس کی مجنونانہ حرکات آسٹریا کے سیاسی ہتھکنڈوں کے معین بنکر رہیں! کیونکہ اگر فرڈیننڈ، سیئے باخ اس ارادے سے آتا کہ وہ ایک قسم کی معتدل آئینی حکومت کے دوش بدوش کھڑا ہوگا، تو فرانس انگلستان اور غالباً روس بھی اس کی اس عہد شکنی کے خلاف صدائے ناراضگی بلند کرتے اور اس طرح آسٹریا نے جو ڈورے اٹلی میں ڈال رکھے تھے اسے سخت صدمہ پہنچتا۔ لیکن جیساکہ ہوچکا تھا، انقلاب پسندوں نے اعلان جنگ دیدیا اور ہر قسم کی گفت و شنید کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا اس لیئے اب طے یہ ہواکہ فرڈیننڈ کو بہ حیثیت ایک خودمختار بادشاہ کے تخت شاہی پر متمکن کرانے کا فرض آسٹریا کو تفویض کردیا جائے اورخواہ باشندگان نیپلس گوارا کریں یا نہ کریں، ملک پر، فی الحال آسٹروی افواج قابض و دخیل ہوجائیں۔ محض سر سے ایک رسمی فرض اتارنے کی نیت سے فرڈیننڈ نے ڈیوک آف کلابریا کو یہ لکھ بھیجا کہ دول کی مخالفت کی وجہ سے دستور کا قائم رکھنا ناممکن تھا، لیکن میں اُن تمام ضروری تجاویز کو بر سرِکار

لانے کے لیئے مستعد رہوں گا جو ایک اچھی حکومت کی ضامن بن سکتی ہیں اور اگر باشندگان نیپلس نے موجودہ فیصلے کی مخالفت کی تو اسکا نتیجہ جنگ کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا لیکن بہرحال میں نے امن و انتظام کے لیئے بطور ضمانت، آسٹروی افواج کو ملک پر قابض و دخیل ہوجانے کی اجازت دیدی ہے۔ (صفحہ ۹۹)

یہ مراسلہ ۹ ہر فروری ۱۸۲۱ء کو نیپلس پہنچتا ہے۔ لیکن ۶ ہر تاریخ کو آسٹروی افواج دریائے پو سے گزر چکی تھیں۔

**نیپلس پر آسٹروی افواج کا قبضہ**

اٹلی میں آسٹروی مہم ایک طرح کی عجیب وغریب (فوجی نقالی) یا (بازیگری) تھی۔ آٹھ مہینے تو کیل کانٹے سے لیس ہونے میں صرف ہوئے لیکن یہی فوج جب روما میں داخل ہوئی تو بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ رسد وخوراک کے لیئے سالار افواج کو نیبور سے قرض لینا پڑا، حملہ آوروں کے خلاف اگر خفیف سی جدوجہد بھی کی جاتی تو اُن کا سدّباب کردینا یقینی تھا، اور حکومتوں کی باہمی رقابت کو ظہور پذیر ہونے کا موقع دیکر آسٹریا کا پانسہ پلٹ دیا جاسکتا تھا۔ نیپلس کی فتحیابی، شاید اٹلی کے ایک بڑے حصے کو، ان غیر ملک والوں کے خلاف لا کھڑا کرتی، لیکن نیپلس کی فوج آسٹروی افواج سے بھی بدتر حالت میں تھی جس میں نہ کوئی نظام تھا نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ اتحاد یا پابندی، پیپے نے تو یہانتک کیا کہ وہ آبروتسی کے دشوار گزار دروں، جسے نیپلس کا دروازہ کہنا چاہیئے، محفوظ نہ رکھ سکا، نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل فری مانٹ نے رِیئٹی میں جہاں اُنھوں نے گر پڑ کر کچھ مقابلہ کیا، اُن کا دفتر الٹ دیا۔ اب آسٹروی افواج نے بغیر کسی دشواری کے دارالسلطنت پر قبضہ کرلیا، نیپلس کی چندروزہ آزادی غیر ملک کی افواج اور غیر ملک کی حکومت اہوال ومخافات، پر نثار ہوگئی۔ فی الحقیقت مٹرنخ کے سیاسی ہتھکنڈوں کی معین خود تقدیر بنی رہی۔

اٹلی میں ایک عالمگیر اضطراب رونما ہونے کی خبر آئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تجویز جسے تین حکومتوں نے مضبطۂ لباخ کے اصول کو عمل پذیر کرنے کے لیئے منظور کیا تھا، جلد سے جلد نافذ کردیا گیا۔ صرف نیپلس ہی نہیں بلکہ دوسری

چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بھی ۔ حتیٰ کہ پیڈمانٹ میں بھی ۔ اس انقلابی تحریک

**پیڈمانٹ میں فوجی بغاوت**

کا ہونا یک رہا تھا، اور اگر کہیں ایسا ہو جاتا کہ دیگر متضاد تحریکیں ایک ہی نقطے پر متحد ہو جاتیں تو اسٹروی نظام کو صرف اٹلی ہی میں نہیں بلکہ سارے یورپ میں روز بد دیکھنا نصیب ہو جاتا، لیکن جیسا کہ ہو کر رہا، باشندگان پیڈمانٹ نے علم بغاوت اسوقت (۱۰۔ مارچ) بلند کیا جب دسیئے تی میں پیپے کو شکست کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے ۔ لیکن اس کے محرک وہی معمولی متضاد و مخالف مقاصد تھے ۔ اس عالمگیر بے اطمینانی کا راز اس گورنمنٹ کی ناگفتہ بہ حالت میں مضمر تھا جو ایک ایسے اجتماعی نظام کے احیاء میں ساعی تھے جو معدوم و مفقود ہو چکا تھا ۔ داخلی طور پر کسی قسم کی اصلاح یوں ناممکن ہو گئی تھی کہ جن جماعتوں کے جابرانہ حقوق انھیں از سر نو تفویض کر دیئے گئے تھے وہ اسکی مخالفت پر تلے بیٹھے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ مساعی نامشکور ہو کر رہیں تو تغیر و تبدل کے ارمان اور زیادہ دل گداز ہو گئے ۔ دستور پرستی، نوجوان شرفا کا شعار بن گیا، رہی فوج اس میں بیشتر ایسے افسر موجود تھے جو نپولین کی سرکردگی میں جانبازی کے مراحل گزار چکے تھے، کچھ تو ان میں آسٹریا کے خلاف قدیمی منافرت کا عنصر غالب تھا، دوسری طرف ان کے سامنے خاندان "سیوائے" کے زیر نگین جدید متحدہ اٹلی کی جنت نظر تھی ۔ کاربوناری کی ترتیب اور تنظیم کی علت غائی یہی تھی کہ بے اطمینانی اور اضطراب کی مختلف قوتیں اور عناصر متحد کر دیئے جائیں اور یہی چیزیں جو اپنے نظام داخلی کو درست کر کے "جرمنی" والوں سے لڑائی مول لینے والی تھیں، اپنی نوعیت کے اعتبار سے جمہوریت سے اتنی دور جا پڑی تھیں کہ انکی آنکھیں نہایت اطمینان و اعتبار کے ساتھ خاندان شاہی کی طرف لگی ہوئی تھیں جو ان کے لیئے زینے کا کام دیتا ۔ کاری نیانو کا شہزادہ جو بعد کو شاہ چارلس البرٹ کہلایا، انھیں ایک "ساختہ پرداختہ" زینے کی صورت میں مل گیا ۔

صفحہ (۱۰۰)

**چارلس البرٹ اور انقلاب**

شاہزادے کی عمر ۲۳ سال کی تھی اور یہی عمر کی وہ

منزل ہے جہاں قوت فیصلہ کا اعتدال، سرچشمانہ اولوالعزمیوں کی حدود سے کہیں پیچھے رہ جاتا ہے۔

عہد طفولیت کی وہ منزل جہاں سے عنفوان شباب کی سرحد شروع ہوتی ہے، اس نے نپولین کی فوج میں گزاری تھی، اسے لبرل جماعت کے اولوالعزمانہ توقعات سے عام ہمدردی تھی، اس لیئے، ۸ مارچ کو جب سازش کنندگان کا ایک وفد اسکی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کی استدعا کی کہ وہ اس تحریک کی صدارت قبول کرے جو خاندان شاہی کے خلاف تھی بلکہ اُن غیرملکیوں کے مقابلے کے معرض وجود میں لائی گئی ہے، جنھوں نے خاندان شاہی کی اہانت کی اور اُن پر جبر و سختی روا رکھی۔ اس کے بعد اراکین وفد نے اس کے سامنے نہایت فصاحت و بلاغت سے، اسکی سرکردگی میں، متحدہ اور آزاد اٹلی کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جس نے اسکی آنکھ کو خیرہ کردیا اور اس نے اس تحریک کو شرف قبولیت بخشا، لیکن رات آئی اور رات کے ساتھ ہی ساتھ غور و فکر کی صلاحیت بھی عود کر آئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے روز وہ اس تحریک سے دست کش ہوگیا، اگر اس تحریک کو کامیابی کا سہرا کبھی نصیب ہونے والا تھا تو اس فعل نے اسے ہمیشہ کے لیئے فنا کردیا۔ شاہزادے کی رضامندی حاصل ہوجانے پر جلد جلد جو کچھ انتظامات کیئے گئے تھے وہ سب درہم برہم کردیئے گئے۔ لیکن انکا درہم برہم کیا جانا اتنا مکمل نہ تھا کہ کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہوتا، توقع یہ کیجاتی تھی کہ تمام فوج اس تحریک میں شریک ہوجائے گی لیکن جب ۱۰ مارچ کو افواج متعینۂ السندریا نے، "دستور اسپین" کا اعلان کیا اور وکٹر عمانوئیل کو اٹلی کا بادشاہ گردانا تو دوسری فوجوں نے اس کی متابعت نہ کی البتہ ۱۲ مارچ کو افواج متعینۂ ٹورن کے پاؤں کو لغزش ہوئی اور طلباء نے "دستور" کے لیئے شور و شغب بلند کیا، یہ حالات بادشاہ کو ایک فیصلہ کن نتیجے پر آنے کے لیئے کافی تھے۔ وہ بادل ناخواستہ اصلاحات کی مخالفت کرتا تھا لیکن ~~لیئے~~ باغ میں حلیفوں کے دباؤ سے وہ بے بس ہوچکا تھا اور تاج و دیہیم سے دستکش ہوجانے پر مجبور! گورنمنٹ کو آئندہ

۱۰۱

رونما ہونے والے خطرات سے آگاہ کر دینے کے صلے ہیں، چارلس البرٹ کی وفاداری مسلم الثبوت ہوگئی، اور وہ جدید بادشاہ چارلس فیلکس ڈیوک آف جنوا کی آمد تک اسکا قائم مقام بنا دیا گیا۔ بادشاہ کے ساتھ ساتھ وزارت نے بھی استعفا داخل کر دیا تھا لیکن متولی سلطنت جو باوجود پچھلی لغزش کے اپنے لبرل خیالات و عقائد سے وابستہ تھا اور اپنے کو اس جماعت کا پابند خیال کرتا تھا، جسکا وہ معتمد علیہ رہ چکا تھا، اس بات کو ضروری خیال کرتا تھا کہ "جدید بادشاہ کے لیئے مملکت کو محفوظ رکھنے" کے لیئے یہ ناگزیر تھا کہ وہ دستور اسپین کو قبول کرلے گو اسکی یہ منظوری چارلس فیلکس کی شرف پذیرائی پر مشروط تھی۔ رہا یہ کہ موخرالذکر کا کیا رویہ ہوگا، اسکے لیئے وہ عرصے تک تذبذب میں نہ رہا۔ جدید بادشاہ نے ایک نہایت معاندانہ طرز کا مراسلہ شائع کیا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ شاہی حقوق کے ایک ذرے سے بھی دست کش نہیں ہو سکتا اور اسی سلسلے میں شاہزادے کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوراً نووارا چلا جائے جہاں اہالیان پیڈمانٹ کی نصف فوج جو اب بھی وفادار تھی جمع ہوگئی تھی۔ چارلس البرٹ نے سرتسلیم خم کر دیا اور آئینی جدوجہد سے انقلاب کو کامیاب بنانے کی جو توقعات تھیں اب فنا ہوگئیں۔[1]

سنان و شمشیر کی آڑ پکڑنے کے لیئے جو اپیل کی گئی وہ بھی بے سود ثابت ہوی، افواج کی متحدہ امداد کی جانب سے جو ناکامیابی ہوئی تھی اس نے لبرل جماعت کو مایوس اور افسردہ بنا دیا۔ اور گو وہ اب بھی بغیر کسی جدوجہد کے سرتسلیم خم کرنے کے لیئے تیار نہ تھے لیکن ان کے سرداروں میں صرف سنتا روزا ہی ایسا تھا جس نے اس بات کی تحریک پیش کی کہ ایک نہایت شدید جدوجہد کا آغاز کیا جائے اور لمبارڈی پر حملہ کرکے حکومتوں کی آئندہ کارروائی کی داغ بیل ڈالدی جائے اور اٹلی کی قومیت کا علم بلند کر دیا جائے۔ لیکن اسکی کسی نے نہ سنی، اور فی الحقیقت ابھی کسی

**حکومتوں کی مداخلت**

۱۰۲

[1] چارلس البرٹ کے رویئے کے سمجھنے کے لیئے بولٹن کنگ کی کتاب "اتحاد اٹلی" جلد ۲ تتمہ الف دیکھنا چاہیئے۔

ایسی اولوالعزمانہ مہم کی کامیابی کا وقت نہیں آیا تھا جسکی سرسبزی محض اس وقت کے لیئے مخصوص تھی جب اٹلی کا ہر متنفس اپنی اغراض مشترک کی اہمیت کو محسوس کرنے لگتا۔ اسی دوران میں لیئے باخ میں حکومتوں نے آئندہ رونما ہونے والے خطرات کا سامنا کرنے کے لیئے اپنا رویہ متیقن کرلیا تھا نوورا میں پیڈمانٹیوں کی افواج کی امداد کے لیئے ستر ہزار آسٹروی افواج جنرل ببنا کی سرکردگی میں ایک مرکز پر مجتمع کی گئیں، ضرورت کے لیئے "پس پردہ" ۱۰ ہزار روسیوں کی مستعد فوج بھی موجود تھی۔ ۸ اپریل کو یہ دونوں غیر مساوی افواج نووارا کے باہر ٹکرائیں اور جنگ کا خاتمہ لبرل افواج کے خاتمے پر ہوا۔ آسٹروی افواج نے یورپ کے امن وعافیت کو متیقن کرنے کے لیئے السا ندریا پر قبضہ کرلیا! اس کے بعد ہی جنوا نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ تھا انقلاب کا انجام!

**اٹلی میں آسٹروی حکومت۔**

بے بس و لاچار اٹلی اب آسٹریا کے پنجے میں تھی اور نتیجہ بھی کیسا آہنیں! اطالیوں کے متعلق مٹرنخ کو یہ فوراً معلوم ہوگیا کہ یہ وہی خوش فکر وخوش مزاج لوگ تھے جنکو شاہ لیوپولڈ کے زیر حکومت رہنے صرف اپنے تاکستان اور شہتوت کے کنجوں کی فکر رہا کرتی تھی، ان لوگوں کے قلوب میں بھی انقلاب نے قومیت کے جذبات خفتہ اکسا دیئے تھے، انھیں اپنے مخصوص روایات اور مقاصد کا احساس ہونے لگا تھا۔ اس لیئے شروع ہی سے، اٹلی میں آسٹروی حکومت کو ازسرنو زندہ کرنا، ایک ایسا مسئلہ تھا جسکا حل بے حد دشوار تھا، شہنشاہی ہاپسبرگ کے بقیہ حصص میں جو تناقض اور متضاد اسباب وعلل کے آماجگاہ تھے، مختلف قومیتوں کو آپس میں منسلک کرنے کے لیئے، صرف جرمنی زبان، اور اسکا تمدن (خواہ یہ کتنے ہی کمزور رشتہ ارتباط کیوں نہ ہوتے) موجود تھا، اٹلی میں البتہ یہ اسباب مفقود تھے اور وہ کیسی بری ساعت تھی جب آسٹروی حکومت کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوی کہ یہ کمی پوری کیجانی چاہیئے، اور اس طرح سے اٹلی کو ایک عالمگیر نظام میں منسلک کردیا جائے۔ اگر آرک ڈیوک انٹونی کو لومبارڈی اور وینیشیا کی متحدہ حکومت پر حکمرانی کا اذن دیدیا جاتا تو کیا نتائج مترتب ہوتے ایک

ایسا سوال ہے جسکا جواب دینا ناممکن ہے۔ لیکن کشاکش کا آغاز اسوقت
سے ہوا جبکہ خشک مزاج ریزہ اسکی جگہ پر متعین ہوا اور اٹلی پر وائنا سے
حکومت ہونے لگی اور ٹھیک اس لمحے سے جبکہ کاونٹ لسانسکی نے
کھلم کھلا اس بات کا اعلان کر دیا کہ آسٹریا۔ اٹلی کو بالکل جرمنی کے قالب
میں ڈھالدے + رعایا کی یہ کشمکش نہ صرف اپنی حق بجانب آزادی کے لیئے
تصور کی جانے لگی بلکہ یہ ایک ایسی قوم کے فنا و بقا کا مسئلہ بنگیا جسکے ساتھ
عہتم بالشان روایات وابستہ تھیں۔ آسٹریا نے "صوبہ داری اجتماع" کے
نظام میں حکومت خود اختیاری کا خفیف عنصر شامل کر دیا تھا لیکن ۱۸۱۵ئہ میں
جب اجتماع ملان نے حکومت وائنا کو درخواست پیش کی اور اسمیں نظام حکومت
کی چند نہایت علانیہ بےعنوانیوں سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی استدعا کی تو اول تو
اس درخواست کو پیش کرنے پر بہت کچھ سخت وسست کہا گیا اس کے بعد یہ
طاق نسیاں پر رکھدی گئی۔ اب فی التحقیقت منورا ور خود دار طالبوں کے لیئے
سوا اس کے کہ وہ انقلابی شورشوں کی آڑ پکڑیں یا خفیہ انجمنیں قائم کریں اور
کوئی چارہ نہ تھا، آسٹروی نقطہ نظر سے، ان باتوں کے لیئے ضرورت اسکی متقاضی
تھی کہ خفیہ پولس قائم کی جائے۔ اب اٹلی میں آسٹروی ممالک کے تمام
معاشرتی تاروپود شک وشبہ، اور سوءظنی کی الجھنوں میں پھنس گئے
اور سازشوں اور ہوائی سازشوں کی داروگیر نے تمام ملک کو چھنی کر ڈالا، ہر جگہ
جاسوس متعین تھے یہانتک کہ بڑے بڑے سرکاری افسر جو اس نظام کے
دست و بازو تھے قابل اعتماد نہیں خیال کیئے جاتے تھے۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس
تھی۔ کہ پولس کا افسر اعلے، حکومت کی نظروں میں، وائسرائے سے زیادہ اہمیت
رکھتا تھا، لیکن بوالعجبی یہ تھی کہ خود وہ بھی قابل اعتماد نہیں خیال کیا جاتا تھا، یقین
اور تیقن اور زیادہ متیقن کرنے کے لیئے ایک محکمۂ پولس کھولا گیا، جو پولس کی
نگرانی کرتا تھا۔ اس نظام کا موجد اسٹراسولدو اور پولس کا افسر اعلے
توریسانی دونوں، محتسب اعلے بر مبیلا کی زیر نگرانی تھے اور بر مبیلا خود مالادیسی
نامی ایک شخص کی نگرانی میں! ۱۸۴۸ء میں جب بہت سے رازہائے سربستہ کا انکشاف ہوا،

اسوقت معلوم ہوا کہ تقریباً ہر بڑے افسر کی مہر کی دوسری نقل ناظم ڈاکخانجات بوکنگ کے آفس میں موجود تھی [1]

جس نظام کی بنیاد اس اصول پر ہو اسکی ستم شعاری کے مسلمہ ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ ابھی نیپلس اور پیڈمانٹ میں انقلاب کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی لیکن ستم شعاری کا بازار گرم تھا، اسوقت سے گویا سفاکیوں نے دن دونی رات چوگنی ترقی کرنی شروع کردی۔ ملک موریویا کے اور زندان اسپیلبرگ میں شاہ فرانسس نے لومبارڈی کے ان پرستاران وطن کو زندہ درگور کردیا تھا جو اسکی پدرانہ طرز حکومت کے قائل نہ تھے اور جن کو پیڈمانٹ سے یہ امید تھی کہ وہ انکی مصیبتوں اور کلفتوں کا خاتمہ کردے گا۔ لیکن دوسری طرف اٹلی میں عوام اپنی عادت کے مطابق ان تمام حالتوں کا جو خاکہ ایک مختصر سی راگنی میں پیش کرتے تھے :۔

۱۰۴

اٹلی کی تین آفتیں جو اسکے لیے سوہان روح ہیں
اسکے مذہبی بھکاری، جرمن اور بخار ہیں !

[1] اٹلی میں آسٹروی پولس کے حالات کے لیئے اسپرنگر کی کتاب "تاریخ آسٹریا" ۱، ۲۸۹ اور گرویٹس ۱، ۳۶۴ دیکھنا چاہیئے ؛

# باب ششم

## کانگریس منعقدۂ ویرونا

کانگرس ہائے منعقدۂ ٹروپاؤ و بیلئے باخ کا اثر۔ مسئلہ مشرقیہ۔ ترک یورپ میں۔ حکومتوں کا رویہ ٹرکی کی جانب۔ روس مشرق میں۔ بابعالی کی عیسائی رعایا کی حالت۔ مذہبی حکومت۔ راسخ الاعتقاد جماعت قسیسین کا مذہبی اور سیاسی اثر۔ حکومت عثمانی کی خرابی کے اسباب۔ یونانی بغاوت کی ابتدا۔ ہیلینزم (یونانیت) کا احیاء۔ یونانی تجارت اور بحری طاقت کا نشوونما۔ ہتائریا فلیکے۔ یونانیوں کی قومی تحریک۔ حکومت ترکی کی بوسیدہ حالت۔ یانینا کے علی پاشا کی بغاوت۔ رودبار ڈینوب کے حلقہ ہائے آبادی میں بغاوت (بسرکردگی ہپسلانٹی)۔ زار کا رویہ ہنگامے کا خاتمہ۔ اسپین میں انقلابی کشمکش۔ فرانس کا رویہ۔ موریا میں یونانی بغاوت۔ یونانی بطریق کا قتل۔ روس کی مداخلت۔ میٹرنخ کا رویہ۔ دول یورپ کی مداخلت۔ انگلینڈ مجالسہ۔ یورپ کے مفاد کو روس کے ان اغراض پر ترجیح دیتا ہے جو ٹرکی سے وابستہ تھے۔ کاسلری کی وفات۔ کیننگ وزارت خارجہ پر۔ کانگرس منعقدۂ ویرونا۔ مجالسۂ یورپ سے انگلینڈ قطع تعلق کرتا ہے۔ فرانس یورپ کے حکم بردار کی حیثیت سے اسپین میں نئے سرے امن پھیلاتا ہے۔ انگلستان کی صدائے ناراضی۔ کیننگ۔ اسپین کی نوآبادیوں کی خودمختاری تسلیم کرتا ہے۔ پریسیڈنٹ منرو کا پیغام۔ پرتگال کے معاملات۔ انگلستان کی مداخلت۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نیپلس اور پیڈمانٹ میں لبرلزم کی تباہی پر میٹرنخ نے خوب خوب بغلیں بجائیں۔ ان تحریکوں کے تہس نہس ہوجانے سے جنگی بابتہ کسی وقت یہ اندیشہ تھا کہ وہ "حق بجانب" حکومتوں کا انکے گہوارے ہی میں گلا گھونٹ دیں گے" ان حکومتوں کی پائندگی ہر طرح سے متیقن ہوگئی، مزید براں روس کا انقلاب (فرانس) کے

ساتھ جو نافرجام اتحاد ہو گیا تھا اور جو ۱۸۱۵ء سے آج تک آسٹروی
سیاسیئین کی فضائے تخیل میں کابوس بنکر پھر رہا تھا، اکناف عالم میں مشتہر کیا گیا،
اور وہ بھی ان محسوس و مرئی مظاہرات کے ساتھ جو محض کسی خواب کے نقش برآب
تار و پود کہے جا سکتے ہیں۔ آسٹریا کا صدا بلند کرنا ہی تھا کہ ایک لاکھ روسی افواج
پیش قدمی کر کے آگئیں لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ آسٹریا خود بلا امداد غیرے
اٹلی کی کشمکش کو قابو میں رکھ سکتا تھا اسوقت اسی کے الفاظ تھے جن سے
یہ افواج بڑھتے بڑھتے رک گئیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ بجائے خود زار کی　۱۰۶
ان تمام تقاریر اور معاہدے سے زیادہ وقیع تھا جسے وہ "مخالفین" کو یہ
اطمینان دلانے کی غرض سے عمل میں لایا تھا کہ وائنا کے ایوان سیاست کے
زبردست عزم و آئین کی پشت پناہی کے لیئے سلطنت روس کی ناقابل
مدافعت قوتیں موجود تھیں۔ "میٹرنخ" کے نزدیک نپولین کے زوال سے
آج تک فضائے سیاست اتنی ساکن اور سنجیدہ نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے
کہا "معلوم ہوتا ہے کہ خیر و برکت کی شعاعیں عنقریب مطلع شہود پر منقش ہونے والی
ہیں"، لیکن اپنے اس حسن خیال کے باوجود وہ اس لکۂ ابر کو دیکھکر دل ہی دل میں
مضطرب ہونے لگا جسکے تودے افق مشرق پر نمودار ہو رہے تھے اور جو باوجود
حقیر ہونے کے کسی آنے والے طوفان کا ایک نافرجام پیش خیمہ معلوم ہوتا تھا
کیونکہ ۱۹ مارچ ۱۸۲۱ء کو ایک سوار قاصد نے لیباخ میں الگزنڈر کو یہ خبر
پہنچائی کہ حلقہ ہائے رود ڈینوب میں دولت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت
بلند ہو چکا ہے جسکی غرض و غایت حکومت یونان کو از سر نو مشرق میں برسر اقتدار
لانیکی تھی۔ اب یہاں سے ابتدا ہوی ہے سلطنت ترکی کے اس مسئلے کی
جس سے اسکی آخری قسمت وابستہ تھی اور جس سے وہ تعلقات بھی منسلک تھے
جو دول یورپ نے اسکے لیئے روا رکھے۔ یہی وہ چیز ہے جو آئندہ چلکر مسئلہ
مشرقیہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

**مسئلہ مشرقیہ**

"یہ کمبخت مسئلۂ مشرقی"، ایک روسی مدبر نے کئی سال کے
بعد کہا تھا، "وجع مفاصل مرض کے مانند ہے، کبھی تو یہ

پاؤں پکڑ لیتا ہے اور کبھی ہاتھ میں ٹیس پیدا کردیتا ہے اور واقعی وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جسکا معدہ اسکی تنگ ودو سے محفوظ ہے،، یہ ایک نہایت موزوں استعارہ ہے، کیونکہ یورپ کے اضطراب و کشمکش کا گزشتہ اور موجودہ راز صرف یہی ہے کہ اسکے نظام الاعضا میں ایک غیر متجانس شئے داخل ہوگئی ہے جو نہ تو نکال باہر کیجا سکتی ہے اور نہ جزو بدن ہوسکتی ہے ارض یورپ پر چارسو صدیوں تک ترک اپنے خیمہ و خرگاہ کے ساتھ متمکن رہے۔ لیکن چونکہ اپنے مذہب اور ملت کی وجہ سے وہ مفتوح اقوام اور مغربی تمدن سے الگ تھلگ رہے ہے اس لیئے انکی حیثیت محض ایک خانہ بدوش ایشیائی قافلے کی سی رہ گئی تھی اور کہا جاتا تھا کہ ان میں اس ترقی پذیر تمدن کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہ تھی جو انھیں دوسری اقوام یورپ کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے قابل بنادیتی اس میں شک نہیں کہ ابتدائے کار ہی میں یہ قیاس کرلیا گیا تھا کہ یورپ کے مناقشات میں انکی جنگجویانہ خوبیاں ایک حد تک فیصلہ کن حیثیت رکھیں گی اور انکی سیاسی حقوق سے محرومی کہیں اسوقت جاکر مسترد ہوئی، جب ملت عیسوی کی نام نہاد رسوائی کے باوجود، فرانسس اول نے سلیمان شاندار ( The Magnificent ) سے آسٹریا کے خلاف اتحاد قائم کیا۔ اسوقت سے آج تک فرانس میں کسی قسم کی حکومت برسرکار کیوں نہ ہوئی، باب عالی سے رابطۂ اتحاد کی جو روایات قائم ہوگئی تھیں، فرانس نے انھیں ہمیشہ نباہا اور ہمیشہ دولت عثمانیہ کی وفاشعاری اور رفاقت کا خصوصیت کے ساتھ متوقع رہا۔ آغاز صدی میں آسٹریا اور انگلستان نے دیکھا کہ روس کا روزافزوں عروج اسلام کے تدریجی زوال سے کہیں زیادہ تشویشناک تھا، آسٹری حکومت کو یہ پڑی تھی کہ کسی طرح سے جنوب میں روسی اقتدار کی روک تھام ہوسکے، اس لیئے اس نے منکران مذہب کیتھولک کے خلاف اپنے سخت ترین جوش و خروش کو بھی طاق نسیان پر رکھدیا اور سلطنت عثمانی کے استحکام کو اپنے سیاسی عقائد کا ایک جزو بنالیا اور سلطان کو دیگر اولی الحکمرانوں کی صف میں جگہ دیدی، انگلستان بھی بحر روم پر مکمل دست رس حاصل کرکے مشرقی تجارت کے راستوں کو محفوظ

۱۰۷

بنانا چاہتا تھا، اس لیئے ٹرکی کی حفاظت اور استحکام کو اپنے سیاسی عقائد کے
مسلمات میں داخل کرچکا تھا اس طرح پر دول عظمیٰ میں سے صرف ناچار۔ روس
جسکی رگوں میں بازنطینی قیصروں کا خون جوش مار رہا تھا اور جس نے یہی خطاب
بھی اختیار کرلیا تھا، ایسا رہ گیا تھا جو ٹرکی کے صرف اس حقیقی تعلق کو تسلیم
کرتا تھا جو اسے یورپ کے ساتھ حاصل تھا اور اپنے روایتی اور لاتغیر روایات
کے قدیم تعصبات کو برقرار رکھا ۔

**روس کا رویہ**

محالفۂ مقدس میں سلطان کی عدم شمولیت دوسری حکومتوں
کے نزدیک اس بات کی ترجمان تھی کہ انگلستان دولت عثمانیہ
پر تاخت روا رکھنا چاہتا تھا اور اپنے آپ کو چند تکلیف دہ پابندیوں سے زیربار
نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ روس کے نزدیک ترکوں کی اصلی جگہ
یورپ نہیں بلکہ ایشیا تھی اور اپنے قدیم تجربے کی بنا پر وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ
"ایشیائی نژاد باشندوں کے لیئے خلوص وارتباط باہمی" کے وہ اصول جن پر
یورپ کے سیاسی تعلقات کا مدار تھا، برسرِکار نہیں لائے جاسکتے۔ روس
اس بات کا قائل تھا کہ ایشیائی ممالک میں عہد و پیمان کی بنیاد صرف باہمی
خوف و دہشت پر تھی اور اگر دہشت و بیم میں کوئی شائبہ اس قسم کی کسی امید کا شامل
ہوجائے کہ کسی دوسری طاقت یا طاقتوں کو اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ اپنی
نیک خدمات اس معاملے میں پیش کرسکتی ہیں تو پھر اس بنیاد کا متزلزل ہوجانا
بالکل یقینی تھا اس لیئے دیگر ایشیائی ممالک کی طرح ٹرکی کے ساتھ اسکا تعلق
محض "خانگی تھا" جسمیں کسی دوسری حکومت کو دخل در معقولات کا حق نہیں حاصل تھا*
۱۰۸ اس لیئے ابتدا ہی سے اس مسئلۂ مشرقیہ کے متعلق حلیفوں میں نہایت نازک
اور اہم اصولی اختلافات رونما تھے، بیشتر حکومتیں ٹرکی کو ریاست ہائے
یورپ کے سیاسی خاندان کا ایک فرد تصور کرتی تھیں، روس کے نزدیک
ٹرکی کا وجود بالکل اٹل اور ایک حد تک غیر طبعی تھا۔ ترکی کو متحد یا متجانس ریاست

* نیسلروڈ بنام لیون ۲۸ اپریل ۱۸۱۶ء۔ ماٹینس جلد یازدہم صفحہ ۲۶۵ -

کہنا تو درکنار، بقول کیننگ اس پر "قومیت" تک کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ روس کو اسلام کی "مذہبیت" کا علم تھا اور اس نے خلیفہ کے اس حق کو کہ اسکی تمام مسلمان رعایا اس کی حلقہ بگوشی کا دم بھریں۔ کبھی متنازعہ فیہ نہیں خیال کیا، لیکن یورپ میں مسلمان نسبتہً قلیل التعداد تھے اور عیسائی آبادی کی اکثریت عثمانی نظم حکومت میں کوئی اہم یا وقیع امر نہیں خیال کیا جاتا تھا بلکہ ان کا سیاسی اور مذہبی نظام بالکل علیحدہ اور ماتحتانہ حیثیت رکھتا تھا اور انکا وجود ایک طرح سے "چشم پوشی" پر منحصر تھا اور اتفاق سے ان میں سب سے جید نظام وہ تھا جسکے، فرمانروایان روس صدیوں تک علم بردار رہ چکے تھے

**راسخ الاعتقاد جماعت قسیسین ٹرکی میں**
**The Orthodox Church in Turkey**

اور جسے عرف عام میں، کلیسائے راسخ الاعتقاد کہتے تھے۔ ۱۴۵۳ء میں جب بازنطینی سلطنت پر زوال آیا، اسوقت حکمران سلطانوں کو یہ کلیسائی نظام اس وجہ سے بے حد پسند آیا کہ ان کے لئے یہ محض ایک تیار شدہ آلہ تھا جس سے وہ حکومت کے فرائض انجام دے سکتے تھے اور قسطنطنیہ کا بطریق دولت عثمانیہ کی، راسخ الاعتقاد، رعایا کا محض مذہبی ہی نہیں بلکہ دنیوی پیشوا بھی ہوگیا اور جو ان رعایا کی سلامت روی کا ذمہ دار بھی بنا دیا گیا اور جس طرح سے اس بطریق کے زیرنگین تمام حلقۂ کلیسا تھا اسی طرح ہر اسقف کے تحت میں اسکا علیحدہ حلقہ تھا اور یہ دینی اور دنیوی دونو معاملات میں اسے سرکاری عہدہ دار کی حیثیت تفویض کی گئی تھی جو عیسائی فریقین کے درمیان قضایا کا فیصلہ کرتا تھا اور کبھی کبھی اسے عیسائی اور مسلمان فریقین میں ثالث کی حیثیت بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ آخر میں ہر قریئے میں گرجا کا پادری ہوتا تھا جو تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اپنے گروہ میں کوئی متمائز حیثیت نہیں رکھتا تھا، یہ ہر خاندان کو کلیسائی نظام سے وابستہ رکھتا تھا جب تک دولت عثمانیہ میں دم خم رہا، باب عالی کے نقطۂ نظر سے یہ نظام بخوش اسلوبی کارفرما رہا۔ سلطان بطریق کو نامزد کرتے تھے جو ہمیشہ اسکی جنبش ابرو کا بندۂ بے دام ہوتا۔ اپنی یونانی رعایا پر حکمرانی کرنے کے لئے سلطان اس لچکدار آلے کو خوب کام میں لاتے تھے اور یہ ایک ایسا اقتدار تھا جو

۱۰۶

خلیفۂ اسلام ہونے کی حیثیت سے، سلطان کو بغیر اس آر۔ کے لقب نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن جب ترکی سلطنت کا زوال شروع ہوا اور شمال میں ایک نہایت زبردست "راسخ الاعتقاد" حکومت کا عروج ہوا، اس وقت حالات بدل گئے۔ یونانی عیسائی اپنے کو سلطان کا نہیں بلکہ اپنے کلیسا کے پیشوا کا حلقہ بگوش سمجھتے تھے۔ انکی راسخ الاعتقادی انکے وجود قومی کی ضامن بن گئی تھی وہ اپنے آپ کو ترکی "قوم" کا جزو نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک علٰحدہ قوم تصور کرتے تھے جو کسی وقت شاہانہ سطوت و جبروت کے ساتھ ملک پر حکمرانی کرچکی تھی اور اب اسی ملک میں غلامی کی زندگی بسر کررہی تھی۔ یہ عثمانیوں سے دو وجوہ سے متنفر تھے اول تو یہ کہ وہ فاتح تھے اور دوسرے کافر! اور چونکہ اب ان پر روسیوں کا سایہ پڑنے لگا تھا اس لیئے یہ اب بے یار و مددگار سے نہیں رہ گئے تھے اور نہ بغیر کسی آئندہ توقعات کی زندگی بسر کررہے تھے۔ باغی یونانی فی الحقیقت ۱۷۷۰ء میں بلکہ کتھیرین کی خبط کی قربانگاہ پر چڑھادئے گئے، لیکن عہدنامہ کچک کٹی نارجی میں ایک دفعہ ایسی تھی جو اپنے اثر کے اعتبار سے محض قسطنطنیہ کے ایک ہی کلیسا تک محدود تھی لیکن وہ فرمانروایان روس کے آئندہ مطالبے (کہ سلطان کے "راسخ الاعتقاد" رعایا کا محافظ زار ہوگا) کی ایک گونہ تمہید ثابت ہوئی۔ یہ ابتدا ہے اس زمانے کی جب سے اول الذکر کی آنکھیں شمال کی طرف اٹھنے لگیں اور انھوں نے اپنی آخری نجات کے لیئے روس کی طرف ٹکٹکی لگانی شروع کردی!!

**عیسائیوں کی حالت ٹرکی میں۔**

میکیاویلی نے اپنے آپ "پرنس" میں لکھا ہے کہ مفتوح قوم سے سلوک کرنے میں دو امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے یا تو انھیں بالکل ملیامیٹ کردیا جائے یا پھر ان سے صلح و ملاطفت سے پیش آئے۔ یونانیوں سے سلوک کرنے میں ترک ان دونوں اصول میں سے کسی ایک پر بھی کاربند نہ ہوئے۔ انھوں نے اپنی رعایا پر حکومت کرکے انکی عصبیت اور وقار کو ذلیل تو کیا لیکن ان کو انکے احساس دلگیری یا ناراضی سے محروم نہ کرسکے۔ کیونکہ حکومت عثمانیہ کے مرتب اور مسلسل

جبروتیت کی بھی مظہر نہ تھی، ایسا ہو چکا ہے اور اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ کسی اصلی یا مفروضہ خطرے کے وقت حکومت اس درجے خوف زدہ ہو جاتی ہے کہ اسکی غضبناکیاں ایک دم بھڑک اٹھتی ہیں لیکن جس چیز نے واقعی حکومت کو ظالم اور کمزور بنا دیا وہ اسکے مرکزی نظام حکومت کی عدم قابلیت اور بے عنوانی اور اسکے اعضاد جوارح کی بوسیدگی تھی۔ ۱۸۲۱ء میں یونانی بغاوت کا راز صرف حکومت کی کاہلی اور تن آسانی تھی جس نے رعایا کو اس قابل بنا دیا کہ وہ کسی تحریک کے طفیل میں آزادی اور خود مختاری کی لذتوں سے شیریں کام ہوئے لیکن پھر اس درجہ فارغ البال ہوئی کہ اپنے طوق و سلاسل کی سختیوں کو محسوس کرنے لگی۔ عثمانی دور حکومت میں عیسائی رعایا کی حالت کا موازنہ، شروع صدی میں، فی الحقیقت اُن ممالک کی رعایا سے، نہایت خوبی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جنھیں تہذیب اور تمدن کی صف اولیں میں جگہ مل چکی تھی۔ مذہباً انکو جن ناساعدات سے دو چار ہونا پڑتا تھا وہ کہیں کم تھیں ان رکاوٹوں اور دقتوں سے جنھوں نے کیتھولک فرقے کو آئرلینڈ میں اور جماعت پروٹسٹنٹ کو آسٹریا میں پیس کر خاک میں ملا ڈالا۔ باب عالی کی عیسائی رعایا اپنے مذہبی شعائر پر پابند رہنے کے لیئے آزاد تھی، وہ کسی قسم کی تعلیم حاصل کر سکتی تھی اور نہایت فراغت اور اطمینان سے دولت جمع کر سکتی تھی۔ بارگاہ حکومت کے عالیشان مناصب سے محروم رکھنے کے لیئے کوئی شرط یا پابندی نہ تھی وہ باب عالی کا ترجمان ہونیکی آرزو کر سکتا تھا یا کسی مشہور ملک کا والی مقرر ہو سکتا تھا۔ عیسائی کسان طبقے کی یہ حالت تھی کہ روس کے فلاکت زدہ "موجک"، گلیشیا کے مظلوم زرعی غلام، ٹرانسلوینیا کے بیچارے محاصل سے لدے ہوئے عوام یا انگلستان کے فاقہ کش مزدور انکی حالت پر رشک کھا سکتے تھے کیونکہ اگرچہ یورپی عیسائیوں کا خیال ہے کہ وہ شریعت اسلامی کی رو سے غلاموں کا درجہ رکھتے تھے تاہم وہ کسی جاگیر دار رئیس کے محض اسباب منقولہ نہ تھے بلکہ وہ خود اپنی اراضی کا معافیدار کسان تھا اور ایک ایسے ملک میں جہاں مذہب کے علاوہ کسی اور ذات پات کے قید نہ تھی اسے اس بات کی آزادی حاصل تھی کہ

وہ اپنے مخصوص کلیسائی حلقے کے باہر بھی اپنی زندگی کی شاہراہ خود بنائے؛
ترکی کسانوں کی اصلی شکایت، محاصل کے جمع کرنے کا ناروا طریقہ تھا، جو عیسائی
اور مسلمان دونوں کے نزدیک یکساں طور پر ناقابل برداشت تھا، جیسا کہ
پہلے دستور تھا، اور اب بھی ہے، مسلمانوں پر دیگر خدمات کے علاوہ
فوجی خدمت مستزاد ہے، جسکی وجہ سے وہ مدتوں وطن سے دور رہتے ہیں
لیکن اسکا انھیں کافی معاوضہ نہیں ملتا؛

**ٹرکی میں مقامی خود مختاری**

بہت سے روایتی نظام، حکومت عثمانیہ نے، مقامی حکومت
کے نظم ونسق کے لیئے برقرار رکھے تھے جو بہ منزلہ مشین
کے تھے، جسکی مدد سے، اور اسی سے انھیں غرض بھی تھی،
محاصل کی وصولیابی میں سہولتیں پیدا ہوتی تھیں۔ خصوصاً موریا میں یونانی
طبقہ راعیاں کے خود اپنے منتخب کردہ گاؤں اور ضلع کے سرکاری عہدہ دار
ہوتے تھے جو "ڈیموگیرونٹ"، یا سردار اور مرشد کے نام سے موسوم تھے؛
موخر الذکر نمود و دولت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ہر سال **تری پولٹزا**
میں **پاشا** کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی محاصل کی تشخیص اور تقسیم میں صلاح
و مشورہ کرتے انکی جماعت ایک طرح سے اُمرا کی جماعت بن گئی تھی جو جنگ
آزادی میں پادریوں کے دوش بدوش کسانوں کے رہبر بن گئے تھے۔ لیکن
یونانی نسل کی روح آزادی نے اپنے لیئے سب سے زیادہ محفوظ گوشہ پہاڑوں
اور جزیروں میں ڈھونڈ نکالا تھا۔ ترکوں کے خلاف انکی قومی اور مذہبی منافرت
کا مظہر انکی قتل و غارتگری تھی۔ موریا کے آخری جنوبی گوشے کی وحشی قومیں جنھیں
مینوطیس کہتے ہیں اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اُنھوں نے بابعالی کو کبھی محاصل
ادا نہیں کیئے، اِلّا بزور شمشیر! **کلفیتون** کے گروہ نے "جنکے قبضے میں کوئی پاشا
نہ تھا بلکہ محض شمشیر عریاں تھی"، تجارتی شاہراہوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی
اور عثمانی کسانوں سے خراج وصول کرتے تھے۔ ترکی حکام کو ان خرابیوں
کے ازالے کی اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ انکے چند جانبازوں کو خود حکومت
کا تنخواہ دار ملازم بنا دیا اور اس طرح سے اُنھوں نے یونانیوں کی وہ غیر مرتب فوج

کھڑی کردی جو "ارماطولی" کے نام سے موسوم ہوئی، جنکا آج گلفتیوں سے مقابلہ کرنا اتنا ہی یقینی تھا جتنا دوسرے دن خود ترکوں سے بھڑ جانا متیقن تھا، اگر برّاعظم کی اقوام کو کچھ نہ کچھ آزادی اور خودمختاری حاصل تھی تو پھر جزائر کے متعلق تو یہ کہنا عبث نہ ہوگا کہ وہ حکومت عثمانیہ کے ساتھ اور بھی پھس پھسے طریقے سے وابستہ تھے، ان میں بہت سے ایسے تھے جو یونانی بغاوت سے پہلے ہی اچھی خاصی آزادی حاصل کر چکے تھے۔ ان میں بعض بعض تو بالکل خودمختارانہ حیثیت رکھتے تھے جو محض برائے نام محاصل ادا کرتے تھے اور عثمانی بیڑے کے لیئے کچھ ملاح فراہم کردیا کرتے تھے۔ جزائر کے باشندے، سمندر جن کے عہد طفولیت کا گہوارہ تھا، نہایت اعلےٰ درجے کے ملاح تھے اور اپنی اس حالت سے فائدہ اٹھاکر انھوں نے اچھی خاصی بحری تجارت قائم کرلی تھی۔ ۱۷۷۴ء میں صلحنامہ "کینارجی" کے بعد یونانی سوداگر روسی جھنڈے کے سایے میں سمندر پیمائی کے عادی ہوگئے تھے۔ اسی زمانے سے انکے جہاز عریض اور ان کے سفر طویل ہونے لگے۔ بربری بحری ڈاکوؤں کے لگاتار خطرے نے اس بات کی ضرورت محسوس کرائی کہ جہاز مسلح رکھے جائیں اور اس طرح سے خود عثمانی حکاموں کے دیکھتے دیکھتے اور انکی آنکھوں کے سامنے وہ یونانی بحری طاقت معرض وجود میں آئی جو جنگ آزادی میں اتنا مہتم بالشان حصہ لینے والی تھی!

**ادبی تحریک**

اس طرح سے یونانی کچھ تو اپنے دلیرانہ رویے سے اور کچھ بابعالی کے فقدان مآل اندیشی سے اپنی قومی شیرازہ بندی اور احساس ملی کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ جیسا کہ دوسری حالتوں میں دیکھا گیا ہے۔ اس احساس کو بیدار کرنے کے لیئے ایک علمی اور قدیم روایات کو زندہ کرنے والی تحریک کی ضرورت تھی رہا یہ امر کہ موجودہ یونانی فی الحقیقت **یونان** کے عہد زریں کے رہنے والے یونانیوں کے قائم مقام تھے یا نہیں ۱۱۲ اس کے متعلق صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ یونان کی گزشتہ سطوت وجبروت کی روایات کو فراموش کرچکے تھے، انکا ذہن اُس یونان کی طرف نہیں منتقل ہوتا تھا جسکی آغوش میں کبھی ہومر اور پیرکلیز بھی موجود تھے بلکہ اب انکی

وابستگی محض سلطنت بائزنطینی سے رہ گئی تھی وہ اپنے کو ہیلینز نہیں بلکہ رومی (رومن) کہتے تھے لیکن یورپ کی نوزائیدہ یونانیت نے جسے نشاۃ جدیدہ کا طفل نوخاستہ کہنا چاہیئے اس صدی کے اوائل ہی میں "خوش آمدید" کا مژدۂ جانفزا اپنی پیدائش کی قدیم سرزمین میں سنا شمول یونانیوں نے جابجا مدرسے کھولنے شروع کردیئے تھے، جہاں یونانی اور لاطینی زبان کے متعلمین راسخ الاعتقاد قسیس کے زانو بزانو تعلیم پاتے تھے۔ اب ہیلینزم کے نصب العین کو مقبول عام بنانے کے لیئے ایک تحریک شروع ہوئی تاکہ یونانیوں کو اپنی گزشتہ عظمت اور تفوق کا دور پھر یاد آجائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے وہ یونانی زبان کو بھی نتھری اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ لوگوں کو اپنی قدیم اور نادر زبان کے ادبی جواہر پاروں کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہوجائے اس قسم کی اشاعت و تبلیغ کا مرد میدان ادمنتوس کورائس تھا (Adamantios Korais) جس نے پیرس میں تعلیم پائی تھی اور جس نے اپنی زندگی کو محض اس مقصد کے لیئے وقف کردیا تھا کہ وہ جدید یونانیوں کے لیئے قدما کی مہتم بالشان تصانیف کو ایک ایسی زبان میں پیش کرے گا جسمیں اجنبیت کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اس کام میں امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ جس طرح لوتھر کی انجیل جرمنی جدید کی علمی زبان کی بنیاد تھی اسی طرح کورائس کے یونانی اور لاطینی زبان کے ایڈیشن (اشاعت) یونان جدید کے لیئے نمونے کی طور پر کام آئے، روزمرہ کی زبان تو وہی عامیانہ بول چال رہی جو عوام میں مروج تھی لیکن عالمانہ مباحث اور استدلال میں قریب قریب وہی زبان بولی جاتی تھی جو کبھی افلاطون اور طوسی ڈیڈش کی زبان وقلم کی رہین منت رہ چکی تھی۔ یونان کے اس دور انقلاب پر یونانی اور لاطینی زبان کی نئی زندگی نے جو اثر ڈالا تھا اُسکا تذکرہ غلو کی حد تک کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکا اثر یونانیوں کے مزاج اور طبیعت پر اتنا گہرا نہیں پڑا جتنا خود یورپ کے رویے پر! لیکن اول الذکر اتنے سادہ لوح نہ تھے کہ وہ اس جذبے سے انتہائی فائدہ

نہ اٹھاتے جس نے ان کے مقاصد کو اُس نسل کے نزدیک دلچسپ بنا دیا تھا جنکی آنکھیں تخیئلیت کے سراب سے خیرہ ہو چکی تھیں - یہ امر مسلمہ ہے کہ جہانتک خود انکا تعلق تھا انھوں اپنے آپ کو ایک مرتبہ پھر ہیلنینر کہنا شروع کر دیا لیکن وہ قوت جس نے انکو ترکوں سے ٹکرا دیا اور لڑائی کو قائم رکھا وہ انکی ہیلنیزم نہ تھی بلکہ انکی "راسخ الاعتقادی" تھی اور وہ خواب جو آغاز انقلاب میں انکی آنکھوں کے سامنے تھا، قدیم ہیلاس کی ایک متحدہ مملکت کا نہ تھا بلکہ مشرق کی راسخ الاعتقاد شہنشاہی کا از سرنو زندہ ہونا تھا؛

۱۱۳

"ہیتائریا فیلکے"

یہ یونانی بائزنطینی سلطنت کا احیاء تھا جسکے لیئے ۱۸۱۴ء میں اوڈیسہ میں ایک نہایت جید خفیہ انجمن "ہیتائریا فیلکے" (Hetairia Philike) (انجمن برادران) قائم ہوئی، اسکی شاخیں انتہائی سرعت کے ساتھ تمام اکناف عالم میں جہاں کہیں یونانی زبان بولی جاتی تھی، بلکہ اس سے بھی آگے سلاف قوم میں بھی جو یونانی مذہب کی پیرو تھی، پھیل گئیں - یہ دولت عثمانیہ کی غفلت شعاری تھی جسکی وجہ سے یہ انجمن اپنے مقاصد کے نشر و تبلیغ کا کام ایک حد تک علی الاعلان کرتی تھی، زرگروٹ بھرتی اور اسلحے فراہم کرتی تھی[*] آخر الامر اپنے آپ کو سزا و جزا سے بالاتر یا مستغنی سمجھکر اس نے کھلم کھلا علم بغاوت بلند کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہر گوشے او رہر چپے میں اسکے اراکین اس بات کے معتقد تھے کہ وقت پر روس امداد کے لیئے آکھڑا ہوگا۔ ممکن ہے کہ انکے اس حسن اعتقاد کو کاؤنٹ کاپو دستریاس کے ہمدردانہ رویئے سے تقویت پہنچی ہو جو اسوقت زار کا مشیر تھا لیکن اس حقیقت کو فراموش نہ کر سکا تھا کہ وہ یونانی الاصل بھی تھا؛ بہر حال ۱۸۲۰ء میں جب ہیتائریا کی جانب سے حسب قاعدہ، یونانی نصب العین کو عالم وجود میں لانے کی اہمیت سپرد کی گئی، تو اُس نے اسے اس بنا پر نامنظور کر دیا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب اس تمام تگ و دو کی کامیابی کی کوئی توقع کیجا سکتی ہو۔ اس نامنظوری نے بھی

---

[*] "لیہم نے ایک عرصے سے حکومت عثمانیہ کو اسکی اطلاع دے رکھی ہے لیکن وہ اسکے وجود کو اہمیت نہیں دیتی"، میٹرنخ کا روزنامچہ باب سوم صفحہ ۲۳ -؛

ارباب سازش کے اس حسن ظن کو متزلزل نہیں کیا جو روس کی جانب سے ان کے گوشۂ قلب میں جاگزیں تھا، وہ اس تحریک کو برابر اکساتے ہی گئے حتیٰ کہ اس کی امامت کے لیئے پرنس الگزنڈر ہپسلانٹی مل گیا جو قسطنطنیہ کے یونانی پیٹریشین (خاندانی طبقۂ امرا) خاندان کا ایک فرد تھا اور اس روسی فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائض المرام تھا جو نقل وحرکت کے لیئے تیار رکھی گئی تھی، ہپسلانٹی کو زار کی طرف سے حسن عقیدت تھا اور غالباً وہ کاپودستریاس کے اعتبار اور اطمینان دلانے سے غلط فہمی میں مبتلا ہوچکا تھا، غرض کہ اس نے استدعا قبول کرلی۔ لیکن کم سے کم اسے یہ ضرور یقین تھا کہ روس کی طرف سے مادی استعانت نہ سہی اخلاقی معاونت تو ضرور حاصل ہوگی۔ یونانی نصب العین کے لیئے امام موجود ہی تھا، اب محض علم بغاوت بلند کرنے کے لیئے کسی موزوں موقع کا انتظار تھا۔

### یانینا کے علی پاشا کی بغاوت

باب عالی اور علی پاشا یانینا میں جب جنگ چھڑی تو اس موقعے کو یونانی سرغناؤں نے اس درجہ غنیمت سمجھا کہ اسکی طرف سے غفلت برتنا کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اس چالباز سابق لیٹرے نے جزیرہ نمائے بلقان کی جنوب میں اپنے لیئے ایک سلطنت کی داغ بیل ڈالدی تھی اور اب، سلطان اپنے آقا کی حکومت و اقتدار کو الٹ دینے کے لیئے، ایک آخری جنگ کی دست برد میں تھا، اس نے بجائے خود یونانیوں کو ابھارنے میں کچھ کم تگ ودو نہ کی تھی۔ جری ایسا کہ مآل اندیشی سے مستغنی "اندھیرا اور اندھا دھند" مچانیوالا البانیہ کا یہ نبیرہ ربورجیا، یونان کے کوہستانی علاقوں کے وحشیوں کا رستم داستان (ہیرو) تھا اور آج تک بلند علاقوں میں بود وباش کے جتنے جھونپڑے ہیں ان میں اسکی تصویر عفیفہ مریم کی شبیہ کے ساتھ آویزاں ملتی ہے۔ یہ اسی کے اکھاڑے کے مرد میدان تھے جنکی جانبازی کے کارناموں، دغابازیوں اور سفاکیوں نے یونان کی تاریخ آزادی کے اوراق کو گاہے تابناک اور گاہے شرمناک بنایا۔ علی نے جسکے سر میں موریا کو اپنے ملک میں شامل کردینے کا

سوا تھا اور جو جزیرہ ادریاٹک اور مجمع الجزائر میں ایک ایسی بحری قوت معرض وجود میں لانا چاہتا تھا جو الجزائر کے ڈیے حکمرانوں کی حریف ہو، محض اپنی غرض اور مقصد کی بنا پر یونان میں شورش پھیلا دی تھی اس نے تو اشارۃً کنایۃً یہانتک ظاہر کر دیا تھا کہ وہ نجات یافتہ ہلاس کو اپنی سرکردگی میں لے لینے سے اغماض نہ کرے گا، گو وہ حرف شناس تک نہ تھا لیکن تیور سے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ یونانی علوم کا مربی ہے بلکہ اس نے تو یہانتک کیا کہ حضرت مریم کے جام صحت نوش کیئے اور ظاہر کیا کہ اسکا ارادہ خود "دین متین" قبول کر لینے کا تھا، لیکن پاشا کی فلک پیما اولوالعزمیاں خود اپنے حدود سے تجاوز کر گئیں۔ بابعالی ہر کلفت ومحن کو اسوقت تک برداشت کرسکتا تھا جب تک کہ محاصل ملک خزانۂ عامرہ میں پابندی سے داخل ہوتے رہیں، بالآخر اس خطرے کی طرف سے چوکنا ہوا جو یانینا کی طرف سے خروج کر رہا تھا اور متمرد رعایا سردار کو زیر زبر کر دینے کے لیئے خورشید پاشا کی سرکردگی میں ایک مہم روانہ کر دی، علی کے معاونین جنے اکثر خود اسکے لڑکے دشمن سے جا ملے۔ یانینا کے شیر نے اپنے آپ کو نیستانی آرامگاہ میں ایک زبردست فوج کے نرغے میں پایا، لیکن اسکی جانبازی اور اسکے زبردست ذرائع ووسائل نے عثمانی کمانڈر کے کام کو آسانی سے انجام پذیر نہونے دیا۔ مہینوں گزر گئے لیکن قلعۂ یانینا جہاں کا تہاں رہا۔

**یونانی بغاوت کا آغاز مارچ ۱۸۲۱ء** (۱۱۵)

ادھر تو ترکی افواج کا بڑا حصہ یوں مصروف تھا اُدھر باقی یونانیوں کے باغی سرغناؤں کو اپنے ارادوں کو کامیاب بنانے کا میدان اور موقع مل گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب ۶ مارچ ۱۸۲۱ء کو چند اُن یونانی افسروں کی معیت میں، جو روسی فوج میں متعین تھے پرنس الگزنڈر ہیپلانٹی دریائے پروتھ سے گزرتا ہوا روس سے مولداویہ داخل ہوا اور بغاوت کے ابتدائی مدارج طے کرنے لگا۔

ادھر یہ حالات رونما تھے دوسری طرف روسی رعایا عام طور پر اس ہنگامے سے ہمدردی ظاہر کرتی تھی۔

**زار یونانی بغاوت سے بے تعلقی کا اظہار کرتا ہے**

تیسری طرف یونان کی نافرجام توقعات تھیں جن کو وہ اب بیانگ دُہل مشتہر کرتے تھے اور سب کے آخر میں الگزنڈر کی انفعال پذیر اور متزلزل طبیعت تھی، ان تمام حالات کے ماتحت، ان لوگوں کے نزدیک، جو یورپ کی نجات اور عافیت کے لیئے ترکی حکومت کی پائندگی ضروری خیال کرتے تھے، ایک نازک ساعت آگئی تھی۔ میٹرنخ دل ہی دل میں باغ باغ ہو رہا تھا کہ ایک ایسے نازک موقعے پر کاپو دستریاس کے ان مضر اثرات کو جو الگزنڈر کے دل و دماغ پر مستولی تھے اپنے ذاتی رسوخ کے فیضان سے نسیاً منسیا کر دے گا۔ لیکن جیسا کہ ہو کر رہا، اسے عرصے تک کاوش نہیں کرنی پڑی، زار ابھی تذبذب ہی میں تھا اور میٹرنخ کی اس تنبیہ کو گوش گزار کرنے والا ہی تھا کہ روس کا ایک متنفس بھی اگر پروتھ سے گزر گیا تو تمام یورپ میں انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ کاسلری نے بھی شاہنشاہ روس کو لکھ بھیجا کہ جو واقعات اسوقت ٹرکی میں رونما تھے وہ ایک "عالمگیر مرتب اور منتظم باغیانہ شورش" کے محض ایک جزو تھے اس لیئے شہنشاہ کو چاہئیے کہ "وہ علی الاعلان یونانی مقاصد سے، جو فی نفسہ انقلاب آمیز تھے، بے تعلقی کا اظہار کر دے"*۔ ان دلائل سے متاثر ہو کر الگزنڈر نے ایک مرتبہ پھر اپنی "وفا کیشی اور شرافت نفس" کا ثبوت دیا اور اپنے حکمران برادر والی آسٹریا سے اس امر پر اتفاق کیا کہ "اس معاملے کو اسکی حالت پر چھوڑ دیا جائے"۔ اسی دوران میں اس نے فوج میں سے ان تمام یونانیوں کو کچھ لے دے کر علحدہ کر دیا جو بغاوت میں شریک تھے، اور کاپو دستریاس کو ہدایت کر دی کہ وہ ہسپلانٹی کو اس امر کی اطلاع دیدے کہ یونانی باغیوں کی کسی قسم کی مدد نہ کیجائے۔ اور اسے اس بات پر نفرین کر دے کہ اس نے اپنے بادشاہ کا نام لے کر بیجا فائدہ اٹھایا۔ میٹرنخ کو اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ باوجود اس کے کہ آثار اس کے بالکل مخالف تھے۔

* روزنامچہ کاسلری جلد ۱۲، صفحہ ۴۰۳ و ۴۰۵

زار کو اس ہنگامے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ رہا خود یہ واقعہ اسکے متعلق اسکا مقولہ تھا کہ اسکو "بیرون دائرۂ تمدن" سمجھنا چاہیئے۔*

(صفحہ ۱۱۱)

اس مختصر جملے میں اس پالیسی کی "تعریف" مضمر تھی جسے آسٹریا نے مسئلہ مشرقیہ کے متعلق اختیار کر رکھا تھا۔ ترکی سرحد کے پار کم و بیش کسی قتل و خونریزی کا وقوع پذیر ہونا اتنا وقیع اور اہم نہ تھا جتنا خود یورپ کا امن! اور اگر جذبات سلیم کی تحریک دول یورپ کو اس معاملے میں دخل در معقولات کرنے پر مجبور کرتی تو دولت عثمانیہ کے بوسیدہ تار و پود میں پیوند لگانے کی کوشش خود نفس سلطنت کی دھجیاں اڑا دیتی اور پھر خدا ہی بہتر جانتا ہے یہ اثرات کن کن عالمگیر آفتوں کے موجب نہ ہوتے۔

**شمالی بغاوت کا زوال**

موجودہ ہنگامے کے متعلق میٹرنخ کا خیال تھا کہ اسکا انجام یونانیوں کے حق میں بہتر نہ ہوگا اور بعد میں جو نتائج مترتب ہوئے ان سے یہ قیاس صحیح ثابت ہوا۔ اسکی ابتدا محض اس اعتقاد پر کی گئی تھی کہ روس اسکا مدد و معاون ہوگا اور گو مولڈاویا کے ہوسپودار پرنس سوتزو نے اس تحریک کو پسندیدہ دیکھا لیکن ملک میں اسکی مقبولیت عامہ اس لیئے غیر متیقن تھی کہ لوگ ترکوں سے زیادہ تو یونانیوں سے متنفر تھے۔ اگر ایک طرف ہپسلانٹی کی نا اہلیت اور تمکنت نے اسے ابتدا ہی سے تمسخر انگیز بنا دیا تھا، تو دوسری جانب اسکی اس دیدہ و دانستہ چشم پوشی سے جس سے کتنے معصوم مسلمانوں کو دغا دیکر قتل کر دیا گیا، یہ تحریک نہایت شرمناک ہوگئی اسلیئے جوں ہی اسکی طرف سے زار روس کے کانوں پر ہاتھ دھرنے کی خبر آئی یہ تمام ہنگامہ محض ایک ملوفانہ بے تمیزی ہو کر رہ گیا۔ لیکن چند متفرق واقعات مثلاً "لشکر مقدس" کا دراگاشان میں ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتر جانا یا اسکولینی میں یونانیوں کی آخری ثابت قدمی، ایسی بھی پیش آئی جس سے یونانیوں کی یہ پہلی شورش بالکل قصر ذلت میں گر کر فنا

---

* فائیف کی تاریخ یورپ عصری۔ باب ۴۰۔ صفحہ ۵۶۵۔

ہو جانے سے محفوظ رہی، لیکن اواخر جون ۱۸۲۱ء میں اس تحریک کا جو کبھی نہایت طمطراق سے معرض وجود میں آئی تھی، اسکے سالار لشکر کے نہایت شرمناک طریقے سے آسٹریا کی سرحد کے پار مفرور ہو جانے سے فاتحہ پڑھ لیا گیا، میٹرنخ اب اس بات کی توقع کر سکتا تھا کہ وہی ترک جنھوں نے نہایت آسانی سے اس تحریک کا سد باب کر دیا تھا جو کسی وقت میں نہایت تشویشناک صورت اختیار کر چکی تھی اُن ہنگاموں کو بھی فرو کر دیں گے جو اسی دوران میں موریا میں رونما ہو گئے تھے مشرق کی آگ اگر ایک دفعہ علیحدہ کر دی جا سکے تو پھر وہ خود بخود جل بجھکر رہ جائے گی اور اُس وقت دول یورپ کی توجہ اس آتش زدگی کی طرف مائل تھی جو گھر کے آس پاس بھڑکنے والی تھی ؂

**اسپین میں اضطراب فرانس کا رویہ**

صفحہ (۱۱۷)

یہ اسپین کی نازک حالت تھی جس نے شاہنشاہ الگزنڈر کی توجہ کو مسئلہ یونان سے ہٹا کر دوسری طرف منعطف کرنے کے لیئے۔ ایک ناپسندیدہ موقع دیا۔ کوہ پرینیز کی دوسری طرف عرصے سے جو مسلسل کشاکش جاری تھی وہ فرانسیسی حکومت کے لیئے شرمناک بھی تھی اور خطرناک بھی۔ اگسٹ ۱۸۲۱ء میں اسپین میں زرد بخار پھیلا، اس حیلے سے فرانس نے مشاہدے اور معائنے کی غرض سے فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا، بہانہ یہ کیا گیا کہ یہ سب کچھ اصول حفظان صحت کے ماتحت تھا۔ اب باوجود اسکے کہ حکومت اسپین نے بار بار اسکے خلاف اظہار ناراضی کیا اور بخار بھی اب غائب ہو گیا تھا لیکن یہ فوج بڑھتے بڑھتے دس ہزار تک پہنچ گئی۔ لیکن اسپین کے ایوان حکومت میں غلغلہ اس بات کے لیئے چیخ رہے تھے کہ بوربون شہزادے کی جیسی کچھ اہانت ہوئی ہے اسکا اقتضا یہ ہے کہ فرانس مداخلت کرے اور اسکا انتقام لے۔ مگر حکومت فرانس کے لیئے یہ اشد ضروری تھا کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے۔ انگلستان اس امر کا بے حد مخالف تھا کہ اسپین کے معاملات میں فرانس کسی قسم کی مداخلت روا رکھے۔ انگلستان نے نپولین کو جسنرہ نمائے

اسپین سے بدر کرنے میں اپنا خون اس لئے نہیں بہایا تھا اور اپنی دولت اس لئے نہیں پھونکی تھی کہ خود اسکا (نپولین کا) جانشین نہایت اطمینان سے سریر آرائے سلطنت ہو اور یہ یوں ہی تکتا رہ جائے اور پھر یہ بھی تھا کہ ان تمام سیاسی ہتھکنڈوں میں انگریزی حکومت کے پاس ترپ کا پتا تھا اسکے سامنے وہی راہیں کھلی تھیں جنھیں بعد میں کیننگ نے اختیار کیا، اس کو اس بات کا اختیار حاصل تھا کہ وہ اسپین پر فرانس کا تصرف روا نہ رکھے اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیوں کی خود مختاری تسلیم نہ کرے لیکن اسے اسکا یقین نہیں تھا کہ وہ وقت آگیا ہے جب ان باتوں پر عمل درآمد کیا جائے لیکن اس طرح سے کیل کانٹے سے درست تھا اور وقت کا منتظر رہا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو گویا اصول "نسبیت" کو ایک کاری زخم لگتا۔ اور اسپین کے سریر سلطنت کا نصف خدم وحشم فنا ہو جاتا۔ ان واقعات کے ماتحت حکومت فرانس کسی تنہا کارروائی کرنے سے محترز رہی اور اس بات کا ارادہ کر لیا کہ اگر اسپین کے معاملات میں دخل دینے کا قصد ہوا بھی تو اسکی اجازت مجالسۂ یورپ سے حاصل کر لے گی۔

سنہ ۱۸۲۱ء کے موسم بہار میں کانگریس منعقدہ لیباخ صرف ملتوی کردی گئی تھی اور اس بات کا فیصلہ کردیا گیا تھا کہ آئندہ موسم گرما میں اس کا جلسہ ویرونا میں منعقد ہو۔ مٹرنخ، انگلستان کی مخالفت پر غالب آنے سے مایوس نہیں ہوا تھا، اسے یہ بھی توقع تھی کہ وہ یورپ کے معاملات طے کرنے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی بھی قائم کر سکے گا۔

**مشرق کی حالت، کاپو ڈسٹریا کا نازک ہونا، روس اور باب عالی** (عنوان ۱۱۸)

جرمنی سے چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں کی صدائے مظلومیت دول یورپ کی بارگاہ عدالت تک برابر پہنچتی رہی۔ تمام یورپ میں بے اطمینانی کی کچھ ایسی آگ سلگ رہی تھی کہ ان حکمرانوں کو اپنی نظر برابر اسی طرف لگائے رکھنی پڑتی تھی، لیکن موجودہ حالت میں دو مسئلے، مسائل اسپین و یونان ایسے پیش تھے جنھوں نے دوسرے معاملات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

موخر الذکر، جسکے متعلق گنٹنز ( Gentz ) سے کہا تھا کہ اسکی لیئے بارخ ہی میں " تجہیز وتکفین " ہوچکی ہے، اسوقت غیر معمولی طریقے پر طوالت پکڑ رہا تھا - درۂ دانیال میں ان جہازوں کی گرفتاری جن پر روسی جھنڈے لگے ہوئے تھے، موجودہ عہد ناماجات کے ماتحت ترکوں کے صوبہ جات مولداویہ و والافیہ خالی کرنے سے انکار کرنا اور مزید برآں اس قتل خونریزی کے انتقام میں جو یونانیوں سے سرزد ہوئی تھیں " یونانی بطریق کا قتل کردیا جانا" کچھ ایسے اسباب تھے جن سے ان مسائل کی طرف سے روس کا رویہ بالکل بدلا ہوا نظر آتا تھا، اب یہ مسئلہ بالکل " بیرون دائرۂ تمدن " نہیں رہ گیا تھا بلکہ اسکا اثر روس کے اُن حقوق پر پڑتا تھا جو اسے عہد ناماجات کی رو سے حاصل ہوئے تھے، جس سے خود زار کے وقار کو ٹھیس لگی تھی اور جس سے " کلیسا یونان " کے جذبات مجروح ہوئے تھے - تمام روس میں صرف زار یکہ وتنہا جنگ کے خلاف مستعد نظر آتا تھا، لیکن عامۃ الناس صدائے شور وشیون سے مجبور اور اپنے وزرا اور افسروں کے رویئے سے بےبس ہوکر اس نے اتنا البتہ کہا کہ بابعالی سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرکے اس بات کا اعلان جنگ بھیجدیا کہ روس کے جتنے نقصانات ہوئے تھے انکی تلافی کی جائے - لیکن اس خیال سے کہ اسکی محبوب اختراع، مشارکت یورپ کو چشم زخم نہ پہنچے اس نے کسی مزید اور مخصوص کارروائی پر عمل کرنے سے احتراز کیا اور اس نے اس میدان میں قدم بھی رکھا تو اس خیال سے نہیں کہ وہ روس کے جائز حقوق کا مطالبہ کرے گا بلکہ ترکی مظالم کو روکنے کے لیئے وہ اُن اختیارات کو عمل میں لانا چاہتا تھا جو اسے یورپ کے سیاسیات میں بحیثیت " یورپ کے حکم بردار " حاصل تھے جنرل تاتی چیف کار خاص پر وائنا بھیجا گیا تاکہ آسٹریا سے چند شرائط کے متعلق گفت وشنید کرے - روس نے لیئے بلغ اور ٹروپاؤ میں آسٹریا کی رفاقت ادا کی تھی اور اب اسے امید تھی کہ آسٹریا بھی اسکا بدلہ کرے گا - آسٹریا نے یورپ کی جانب سے نیپلس پر قبضہ کرلیا تھا اگر ترکوں سے

روس کے اعلان جنگ کو نامنظور کیا تو روس دریائے ڈینوب کے صوبوں پر "مخالفہ عامہ" کی طرف سے قبضہ کرنے پر تیار ہو گا اور ایسی حالت میں اسے توقع تھی کہ روس کے اس فعل کو "حق بجانب" ثابت کرنے کی غرض سے دوسری حکومتیں بھی اپنے اپنے سفیروں کو قسطنطنیہ سے واپس بلالیں گی۔ صفحہ (۱۱۹) یہ منطق بہمہ وجوہ مکمل اور میٹرنخ کو خلفشار میں ڈال دینے کے لیئے کافی تھی۔ آسٹریا کا نیپلس پر قبضہ ہو جانا ایک بات تھی لیکن روس کا دریائے ڈینوب کے صوبوں پر حملہ کرنا بالکل دوسری بات تھی! اور بہرحال میں

**لڑائی کی روک تھام کرنے میں میٹرنخ کی مساعی**

اسکا سدباب لازمی تھا دفع الوقتی اور حیلہ شرعی کا تو یہ امام وقت تھا ہی، اس نے حسب معمول اپنے پرانے ہتھکنڈے کی آڑ پکڑی اور روس کے ذاتی اغراض اور مقاصد کی چند در چند پیچیدگیوں میں سے اُن مسائل کو علیحدہ کیا جو بالکل یونان سے متعلق تھے، اس نے کہا کہ روس کی پیش کردہ دلائل نے دو مختلف تنقیحات "حقوق مجردہ" اور "مقاصد عامہ" کو آپس میں خلط ملط کر دیا تھا اول الذکر کے متعلق آسٹریا اس امر کے لیئے تیار تھا کہ وہ ٹرکی پر اس حقیقت کو منکشف کر دے کہ اُسے عہدناموں کی ان شرائط کا احترام کرنا چاہیئے جن پر یورپ کے سیاسی نظام کا انحصار تھا اور روس کے حق بجانب مطالبات یعنی۔ انخلائے صوبہ جات اور بغاوت سے پیشتر کی صورت حال کی واپسی کو تسلیم کرنا چاہیئے، موخرالذکر کے متعلق آسٹریا دوسرے حلیفوں سے اس بات کا مشورہ کرنے کے لیئے تیار تھا کہ کونسی ترکیب عمل میں لانی چاہیئے جس سے ٹرکی میں کسی ایسے دور حکومت کا تیقن ہو جائے کہ آئندہ پھر کبھی یورپ کو موجودہ مصائب سے دوچار ہونا نہ پڑے۔

دول یورپ کی کانگریس ستمبر میں منعقد ہونے والی تھی لیکن معاملات کچھ اس درجہ نازک ہو چکے تھے کہ اس مسئلے کو یقینی طور پر طے کر دینے کے لیئے ایک ابتدائی جلسہ وائنا میں ہونا قرار پایا اس دوران میں میٹرنخ اس جنگ کو روکنے کی اندھا دھند کوشش کر رہا تھا جسکے اندیشے سے وہ لرزہ براندام تھا۔

اس نے انگریزی سفیر لارڈ اسٹرٹنگ فورڈ متعینۂ قسطنطنیہ کو اپنا رازدار بنایا کہ روسی مطالبات کا محض خفیف ترین جزو منظور کرلیا جائے، فرانسیسی اور پرشوی سفر ابھی نے بھی زور لگایا اور اس متحدہ دباؤ سے مجبور ہو کر با دل ناخواستہ بابعالی نے ایک قدم پیچھے ہٹا دیا اور صوبہ جات ڈینوب کو خالی کر دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ رہا زار وہ خود صلح و آشتی کے لیئے بہر نوع تیار تھا۔ بابعالی نے اعلان جنگ کی پہلی دفعہ کو منظور کیا تو روس نے انگریزی و آسٹروی سفرا کے توسل سے گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس معاہدے پر دستخط ثبت ہونے کے بعد جسکی رو سے درۂ دانیال تمام اقوام کے جہازوں کے لیئے کھلا رہتا فسیاکی (جو قسطنطنیہ میں اپنی حکومت کی جانب سے صلح و عہدنامے کی شرائط کے متعلق سیاہ و سپید کا مالک تھا) کا مراسلہ شائع ہوا لیکن تمام سیاسی تعلقات اس بات پر مشروط تھے کہ ترکی سلطنت میں ایک ایسا باضابطہ نظام قائم کیا جائے جسکی وجہ سے پھر کبھی ایسے مناظر نہ پیش آئیں جو اسکو (نظام کو) درہم برہم کرنے میں معین ہوتے ہیں۔

آسٹریا کے سیاسی ہتھکنڈے کا یہ وار بھرپور پڑا روس نے اعلان جنگ دیدیا تھا اور میدان جنگ میں پھسل پڑنے والا ہی تھا لیکن یہ مٹرنخ کے استدلال کا تصرف تھا کہ اسے جنگ سے کھینچ لایا اور استدلال بھی ایک جسکا مدار ایسی مجالس یورپ کے تار و پود پر تھا جس نے زار کے دل و دماغ کو بالکل جکڑ رکھا تھا۔ روس کا حاکم مطلق ایک مرتبہ پھر وائسا آیا اور ہوف برگ کے پیغمبر کے سامنے زانوئے عقیدت تہ کر دیا اور وول یورپ کی کونسل، بارگاہ ماسکو کی روایات کے خلاف اس کے "اندرونی معاملات" پر فیصلہ صادر کرنے کے لیئے تیار ہوئی۔ مٹرنخ کس شد و مد کے ساتھ شاہنشاہ فرانسس کو لکھتا ہے "غالباً یہ عظیم ترین فتح تھی جو ایک کابینہ کو دوسرے کابینہ پر حاصل ہوئی" کیونکہ قسطنطنیہ میں روسی وقار کو فنا کر کے اس نے "ایک ہی وار میں پیٹر اعظم اور اس کے جانشینوں کے تمام کارناموں کا دفتر الٹ دیا تھا" لیکن اس میں شک نہیں کہ

(صفحہ ۱۲۰)

اس بیان میں مبالغے کی کافی گنجائش ہے۔ گو یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ہمیشہ کے لیئے نہیں تو کچھ عرصے کے لیئے جنگ روس و ترکی کا سد باب ہوگیا تھا۔ رہا بقیہ امور کا فیصلہ اسکے متعلق میٹرنخ کا خیال تھا کہ آئندہ کانگریس میں اسپین کے معاملات پر ایسا طوفان تکلم برپا ہوگا کہ حکومت عثمانیہ کے معاملات میں کسی موثر طریقے پر مداخلت کرنے کا مسئلہ کسی کے ذہن میں بھی نہیں آئےگا۔"

**کاسلری کی وفات ۱۲ اگست ۱۸۲۲ء**

لیکن ایک ایسا سانحہ پیش آگیا جسکی وجہ سے میٹرنخ کی تمام خوشی خاک میں ملگئی، اور حلیفوں کی مجالس پر اداسی چھا گئی۔ اکتوبر ۱۸۲۱ء میں آسٹروی صدر اعظم نے جارج چہارم اور اس کے وزیر خارجہ سے ہنوور میں ملنے کی دعوت قبول کرلی تھی۔ گفت و شنید کی خوش اسلوبی سے طے ہوجانے سے اُسے توقع تھی کہ اگر بادشاہ خود نہیں تو لارڈ لنڈنڈری (کاسلری) وائنا میں منعقد ہونے والی ابتدائی کانفرنسوں میں ضرور شریک ہوگا اور آئندہ کانگریس میں عملی حصہ لینے کے لیئے انگلستان کو پابند کردےگا لیکن وائنا کے لیئے روانہ ہونے سے بیشتر لارڈ لنڈنڈری نے خودکشی کرلی اور اس واقعے نے آسٹروی صدر اعظم کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا، میٹرنخ کے لیئے یہ سانحہ اتنا ہی المناک ثابت ہوا جتنا یہ غیر متوقع تھا۔ انگریزی کابینہ میں کاسلری کی موجودگی اس بات کی ضامن تھی کہ اگر انگریزی پالیسی بالکل ہمدردانہ نہ رہی تو میٹرنخ کے خلاف کوئی عملی حصہ بھی نہ لیگی۔ میٹرنخ نے کہا "وہ مجھے سمجھ چکا تھا اور اب کوئی دوسرا اعتبار اور اعتماد کے اس درجے پر پہنچنے کے لیئے سالہا سال لے لیگا۔"

صفحہ (۱۲۱)

فی الحقیقت مجالسۂ یورپ کے لیئے یہ شگون بد تھا کہ ٹھیک اُسی مہینے میں (ستمبر ۱۸۲۲ء) جبکہ ویرونا میں کانگریس منعقد ہونے والی تھی، انگلستان کی وزارت خارجہ کی عنان جارج کیننگ کے ہاتھوں میں آئی، لیکن یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ نتائج مترتب ہوئے وہ اتنے مہتم بالشان تھے۔ جیساکہ

**جارج کیننگ**

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کیسلری Castlereagh کی وفات سے پہلے ہی کیننگ کابینہ کا رکن تھا اور اسکا اثر

اس "عدم مداخلت" کی پالیسی کا ذمہ دار تھا جسکے اعلان کرنے کے لیئے
لارڈ لیورپول کی حکومت مجبور ہوئی تھی۔ کیننگ نے اس پالیسی کو بغیر
پوشیدہ مقصد کے جس سے کاسلری کے فرائض میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی،
اس پالیسی کو اسکے منطقی نتائج پر پہنچا دیا اور اس پر عمل پیرا بھی ہوا۔ موخر الذکر کا یہ عقیدہ
تھا کہ یورپ کے امن و عافیت کے لیئے مجالسۂ یورپ بمنزلہ ایک لنگر کے
ہے، کیننگ کا خیال تھا کہ یہ انگلستان کی استقلال عمل (برّاعظم کی
مختلف پابندیوں سے جسقدر آزاد ہوئی اتنی ہی زیادہ قوی ہوسکتی تھی) کے لیئے
ایک سنگ گراں ہے لیکن کیسلری (Castlereagh) نے برّاعظم کی پالیسی کی
کبھی کورانہ تقلید نہ کی اور اس امر کا ہمیشہ مخالف رہا کہ دول یورپ کو ریاستہائے
یورپ کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق حاصل ہو۔
کانگریس منعقدۂ ایکس میں اس کے کارنامے، ۱۸۱۹ء میں اسکا الگزنڈر کی اس تحریک
کو نامنظور کر دینا کہ فرانس کے اندرونی معاملات پر نظر رکھنے کے لیئے سفرا کی
ایک انجمن قائم کی جائے، اور اسکا باربار اُن فیصلوں کے خلاف صدائے ناراضی
بلند کرنا جو ٹروپاؤ اور لئے باخ میں صادر ہوئے تھے، وہ حقائق ہیں جو
اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیئے جاسکتے ہیں۔ وہ کیننگ کی طرح
خود اس بات کا مخالف تھا کہ انگلستان کا عملی مفاد محض جذبات پر قربان
کر دیا جائے اسکا مقولہ تھا کہ "زار کا نظام ایسے کمال کیطرف رجوع تھا جو نہ اُس
زمانے کے مطابق اور نہ بنی نوع انسان کی حالت کے مناسب تھا وہ محض ایک
نظر فریب خیالی پیکر تھا جسکی پابندی انگلستان پسند نہیں کر سکتا تھا" کیونکہ "تخمینی سیاسیات
انگلستان کے دائرہ عمل سے باہر ہے"[1] رہا زار کا یہ عزم کہ تمام حکومتیں عام طور
پر اسلحہ و سامان جنگ سے کنارہ کش ہو جانے پر مجبور کی جائیں، اسکے متعلق
یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس راستے میں بہت سی عملی اور ناقابل تسخیر دشواریاں ہیں،
لیکن اُس نے نہایت خشک ظریفانہ انداز سے یہ بھی کہا کہ اگر اس معاملے میں خود روس

صفحہ (۱۳۲)

[1] لیون کی رپورٹ ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۰ء، مارٹنس باب ۱۱ صفحہ ۲۷۸۔

پیشقدمی کرے تو تمام یورپ کے لیئے نہایت کارآمد مثال ہوگی۔ (لیون کی رپورٹ ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۲ء مارٹنس ۱۱۔ صفحہ ۲۶۱) اگر جادۂ حقیقت سے منحرف ہوئے بغیر اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیننگ جزیرتیت (جسکی تنگ نظری جزائر انگلستان ہی تک محدود تھی) کا زیادہ دلدادہ تھا اور اسکے مقابلے میں ان معاملات کو نظر انداز کر دیتا تھا جو عام طور پر یورپ کے مفاد سے متعلق تھے تو پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کاسلری حقیقت کو امکان پر قربان کر دینے کے لیئے تیار تھا یا وہ یورپ کے مفاد کو انگلستان کی اغراض ومقاصد پر ترجیح دیتا تھا۔

اگر شاہ جارج چہارم کا ذاتی دباؤ نہ پڑتا اور یہ زار پر یہ حقیقت منکشف نہ کر دیتا کہ وہ خود یورپ کی اخلاقی حالت کو سدھارنے کے لیئے بے حد فکرمند تھا تو ممکن ہے ویرونا میں انگلستان کا کوئی نمائندہ نہ ہوتا، لیکن خیال یہ تھا کہ وہاں مشرقی مسئلہ اٹھایا جائے گا اسی بنا پر انگریزی کابینہ کو شرکت کی ترغیب ہوئی، خبر یہ گرم تھی کہ اسپین کے معاملے میں فرانس مداخلت کرے گا۔ لیکن جو بات انگلستان کو کبھی گوارا نہ تھی اور جسکے خلاف وہ صدیوں برسرپرخاش رہا، وہ بعض خاندانی اثرات کو از سرنو برسرکار لانے کی کوشش اور اسکی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اشاعت تھی۔[1] اس لیئے ۲۰ اکتوبر کو جب کانگریس کا افتتاح ہوا تو انگریزی مختار کل ڈیوک آف ولنگٹن نے بموجب ہدایات اپنا رویہ بالکل مجہول اور خاموش تماشائی کا سا رکھا، اور وہ اس لیئے اسکا اور پابند رہا کہ وائنا میں سیٹرنچ کو اسکی امید سے زیادہ کامیابی ہوئی تھی اور یونان کا مسئلہ پھر دفن کر دیا جانے والا تھا اب صرف اسپین کے معاملات محض بحث میں آنے والے تھے اور اس مسئلے میں انگلستان کا فیصلہ قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ ولنگٹن کی تعیناتی سے چند لمحوں کے لیئے

**کانگریس منعقدۂ ویرونا اکتوبر ۱۸۲۲ء**

---

[1] (اسٹیئٹن باب ۱ – ۱۴۹)

صفحہ (۱۲۴) میٹرنخ کی توقعات سرسبز ہونے لگی تھیں لیکن یہ فوراً ظاہر ہوگیا کہ ڈیوک کے ذاتی خیالات خواہ کچھ ہی رہے ہوں اسکے "ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے"

**مسئلہ اسپین**

اسکو ہدایت کی گئی تھی کہ اسپین کے معاملات میں دول یورپ کی مداخلت پر اظہار مخالفت کرے کیونکہ "یہ فعل اصولاً قابل اعتراض اور عملاً ناقابل نفاذ تھا" بہرحال اسی دوران میں فرانسیسی سفیر ( M. Demontmorency ) ڈے مون موران سی نے کانگریس کے سامنے ایک مرتب شدہ تحریک پیش کی کہ اگر اسپین کے خلاف فرانس اعلان جنگ پر مجبور ہوا تو کیا اُسے اتحادیوں کی اخلاقی اور مادی استعانت کی توقع رکھنی چاہیئے، روس، آسٹریا اور پروشیا کی جانب سے اسکا امید افزا جواب موصول ہوا۔ لیکن انگلستان نے ایسی شدید مخالفت کی کہ مون موران سی کسی قطعی معاہدے پر دستخط ثبت کرنے سے مجبور رہا۔ اب یہ تجویز ہوئی کہ ایک ہی مضمون کے مراسلے تمام اتحادیوں کی جانب سے میڈرڈ میں پیش کیئے جائیں اور حکومت اسپین کو سلامت روی کی ہدایت کی جائے، انگلستان نے پھر مخالفت کی، اُس نے کہا کہ وہ اتحادیوں کی ہمنوائی نہ کرنے کے علاوہ خود حکومت اسپین سے اس قسم کی کسی گفت و شنید کے لیئے تیار نہ تھا کہ اسکے اسپین سے کیا اور کس قسم کے تعلقات تھے۔ لیکن جب دوسری حکومتوں نے اصرار کیا تو ولنگٹن کو اس بات کی ہدایت کی گئی کہ وہ مزید بحث مباحثے سے احتراز کرے۔ یہ تھا مخالفۂ عظیمہ میں پہلی شکست و ریخت کا باضابطہ سبب!

انگریزی کابینہ کی ہٹ دھرمی سے حلیف اتنے متحیر نہیں ہوئے جتنے رنجیدہ، بقول کیننگ انگلستان کی صدائے ناراضی ہوا ہوگئی، اور باقیماندہ اراکین مجالسۂ یورپ نے اسپین میں مداخلت کرنے کے لیئے شرائط مرتب کرنے شروع کیئے۔ بحث یہ آن پڑی تھی کہ اس معاملے میں اجتماعی قوت سے کام لیا جائے یا فرانس کو اسپین میں اُن کارروائیوں کو عمل میں لانیکی اجازت دیدی جائے۔ جو آسٹریا کو نیپلس میں حاصل تھیں۔ زار کے

نزدیک، ایک لاکھ فرانسیسی سپاہ کو **پیرینیز** کے جنوب میں، ایسی جگہ بھیجنا
جہاں انقلاب کی متعدی وبا پھیل رہی تھی، بے حد خطرناک تھا، اُس نے یہ
تجویز پیش کی کہ اس کام کے لیئے روسی افواج براہ **پیڈمانٹ** اور **جرمنی**
بھیجدی جائیں۔ اس تجویز نے **میٹرنخ** کے دل میں اُن تمام خطرات کو از سر نو پیدا
کر دیا جو اسی قسم کی تحریک سے دو سال پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ اس حقیقت نے
**انگلستان** کی مخالفت سے ملکر کچھ ایسی حالت پیدا کر دی کہ کسی مجوزہ متحدہ
مداخلت کے عمل پذیر ہونے کی توقع نہ رہی۔ اب **اسپین** کی قسمت کا مدار

**فرانس میں عام رائے** (صفحہ ۱۲۳۱)

فرانسیسی حکومت کے رویہ پر تھا **پیرس** میں خود اتفاق آرا نہ تھا۔
**مون موران سی** وزیر خارجہ، معاملات **اسپین** میں مداخلت
کو اصولاً بہتر سمجھتا تھا کیونکہ اسکا عقیدہ تھا کہ انقلاب کے استیصال ہی میں کل
**یورپ** کی عافیت مضمر تھی۔ **ویلیل** اس تمام مسئلے کو بالکل **فرانس** کے
نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور وہ اس بات کا متمنی تھا کہ اگر ممکن ہو سکے تو اسکا
فیصلہ صلح و آشتی سے ہو، اسکا مقصد یہ تھا کہ **میڈرڈ** میں فرانسیسی اثر از سر نو
بحال کیا جائے، اسکا خیال تھا کہ نو آبادیوں کو ایک مرتبہ پھر دست تصرف میں
لانے کے لیئے اگر **اسپین** کی مدد کی جائے گی تو **فرانس** کو چند نہایت گرانقدر
تجارتی فائدے حاصل ہوجائیں گے، اس خیال کا مؤید خود **بادشاہ** اور **ویلیل**
کے متعدد دیگر ہمعصر تھے، **مون موران سی** نے استعفا داخل کر دیا۔ لیکن جنگ
اب بھی ناگزیر تھی، حکومتوں کے مراسلات **پیرس** سے **میڈرڈ** بھیجے گئے
اور چونکہ تین دن کے اندر اندر کوئی جواب موصول نہیں ہوا اسلیئے حلفا نے
دربار **اسپین** سے اپنے اپنے سفرا واپس بلا لیئے۔ دوسروں سے
نسبتہً زیادہ معتدل ظاہر ہونے کی غرض سے **ویلیل** نے فرانسیسی مراسلات
کی روانگی معرض تعویق میں ڈالنی چاہی لیکن ایک پیش نہ گئی۔ فوج جو سکون
اور انجماد سے تنگ آگئی تھی اور تجارت پیشہ طبقہ جنکا ۲۰ کروڑ فرانک
**اسپین** کے قرضے میں لگا ہوا تھا، جنگ کے لیئے شور مچا رہا تھا
گورنمنٹ کو چار و ناچار سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔ انگریزی وزارت نے بیچ بچاؤ کرا دینے کیلیئے

اپنی خدمات پیش کیں لیکن سب نامنظور کردی گئیں اور ۱۸ جنوری ۱۸۲۳ء کو لوئی ہیژدہم نے ایوان حکومت میں، تخت شاہی پر متمکن ہو کر ایک تقریر کی جسمیں کہا کہ اس نے اپنے سفیر کو میڈرڈ سے واپس بلا لیا ہے اور ایک لاکھ فرانسیسی افواج خود اس کے خاندان کے ایک شاہزادے کی سرکردگی میں عنقریب مہم پر روانہ ہونے والی تھیں۔ اُس نے "ہنری چہارم کے ایک وارث کے زیر نگین اسپین کے تاج و دیہیم کو مصئون اور اس اعلی سلطنت کو یورپ کے ساتھ نباہ دینے کی توفیق عطا کرنے کے لیے سینٹ لوئی کے خدا سے دعا مانگی۔" اس نے کہا "فرڈیننڈ کو اپنی رعایا کو اس قسم کی تنظیمات دینے کی آزادی ہے جن کو اسکی رعایا صرف اسی حالت میں قبضے میں رکھ سکتی ہے جب کہ وہ فرڈیننڈ کے ہاتھوں سے ملی ہوں" انگلستان کی حکومت خواہ توری جماعت کے ہاتھ میں ہوتی یا اس میں وہگ عنصر غالب ہوتا، اعلان کا یہ فقرہ ایک ایسی حکومت کے کام و دہن کے لیے ضرورت سے زیادہ تلخ تھا جسکی بنیاد ۱۶۸۸ء کے تسلیم کردہ اصول پر ہو۔

**کیننگ کا رویہ** اسوقت فرانس اور انگلستان کے تعلقات نہایت نازک ہو رہے تھے۔ جدید فرانسیسی وزیر شاتوبریاں کو ایک مرتبہ پھر کیننگ نے مطلع کیا کہ انگلستان مداخلت کا مخالف تھا۔ جیسا شاہی تقریر کے لب و لہجہ سے ظاہر ہوتا تھا فرانس کا یہ دعوی کہ دوسری اقوام بھی اس معاملے میں اسکی پیروی کریں ایک ایسا فعل تھا جسکے خلاف کیننگ برابر اپنی آواز بلند کرتا تھا، خصوصاً اس بنا پر وہ اور زیادہ مخالفت پر تلا تھا کہ دونوں سلطنتوں کے حکمرانوں کا آپسمیں خاندانی رشتہ رکھنے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے مطالبات تسلیم کراتے پھریں۔ اسی دوران میں غیر جانب داری کا اعلان جو بادشاہ کی تقریر میں شامل کر دیا گیا تھا نکالدیا گیا۔ اراکین حکومت کی "مخالف" جماعت ("مخالفت") نے اس قدیم اصول کی بنا پر کہ دول یورپ کی ملکی اور جنگی طاقت ایک معین حد تک رہنا چاہیئے اس امر پر زور دینا شروع کیا کہ چونکہ فرانس نے ایک آئینی سلطنت پر حملہ کرنیکی

صفحہ (۱۲۵)

نیت کی ہے اس لیئے اسکے خلاف جنگ کا اعلان کر کے اسے اس حرکت سے باز رکھا جائے لیکن کیننگ نے اتنی سختی روا نہ رکھی۔ ۱۸۲۳ء کا فرانس ۱۸۰۸ء کا فرانس نہ تھا۔ اور اب جب کہ اسپین کی نوآبادیاں اس سے نکل چکی تھیں اسکی دنیا میں بڑی طاقتوں میں شمار ہونے والی حیثیت جو اُسے لوئی چہاردہم کے زمانے میں حاصل تھی اب باقی نہیں رہ گئی تھی۔ آخری ترکیب یہ تھی کہ اگر فرانس نے جزیرہ نمائے اسپین پر قبضہ کر بھی لیا تو برطانیہ عظمیٰ جنوبی امریکہ کی جمہوری حکومتوں کو تسلیم کر کے اُن تمام قواعد کی کسر نکال لے گی جو فرانس کو بحالت متذکرۂ صدر حاصل ہو سکتی تھی۔ بہرحال افتراق و نفاق کی روک تھام کے لیئے آخری کوشش یہ کی گئی کہ ولنگٹن بحیثیت ڈیوک سیوڈا درو ڈریگو حکومت اسپین پر اپنا اثر ڈالکر جذبۂ ملوکیت کے لیئے بروقت کچھ رعایات حاصل کرلے لیکن یہ سعی نامشکور ہو کر رہی اور معاملات اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے[1]

**اسپین پر فرانسیسی تاخت ۱۸۲۳ء**

۷ اپریل کو ۹۵۰۰۰ فرانسیسی افواج ڈیوک ڈانگولیم کی سرکردگی میں دریائے بیداسوا سے گزریں۔ ودل یورپ دم بخود ہوکر اسکا مشاہدہ کر رہے تھے۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ مارشل گوویون سنت سیر کا نیا فوجی نظام کسوٹی پر چڑھایا گیا اور ۳۴ سال میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ فرانسیسی افواج اس علم کے نیچے سرگرم پیکار ہونے والی تھیں جس پر خاندان بوربون کا امتیازی نشان "گل سوسن" بنا ہوا تھا۔ ایک نازک لمحہ اسوقت معرض وجود میں آیا جب یہ حملہ آور فوج سرحدی نالے سے گزرتے ہوئے اُن پرستاران بوناپارٹ کے آمنے سامنے آئی جو جلاوطنی میں تھے اور جنکا علم سہ رنگ تھا۔ لیکن شاہی افواج کے گرانڈیل سپاہیوں نے تذبذب کی کوئی علامت ظاہر نہ ہونے دی حکم پاتے ہی انھوں نے علم انقلاب پر بندوق کی باڑھ ماردی اور جب دھواں ہٹا، اسوقت ظاہر ہوا کہ

صفحہ ۱۲۶

[1] اسٹیٹین باب ۱ صفحہ ۲۱۹ وغیرہ۔ دیوورژئے دے ہوران جلد ۷ صفحہ ۱۲۸ وغیرہ

سہ رنگ علم کے ساتھ فرانسیسی فوج سے زندہ روایات بھی غائب ہو چکی تھیں۔ اسپین میں فرانس کی رزم آرائی جس کے متعلق نہایت اندیشہ ناک تصورات ذہن میں پیدا ہو رہے تھے محض ایک فوجی پریڈ ظاہر ہو کر رہ گئی۔

انگولیم کی ترکیب یہ تھی کہ جس طرح جلد ممکن ہو سکے یلغار کرتا ہوا میڈرڈ پہنچ جائے، راستے کے قلعہ جات سے نپٹ لینے کے لئے فوجی دستے چھوڑتا گیا اور یہ سب محض اس نیت سے کہ حکومت کو دفاعی ساز و سامان کے ترتیب دینے کی مہلت نہ ملے اور سب سے زیادہ خیال تو اس امر کا تھا کہ "جنگ پریشان" کی آڑ پکڑنے کے لئے گروہ اور ٹولیاں نہ قائم ہو سکیں۔ یہ تدبیر جس کے متعلق مشہور ہے کہ ویرونا میں ولنگٹن نے مونٹ مورانسی کو بتائی تھی، ہر طرح سے کامیاب ثابت ہوئی۔ کورٹیز بادشاہ کو لیکر اس سے قبل ہی اشبیلیہ بھاگ چکی تھی حملہ آور کچھ اس سرعت کے ساتھ آگے بڑھے تھے کہ حکومت اسپین کی تمام ترکیبیں جہاں کی تہاں رہ گئی تھیں اور اسپین کے سپہ سالاروں میں نا چاقی اور مخالفت کی گرم بازاری شروع ہوئی۔ البسپال نے ایک مرتبہ پھر غداری کی اور ۱۶ مئی کو میڈرڈ میں کورٹیز اور آئین کے خلاف ایک اعلان شائع کیا لیکن فوج میں بغاوت ہو جانے کی وجہ سے وہ معزور ہونے پر مجبور ہوا مگر اسکا جانشین مارکوئیس دی کاستل دوس ریوس ( Marquis de Castel dos Rios ) دار الحکومت کو عرصے تک قبضے میں نہ رکھ سکا اور بالآخر استری میڈورا ( Estremadura ) کو لوٹ گیا۔ ۲۳ مئی کو میڈرڈ پر انگولیم کا قبضہ ہوگیا اور اس نے فوراً اسپین کی پسپا ہونے والی افواج کے تعاقب میں دو پلٹنیں روانہ کیں۔ کورٹیز نے جب دیکھا کہ اشبیلیہ میں بھی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بادشاہ کو لیکر قادس میں پناہ گزین ہوئی۔ یہ ۱۳ جون کا واقعہ ہے / ۲۴ کو فرانسیسی افواج نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اسی دوران میں اسپین کی منتشر افواج کی خبر لیجاتی رہی۔ موریلو نے اس ہنگامی حکومت کی اطاعت قبول کر لی تھی جو انگولیم کی منظوری سے میڈرڈ میں قائم کی گئی تھی۔ کوئی روگا ( Quiroga ) جو

کورونا ( Corunna ) میں اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوا تھا اپنے اسٹاف سمیت انگلستان بھاگ گیا، روسیا میں بارستے روس پے در پے شکستیں کھاکر آخر کار فرانس کے ساتھ معاہدہ کرنے پر مجبور ہوا اور قطلونیہ میں مینا کو بارسیلونا کی ایک زبردست فوج نے نرغے میں لے لیا تھا۔ اب صرف اتنا اور باقی رہ گیا تھا کہ قادس پر غلبہ حاصل کر کے مقابلہ و مدافعت کی بنیاد ہی اکھاڑ دی جائے اور بادشاہ پکڑ لیا جائے۔ ۲۰ اگست ڈیوک وانگولیم شہر کے سامنے نمودار ہوا بادشاہ کے پاس ایک خط بھیجا گیا جسمیں اس سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ عفو عام کا اعلان کردے اور قدیم کورٹیز کو از سر نو برسرکار لائے، لیکن جو جواب موصول ہوا اُس میں فرڈیننڈ کی طرف سے اسپین پر حملہ کرنے کے خلاف اظہار ناراضی کیا گیا تھا۔ اب محاصرہ اور سختی کے ساتھ شروع کیا گیا۔ ۳۱ اگست کو فرانسیسی افواج نے ٹروکیڈرو کو جسے کاڈز کی کلید کہنا چاہیئے توپوں پر دھر لیا، ۲۶ ستمبر کو دو گھنٹے کی مسلسل گولہ باری اور پھر ۲۰ کو جزیرۂ سین پیٹری پر قبضہ ہوجانا، ایسے امور تھے جنکی بنا پر کورٹیز نے مقابلہ کرنا بے سود خیال کیا ادھر انگولیم نے کچھ ایسے معتدل شرائط پیش کیئے کہ محصورین نے ہتھیار ڈالدینے میں اور عجلت کی۔ ۳۰ کو فرڈیننڈ نے عفو عام اور لبرل افسروں کو انکی جگہ پر بحال رکھنے کا حلف اٹھایا اور اس طرح وہ فرانسیسی کیمپ میں انگولیم سے معاہدہ کی شرائط طے کرنے کے لیئے جانے دیا گیا اسپین میں ابھی چند ایسے مقامات تھے جنھوں نے مقابلہ ختم نہیں کیا تھا لیکن عملاً جنگ کا خاتمہ ہوچکا تھا فرانس کے حامیان نسبیت کے پرستاران ملوکیت جسقدر چاہیں تعلّی کی لے لیں، کیونکہ جو بات نپولین ۷ سال کی مدت میں ختم نہ کرسکا تھا، خاندان بوربون کے ایک شاہزادے نے اتنے ہی ہفتوں میں ختم کردیا!

۱۲۷

**اسپین میں حکومت مطلقہ کا احیاء**

اس تمام رزم آرائی میں ڈیوک وانگولیم کے رویہ سے اعتدال پسندی اور فرزانہ منشی مترشح ہوتی رہی ہے لیکن

افسوس یہ ہے کہ یہ اس عفریت کو قابو میں نہ رکھ سکا جسکو اس نے آزاد
کر دیا تھا جب تک بادشاہ پر پابندیاں عائد رہیں، ڈیوک ہر قسم کی
استبدادی ریشہ دوانیوں کا استعمال کرتا رہا لیکن بادشاہ کے آزاد ہوجانے
سے خود اس کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے۔ پہلی اکتوبر کے بعد جب وہ "معاف
کرنے اور بھول جانے" کی قسم کھا چکا تھا فرڈیننڈ نے نہایت احترام کے ساتھ
اپنے اُن تمام افعال اور اقوال کی تردید کردی جن کے ایفا کا وہ ۷ جولائی ۱۸۲۰ء
سے وعدہ کرتا آرہا تھا اور اسمیں وہ عفو عام بھی شامل تھا جسکا صرف ایک روز
قبل اس نے اعلان کیا تھا۔ اسے استبداد کے عہد ہول انگیز کا آغاز کہنا
چاہیئے اور فرانسیسی، مجبور اور بے بس تماشائیوں کے دوش بدوش کھڑے
ہوکر اُن جرائم کا نظارہ کر رہے تھے جس نے انکی شمشیر اور سنان کی
تابناکیوں کو داغدار بنا دیا تھا۔ انگولیم نے پہلے تو ہر طرح سے اس امر کی
کوشش کی کہ بادشاہ کسی طرح سے اعتدال کو کام میں لائے اور رعایا کے لیئے
فرانس کے نمونے پر ایک منشور کی منظوری دے لیکن جب اس نے دیکھا کہ
یہ ساری مساعی بے سود ثابت ہوئیں تو اس امر کے اظہار کے لیئے کہ وہ بذاتہ
شاہی کارروائیوں کو ناپسندیدہ سمجھتا ہے اُن امتیازی نشانات کو قبول کرنے
سے انکار کردیا جو بصلۂ خدمات اسے عطا کیئے جا رہے تھے۔

۱۲۸

**خاص حکم شاہی اور کارلیت**
**The pragmatie Sanction**

اسپین پر فرانس کا تسلط ۱۸۲۸ء تک رہا لیکن
اس سے فرڈیننڈ ہفتم کو جو مطلق العنانی حاصل تھی وہ باوجود
ان معدودے چند، سسک سسک کر ابھرنے والے
ہنگاموں کے اسوقت تک قائم رہی جب تک کہ ستمبر ۱۸۳۳ء میں خود فرڈیننڈ
اس دنیا سے رحلت نہ کر گیا، ایک خاص حکم شاہی کی رو سے اُس نے اپنی
وفات کے قبل اس سالوی ( Salic ) قانون کو بالکل معطل کردیا جس کی
رو سے خاندان شاہی کے کسی صنف نازک کو تاج و دیہیم تفویض نہیں کیا جاسکتا،
اور اپنی دختر ازابیلا کو تاج زنگین کا وارث بنادیا، اور وہ اپنی ملکہ کرسٹینا
کے زیر تولیت ملکہ بن گئی، لیکن اسکے اس حق کی مخالفت میں، اسکا چچا ڈون کارلوس

اٹھ کھڑا ہوا جو سابق بادشاہ کا چھوٹا بھائی تھا اور اس (ازابیلا) کے حق کو
مستحکم کرنے کے لئے اعلان شاہی (Estatud Real) شائع
کردیا گیا جو صرف اصول حکومت مطلقہ اور آئین مجریہ ۱۸۱۲ء کا درمیانی راستہ
تھا۔ اسوقت سے اسپین دو اصولوں کی کشاکش میں پڑ گیا تھا۔
کارلوی (متبعین کارلوس) تو امارت مطلقہ اور حقوق منجانب اللہ کے
علم بردار تھے دوسری جماعت جو کسی حکومت یا خاندان سے وابستہ کی جاسکتی
تھی لبرلزم اور کسی ایسی حکومت کے لئے سرنگوں تھی جو مقبول انام ہو۔
یورپ کے مورخ کے نزدیک کارلوی جنگ دلکش اور دل ہلا دینے والے
واقعات اور سانحات سے کتنی ہی لبریز کیوں نہ ہو اسے حدود پیرینیز کے
پیچھے۔ "بیرون دائرۂ تمدن" جان بوجھکر ختم ہوجانے دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہانتک
مجالسۂ یورپ کا تعلق ہے، اسپین کو اب اپنی لڑائیاں خود لڑنے کا
اختیار تھا فرداً فرداً ہر حکومت نے اپنے اپنے خیالات اور آرا کی بنا پر
ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اس طویل جنگ میں کسی نے کسی خاص جماعت کو
شاذ و نادر ہی کسی قسم کی استعانت دینی گوارا کی۔ لیکن وہ خاندانی مناقشات
جو اسپین کو بیخ و بن سے ہلا رہے تھے، حدود پیرینیز سے باہر صرف
دو بار کوئی خاص اثر پیدا کرسکے۔ ایک تو اندلسی کتخدائیاں تھیں، جنھوں نے
لوئی فلپ اور انگلستان کے اتحاد باہمی کا شیرازہ منتشر کردیا۔ دوسرے تاج
اسپین کے لئے لیوپولڈ ہوہنزولرن (Leopold of Hohenzoll)
کی امیدواری تھی جو آگے چلکر ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس اور جرمنی کا حیلۂ شرعی
ثابت ہوئی ورنہ یورپ کو خود اپنے ہی نہایت اہم معاملات سے
دم مارنے کی فرصت نہیں اور اسکو اسپین کی ناقابل تسخیر مصیبت پر مبہوت
ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ فرق شاہی بصد تمکنت اب بھی اسی جبۂ شاہی میں
ملبوس تھا، جسکا آب و رنگ دھندلا ہو رہا تھا، جسکے تار تار علیحدہ ہو رہے
تھے، جسمیں رخنے پڑ گئے تھے، جسمیں گہرے شگاف لگ چکے تھے اور
جو ہر طرح سے چاک چاک ہو رہا تھا۔ اور یہ سب تھا کسکا فیضان؟ خود فرزندان

اسپین کی خفہ آزمائی کا :

انگلستان اور نوآبادیہائے اسپین۔

۱۲۹ اسپین میں فرانس کی کامیابی نوآبادیہائے اسپین کے رتبہ اور حیثیت کی ایک نہایت قدیم اور متنازعہ فیہ سوال کے بعجلت تمام انجام پذیر ہونے میں معاون ہوئی، جسوقت انگلستان، ویرونا اور پیرس میں اسپین کی اغراض و مقاصد کے تحفظ میں جان کھپا رہا تھا، میڈرڈ میں اپنے مطالب و مفاد کی وکالت کرنے پر مجبور ہوا اور ان انگریزی تجارتی جہازوں کی گرفتاری پر صدائے ناراضی بلند کر رہا تھا جو جنوبی امریکہ کے بندرگاہوں سے سلسلۂ تجارت قائم کیئے ہوئے تھے انگریزی امیر البحر کو ایسے اختیارات تفویض کیئے گئے جنکی رو سے وہ ساحل کیوبا پر اترکر ان بحری ڈاکوؤں کے "گھونسلوں کو" تہس نہس کردے جو اندلسی علم کے سایۂ عاطفت میں جزائر غرب الہند کی تجارت کو خاک میں ملا رہے تھے یہ مسئلہ عرصے سے نہایت تکلیف دہ اور نازک ہو رہا تھا لیکن اس کا فیصلہ برابر معرض تعویق میں پڑتا گیا، اسکا کچھ تو یہ سبب تھا کہ ویرونا میں اسپین کی حیثیت کو کوئی صدمہ نہ پہنچے اور کچھ کورٹیز کو اس بات کا موقع بھی دینا تھا کہ وہ کچھ عملی کارروائی کرسکے، لیکن جب یہ یقین ہوگیا کہ اسپین پر فرانس کا حملہ ناگزیر ہے تو کیننگ نے فرانسیسی گورنمنٹ کو یہ اطلاع دی کہ انگلستان کو یہ کبھی گوارا نہیں ہوسکتا کہ غیر ملک کی افواج نوآبادیوں کو بالجبر مسخر کریں [1] لیکن قطع نظر اس اندیشے کے کہ فرانس محض اپنی اغراض کے لیئے اسپین کو اس قسم کی امداد دے جس سے وہ اُن مقبوضات کو پھر حاصل کرسکتا ہو جو اسکے ہاتھ سے نکل چکے تھے، ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ کہیں دول عظمٰی باہم ملکر اس مسئلہ کو اس طرح پر طے کردیں کہ انگلستان کا خسارہ ہی خسارہ رہے اسپین نے فرانس کی تائید پر یہ تحریک پیش کی کہ

[1] یہی رویہ (Castlereagh) کا بھی تھا، ملاحظہ ہو، لیون کی رپورٹ مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۱۸ء مارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۲۷۰ -

پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کیجائے۔ کیننگ نے اس تحریک کی نہایت شد و مد کے ساتھ مخالفت کی، اس نے کہا "حلفا کی مجالس میں آخر ہماری سنتا ہی کون ہے، سے لئے باخ میں ہم نے صدائے مخالفت بلند کی، ویرونا میں ہم نے ردو قدح کی لیکن ہماری درخواست کی ردی کے ایک ٹکڑے سے زیادہ وقعت نہیں کی گئی اور ہماری گفت وشنید فضائے خاموش میں جذب ہوکر رہ گئی"۔ اب انگلستان "اپنے محور پر خود گردش کرے گا" اور انگلستان کی اغراض ومقاصد، بدیں انگلستان کی سیاسی روش کی سنگ اساسی ہوں گے[۱]۔ کیننگ کے اس رویہ کو ممالک متحدہ امریکہ کی بروقت کارروائی سے اور تقویت پہنچ گئی اور اس مسئلہ کو سلجھانے میں امریکہ کا ہی فعل فیصلہ کن ثابت ہوا ۲ دسمبر ۱۸۲۳ء کو پریسیڈنٹ منرو نے کانگریس میں اپنا مشہور پیغام بھیجا جسمیں دول یورپ کے جنوبی امریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے پر اظہار ناراضی کیا تھا اور یہ بھی بتایا دیا تھا کہ اس قسم کی کوئی مداخلت ممالک متحدۂ امریکہ کے نزدیک غیر دوستانہ تصور کیجائے گی، فی الحقیقت "اصول منرو" کی تعریف یہی تھی اور جسکا ملخص یہ ہے "امریکہ برائے امریکن" اور جسکی مکمل اہمیت ابتک ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی، بہرحال کیننگ کے اس مقصد کو کہ جنوبی امریکہ کی ریاستیں، خواہ وہ جمہوری ہوں یا ملوکی اور خواہ مخالفۂ مقدس کی بیخ وبنیاد ہی کیوں نہ ہل جائے خود مختار بنادی جائیں، حلیفوں نے بغیر چون وچرا کے تسلیم کرہی لیا اور اسکی ابتدا اس تجارتی معاہدے پر دستخط ثبت کرنے سے ہوئی جو برطانیہ عظمی اور برازیل کے مابین ۲۳ جولائی ۱۸۲۴ء کو عمل میں آئے اب رہا دوسری حکومتوں کا اسے تسلیم کرنا، یہ اسوقت کے لیئے ملتوی کیا گیا جب یہ اپنی قوت اور استحکام کی ضمانت دیں، اسی سال دسمبر میں کولمبیا اور میکسیکو کی بھی سیاسی حیثیت تسلیم کرلی گئی، آسٹریا، روس اور پروشیا نے بھی شرکت کی لیکن دبی زبان یہ بھی

**منرو کا اصول**

۱۳۰

[۱] اسٹیپل ٹن۔ ا، ۴۸۹۔

کہدیا کہ یہ "ایک ایسی حرکت تھی جس سے اُس انقلابی روح کو تقویت پہنچتی ہے جسکی روک تھام خود یورپ میں بہ مشکل ہو سکتی تھی"، کیننگ اول تو خود بڑا لفاظ تھا اور پھر اس عہد میں تھا جب لفاظی کا دور دورہ تھا، اس نے کہا کہ "ہم لوگوں نے ایک نئی دنیا تعمیر کی ہے جو پرانی دنیا کے توازن کی تلافی کر دیگی"

**پرتگال میں استبدادی حکمت عملی**

بہر حال اسی سلسلے میں فرانسیسی مداخلت کے معاکسہ عمل نے کچھ ایسی نازک صورت اختیار کی کہ انگلستان کا اصول "عدم مداخلت"، ایک عجیب ضغطے میں پڑ گیا، شاید تمام براعظم میں کسی حکومت سے انگلستان کے مراسم اتنے دوستانہ نہ تھے جتنے پرتگال سے اور موخر الذکر کے اندرونی معاملات کچھ ایسی نازک صورت اختیار کرنے لگے کہ انگلستان کے تجارتی اغراض و مقاصد، خطرے میں پڑ گئے۔ انگلستان اور فرانس کے نمائندوں میں ایک عرصے سے لسبن میں سیاسی نوک جھونک چلی آرہی تھی، اول الذکر تو قائم شدہ حکومت کی تائید میں تھا لیکن موخر الذکر دوم میگوئل سے جو بادشاہ کا بھائی اور استبدادی مخالفین حکومت کا سرغنہ تھا، ساز باز کر رہا تھا۔ اسپین میں جب استبدادیوں کی فتح ہوئی تو دوم میگوئل کو

"ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق" ۱۳۱

کا سودا سمایا، ایک فوجی ہنگامہ جسکا وہ خود سرغنہ تھا ہر طرح سے کامیاب ہوا لوگوں نے "آئین" کے خاتمے پر ویسے ہی نعرہ مسرت لگایا، جیسا اسکی ابتدا پر غلغلہ تہنیت بلند کیا تھا۔ مرنجاں مرنج جان ششم نے جدید نظام کو بخندہ پیشانی تسلیم کیا لیکن قدیم باغیانہ منصبداریت کا از سر نو بحال ہونا ہی تھا کہ اسکا ردّ عمل شروع ہو گیا اور بادشاہ نے پھر اصلاح کے مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا پالمیلا کی صدارت میں نیا آئین مرتب کرنے کے لیئے ایک کمیشن بٹھایا گیا روسی، آسٹروی اور پروشوی سفرا نے اس تجویز کی نہایت سختی سے مخالفت شروع کی۔ اسکو دیکھتے ہوئے اور میگوئل اور اسکے حواریین، قسیسین ( Apostolicals ) مخوفانہ رویے کا اندازہ کرکے، برطانوی اتحاد کی طرفدار پالمیلا نے ایک تحریری درخواست انگلستان بھیجی

جسمیں حکومت کے بقا و قیام کے لیئے فوج روانہ کرنے کی منت سماجت کی تھی۔

انگریزی کابینہ وزارت عجیب مخمصے میں تھا فوج بھیجنے کے یہ معنی تھے کہ
ان کے پچھلے اقوال بالکل لغو اور مہمل تھے اور ایک حد تک اُن سے ویسا ہی
فعل سرزد ہوگا جیسا پیڈمانٹ اور نیپلس کے معاملے میں آسٹریا سے
سرزد ہوا تھا۔ اور پھر یہ بھی تھا کہ روانہ کرنے کے لیئے فوج بھی نہ تھی، آخرکار
بطور سمجھوتہ یہ طے ہوا کہ سواروں کی ایک پلٹن دریائے ٹیگس پر بھیجدی
جائے جو گورنمنٹ کے لیئے بطور ایک اخلاقی امداد کے کام دے گی۔

**کیننگ کی کارروائیاں**

لیکن اسی دوران میں کیننگ نے کسی آئین کے متعلق
وعدہ وعید کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب یہ بات
تیقن ہوگئی کہ فرانس خود اپنے نفع کی غرض سے دوسری حکومتوں کی مستبدانہ
مخالفتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ یعنی لسبن سے انگریزی اثر کو بالکل زائل
کر دینا چاہتا تھا۔ اور ان سے ملک جدید آئین کو خطرے میں ڈالنا چاہتا تھا اسوقت
اس نے صاف اعلان کر دیا کہ لسبن کے معاملات میں اگر کسی غیر حکومت نے
مداخلت کی تو انگلستان بزور شمشیر اسکا سدباب کرے گا لیکن اسی سلسلے
میں مابین ستمبر ۱۸۲۳ء و اپریل ۱۸۲۴ء وزارت لسبن میں متضاد مقاصد و اصول
کی کشاکش جاری رہی مسئلہ زیر بحث صرف مارشل برسفورڈ کا داخلہ اور انگلستان
یا فرانس کی معراج اقتدار کا تھا۔ ۳۰ اپریل ۱۸۲۴ء کو ڈوم میگوئل نے
(جو ابتک فوج کی کمان کر رہا تھا) ایک دوسرا سیاسی وار کرنا چاہا۔ ابتدا میں تو
اسے کامل طور پر کامیابی ہوئی، وزارت کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور پلمیلا نے انگریزی ۱۲۴
جنگی جہاز پر جا کر پناہ لی بادشاہ کے لیئے بھی، انگریزی جہاز جس پر جھنڈا لہرا رہا تھا،
جائے پناہ ثابت ہوا، لیکن بادشاہ کی مفروری نے میگوئل کا تمام اندازہ
درہم برہم کر دیا، موخر الذکر نے انتہائی کمزوری ظاہر کی، جہاز پر حاضر ہو کر طلبگار
عفو ہوا اور عفو حاصل کر کے جلاوطنی پر چلا گیا۔ ۱۳ مئی کو بادشاہ اپنے محل کو

**انگلستان اور فرانس میں رقابت**

واپس آیا کچھ عرصے کے لیئے میگوئل کے
منچلے پن سے ایک گونہ یکسوئی ہوگئی تھی لیکن

**انگلستان** اور فرانس میں جو کشاکش جاری تھی وہ بدستور قائم رہی، کچھ عرصے کے لیئے فرانس چیرہ دست رہا تھی کہ وہ وزرا جو انگلستان کی ہر طرح سے حمایت کرتے تھے اس کے اس رویے سے کشیدہ ہو گئے تھے جو اُس نے **برازیل** کی خودمختاری کی طرف سے جسکا ابھی ابھی اعلان ہوا تھا اختیار کر رکھا تھا۔ برسفورڈ کا بنیہ وزرات سے خارج کر دیا گیا اور فرانس کا حامی ڈی سیبیرا وزیر اعظم بنایا گیا۔ فرانسیسی سفیر **موسیو دی نوویل** کی اغوا سے **انگلستان** کے اثر کو بالکل زائل کر دینے کے لیئے ڈی سب سیرا ایک نہایت عیارانہ چال چلا اُس نے انگریزی گورنمنٹ سے التجا کی کہ وہ حکومت کے تحفظ کے لیئے چار یا پانچ ہزار انگریزی یا ہنوور ی فوج بھیجدے۔ اگر اسکی یہ التجا نامنظور کی جاتی اور جیسا یقیناً ہوتا، پھر **انگلستان**، فرانس کو ایک ایسے فرض کی انجام وہی میں مورد الزام نہ ٹھہرا سکتا جسکے پورا کرنے سے اس نے خود احتراز کیا لیکن یہ تمام سازش اس معاندانہ رویے کی زد میں آکر فنا ہو گئی جو استبدادی حکومتوں نے **پیرس** کی کانفرنس میں جدید آئین کی طرف سے اختیار کر رکھا تھا اور یہ ایک ایسا رویہ تھا جس نے **لسبن** میں **نوویل** کے اثر کو بالکل فنا کر دیا۔

جولائی ۱۸۲۵ء میں آسٹریا، انگلینڈ، **برازیل** اور پرتگال کی ایک کانفرنس **لندن** میں اس غرض سے منعقد ہوئی کہ **برازیل** سے دوسری حکومتوں کے کیا تعلقات ہونے چاہئیں، اجلاس کے دوران ہی میں یہ پتہ چلا کہ سب سیرا حکومت برازیل سے بالکل علٰحدہ طور پر شرائط وغیرہ کے متعلق گفت و شنید کر رہا تھا **کیننگ** نے اس پر سختی کے ساتھ اعتراض کیا اور **سب سیرا** کو معزول کرا دیا، اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد **نوویل** جو **لسبن** میں انگلینڈ کی پالیسی کا اصلی مخالف تھا واپس بلا لیا گیا **انگلستان** کی سیاسی چالیں ہر طرح سے کامیاب ہوئیں اور ۲۹ اگست ۱۸۲۵ء کو جان ششم نے شہنشاہ پیڈرو کے زیر حکومت **برازیل** کی خودمختاری تسلیم کر لی۔ چھ ماہ کے بعد جب بادشاہ نے رحلت کی، اسوقت پیڈرو نے تخت پرتگال پر متمکن ہونے کا حق اپنی لڑکی شہزادی **ماریا لا گلوریا** کو تفویض کر دیا لیکن

**برازیل کی خودمختاری ۲۹ اگست ۱۸۲۵ء**

(۱۴۳)

ایسا کرنے سے قبل اُس نے ملک کو ایک ایسا آئین عطا کیا جو بالکل انگلستان کے آئین کے نمونے پر تھا۔ مخالف جماعتوں کو راضی کرنے کے لیئے اُس نے ہفت سالہ ماریا کی منگنی اس کے چچا دوم میگوئل سے کردی اور یہ انتظام کردیا کہ وہ اسوقت تک برازیل ہی میں رہے جب تک کہ آئین کا پورا پورا تسلط ملک پر نہ ہو جائے اور شادی کے معاملات انصرام پذیر ہو جائیں۔ پرتگال میں اسکا اثر یکساں نہ ہوا فوج کے کچھ حصے نے تو ماریا کے لیئے حلف اٹھایا اور کچھ حصے نے علم بغاوت بلند کرکے اسپین کی سرحد پر تاخت روانہ کردی اور فرڈیننڈ ہفتم کی شہ پاکر میگوئل مطلق العنانی کی حمایت میں جنگ چھیڑ دی۔ جنگ مختلف کروٹیں لیتی رہی یہانتک کہ ملکہ کی اپیل پر لسبن میں برطانوی سپاہ اتار دی گئی مقصد یہ تھا کہ میڈرڈ کے ایوان حکومت پر جو دباؤ ڈالا جا رہا تھا اسے قوی تر کردیا جائے۔ استبدادیوں کی بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس بات کی بے سود کوشش کرتے ہوئے کہ تمام جماعتوں کے اغراض و مقاصد کو پورا کرکے امن و عافیت کو بقائے دوام کا جامہ پہنادے،

**ڈام میگوئل متولی سلطنت۔**

پاڈرو نے میگوئل کو تولیت تفویض کردی اور خورد سال ملکہ کو اُس ملک میں بھیج دیا جسکی حکومت اس کی قسمت میں لکھی تھی۔

**کیننگ کے سیاسی عقائد**

پرتگال اور اسپین کے معاملات میں انگلستان کا رویہ، اور محالفۂ مقدس سے علیحدگی، ایسے اسباب تھے جنکی بنا پر یہ خیال عالمگیر ہو گیا تھا کہ کیننگ لبرلزم و حریت، کا رستم داستان بننا چاہتا تھا، اور "حق بجانب"، حکومت کا مخالف! لیکن شاید اس سے زیادہ حقیقت سے دور، اور کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے خود انگلستان میں کسی قسم کی اصلاح گوارا نہ ہو وہ بھلا دوسری جگہ انقلاب کا رونما ہونا کس طرح برداشت کر سکتا تھا اپنے تمام سیاسی امور خارجہ میں صرف ایک بات اس کے دل سے لگی ہوئی تھی اور وہ انگلستان کا مفاد تھا! کاسلری نے اپنے ملک کو شہنشاہ روس کی عجیب و غریب اسکیم کا

پابند بنانا گوارا نہ کیا۔ لارڈ گرے نے کیننگ پر یہ الزام دھرا کہ وہ اسپین کے معاملات میں نہایت غیر فیاضانہ رویہ رکھتا تھا اور خود کیننگ کے خلاف اُسکے اُن الفاظ کو دھرایا جو اُس نے کسی موقعہ پر لکھے تھے، ..

(۱۳۴) "کوئی فیاضانہ اور بیر حشیمانہ سے اوئی جو بجا طور پر کسی بیرو کو بقائے دوام عطا کرتی ہے، کسی سیاسی طرز عمل کی علت غائی نہ کبھی ہو سکتی ہے اور نہ ہونی چاہیئے" کیونکہ تو میں نہ تو محض[1] تخیلیت کی دلدادہ ہوتی ہیں اور نہ محض فروسیت کی شیفتہ"! فی الحقیقت کیننگ "کاسلری" کے اصول زیادہ مرتب طریقے سے بر سر کار لا سکتا تھا، وہ عمومیت اور جمہوریت کے اصولات مجردہ کو آپس میں ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ یہاں تک خواہشمند تھا کہ دو متضاد آرا کا توازن قائم رکھ سکے۔ اور عمداً وہ کبھی کسی ایسی پالیسی کا ذمہ دار نہیں گردانا جا سکتا جسکی وجہ سے انقلاب کے جتنے عناصر تھے وہ سب برطانیۂ عظمیٰ کے اغراض و مقاصد کی کامیابی کے معین ہوئے اور جب اسباب و واقعات نے اسکو اپنی توجہ مسئلہ مشرقیہ کی طرف مبذول کرنے پر مجبور کیا تو یہ کچھ اسکے حب یونان کے جذبات ہی نہ تھے جنھوں نے اسے یونان کی نجات کا اصلی آلہ بنایا تو

---

[1] ( Chivalry ) کے لیئے فروسی اصطلاحات کمیٹی نے تجویز کر دیا ہے ۔

(۱۳۵)

# باب ہفتم

## یونان کی جنگ آزادی

موریا میں ہنگامہ - ۱۸۲۱ء - بغاوت کی عام حالت - اور ترکوں کو اسکے فروکرنے میں ناکامیابی کے اسباب - یونان پرستی ("فلیلینزم") کا اثر - یونانیوں کا خونریزی اور قتل کا مرتکب ہونا اور ترکوں کا انتقام لینا - بطریق کا مقتول ہونا - یورپ پر اسکا اثر - روس اور ٹرکی میں ناچاقی - خیوس کی خونریزی - یونان کا رویہ مجمع الجزائر میں - کیننگ اور مسئلہ مشرقیہ - وہ یونانی علم کو تسلیم کرلیتا ہے - اسکا اثر انجمن اتحاد یورپ پر - الگزنڈر اول اور مداخلت - کانفرنس منعقدہ سینٹ پیٹرسبرگ - آسٹریا اور انگلستان کا رویہ - محمد علی کی مداخلت - ابراہیم موریا میں ۱۸۲۵ء - انگلستان مداخلت کی تحریک پیش کرتا ہے - الگزنڈر اول کی وفات - ماسکو میں فوجی سازش - نکولس اول اور مسئلہ مشرقیہ - مضبطہ مرتبہ سینٹ پیٹرسبرگ ۴ اپریل ۱۸۲۶ء - ٹرکی کو روس کا آخری پیام - ینی عسکریوں کا قتل وخون - معاہدۂ عکرمان ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء - مسئلہ مشرقیہ کے متعلق انگریزی روسی معاہدہ - ٹوری جماعت میں تفرقہ - صلحنامۂ لندن ۶ جون ۱۸۲۷ء - کیننگ کی وفات - جنگ نوارینو - اسکا اثر حکومتوں پر - ولنگٹن کی وزارت جنوری ۱۸۲۸ء - جنگ روم و روس - اسکا اثر مسئلہ مشرقیہ پر - فرانسیسی مہم کا موریا بھیجا جانا - مضبطہ مرتبہ ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء - صلحنامۂ ادرنہ - کانفرنس منعقدۂ لندن پر اسکا اثر - مسئلہ یونان کا تصفیہ، مئی ۱۸۳۲ء -

میٹرنخ کی دلی آرزو کے خلاف، پرنس ہپسلانٹی کا تباہ شدہ اور ناکام مظاہرہ یورپ کو مشرقی مسئلے کے عفونت سے آزاد نہ کرا سکا، یا تھا ئے ڈینوب کے ہنگاموں کو یونانی انجمن برادران نے متفقہ طور پر پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جنکے سرغناؤں کو بجا طور پر یہ توقع تھی کہ یونانی مقاصد کی کامیابی اسوقت زیادہ متیقن ہو سکتی ہے

جب انکا علم خود سرزمین یونان پر لہرانے لگا بالفاظ دیگر تمام تحریکوں کی ابتدا خود یونان کی سرزمین سے کرنی چاہئیے اسلیئے اسوقت جبکہ ہیپسلانٹی، یاسی، بجارست میں تضییع اوقات کر رہا تھا۔ انجمن کے جاسوس موریا میں بغاوت پھیلانے کے لیئے ہمہ تن مشغول تھے۔ لیکن یہاں بھی نہ تو متحدہ قوت سے کام لیا جا رہا تھا اور نہ کوئی مرکزی حکومت اعلیٰ تھی۔ غیر ذمہ دار شورش پسند گاؤں گاؤں گشت لگاتے پھرتے تھے اور ہلال کے خلاف جنگ صلیبی کا اعلان کرتے تھے اور تمام یونانیوں کو "وحشی بے دینوں" کی طوق غلامی کو اتار کر پھینکدینے کی ترغیب دیتے تھے، رومانوی کسانوں کی کند اور غیر حساس طبیعت پر یونانیوں کی صدا کا تو کوئی اثر نہیں ہوا لیکن جنوبی یونان میں انکی آتش نوائیوں کے شرارے گویا آتشگیر بارودوں پر جا کر گرے۔ بارود کے ان تودوں کا مشتعل ہونا تھا کہ آتشزدگی کا وہ کرۂ نار بھڑک اٹھا کہ عثمانیوں کے کمزور اور بعد از وقت مساعی کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور نہ خود ساختہ یونانی رہبروں سے کچھ کرتے دھرتے بن پڑا کیونکہ نسبتہً یہ شمالی ہنگاموں کی طرح مٹھی بھر منچلوں یا جوشیلے لوگوں کا اٹھایا ہوا فتنہ نہ تھا بلکہ کل آبادی بغاوت پر تلی ہوئی تھی جو اپنے جذبات اور جنون کے سیل طوفان خیز میں اپنے سرغناؤں کو بہائے لیئے جا رہی تھی اور جو باوجود انکی خود غرضی اور نا اہلیت کے پایان کار، منزل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب ہو کر رہی۔ شقاوت اور قساوت، ابتدا ہی سے، اس جنگ کی ممتاز خصوصیت رہی۔ یونانی پادریوں نے پتراس کے اسقف اعظم گرانوس کی سرکردگی میں ابتدا ہی سے اس جنگ کا مقصد "بے دینوں" کو بدر کرنا ظاہر کیا اور موریا کے مسلمانوں پر چونکہ یہ آفت یکایک نازل ہوئی اس لیئے وہ اس کی روک تھام کی کوئی تدبیر نہ کرسکے، ہنگامے کی ابتدا میں انکی (مسلمانوں کی) تعداد ۲۵ ہزار ذی روح تھی، چھ ہفتے کے اندر ہی اندر پسماندگان میں، سوائے اُن چند لوگوں کے جنہوں نے قلعہ بند

موریا میں یونانی بغاوت سنہ ۱۸۲۱ء

بغاوت کی عام حالت۔

(۱۳۶)

شہروں میں بھاگ کر پناہ لی تھی ایک متنفس بھی باقی نہیں رہ گیا لیکن جوں جوں یہ مضبوط مقامات شفیق گرسنگی سے تنگ آکر ہتھیار ڈالتے گئے، یہ بھی انتہائی وحشیانہ بیرحمی کے ساتھ ذبح کر دیئے گئے۔ اس تاریخ بغاوت کے پہلے باب کا اختتام ترپولتزا کے قلعہ کو ترپولس پر قبضہ کر لینے اور دو ہزار مسلمان قیدیوں کو جنہیں ہر عمر اور ہر جنس کے لوگ موجود تھے اور جنھوں نے اشتعال کا کوئی موقع بھی نہیں دیا تھا، دیدہ و دانستہ انتہائی درندگی کے ساتھ قتل کر دیئے جانے پر ہوا۔ ۱۸۲۱ء کے آخر میں باستثنا چند قلعہ جات کے جنہیں ڈاکوؤں اور کسانوں کے وحشی گروہ نے گھیر رکھا تھا، تمام موریا ترکوں سے پاک صاف کر دیا گیا۔ اور اسی دوران میں بغاوت کے شعلے خاکنائے کورنتھ سے گزر کر براعظم کے پورے یونان پر مسلط ہوکر، کوہستانی دروں سے گزرتے ہوئے تھسلی بلکہ مقدونیہ تک پہنچ گئے۔

**یونان** کی جنگ آزادی کے تفصیلی واقعات کیسے ہی دلکش اور دلوں کو گرما دینے والے کیوں نہ ہوں، **یورپ** کی عام تاریخ میں انکی حیثیت کچھ زیادہ وقیع نہیں ہے۔ یہاں پر محض یہ بیان کر دینا کافی ہوگا کہ اس کشاکش کی عام حالت اور کیفیت کیا تھی اور اس پر بین الاقوام سیاسیات کے کیا اثرات منعکس ہوئے۔ (۱۲۷) ابتدا ہی سے یہ جنگ (یورپی اقوام کے نزدیک) دو وحشی قوموں کی لڑائی تھی۔ ہنگامے کی خبر جب پہلے پہل مشتہر ہوئی تو چند تعلیم یافتہ یونانیوں نے جنہیں پرنس دیمتریاس ہپسلانٹی اور پرنس ماورو کورداتوس خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے، فوراً موریا پہنچکر اس تحریک کو اپنی سرکردگی میں لے لیا لیکن ایک غیر منتظم جنگ کے لیڈر کی حیثیت سے، اُن کو بُری طرح پر ناکامی ہوئی اور جیسا کہ خیال تھا، انکی مخلصانہ مساعی کا، کہ ملک کو مغربی نمونے پر ایک مکمل آئین عطا کیا جائے، انجام نہایت حسرت ناک کشاکش اور محشر خیزیوں پر ہوا جب تک کہ کاپو دستریاس نے **یونان** کے صدر اول کی حیثیت سے اختیارات مطلقہ قائم نہ کر دی، نہ صرف مرکزی حکومت غیر موثر ثابت ہوتی رہی بلکہ مقامی عضو تنین جو قدیم زمانے سے اسقفوں کے تحت میں چلے آتے تھے، ہنگامے کے

زمانے میں یونان کو بالکل بغاوت کے گرداب میں پھنس جانے سے روکتے رہے، یونان کے حقیقی قومی رہبر جن میں سے نمایاں فوقیت کولوکوترونیس کو حاصل تھی، اور جنہیں منجملہ دیگر رہبروں کے انگنوسطراس، نوطاراس، اور پیٹراس بے ساکن مینا تھے سب کے سب علی پاشائے یانینا کے شاگرد رشید راہزن ڈاکو تھے۔ دلکش وحشی جو جنگ پریشان کے ہر نشیب و فراز میں طاق تھے! جس وقت ترکوں کو یہ لوگ خشکی پہ روکے ہوئے تھے، یونانی جزائر کے ملاح، عثمانی حکومت سے سمندر میں دست و گریباں تھے۔ حرب و ضرب کے طریقے دونوں جنگوں میں تقریباً یکساں تھے۔ کیونکہ یہاں بھی جانبازی اور بزدلی، بدترین خود غرضی اور بلند ترین بے لوثی کا ایک عجیب معجون مرکب نظر آتا تھا۔ میاؤلس کا بلند پایہ جذبۂ وطن پرستی اور کنارس جان نثاری اور جان بازی نے سمندر پیما یونانیوں کی بدنامی کو رفعت اور منزلت کے نورانی حلقے میں مطلع الانوار بنا دیا تھا، لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ یونانی باغی جس طور پر بحری نقل و حرکت عمل میں لا رہے تھے وہ رفتہ رفتہ سمندری ڈاکہ زنی میں تبدیل ہوگئی، جس [illegible] وجہ سے دول یورپ کی مداخلت ناگزیر ہوگئی اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اس سے یونانیوں کے مقاصد اور اغراض کی بہبودی مدنظر تھی بلکہ تمام اقوام کا تجارتی مفاد منظور تھا۔

اس ہنگامے کو ابتدا ہی میں فنا کر دینے میں بابعالی کو دو اسباب مانع تھے علی پاشا نے اس سلسلے میں جو کچھ کر دکھایا، اُسکا ابھی ابھی تذکرہ ہو چکا ہے اس نے ایک حد تک عثمانی حکومت کے اُس اقتدار کو جو خشکی پر تھا بالکل بے اثر کر دیا اور پھر یونانی جزائر کی بغاوت نے بابعالی کو اُن بہترین مقامات سے محروم کر دیا جہاں سے قومی ملاح بھرتی کئے جاتے تھے۔ اس لئے جب ترکی بیڑے نے الجزائر کے ملاحوں، حبشیوں کے اجیر باشندوں اور سواحل قسطنطنیہ کے حمالوں کے زیر اہتمام درۂ دانیال چھوڑا ہے اسوقت



ابتدائے جنگ میں حکومت عثمانیہ کی کمزوری۔

جنگی بیڑوں کی یہ بھدی قطار مجمع الجزائر میں ٹھیکے کے لئے "جیسا کہ انگریزی ملاحوں کا مقولہ تھا۔ یونانیوں کی سبک سیر ہلکے پھلکے، دو دو مستول والے

جہازوں کے سامنے بالکل بے بس تھے۔ یہ ہے یونانیوں کی کامیابی کا راز جس نے کسی وقت ایک عالم کو مسحور کر رکھا تھا۔ جتنے کہ جب یانینا فتح ہو گیا اور علی پاشا نے وفات پائی اور اس طرح پر کچھ فوجیں خالی ہو گئی تھیں، اسوقت بھی جنگ غیر مساوی نہ تھی۔ وہ فوج جسکی جمعیت میں رشید پاشا نے مغربی یونان پر حملہ کیا یا وہ لشکر جسکو لیکر دراما کا علی پاشا، موریا فتح کرنے نکلا ہے، وہ بھی محض غیر ترتیب یافتہ جنگجویوں کا ایک غیر منظم گروہ تھا اور جب تک وہ سمندر پر قبضہ رکھ سکتے تھے یونانی انکے نہایت آسانی کے ساتھ مدمقابل ہو سکتے تھے۔[۱] دراما کے پاشا کی پسپائی اور اسکی فوج کا درۂ دیورناکی میں ۱۷ اگست ۱۸۲۲ء کو بالکل نیست و نابود ہو جانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ عثمانی بیڑے کو کمک پہنچانے میں ناکامیابی ہوئی مسولونگی کی جانباز انہ مدافعت اسی وقت تک تھی جب تک میاڈلس دلدلی جھیل میں سامان رسد پہنچاتا رہا لیکن ۱۸۲۳ء کے موسم گرما میں جب محمد علی والیٔ مصر نہایت مرتب اور ساز و سامان سے درست فوجی بیڑے کو لیکر آیا ہے اسوقت بحری جنگ کا پانسہ تو پلٹ ہی گیا دوسرے سال اسکی باقاعدہ فوج نے خشکی پر بھی جنگ کا خاتمہ ہی کر دیا اب اسوقت سے یونانیوں کی آخری امید محض یہ رہ گئی تھی کہ وہ مغربی طریق کار کو مغربی ہی طریق کار سے ٹکرا دیں اور اگر انھیں بچا لینا ضروری تھا تو پھر دول یورپ کی مداخلت بھی ناگزیر تھی۔

**یونان پرستی اور مسئلہ مشرقیہ**

شروع صدی میں اہالیان یورپ کا یونانی بغاوت کی طرف جیسا کچھ رویہ رہا جب اسکا موازنہ اس نسل کے بے پروایانہ طریق عمل سے کیا جاتا ہے جو اسی صدی کے آخر میں مشرقی مسئلہ کی گتھی کے نہ سلجھنے سے عاجز ہو چکی تھی اور اخبارات کے ذریعہ سے قتل و خون کی گرم بازاری سنتے سنتے تنگ آ چکی تھی تو ایک عجیب متضاد کیفیت

---

[۱] مراسلات ولنگٹن جلد سوم - ۱۱۵ - "یونانیوں کو سمندر میں تفوق حاصل ہے اور جنکو یہ تفوق حاصل ہے وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔"

پیدا ہوتی ہے، مغربی دنیا کی آنکھیں بائرن کی ذہانت اور فطانت سے خیرہ ہو چکی تھیں، یہانتک کہ اگر تخئیلیت (رومانیت) کی گیتی خیال کو مد نظر رکھکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مغربی یورپ والوں کے نزدیک مشرقی یونانی بھی ہومر کا جامہ پہن چکے تھے۔ اور انکی رذالت سے چشم پوشی کیجاتی تھی انکی شقاوت رفت گزشت، یا اس پر ازمنۂ قدیم کی مخصوص تلمیحات کی ملمع سازی کردی جاتی تھی وہ لوگ خود کبھی ایسے موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جس سے انکی عجب اور نخوت کو آسودگی میسر ہوسکتی تھی۔ آوڈی سیس

**یونان پرستی اور اسکا اثر جنگ یونان پر**

باشندہ اتھاکا اور دیگر دوسرے حیلہ جو وحشی، عصر قدیم کی وضع اور خطابات اختیار کرتے جاتے تھے اور وہی لوگ جنھوں نے بعد میں پارتھےنون کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور جنھوں نے ایجنیا میں ایفروڈئٹ کے مندر کو زمین کے برابر کردیا، ایک ایسی نسل کے سامنے جو انکی تعریف میں رطب اللسان تھی، وحشیوں کے خلاف اپنے آپ کو بصد فخر و ناز، قدیم زمانے کی تہذیب اور شائستگی کا رستم داستاں بتاتے تھے! لیکن یونان پرستی، محض ایک جذبہ نہ تھا جو اپنے وجود کے لیئے رومانیت کی وارفتگی کا رہین منت رہا ہو، کلیساؤں اور دیگر معابد کی ہمدردی تو مظلوم عیسائیوں کی بغاوت کی موافقت میں متموج ہوئی لیکن سیاسی نقطۂ نظر سے ان سب میں وقیع وہ جذبۂ حریت تھا، جو باوجود ہر طرف سے پابند سلاسل ہونے کے منتشر اور عالمگیر ہونے کے لیئے جوش مار رہا تھا، اور اس موقعہ کو سرآنکھوں پر لینے کے لیئے تیار رہتا جو "بیرون دائرۂ تمدن" اُن لوگوں نے پیش کیا تھا جو آزادی کے لیئے سربکف تھے۔ یونان پرستوں کے غیر دقیقہ سنج رویے پر اعتراض کرنا اتنا ہی سہل ہے جتنا دوسری طرف شاہنشاہ فرانسس کے رویۂ پر اعتراض کرنا جسکا مقولہ یہ تھا کہ "یونانی بغاوت محض ان شورش پسندوں کا کام ہے جو خدا کے منکر ہیں" لیکن حقیقت یہ ہے کہ یونان جدید کے وجود کا ذمہ دار وہ جذبہ تھا جسکا ادراک کسی ایسی نسل کو

بہ مشکل ہوسکتا ہے جو قدیم زبانوں ( یونانی اور لاطینی ) سے متنفر ہونے لگی ہے۔ اگر یونانیوں کی استعانت نہ کیجاتی تو انکا خاتمہ ہی ہوچکا تھا۔ لیکن جلد ہی تمام اکناف یورپ سے رضاکاروں اور رومیوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ نپولین کے جہاندیدہ افسر مثلاً کرنل فاب وئے ( Fabvier ) اور انگریزی افسر مثلاً کرنل گورڈن و سر ریچرڈ چرچ اپنی اپنی شمشیر اور بے بہا تجربات لیکر شورش پسندوں کی دستگیری کے لیئے آپہنچے۔ بائرن خود آیا اور وہ بھی اس سج دھج سے کہ اس مقصد کے لیئے جسکو وہ اپنا بنا چکا تھا، وہ اپنی جان بھی اسی طرح نذر کرنے کے لیئے تیار تھا جس طرح اپنا نام نذر کرچکا تھا۔ اس سلسلے میں اسکو بہت سے حسرتناک اور غیر متوقع انکشافات سے دوچار ہونا پڑا لیکن وہ انتہائی شرافت نفس کے ساتھ آخر وقت تک اپنی وضع کا پابند رہا۔ اس سے کہیں قبل جبکہ مختلف کابینہ وزارت اس ابتدائی اور آزمائشی کشاکش کا اندازہ کرتیں جو اس گتھی کے سلجھانے میں صرف کی گئی یورپ کے لوگوں نے اپنی آواز اور آرا کی اس شمشیر کو عریاں کردیا جس سے اس گتھی کی عقدہ کشائی ہونے والی تھی اور جنگ نوارینو سے قبل ہی رئیس آفندی (ترکی وزیر خارجہ) کی یہ شکایت کہ ٹرکی، یونان سے نہیں بلکہ سارے یورپ سے گرم پیکار تھا غلط نہ تھی!

(۱۴۰)

لیکن یہ انجام ایک حد تک خود بابعالی کی مدہوشی کا نتیجہ تھا اس خبر سے کہ یونانیوں نے قتل اور خون کا بازار گرم کر رکھا تھا قسطنطنیہ میں انتقام لینے کے لیئے، قدرۃً ایک حشر برپا ہوگیا۔ سلطان محمود جو بسا اوقات روشن خیال ثابت ہوا تھا اس خبر کے سنتے ہی جوش غضب سے تلملا اٹھا۔ اب نہایت شد و مد کے ساتھ اسباب کا انتظام کیا جانے لگا کہ اس ہنگامے کو خود اسکے مرکز ہی میں فنا کردیا جائے۔ لیکن چونکہ اس میں کافی دیر لگتی، سلطان نے ایک نہایت نمایاں مثال قائم کرنے کے لیئے خود اس بات کی کوشش شروع کردی کہ باغیوں کے قلب میں سراسیگی اور دہشت کی دھاک بٹھا دی جائے۔ سلطنت عثمانیہ کے توانین کے مطابق راسخ الاعتقاد بطریق اپنے عقیدتمندوں کے

گلے کی سلامت روی کا ذمہ دار تھا۔ عید الفصح کے ایک روز پہلے صبح کے وقت، ۲۲ اپریل کو ایک فرمان صادر ہوا جسکی رو سے بطریق اپنے منصب سے معزول کر دیا گیا اور اسقفوں کو اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کلیسا کے جدید فسرا علا کے لیئے ایک دوسرے شخص کا انتخاب عمل میں لائے۔

**یونانی بطریق کا قتل ۲۲ اپریل ۱۸۲۱ء**

مجلس کلیسائی فجر کے عشائے ربانی کے بعد ہی منعقد ہوئی اور اسے سوائے تعمیل حکم کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ ادھر تو جدید بطریق کو جدید عہدہ تفویض کرنے کی رسم ادا ہو رہی تھی دوسری طرف بطریق سابق گریگوریوس جو ابتک اپنے مقدس جبے میں ملبوس تھا، باہر لایا گیا اور اپنے ہی محل کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا گیا، دو یا ایک دن تو نعش آویزاں رہی اسکے بعد یہودیوں کی ایک جماعت نے اُسے تمام گلیوں میں خوب خوب گھسیٹا اور انجام کار باسفورس کی نذر کر دیا۔

بطریق کا قتل ہونا ان ایک جرم سے بھی بدتر تھا، یعنی یہ ایک غلطی تھی،، یہ گویا تمام عیسائی دنیا کے لیئے مبارزطلبی کا ایک اعلان جنگ تھا جس پر موخر الذکر نے صدائے لبیک بلند کی۔ روس میں بالخصوص تمام قوم تلملا اٹھی، روس کا ایک تجارتی جہاز گزر رہا تھا اس نے گریگوریوس کی نعش اٹھالی اور اسے اوڈیسہ لے گیا۔ جہاں پر ایک شہید کی شان سے اسکی تجہیز تکفین ہوئی۔ اب شورشیوں کا ایک طوفان اٹھا کہ جہاد کا اعلان کر کے مشرق کی مادر کلیسا کو ظالموں کے پنجۂ غضب سے آزاد کر دیا جائے، آیا صوفیا کے منارے پر ایک دفعہ پھر صلیب نصب کر دی جائے اور مسیحی زار کو وہ شہر ازسر نو عطا کیا جائے جو ابتک روس میں زار بگراو۔ لا مدینۃ القیاصرہ " کہلاتا تھا۔ ایک وقت تو ایسا ظاہر ہونے لگا کہ الگزنڈر عالمگیر امن وعافیت کا خواب دیکھتے دیکھتے چونک پڑے گا اور روس کے اس رشتۂ سیاست کو پھر اپنے ہاتھ میں لے لیگا جسے اُس نے ترک کر رکھا تھا۔ اگر یہ خبر اسے محل کریملن میں ملی ہوتی تو کچھ اس مقام کی اسپرٹ، اور کچھ وہاں کے باشندوں کا جوش، بہر حال نہایت آسانی سے اسکی انفعال پذیر طبیعت متلاطم ہو جاتی اور یہ ایک

دوسرے جہاد کے اعلان کر دینے پر مجبور ہوتا۔ لیکن یہ تمام جوش وخروش لئے بارخ کے اُس آب وگل میں سرد ہو کر جذب ہوگیا جسمیں کلیسا کا عنصر بدرجۂ اتم غالب تھا، میٹرنخ جسکے صحیفہ نجات میں صرف حرف تنکیر ہی مل سکتا تھا، الگزنڈر کے بازو سے لگا ہوا اسکے کان میں شبہات اور تذبذب کا افسوں

**روس ٹرکی سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرتا ہے**

پھونک رہا تھا لیکن یونانی بطریق کا قتل کیا جانا ایک ایسا ہیبت ناک جرم تھا کہ روس اسکو کسی طرح سے رفت وگزشت نہیں کر سکتا تھا۔

روسی سفیر معہ اپنے عملے کے قسطنطنیہ سے واپس بلا لیا گیا لیکن ”آخری کلام“ اعلان جنگ میں اس شکست وریخت کا جو سبب ظاہر کیا گیا تھا اسمیں بہ نسبت کلیسائی شکایت کے یا یونانی مظالم کے، زیادہ حصہ اُن شکایات سے پُر تھا، جہاں روس کے اُن حقوق کا ذکر کیا گیا تھا جو عہد ناموں کی رو سے اسے حاصل تھے لیکن وہ تلف کر دیئے گئے تھے، میٹرنخ اور اسکے مثل اور لوگ جو کسی قیمت پر صلح وامن کے خواہاں تھے، اس بات کی توقع کرنے میں حق بجانب تھے کہ جس جنگ کا خدشہ تھا اسکا اب بھی سدباب ہو سکتا ہے۔

آسٹریا اور انگلینڈ کے سلسلہ جنبانی کرنے سے بابعالی نے بادلِ ناخواستہ جو مراعات منظور کیئے اُن سے امن قائم رہا لیکن وہ بھی محض چند دنوں کے لیئے۔ روس نے بابعالی سے اسوقت تک پورے سیاسی تعلقات کا قائم کرنا گوارا نہ کیا جب تک کہ قتل وخونریزی کا سلسلہ بالکل بند نہ کر دیا جائے لیکن اسکی امید نہ تھی کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ گریگوریوس کی وفات کو ایک سال کی مدت ہوگئی، لیکن قتل وخونریزی کی گرم بازاری اسوقت جا کر ختم ہوتی ہے جب جزیرہ خیوس کی جانگسل خونریزی کا حادثہ وقوع پذیر ہوا، یہ واقعہ اپریل ۱۸۲۲ء کا ہے، اس سے مجمع الجزائر کی سب سے زیادہ آسودہ حال اور امن پسند آبادی بالکل فنا ہوگئی۔ جس اندھا دھند طریقے سے اس جرم کا ارتکاب ہوا تھا، اس سے یورپ کی تمام آبادی کا لب ولہجہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، انکے جوش انتقام کی اب کوئی انتہا نہ تھی۔ اور ۱۸ جون کی شب میں جب

کنارلس نے ایک ایسے آتشی جہاز کو ترکی بیڑے کے بیچوں بیچ لیجا کر امیر البحر کے علم بردار جہاز کو معہ تین ہزار متنفسوں کے جو اس پر سوار تھے نذر آتش کر دیا تو تمام عیسائی دنیا نے اس مہتم بالشان مہم کو ایک نمایاں فتح سمجھکر نعرۂ تہنیت بلند کیا۔ اس زمانے میں خود انگلستان میں بھی، رعایا کی آواز، حکومت پر ایک حد تک بالواسطہ اثر ڈالتی تھی، سیاست خارجہ کا دارو مدار کابینہ وزارت پر تھا اور یونانیوں کی قسمت نے جیسا کچھ پلٹا کھایا اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ یورپ کا ضمیر بیدار ہوگیا تھا بلکہ جارج کیننگ کے قلمدان وزارت سنبھالنے پر انگلستان کی سیاسیات میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ (۱۴۲)

**کیننگ اور مسئلۂ یونان** کیننگ ایک عیسائی اور (روم و یونان کی) قدیم اور تہذیب و تمدن کا پرستار ہونے کی حیثیت سے یونانیوں سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اسمیں توشک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن اس قسم کا کوئی غلو آمیز گمان کہ اسکی "یونان پرستی" یا اسکے مذہبی حسن ظن یا سوءِ ظن نے اسکے اُس رویئے پر اثر ڈالا جو اُس نے مسئلہ مشرقی کی طرف سے اختیار کر رکھا تھا، محض ایک غلطی ہے۔ جیسا کہ اسپین کے معاملے میں دیکھا جاچکا ہے، اس مسئلے میں بھی اسکا رویّہ نہایت واضح اور روشن طریقے سے اُن اغراض و مقاصد سے وابستہ تھا۔ جنہیں انگلستان کی صلاح و فلاح مضمر تھی۔ اسکا مقولہ تھا "ہر قوم اپنے اپنے لیئے اور خدا سب کے لیئے!" اسکا خیال تھا کہ انگلستان کی فلاح، صلح اور عافیت کی مقتضی ہے اور حسب روایات قدیم، اسکی بہبودی اسی میں ہے کہ روس کی درازدستیوں کے خلاف ٹرکی کا سدِّ رومین محفوظ رکھا جائے اس لیئے اسکا پہلا مقصد تو یہ تھا کہ بابعالی اور روس کو آپسمیں دست و گریباں کرا دے تاکہ موخرالذکر کو لڑائی مول لینے کا کوئی حیلہ نہ مل سکے، دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس طرح سے وہ حکومت عثمانیہ اور باغی یونانی رعایا میں کچھ اس قسم کا سمجھوتا کرا دے کہ موخرالذکر پر پھر کسی قسم کے مظالم نہ توڑے جاسکیں اور سلطان المعظم کی سلطنت بھی کہیں سے ہلنے نہ پائے۔ کیننگ اپنے اصول عدم مداخلت پر نہایت

صداقت کے ساتھ قائم رہا اور ابتداہی سے نہایت سختی کے ساتھ اس بات سے انکار کرتا رہا کہ اس "ہولناک جنگ" کو روک دینے کے لیئے دول یورپ پر کسی قسم کی پابندی عائد ہوتی تھی، وہ میٹرنخ کے اس خیال سے متفق تھا کہ اس مداخلت سے جسمیں بین الاقوامی آتش زدگی کا خدشہ ہے، جو زیر باری ہوگی وہ اس آفت سے کہیں زیادہ خطیر ہوگی جسکی مزاحمت کی ذمہ داری اس نے اپنے سر لی ہے۔ اس طرح سے گویا محض برطانوی اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھکر باب عالی پر سیاسی دباؤ ڈالا گیا تھا، تاکہ ایک طرف تو روس کے حق بجانب مطالبات پورے کر دیئے جائیں اور دوسری طرف باغیوں کے ساتھ اعتدال و آشتی کا سلوک روا رکھکر شمالی طاقتوں کے جوش و غضب کو فرو کر دیا جائے۔ لارڈ اسٹرینگ فورڈ کی مساعی جسکی تائید آسٹروی وکیل متعینہ قسطنطنیہ نے کی، وزارت عثمانیہ کو اس بات کی ترغیب دینے میں کامیاب ہوئیں کہ روس کے ساتھ جو مناقشہ تھا اسکی زیادہ اہم دفعات منظور کرلیجائیں۔ مثلاً یہ کہ ریاستہائے ڈینیوب جن پر ہپسلانٹی کی بغاوت کو فنا کر دینے کے بعد ترکی افواج نے قبضہ کر لیا تھا اور جن کو انھوں نے بالکل تباہ اور برباد کر دیا تھا، بالکل خالی کر دیئے جائیں اور باسفورس میں روسی علم کو مسلوبہ حقوق عطا کیئے جائیں۔ لیکن باب عالی کی ضد اور ذکنت نے تصفیئے میں وہ طوالت پیدا کر دی کہ جب یہ شرائط کسی طرح سے طے ہوئیں تو حالات اتنے بدل گئے تھے کہ یہ رعایتیں اُن مقاصد کے حاصل کرنے کے لیئے ناکافی ثابت ہوئیں جو مد نظر تھیں[1]

(۱۴۳)

**انگلستان یونانی جھنڈے کی حیثیت باضابطہ تسلیم کرتا ہے**

اس تبدیلی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۲۵ مارچ ۱۸۲۳ء کو حکومت برطانیہ نے یونانیوں کو محاربین جنگ میں تسلیم کر لیا۔ کیننگ کے دیگر اصولات سیاسی

---

[1] لارڈ اسٹرانگفورڈ کی گفت و شنید کے لیئے ملاحظہ ہو مراسلات ولنگٹن جلد ۲ - ۴۷۰ ہدایات بنام اسٹرانگفورڈ" دلنہ جلد ۱ صفحہ ۵۹۸ تا ۶۰۴

کی طرح یہ مسئلہ بھی بالکل انگلستان کے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام پذیر ہوا، گو کیننگ کو اس بات کی بھی مسرت تھی کہ اس طور پر یونانی مقاصد بھی سرسبز ہوتے تھے " یونانیوں کو محاربین میں شمار کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ایسی آبادی جو دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی محض بحری ڈاکوؤں میں شمار نہیں کیجا سکتی تھی اور ایک ایسے محاربے کو جسکی ابتدا میں طرفین سے نہایت نفرت انگیز وحشیانہ مظالم سرزد ہوئے تھے تہذیب اور تمدن کے حلقے میں جگہ دینا بھی ناممکنات سے تھا[۱] لیکن ضروریات کچھ ہی رہی ہوں جن کی بنا پر یہ باتیں عمل میں آئیں، یہ سب کچھ ایک حد تک یورپ کے مجموعی اقتدار و اختیار کے خلاف ایک نیا چیلنج تھا۔ اور دوسری حکومتیں ٹھیک طور پر اس بات کی تہ تک پہنچ گئی تھیں کہ مشرق میں انگلستان نے اپنے ہی قوت بازو کے لیئے یہ سارے گل کھلائے ہیں۔ الگزنڈر پر ایک دفعہ پھر جمود کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ برطانوی حکومت نے ہمیشہ اس کے خلاف نہایت سختی کے ساتھ آواز بلند کی کہ روس کو شرقی عیسائیوں کے تحفظ کا کوئی مخصوص حق حاصل تھا۔[۲] کیا تعجب اگر وہ الگزنڈر کی ان پابندیوں سے جو اس پر محالفۂ مقدس کی طرف سے عائد ہوتی تھیں فائدہ اٹھا کر چپکے چپکے بڑھتا چلا جاتا اور روس کو یکدم پس پشت ڈال کر سامنے نمودار ہوتا اور اپنے آپ کو یونانیوں کا مربی اور مخصوص محافظ مشہور کر دیتا۔ متحدہ مداخلت کا سوال ایک دفعہ پھر معرض بحث میں آیا تا کہ کسی انفرادی مداخلت کی پیش بندی ہو سکے۔ اکتوبر ۱۸۲۳ء میں یہ تمام باتیں مابین شہنشاہ الگزنڈر و شہنشاہ فرانسس (۱۴۴)

**انگریزی طرز عمل کا انجمن اتحاد یورپ پر اثر**

چرنووتز ( Czernowitz ) میں تصفیہ کے لیئے معرض بحث میں آئیں یہ بات فوراً ظاہر ہو گئی کہ محالفۂ عظیم رفتہ رفتہ اپنے مختلف عناصر میں ضم ہو رہا ہے۔

---

[۱] ہدایات بہ اسٹرانگفورڈ " - ۵۳۴ -
[۲] موازنہ کیجئے لنڈنڈری اور لیون کی گفتگو کا مارٹنس ۱۱ - ۳۲۶ -

انگلستان نے یونانی علم کی حیثیت تسلیم کر کے ایک ایسی بنیاد قائم کر دی تھی، جس پر گفت و شنید کرنا ناگزیر ہو گیا تھا کیونکہ ان باغیوں کو بحق بجانب حکومت کے خلاف محض ادنےٰ قسم کے باغیوں میں شمار کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ استبدادی حکومتیں اب عجیب مخمصے میں پڑ گئی تھیں یونانیوں کی استقامت اور پامردی سے میٹرنخ کی اس کوشش کو کہ کسی طرح یہ جنگ بالکل الگ تھلگ کر دی جائے ناکامی ہوئی، اور یہی نہیں بلکہ برطانوی حکومت کے طرز عمل نے تو اسے "دائرۂ تمدن کے اندر" داخل کر دیا۔ اب یورپ کی صلاح اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دول یورپ کے لیئے مداخلت ناگزیر ہو گئی لیکن سوال یہ تھا کہ آخر اس مداخلت کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے اور کونسا مقصد اس کے پیش نظر ہونا چاہیئے۔ یہ تو صریحی ناممکن تھا کہ ترکوں کی بغاوت تہس نہس کر دینے کے لیئے کسی قسم کی امداد دی جاتی خواہ الگزنڈر خود اپنی رعایا کے جذبات کا مخالف کیوں نہ ہوتا۔ اور دوسری طرف باغیوں کی حمایت کرنیکے یہ معنی تھے کہ ہر وہ اصول جو ابتک مجالسِ یورپ ہر طرز عمل کا ذمہ دار رہا محض دروغ بافیوں کے سلسلۂ دراز کی ایک کڑی تھا کیننگ نہایت دلچسپی کے ساتھ جذبہ جزرسیت (تنگ نظری) سے مسحور اتحاد عظیم کے ان مدبرین اور سیاسئین کو دیکھ رہا تھا جو سیاست کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور نکل نہیں سکتے تھے۔

الگزنڈر خود اب اورنگ نشینان روس کی روایتی پالیسی کی جانب مائل ہو رہا تھا اور سینٹ پیٹرسبرگ میں جو جماعت جنگ کے موافق تھی لیکن کاپو دستریاس کے سال معزولی (۱۸۲۲ء) سے ابتک قعر گمنامی میں پڑی ہوئی تھی، اس نے ایک دفعہ پھر کروٹ لی، ٹرکی کی مراعات کی خبر جب چرنووتسز ( Czernowitz ) میں پہنچی تو شاہنشاہ کی ناراضی ایک حد تک فرو ہو گئی اور مینسیاکی روسی ایجنٹ کی حیثیت سے قسطنطنیہ یہ دیکھنے کے لیئے بھیجا گیا کہ جدید عہدناجات پر کس طرح عمل درآمد ہوتا ہے اور اس کی شرائط کس طور پر انجام پاتی ہیں لیکن یہ بات اسی وقت ظاہر

۱۲۵

**الگزنڈر اول متحدہ مداخلت اور تین خود مختار یونانی ریاستوں کے قیام کی تحریک پیش کرتا ہے**

کر دی گئی تھی کہ بابعالی اور حکومت روس میں سیاسی تعلقات ازسرنو اسی وقت قائم ہو سکیں گے جب دیگر مطالبات کی تکمیل کو پہنچا دیئے جائیں گے لیکن چرنووٹز (Czernowitz) چھوڑنے سے پہلے ہی الگزنڈر کے دل میں جو خیالات جاگزیں تھے وہ ظاہر ہو گئے۔ وہاں اس نے یہ تحریک پیش کی کہ سینٹ پیٹرسبرگ میں دول یورپ کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں ٹرکی میں متحدہ مداخلت کے سوال پر غور کیا جائے اور وہ بھی اس بنا پر کہ یونان اور مجمع الجزائر کو تین مخصوص ریاستوں میں منقسم کر دیا جائے جو مجالسۂ یورپ کی ضمانت میں سلطان کے زیر نگین ہوں گی[1] یہ تحریک حسب ضابطہ جنوری ۱۸۲۴ء کے ایک گشتی مراسلے میں پیش کی گئی جس میں یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ شاہی حکومت کا متحدہ مداخلت کے مسئلے کو عملی جامہ پہنانا اسکی بے لوثی کا بہترین ثبوت ہے"[2] اس خیال کا موید نہ میٹرنخ تھا اور نہ کیننگ! اول الذکر اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ جزیرہ نمائے بلقان کے جنوب میں ایسی باجگزار ریاستیں قائم کر دی جائیں جو ریاستہائے ڈینیوب کے نمونے پر ہوں اور جنکے متعلق عام خیال اسوقت یہ تھا کہ اگر یہ روس کے سایۂ عاطفت میں نہ ہوں گی تو کم سے کم ان پر اسکا اثر و اقتدار تو ضرور ہی غالب رہے گا۔ زار کی اس بازیگری کا جواب اس نے ایک نہایت سنسنی خیز جوابی چال سے دیا۔ اس نے یہ تحریک پیش کی کہ گفت و شنید کا سلسلہ تو ضرور شروع کیا جائے لیکن اس بنا پر کہ یونان کو کامل خود مختاری تفویض کر دی جائے! رہا کیننگ اس نے اس بنا پر کانفرنس میں شریک ہونے سے انکار کیا کہ روس و آسٹریا کے متصادم اغراض و مقاصد کے درمیان حاجب بننا گوارا نہ تھا۔

[1] پروکش اوسٹن: یونان کی سلطنت عثمانیہ سے علیحدگی ۱، ۲۴۳ ۔
[2] مارٹنس باب گیارہ صفحہ ۳۲۸ ۔

اُس نے کہا کہ اگر انگلستان علیحدہ کھڑا تماشا دیکھتا رہے تو اسکی حالت زیادہ محکم و استوار رہے گی۔[۵] البتہ اپریل میں اس نے اپنے خیالات اس قدر ضرور ترمیم کیئے کہ سر سی بگیٹ کو اس کانفرنس میں شریک ہونے کی اجازت دیدی جسکے اجلاس اسوقت سینٹ پیٹرسبرگ میں ہو رہے تھے لیکن یہ شرط لگادی کہ ٹرکی پر کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے اور حکومت روس اور باب عالی میں سیاسی تعلقات پھر قائم ہو جائیں۔[۶]

**انگلستان کانفرنس میں شرکت سے انکار کرتا ہے**



اسٹریٹ فورڈ کیننگ جولائی میں سینٹ پیٹرسبرگ بھیجا گیا لیکن نومبر میں حکومت عثمانیہ کی اظہار ناراضی اور یونانیوں کے اس بات کے نامنظور کردینے سے کہ کانفرنس کے فیصلے اسکے لیئے واجب التعمیل ہوں گے کیننگ نے کانفرنس کے مباحث میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس طور پر وہ رشتہ جس سے انگلستان، اتحاد برّاعظم سے وابستہ تھا ٹوٹ گیا۔

جب جنوری ۱۸۲۴ء کی روسی گشتی مراسلے پر بحث کا آغاز ہوا، بیگٹ نے علیحدگی اختیار کی اور الگزنڈر نے اس بات کا اعلان کیا کہ اس مسئلے پر ہر قسم کی گفت و شنید انگلستان سے منقطع ہوتی ہے!

اس طور پر ایک حد تک روس اور آسٹریا آمنے سامنے آ گئے تھے اور یہ بات فوراً ظاہر ہو گئی کہ فریقین میں اختلاف آرا کی بناء پر مشارکت باہمی ناممکن ہو گئی ہے۔ اس لیئے کسی موثر طریق کار پر عمل پیرا ہونا خارج از بحث تھا۔ ۱۸۲۵ء کی ابتدا میں میٹرنخ روا روی میں پیرس پہنچا اور چارلس دہم کو اپنا ہم خیال بنالیا، اور "آسٹروی سفیر" کے توسل سے اس نے اس بات کا اعلان کیا، دربار وائنا دو شرائط میں سے صرف ایک کو تسلیم کرسکتا تھا۔ یعنی یا تو یونان بالکل محکوم کر دیا جائے یا پھر اسے

**میٹرنخ کا رویّہ**

مکمل خود مختاری دیدی جائے۔ محکوم ریاستوں کے جھگڑے کو

۵ کیننگ بہ گرینول۔ "جارج کیننگ اور اس کا عہد" ۵۹۴۔
۶ مارٹنس باب ۱۱۔ ۲۰۔ ۳۲، موازنہ ہو مراسلات ولنگٹن باب دوم ۱۹۷۔

وہ بالکل گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اور خود روس اس خیال کا مخالف تھا کہ ایک زبردست یونانی ریاست معرض وجود میں لائی جائے، کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ شاید اس طرح خود اس کا اثر زائل ہونے لگے۔ اس لیئے اس تمام کانفرنس کا نتیجہ صرف یہ ہوکر رہا ۱۳ مارچ کو باب عالی کی خدمت میں تمام حکومتوں کی طرف سے ایک متحدہ یادداشت اس مضمون کی پیش کی گئی کہ انھیں یونان کے مسئلے کو سلجھانے کے لیئے بیچ میں پڑنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے کہنے کی تو چنداں ضرورت نہیں ہے کہ چونکہ اس میں جبر و استبداد کی کوئی دھمکی نہیں دی گئی تھی، اس لیئے حکومت عثمانیہ نے نہایت چین بہ جبیں ہوکر اس تحریک کو مسترد کردیا۔

**معاملات یونان میں محمد علی والی مصر کی مداخلت فروری ۱۸۲۵ء**

یونان کے مسئلے پر کچھ دنوں تک تو لنڈن اور سینٹ پیٹرسبرگ کی کابینہ وزارت میں خاموشی چھائی رہی اور ہر ایک فریق اس ساعت کا انتظار کر رہا تھا جبکہ دوسرا فریق مشتبہ ہوکر گفت و شنید کے آغاز کرنے کی آرزو کرے، کیننگ اسکا پہلا شکار ہوا۔ مشرق کے معاملات کچھ ایسی نازک حالت اختیار کرچکے تھے کہ دول یورپ اب ان باتوں کو لاپروائی اور استغنا کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سنہ ۱۸۲۴ء کے دوران میں جب سلطان محمود نے یہ محسوس کیا کہ وہ بغیر امداد غیر سے خود اپنی افواج سے بغاوت کو فرد نہیں کرسکتا تو اس نے اپنے فرق تمکنت کو خم کردینے ہی میں فلاح دیکھی اور اپنے محکوم باجگزار حکمران محمد علی والی مصر سے امداد کا طلب گار ہوا۔ موخر الذکر کو یورپ کی افواج کا انضباط اور انتظام دیکھنے کا موقع اس معرکے میں ہوا تھا جو نپولین اور مملوکوں میں پیش آیا تھا، اس لیئے اس نے رفتہ رفتہ ایک نہایت باقاعدہ فوج اور کارآمد جنگی بیڑا تیار کرلیا تھا اور اس نے اب ان دونوں کو بہ طیب خاطر سلطان کی خدمت میں پیش کردیا اور معاوضے میں اسکا وعدہ لے لیا کہ اُسے کریٹ کی حکمرانی اور شام کی صوبہ داری تفویض کردی جائے گی اور شاید موریا کا قرعۂ فال بھی

۱۴۷

اسی کے لڑکے ابراہیم کے نام نکل آتا۔ یونانیوں کو ترکوں کی بیقاعدہ
فوج پر اب تک جس آسانی سے فتوحات حاصل ہوتی رہیں، اسکی وجہ سے
اُن کو اس خطرے کی اہمیت کا اندازہ نہ ہوسکا، جو اب رونما ہونے والا تھا،
اس خطرے سے محفوظ رہنے کی صرف یہ صورت تھی کہ وہ سمندر پر پورے
طور سے قابض رہتے۔ اور چونکہ وہ فن جہاز رانی میں طاق اور اُن کے
ہلکے پھلکے جہاز نہایت سریع السیر تھے۔ اس لیئے یہ ممکنات سے بھی تھا،
لیکن باوجود اسکے کہ ابتدا میں ان کو چند چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل ہوئیں،
انھوں نے غفلت سے کام لیا اور ترکی بیڑے کو مجمع الجزائر میں داخل ہوجانے
دیا۔ ۱۸۲۴ء میں ابراہیم نے جسکو محمد علی نے اس مہم کا امیر لشکر بناکر
بھیجا تھا۔ اپنا مرکز کریٹ میں قائم کردیا، جہاں سے، یونان کی اصلی
سرزمین اسکی جولانگاہ بن گئی۔ ۲۴ فروری ۱۸۲۵ء کو وہ ۴ ہزار باقاعدہ
پیدل فوج اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ موڈون میں اتر پڑا جو موریا
کا انتہائی جنوبی گوشہ تھا۔

**ابراہیم موریا میں فروری ۱۸۲۵ء**

اس لمحے سے لڑائی کا بالکل رخ بدل گیا، وہ یونانی جو
عثمانی لشکر کی بیقاعدہ افواج سے کامیابی کے ساتھ گرم پیکار
ہوسکتے تھے ابراہیم کی باضابطہ فوج کے "فلاحین"
کے سامنے بالکل نہ ٹھیر سکے۔ قبل اختتام سال باوجود چند متفرق لیکن فوق العادت
جانبازیوں کے تمام پیلوپونیز، باستثنا چند مضبوط مقامات کے، حملہ آور
کے چشم کرم و رحم کا محتاج ہوگیا۔ جنکے (حملہ آوروں) متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ
اسکا ارادہ تمام یونانی آبادی کو بدر کردینے اور انکی جگہ پر مسلمان حبشیوں
اور عربوں کے آباد کرنے کا تھا۔ اب صرف میسولونگھی کے خام مورچوں
کے جانباز محافظین، جنھیں ترکوں نے رشید پاشا کی سرکردگی میں، بُری
طرح دبا رکھا تھا یونانی نسل اور انکی بربادی اور تباہی کے درمیان حد فاصل تھے۔
موریا میں کام ختم کرکے ابراہیم اپنی منجھی ہوئی فوج لئے ہوئے
شمال کی طرف بڑھ کر اس کام کو ختم کرنے والا تھا جسے رشید پورا نہ کرسکا تھا۔

۱۴۸

**انگلستان روس کے ساتھ متحدہ مداخلت کیلئے گفت وشنید کرتا ہے**

ان حالات کے ماتحت ۱۸۲۵ء کے موسم گرما میں اسٹریٹ فورڈ کیننگ جدید سفیر متعینہ سینٹ پیٹرسبرگ کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ دول یورپ کی متحدہ مداخلت کے لیئے زار سے سلسلہ جنبانی کرے، لیکن اب بھی وہی قدیم شرط قائم رکھی گئی تھی، یعنی ٹرکی پر جبر وتشدد روا نہ رکھا جائے [۱] اس تمام صلاح ومشورے کے باوجود روس نے اپنی سیاسی مہر سکوت کو توڑنا مصلحت نہ سمجھا اور اس طریقے سے وہ چاہتا تھا کہ انگلستان کو اس بات کا اندیشہ پیدا ہو جائے کہ روس یکہ وتنہا اس معاملے کا تصفیہ کرنا چاہتا تھا اور پھر اسکا اس دام میں پھنس جانا متیقن ہو جائے گا۔ لیکن اب وہ دن گزر چکے تھے جب محض مداخلت کی آمادگی یا "یادداشتوں" سے کام چل سکتا۔ اگر دول یورپ کو مداخلت منظور تھی تو پھر انکو اسوقت تک اپنے افعال پر کاربند رہنا پڑے گا جب تک کہ گوہر مقصود حاصل نہ ہو جائے۔ زار کی نقل وحرکت سے یہ بات اخذ کیجانے لگی تھی کہ بس آج کی شام اس طلوع سحر کی منتظر ہے جسکے دامن میں جنگ روم وروس کے پہلے شرارے بکھرنے والے ہیں۔ روس کے جنوبی ممالک میں، جو باسفورس کے سد باب کر دینے سے بے حد نقصان اٹھا چکے تھے، ایک نہایت زبردست فوج رفتہ رفتہ مجتمع ہو رہی تھی۔ ۱۸ اگست کو زار نے مشرقی مسئلے کو طے کرنے کے لیئے فرائض دست خاص میں لے لینے کا اعلان کر دیا اور فوراً ہی جنوبی روس کے اضلاع میں دورہ کرنے چلا گیا۔ کیننگ نے خیال کیا کہ الگزنڈر پر کچھ تو "مراقی کیفیت طاری ہوئی ہوگی"، اور کچھ میٹرنخ نے جل دیا ہوگا اور یہی سبب اسکا لڑائی پر آمادگی کا تھا۔ کیننگ نے اب اس خیال سے کہ روس تن تنہا جنگ کے لیئے تیار ہو گیا تھا، آگے بڑھنے کی

---

[۱] مارٹنس، گیارہ صفحہ ۳۳۴ وغیرہ

آمادگی ظاہر کی ہے[1] اب اس نے پرنس لیون سے گفت وشنید کا سلسلہ اس بنا پر شروع کیا کہ انگلستان اور روس میں ایک علحدہ سمجھوتا ہوگا، آسٹریا کی ناوفاداری فرانس کی بے اعتباری پروشیا کی گمنامی ایسے اسباب تھے جنکی بنا پر یہ حکومتیں اتحادیوں کے زمرے میں رکھے جانے کے قابل نہ تھیں، لیکن برطانیۂ عظمیٰ اور روس کے درمیان من سمجھوتا ہونے کے لیئے "دروازے کھلے ہوے تھے" لیون نے لکھا "اب کام کرنیکا وقت آگیا ہے کیننگ اور میں دونوں جادۂ اعتبار و اعتقاد پر دوش بدوش گام فرسا ہیں"

**الگزنڈر کی وفات یکم دسمبر ۱۸۲۵ء**

لیکن الگزنڈر کی غیر متوقع وفات سے جو ٹگانروک میں یکم دسمبر ۱۸۲۵ء کو واقع ہوئی گفت وشنید کا سلسلہ یک بیک رُک گیا ۔ کچھ دنوں تک تو جانشینی کا مسئلہ غیر متیقن رہا اسکی وجہ سے سیاسی اندازہ پیمائی، ناممکنات سے ہوگئی تھی ۔ بالآخر جانشینی قسطنطین کو تفویض ہوئی جس کی سیرت اسکے بھائی الگزنڈر کی سیرت سے نمایاں طور پر مختلف تھی ۔ میٹرنخ نے لکھا تھا کہ "اگر روس کی تاریخ اس مقام سے نہیں شروع ہوتی ہے جہاں اسکی "داستان" ختم ہوتی ہے تو مجھ کو قطعی مغالطہ ہوا ہے" تو اسکے یہ معنی ہیں کہ میں خود اپنے آپ کو مغالطے میں رکھنا چاہتا ہوں[2]" یہ بالکل ٹھیک تھا لیکن ان معنوں میں نہیں جنہیں اسکے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا کیونکہ قسطنطین اپنے پیدائشی حق سے اپنے بھائی کے زمانۂ حکومت ہی میں دست بردار ہوگیا تھا ۔ وہ خود اسکے حکم کے موافق عمل پیرا ہونا چاہتا تھا لیکن اگر گرینڈ ڈیوک نکولس نے فوج کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ قسطنطین کو زار روس تسلیم کرکے اُس کی وفاداری کا حلف اٹھائے تو

۱۴۹

[1] کیننگ بہ ولنگٹن (مراسلات جلد سوم صفحہ ۸۵)
[2] میٹرنخ جلد چہارم صفحہ ۲۶۱ ۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر اسکا بھائی (قسطنطین) یہ اقرار صالح اور نہایت واضح طریقے سے اپنی دست برداری کا اعلان نہ کرے گا اور اس دوران میں وہ خود (نکولس) تاج ونگین کا مالک بن بیٹھا تو پھر انجام اچھا نہ ہوگا اس نسل کے لیئے انجام نہایت مہلک ثابت ہوا۔ ابھی فوج نے بہ مشکل قسطنطین کے لیئے حلف اُٹھایا تھا کہ اُسے نکولس کی وفاداری میں حلف اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ یہ موقع اس شورش کے اکسانے میں مُعین ہوا جو فوج میں عالمگیر تھی۔ ۲۶ دسمبر (طریق قدیم) کو سینٹ پیٹرسبرگ میں دو پلٹنوں نے قسطنطین کی رفاقت کا اعلان کیا، دوسری متزلزل تھیں۔ اور اگر لیڈروں نے کچھ بھی استقلال اور عزم کو راہ دی ہوتی تو پھر اسکے آگے کوئی نہیں ٹھیر سکتا تھا لیکن اُنھوں نے اُس فوج پر حملہ کرنے میں تامل کیا جسکے متعلق اُن کو یقین تھا کہ وہ خود اُن سے آکر ملجائے گی۔ لیکن نکولس کا اپنے جذبۂ تنفر کو مغلوب کر کے، ارادے کو عمل کا جامہ پہنانا ہی تھا کہ وہیں ایک گراب میں تمام باغی منتشر ہو گئے[1] لیکن کہاں تو زار کی تخت نشینی سے یہ توقع تھی کہ لڑائی کے خدشات رفع ہو جائیں گے، کہاں وہ اور زیادہ تشویشناک ہو گئے۔ الگزنڈر زندگی سے عاری

**نکولس اول**

آچکا تھا اور اسکی زندگی کے مختلف نصب العین اس طرح زیر زبر ہو چکے تھے کہ پھر وہ کسی اولوالعزمانہ مہم کا سودا مول لینا ہی نہیں چاہتا تھا، کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی اب اسکی رزم آرائیوں کے راستے میں حائل ہو سکتی تھی لیکن الگزنڈر اور نکولس میں وہی مناسبت تھی جو موم اور فولاد میں ہوتی ہے نکولس تو گویا جبروتیت کا مجسمہ اور روس کی شان تفوق کا مظہر تھا اور گو اس نے دنیا کے سامنے یہی اعلان کیا کہ وہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلے گا لیکن اسکے صرف یہ معنی تھے کہ وہ محالفۂ مقدس کا اس لیئے

[1] اس حکایت کے اصلی واقعات پہلے پہل شیمین کے "ملک روس زیر نکولس اول" جلد دوم ۱۹۰۸ء میں بیان کیئے گئے ہیں۔

حامی تھا کہ اس کے ذریعے سے وہ حق بجانب حکومتوں کو مستحکم اور استوار کر سکے گا۔ اب رہے مشرق کے مسائل اس کے متعلق پھر یہ طے ہوا کہ "یہ سب روس کے خانگی معاملات سے تعلق رکھتے تھے"، اور حکومت عثمانیہ کی طرف اسکا وہی رویہ ہوگا جو پطرس اعظم اور کیتھرین کی روایات کی ترجمانی کر سکے گا۔

۱۵۰

برطانوی مدبرین کے نزدیک، عثمانی حکومت اس سے زیادہ خطرے کی حالت میں کبھی نہ تھی۔ سرحد کے قریب ایک نہایت زبردست فوج جمع ہو رہی تھی۔ ایک نوجوان، جفاکش اور منچلا، مطلق العنان حاکم شاہان روس کے ایک جانشین کی حیثیت سے سریر آرائے سلطنت روس تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سینٹ پیٹرسبرگ میں جو بغاوت پھوٹ چکی تھی اسکا اقتضاء یہ تھا کہ فوج کی انتظامی اور اخلاقی حالت درست کرنے کے لیئے، جو بار بار توقعات کے قائم ہونے اور پھر مٹ جانے سے ایک غیر منتظم حالت میں ہو گئی تھی، لڑائی چھیڑ دی جائے اس لیئے اب کیننگ نے اس خیال سے کہ روس کا جو رویہ تنہا طور پر مداخلت کرنے کا تھا اسکی داغ بیل پہلے ہی سے ڈالی جا سکے اپنے پرانے ارادے پر از سر نو عمل درآمد کرنا شروع کر دیا اور دونوں حکومتوں کے مابین ایک خفیہ معاہدے کی بنیاد ڈالدی جو الگزنڈر کی وفات سے معرض تعویق میں پڑ گئی تھی[۱] اس راستے میں صرف ایک رکاوٹ تھی جو اب دور ہو گئی تھی۔ کانفرنس منعقدۂ سینٹ پیٹرسبرگ میں کیننگ نے اس سبب سے شرکت نہیں کی تھی کہ یونانیوں نے اپنے کو اسکے فیصلوں کا پابند نہیں بنایا تھا لیکن اسی دوران میں ابراہیم کے مظالم نے یونانی لیڈروں کی امنگوں کو پامال کر ڈالا اور جولائی میں تو معاملات یہانتک پہنچ گئے کہ انھوں نے اپنے آپ کو برطانوی سایۂ عاطفت میں دیدینے کی باضابطہ درخواست دیدی تھی۔

---

[۱] موازنہ کیجئے، کیننگ بہ ولنگٹن (مراسلات، جلد سوم،) ۸۶ و ۹۰

لیکن اُنکی یہ عرضداشت مسترد کر دی گئی، مگر اسٹریٹ فورڈ کیننگ جو اب سینٹ پیٹرسبرگ میں سفیر کی حیثیت سے مقیم تھا، جنوری ۱۸۲۶ء

**کانفرنس منعقدہ پیری وویلا کیا جنوری ۱۸۲۶ء**

میں ہیڈرا سے کچھ فاصلے پر جزیرۂ پیری و ویلا کیا میں چند یونانی لیڈروں سے ملا اور ان سے وہ شرائط معلوم کیے جن پر وہ برطانوی سایۂ عاطفت میں آنے پر راضی تھے اور جو قریب قریب وہی تھے جنھیں کسی وقت الگزنڈر نے پیش کیا تھا۔ لیکن کانفرنسوں کا تنہا مخالف کیننگ تھا اور اس کی مخالفت میں جو شدت تھی اس میں ابھی کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی تھی، مگر اب اس نے پرنس لیون سے تحریک کی کہ یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کی غرض سے دونوں سلطنتوں میں، ایک جدید بنیاد پر گفت وشنید کا آغاز ہونا چاہیئے، فروری ۱۸۲۶ء میں ولنگٹن ایک مخصوص

**ولنگٹن کا مشن سینٹ پیٹرسبرگ میں فروری ۱۸۲۶ء**

سفارت پر جدید زار کی اورنگ نشینی پر ہدیۂ تہنیت پیش کرنے، دونوں ممالک کے رابطۂ اتحاد اور موانست کو تقویت دینے اور مسائل مشرقیہ میں متحدہ مداخلت کے شرائط طے کرنے کے لیئے سینٹ پیٹرسبرگ روانہ کیا گیا۔[۱] برطانوی شرائط سر آنکھوں پر رکھے گئے۔ زار خود ایسے معاہدے کے لیئے تیار تھا جو ایک طرف تو اسکے اس ارادہ عمل میں مخل نہیں ہوتا جو مسئلۂ زیر بحث کے سلسلے میں باب عالی سے متعلق تھا اور دوسری طرف بظاہر برطانیۂ عظمیٰ کو اسکا ہم خیال بنانے کا ذمہ دار بنا دیتا تھا، اور پھر اس میں یہ فائدہ بھی تھا کہ اگر لڑائی چھڑ جاتی تو پھر برطانیہ کی شرکت اور امداد بھی اسکی غیر جانبداری تو متیقن ہو جاتی۔

**مضبطۂ سینٹ پیٹرسبرگ ۴ اپریل ۱۸۲۶ء**

اس طرح پر ۴ اپریل کو مضبطۂ سینٹ پیٹرسبرگ پر دستخط ہوئے جسکی رو سے انگلستان، باب عالی سے

۱۵۱

---

[۱] ہدایات بہ کیننگ (مراسلات ولنگٹن جلد ۳ صفحہ ۸۵)

مسئلۂ یونان کے متعلق اس بنیاد پر گفت و شنید کرنا جو پیرس و ویلا کیا میں قائم کی جا چکی تھی۔ اور روس نے "ہر حالت میں" امداد دینے کا وعدہ کیا۔ اس آلے کے ذریعے سے یونان کو ایک محکوم اور باجگزار ریاست کی حیثیت تفویض ہونے والی تھی۔ ایک دوسری شرط کی رو سے یہ طے پایا کہ مداخلت کے لیئے جو آمادگی ظاہر کی گئی تھی اگر بابعالی نے اسے قبول نہ کیا تو پھر دستخط کنندہ حکومتوں کو چاہیئے کہ جہانتک جلد ممکن ہو سکے علیٰحدہ علیٰحدہ یا متفقہ طور پر حسب منشاء مقبطۂ مذکور صلح کرلیں گے۔

بقول مٹیرنخ "اس کمزور اور مسخر انگیز تصنیف" نے ایک عجیب و غریب صورت پیدا کردی، ولنگٹن جو فطرۃً سیاسی قطع و برید سے ناآشنا تھا نکولس کی سحر طرازیوں سے کچھ ایسا مسحور ہوا کہ عالم بے خبری میں روس کی ہر جنبش ابرو پر رخ بدلنے لگا، باوجود اسکے کہ اس نے بہت کچھ

**بابعالی کے خلاف روس کا اعلان جنگ**

زور لگایا لیکن حکومت روس نے بابعالی کو اعلان جنگ بھیج ہی دیا جسمیں روس کے مطالبات علیٰحدہ طور پر پیش کیئے گئے تھے یعنی عثمانی "پولس" ریاستہائے ڈنیوب سے اٹھا لی جائے اور بعض سروی وکلا کو رہا کر دیا جائے اور عثمانی "مختار کل" (جو معاہدے کے طے کرنے میں اپنی حکومت کی طرف سے سیاہ سپید کے مالک ہوں) سرحد پر آخری شرائط طے کرنے کے لیئے بھیجدئے جائیں۔ ایسا ہونے پر بابعالی نے قدرۃً ان بالکل نئے مطالبات کو اس طور پر یک بیک پیش کرنے پر اظہار ناراضی کیا۔ آسٹریا کو اسکی مطلق ضرورت نہ تھی کہ وہ ترکی حکومت کو ان معاملات میں سختی کے ساتھ مخالفت کرنے کی ترغیب دیتا۔ محمود بعجلت تمام فوج کی ان اصلاحات کی طرف عملی توجہ کرنے پر تیار ہوگیا جو عرصے سے معرض تعویق میں تھیں۔ لیکن اس سلسلے میں جو مساعی عمل میں آئیں وہ خود ترکوں کے سر پر آسمان بنکر ٹوٹیں۔ ینی عسکریوں نے جنکے روایتی حقوق ان اصلاحات کی وجہ سے معرض خطر میں تھے ۱۵ جون کو علم بغاوت بلند کیا لیکن سلطان بھی

۱۵۲

**ینی عسکریوں کا قتل جون ۱۸۲۶ء**

تیار تھا۔ اناطولیہ کی فوجوں نے جو اسی مقصد کے لیئے قسطنطنیہ میں جمع تھیں، انکا نرغہ کرلیا، اور انھیں انکی قیام گاہ تک بھگا دیا، اور وہاں ایک ایک کو چن کر قتل کردیا۔ اس طرح سے محمود اس فوجی فرقے سے ایک ہی وار میں آزاد ہوگیا جس کی دراز دستیوں سے اس کے آبا و اجداد صدیوں پریشان رہ چکے تھے اور پھر بغیر کسی مزید رکاوٹ کے اصلاح کے انتظامات میں مشغول ہوگیا۔ لیکن اس فرقے کے تباہ ہو جانے سے خود سلطان کی فوجی طاقت کمزور ہوگئی۔ لیکن باوجود اسکے کہ وہ زار کے جدید مطالبات پر اظہار ناراضی کرچکا تھا لیکن حسب ہدایات مندرجۂ اعلان جنگ وہ اپنے نمائندوں کو روسی نمائندوں سے ملنے کے لیئے عکرمان بھیجنے پر مجبور ہوا۔ یہاں پر ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء کو ایسے شرائط طے ہوئے جنکی رو سے ٹرکی نے روس کے ان تمام موجودہ مطالبات کو تسلیم کرلیا جو ریاستہائے ڈینوب، و آبنائے میں جہاز رانی کے متعلق یا سرکیشیا کے چند قلعہ جات کے قبضے کے متعلق تھے ۱؎۔ اب ایک دفعہ پھر بابعالی اور روس میں سیاسی تعلقات قائم ہوگئے تھے۔

**معاہدۂ عکرمان ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء**

اس دوران میں تمام حالت بھی اعتدال پر آگئی تھی روس اس بات کو کسی قدر مشتبہ ہوکر دیکھتا تھا کہ مضبطہ مرتبۂ ۴ر اپریل پر عمل درآمد کرنے کے لیئے انگلستان کچھ زیادہ سرگرمی نہیں ظاہر کررہا تھا دوسری طرف انگلستان کو روس کے اس رویّے سے شکایت تھی کہ مضبط کے مضمون کو قبل از وقت دول یورپ پر ظاہر کرکے، انگلستان کو اسکے منشاء کے خلاف، عملی کارروائی پر مجبور کررہا تھا۔ اگر بابعالی انگلستان کی علٰحدہ اور تنہا مداخلت کو منظور نہ کرتا تو اس صورت میں کیننگ کی خواہش تھی کہ مضبطے کو روک لینا چاہیئے۔ اور اب روس کو یہ شبہ ہونے لگا کہ

---

۱؎ ہارشلٹ جلد اول صفحہ ۱۳۱۔

اس تمام مدت میں انگریزی کابینہ وزارت محض اس کوشش میں سرگرم رہی کہ
روس کی مسلح مداخلت کا روز بدامروز فردا پر ٹلتا رہے۔ جون ایبرڈین لیوین
کو اس بات کی ہدایت کی گئی کہ وہ انگریزی حکومت پر اسکے مقاصد اور ارادے کو
دریافت کرنے کے لیئے زور ڈالے۔ ابراہیم کی یہ کوشش کہ موریا کو بالکل
غیر آباد کر دیا جائے، کافی طور پر بدنام ہو چکی تھی پھر ان حالات کے ماتحت
انگلستان کو کیا کرنا چاہیئے تھا[1] انگریزی وزرا کے رویّے کو دیکھتے ہوئے
روس کے شبہات کو حق بجانب تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ولنگٹن
نے اس امر سے انکار کیا کہ موریا کو غیر آباد کرنے کی نیت ثابت ہو چکی ہے۔
اس نے یہ ظاہر کیا کہ عافیت و آشتی منضبط کا سنگ سیاسی تھا جو انجام کار،
زیادہ سے زیادہ مجالسِ یورپ کی مداخلت کا متحمل ہو سکتا تھا اور برطانیہ عظمٰی
بجا طور پر اس کا مخالف تھا کہ مداخلت کے بارے میں باہمی طور پر کسی قسم کا دباؤ
ڈالا جائے[2] یورپ کے مختلف صدر اعظموں میں ایک قسم کے خط و کتابت حال
اور فرسودہ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ میٹرنخ تھا کہ ٹس سے مس نہیں
ہوتا تھا برلن میں صرف وہی آوازیں گونجتی تھیں جو وائنا میں بلند ہوتی تھیں لیکن
چارلس دہم البتہ بے دینوں کے خلاف جہاد کے لیئے تیار تھا[3] ستمبر کے
آغاز میں کیننگ نے خیال کیا کہ اب نہایت عافیت کے ساتھ ایک قدم
آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ۲۹ ستمبر کو اس نے روسی سفیر کو مطلع کیا کہ ان شرائط پر
جو پریو ویلا کیا میں طے ہوئے تھے، یونان کی ہنگامی گورنمنٹ نے

**روس اور انگلستان اشتراک عمل پر راضی ہوتے ہیں**

برطانیہ عظمٰی سے باضابطہ، مداخلت کی
درخواست کر دی ہے اور اس لیئے ان واقعات
کی بناء پر صورت حال بالکل بدل گئی ہے، اور ۲ ستمبر کو

۱۵۳

[1] مسل منضبط ۴ اپریل ۱۸۲۶ء "مراسلات ولنگٹن باب سوم صفحہ ۲۵۸ مارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۳۴۵ -

[2] ایضاً باب سوم صفحہ ۲۶۲ -

[3] واماسن بہ گرنویل تتمہ نویکیشس جلد ۷ صفحہ ۲۲۷ -

جو مراسلہ اس نے روسی گورنمنٹ کے پاس بھیجا اس میں اس نے یہ تحریک پیش کی تھی کہ انگلستان کو چاہیئے کہ باب عالی پر یہ بات ظاہر کر دے کہ تقاضائے انسانیت اور اغراض تجارت نے اس بات کو ناگزیر کر دیا ہے کہ وہ یونانیوں کی خواہش کے مطابق اپنی گورنمنٹ کے ارادہ مداخلت کو معرض عمل میں لانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور اسی سلسلے میں ۴ اپریل والی یادداشت کا حوالہ بھی اس خیال سے دیدیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام طرز عمل روس کے مقاصد کے عین مطابق تھا۔ اگر باب عالی نے اس مداخلت کو شرف قبولیت نہ بخشا تو پھر دونوں حکومتوں کے سفیر قسطنطنیہ سے واپس بلا لیئے جائیں گے انکی کونسل یونان میں متعین کر دی جائے گی اور شاید موریا اور جزائر ایجین کی آزادی (خود مختاری) بھی تسلیم کر لیجائیگی[1] زار نے اس تحریک کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ اشتراک عمل کی بنیاد تسلیم کر لی[2] لیکن اس نے ساتھ ہی ساتھ یہ صلاح پیش کی کہ فی الحال التوائے جنگ کے لیئے اصرار کیا جائے تاکہ عیسائیوں کا بالکل وجود ہی نہ مٹ جائے اور اس پر عمل درآمد کرنے کا بہترین طریقہ جس سے جنگ سے بھی دوچار نہ ہونا پڑے وہ تھا جسے کیننگ نے پیش کیا تھا یعنی ابراہیم کے تمام تعلقات جو اسکے سامان رسد اور غلے کے مرکز مصر کے ساتھ تھے منقطع کر دیئے جائیں اور اس طرح سے وہ موریا میں محصور کر لیا جائے۔ اور یہ صرف اس طور سے ممکن تھا کہ ان تمام حکومتوں کے بیڑے متحد کر دیئے جائیں جو یونان کی بغاوت فرو کرنے کے لیئے موجود تھے۔

۱۸۲۷ء میں ایک جدید تحریک اس امر کی شروع ہوئی کہ ان تمام حکومتوں میں ایک قسم کا سمجھوتا ہو جانا چاہیئے جو مسئلۂ مشرق میں دلچسپی لیتی تھیں۔ ۴ ستمبر کے مراسلے میں کیننگ نے یہ توقع ظاہر کی تھی کہ ۴ اپریل کے

۱۵۴

---

[1] اسٹیپلٹن جلد سوم صفحہ ۲۶۲۔ ہانسرڈ جلد گیارہ صفحہ ۱۲۴۶۔ مراسلات ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۳۹۶
[2] مراسلات ولنگٹن باب سوم صفحہ ۴۵۹۔

مضبطہ کی رو سے اگر دوسری طاقتیں بھی آمادہ ہو جائیں تو پھر گویا بابعالی کی خدمت میں پانچ سلطنتوں[1] کی جانب سے اپیل پیش کرنے کی پہلی مثال ہوگی۔ لیکن جو کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی اس نے ان اختلافات کو اور زیادہ شدید بنا دیا جو مخالفے میں تفرقے کے باعث ہوئے تھے آسٹریا اور پروشیا نے مداخلت کے خلاف اس بنا پر صدائے ناراضی بلند کی کہ اس سے اُن اغراض کو تقویت پہنچتی تھی جو انقلاب اور شورش سے تعلق رکھتے تھے۔ اسکے بعد ہی انھوں نے باضابطہ کانفرنس سے علٰحدگی اختیار کرلی۔ اسکا جواب فرانس نے جنوری ۱۸۲۷ء میں پیش کیا کہ مضبطہ کو باقاعدہ صلحنامے کی حیثیت دیدی جائے۔ روس نے اس شرط پر رضامندی ظاہر کی کہ بالآخر یہ معاملہ توپ و تفنگ سے رجوع کیا جائے۔ نیسلروڈ نے لکھا تھا کہ "ہم لوگ ایک اصول کی منظوری دینے کے لیئے بلائے گئے تھے اب ہم لوگ اسکے نتائج کو قبول کرنے کے لیئے دعوت دیتے ہیں[2]"۔ لیکن کیننگ اب بھی اس بات سے اختلاف کرتا تھا کہ اگر بابعالی مداخلت کی درخواست کو رد کردے تو پھر اسکے خلاف ضرور ہی اعلان جنگ کر دینا چاہیئے۔ لیکن ۴ اپریل ۱۸۲۷ء کو جب روسی اور انگریزی سفیروں نے بابعالی کی خدمت میں مضبطہ پیش کیا اور بابعالی نے اسے اس بنا پر نہایت چیں بہ جبیں ہو کر مسترد کر دیا کہ یہ ترکی کے خانگی معاملات میں ایک گستاخانہ عمل دخل کرنیوالا تھا اور قرآن پاک کے اصول کے منافی تھا اسوقت کیننگ نے یہ محسوس کیا کہ روس کو مضبطہ کے آئین اور اصول کے مطابق عمل پیرا ہونے دینے کیلیئے اور اسکو بذات خود ترکی پر حملہ کرنے سے روکنے کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ پیش دستی کرکے بابعالی پر استبداد کے طرز عمل پر کاربند ہو۔ انگریزی مدبرین کے رویے میں یہ تبدیلی اسوقت پیدا ہوئی جب خود کابینہ وزارت میں ایک نازک حالت پیدا ہو چکی تھی۔

---

[1] مراسلات، ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۱۲۹۔

[2] ماٹرنخ جلد گیارہ صفحہ ۲۵۰۔

۱۵۵

۱۸۲۷ء کے ابتدا میں ناسازیٔ صحت کی بنا پر لارڈ لیورپول مشاغل عمومیہ سے دستکش ہونے پر مجبور ہوا کیننگ وزیر اعظم ہو گیا اور وزارت خارجہ کا قلمدان لارڈ ڈڈلے کو تفویض کیا گیا کیننگ کے ہمعصر ایک عرصے سے مسئلۂ مشرقیہ کے متعلق اس سے بدظن چلے آتے تھے۔ اپریل میں ولنگٹن نے جو سینٹ پیٹرس برگ کے مضبطہ کو عہدنامے کی حیثیت دینے کا مخالف تھا، اور جو ٹرکی پر جبر و تشدد روا رکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا اور جو گورنمنٹ کے متعلق یہ شبہ کرتا تھا کہ اسکا ارادہ لارڈ لیورپول کی روایات سے، علی الخصوص کیتھولک آزادی کے معاملے میں انحراف کرنے کا ہے، کابینہ میں بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کھلم کھلا روس کی پالیسی کا مخالف بن گیا[۱]

**صلحنامۂ لندن ۶ جولائی ۱۸۲۷ء**

ولنگٹن نے مضبطہ کے قدرتی نتائج کی جو کچھ تردید کی اسکا اثر اسوقت تک نہ ہوا جب تک کہ کیننگ خود اس دنیا سے گزر نہ گیا۔ اور اب موجودہ حالت میں ٹوری کابینہ مشرقی پالیسی پر جس طور سے عمل در آمد کر رہی تھی وہ خود ٹوری روایات کے منافی تھا۔ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو مضبطہ سینٹ پیٹرس برگ کو صلحنامۂ لندن میں تبدیل کر دیا گیا لیکن آسٹریا اور پروشیا نے فوج کشی کی دھمکی کے خلاف، بطور اظہار ناراضی، اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دستاویز کی رو سے اُن تین حکومتوں نے، جنہوں نے اپنے دستخط ثبت کیئے تھے، اس غرض کو اپنے سر لیا کہ سلطان کے زیر اقتدار یونان کو خود مختاری تفویض کر دی جائے لیکن باب عالی سے جو دوستانہ تعلقات تھے وہ برابر قائم رکھے جائیں۔ مگر خفیہ طور پر اس میں یہ شرط بھی درج کر دی گئی تھی کہ اگر عثمانی حکومت نے اس ثالثانہ مداخلت کو نامنظور کیا تو پھر قنصلوں کے ذریعے سے "تجارتی تعلقات" یونان کے ساتھ قائم کر دیئے جائیں گے اور فریقین سے التوائے جنگ کی تحریک کی جائے اور اسے عمل پذیر

---

[۱] مراسلات ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۶۲۹ وغیرہ

بنانے کے لیئے وہ تمام ذرائع بر سر کار لائے جا سکتے ہیں جو عالی مرتبت فریقین کی عقل سلیم کے نزدیک معقول نظر آئیں۔ تمام حکومتوں کے امیر البحروں کے پاس جو مشرقی بحیرۂ روم میں متعین تھے، ہدایات بھیجی گئیں اور ان کو بہت سے معاملات میں، قدرۃً، اپنی عقل سلیم کی رو سے عمل پیرا ہونے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ عام طور پر یہ بات بتادی گئی تھی کہ ابراہیم سے شرائط تسلیم کرا لینا جلد سے جلد اور آسانی سے اسی وقت ممکن ہوگا جب اُن ہدایات اور دستور العمل کے مطابق جو پہلے سے طے ہو چکے ہیں، ابراہیم، موریا میں اس طور پر محصور کر لیا جائے کہ وہ موریا سے نکل بھی نہ سکے اور صلح جویانہ انداز بھی ہاتھ سے نہ دیئے جائیں ۱۶ اگسٹ کو تین حکومتوں کے سفیروں نے بابعالی کی خدمت میں متحدہ عرضداشت اس مضمون کی پیش کی کہ بابعالی، یونان سے عارضی طور پر لیکن فوراً جنگ ملتوی کردے ساتھ ہی ساتھ یہ دھمکی بھی دیدی کہ اگر یہ شرط قبول نہ کی گئی تو پھر اس پر عمل درآمد کرانے کے لیئے ہر قسم کی ضروری تدابیر عمل میں لائی جائیں گی[ا] دول یورپ کے اس محکم اور معاندانہ رویے کو دیکھکر بابعالی کے پائے ثبات کو لغزش ہوئی اور میٹرنخ نے آخری مرتبہ ایک زور لگایا کہ اسکی حکمت عملیوں کی انحطاط پذیر عمارت کسی طرح سے قائم رہ جائے اب اس قسم کی توقع کی جاتی تھی کہ شاید اسکا مقصد حاصل ہو جائے۔ ۸ اگسٹ کو کیننگ کی وفات سے

کیننگ کی وفات
اگسٹ ۱۸۲۷ء

اسکا سب سے زیادہ خطرناک حریف[ا] جسے قدرت نے ایک نافرجام شہاب ثاقب کی طرح انگلستان اور یورپ پر مسلط کر دیا تھا،، اُٹھ گیا، شاہنشاہ نکولس اپنے افسوس اور پشیمانی کو پردۂ خفا میں نہ رکھ سکا اور اس نے کہا کہ مشرق میں روس کی مصالح ملکی جنکے اصول قدامت پرستی سے اسے اب بھی انتہائی ہمدردی تھی کچھ اس درجے شدید اور ناگزیر ثابت ہوئے کہ وہ صلحنامہ لندن پر دراتخالیکہ

۱۵۶

[ا] ہرٹسلٹ جلد یکم صفحہ ۷۶۹۔

اسکے دوسرے تاجدار بھائیوں نے دستخط نہیں کیئے تھے ، دستخط کرنے پر مجبور ہوگیا رہا یونانیوں کا سوال اسکے متعلق اس نے اپنی انتہائی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اُن کو ایسی رعایا سمجھتا تھا جو اپنے حق بجانب بادشاہ کے خلاف علی الاعلان بغاوت پر آمادہ تھے اور اسی وجہ سے وہ انھیں قابل نفرت واکراہ سمجھتا تھا[ا] ان حالات کے ماتحت ، میٹرنخ نے خیال کیا کہ آسٹریا کے اس نقطۂ نگاہ سے کہ معاملات اب بھی روبہ اصلاح ہوسکتے ہیں اگر بابعالی کو صرف یہ ترغیب دی جاسکے کہ وہ آسٹریا کے نیک خدمات کو حاصل کرنے کی درخواست کرے ، اور ساتھ ہی ساتھ ، مداخلت کرنے والی حکومتوں پر یہ بات بھی ظاہر کردے کہ بابعالی کو جو کچھ شکایت ہے وہ انکے طریقۂ کار سے ہے نہ کہ اُس اصول سے جس پر وہ کاربند ہیں[۲] ۲۰ اکتوبر کو ایک خط قسطنطنیہ میں موصول ہوا جس میں آسٹروی تحریکیں درج تھیں لیکن اس تمام تگ و دو میں کامیابی کی جو کچھ توقعات ہوسکتی تھیں وہ سب جہاں کی تہاں رہ گئیں کیونکہ یہ مراسلہ خود بہت دیر سے پہنچا ۔ ۲۰ اکتوبر کے سہ پہر کو خلیج نوارینو میں یونانیوں کی قسمت کا فیصلہ ہوچکا تھا ۔

صلحنامۂ لندن کی خبر ۱۱ اگست کو فرانسیسی اور انگریزی امیر البحروں کو دی گئی ۔ ان کو اس بات کا اختیار تفویض کردیا گیا تھا کہ وہ محاربین کو صلح و آشتی کے ساتھ ورنہ بزور شمشیر ایک دوسرے سے جدا کردیں امیر البحر کاڈرنگٹن فوراً نوپلیا کے لیئے روانہ ہوگیا جہاں یونانی گورنمنٹ نے التوائے جنگ کی شرط فوراً قبول کرلی ۔ لیکن ترکوں نے اسے نہایت حقارت کے ساتھ مسترد کردیا ۔ جزائر ہیڈرا و اسپیزا کے قلعوں کو زیر کرنے کے لیئے ایک بحری مہم روانہ کی گئی اور اسی دوران میں ایک عظیم الشان (۱۵۷)

جنگ نوارینو ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء | بیڑہ جو ۹۲ جہازوں پر مشتمل تھا اسکندریہ سے

---

[ا] میٹرنخ باب چہارم صفحہ ۴۸۹ ۔

[۲] ہارٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۴۰۲ ۔ پروکش ضمیمہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲ ۔

روانہ ہوا اور قبل اسکے کہ کاڈرنگٹن اسے درمیان ہی میں روک سکے وہ ۷ ستمبر کو خلیج نوارینو میں عثمانی بیڑے سے جا ملا۔ پانچ دن کے بعد کاڈرنگٹن آیا اور ترکی امیرالبحر کو اس بات کی ہدایت بھیجی کہ اگر وہ خلیج سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو اسکا جبریہ تدارک کیا جائے گا فرانسیسی افواج کے ساتھ امیرالبحر ڈی گنی صلحنامے کے شرائط ابراہیم کے پاس بھیجے گئے جس نے خلیج سے باہر نکلنے کا اسوقت تک کے لیئے وعدہ کر لیا جب تک کہ سلطان کے یہاں سے اسکے متعلق احکام نہ آ جائیں۔ اب دونوں امیرالبحر واپس ہو گئے صرف دو ایک جنگی جہاز ترکوں کی نقل و حرکت دیکھنے بھالنے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اس دوران میں چونکہ یونانیوں نے التوائے جنگ کی شرط قبول کر لی تھی اس لیئے وہ ہر قسم کی جنگجویانہ تگ و دو کے لیئے آزاد تھے۔ ۲۳ ستمبر کو کپتان ہسٹنگز کی سرکردگی میں یونانی چھوٹے چھوٹے جہازوں کے ایک مختصر بیڑے نے سالونا سے فاصلے پر ایک ترکی بحری پلٹن کو بالکل برباد کر دیا ابراہیم نے اس حرکت کو عہد شکنی پر محمول کیا اور اس خونریزی کا انتقام لینے کے لیئے خلیج نوارینو سے باہر نکلا۔ محافظ جنگی جہازوں نے فوراً اسکی خبر کاڈرنگٹن کو پہنچائی اور اس نے راستے ہی میں ترکی بیڑے کو روکا اور اسے واپس کر دیا۔ نوارینو پہنچنے پر ابراہیم کو ہدایات موصول ہوئیں جن میں حکومتوں کی مطلق پروا نہ کرنے کے احکامات صادر کیئے گئے تھے۔ اور یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ جہاں تھا وہیں قائم رہے۔ جلتے ہوئے گاؤں اور قریوں سے دھوئیں کا ایک ستون اٹھا اور امیرالبحروں کو فوراً معلوم ہو گیا کہ ابراہیم کے "مطلق نہ پروا کرنے کے" کیا معنی تھے۔

اب ہر سہ حکومتوں کے بیڑے جمع ہوئے اور فوراً کی فوراً ایک حربی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس میں یہ طے کیا گیا کہ ابراہیم کے پاس ایک دوسرا اعلان جنگ بھیجا جائے اور جدید ضمانت طلب کی جائے عثمانی اور مصری بیڑوں کی واپسی، اور خشکی پر جدال و قتال کے اختتام اور موریا سے تخلیئے پر زور دیا جائے اس مراسلے کا جواب ایسا تھا جس سے

وقع الوقتی مترشح ہوتی تھی اور کاڈرنگٹن جو صدر امیر البحر تھا مظاہرہ کرنے کی غرض سے خلیج نوارینو میں داخل ہوا جنگ کا ارادہ نہ تھا لیکن ہر قسم کی احتیاط ملحوظ رکھی گئی تھی کہ اگر یہ ناگزیر ہوئی تو پھر سب چیزیں کیل کانٹے سے درست رہیں۔ ۲۰ اکتوبر کی صبح کو حلیفوں کا بیڑا بغیر ترکی بیڑے کی کسی قسم کی مزاحمت کے خلیج میں داخل ہوا، اور مسلمانوں کے ٹھیک سامنے ایک مقام پر جم گیا۔ ترکوں نے اپنے اُن جہازوں کے ہٹانے سے انکار کیا جن سے گولے برسائے جاتے تھے اور جو اس طور پر کھڑے تھے کہ اتحادیوں کے بیڑے کی قطار خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ اس پر کچھ تنازع ہوئے۔ اور گولیاں بھی چل گئیں اور معاً جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ (۵۸) شام ہوتے ہوتے ابراہیم کا کل جنگی بیڑا تباہ ہو گیا۔[۱]

**دول یورپ پر جنگ نوارینو کا اثر**

جنگ نوارینو کا بڑا زبردست اثر پڑا۔ ابراہیم باوجود اسکے کہ اسکا تمام بیڑا تباہ ہو چکا تھا نہایت جسارت کے ساتھ قائم رہا لیکن جیسا مٹیرنخ کا مقولہ تھا "۲۰ اکتوبر کے واقعہ سے یورپ کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوتا تھا" روس نے اس بات کی تحریک پیش کردی تھی کہ چونکہ بابعالی نے دول یورپ کی ثالثانہ مداخلت کو نامنظور کر دیا تھا اس لیئے اس کے خلاف سخت کارروائی عمل میں آنی چاہیئے۔ اس نے اس بات کی بھی دھمکی دیدی تھی کہ اگر دوسری حکومتیں اسکے نقش قدم پر نہ چلیں گی تو پھر وہ اس پر تن تنہا حسب دفعہ ۲ منضبطہ مرتبہ ۴ اپریل عمل پذیر ہوگا لیکن کیننگ کی وفات سے برطانوی کشتی کا زبردست ناخدا اٹھ چکا تھا۔ جدید وزیر اعظم گوڈرچ تو سیاسی کمزوریوں اور ڈڈلے وزیر خارجہ سیاسی ڈرپوکیوں کے مجسمے تھے۔ یہ دونوں

سلہ اُن امور کے لیئے جو لڑائی کے قبل پیش آئے ملاحظہ ہو روزنامچہ سر اے کاڈرنگٹن جلد دوم ضمیمہ صفحہ ۵۸۵۔ ابراہیم کے بیانات کے لیئے ملاحظہ ہو مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۱۴۱۔

صلحنامہ مرتبہ ۶ جولائی کو جو کیننگ کی زبردست قوت عمل کا نتیجہ تھا،
بالکل ناپسند کرتے تھے اور جسوقت روس کی تحریکیں اُن کے سامنے
پیش ہوئی ہیں تو انھوں نے سواحل یونان کا معقول طور پر محاصرہ کر لینے
یا ناکہ بندی کی مصلحت اور مآل اندیشی پر غور کرنے تک کی زحمت گوارا نہ کی۔
اور اس رویئے میں انکا حامی فرانس تھا! اس خبر کی شہرت سے کہ ہدایات
کا انتظار کیئے بغیر کاڈرنگٹن نے ایک ہی وار میں عثمانی بحری قوت کا شیرازہ
بکھیر دیا برطانوی کابینہ وزارت میں سراسیمگی پھیل گئی - پھر روس کا کچھ
ایسا رویہ تھا کہ اس بدحواسی کو تسکین کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوسکتی تھی۔
نکولس نے جو اس فتحیابی کو ہر سہ حکومتوں کے اتحاد و اتفاق کا ثبوت خیال
کرتا تھا، یہ تحریک پیش کی کہ ابھی اس وار کو یہیں ختم نہ کیا جائے بلکہ ساتھ ہی ساتھ
ریاستہائے ڈینیوب میں فوج اتار دینی چاہیئے - مزید براں، یہ صلاح بھی دی کہ
بحری حکومتوں کو درۂ دانیال میں بجبر داخل ہو کر سلطان کو اس بات پر
مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ صلحنامۂ لندن کے شرائط کو تسلیم کر لیں لیکن انگریزی کابینہ
کو اتنی سکت کہاں تھی کہ وہ کسی شدید اور زبردست رویئے پر عمل پیرا ہوسکتی۔
گو اس مہم کے متعلق جو سرکاری بیانات موصول ہوئے تھے اُنکا مطالعہ
کر کے ولنگٹن نے کاڈرنگٹن کی کارروائیوں سے اپنا اطمینان ظاہر کیا
اور گو کابینہ نے بھی فیصلہ صادر کیا کہ جولائی کے صلحنامے کے مطابق تمام کارروائیاں
ہونی چاہیئیں لیکن وہ اس بات کا یقین نہیں کرتے تھے کہ انگلستان
اور ٹرکی میں جو روائتی دوستانہ تعلقات چلے آتے تھے وہ بُرے طور پر
کشیدہ ہو چکے ہیں[1] بادشاہ نے جنگ نوارینو کا تذکرہ کرتے ہوئے
اپنی تقریر میں کہا کہ یہ ایک "ناخوشگوار واقعہ" تھا اور توقع کی جاتی تھی کہ ابتک
انگلستان اور سلطان ٹرکی میں جو پسندیدہ اور خوشگوار تعلقات چلے آتے

(۱۵۹)

[1] موازنہ ہو مقالات. ڈڈ بے بر لیون در ٹائمس جلد گیارہ صفحہ ۲۶۶ - یادداشت ڈڈ بے
پروکش ضمیمہ جلد نو - ۳ - کاغذات پیل جلد دوم صفحہ ۳۵ -

تھے ان میں کوئی فرق نہ آنے پائے گا۔ اگر یہ توقعات واقعی مخلصانہ تھیں تو وہ بہت جلد مٹ بھی گئیں۔ حلفا کی کسی قدر پست ہمتانہ عذر و معذرت کے جواب میں بابعالی نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ "نفرت انگیز ظلم" ایک ایسے فریق پر، صلح کے زمانے میں روا رکھا گیا جس سے رابطہ اور اتحاد قائم ہو چکا تھا۔ بابعالی نے اسکی پاداش میں ہرجانہ طلب کیا۔ اور کہا کہ حکومتوں کو اسکی معافی مانگنی چاہیئے لیکن یہ باتیں گورنمنٹ برطانیہ تک نے اس بنا پر نامنظور کردیں کہ خود ترکوں کا رویہ جابرانہ تھا کیونکہ انھوں نے ایام صلح میں اس بیڑے پر حملہ کیا تھا جو بندرگاہ میں داخل ہو رہا تھا درانحالیکہ خود بندرگاہ سے اسکے دوستانہ تعلقات تھے۔ اسکے بعد کچھ اور بے سود گفت و شنید ہوتی رہی۔ لیکن بابعالی سے جو تعلقات منقطع ہو چکے تھے وہ اب ناقابل تلافی تھے۔ اور ہرسہ سلطنتوں کے سفرا نے قسطنطنیہ کو خیرباد کہا۔

**سلطان جہاد کا اعلان کرتا ہے ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء**

اس دوران میں سلطان محمود کا جوش غضب بہ مشکل فرو ہو سکا تھا اور جونہی تمام سفرا واپس گئے غیظ و غضب کا سیلاب امنڈ آیا۔ ۲۰ دسمبر کو ایک "خط شریف" شائع کیا گیا جسمیں عیسائی حکومتوں کی بے ایمانی اور بے رحمی کا تذکرہ کیا گیا تھا اور بے دینوں کے خلاف، مسلمانوں کو جہاد کرنے کی عام دعوت دی گئی تھی روس خصوصیت کے ساتھ ہدف لعنت بنایا گیا تھا، (۱۶۰) اور صلحنامۂ عسکریان جو ابھی حال ہی میں مکمل ہوا تھا کالعدم کردیا گیا۔[۱]

**سلطان، روس کے ساتھ جملہ صلحنامے مسترد اور جہاد کا اعلان کرتا ہے**

جس بہانے اور موقع کا عرصے سے انتظار تھا وہ آخر آہی گیا۔ جب خود ترکی نے اپنے وہ تمام تعلقات منقطع کرلیئے، جو صلحنامہ جات کی رو سے فریقین پر عائد ہوتے تھے تو پھر حکومتوں کے لیئے یہ بالکل ناممکن ہوگیا کہ وہ روس کے علحدہ اعلان جنگ کرنے پر کسی قسم کا

---

[۱] پروکش کے مضامین خصوصی ضمیمۂ ششم صفحہ ۴۴۔

اعتراض کریں فرانس اور انگلستان کے شکوک رفع کرنے کی غرض سے زار نے یہ اعلان کیا کہ ریاستہائے ڈینیوب پر قبضہ کرنے سے اس کی غرض تسخیر ممالک نہ تھی بلکہ وہ محض صلحنامۂ لندن کی شرائط کو پورا کر رہا تھا اس نے ۱۲ دسمبر ۱۸۲۷ء کو اس مضبطہ پر دستخط بھی ثبت کر دئیے جسکی رو سے تمام حکومتیں اس بات پر متفق ہو گئیں کہ اگر لڑائی چھڑی تو ان میں سے کوئی حکومت کسی ایسی ذاتی منفعت سے بہرہ اندوز نہ ہو گی جو اسکی "تجارت یا ملک گیری کی" معین ہو۔[۱] یہ اعلان برطانوی کابینہ کے تردد وفکر کا ازالہ نہ کر سکا اور یوں اور بھی نہیں کہ ۲۶ دسمبر کو کاؤنٹ نیسلروڈ کے اعلان سے ظاہر ہوا کہ اگر اتحادیوں نے زار کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ "وہ اپنی مخصوص شکایات کو مقصد عمومی میں ضم کر دے" تو پھر وہ تنہا "اپنے ہی فوائد اور مخصوص ضروریات کو مدنظر رکھ کر" کارروائی کرے گا۔[۲]

**ولنگٹن کی کابینۂ وزارت جنوری ۱۸۲۸ء**

جنوری ۱۸۲۸ء میں ولنگٹن، گڈرچ کا جانشین ہوا۔ اور کابینہ میں کثیر تعداد ایسے ارکین کے لیئے جو کیننگ کی پالیسی کو قائم رکھنے کے یوں مخالف تھے کہ اس کے نفاذ سے انگلستان کے اغراض و مقاصد کو مشرق میں نقصان پہنچ رہا تھا کیونکہ اس حالت میں ٹرکی کو خود مختار اور طاقت ور رکھنا لازم آتا تھا۔ فرانسیسی گورنمنٹ ولنگٹن کو بے سود اس امر کی ترغیب دے رہی تھی کہ وہ ۶ جولائی کے صلحنامے پر "عمل درآمد کرتے ہوئے" روس کو تنہا کارروائی کرنے سے روکے۔ ڈیوک نے جواب دیا کہ اگر آیندہ ٹرکی کے ساتھ کچھ اور زیادتی کی گئی تو پھر محکوم قوموں میں بغاوت پھیل جائے گی اور سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ وہ صلحنامۂ لندن پر ہر طرح سے قائم رہے گا لیکن وہ اسکے شرائط کو صلح و آشتی سے

[۱] مارٹنس جلد ۹ صفحہ ۳۸۱۔
[۲] مراسلات ولنگٹن جلد ۴ صفحہ ۲۰۳۔

عمل پذیر بنائے گا۔ اس لیئے ۶ ہر جنوری کو جب روسی مراسلے سے یہ بات
ظاہر ہوئی کہ خواہ انگلستان راضی ہو یا نہ ہو زار مارچ آئندہ میں (۱۶۱)
ڈینیوب کی ریاستوں پر قبضہ کرے گا اسوقت برطانوی کابینہ نے ایک
ایسے رویئے کے خلاف نہایت سختی سے صدائے مخالفت بلند کی جس سے
ٹرکی کا خاتمہ ہوا جاتا تھا اور جنگ یورپ کا اندیشہ تھا[۱]
مارچ کے وسط میں یہ آفت ناگہانی بس نازل ہی ہونے والی تھی۔
کانفرنس منعقدۂ لندن شکست ہو چکی تھی اور جہاں تک ظاہر ہوتا تھا
کیننگ کی پالیسی بھی تباہ ہو چکی تھی۔ لیکن تمام حکومتوں کے دل سے
لگی تھی کہ کسی طرح وہ جنگ رونما نہ ہو جائے جسکے سدباب کے لیئے
وہ سالہا سال سے سعی بلیغ کرتی آرہی تھیں۔ روس کو خود یہ پڑی تھی کہ
کہیں ایک ایسا ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو کہ وہ خود تنہا رہ جائے اور اس کے
مقابلے میں تمام یورپ صف بستہ ہو جائے، کیونکہ بقول پروکش اوسٹن
مسئلہ مشرقیہ، جہاں تک ٹرکی کا سوال تھا ایک ایسا مسئلہ تھا جو
روس اور بقیہ یورپ کے مابین طے ہونے والا تھا اور پھر خود زار
کی مجالس شوریٰ میں، اس روایتی رویئے پر جو باب عالی کی طرف پیٹر اعظم
اور کیتھرین کا تھا لوگ نکتہ چینی کرنے لگے تھے۔ سلطنت عثمانیہ کے اوراق کا

**مسئلہ مشرقیہ کے طرف روس کا معتدل رویہ ۱۸۲۷ء**

بکھرنا خطرے سے خالی نہ تھا اور شاید انجام کار
اسکا سودمند ہونا بھی مشکوک ہی تھا۔ اس میں
خود روس کا فائدہ تھا کہ اسکی جنوبی سرحد پر
ایک کمزور سلطنت قائم تھی اور فی الحقیقت جس چیز کی اُسے ضرورت تھی
وہ محض یہ تھی کہ وہ اپنے تجارتی اغراض کے لیئے بحر اسود کے دروازے کو
کھلا رکھے۔ ایسا ہو جانے پر، اسکی سیاسی حکمت عملی یہ ہونی چاہیئے تھی کہ وہ
دوسری حکومتوں کے ساتھ ملکر ٹرکی کی بقا و قیام کو مدنظر رکھتا اور اسطرح سے

---

[۱] مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۲۸۰۔ اور یادداشت ولنگٹن صفحہ ۳۱۰۔

ان حکومتوں کی تالیف قلوب کرتا رہتا اور اسی دوران میں قسطنطنیہ میں انتہائی اقتدار حاصل کرنے کی سعی بلیغ بھی کرتا رہتا یہی ایک صورت کسی من سمجھوتے کی ہوسکتی تھی۔ ۱۴ فروری کے مراسلے میں نیسلروڈ نے دول یورپ کو مطلع کیا کہ جنگ ناگزیر تھی۔ بابعالی کا اُن صلحناموں کو مسترد کردینا جو ابھی ابھی مکمل ہوئے تھے، درۂ دانیال کا بند کردینا جسکی وجہ سے روس کی تمام تجارت خاک میں مل گئی تھی، فارس میں عثمانی حکومت کی ریشہ دوانیاں اور جہاد کا اعلان کرنا ایسے اسباب تھے جنھوں نے زار کے لیئے اور کوئی راستہ کھلا نہیں رکھا تھا۔ لیکن جہاں روس نے اس جنگ کو اپنے حق بجانب مطالبات کے لیئے شروع کیا تھا، وہاں اس نے دول یورپ کو اس بات پر بھی تیار کیا کہ وہ اسکے اس ارادے سے فائدہ اٹھائیں کہ روس یہ سب کچھ صلحنامۂ لندن کو عمل پذیر بنانے کے لیئے کر رہا تھا اور جو ہر حال میں روس کے مطالبات کی بنیاد متصور ہوگی[1] اس نے اپنے حلیفوں کے شک و اندیشے کو دور کرنے کے لیئے یہ وعدہ کیا کہ وہ بحر روم میں لڑائی کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہونے دے گا (۱۶۲)

روس بحر روم کی غیر جانبداری کا اعلان کرتا ہے

اور اسکی غیر جانبداری کا اعلان بھی کردیا۔ یہ ایک دانشمندانہ روش تھی۔ ولنگٹن اس بات سے انکار نہیں کرسکتا تھا کہ روس کو برسرپیکار ہونے کا حق حاصل تھا۔ اسے اس بات سے البتہ انکار تھا کہ اسکی (روس کی) بالکل انفرادی کارروائیوں میں اتحادیوں کی شرکت نہ کرنے سے وہ صلحنامے سے قطع تعلق کرنے میں حق بجانب تھا یا مسئلۂ مشرقیہ کو "ا اپنے فوائد اور مخصوص ضروریات کو مد نظر رکھ کر" طے کرسکتا تھا[2] چنانچہ جب تک وہ صلحنامے سے وابستہ رہے گا وہ ٹرکی پر حملہ کرسکتا تھا اور اسے حلیفوں کی

[1] مراسلات نیسلروڈ (مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۲۸۰)۔
[2] (۲) " " " " جلد ۴ " ۲۸۰

عملی مخالفت کا بالکل اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے لیکن بقول لارڈ ابروٹن یہ صلحنامہ خود اپنے اغراض و مقاصد کو تباہ کرنے کا آلہ تھا۔ اب یہاں پر یہ سوال نہیں پیش تھا کہ روس، انگلستان کے دوش بدوش کارفرما ہو اور فرانس، یونان کو ایک قسم کی مشروط آزادی تفویض کردے بلکہ اب انگلستان اور فرانس کا متحدہ طور پر روس کو ٹرکی سے گرم کارزار ہونے میں امداد پہنچانی تھی اور اسکے اُن اغراض کو پورا کرنا تھا جنکا سدباب کرنا ایک حد تک خود صلحنامے کے مقاصد میں سے تھا۔[۱] اب تک قسمت نے روس کی یاوری کی تھی اور اسکی آخری فتح اُس آنے والی جنگ کی کامیابی میں مضمر تھی جسکے لیئے وہ اپنے تیر و تفنگ کی آڑ پکڑنے والا تھا۔

**جنگ روم و روس کا آغاز مئی ۱۸۲۸ء**

۶ مئی ۱۸۲۸ء کو روسی افواج نے پروتھ کو پار کیا، جسکے متعلق تمام یورپ کی یہ رائے تھی کہ وہ قسطنطنیہ کے راستے میں "فوجی جلوس کی" پہلی منزل تھی لیکن ایک دفعہ پھر اس "مرد بیمار" نے حیات کے غیر متوقع آثار ظاہر کیئے اور ایک دفعہ پھر عثمانی کمانڈروں کی نااہلیت کا توازن عثمانی سپاہیوں کی جانبازیوں سے برابر ہوا، اور زار کا یہ ارادہ کہ کسی طرح جنگ سے جلد فراغت ہو جائے، کامیاب نہ ہوا، روسیوں کو دو نہایت سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں جسکے بعد اِدِرنہ میں جنرل دی بچ نے عثمانی حکومت کے سامنے پیش کرنے کے لیئے اپنے شرائط صلح نافذ کیئے۔ ۱۶۳

اسی دوران میں دوسری حکومتوں نے یہ دیکھکر کہ روس کو بعض غیر متوقع ہزیمتیں کھانی پڑیں، اس بات کی کوشش کرنی شروع کردی کہ قبل اسکے کہ جنگ انجام کو پہنچے یونان کا مسئلہ طے کرلیا جائے اور اس طرح زار کی متیقن کامیابی کی باڑھ کسی قدر کند ہو جائے کانفرنس ایک دفعہ اور لندن میں منعقد ہوئی۔ روس کے

---

[۱] مراسلات نیسلرود "مراسلات ولنگٹن" جلد چہارم صفحہ (۳۱۰)

اعلان جنگ کے مقابلے میں یہ جوابی تحریک پیش کی گئی کہ نہایت تندہی کے ساتھ مداخلت کر کے موریا خالی کرا لیا جائے۔[1] خود روس کو کسی ایسی تجویز سے اختلاف نہیں تھا جسکی وجہ سے اسکے دشمنوں کی توجہ منقسم ہو جاتی۔ انگلستان نے بھی اس شرط پر حامی بھر لی کہ اسے اپنے قدیم رفیق پر جبر و تشدد کرنے کے لیئے مجبور نہ کیا جائے۔ اسلیئے ۹ر جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو یہ طے پایا کہ فرانس ایک مہم موریا روانہ کردے۔[2] یہ ایک ایسا فرض تھا جسکو چارلس دہم کی گورنمنٹ نے بخوشی قبول کر لیا کیونکہ اسکے فوجی وقار پر یوماً فیوماً زوال آرہا تھا اور اس بدنامی کو روکنے کے لیئے اس قسم کی مہم کی ضرورت تھی۔

**فرانسیسی مہم موریا کو**

لیکن قبل اسکے کہ جنرل میزون کی سرکردگی میں فرانسیسی مہم موریا پہنچتی کاڈرنگٹن اس معاملے کو طے کر چکا تھا۔ اسکندریہ کے سامنے ایک ہی فوجی مظاہرے سے محمد علی کو ایک ایسے موقع سے علٰحدہ ہو جانے کا بہانہ مل گیا جو لحظہ بلحظہ خطرناک ہوتا جاتا تھا اور اس نے ۹ر اگست کو برطانوی امیر البحر کے سامنے ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے جسکی رو سے وہ قیدیوں کے تبادلے اور موریا کو فوراً خالی کر دینے پر تیار ہو گیا جب فرانسیسی افواج موڈون میں اتریں تو انھیں معلوم ہوا کہ انکا فرض منصبی صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ ملک میں اسوقت تک امن قائم رکھیں جب تک کہ حکومتیں اسکی قسمت کا فیصلہ نہ کر دیں۔

لیکن جوں جوں لڑائی کا زمانہ گزرتا گیا حلیفوں کے اندرونی مشوروں میں حکومتوں کے تعلقات اعتدال پذیر ہوتے گئے۔ روس کو یہ پڑی تھی کہ ترکوں کی شدید مخالفت پر غلبہ حاصل کرنے کے جتنے ذرائع ہیں ان میں سے

---

[1] مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۵۲۶ ۔ ولنگٹن کا خیال تھا کہ اگر یونان کا مسئلہ طے ہو جائے تو پھر روس خوشی کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہو جائے گا۔

[2] پروکش ضمیمہ ۴ ۔ صفحہ ۲۱ ۔

کسی ایک کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے، اس لیئے اس نے ۱۸۲۹ء کے موسم گرما میں اپنے اس رویئے کو بدلا جو بحیرۂ روم کے متعلق اس نے ابتک اختیار کر رکھا تھا۔ اس نے درۂ دانیال کی ناکہ بندی کر دینے کا اعلان کیا اس واقعے پر انگلستان میں اس بنا پر سخت شور و شغب کیا گیا کہ بد عہدی کے علاوہ یہ انگریزی تجارت کے لیئے بھی نہایت خطرناک تھا اور کچھ عرصے کے لیئے برطانیہ عظمیٰ اور روس کے سیاسی تعلقات نہایت کشیدہ ہو گئے۔ اسکا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ دربار وائنا اور برطانیہ عظمیٰ کے تعلقات از سر نو قائم ہو گئے۔ اب میٹرنخ کو اس بات کا کامل یقین ہو گیا تھا کہ یونان میں پرانی حکومت کا اب دور دورہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے اپنی پہلی تجویز کو پھر پیش کیا کہ ہیلاس کی ایک خود مختار ریاست قائم کر دی جائے اس کے متعلق اسکا یہ خیال تھا کہ بابعالی اور یورپ دونوں کو یہ انتظام بہ نسبت چھوٹی سی باجگزار ریاست قائم کرنے کے زیادہ پسند آئے گا کیونکہ اول الذکر کی وجہ سے ٹرکی کے اندرونی معاملات میں بیرونی حکومتوں کو ہمیشہ مداخلت کرنے کی ضرورت رہا کرے گی۔ ولنگٹن کو البتہ کسی ایسے رویئے کے اختیار کرنے میں تامل تھا جو انگلستان اور بابعالی کے دیرینہ رابطۂ اتحاد کو خطرے میں ڈالنے کا ذمہ دار ہو۔ وہ یونان کی نجات کے لیئے قدم اٹھاتا تھا لیکن بادلِ ناخواستہ اور یہ سب واقعات کے اس سیلاب واقعات حالیہ کا فیضان تھا جو اس کو بہائے لیئے جا رہا تھا۔



**مضبطہ مرتبہ ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء**

۱۶ نومبر ۱۸۲۸ء کو لندن کانفرنس میں جو مضبطہ مرتب ہوا تھا اسکی رو سے موریہ اور مضافات کے جزائر اور سائکلیڈس حکومتوں کی ضمانت میں رکھے گئے۔

اس معاہدے کے بعد ہی ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء کو ایک دوسرا مضبطہ مرتب کیا گیا جس نے سرحد کو آرٹا و ولو تک وسعت دیکر یونان متعلقۂ براعظم کے بڑے حصے کو ہیلاس میں شامل کر دیا۔ اول الذکر سے تمام ترک نکالے

جا چکے تھے اور یہ کارگزاری اس مہم کی تھی جو سر رچرڈ چرچ کی سرکردگی میں اکرنانیا ( Aoarnania ) بھیجی گئی تھی[1] اور یوبیہ ( Eoboea ) کا مشہور جزیرہ بھی اسی میں شامل کر دیا گیا۔ اس انتظام کی رو سے یونان اب ایک باجگزار لیکن خود مختار حکومت کی حیثیت رکھتا تھا اور اسکی عنان سلطنت ایسے موروثی شاہزادے کے ہاتھ میں دی گئی، جسکا انتخاب خود حکومتوں کے اختیار میں تھا[2]

اس ضبط پر بھی جو یونان کو کسی طرح سے مطمئن نہیں کر سکتا تھا صرف ابرڈین نے بادل ناخواستہ اپنے دستخط ثبت کیئے۔ اور وہ بھی ایسی حالت کے ماتحت، کہ اگر واقعات کا دباؤ نہ پڑتا تو، وہ بالکل بے سود ثابت ہوتا۔ لیکن ادھر تو حکومتیں تذبذب کی حالت میں تھیں اور ایک طوفان تکلم برپا کیئے ہوئے تھیں ادھر جزیرہ نمائے بلقان میں وہ جنگ جو عجائبات اور غرائبات پر مشتمل تھی، عجیب وغریب طریقے پر انجام کو پہنچی۔ اور ۱۴ ستمبر کو صلحنامہ ادرنہ پر دستخط ثبت ہوئے۔ یہ ایک دوسری منزل تھی جہاں روس کی فتوحات مشرق میں بڑھتے بڑھتے رک گئیں؛ ۱۶۵

**صلحنامہ ادرنہ ۱۴ ستمبر ۱۸۲۹ء**

ان ثمرات کو جنگ کے نشیب و فراز کے نتائج نہیں بلکہ روسی کمانڈر کی فطری صولت کا کرشمہ کہنا چاہیئے دی بچ نے صرف ۱۳ ہزار فوج لیکر کوہ بلقان کو عبور کیا تھا اور اپنے پیچھے ٹرکی کے وزیر اعظم اور سپہ سالار سقوطری کی غیر مغلوب فوجوں کو یہ محض اسکی فن جنگ کی بے حجابا حرب و ضرب تھی جو کامیابی کی معین ہوئی۔ گو مقابل فوج کی تعداد اسکے لشکر سے کہیں زیادہ تھی اور بیماری کی وجہ سے یہ تعداد

[1] میں نے اپنی کتاب یونان کی "جنگ آزادی" میں صفحہ ۳۰۸ پر اس معاملے کے متعلق چرچ نے جو کچھ نمایاں خدمات انجام دی ہیں اسکا بوجوہ احسن تذکرہ نہیں کیا ہے (اس کے لیئے مراسلات ولنگٹن جلد ۵ صفحہ ۷۵ دیکھنا چاہیئے)

[2] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۰۴ -

گھٹتی جاتی تھی۔ لیکن ترک اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ روس کے پورے لشکر کا یہ محض ہراول تھا۔ اور نہ محض حملے کے مغالطے میں تسخیر ہوگیا وہ بھی ایسا حملہ جو کبھی عمل میں نہ لایا جاتا۔ اب وی نیچ نے سلطان کے قدیم دارالخلافت پر حمل کر فاتحانہ جاہ وحشم کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف رخ کیا۔ اگر ترک صرف ایک ہی آدھ ہفتے تک اور اس مہم کو طوالت دیکتے تو پھر نتیجہ مختلف ہوتا کیونکہ روس کی مختصر فوج بیماری کی وجہ سے روز بروز کم ہوتی جاتی تھی۔ لیکن ترکی حکومت کو اسکی خبر نہ تھی اسکو یہ خطرہ تھا کہ اگر روسی افواج نے اور قدم بڑھائے تو دارالخلافت میں اضطراب اور بے اطمینانی کے عناصر ہنگامے کی صورت میں رونما ہوجائیں گے اور عثمانی حکومت کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیئے جو بصورت دیگر یقینی تھی ۲ مارچ ۱۸۷۸ء کو ترکی 'مختار کل' نے روس کے ساتھ عہدنامہ اور نہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔[1] زار نے حسب وعدہ یورپ میں اپنے ملک کو وسعت دینے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ لیکن ریاستہائے ڈینیوب کو عملاً خود مختار ریاستوں کی حیثیت تفویض کی گئی اور اس طور پر وہ غالباً پیشتر سے کہیں زیادہ حکومت روس کے اثر کو قبول کرنے کے لیئے تیار ہوگئیں۔ باسفورس اور درۂ دانیال میں روس کی جہازرانی کے حقوق جو صلحنامے کی رو سے حاصل ہوئے تھے ایک مرتبہ پھر مستقل طور پر تسلیم کر لیئے گئے اور یونان کا مسئلہ اس طور پر طے ہوا کہ صلحنامۂ مذکور میں اس مضبطہ کی دفعات شامل کر لی گئیں جس پر ۲۲ مارچ کو کانفرنس منعقدۂ لندن میں دستخط ہوئی تھی ۱۸۲۹ء۔[2]

**صلحنامہ اڈریانوپل کا اثر کانفرنس پر**

صلحنامۂ اڈریانوپل کی خبر اور خصوصاً اس امر نے کہ روس نے منضبطہ مارچ کو شامل کر کے مسئلۂ یونان کے سلجھانے کی فضیلت خود اختیار کر لی تھی۔ حکومتوں کو



---

[1] سب سے آخری اور نہایت صحیح بیان شیمن کی کتاب اڈرس بعہد نکولس (جلد ۲ ۱۹۰۸ء) ہے

[2] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۱۳ -

۱۶۶

بالکل سراسیمہ اور از خود رفتہ بنا دیا۔ ولنگٹن نے صاف صاف کہدیا کہ ترکی حکومت کا اب **یورپ** میں خاتمہ ہوچکا ہے اور جب یہ واقعہ ہے تو پھر اسکو بے سود سہارا دیتے رہنے کے متعلق گفت و شنید کرنا بے سود تھا۔ بہرحال اب جبکہ **روس** نے ریاستہائے ڈینوب پر قبضہ کر کے **ٹرکی** کو تقریباً **روس** کا ایک صوبہ بنا دیا تھا، تو پھر **انگلستان** کو سلطنت عثمانی کے قیام و بقا کی انتہائی اہمیت کو خاطر میں لانا بے کار تھا[۱] اس طور پر **ولنگٹن** میٹرنخ کی اس رائے کا مؤید بن گیا کہ **یونان**، **ٹرکی** سے اسی بنا پر روس سے آزاد کرا دیا جائے اور اسے ایک علحدہ ریاست کی حیثیت تفویض کر دی جائے۔ اور یہ ریاست احسان و تشکر کے اس سلسلے میں منسلک کر دی جائے جو اسے روس سے تھیں جس نے اسکے لیئے وہ شرائط قبول کر لیئے تھے جو **یونان** نے نہایت غصے اور نفرت سے مسترد کر دیئے تھے بلکہ ان **مغربی ریاستوں** سے وابستہ کرتا تھا جو بغیر کسی شرط کے، اسے آزادی اور خودمختاری کی نعمت عطا کر رہی تھیں۔ ۳ فروری ۱۸۳۰ء کو **لندن** میں ایک جدید مضبط مرتب ہوا جس میں برطانوی حکومت کے افکار و آرا درج تھے اسکے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ **انگلستان** اب بھی اس جان بلب مرد بیمار کی صحت یابی سے مایوس نہ تھا اور وہ کوئی ایسی جدید طاقت معرض وجود میں نہیں لانا چاہتا تھا جو کسی ایسی بلند اور رفیع توقع کو خطرے میں ڈالدے جسکی ہمیشہ آرزو رہی، **یونان** کو ایک خودمختار ریاست کی حیثیت ضرور تفویض ہو نیوالی تھی اور اسکا حکمران شاہزادۂ **لیوپولڈ آف کوبرگ** ہوتا لیکن مضبطہ مرتبہ مارچ کی رو سے سرحد کو جس سیر چشمانہ طریقے پر وسعت دی گئی تھی اسے مختصر کرنا پڑا۔ اور مین ہیلنگ **یونان** کا جو لوگ خواب دیکھ رہے تھے انھیں اب محض ہلاس کے ایک مختصر حصے کی آزادی دیکھنی نصیب ہوئی[۲]

---

[۱] مراسلات ولنگٹن باب چہارم صفحہ ۲۲۸۔
[۲] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۴۱۔

اس طور پر معاملات کو طے کرنے کی صلاح دینے سے برطانوی حکومت کا یہ منشا تھا کہ یونان کی قسمت کو بابعالی کی جنبش ابرو سے وابستہ کر دیا جائے[1] کاؤنٹ کاپودستریاس[2] نے جو جنگ نوارینو کے بعد سے آج تک یونان کا غیر مسؤل فرماں روا بنا ہوا تھا ۳۰ فروری نے منضبطے کو تسلیم کرنے سے اسی طرح انکار کر دیا جس طرح اس نے ۲۲ مارچ کے منضبطے کو نامنظور کر دیا تھا پرنس لیوپولڈ نے بھی امیدواری سے اس لیئے استعفا دیدیا کہ اسکا خیال تھا کہ وہ شرائط مندرجۂ منضبطہ کی رو سے اپنی حالت ناقابل برداشت پائے گا۔ حکومتیں مزید رعایات کرنے کے لیئے تیار ہوئیں۔ بہت سے وجوہ سے یہ امر ناگزیر ہو گیا کہ فیصلہ قطعی اور قابل اطمینان ہو جائے۔ اس انقلاب نے جس نے کہ پیرس میں چارلس دہم کو تخت سے دور پھینکدیا ایسے ایسے ضروری سوالات اٹھائے جو اہمیت کے لحاظ سے ان مسائل سے کہیں زیادہ وقیع تھے جو مشرق میں رونما تھے اور ان جدید مسائل کے ہوتے ہوئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ بالکل کچھ نہ ہونے سے تو یہ بہتر تھا کہ یونان کا معاملہ کسی نہ کسی طرح سے طے کر دیا جائے۔ اس درمیان میں یونان بغاوت اور شورش کا محشرستان بنا ہوا تھا کیپوڈسٹریاس جس نے حکمرانی کرنے میں نہایت استقلال اور پامردی کا ثبوت دیا تھا۔ قتل کر دیا گیا تھا اور اب تمام ملک میں وہ جماعتیں قتل اور غارتگری کرتی پھرتی تھیں جو برسر اقتدار ہونے کے لیئے آپس میں دست و گریبان تھیں۔ اس بغاوت کو محض لندن کی "ہدایات" خود نہیں کر سکتی تھیں۔ اب ایک

**شاہی یونان ستمبر ۱۸۳۲ء**

مضبوط حکومت کا قیام ناگزیر ہو گیا نومبر سنہ ۱۸۳۰ء میں ولنگٹن کی ٹوری کابینہ کو اصلاح کا سیلاب بہا لے گیا اور اب یہ پامرسٹن تھا جس نے جدید وہگ کابینہ کی

---

[1] موازنہ ہو ابرڈین بہ ولنگٹن (مراسلات جلد ششم صفحہ ۱۷۵)

[2] اصلی نام اسکا کیپوڈی آسٹریا تھا اس نے اسکو کیپوڈسٹریا کر کے یونانی رنگ دیدیا تھا۔

طرف سے ۱۰/۲۰ ستمبر سنہ ۱۸۳۱ء کو ایک مفسطے پر دستخط کئے جسکی رو سے یونانیوں
کی سرحد ارٹا وولو تک پھیل گئی، اس انتظام کی اس نے اسوقت وکالت کی تھی کہ
جب وہ جماعت مخالفین میں تھا یونان کا تاج **شاہ لوئس آف بویریا** کے
چھوٹے نوجوان لڑکے **اوٹو** کو پیش کیا گیا جسکی عمر ۱۷ سال کی تھی اور جس نے
اسے قبول کر لیا۔ شاہ لوئس نے یہ شرط پیش کی کہ اسکا لڑکا بادشاہ کے لقب
سے ملقب ہوگا نہ کہ محض "حکمران شاہزادۂ یونان سے" دوسرے یہ کہ
حکومتوں کو ایک کافی رقم بطور قرض دینی ہوگی جس سے حکومت کے فرائض
انجام پاسکیں۔ ۷ مئی سنہ ۱۸۳۲ء کو یونانی بغاوت کے دس سال بعد آخری بار
وہ معاہدہ مکمل ہوا جسکی رو سے **یورپ** کے نظام ریاست میں ایک اور
نئی عیسائی ریاست کا اضافہ ہوا[1]۔ ۲۸ جنوری سنہ ۱۸۳۳ء کو یونان کا پہلا بادشاہ
اوٹو بویرین افسروں اور کرایے پر حاصل کئے ہوئے بویرین سپاہیوں کے
سایۂ عاطفت میں نوپلیا کے ساحل پر، اس ذمہ داری کو اپنے شانوں پر لئے
ہوئے اترا کہ اسے لٹیروں اور گلہ بانوں کی نسل کو مہذب اور متمدن
اقوام کے دوش بدوش کھڑا کرانا ہے!

[1] ہرشلمٹ جلد دوم صفحہ ۸۹۳۔

# باب ہشتم

## جولائی سنہ ۱۸۳۰ء کا انقلاب

مجالسِ یورپ پر جنگِ یونان کا اثر۔ جنگِ یونان "عہد نامجات" کو متزلزل نہ کرسکی۔ ملکی واقعات فرانس کا اُن پر اثر پڑتا ہے۔ "انقلابِ جولائی" ابتدا۔ لوئی ہیژدہم کی دوران حکومت میں استبداد کی ترقی۔ چارلس دہم کی تخت نشینی۔ طبقۂ متوسطین اور زمیندار شرفا میں کشاکش۔ ویلیل کا کنارہ کش ہونا۔ مارتی نیاک کی وزارت "معتدل"۔ اس پر دو انتہا پسند جماعتوں کا حملہ۔ بادشاہ "امن سمجھوتہ" پر نفرین کرتا ہے۔ پولی نیاک کی وزارت۔ جماعت آرلینس۔ ایوان اور بادشاہ میں ناچاقی۔ قواعد اور ضوابط۔ انقلابِ جولائی۔ اسکا اثر محالفے (بین السلاطین) پر ؎

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

وہ سیاسی نظام جسکا سنگ اساسی عہد نامجات ۱۸۱۴ و ۱۸۱۵ پر رکھا گیا تھا اور جسکا شیرازہ مسئلۂ مشرقیہ کی دیرینہ اور حریفانہ کشاکش سے بکھر چکا تھا، بلحاظ اصول اب بھی محفوظ اور مصئون تھا۔ وائنا میں جن انتظامات کا تکملہ ہوا تھا اور جو یورپ کی مختلف ریاستوں کے بین الاقوامی تعلقات کے سنگ بنیاد تھے، ان میں معاملات ٹرکی کا کہیں تذکرہ نہ تھا! اس طور پر یورپ کے مشرق میں جو انتظامات ملک کی حد بندیوں کے متعلق دوبارہ کیئے گئے تھے صلحنامجات میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ولنگٹن نے البتہ یہ تحریک پیش کی تھی اور اسکی تائید روس نے ایک لمحہ کے لیئے کی تھی کہ ایک مخصوص ایکٹ نافذ کرکے یونان کی جدید بادشاہت کو اس نظام ریاست میں شامل کردیا جائے جسکی ضامن خود محالفۂ عظیمہ ہے اور یہی نہیں بلکہ اس حلقۂ ضمانت کو وسیع کرکے ٹرکی کو بھی شامل کرلیا جائے۔ لیکن اسکا کوئی تکملہ حسب ضابطہ نہیں ہوا۔ یونان ان ریاستوں کے سایۂ عاطفت میں رہا

جنکی دستخط صلحنامۂ لندن پر ثبت ہو چکی تھی، اور دوسری طرف صلحنامۂ ادرنہ کے بعد روس سلطنت ٹرکی پر اپنی گرفت اور زیادہ مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ ۱۸۱۵ء کے صلحنامے کی شکست وریخت کا اندیشہ اور "اہل حمایت" کا قطعی طور پر درہم برہم ہو جانا مسئلۂ مشرقی کے باعث سے نہ تھا بلکہ فرانس کے اندرونی معاملات کی ایک نہایت نازک حالت پر پہنچ جانے سے تھا۔

**ویلیل فرانس کی وزارت**

اس انقلاب کی اصل اور ابتدا دریافت کرنے کے لیے جس نے خاندان بوربوں کے "سلسلۂ نسل اولاد اکبر" کو فرانس کے تاج و تخت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا یہ ناگزیر ہے کہ ہم اپنے سلسلۂ خیالات کو لوئی ہیژدہم کی فرمانروائی کے آخری سالوں تک لیجائیں جب وہ میلانات جو اسکے جانشینوں کے طریق عمل میں رونما ہوئے، فرانسیسی حکومت میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ ویلیل کا برسر اقتدار ہونا بجائے خود استبداد کی فتح و ظفر کا مرادف تھا اور محض یہی نہیں بلکہ "جماعت متوسطین" پر طبقۂ امرا کی چیرہ دستی اور سابق طرز حکومت کا انقلاب (فرانس) پر غلبہ پا لینا بھی ثابت ہوتا تھا۔ ویلیل گو بجائے خود "جماعت کلیسائی" کی پالیسی کے ساتھ وابستہ تھا لیکن وہ بحیثیت ایک مدبر سلطنت کے محض قبیلی گروہ کی فرقہ بندیوں اسکے منافقات اور مجنونانہ کشاکش سے کہیں ارفع و اعلےٰ تھا لیکن بادشاہ کے۔ جو فرط فریفتگی سے تقریباً اسکا حلقہ بگوش بنا ہوا تھا، حمایت اور استعانت سے محروم رہکر، وہ سیلاب استبداد کی تاب نہ لا سکا جسکے خطرات سے وہ واقف تھا لیکن جسکا انسداد اسکے بس کا نہ تھا۔ مہمات اسپین نے یہ ثابت کر کے کہ فوج پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اس جماعت کے دل بڑھا رکھے تھے جو کہ "شاہی حقوق منجانب اللہ" کی قائل تھی۔ استبدادیوں کے نقطۂ نظر سے سنہ ۱۸۲۰ء کے قوانین انتخاب نے ایوان کو بالکل پاک کر دیا تھا۔ سنہ ۱۸۲۴ء کے انتخابات جب عمل میں آئے تو اسوقت کثیر تعداد ان ارکین کی برسر اقتدار آئی جو حکومت کے موافقین میں سے تھے اور "قانون ہفت سالہ"

۱۶۹

( Septennial Act ) جو ابھی ابھی پاس ہوا تھا اسکی رو سے یہ حالت ایک مدت کے لیئے قائم ہو گئی تھی اور فرانس کی مجلس نمایندگان میں لبرلزم کا جُز ناگفتہ بہ اقلیت تک پہنچ گیا تھا۔ ایسی حالت میں لوئی ہیژدہم کی وفات اور جماعت غالیئین کے امام کا بہ حیثیت چارلس دہم اورنگ نشین ہونا بالکل بے تاثیر ہو کر رہا۔

**چارلس دہم کی اورنگ نشینی**
**۱۶ ستمبر ۱۸۲۴ء**

جدید بادشاہ کے اولین طرز عمل نے لبرل جماعت کے توقعات کو سرسبز کر دیا ورنہ کم سے کم انکی تاریک ترین اندیشہ ناکیوں کو تو ضرور فرو کر دیا۔ لیکن حکومت کے استبدانہ میلانات جلد ہی مشتعل ہو گئے قدیم "تارکان وطن" کو وہ معاوضہ عطا کیا گیا جسکے لیئے وہ مدتوں سے چیخ پکار کر رہے تھے کلیسا نے بھی اُس دیرینہ تفوق کا مطالبہ کیا اور اسکا زیادہ حصہ حاصل بھی کر لیا جسکو لوئی ہیژدہم کی عقلمندی اور فراست نے حد معینہ سے تجاوز نہیں کرنے دیا تھا اور جب کبھی اس حد سے تجاوز ہوا مخالفت کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ متوسطین کا متمول طبقہ جسکا ہر متنفس ہلو کی تھا، طبقۂ امرا کی تمکنت اور تبختر کا شاکی تو تھا ہی، اسے اس بات کی بھی شکایت تھی کہ خود انھیں کو زیر بار کر کے پانچ فیصدی کا اسٹاک کیوں تبدیل کیا گیا گو ملک کی مرفہ الحالی اسکے جواز میں پیش کیجا سکتی تھی۔ انتہا پسند پاپائی گروہ اور یسوعیوں کی روز افزوں ترقی اور یسوعیوں کی ریشہ دوانیوں سے قومیت پسند کلیسائی کچھ مضطرب اور غیر مطمئن نظر آتے تھے۔ چیمبر میں اب لبرلزم کو اپنے حوارین کی کمی نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اس ناقابل گزارے کی قدر رنیس کے خلاف جو گورنمنٹ کے رویئے کے مقابلے میں کھڑی کر دی گئی تھی، ایوان امرا سے صدائے مخالفت بلند ہوئی۔

**فرانس میں استبداد اور اضطراب کا دور دورہ**
**۲۹-۱۸۲۴ء**

وزرا نے جب یہ دیکھا کہ تالیف قلوب سے کام نکلتا نظر نہیں آتا تو جبر و استبداد پر اتر آئے۔ صحافت کی طاقت اور قدرت کو مختصر اور محدود کرنا چاہا اور اُن عمّال کو، جن سے مخالفت ظہور پذیر ہوئی معزول کر دیا۔

۱۷۰

مدرسۂ تعلیم المعلمین کو شورش کا مرکز قرار دیکر بند کر دیا اور تہدید کے طور پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ مقدمات کا انفصال بغیر جوری کے ہوا کرے گا۔ پیرس پر سخت ہیجان طاری ہوا۔ شاہی خاندان کی شاہزادیوں کو اس بات کی شکایت تھی کہ شاہراہوں اور گزرگاہوں پر انکی اہانت کی جاتی تھی اور ۲۹ اپریل ۱۸۲۷ء کو جب بادشاہ نے نیشنل گارڈ محافظان ملی کا معائنہ کیا جبکہ اسوقت اُس نے صف میں سے یہ نعرہ بلند ہوتے سنا "وزرا غارت ہوجائیں"، اُس نے اسکا جواب دوسرے روز یہ دیا کہ وزرا کی اصلاح سے شہریوں کی اس فوج کو فوجی خدمات سے سبکدوش کر دیا۔

اِن چند در چند مخالفتوں کے مقابلے میں ویلیل نے اپنا آخری وار سر کیا۔ ۱۸۲۷ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا جسکی روسے اخبارات پر ایک دفعہ پھر احتساب قائم کر دیا گیا۔ ۷۶ جدید امرا کی جگہ معرض وجود میں لائے جانے کے باعث سے "ایوان بالا" میں لبرل جماعت کی مخالفت پر اوس پڑ گئی۔ توقع یہ کیجاتی تھی کہ چیمبر کے منتشر ہونے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ گورنمنٹ کی حمایت میں ارکین کی تعداد بڑھ جائے گی لیکن ۱۸۲۷ء کا انتخاب نامسعود اور نافرجام علامات سے خالی نہ تھا۔ پیرس کی گلیوں میں ایک جم غفیر ہنگامہ کرنے کے لیئے جمع ہو رہا تھا اور جب سواروں نے انھیں منتشر کرنے کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے بڑی بڑی گاڑیوں اور پاڑ کی آڑ پکڑی اور اس طور پر گویا پیرس کے عمومیت پسندوں نے جنگی دربار کی تضحیک کیا کرتے تھے گویا محض حسن اتفاق سے "پشتہ اور مورچہ" باندھنے کا فن سیکھ لیا جو ( Fronde ) فرونڈ کے زمانے سے اسوقت تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

**مارتی نیاک کی وزارت ۱۸۲۹ء**

جب جدید ایوان مجتمع ہوئے اسوقت معلوم ہوا کہ کثیر تعداد ایسے ارکین کی منتخب ہو کر آگئی ہے جو وزارت کے خلاف ہے۔ ویلیل نے استعفا داخل کر دیا اور اسکا جانشین مارتی نیاک ( Martignac ) ہوا جس نے

۱۷۱

اس بات کی کوشش شروع کردی کہ ڈیکاز کی صلح جویانہ پالیسی کو از سرنو زندہ کیا جائے چارلس بادل ناخواستہ اس بات پر تیار ہوا کہ صلح جویانہ طرز حکومت کی آزمائش کی جائے ۔ ۱۸۲۹ء کے اجلاس کا افتتاح کرتے وقت اس نے تخت شاہی سے جو تقریر کی اس میں اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ فرانس کی عافیت، اختیارات شاہی اور اس مخلصانہ آزادی کی مواصلت میں مضمر تھی جسے منشور شاہی نے مقدس اور محترم بنادیا ہے لیکن چارلس میں نہ تو لوئی ہیزدہم کی فرزانگی تھی اور نہ اسکا استقلال اور صرف یہی چیزیں ایسی تھیں جنکے باعث سے وہ اپنے آپ کو بہ ظاہر ایک آئینی بادشاہ ظاہر کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "میں بجائے اسکے کہ اُن شرائط پر بادشاہ ہونا پسند کروں جس پر بادشاہ انگلستان تخت و تاج کا مالک بنا ہوا ہے لکڑیاں پھاڑنا زیادہ پسند کروں گا!" اس طور پر جب لبرل جماعت کی مخالفت نے اس وزارت کا اتباع کرنے سے انکار کردیا جو اپنے وجود کے لیئے پارلیمنٹی اکثریت کی نہیں بلکہ بادشاہ کے چشم کرم کی رہین منت تھی، تو اسکا پیمانہ صبر چھلک اٹھا۔ اپریل میں اس نے کہا "میں نے کہا نہیں تھا کہ ان لوگوں سے نباہ کی کوئی صورت نہیں ہے" اس نے من سمجھوتے کی کوشش کی لیکن اب اس نے صلح و آشتی کا فاتحہ پڑھ لیا۔ اور ایک بادشاہ کی حیثیت سے فرماں فرمائی کی ابتدا کی۔ بجٹ پاس ہوچکا تھا اور اجلاس ختم ہوگیا تھا کہ اس نے مارتی نیاک کی وزارت کو معزول کردیا اور صلاح و مشورے کے لیئے اس نے فرانسیسی سفیر متعینۂ لندن پرنس زیول دے پولی نیاک (Prince Jules de polignac) کو جو قسیسیت کا مجسمہ اور دور گزشتہ کا گویا "شوخ و شنگ" منظور نظر تھا طلب کیا۔

یہ فعل محض انقلاب (فرانس) ہی نہیں بلکہ ان حکومتوں کے خلاف ایک تھدید اور تضحیک آمیز اعلان تھا جنھوں نے رعایا کی آزادی کی حمایت میں منشور شاہی منظور کرکے گویا شدید تغیرات کے انسداد کے لیئے ایک اکسیر اعظم عطا کردیا تھا۔

پولی نیاک کی وزارت، اپریل ۱۸۳۰ء

یورپ کے ہوش پرّاں ہو گئے، ولنگٹن نے لکھا "دنیا میں کسی ایسی
چیز کا وجود نہیں ہے جسے "سیاسی تجربہ" کہتے ہیں" جیمس دوم کی تنبیہ انگیز
مثال سامنے رکھتے ہوئے چارلس دہم اسی ایک حکومت قائم کر رہا تھا
جسکی عنان حکومت پادریوں کی جنبش ابرو کی شرمندہ احسان، جسکا وجود پادریوں
کی استعانت کا رہین منت، اور جسکا قیام پادریوں کی صلاح و فلاح کا ضامن تھا۔"
اہالیان فرانس کو اس حالت کی خبر ہو گئی جو پیش آنے والی تھی اور ان کو اپنے
اظہار ناراضی کے لیئے ایک ذریعہ مل گیا "جریدہ مباحث" (Journal des Debats)
اپنے ۸ اگست ۱۸۲۹ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہے " (اصلی) قانون
کے لیئے تو لوگ دس ارب کی رقم پیش کر دیں گے لیکن وہ وزرا کے
وضع کیئے ہوئے ضوابط اور قواعد کے لیئے دس لاکھ بھی نہ دیں گے۔ خلاف
قانون محاصل کے سوال کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہیمپڈن بھی اسکے استیصال
کے لیئے اُٹھ کھڑا ہو گا" خلاف قانون محاصل کا سدباب کرنے کے لیئے
انجمنیں قائم ہوئیں۔ تمام ملک کا دورہ کرنے کے لیئے شورش پسندوں
اور اکسانے والوں کا ایک گروہ ان تھک لافایت ( Lafayette )
کی سرکردگی میں اُٹھ کھڑا ہوا تالے راں کے مکان پر بیرن لوئی کی طرح
جہاں دیدہ مدبرین سلطنت کا اجتماع ہوا جنھوں نے دنیائے صحافت کے درخشاں
تاروں، تھی ئیر (Thiers) اور مِنیے (Mignet) سے ہمدوش ۱۷۲
ہو کر جماعت آرلئین کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ فرانسیسیوں کی جودت طبع نے
اس قسم کے تاریخی اور مماثل واقعات کی جستجو کرنی شروع کر دی جن سے مسئلہ مخصوصہ
پر روشنی ڈالی جا سکتی تھی۔ ۱۸۱۴ء میں منک ڈیوک آف البیمارل
(Albemarle) کا نام ہر کہ ومہ کی زبان پر تھا، اسوقت ۱۶۸۸ء کے
انقلاب جسکا رستم واستان ولیم آف آرنج تھا اور پارلیمنٹی ملوکیت کا تذکرہ
زبان زد خاص و عام تھا۔ لیکن بادشاہ اور اسکے وزرا اسکی اہمیت ہی نہیں
رکھتے تھے کہ وہ گزشتہ واقعات یا موجودہ آثار یا علامات سے کوئی سبق حاصل
کر سکیں۔ انکا خیال تھا کہ ایوان میں جس طرح گورنمنٹ کی مخالفت کی جا رہی تھی

وہ مجرمانہ بدد ماغیوں کا نتیجہ ہے۔ سنہ ۱۸۳۰ء کے دور کا افتتاح کرتے ہوئے، بادشاہ نے تخت شاہی سے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس قسم کی طاقت حاصل کرسکوں گا جس سے ان مجرمانہ نقل و حرکت کا انسداد ہو جائے گا جو میرے لئے سدِ راہ ہوتی ہیں" فرانس کے جذبات اور معقولات جسے نظام حکومت کا سنگ اساسی کہنا چاہیئے" کے خلاف جس ناروا بے اعتباری کا اظہار کیا گیا تھا اسکے خلاف ایوان سے نہایت وقار آمیز لہجے میں صدائے ناراضگی بلند کی گئی۔ خطبۂ صدارت میں آگے چلکر یوں گلفشانی کی گئی تھی" تم لوگوں کو اس سے صدمہ پہنچا ہے، کیونکہ اس سے انکی ذلت اور اہانت مترشح ہوتی تھی، اور چونکہ اس سے انکی آزادی خطرے میں پڑ جاتی تھی اس لیئے وہ مضطرب اور مشوش تھے" اسکا جواب حاصل کرنے کے لیئے ایوان کی کارروائیاں دوسرے جلسہ تک کے لیئے ملتوی کردی گئیں۔ اب بحث وزارت کی نہیں رہ گئی تھی بلکہ ملوکیت کی تھی۔

**الجزائر پر فرانس کا حملہ مئی سنہ ۱۸۳۰ء**

بیرونی فتوحات کے پے درپے حاصل ہونے سے گورنمنٹ کا رویہ ایک حد تک متیقن اور مستقل ہو گیا اور یہ توقع کیجاتی تھی کہ ان فتوحات کے طفیل میں، حکومت کی اس نامقبولیت اور بدنامی کی، جو اسے وطن میں (دارالسلطنۃ میں) پیش آرہی تھی، پردہ پوشی ہو جائے گی۔ ۲۵ مئی کو ایک مہم وزیر جنگ جنرل بورمون کی سرکردگی میں الجزائر کے لیئے روانہ ہوئی جسکا بظاہر یہ مقصد تھا کہ ڈے (صوبہ دارالجزائر) نے فرانسیسی قونصلوں کی جو اہانت کی تھی اسکی سزا دی جائے۔ فرانس ایک عرصے سے بحیرۂ روم کی ہر دو جانب اپنی سطوت اور اقتدار کا سکہ بٹھانے کا خواب دیکھ رہا تھا اور اسے اب ایک ایسے حیلے کے ہاتھ لگ جانے سے نہایت خوشی تھی جسکے متعلق یہ توقع تھی کہ اس سے دول یورپ کی ہر قسم کی عملی مخالفت پر اوس پڑ جائے گی، افریقہ کی شمالی سرحد پر اسلامی ریاستیں قانوناً ترکی کی ممالک میں شمار کی جاتی تھیں۔ اب فرانسیسی کابینہ نے اس خیال سے کہ اسکی ریشہ دوانیوں سے یورپ کے کان نہ کھڑے ہوں اور کچھ اپنے فعل کو قانوناً حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے اس نے بابعالی سے

۱۸۳۰

وسعت اندازی کی اجازت طلب کی اور دوسری طرف محمد علی والی مصر کو
اس مہم میں دوش بدوش کھڑے ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس میں دو فائدے
تھے اول تو اس مہم کو جنگ صلیبی کا رنگ نہیں دیا جا سکتا تھا اور دوسری طرف
رود نیل پر فرانسیسی اقتدار قائم ہو جاتا تھا۔ برطانوی حکومت کے کان کھڑے ہوئے
یہ تو بہر حال صحیح ہے کہ اسے ایک ایسے بادشاہ کے خلاف کسی تعزیری مہم کے
بھیجے جانے پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا جس نے ایک فرانسیسی قونصل کی اہانت
کی ہو لیکن محمد علی پر کچھ ایسا سیاسی دباؤ ڈالا گیا کہ اس نے اس مہم میں
شرکت کرنے سے انکار کر دیا اور یہی نہیں بلکہ حکومت برطانیہ نے پہلے ہی سے
فرانس کے اس منصوبے کے خلاف کہ وہ بحیرۂ روم کے جنوبی سواحل پر
نوآبادیوں کی کوئی سلطنت قائم کرے صدائے ناراضی بلند کی۔ ولنگٹن جسکو
ہندوستان تک تجارتی شاہراہیں کھول دینے کی دھن سے لگی ہوئی تھی
بحیرۂ روم کو ایک فرانسیسی جھیل میں تبدیل کرنے کے ارادے سے اس درجہ
متعذب تھا کہ وہ اس دلیل کو بھی تسلیم نہ کر سکا کہ فرانس کی ہر نوآبادی
جو ان موجوں کی آغوش میں ہوتی، انگریزی بحری طاقت کے لیے ایک نئی
"ضمانت" کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس طور پر فرانسیسی مہم کو اس شرط پر
روانگی کی اجازت دی گئی کہ وہ افریقہ کو اپنی نوآبادیوں کا گہوارہ نہ بنائیگا
۵ جولائی کو "دے" کی حکومت کا دفتر الٹ دیا گیا۔ فرانس کی سنان و شمشیر
پر شہرت کے چار چاند لگ گئے اور اس مہم کے نامراد انجام کو طاق نسیان
پر رکھ دیا گیا جو اسکے قبل موریا بھیجی گئی تھی اور افریقہ میں جدید فرانسیسی سلطنت
کی ابتدا اور قیام پر پیرس کے تمام صحائف نے فتح و نصرت کے ترانے چھیڑ دیئے۔
پولی نیاک نے فرانسیسی فتح و ظفر کو پہلے ہی سے متیقن سمجھ کر
۱۶ مئی کو ایوان کو درہم برہم کر دیا تھا اور تمام مسائل ملک کے سامنے پیش کیے
الجزائر کے قطعی طور پر مسخر اور مغلوب ہونے کی خبر اتنے توقف کے بعد فرانس
پہنچی کہ اسکا اثر انتخابات پر نہیں ہو سکتا تھا لیکن بہر حال یہ مشتبہ ہے کہ
اسکا اثر حلقہ ہائے انتخاب کے فیصلے کو تبدیل کر سکتا تھا۔ ۲۴ مئی کو بیرن ماتوزیوک نے لکھا۔

"اگر میری آواز آہنیں ہوتی اور سوز بانین ہوتیں پھر بھی اُن الفاظ کو نہیں ادا کرسکتا تھا جو وزارت کی نااہلیت، اسکی دلیرانہ کمزوریوں اور اس ابتلائے عظیمہ کے متعلق جسکا وہ انتظام کررہی تھی، اُن لوگوں کے نوک زبان سے نکلتے تھے جو ملوکیت کے پرستاروں میں سے تھے"

جدید ایوانوں میں جماعت مخالفین کا زور بڑھ گیا، اگر بادشاہ ضد پر آجاتا تو پھر دستوری تغیرات کا راستہ مسدود ہو جاتا۔

منشور شاہی کی دفعہ چہاردہم کی رو سے بادشاہ کو سلطنت کے تحفظ اور استحکام کے لیئے ضروری قوانین اور ضوابط وضع کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ وزرا کے ترتیب دینے سے بادشاہ کو یہ یقین آگیا یا اس نے یہ ظاہر کیا کہ اسے اسکا یقین تھا کہ مختلف جماعتوں کی "مجرمانہ (مصافی انقلاب) حرکت" کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنا بیجا نہیں ہے کہ اب آخری لمحات آگئے ہیں۔ ۱۷۴

**"ضوابط اربع" ۲۵ جولائی ۱۸۳۰ء**

اس لئے اس نے ۲۵ جولائی کو چار ضوابط شائع کیئے جس سے صحائف کی آزادی سلب، ایوان برخواست اور جدید پارلیمنٹ طلب کی گئی تھی اور رائے دہی کے حق کے اصول میں ترمیم تنسیخ کردی گئی تھی جسکی رو سے یہ پارلیمنٹ منتخب ہونے والی تھی۔ لیکن گورنمنٹ کی سادہ لوحی کا کرشمہ دیکھیئے اُس نے اس خودسرانہ فعل کی حمایت یا استعانت کے لیئے کسی قسم کے جبر و استبداد کا انتظام نہیں کیا، مخالفت کا کوئی اندیشہ نہ تھا گو دنیا سمجھ رہی تھی کہ ملکی انقلاب ہونے والا ہے۔ اور زارہ اور میٹرنخ دونوں بادشاہ سے عرض معروض کر رہے تھے کہ اس کشاکش کو انتہا تک طوالت نہ دینی چاہیئے۔ تمام پیرس میں صرف چودہ ہزار ناتجربہ کار، غیر معتبر فوج بغیر کسی نظام کے مختلف مرکزوں پر منتشر تھی سالار فوج مارشل مارمون کی آگاہی کے لیئے صرف یہ تمسخر انگیز اطلاع ڈیوک آنگولیم کے یہاں سے موصول ہوئی کہ افواج کو مسلح رکھنا چاہیئے[1] ممکن ہے کہ کچھ کھڑکیاں اور دریچیاں توڑ پھوڑ دی جائیں[1] اس انتہائی غفلت شعاری سے اس آہنیں عزم اقلیت کو

---

[1] یادداشت گریویلی جلد دوم صفحہ ۴۳ (اشاعت ۱۸۸۸ء)

موقع مل گیا جسکے تصرف سے پیرس کے انقلابات ہمیشہ کامیاب ہو کر رہتے ہیں۔ جسوقت ضوابط شائع ہوئے ہیں اسوقت تک نائبین جمع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن فوراً ہی انکی کچھ تعداد جمع ہوئی اور اظہار ناراضی کی یادداشت مرتب کی۔ اسی دوران میں چند صحائف نگار جنمیں تی ایر ( Thiers )
سب سے نمایاں تھا، جمع ہوئے جنھوں نے متحدہ مساعی کا آپس میں قول و قرار کیا۔ لیکن اصلی انقلاب نہ تو نائبین کی مساعی کا شرمندہ احسان تھا اور نہ جرائد نگاروں کی تگ و دو کا رہین منت! بلکہ یہ اس جماعت جمہوریہ کی کوششوں کا نتیجہ تھا جس نے گوڈفرائے کاوے نیاک ( Gode froy covaignac )
کی سرکردگی میں اپنی ریشہ دوانیاں طلبا اور مزدوری پیشہ طبقے میں پھیلادی تھیں اور جنکا نشان انقلاب کا سہ رنگ علم تھا۔ یہ لوگ محض اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی مناسب موقع ہاتھ آجائے تو اس حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے جس سے وہ متنفر تھے؛ پیرس میں اب بھی تنگ اور پرپیچ وخم گلیاں تھیں جن پر کنکر پتھر بچھے ہوئے تھے اور جنھیں اکھٹا کر کے ایک پشتہ بنا دیا جاسکتا تھا، پھر عوام کو اس بات کی فکر نہ تھی کہ ان کے خلاف سپاہیوں کے قدم عرصے تک جمے رہیں گے کیونکہ باوجود اس سطوت اور جبروت کے جوانھیں اسپین، یونان اور الجزائر کی سرزمین پر حاصل ہوچکی تھی انکے قلوب پر سہ رنگ علم کا نقش ایسا سطحی نہ تھا کہ بوربون کی سوسن (خاندان بوربون کا نشان ملوکی) کے سامنے بالکل نقش برآب ثابت ہوجاتا۔

**پیرس میں انقلاب جولائی ۱۸۳۰ء**

۲۷ جولائی کو گلیوں میں دست بدست لڑائی شروع ہوئی؛ فوجیں گرسنہ اور خستہ حال پہروں کھڑی انتظار کرتی رہیں؛ آخر سنگریزوں کی بوچھار سے کچھ اس درجے پریشان ہوئیں کہ بغیر کسی جوش وخروش کے اظہار یا موثر مدافعت یا اقدام کے پسپا ہونی شروع ہوگئیں ۲۸ جولائی کو باغیوں نے ایوان بلدی پر قبضہ کرلیا اور فوج نے پیرس کا مشرقی حصہ خالی کردیا۔ ۲۹ جولائی کو بلوائیوں نے مغربی حصے پر تاخت کی اور قصر لوور ( Louver ) پر حملہ کردیا اور قصر ٹوئلری ( Tuileries ) میں

۱۷۵

سوئیس گارڈس سے گتھ گئے۔ لائن کی فوجوں نے بالکل تنگ آکر آخر کار رعایا سے بھائی چارہ کر لیا۔ بقیہ افواج نے پیرس خالی کر دیا ؛

اس ہفتہ کا زیادہ حصہ بادشاہ نے، اُن واقعات سے بالکل بے خبر رہکر قصر رامبوئی اے ( Rambouillet ) میں گزارا۔ فوج کو بغیر کسی قسم کا حکم دیئے ہوئے یا انکی ہمت افزائی کیئے ہوئے اس نے انھیں خیر باد کہا اور دوسرے دن جبکہ وہ بالکل خستہ حال ہو رہی تھیں، اس نے مارمون کے پاس محض یہ فرمان بھیجدیا کہ لڑائی جاری رکھی جائے ! اور ۲۹ کو جب اسکے پاس یہ پیغام پہنچا کہ " سب کچھ طے تمام ہوگیا " تو اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ فوج شاہی کی فتح و نصرت کا اعلان تھا ! آخر کار جب اس پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور ( ازراہ کرم ) اس نے ضوابط کو واپس لے لینے کا ارادہ کیا تو اسوقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ ایوان بلدی میں لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیئے ایک کمیشن مقرر کیا جا چکا تھا اور اس نے نیشنل گارڈ ( محافظین ملی ) کا دستہ قائم کر کے لافایت کی سرکردگی میں دیدیا تھا۔ جب بادشاہ کا سفیر گفت و شنید کا آغاز کرنے کے لیئے آیا ہے۔ تو اسکی کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور وہ واپس کر دیا گیا ؛

اب پیرس میں دو جماعتیں ہوگئی تھیں اور دونوں انقلاب میں شریک تھیں لیکن انکے مقاصد بعیدہ مختلف تھے۔

**پیرس میں گروہ بندی**

ایوان بلدی میں جو ہنگامی حکومت لافایت کی سرکردگی میں قائم ہوئی تھی اسکی ہمدردی جمہوریت سے تھی اور ایوان پارلیمنٹ کے باقی ماندہ اراکین جنکا لیڈر ساہوکار لافٹ ( Laffitte ) اور صحیفہ نگاروں کا وہ گروہ تھا جو پیرس کی اس تحریک کو اُبھار رہے تھے شہر کے مغربی حصے میں رونما تھے، ایسے ملوکیت کے حامی تھے جو انقلاب کے " سہ رنگ " علم کو قبول کرلے یا بہ الفاظ دیگر وہ انقلاب ( فرانس ) کے تمدنی اور سیاسی مطمح نظر سے اپنی ہستی کو وابستہ کر دے۔ تی ایر ( Thiers ) نے جو اعلان شائع کیا تھا اس میں حالات حاضرہ کا نقشہ

۱۷۶

نہایت خوبی سے کھینچا تھا۔ چارلس دہم سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اور یہی حالت حکومت جمہوری کی تھی کیونکہ اس سے "اتحاد یورپ" کی مداخلت لازمی ہو جاتی تھی جسکا فرانس جو "خطرناک فرقہ بندیوں" سے چھلنی ہو رہا تھا کسی طرح سے سدباب نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی حالت میں صرف ایک راستہ کھلا تھا۔ ڈیوک آف آرلینس وہ شاہزادہ تھا جو میدان ژیماپ ( Jemmapes ) میں انقلاب (فرانس) کی حمایت میں داد شجاعت دے چکا تھا۔ وہ تاج سہ رنگ کو زیب فرق کرنے کا اس لیے بہترین حق رکھتا تھا کہ وہ اسے سینے سے لگائے ہوئے آگ و پانی سے گزر چکا تھا، وہ رعایا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے کے لیے موجود تھا اور منشور کے ساتھ اسکی وفاداری کی بہترین ضمانت یہ تھی کہ وہ اپنے تاج کو رعایا کی طرف سے ہدیہ سمجھتا تھا۔

**لوئی فلپ ڈیوک آف آرلینس**

لیکن لوئی فلپ کی حالت یہ تھی کہ وہ بکمال دانشمندی، ان تشویشناک حالتوں کی ابتدا ہی سے، ساکت اور خاموش تھا اور اب جبکہ جنگ کے توقعات معرض وجود میں آچکی تھیں لافت ( Laffitte ) اور تی ایر ( Thiers ) کی سرد گی میں ایک وفد نوئلی جہاں فلپ عزلت گزیں تھا بھیجا گیا، اور جہاں سے اسے سمجھا بجھا کر پیرس لایا گیا قصر شاہی میں متمکن ہو کر اس نے سلطنت کے لفٹننٹ جنرل کے منصب کو قبول کر لینے پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور اسوقت تک جب تک ایوان کے قیام و انعقاد کا کوئی بندوبست نہ ہو جائے اس نے حسب منشار منشور شاہی حکمرانی کرنے پر اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔ ایک نیا اعلان جسے ابکی بار گیزو نے مرتب کیا تھا، بدیں مضمون شائع کیا گیا کہ ڈیوک آف آرلین کو فوجی اور آئینی مقاصد سے انتہائی وابستگی تھی ڈیوک نے اس اعتقاد راسخ کا ایک مرتبہ اور اظہار کیا کہ وہ عامۃ الناس کے حقوق کا احترام کریگا کیونکہ وہ اپنے حقوق کا مالک خود انھیں کے طفیل سے ہو سکتا تھا۔ یہ ۳۰ جولائی کا واقعہ ہے۔ ابھی ایوان بلدیہ کی جمہوریت پرست جماعت کو رضامند کرنا رہ گیا تھا۔ ان لوگوں کا

عقیدہ تھا کہ اسوقت یورپ کی جو کیفیت تھی اور خود فرانس میں عامۃ الناس کا لب و لہجہ جیسا کچھ تھا، اس کی موجودگی میں انکے نصب العین کا انجام پذیر ہونا محال تھا۔ انکی پسپائی کو بالکل منقطع کر دینے اور انکی خود رائی اور خود نمائی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک طرح کا عجوبہ ( Coup de theatre ) ترتیب دیا گیا۔ ایک سہ رنگ شالی رومال جسم پر لپیٹا ہوا آگے آگے طبل نواز، عقب میں نائبین اور جریدہ نگاروں کا مختلف الہیئت گروہ اس شکل سے فلپ۔ پیرس کی گلیوں سے ہوتا ہوا ایوان بلدیہ پہنچا، وہاں پر تمام مجمع کے سامنے لافایت ( Lafayette ) نے جسے انقلاب (فرانس) کا "مجسم اوتار" کہنا چاہیئے اور جسے جدید فرانس کے کیٹو خورد بننے کی تمنا تھی، لوئی فلپ کی ذات کو "ملوکیت طبقۂ متوسطین" کے اعتقادات کا مظہر سمجھکر اُسے گلے لگایا۔ فرانس کے عام لوگوں کے لیئے یہ منظر اتنا ہی تشکر نواز تھا جتنا لافایت ( Lafayette ) کی تشنہ دوام خود نمائی اور خود پسندی کے لیئے سرمایہ راحت! اس کے بعد جس جوش و خروش کا سیلاب امڈا، اس میں چارلس دہم کی کدوکاوش کا کسی کو خیال بھی نہ آیا جو اپنے خاندان کو محفوظ اور مامون رکھنے میں اس سے ظہور پذیر ہوئی۔ اس نے ڈیوک آف آرلینس کا تقرر بحیثیت لفٹننٹ جنرل منظور کرلیا اور آخر میں تخت و تاج اپنے پوتے ہنری پنجم (کونٹ شامبورڈ) کو تفویض کر کے خود کنارہ کش ہوگیا اور اس دوران میں فلپ کو متولی سلطنت مقرر کر دیا گیا۔ لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوا۔



**لوئی فلپ شاہ فرانساویان۔**

ایوان نے قوم سے اذن لیئے بغیر چارلس دہم کے تخت و تاج سے کنارہ کشی کو امر مسلمہ تسلیم کر کے لوئی فلپ کے فرانس نہیں بلکہ فرانسیسیوں کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ چارلس دہم نے جو اسوقت اپنے محافظین کے ساتھ رامبوئی اے ( Rambouillet ) میں مقیم تھا، اسکے تدارک کی مطلق کوشش نہ کی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اب تقریباً پانی سر سے گزر چکا ہے تو

پھر بصد تمکین، سواحل سمندر کی طرف مراجعت کرنی شروع کردی عقب میں اس کے مصاحبین تھے اور جلو میں محافظین کی پیدل سپاہ، سوار اور توپخانہ تھا۔ جدید حکومت نے اسکی روانگی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی، محض ایک دستہ اسکی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیئے البتہ بھیجدیا، مفتوح اور مغلوب بادشاہ نے مینٹنے نوں ( Maintenon ) پر اپنی فوج کے بڑے حصے کو خیرباد کہا، تقریباً ۲۰۰ سپاہ کی معیت میں شربورگ ( Cherbourg ) پہنچا اور وہاں سے ۱۶ اگست کو انگلستان کے لیئے روانہ ہوگیا ؛

**ملوکیت جدیدہ کے خصائص۔**

اگر سیاسی تماشاگاہ سے چارلس دہم کی رحلت پرتمکین تھی تو اسکا اطلاق لوئی فلپ کے ورود پر بمشکل ہوسکتا ہے، اگر خود اس جگہ کو لغزش ہے جس پر قدم جمے ہوئے ہیں تو پھر "پرتمکین" قیام کا تخیل کیسا! فرانسیسیوں کے جدید فرماں روا کا قیام پھسلواں زمین پر تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اگر عوام کے ہنگامہ خیز مظاہرے، عامۃ الناس کی سنجیدہ منشی کا معیار ہوسکتے ہیں تو پھر اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ فرانس نے خاندان شاہی کی اس تبدیلی کو بالکل یک دل ہوکر اور بغایت گرم جوشی کے ساتھ منظور کرلیا تھا لیکن ابتک کوئی استشارہ ( Plebiscite ) عامۃ الناس کی جانب سے نہیں حاصل کیا گیا تھا جس سے حکومت کا مدار "رضائے عام" پر مبنی ہوجاتا ایوان اکثریت کو، جس نے لوئی فلپ کو منتخب کیا تھا، اس قسم کا کوئی فرمان نہیں حاصل ہوا تھا۔ اس طور پر گویا جدید بادشاہ نے تاج سلطانی کو براہ راست رعایا کی مرضی اور منظوری سے زیب فرق نہیں کیا تھا بلکہ یہ سب کچھ تائے ران کی ریشہ دوانیوں، پارلیمنٹی جماعت مخالفین کے سرگروہ کی حیثیت سے لافت ( Laffitte ) کی ہدایت، اور ایوان بلدیہ میں لافایت ( Lafayette ) کے ولولۂ تماشاگری کا تصرف اور فیضان تھا۔ فلپ کو وہ نام نہاد استحقاق ( ملوکیت ) بھی نہیں حاصل تھا جس نے ۱۶۸۸ء کے انقلاب میں، ولیم سوم کے غاصبانہ طور پر

۱۷۸

حکمراں بنجانے کی پردہ پوشی کی تھی۔ جن لوگوں نے اسکو اپنے ووٹ دیئے انھوں نے بہ نظر احتیاط اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ انکے اس فعل کا محرک اسکا بوربون ہونا نہ تھا بلکہ اسکے بوربون ہونے کے باوجود وہ اسکی موافقت میں ووٹ دے رہے تھے۔ اور منشور شاہی میں جو جلدی میں مرتب کیا گیا تھا بجائے اسکے مسودہ حقوق ( Bill of Rights ) کی گزشتہ مفروضہ مثال کو پیش نظر رکھا جاتا جسمیں حاکم و محکوم کے تعلقات باہمی نہایت صراحت کے ساتھ درج کیئے گئے تھے۔ شاہی حقوق کے خلاف مزید کاٹ چھانٹ کی گئی لیکن آیندہ چلکر خواہ کسی قسم کے قواعد اور اصول کیوں نہ تراشے جاتے یہ مسلمہ تھا کہ لوئی فلپ کی حکمرانی کا سنگ بنیاد رعایا کی رضا پر تھا۔ ابتداءً اور عملاً اسکے یہ معنی تھے کہ اسکا انحصار پیرس والوں کے وہم و ترنگ پر تھا اسکے لیئے ضروری تھا کہ بادشاہ جمہوریت کا پرستار نظر آئے۔ چارلس دہم ؎ اپنی نوع سے ارفع خیال کیا گیا (اور تاج پوشی کی رسم کے موقع پر) اسکے سر پر کلووس کے پاک روغن کا آخری قطرہ ڈالا گیا۔ ایک معمولی فراک کوٹ زیب تن اور ایک اونچی ریشمین ہیٹ جو طبقۂ متوسطین میں مروج تھی زیب سر کیئے ہوئے، شہری بادشاہ نہایت نمایاں انکسار اور نیازمندی کے ساتھ پیرس کی گلیوں میں گھومتا تھا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو یا تو پبلک اسکول میں داخل یا پرائیوٹ سپاہی کے طور پر محافظان ملی میں شامل کرا دیا فی الحال وہ قصر ٹولی ئیری ( Tuileries ) سے بچکر نکلتا تھا اور صرف اس قصر شاہی میں، جسکے ساتھ انقلاب ( فرانس ) کی متعدد فتوحات کی روایات وابستہ تھیں، فروکش تھا۔ یہاں پر اسکی حفاظت صرف پیرس کے وردی پوش شہری کرتے تھے اور یہیں وہ اپنا عمومی دربار منعقد کرتا تھا اور ہر روز فرانس کی مختلف جماعتوں اور میونسپلٹیوں کے وفد کو شرف باریابی دیتا اور سب سے نہایت گرمجوشی کے ساتھ ہاتھ ملاتا۔ یہ ایک منظر تھا جو بجائے پیرس کے واشنگٹن میں زیادہ عام تھا۔ لوئی فلپ پہلا بوربون نہ تھا جسے حکومت و حکمرانی کی نمود و نمائش سے زیادہ عزیز حقیقت اور واقفیت تھی! لیکن اسوقت جو مسئلہ ملوکیت جدیدہ کے سامنے تھا وہ بغایت پیچیدہ اور مشکل تھا۔ اپنی بنیاد کو

مضبوط کرنے کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ یورپ کو فرانس کے عام رجحان کے ساتھ ایک نقطے پر مجتمع کردے۔ اور ان کو متحد الخیال بنا دے لیکن ان دونوں میں بُعد المشرقین تھا۔ دول عظمیٰ نے البتہ اس تمام واقعے کو ایک امر مسلمہ تسلیم کرنے میں ایسی آمادگی ظاہر کی جسکی توقع نہ تھی۔ یہ خبر جسوقت پیرس سے

**دول یورپ اور لوئی فلپ**

یک بیک موصول ہوئی ہے اسکی ناگہانیت کا پہلا اثر یہ ہوا کہ تینوں مشرقی طاقتوں نے متحدہ طور پر علیحدگی اختیار کرلی اور اس بات پر اتفاق کرلیا کہ لوئی فلپ کو بادشاہ تسلیم کریں گے اور اگر فرانس سے کسی قسم کی زیادتی ظہور پذیر ہوئی تو سب متفقہ طور پر اسکا انسداد کریں گے۔ انگلستان میں تو لارڈ ابرڈین نے یہانتک کہدیا کہ اب وقت آگیا ہے جب صلحنامہ شومون کا نفاذ کیا جائے۔ تھوڑی دیر کے لیئے تو یہ معلوم ہونے لگا کہ محض تھوڑے تغیر و تبدل کے ساتھ ۱۸۱۵ئہ کی تاریخ پھر دہرائی جانے والی ہے۔ لیکن یہ فوراً معلوم ہوگیا کہ محالفہ مقدس کا وجود ایک "تقویم پارینہ" سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور صلحنامہ شومون محض ایک دستاویز ہی دستاویز تھا، تاریخی دلچسپیوں سے لبریز! اور یہ بمشکل گوارا کیا جاسکتا تھا کہ فرانس کی گردن میں پولی نیاک[1] (Polignac) کا طوق گراں ڈالدینے کے لیئے تمام یورپ میں خون کی ندیاں بہادی جائیں، لوئی فلپ کو نپولین کا دل و دماغ کہاں میسر تھا جو انقلابی عناصر کی حشر انگیزیوں کو کسی فلک پیما حوصلے کے تار و پود میں منتقل کرسکتا۔ میٹرنخ نے جسکی شہرت کو ۱۸۲۸ئہ کی روسی فتوحات کی وجہ سے بُری طرح صدمہ پہنچ چکا تھا، مشرق کی تینوں حکومتوں میں اور زیادہ گہرے تعلقات قائم کردینے کی صلاح اس لیئے دی تھی کہ اس سے کچھ تو وائنا اور سینٹ پٹرسبرگ کی حکومتوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں گے اور اس طور پر اسکے موضوعہ نظام (سسٹم)

---

[1] ناتوسے ڈک کی رائے (ماڑنس جلد یازدہم صفحہ ۲۴۳)

کو بھی تقویت پہنچے گی اور کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اس سے دول متحدہ کے
کسی ایسے ارادے کا سدباب ہو سکے گا جسکی وجہ سے فرانس، اٹلی پر
دست تطاول دراز کرنا گوارا کرتا۔ لیکن شہنشاہ نکولس کی مشہور معروف
ہمدردی اس امر کی ضامن تھی کہ وہ "اصول استحکام" پر ثابت قدم رہے گا
اور اگر فرانس سے کسی قسم کی سنگین کارروائی کا کبھی اندیشہ ہوتا تو پھر
آسٹریا کے ہاتھ میں نپولین کے فرزند اور جانشین، نوجوان ڈیوک رائخ شٹاٹ[1]
کا نہایت کارگر اسلحہ موجود ہی تھا۔ آسٹریا اصول کو مصلحت اندیشی کی بنا پر
نظر انداز کر سکتا تھا اور "انقلاب جولائی" کے نتائج کو تسلیم کر سکتا تھا۔
پروشیا جسکے طرز عمل کا مدار ہر اس جنگ پر تھا محالفۂ مقدس کی احیا کا
مخالف تھا کیونکہ اسے اس امر کا خطرہ تھا کہ اس سے صرف فرانس ہی نہیں
بلکہ انگلستان بھی علٰحدہ کر دیئے جائیں گے اور اس طور پر تمام یورپ متخاصمین
کے گروہ میں منقسم ہو جائے گا۔ اس نے جدید بادشاہ کو نہایت کشادہ پیشانی
کے ساتھ تسلیم کر لیا اور فرانس کو اس سلسلے میں منسلک کر دیا جسکی رو سے
اُن تمام حقوق[2] کو ویسا ہی مسلم اور محفوظ رکھا جانے والا تھا جیسا جنگ کے
پہلے تھا۔ صرف شاہنشاہ نکولس ایسا تھا جو محالفۂ مقدس کی اسپرٹ میں
انقلاب سے دست و گریباں ہونے کے لیئے بقول خود "تیار تھا"، لیکن
اسکے مشیروں اور صلاح کاروں نے اس سے درخواست کی کہ وہ روس
کے اغراض و مقاصد کو محض ایک "واہمہ" کے لیئے قربان نہ کر دے
اُنھوں نے کہا کہ الگزنڈر اول کی سیر چشمیوں سے فرانس بہر نوع استوار و
مستحکم ہو کر اور اپنی گزشتہ آزادی کو ایک مرتبہ پھر حاصل کر کے روس کا
فطری رفیق بن چکا تھا اور روس کے سیاسی تار و پود اور فطری نمو کے لیئے
یہ ضروری تھا کہ اسکی اول درجے کی طاقت کی حیثیت کو بحال رکھا جائے اور اگر

۱۸۰

[1] مارٹنس جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۴۴۴ -
[2] ہیلی برانڈ جلد اول صفحہ ۱۷۴ -

کہیں ایک دفعہ بھی کسی جدید کوایشن نے اسکا شیرازہ بکھیر دیا تو پھر اسے زندگی کے دن بھی دیکھنے نصیب نہ ہوں گے وزرا نے ایک طرف سے دباؤ ڈالنا شروع کیا، دوسری طرف سے اسکے حلیفوں نے رفاقت چھوڑنی شروع کی، بالآخر چار ناچار نکولس نے فرانسیسی بادشاہ کی حیثیت تسلیم کر لی اور "انقلابی اسپرٹ کے لیئے یہ رعایت" اس نے نہایت احتیاط اور تامل کے ساتھ گوارا کی۔ اور وہ بھی محض اس شرط پر کہ تمام دول یورپ، لوئی فلپ کو اس بات کا ذمہ دار بنائیں کہ وہ فرانس کی طرف سے ان تمام بین الاقوامی شرائط اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھائے جو ۱۸۱۴ء و ۱۸۱۵ء کے صلحنامجات کی رو سے اس پر عائد ہوتے تھے۔ فی الحقیقت اس امر کو تمام حکومتوں نے بشمول انگلستان مجموعی طور پر نہیں بلکہ فرداً فرداً تسلیم کر لیا تھا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی تھی کہ بادشاہ کے دوگونہ تعلقات تھے، ایک تو اپنی رعایا کے ساتھ اور دوسرے "دول مشارکت یورپ"[۱] سے حتیٰ کہ وہ لوگ جو اول الذکر حالت میں کسی قسم کی دست اندازی کرنے سے تامل کرتے تھے، اس بات کے قائل تھے کہ لوئی فلپ نے چارلس دہم کا تاج زیب سر کر کے ان تمام صلحنامجات کے شرائط اور حقوق کا اپنے آپ کو ذمہ دار بنا لیا تھا جنکو یورپ کا منشور اعظم کہنا چاہیئے اور جب تک وہ اس حقیقت کو تسلیم نہ کر لے اسے فرمانروائی کا حق تفویض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ القصہ شاہ فرانس کے سر پر تاج شاہی محض رعایا ہی کی رضامندی سے نہیں رکھا گیا تھا بلکہ اس میں دول یورپ کی رضامندی اور منظوری بھی شامل تھی ؛

رہا لوئی فلپ وہ تو اس امر پر قانع تھا کہ اسے ایسے ملک کی شہریاری نصیب تھی جو "صفحۂ یورپ کا سب سے زیادہ خوبصورت نقش تھا" اور وہ ہر قسم کی ضمانت دینے کے لیئے تیار تھا۔ لیکن وہ آوازۂ خلق جو اسکے

---

[۱] فارٹسس جلد ہشتم صفحہ ۱۷۱ ۔

تخت شاہی پر متمکن ہونے کا باعث ہوا۔ جو یورپ کی سیاسی حالت سے ناواقف، محض اس بات کا معتقد تھا کہ فرانس کا مشن تمام دنیا کو نجات کا راستہ دکھانے کا تھا، ایک انقلابی جہاد کے لیئے غلغلہ بلند کر رہا تھا۔

**بادشاہ اور فرانس میں انقلابی تبلیغ۔** یہ استبدادی رویہ محض عوام تک نہیں محدود تھا۔ ۱۸۱
اعتدال پسند اور ذمہ دار مدبرین سلطنت بھی اسی خیال کے موافق تھے کہ فرانس کے لیئے وہ وقت آگیا تھا جب وہ اگر رائن، آلپس اور پیرینیز اپنے "قدرتی حدود" کو از سر نو نہ حاصل کر سکے تو کم از کم اُن ممالک کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لے جو ۱۸۱۵ء میں ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ بادشاہ کے مشیروں میں صرف ٹالے راں ایسا تھا جس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ فرانس کی اصلی پالیسی یہ نہ تھی کہ اپنے استبدادی رویئے سے "یورپی فوجی اتفاق" کو از سر نو زندہ کر کے اپنے خلاف لا کھڑا کرے، بلکہ جس طرح وہ وائنا میں فائدہ اٹھا چکا تھا، اصلی پالیسی یہ تھی کہ وہ نفرت انگیز "اتحاد اربعہ" کو ہمیشہ کے لیئے فنا کر دینے کے لیئے حکومتوں کے باہمی رشک و رقابت سے فائدہ اٹھائے اور اس طور پر فرانس کی مہلک علیحدگی، ( Isolation ) کا بھی ہمیشہ کے لیئے خاتمہ کر دے۔ اس نے خیال کیا کہ بطریق احسن یہ صرف اس طور پر تکمیل پا سکتا تھا کہ کسی اصول عمومی کی بنا پر انگلستان کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کر لیا جائے کیونکہ یہی صرف ایک دوسری حکومت تھی جسے لبرل خیالات کا موئد کہنا چاہیئے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے بشرط موقع، اس نے اپنے عدیم المثال سیاسی تجربات کو بر سر کار لانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس خیال سے بادشاہ کو کلی اتفاق تھا۔ لیکن ایک ایسی نامقبول پالیسی پر اسوقت تک عمل درآمد نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ ملوکیت جدیدہ فرانس کی سیاست خانگی کے متلاطم سطح کو ساکن اور ساکت نہ کر دے موجودہ حالت میں لوئی فلپ کو دو رخ قائم رکھنا پڑا، ایک تو دل یورپ کی جانب لگا ہوا تھا اور دوسرا رعایا کی طرف متوجہ تھا۔

"ملوکیت جولائی" کا استحکام اس حقیقت میں مضمر تھا کہ آغاز کار میں، تین جماعتیں، یعنی نسبی، بونا پارٹی اور جمہوری باضابطہ طور پر مرتب نہیں ہوئی تھیں اور نہ انکے سامنے کوئی قطعی اور مکمل دستور العمل تھا۔ ان حالات کے ماتحت بالکل مختلف الخیال جماعتیں تخت شاہی کی حمایت میں صف بستہ ہوگئیں اور اس طور پر لوئی فلپ کے لیئے ان اسباب و علل کی سخت گیریوں سے بچنا ممکن ہوگیا جن سے چارلس دہم محفوظ نہ رہ سکا تھا یعنی بادشاہ کا کسی خاص نقطۂ نظر سے اپنے کو وابستہ کردینا۔ "ملوکیت جولائی" کی کمزوری باشندگان پیرس کی خود سرانہ طبیعتوں میں مضمر تھی اور اس میں نہ تو خود اتنی طاقت تھی اور نہ ایسے ذرائع حاصل تھے کہ وہ ان شورشوں کو فرو کرسکتی۔ اپنے دور فرمانفرمائی کے پہلے مہینے میں، جسکا لوئی فلپ کو خود اقرار تھا، اس نے جیسی کچھ حکمرانی کی اسے لافایت کا فیضان کہنا چاہیئے کیونکہ "دودنیاؤں کا یہ ہیرو دوران پیرس کا مسجود اور دس لاکھ محافظان ملی" کا سالار اعظم تھا اور اسکے دست و بازو امن و عافیت کے نگہبان تھے۔ واقعات کی اس صورت نے ایک ایسی آئینی حالت پیدا کردی جو بجائے خود خصوصیات سے اتنی ہی لبریز تھی، جتنی غلو آمیز لیکن حقیقت آگیں کیفیات سے سرشار! انقلاب کے بعد بظاہر ایوانوں میں دو جماعتیں نمودار ہوگئی تھیں، جماعت ترقی اور جماعت دفاعی ( Party of Resistence ) کثرت تعداد کے اعتبار سے ان میں موخر الذکر استبدادی جماعت کو فروغ حاصل تھا، بادشاہ نے ایک ایسی وزارت کی تعمیر شروع کردی جس میں وہ تمام مختلف عناصر شامل کردیئے گئے تھے جن کے فیضان سے اسے تخت شاہی نصیب ہوا تھا لیکن یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ فی الحال جس قسم کی گردش روزگار کا سامنا تھا اس سے یہ توقع رکھنا یقینی ناممکن تھا کہ کوئی ایسی کابینۂ وزارت جو آپس ہی میں اختلاف رائے رکھتی ہو کچھ عرصے تک بھی قائم رہ سکتی تھی، مزید براں حکومت کو ایک عجیب و غریب وقت کا سامنا تھا

**چارلس دہم کے وزرا کا مسئلہ**

جسکا ازالہ نہایت محفوظ اور معزز طریقے سے صرف ایسی وزارت کرسکتی تھی جسکو عوام الناس کے اعتبار اور اعتقاد سے

۱۸۲

استحکام حاصل ہوچکا ہو۔ پیرس کے باشندے ایام جولائی ہی سے پولی نیاک اوران وزرا کے خون کے پیئے جو مہلک قوانین اور ضوابط کے ذمہ دار تھے صدائے العطش بلند کر رہے تھے۔ بادشاہ اور گورنمنٹ دونوں ان کو بچانے کی فکر میں تھے اور دول یورپ نے اس بات کو بالکل واضح کردیا تھا کہ بادشاہ اور گورنمنٹ دونوں انکی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ توقع یہ کیجاتی تھی کہ امتداد زمانہ سے ان کا جوش غضب فرو ہوجائیگا لیکن عوام تو خون کی بو پا چکے تھے اور جب یکے بعد دیگرے ہنگامے ہونے لگے تو وزرا کی موت کا مطالبہ اور زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ بلند ہوا۔ آخر کار اکتوبر میں چیمبر نے فیصلہ کیا کہ پولی نیاک اور اس کے ہمعصروں کا مقدمہ دارالامرا میں پیش کیا جائے لیکن اسی دوران میں اس آفت سے بچنے کے لیئے ایک کوشش یہ کی گئی کہ سیاسی جرائم کی پاداش میں سزائے موت بالکل نہ دی جایا کرے، لوئی فلپ نے منظوری دیدی لیکن یہ مسئلہ اسوقت تک کے لیئے ملتوی کردیا گیا جب تک کہ نومبر میں ایوانوں کا اجلاس منعقد نہ ہو۔ اسی دوران میں ۱۷ و ۱۸ اکتوبر کے

**اکتوبر کے ہنگامے پیرس میں۔**

پیرس کے ہنگامے ایک زبردست بلوے کی صورت میں رونما ہوئے اور جسکے سرغنا یونیورسٹی اور مدرسۃ الفنون کے طلبا اور شاگرد تھے۔ خود قصر شاہی پر مجمع نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ تاخت کی اور پولی نیاک اور اسکے وزرا کے سروں کا مطالبہ کیا محافظان ملی نے جب انھیں وہاں سے ہٹایا ہے۔ اسوقت جوش غضب سے مشتعل یہ متلاطم مجمع وین سین ( Vincennes ) آیا جہاں بدنصیب وزرا مقید تھے۔ مجمع نے دیوانہ وار، انتہائے غیظ وغضب کے ساتھ زندان کے دروازے پر ہجوم کیا۔ زندانیوں کی جان اور فرانس کی عزت دونوں جنرل دومے نیل ( Doumesnil ) کی جرأت اور حاضر دماغی کے سبب سے محفوظ رہی۔ یہ جنرل ایک پرانا آزمودہ کار سپاہ گر تھا جو اسوقت اس قلعہ کا گورنر تھا۔ وہ تمام مجمع کے سامنے نہتا نمودار ہوا اور اس بات کی دھمکی دی کہ اگر انھوں نے داخل ہونے کی ذرا کوشش کی تو پھر وہ بارود کے میگزین میں

۱۸۳

فلیتہ لگا دے گا۔ اسکا اثر عجیب معجز انگیز ہوا بلکہ کہنا چاہیئے کہ یہی اثر پیرس کے باشندوں کے علاوہ دوسرے مجمع پر ہوتا، پہلے تو ایک دم سناٹا چھا گیا اور گو اس کے قبل ہی خون آشامی کا جنون انتہا تک پہنچ چکا تھا لیکن یک بیک قہقہہ بلند ہوا، مجمع پیرس کی طرف لوٹ گیا اور "زندہ باد پیرپاسے چوبیں" کا نعرہ فضائے بسیط میں گونج گیا!

اکتوبر کے ہنگاموں نے کابینہ کے اعتدال پسند وزرا کو دستکش ہو جانے کے لیئے بالکل تیار اور عنان وزارت کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دید ینے کے لیئے مستعد کر دیا جنکی ذات پر پیرس کے ریڈیکل گروہ کو بہمہ وجوہ اعتماد تھا، اس طور پر گویا قدیم وزرا کو عوام الناس کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کا موقع مل گیا اس قرارداد کے ماتحت گیزو، ڈیوک ڈی بروگلی کازیمیر پیری اسے ( Casimir Perier ) اور ڈیوپیر اپنے اپنے قلمدان وزارت سے دستکش ہوئے اور پیرس کا لکھ پتی ساہوکار لافت ( Laffitte ) اس کابینہ کا صدر بنا جسکے تمام اراکین "جماعت ترقی" کے (وہ جماعت جو ایوان ہائے منعقدہ ۳ نومبر میں اقلیت کا درجہ رکھتی تھی) حقیقی نمایندے تھے لافت جسکی زندگی کا ابتدائی اور اولیں نصب العین نہایت کامیابی کے ساتھ دولت

**لافت انقلابی کابینہ وزارت نومبر ۱۸۳۰ء**

اکٹھا کرنا تھا، نہ تو بادشاہ کے خیالات کا آئینہ تھا اور نہ ملک کی اس آواز کی ہمنوائی کی اہلیت رکھتا تھا جو آئینی طور پر بلند کی گئی ہو، اسکی ذات گویا اس انقلابی ابلاغ کی روح رواں تھی جو اب فرانس میں برسر اقتدار آ گئی تھی لیکن لوئی فلپ کو اسکی توقع تھی اور یہ توقع کچھ بیجا بھی نہ تھی کہ "اسے رائے عامہ کی مدد سے وہ اُن غلط اثرات کا ازالہ کر سکے گا جو اسکے وزرا کی بے احتیاطیوں سے رونما ہو چکے تھے اور فی الحقیقت حکومتیں ایک بادشاہ کے لیئے جو غیر معمولی دقتوں میں مبتلا تھا خاص رعایتیں ملحوظ رکھنے کے لیئے تیار تھیں اور اسکی پیچ درپیچ سیاسی کدو کاوش کو عفو کر دیتیں۔ موجودہ حالت میں جب تک کہ سابق وزرا کا معاملہ پیش تھا "ملوکیت جولائی" کو لافایت اور لافت ( Laffitte Lafayette )

۱۸۴

کی ضرورت تھی ؟

**وزرا پر مقدمہ چلایا جانا دسمبر ۱۸۳۰ء**

سابق وزرا کا مقدمہ جو ۱۰ دسمبر ۱۸۳۰ء کو شروع ہوا فی الحقیقت حکومت اور جمہور کی قوتوں کی آزمائش تھی محض پولی ناک اور اسکے رفقا کی نہیں بلکہ ملوکیت جولائی کا وجود خطرے میں تھا۔ خون آشامی کی صدائے العطش اب بھی بلند ہوئی تھی اور قیدیوں کو مجمع کی دراز دستیوں سے محفوظ رکھنے کے لیئے قصر لکسمبرگ جہاں مقدمے کی پیشی ہونیوالی تھی، اسکے چاروں طرف غیر معمولی طریقے پر چوکی پہرہ بٹھا دیا گیا تھا، سب کچھ محافظان ملی کے رویئے پر منحصر تھا اور چونکہ لافایت مجمع کے جذبۂ خونریزی کا سدّ راہ تھا اس لیئے خود اسکی شہرت زوال پذیر ہو چلی تھی۔ شہری سپاہیوں کی صف میں لغزش کے آثار نمودار ہو چلے تھے لیکن آخر کار طبقۂ متوسطین کا جذبۂ عافیت پسندی غالب آیا۔ قیدیوں کو مختلف میعادوں کی سزا دی گئی، اور وہ خفیہ طور پر تاریکی کی آڑ میں، پیرس سے نکال لائے گئے اور چونکہ مجمع کو اپنے شکار کے نہ پانے میں مایوسی ہوئی تھی اس لیئے جسوقت امرا ایوان عدالت سے باہر آرہے تھے انھوں نے انکی بدسلوکی اور توہین کرکے دل کی بھڑاس نکال لی۔ لیکن اب خطرے کی منزل طے ہو چکی تھی اور گورنمنٹ کو مجمع (جمہور) پر فتح حاصل ہو چکی تھی لیکن تاہم "ملوکیت جولائی" نے اس بات کو محسوس کیا کہ یہ فتح نہایت گراں خریدی گئی تھی، اسکو محض جبر و اشتداد سے غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس نے بلوائیوں سے ایسے وعدے وعید کر لیئے تھے جن کو وہ ایفا نہیں کر سکتی تھی اس نے دارزراہ کرم مدرسۂ فنون کے لڑکوں سے انکی غیر جانبداری حاصل کرنے کے لیئے معالمت کی اور طرّہ یہ کہ وہ لافایت ( Lafayette ) کے جدید اور وقیع احسانات سے اور زیادہ گراں بار ہوگئی۔ جسکو اس بات کا دعوےٰ تھا اور اس میں حقیقت کا شائبہ غالب تھا کہ امن و عافیت کے قائم رکھنے کا سہرا اس کے سر تھا لیکن انقلاب فرانس کی "قدیم اشرافیت"

**لافایت سربراہی سے مستعفی ہوتا ہے۔**

کا دور دورہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ۲۴ دسمبر کو ایوانوں نے ایک قرارداد منظور کی جسمیں پیرس کے "محافظان ملی" کی کمان، بقیہ فرانس کی کمان سے علٰحدہ کر دیا تھا لافایت نے خیال کیا کہ یہ وار خود اس کی ذات پر کیا گیا تھا۔

وہ سیدھا قصر شاہی پہنچا اور اپنا استعفا داخل کر دیا۔ بادشاہ نے اس سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی اور محافظان پیرس کی کمان کو بجنسہ اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیئے کہا لیکن بادشاہ کے لب ولہجے سے کسی سرگرمی یا جوش کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ لیکن لافایت کے ہاتھ میں کسی وقت فرانس کی قسمت کی باگ تھی اور وہ اب کسی دوسرے درجے کے رتبے کو منظور کرنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے نظر ثانی کرنے سے انکار کر دیا اور اسکا استعفا منظور کر لیا گیا۔

اب لوئی کو ایک ایسے شخص سے گلو خلاصی حاصل ہو چکی تھی جو اسکی کامیابی کا اولیں اور ناقابل تسخیر آلہ رہ چکا تھا اور اب ایک سنگ راہ ثابت ہو رہا تھا۔ کشمکش کے تین مہینے پیرس میں اور اضطراب کی اتنی ہی مدت بیرون پیرس گزر چکی تھی کہ لافت کی دولت ومناصب کی بربادی اور اسکی سیاسی شہرت کا زوال انتہا کو پہنچ گیا اور لسے معلوم ہوا کہ وہ اپنے شاہی آقا کے اعتبار اور اعتماد سے دور جا پڑا ہے، سرکاری طور پر اسکی اہانت ہو چکی تھی جسکو وہ بطور ایک وزیر کے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے منصب سے استعفا داخل کر دیا اور لوئی فلپ کو تخت شاہی پر متمکن کرانے میں اُس سے جو حرکات سرزد ہوئے تھے انکے لیئے خدا اور اسکی مخلوق سے عفو کا طالب ہوا۔ ۱۳ مارچ ۱۸۳۱ء کو جب کازیمیر پیری اسے

**کازیمیر پیری اسے کی وزارت مارچ ۱۸۳۱ء**
**Casimir Perier**

( Casimir Perier ) نے عنان وزارت اپنے ہاتھ میں لی تو "ملوکیت متوسطین" کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ اپنے اصلی رنگ و بو میں ظاہر ہو۔ انقلابی نشر و تبلیغ کی جن تحریکات کا اب تک خفیہ طور پر انسداد کیا جاتا تھا اب علی الاعلان مسترد کر دی گئیں اور اب جبکہ ملک کی عنان حکومت سالہا سال کے بعد ایک مضبوط اور امیا مدارترین کے ہاتھ میں آئی تھی فرانس نے خود پیرس اور اس کے بیرونی ممالک میں انقلابی ریشہ دوانیوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔

# باب نہم

## (انقلابات ۱۸۳۰ء ۔ بیرون فرانس)

صفحہ ۱۸۶

برسلز میں بغاوت ۔ حکومتوں کا رویّہ ۔ تالے ران لندن میں ایک سفیر کی حیثیت سے ۔ فرانس اور انگلینڈ اصول عدم مداخلت کا اعلان کرتے ہیں۔ مسئلۂ بلجیم کا کانفرنس منعقدۂ لندن کے حوالے کیا جانا ۔ اہالیان پولینڈ کی بغاوت کا اثر ۔ حکومتیں بلجیم اور ہالینڈ کے ایک دوسرے سے علٰحدہ کئے جانے کے اصول کو تسلیم کرتی ہیں ۔ ولندیزیوں اور بلجیمیوں کا رویّہ ۔ گفت وشنید کا سلسلہ ۔ فرانس کا اشتدادی رویّہ ۔ جنگ کے توقعات ۔ لارڈ پامرسٹن کا پامردانہ رویّہ ۔ یورپ کی شیرازہ بندی کے اصول کا بار دیگر اعادہ کرنا ۔ مسئلے کا تصفیہ ۔ یورپ کی متفقہ ضمانت پر حکومت بلجیم کی غیر جانبداری تسلیم کیجاتی ہے ۔ فرانس اور انگلینڈ ولندیزیوں پر جبر وتشدد روا رکھتے ہیں ۔ مشرقی حکومتوں کا رویّہ ۔ انقلاب جولائی کا اثر جرمنی اور اٹلی پر ۔ مرکزی وسطی یورپ کی مملکتوں میں بغاوت ۔ فرانس کا رویّہ ۔ آسٹریا کی مداخلت ۔ فرانسیسی انکونا پر قبضہ کرتے ہیں ۔ بغاوت پولینڈ ۔

۱۸۳۰ء کے انقلابات اپنے اثرات کے اعتبار سے خواہ کتنے ہی سنگین رہے ہوں انکے عقب میں کوئی ایسی عالمگیر آتشزدگی نہیں رونما ہوئی جیسے اٹھارہ سال بعد "ملوکیت جولائی،، کے زوال پر معرض ظہور میں آئی ۔ عام طور پر اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُن ملکوں میں جو ۱۸۴۸ء کے ہنگامۂ رستخیز کی تماشاگاہ بنے ہوئے تھے، وہ قوتیں جو اس انقلاب کی باعث ہوئی تھیں، کسی خاص غرض مشترک کے لیئے ایک مرکز پر مجتمع نہیں کیجا سکی تھیں ۔ ہاں صرف ایک ملک ایسا ضرور تھا جہاں یقیناً یہ کیفیت نہ تھی، اور یہ تاج ہالینڈ کے خلاف بلجیم والوں کی کامیاب بغاوت تھی جسکے محرک پیرس کے وہ واقعات تھے جو جولائی میں ظہور پذیر ہوئے،

عہدنامجات کے ماتحت، بلجیم اور ہالینڈ کے تعلقات باہمی ۔

اور جسکی کامیابی کا مدار بہت کچھ ان توقعات پر تھا جو فرانس سے وابستہ تھیں۔ اور یہی وہ واقعہ تھا جس نے اس قصر سیاسی کی خشت اولیں کو نکال دیا جو ۱۸۱۵ء میں تعمیر ہوا تھا اور ایک بار تو ایسا نازک اور اندیشہ ناک موقع آگیا کہ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام عمارت ایک تودۂ عبرت بنکر رہ جائے گی۔ شمال کی طرف فرانسیسیوں کی کسی امکانی دست درازی کا سد باب کرنے کے لیئے ۱۸۱۵ء میں برطانوی مدبران سیاسی نے ہالینڈ اور بلجیم کے ان حصوں کو متحد کر دیا تھا جو کسی وقت آسٹریا کے زیر نگین تھے اور جو کبھی نپولین کی سلطنت کے ایک جز بھی رہ چکے تھے۔ یہ واقعہ برطانوی تدبر کے خوارق میں شمار کیا جاتا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ اُن حقارت آمیز کلمات کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا جو ان مصنفین کی زبان پر رواں ہیں جو اصلی واقعات سے کہیں اب جاکر روشناس ہوئے ہیں۔ دونوں قومیں باعتبار نسل ایک تھیں، اور اگر معاشی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ زراعت اور حرفت پیشہ اہالیان بلجیم کا تجارت پیشہ ولندیزیوں کے ساتھ، چولی دامن کا ساتھ تھا۔ لیکن علمبرداران سیاست کا وہ گروہ جو یورپ کی ترتیب و تنظیم کے لیئے از سر نو آمادہ ہوا تھا بلجیم کیتھولک گروہ کے روائتی تعصب کو کافی طور سے مد نظر نہ رکھ سکا اور سب سے بڑی فروگزاشت تو یہ ہوئی کہ وہ اس چالاک بادشاہ کے عجیب و غریب مغالطات ذہنی تو نظر انداز کر گیا جسکے ہاتھوں میں عنان حکومت دی گئی تھی۔ شاہ ولیم کو "روشن خیالی" کا جنون تھا اور باوجود اسکے کہ اسکے سامنے جوزف ثانی کی (جو اسی خبط میں کافی زک اٹھا چکا تھا) عبرت ناک مثال موجود تھی اس نے اپنا فرض خیال کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے اس تنگ خیالی کا ازالہ کر دیا جائے جو ہر قسم کی اصلاحات کی سد راہ ہوتی تھی اور جس نے اسکے کیتھولک ممالک کی حیات ذہنی کو بالکل تاریک بنا دیا تھا۔ کیتھولک مدارس کے معائنہ کے لیئے پروٹسٹنٹ انسپکٹر مقرر کیئے گئے۔ لووین میں جو بلجیم کے انتہا پسند پاپائی گروہ کا حصن حصین تھا اس نے فلسفہ کا ایک کالج کھولا جس میں ان تمام امیدواروں کو

داخل ہونا پڑتا تھا جنھیں پادری بننے کی خواہش تھی اور اگر مراحم و عواطف کی اس غلط بخشی اور بے راہ روی کے خلاف کوئی متنفس حرف شکایت زبان پر لاتا تو ولیم انکی اس آزادی میں جو آئین جبریہ کی رو سے انکو حاصل تھی خواہ مخواہ مخل ہو کر ان کی مخالفت کا وہیں گلا گھونٹ دیتا تھا اور یہ حقیقت محسوس کر کے کہ پروٹسٹنٹ خیالات کی نشر و تبلیغ محض اس اسکیم کا ایک جزء تھی جسکی رو سے ولندیزیوں کی عظمت کا سکہ بٹھانا مقصود تھا، پادریوں کی مخالفت رفتہ رفتہ قومی مخالفت میں تبدیل ہوگئی۔ اس بدنصیب کشاکش کے لئے اہالیان بلجیم تیار تو ہوگئے لیکن ان کے راستے میں بڑی بڑی دشواریاں اور رکاوٹیں تھیں "مجلس طبقات مجتمعہ" میں چالیس لاکھ بلجیموں اور بیس لاکھ ڈچ کی نیابت کے لئے اراکین کی تعداد مساوی تھی اس لئے ہر متنازعہ فیہ مسئلے کا تصفیہ لازمی طور پر اول الذکر کے خلاف ہوتا تھا اور ملک میں جتنے آئین اور قوانین وضع کئے جاتے تھے وہ بھی بالعموم ولندیزیوں کے اغراض و مقاصد کے معین ہوتے تھے کہ درگیری کے اُن محاصل کے بجائے جسکا بار دولتمند باشندگان ہالینڈ کے لئے بالکل بے حقیقت تھا، آٹے پر ایک ٹکس لگا دیا گیا جو اہالیان فلینڈرس پر نہایت گراں گزر رہا تھا۔ ڈچ ہی سرکاری دفاتر، اسکول اور عدالتوں کی زبان قرار دی گئی، اس طور پر ڈچ کے مقابلے میں ایک ایسی مشترک مخالفت کی بنیاد پڑ گئی جسکے سامنے کیتھولک اور لبرل جماعت کا وہ باہمی تلخ تنفر جو اس تمام صدی میں بلجیم میں دو مخالف سیاسی جماعتوں کے درمیان حد فاصل تھا فراموش کر دیا گیا۔ لبرل، کیتھولک فرقے کی متحدہ جماعت جو اپنے وجود کے اعتبار سے مسلک لاکورڈیر اور لامنے ( Lamennais ) سے وابستہ تھی مخالفت اور مخاصمت کی اس خلیج کو پر کر دینے پر آمادہ ہوگئی جو اُن دونوں جماعتوں کے درمیان حد فاصل تھی۔ اور ۱۸۲۸ء میں ان کے درمیان حسب ضابطہ ایک صلحنامہ بھی مکمل ہوگیا جسکی غرض و غایت ولندیزی قوم کی عظمت اور تفوق کے خلاف مشترکہ جد و جہد تھی۔ انقلاب پیرس کے

ظہور پذیر ہونے سے بہت قبل ایک زبردست شورش کی ابتدا کی گئی جسکا منشا یہ تھا کہ آئین کی رو سے جو آزادیاں میسر تھیں وہ ازسرنو حاصل کرلی جائیں اور دراصل سب سے بڑی غرض تو یہ تھی کہ بلجیم کے لیئے ایک بالکل جداگانہ نظام حکومت حاصل کرلیا جائے۔

اور اب اس میگزین میں جہاں یہ آتشگیر سامان بھرا تھا پیرس کے شعلوں سے شرارے گر گئے۔[1]

**برسلز میں انقلاب ۵ اگست ۱۸۳۰ء**

۵ اگست ۱۸۳۰ء کو برسلز میں بادشاہ کی سالگرہ منائی جارہی تھی۔ تماشاگاہ میں ایک تماشا دکھایا گیا جو ہر اعتبار سے انقلاب انگیز کہا جاسکتا تھا، اور جسکا اثر حاضرین پر نہایت سرعت کے ساتھ ہوا۔ فرانس کی حمایت اور ہالینڈ کی مخالفت میں نعرے لگائے گئے جس پر مجمع نے جو باہر کھڑا تھا صدائے لبیک بلند کی۔ چشم زدن میں الفاظ افعال میں منتقل ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ایک نہایت زبردست ہنگامہ معرض وجود میں آگیا، اسی دوران میں کسی نے ٹاؤن ہال کے اوپر (Brabant) برابنٹ کا علم نصب کردیا، تھوڑے ہی عرصے میں یہی ہنگامہ ایک انقلاب کی صورت میں تبدیل ہوگیا شہزادہ آرنج کچھ سپاہیوں کی معیت میں دوسرے دن شہر کے قریب آیا تو اس نے کسی قسم کی گفت و شنید شروع کرنے سے اسوقت تک کے لیئے انکار کیا جب تک کہ وہ نافرجام نشان جو نصب کردیا گیا تھا دور نہ کردیا جائے۔ لیکن باوجود اسکے کہ

[1] سوانح پامرسٹن مولفہ بلور جلد دوم۔ Bulwer's Palmerston, Vol, II

ژپوسٹ:۔ قومی کانگریس کی تاریخ۔ Juste Hist du Congres National

ہیلے برانڈ:۔ تاریخ مملکت فرانس جلد ۱ صفحہ ۱۲۶۔ Hellebrand, Geschte Frankreichs, I, 126

اسکی یہ درخواست مسترد کردی گئی اس نے گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہی کیا، اس دوران میں ذمہ دار لوگوں نے انقلاب کی عنان اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی اور شہزادہ ولیم نے کچھ تو اپنے عقیدے اور کچھ ذاتی حرص و حوصلے کی بنا پر یہ وعدہ کر لیا کہ وہ انکے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کر دے گا۔ بحالت موجودہ انکی یہ خواہش تھی کہ "مجلس طبقات مجتمعہ" طلب کی جائے اور اسکے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے کہ بلجیم اور ہالینڈ ایک دوسرے سے علٰحدہ کر دیئے جائیں اور عنان حکومت خاندان آرنج کے دست خاص میں دیدی جائے، بادشاہ راضی ہو گیا لیکن جسوقت مجلس اراکین اور نائبین تبادلۂ خیالات اور مسائل حاضرہ پر غور و فکر کے لیئے مجتمع ہوئی اسس نے اس تحریک کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ معاً مسترد کر دی گئی، اب دس ہزار آدمیوں کی معیت میں شہزادہ آرنج ایک دفعہ پھر برسلز کی جانب بڑھا اس دفعہ شہر کے نشیبی داخلے سرنے سے، بند اور مسلح شہریوں کے ہاتھ میں تھے۔ تین روز کی مسلسل جنگ اور بے سود گولہ باری کے بعد شہزادہ پسپا ہونے پر مجبور ہوا مدافعت کے انتظام و انصرام کے لیئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی اسی کمیٹی نے اب ایک ہنگامی حکومت کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا کہ اہالیان بلجیم کو ولندیزی گورنمنٹ سے جو کچھ وابستگی تھی اسکا خاتمہ ان خونریزیوں نے کر دیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان تمام بلجیمی نژاد سپاہیوں کو جو افواج ولندیزی میں تھے وطن کو مراجعت کرنے کا حکم دیا گیا، آخر کار "بعد از خرابی بسیار" مجلس طبقات مجتمعہ نے ۵۰ بمقابلہ ۴۴ ووٹ کے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں ممالک علٰحدہ کر دیئے جائیں لیکن اب پانی سر سے گزر چکا تھا، بلجیم کے تمام ممالک برسلز کی پیروی میں ولندیزیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے۔ ہنگامی گورنمنٹ نے ۴ اکتوبر کو حسب ضابطہ بلجیم کی خود مختاری کا اعلان کیا اور یہانتک آمادگی ظاہر کی کہ آئین حکومت مرتب کرنیکے لیئے ایک قومی کانگریس بھی منعقد کی اس طور پر گویا ایک امر فیصل شدہ پر اس نے ضابطے کی مہر بھی ثبت کر دی ہو۔

صفحہ ۱۸۹

ان واقعات نے جو سیاسی گتھی پیدا کر دی تھی وہ ابخصوصیت کے ساتھ پیچیدہ نظر آتی تھی۔ لوئی فلپ کے غاصبانہ فعل کو حکومت ہائے یورپ نے اس خیال سے رفت گزشت سا کر دیا کہ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ اس طور پر وہ اس ملکی تقسیم و بندوبست کو محفوظ اور مصئون رکھ سکیں گی جو ۱۸۱۵ئہ میں عمل میں

**حکومتہائے یورپ اور انقلاب بلجیم**

آیا تھا لیکن انقلاب بلجیم نے ان تمام توقعات کا شیرازہ بکھیر دیا اور آخر کار وہ جنگ ناگزیر نظر آنے لگی جسکا خطرہ تھا۔ ۵ اگست کے ہنگامے کی خبر جب پہلے پہل زار کو پہنچی تو اس نے یہ تحریک پیش کی کہ اس معاملے میں یورپ کی حکومتوں کو مداخلت کرنی چاہئے۔ اور اتحاد اربعہ کے منشاء کے مطابق خود اس نے ساٹھ ہزار کی جرّار افواج لیکر اس سدّ مسلح سے متصادم ہونا چاہا جو سیلاب انقلاب کے راستے میں حائل تھا۔ اور گو پروشیا اس درجے محتاط تھا کہ وہ زار کے نقش قدم کو کسی طرح اپنا راہ نما نہیں بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس لیے بھی اس خیال سے کہ شاید صوبہ جات رائن میں کوئی ہنگامہ اٹھ کھڑا ہو، اپنے مشرقی محاذ پر فوجیں مجتمع کرنی شروع کر دیں۔ لیکن لوئی فلپ کو اس حقیقت کا احساس ہو چکا تھا کہ ایسے وقت میں جبکہ استبدادی حکومتیں بلجیم کی آزادی کو مٹا رہی تھیں اگر وہ خاموش اور ساکت رہا تو پھر تاج و تخت کا فاتحہ بھی پڑھنا کچھ دور نہ رہ جائے گا۔ ایسی حالتمیں شجاعت اور تہور اسکے اختیار تمیزی کا جزو بہتر ثابت ہوا اور اس نے فوراً اس امر کا اعلان کر دیا کہ اگر پروشیا نے کسی جارحانہ نقل و حرکت کا آغاز کیا، تو اس دوران میں، جب تک کہ بلجیم کے معاملات صلح ناموں کی رو سے کسی کانگریس نے فیصل نہ کیئے، حکومتوں کی میزان طاقت کو نقطۂ توازن پر قائم رکھنے کے لیئے فرانس بھی ایسا ہی استبدادی پہلو اختیار کرنے میں مطلق پس و پیش نہ کرے گا[1]۔

**انگلستان کا رویہ**

یہ برطانوی ہمدردی اور استعانت کا تیقن تھا جس نے فرانسیسی حکومت کو

صفحہ ۱۹۰

[1] ہیلے براںڈ حصہ اول صفحہ ۱۴۴ (نوٹ)

ایسے قطعی رویہ کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا، یہ صحیح ہے کہ ٹوری کابینہ اب بھی برسر اقتدار تھا اور ولنگٹن اب بھی اتحاد عظیمہ کا ایک ستون تصور کیا جاتا تھا لیکن وہ یورپی اتحاد کا اس لئے علمبردار تھا کہ وہ اسے یورپ کی صلح وعافیت کا ضامن سمجھتا تھا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ ان اصول پر کاربند ہونے سے جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا تو پھر وہ ان کو خیرباد کہنے میں مطلق تامل نہ کرتا۔ برسلز کی خونریزی اور شاہی سپاہ کی پسپائی کا حال اسے ۳۰ ستمبر کو معلوم ہوا، اس نے فوراً محسوس کیا کہ اہالیان بلجیم کو خاندان ناساؤ (Nassau) سے کبھی وابستگی نہیں پیدا کرائی جا سکتی اور اگر فرانس نے ان واقعات سے متاثر ہو کر استبدادی رویہ اختیار کیا تو پھر جنگ ناگزیر بھی ہو جائے گی، دیگر یہ کہ اگر بلجیم پر کسی قسم کا جبر و تشدد روا بھی رکھا گیا تو پھر لوئی فلپ کے لئے یہ ناممکن ہو جائے گا کہ وہ فرانسیسی قوم کو اہالیان بلجیم کی حمایت میں سینہ سپر ہونے سے باز رکھ سکے۔ اس نازک حالت کے رونما ہونے سے کچھ ہی پہلے ۲۵ ستمبر کو تالے ران، لندن آچکا تھا۔ اس نے ڈیوک (ولنگٹن) اور لارڈ ابرڈین کو اپنی حکومت کے اصلی اور صحیح خیالات سے بے کم و کاست مطلع کر دیا۔

تالے ران لندن میں

اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے پر بھی قادر ہے۔ اب چونکہ انتخاب کے لئے صرف دو چیزیں رہ گئی تھیں، یعنی ایک طرف تو لازمی جنگ تھی اور دوسری جانب ایک اصول کا خون ہوتا تھا اس لئے ان دو خرابیوں میں سے جسکا درجہ نسبتہً کمتر تھا وہی اختیار کی گئی۔ قصہ مختصر برطانوی حکومت نشیبی ممالک کے حصوں کو علٰحدہ کر دینے پر رضامند ہوئی اور جدید مملکت کو بھی اس شرط پر تسلیم کر لیا کہ فرانس اس سرحدبندی کا احترام کرلے جو ۱۸۱۵ء میں عمل میں آئی تھی اور اس کے انعقاد اور درستی میں وہ دوسری حکومتوں کے دوش بدوش کام کرے گا۔ یکم اکتوبر کو خود تالے ران نے اس تمام مسئلے کو پانچ بڑی حکومتوں کی اس کانفرس میں پیش کرنے کا ارادہ کیا، جسکے اجلاس تنازعات یونان کے تصفیہ کے لئے

صفحہ ۱۹۱

لندن میں منعقد ہو رہے تھے اور دوسرے دن جبکہ شاہ نیدرلینڈس
نے بارگاہ دول یورپ میں اس امداد و استعانت کی ممالک شیبی سے درخواست کی
جسکے طلب کرنے کا وہ عہدنامے کی رو سے مستحق تھا تو ایک طرف انگریزی فرانسیسی
اتحاد ایک امر مسلمہ بن گیا اور دوسری جانب فرانس کے خلاف کسی اتحاد کا
قائم ہونا ایک داستان پاستان تھی تالے ران نے بالآخر محسوس کیا کہ بے ہنگام
پیرس کی " دہن " بندی کے لیئے ضروری ہے کہ کوئی " لقمہ " اسکے
نذر کیا جائے [1] انگلستان کو اس طرح پائے وقار و تمکین سے گرتے

**اصول عدم مداخلت**

دیکھکر روس کا دل سرد ہوگیا ۔ ولنگٹن محض ایک
گیاہ شکستہ ثابت ہوا اور تالے ران کے ہاتھ پر ایمان لاکر
جدید فرانسیسی اصول عدم مداخلت کا پیرو بن گیا تھا ۱۴ نومبر کو ٹوری حکومت کے
زوال پر، لارڈ گرے کی ماتحتی میں پامرسٹن نے قلمدان وزارت خارجہ
اپنے ہاتھ میں لیکر ان کفریات بالغہ کا اعلان کیا جو اس کے صحیفۂ سیاسی کے عنوانات
خصوصی تھے فی الحقیقت "یورپ کو نفع پہنچانے یا عہدناجات کے شرائط کو سختی اور
تندہی سے نافذ کرانے میں انگلستان بے سروپا تھا" [2] لیکن پھر بھی
بلجیم کے معاملے میں روس کو اس کے دوش بدوش چلنا چاہئے کیونکہ ممالک شیبی
میں جو اضطراب اور ہیجان رونما تھا اسے فرو کرنے کے لیئے کسی اشتدادی
رویہ کو اختیار کرنا، دو مغربی لبرل حکومتوں کو، یورپی اتحاد کے باقیات
( Hump of the Coalition ) کے خلاف صف بستہ کرتا تھا اور یہ انقلاب
کی حمایت کرتا تھا ۔ اس میں شک نہیں کہ خطرہ فوری توجہ کا محتاج تھا ، کیونکہ

---

[1] ہیلیر انڈ باب اول صفحہ ۱۲۶ ۔ ملاحظہ ہو (خود نوشت) یادداشت تالے ران باب ۳ صفحہ ۳۳۸ ۔ نیز ساتھ ہی اولیوی اے کی کتاب " لبرل سلطنت " جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ دیکھنی چاہئے ۔

Ollwier,L, Empire liboral, I, 262 etc

[2] ارٹنس باب یازدہم صفحہ ۴۳۹ ۔

نکولس کا مطلق العنان مزاج ہر ایسے مشورے پر جسکا تعلق مصلحت بینی یا مآل اندیشی پر ہوتا پیچ و تاب کھانے لگتا، اور وہ اب بھی تیار تھا کہ اس پیچیدہ گتھی کو ایک ہی ہاتھ میں فنا فی السیف کردے۔ ماہ نومبر کی آخری تاریخیں تھیں کہ پولینڈ میں

**مشرقی حکومتوں کی فالج زدگی**

ایک زبردست بغاوت رونما ہوئی اور اس طور پر کچھ دنوں کے لیئے مغربی یورپ کے معاملات اور مسائل سے روس کا تعلق یکلخت منقطع ہوگیا۔ ادھر پروشیا نے بھی مصلحت اسی میں دیکھی کہ اسے انگلستان کے نقش قدم کو اپنا زاہ نما بنانا چاہیئے، اور چونکہ وہ اپنی مشرقی سرحد کی محافظت میں مصروف تھا اس لیئے اُسے پشیمان ہونے کی کوئی گنجائش بھی نہ تھی۔ پولینڈ اور اٹلی کے معاملات نے آسٹریا کو کچھ ایسے مخمصے میں ڈال دیا تھا کہ اس میں نہ تو اتنا حوصلہ تھا اور نہ اتنی سکت کہ وہ مغرب میں ایک حق بجانب جہاد کا اعلان یا افتتاح کرسکتا۔ ان حالات

**علیحدگی کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے**

کے ماتحت حکومت ہائے یورپ نے بلجیم اور ہالینڈ کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کردینے کی تجویز منظور کرلی جسکا تکملہ حسب ضابطہ ایک مفسطے کی صورت میں ہوا اور جس پر لندن میں[1] ۲۰ دسمبر ۱۸۳۰ء کو دستخط ثبت ہوئے شاہنشاہ نکولس نے اس فیصلے کو شرف قبولیت تو ضرور بخشا لیکن ساتھ ہی اس امر کا بھی اعلان کردیا کہ اسکے نفاذ اور تکملے کا مدار شاہ ہالینڈ کے ردیئے پر ہوگا اور کم سے کم وہ خود (نکولس) اپنے رفیق اور حلیف کے خلاف کسی قسم کی تخویف یا تہدید نہیں گوارا کرسکتا تھا۔

صفحہ ۱۹۲

۱۸۳۱ء کے آغاز میں، دراصل، مسئلہ بلجیم کا طے پانا بنہایت مشکل نظر آتا تھا۔ زار کی غیر متزلزل وضعداری، شاہ ہالینڈ کی ضد اور تمرد، بلجیم کی قومی کانگریس کا غیر مصالحانہ رویہ اور سب سے آخر لیکن اہمیت کے اعتبار سے نہایت وقیع فرانس کی مشتبہ ریشہ دوانیاں یہ سب ملکر ایک عجب گتھی کی شکل میں نمودار ہوئے تھے اور جسکا سلجھانا بنہایت دشوار معلوم ہوتا تھا لکسمبرگ کا ٹھکانے لگایا جانا،،

---

[1] تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو ژیوسٹ جلد اول صفحہ ۱۵۸۔

فیصلے کے لیئے سب سے پیچیدہ گرہ تھی شاہ ہالینڈ کی موروثی ریاستیں آرینج ناساؤ ( Urange-Nassau ) پروشیا کے حوالے کردی گئی تھیں اور انکے معاوضے میں لکسمبرگ ۱۸۱۵ء میں شاہ ہالینڈ کو دیدیا گیا تھا۔ یہ مشارکت جرمنی کا ایک حصہ تھا اور شاہ ولیم کو اس کے ڈیوک ہونے کی حیثیت سے ڈائٹ آف فرینکفورٹ کی مجلس وینٹ میں ووٹ دینے کا حق حاصل تھا لکسمبرگ کا شہر بجائے خود ایک نہایت پائدار قلعہ تھا اور تشیبی جرمنی کے تمام راستے اسی سے ہوکر گزرتے تھے، اہالیان جرمنی مشارکت جرمنی کے تمام حقوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکسمبرگ کو اپنے ملک کا جزو اعظم سمجھتے تھے اور وہاں کے نائبین کانگریس منعقدہ برسلز میں جاکر شریک بھی ہوئے۔ ۲۰ جنوری ۱۸۳۱ء کو کانفرنس منعقدہ لندن نے ایک جدید مضبطہ شائع کیا جسمیں ان اصول کی تعریف کی گئی تھی جن پر اس "علیحدگی" کا دارومدار تھا۔ اسکی رو سے

مضبطہ مرتبہ ۲۰ جنوری ۱۸۳۱ء

لکسمبرگ تمام وکمال شاہ ہالینڈ کو واپس کردیا گیا تھا، بلجیم کو نصف قرضۂ ملی کا متحمل ہونا پڑا جسکا زیادہ حصہ "اتحاد" سے قبل ہی "آوردہ ہالینڈ" تھا۔ اس مضبطے کے سلسلے میں، تمام کانفرنس میں بحث مباحثہ کا ایک طوفان برپا ہوگیا تھا اور باوجود اسکے کہ تالے راں اپنی گورنمنٹ کی طرف سے بے غرضی اور بے لوثی کا بار بار یقین دلاچکا تھا، وہ اس بات پر مصر تھا کہ کم سے کم ماریں برگ اور فلپ ویل کے قلعہ جات تو فرانس کے حوالے کرہی دیئے جائیں۔ اپنے مقصد میں ناکامیاب رہکر اس نے اس دستاویز پر اس خیال سے دستخط کردئیے کہ اس کے سوا اور کوئی دوسرا ذریعہ یورپ میں امن وعافیت قائم رکھنے کا نظر نہیں آتا تھا۔ شاہ ہالینڈ نے اس فیصلے کو منظور کرلیا لیکن اہالیان بلجیم نے ایک پرجوش حقارت کے ساتھ نامنظور کردیا۔ فرانسیسی وزیر خارجہ جنرل سباستینی ( Sebastiani ) نے تالے راں کے مضبطے پر دستخط کرنے کے فعل کو فوراً مسترد کردیا اور فرانس کا یہ عجیب وغریب رویہ کانگریس منعقدہ برسلز کے لیئے کچھ ایسا جرأت آموز ہوا کہ اس نے "اس حکومت کو، جو بلجیمی قوم نے بطور امانت ان کے سپرد کی تھی مختلف حکومتوں کی

۱۹۳

وزرائے خارجہ کی جنبش ابرو کا آماجگاہ بنانے سے انکار کر دیا" اور یہی نہیں بلکہ کانفرنس نے ایک قدم اور بڑھاکر دم لیا، نئے آئین کے مطابق، ایک بادشاہ کا انتخاب کرنے سے اس نے ایک طرح سے تمام یورپ کو اعلان جنگ دیدیا تھا۔ قومی کانگریس میں کثیر التعداد اراکین نے اس امر کی تائید کی تھی کہ بجائے اسکے کہ کوئی جمہوریت قائم کی جائے یا اسکا الحاق فرانس سے کیا جائے یہ کہیں بہتر ہوگا کہ ایک ملوکیت ملی کی بنیاد رکھی جائے۔ زمرۂ امیدواران میں پرنس آف آرنج بھی تھا جو اپنی حق رسی کے لیئے لندن میں سرگرم سعی تھا لیکن اس کی تائید میں اراکین کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ لوگوں کی نظریں اب صرف دو امیدواروں پر پڑتی تھیں ایک اوگیوسٹ دِبوہارنے ( ڈیوک لوشٹن برگ )

( Auguste Beauharnais, duke of Leanchtenberg )

اور دوسرا شاہ فرانس کا فرزند ثانی ڈیوک نیمور۔ فرانسیسی گورنمنٹ کے

بلجیم اور فرانس میں سلسلۂ گفت وشنید
بلجیم فرانس کے سامنے شرائط پیش کرتا ہے

اس ناقابل شکست اعتراض نے کہ خاندان بوناپارٹ کا گزر ناممکنات سے ہے، پہلے امیدوار کو کہیں کا نہ رکھا، دوسری طرف سباستینی ( Sebastiani ) کے خط نے کانگریس کو دوسرے امیدوار کے انتخاب کی جرأت دلائی۔ ۳ فروری کو ایک بلجیمی وفد نے حسب ضابطہ لوئی فلپ کو اسکے لڑکے کی طرف سے، تاج شہریاری پیش کیا۔ لالچ بُری دی گئی تھی، لیکن اسکا قبول کرنا جدال وقتال کا بھی مرادف تھا۔ دو روز قبل، یکم فروری کو کانفرنس نے ایک رزولیوشن پاس کر دیا تھا جسکی رو سے پانچ ایسے خاص خاص خاندان شاہی علٰحدہ کر دیئے گئے تھے جنکے شہزادوں کو بلجیم کے تاج وتخت سے کبھی کوئی سروکار نہیں ہوسکتا تھا۔ ان حالات کے ماتحت، بادشاہ کو تاج شاہی کے قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی اس نے وفد کو پندرہ دن تک جواب دینے کے لیئے روک رکھا اور اسکے بعد پیش کردہ منصب عزت کو نامنظور کر دیا۔ باوجود اسکے کہ کانفرنس کو ایک طرف بلجیم کے معاندانہ اور دوسری طرف فرانس کے مذبذب اور مشتبہ رویے کا سامنا تھا اس نے بربنائے مصلحت، ان اصول کو مشتہر کر دیا جنکے ماتحت کانفرنس ... کے

صفحہ ۱۹۲

**کانفرنس ان پابندیوں کا باردیگر اعتراف کرتی ہے جو عہدنامجات کی رو سے عائد ہوتی تھیں**

فیصلہ جات صادر ہوئے تھے ۔ ۱۹؍ فروری کو ایک مضبطے کی تکمیل ہوئی جسکی رو سے شرائط عہد نامجات مرتبہ ۱۸۱۵ء کی باردیگر تصدیق کی گئی اور جس نے حکومتوں کے اُن فرائض اور حقوق کو متعین کیا جسکی رو سے اس نتائج افزا اصول کا نفاذ ہوسکتا تھا کہ وہ واقعات جو یورپ میں ایک جدید مملکت کے معرض وجود میں لانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں وہ کسی طرح اسے ایسے حقوق نہ تفویض کرسکیں گے جنکے باعث وہ اس نظام عمومی میں، جسمیں وہ اب خود شریک ہونیوالی تھی کسی قسم کا تغیر تبدل پیدا کرسکتی اور اگر قدیم مملکت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوتی تو نئی مملکت ان پابندیوں سے اپنے آپ کو سبکدوش نہیں کرسکتی تھی جو قبل سے اس پر عائد تھیں[1] لیکن یہ تمام باتیں فرانس کی اس کوشش میں مانع نہ ہوسکیں جنکی رو سے اس نے انگلستان کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ فرانس کو اس امر کی اجازت دیدے کہ وہ ان قطعات ملک کے صرف ایک قلیل حصے کو خواہ وہ حصہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو ازسرنو حاصل کرے جو ۱۸۱۵ء میں اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے ۔ لیکن لارڈ پامرسٹن کی راسخ کلامی نے فرانس کی تمام توقعات پر۔ اگر یہ گوشۂ خاطر میں کبھی جاگزیں تھیں ۔ پانی پھیر دیا ۔ پامرسٹن کا جواب تھا "اگر ہم عہدنامجات کی پابندیوں کو سختی سے اپنے اوپر نہ عائد کریں گے اور ان تمام خود غرضانہ خیالات سے جنکا مدار ذاتی سرفرازی اور تفوق پر ہو، احتراز نہ کریں گے تو پھر یورپ کے امن و عافیت کا خدا ہی حافظ ہے" یہاں پر اب سوال محض حکومتوں کی حربی طاقت کے توازن کا نہ تھا، پامرسٹن نے کہا "آج ہم فرانس کو گوبھیوں کا ایک باغ یا ایک تاکستان حوالے کردیں تو کل ان تمام خوبیوں سے محروم ہونا پڑے گا جو اصول کی پابندی سے ہم کو حاصل ہیں"[2] قصہ مختصر

---

[1] ژیوسٹ ( Juste ) باب دوم صفحات ۵۶ و ۳۹ ۔

[2] پامرسٹن بہ گرنویل ( بلور باب دوم صفحہ ۵۹ )

**فرانس کی ہوسناک حوصلہ مندیاں اور پامرسٹن**

اگر فرانس، بلجیم کے لیئے خود مختاری اور حقوق ملی حاصل کر سکتا ہے تو انگلستان اسکا بدل و جان شریک ہے۔ اور اسمیں شک نہیں، پامرسٹن کا عقیدہ تھا کہ دونوں حکومتوں میں گہرے دوستانہ تعلقات پیدا ہو جانے سے باہمی فلاح و بہبود کی بہت کچھ توقع کیجا سکتی تھی لیکن اگر فرانس نے کسی وقت عہدنامجات کی خلاف ورزی کی اور سخت گیریوں کی ابتدا کی تو انگلستان اسکے دشمنوں کے زمرے میں صف بستہ نظر آئیگا[1] حکومتیں صرف ایک رعایت روا رکھ سکتی تھیں۔ ۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو شوموں کے قدیم حلیفوں نے ایک مضبطے پر دستخط کیئے جسکی روسے چند ان قلعہ جات کے تمام سامان حرب و ضرب اتار لیئے گئے تھے جو ۱۸۱۵ء میں سرحد بلجیم پر، فرانس نے حبلی نقل و حرکت کے انسداد کے لیئے تعمیر کیئے تھے۔ اسی روز کانفرنس نے مضبط مورخہ ۲۰ جنوری کو منظور کر لیا اور حسب ضابطہ انخلائے لکسمبرگ کے لیئے اہالیان بلجیم کو طلب کیا۔ چونکہ فرانسیسی گورنمنٹ کو قلعہ جات کے معاملے سے کچھ مطلب براری ہو چکی تھی اسلیئے وہ اس پر اصرار کے ساتھ قائم ہو گئی اور اہالیان بلجیم اور ان کے ہمدرد انقلاب پسند رفقا نے جو پیرس میں تھے اس امر کا نہایت درشت آمیز لہجے میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ انقلاب پسند فرانس نے اپنے آپ کو مخالفۂ مقدس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا۔

صفحہ ۱۹۵

**لیوپولڈ شاہزادہ کوبرگ شاہ بلجیم ۱۶ جولائی ۱۸۳۱ء**

فرانس کا اپنے دور از کار اور متفرق مطالبات سے کنارہ کش ہونا گویا تحیفے کے راستے سے ایک سنگ گران کا منتحد ہونا تھا، دوسری دشواری اس طور پر سطے ہوئی کہ تاج بلجیم کے لیئے ایک ایسے امیدوار کا پتہ چلا جو جملہ حکومتوں کے نزدیک قابل پذیرائی تھا، لوئی فلپ کا تاج و تخت کو نامنظور کر دینا اور مزید براں وہ انداز جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی، کچھ ایسے اسباب تھے جن سے اہالیان بلجیم

---

[1] پامرسٹن بہ گرنیویل باب دوم صفحہ ۸۲۔

یکلخت متنفر اور بددل ہو گئے تھے اور ابکی بار اُنھوں نے اسکی کسر اس طرح پر
نکالی کہ اسکا ( Nephew ) بھتیجا یا بھانجہ شہزادہ نیپلس کی "امیدواری" پر
غور کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور اسوقت تک کے لیئے جب تک کہ یہ
مسئلہ قطعی طور پر نہ طے ہو جائے، اُنھوں نے ایک متولی سلطنت منتخب کر لیا،
اب صرف لیوپولڈ شہزادہ کوبرگ ہی ایسا شہزادہ رہ گیا تھا جسکی امیدواری
کسی توجہ یا غور کی مستحق تھی۔ شاہنشاہ نکولس، لیوپولڈ کی اُس دغا بازی کو نہیں
بھول سکتا تھا جو موخر الذکر سے یونان کی بادشاہت کے متعلق سرزد ہوئی تھی۔
لیکن اسکے ساتھ ہی اس نے اپنی رضا دیدی تھی کہ کانفرنس اور بلجیم دونوں
آپسمیں اپنے معاملات طے کر لیں۔ ایک ایسا بادشاہ جس کے تعلقات
انگلستان سے نہایت گہرے ہوں برطانوی حکومت کے نزدیک
سب سے زیادہ پسندیدہ تھا اور پامرسٹن نے اپنے اس مشورے سے
کہ جدید بادشاہ کی شادی لوئیز شاہزادی آرلینس سے کر دی جائے،
لوئی فلپ کو شیشے میں اتار لیا۔ لیوپولڈ نے البتہ یہ کہکر انتہائی دانشمندی سے
کام لیا کہ جب تک وہ اپنی جدید رعایا کے لیئے ان مسائل کا تشفی بخش تصفیہ
نہ کرائے گا تاج و تخت کو ہرگز نہیں قبول کرے گا اور اس نے بنفس نفیس منضبطہ
مرتبہ ۲۰ جنوری میں چند ترمیمات پیش کیں جسکی وجہ سے وہ اہالیان بلجیم کے
نزدیک اور زیادہ قابل پذیرائی ہو جاتا۔ یہ ترمیمات اٹھارہ دفعات مورخہ ۲۶ جون ۱۸۳۱ء

**"اٹھارہ دفعات"**

کی صورت میں مرتب ہوئیں اور جنھیں بلجیم کی کانگریس
نے ۹ جولائی کو منظور کر لیا۔ اہالیان بلجیم کی تالیف قلوب
کے لیئے جن امور کا ان دفعات میں خیال رکھا گیا تھا
وہ یہ تھے، اول تو لکسمبرگ بعین کا توں رہنے دیا جائے دوسرے
قرض عامہ کی بار دیگر اس طور پر تقسیم کی جائے کہ ۱۸۱۶ء سے قبل ہالینڈ
جس حد تک مقروض ہو چکا تھا، صرف اسی رقم کی ادائی اس کے
سبکدوش ہونے کے لئے کافی سمجھی جائے۔ ۱۶ جولائی کو لیوپولڈ، برسلز
کے لیئے روانہ ہوا اور مغربی حکومتوں نے اُسے فوراً

صفحہ ۱۹۶

شاہ بلجیم تسلیم کر لیا تو

**ولندیزی بلجیم پر حملہ آور ہوتے ہیں**

ڈچ ایسے نہ تھے جو اہالیان بلجیم کی طرح "اٹھارہ دفعات" کے مصالحت نامے کو پاکر مطمئن ہو جاتے شاہ ولیم انکو قبول تو کیا کرتا اسنے یہ البتہ محسوس کیا کہ حکومتوں سے کسی قسم کی توقع رکھنا عبث ہے اور اب اس نے یہ عزم کر لیا کہ اپنے حقوق کو منوا ہی کر چھوڑے گا۔ اور اس خیال سے اس نے بلجیم پر حملہ کر دیا، بلجیمی افواج ابھی باقاعدہ طور پر مرتب نہیں کی گئی تھیں، اس لئے یہ مقابلے میں اسے شکست فاش نصیب ہوئی اور جیسا کہ زار نے کسی وقت تحریک پیش کی تھی اگر یہ سوال بالکل "الگ تھلگ" خیال کیا جاتا تو پھر **لیوپولڈ** کا زمانہ اورنگ نشینی عرصے تک نہ قائم رہتا۔ اس ابتلا و مصیبت میں بلجیمی بادشاہ **فرانس** سے طالب دستگیری ہوا۔ بادشاہ کی یہ عرضداشت ۱۳ اگست کو ایسے موقع سے پہنچی کہ کازمیر پیری لے (Casimir Perier) کی کابینہ وزارت درہم برہم ہوتے ہوتے بچ گئی۔ اس درخواست کو پاکر فرانسیسی حکومت باغ باغ ہوگئی۔ وہ تو کسی ایسے معقول بہانے کی تلاش ہی میں تھی جسکی بنا پر وہ فرانسیسی رعایا کے نعرہ ہائے حرب و ضرب پر صدائے لبیک بلند کرسکتی۔ اس نے اپیل فوراً منظور کر لی۔ اس خبر نے کہ فرانسیسی افواج ہالینڈ میں داخل ہونیوالی

**فرانسیسی بلجیم میں داخل ہوتے ہیں**

ہیں **انگلستان** میں ایک نہایت زبردست ہیجان اور اضطراب پیدا کر دیا جہاں یہ اندیشہ کیا جاتا تھا کہ **فرانس** نے **انگلستان** کو ڈھکیل دیکر جولانگاہ یورپ میں سبقت حاصل کر لی، اور اسکا ارادہ ان تمام کارروائیوں پر پانی پھیر دینے کا ہے جنکی انجام پذیری میں خزانے لٹا دیئے تھے اور خون کی ندیاں بہائی تھیں۔ جوں جوں فرانسیسی افواج بڑھتی گئیں ولندیزی پیچھے ہٹتے گئے۔ اور یہ توقع کیجاتی تھی کہ اگر مؤخر الذکر نے بلجیمی ممالک خالی کر دیئے تو اول الذکر بھی انکے نقش قدم کو اپنا راہ نما بنائیں گے۔ لیکن فرانسیسی حکومت نے جسکی ایک آنکھ ہمیشہ پیرس والوں پر لگی رہتی تھی اس بات کو محسوس کیا کہ اسے اسوقت تک

ارض بلجیم سے اپنی فوج واپس نہیں بلانی چاہئے جب تک کہ اسے نہایت وقیع ثبوت اس امر کا نہ ملجائے کہ فرانس کی آبرو اور ناموس اس کے ہاتھوں میں محفوظ رہ سکیگی اس لئے اس نے یہ تحریک پیش کی کہ فرانسیسی افواج اسوقت تک بلجیم میں مقیم رہیں گی جب تک کہ ان قلعہ جات پر سے جو مضبطہ مرتبہ ۱۸ اپریل کی رو سے مسمار کر دیئے جانے والے تھے، تمام اسلحات وسامان حرب وضرب اتار نہ لئے جائیں۔ فرانسیسی رعایا پر یہ ظاہر کردینا آسان تھا کہ یہ سب کچھ انکی قوت بازو کا کرشمہ تھا اور فرانسیسی کابینہ وزارت کے استحکام میں جو چیزیں معین ہوسکتی ہیں وہ یورپ کے لیئے مضرت ناک نہیں ثابت ہوسکتیں۔ لیکن پامرسٹن اب بھی ٹس سے مس نہیں ہوتا تھا، اس نے کہا، حکومتوں کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ ان میں سے کئی قلعہ جات پر سے تمام سامان حرب وضرب اتار لیئے جائیں لیکن اسکی کیا ضرورت ہے کہ فرانس بہ نوک سنگین، ان کو اسکا طریقہ اور وقت بھی بتائے ضمناً اس نے یہ بھی کہدیا، اسکا یہ جملہ ایک حد تک بے وردانہ بھی تھا، کہ انگلستان کے نزدیک پیری اے کابینہ کی وقعت سوائے اسکے کہ وہ یورپ کے امن وعافیت کی ضامن تھی، اور کچھ نہ تھی اور یورپ سے اس امر کی توقع رکھنا عبث تھا کہ وہ اپنے عام طریق کار کو پیرس کے بے ہنگام مجمع کے خبط یا بے تکے پن کا پابند بنائے گا، قصہ مختصر[1] فرانسیسیوں کو ارض بلجیم کو فوراً خیر باد کہنا چاہیئے ورنہ پھر ایک عام جنگ چھڑ جائے گی اور وہ بھی چند ہی دنوں کے اندر اندر"، یہ انداز گفتگو جسمیں چون وچرا کی گنجائش نہ تھی موثر ہوکر رہی فرانسیسی افواج بلجیم سے ہٹائی گئیں اور اسکے معاوضے میں پانچ سرحدی قلعہ جات مے نین آت، مونز، فلیپیول، اور میریبرگ (Menin, Ath, Mons, Philipprille and Morienbourgh) سے تمام سامان حرب وضرب علحدہ کئے جانے لگے ؛

**پامرسٹن کی موثر صدائے احتجاج**

صفحہ ۱۹۷

---

[1] بلوز۔ باب دوم صفحہ ۱۰۹۔

فرانس کی مداخلت اہالیان بلجیم کی نجات کا باعث تو ہوئی لیکن ان تمام
کارروائیوں نے واقعات اور حالات پر اتنا گہرا اثر چھوڑا تھا کہ اہالیان بلجیم ان تمام
باتوں کو اپنے مفروضہ اغراض و مقاصد کے منافی سمجھنے لگے۔ انکا وہ اعتماد علی النفس
جسکی وجہ وہ ارادہ کامیابیاں تھیں جو انقلاب کے ابتدائی دور میں حاصل ہوئی تھیں،
ولندیزیوں سے شکست کھا جانے پر فنا ہو گیا۔ اور اس امر کے احساس نے کہ
وہ حکومتوں کے خوشنودی مزاج سے اتنا مستغنی نہیں ہیں جتنا وہ خیال کرتے تھے،
ان میں شرائط کے قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت پیدا کر دی تھی۔ لیوپولڈ نے فوراً
ایک موقع ڈھونڈ نکالا جسمیں وہ اس قسم کے انتظامات کا تکملہ کرانا چاہتا تھا جسکی
رو سے اسکی سلطنت کو ایک طرح کا جواز قانونی حاصل ہو جاتا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
۱۵ اکتوبر ۱۸۳۱ء کو کانفرنس کے وکلائے مطلق نے ان چوبیس دفعات
پر دستخط ثبت کر دیئے جس کی رو سے لمبرگ اور لکسمبرگ کا کچھ حصہ
دفعات بست وچہار | ہالینڈ کو واپس کر دیا گیا۔ بلجیم محرومیت کے کافی چرکے
کھا چکا تھا اور اب اس نے اس فیصلے کے قبول کرنے میں مطلق چون وچرا نہ کی۔
لیکن شاہ ہالینڈ نے نہایت پرجوش حقارت کے ساتھ ان ممالک کو حوالہ
کر دینے سے انکار کیا جن پر وہ "بعون الٰہی" حکومت کرنے کا مجاز تھا۔ روسی مختار کل
اس کے غیظ وغضب کا خاص طور پر نشانہ بنا کاونٹ ماتوجے وک
(Count Matuszewic) بے سود اس امر پر زور دیتا رہا کہ شاہ ولیم کی "حق ملکیت" کی
بنیاد اتحاد اربعہ کے تفویض کردہ اختیارات پر تھی اور حکومتیں جو کچھ تفویض کر سکتی
ہیں اسے واپس بھی لے سکتی ہیں۔ اب بادشاہ نے اپنا مرافعہ زار کے
نائبین سے اٹھا کر خود زار کی بارگاہ میں پیش کیا جہاں اسے مایوسی نہیں ہوئی
صفحہ ۱۹۸ | ۱۵ نومبر ۱۸۳۱ء کو معاہدۂ لن۔ن پر بلجیم [۵۱] اور دوسری پانچ بڑی حکومتوں
کے وزراء کے دستخط ثبت ہوئے۔ لیکن مدبران روس کی مایوسی کی انتہا نہ رہی
جب انھوں نے دیکھا کہ نکولس اسوقت تک انکی کارروائیوں کو شرف قبولیت

۵۱ ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۵۸۔

نہیں عطا کر سکتا تھا جب تک کہ خود شاہ ہالینڈ اسے نہ منظور کرلے۔ اس نے علی الاعلان کہدیا کہ وہ بلجیم کی حکومت انقلابی کو اسی سطح پر دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا جس پر ہالینڈ کا اصلی اور حقیقی تخت شاہی رکھا ہوا ہے۔ جبر واستبداد اگر کسی کے خلاف برسر کار لایا جاسکتا تھا تو وہ اول الذکر حکومت تھی نہ کہ موخر الذکر! روسی مدبران سلطنت نے اس رویے کے خلاف صدائے ناراضی بلند کی جسکی وجہ سے ایک دفعہ پھر روس کے اغراض و مقاصد کو کسی اصول کی اشاعت یا نفاذ کے مقابلے میں، صف اول میں جگہ نہ مل سکی اور جس نے یورپ کی قسمت کی باگ ہالینڈ کے ضدی حکمرانوں کے ہاتھ میں دیدی۔ لیکن معاملات کو اس حد تک طوالت نہیں دیجاسکتی تھی۔ خود شاہنشاہ نکولس اپنے خاندانی عزیز کی ضدی فطرت سے عاجز آگیا اور آخر کار وہ ایک ایسے تصفیے پر راضی ہوا جس سے ایک طرف خود اسکے اصول اتنے مجروح ہوتے تھے اور دوسری جانب انگلستان کو بھی خاطر خواہ اطمینان نصیب ہوتا تھا، ۴ مئی ۱۸۳۲ء کو عہدنامجات مرتبہ نومبر کی تصدیق چار حکومتوں نے کی اور شہنشاہ نکولس نے باستثنائے تین دفعات کے جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے کچھ زیادہ وقیع نہ تھے اور جن کو موخر الذکر نے دونوں حکومتوں کے درمیان جدا جدا طور سے معرض بحث میں لانے کے لیئے چھوڑ دیا تھا، شرف قبولیت بخشا اس دستاویز کی رو سے شاہ بلجیم کی حیثیت تسلیم کی گئی اور حکومت ہائے جلیلہ بلجیم کی غیر جانبداری کی ضامن بنیں زار نے اپنے پچھلے قول و فعل کو

بلجیم کی حیثیت کا تسلیم کیا جانا اور اس کی غیر جانبداری

بتانے کی غرض سے، اسوقت تک کے لیئے دربار برسلز سے سیاسی تعلقات قائم کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ شاہ ہالینڈ اسکی (دربار برسلز کی) حیثیت نہ تسلیم کرلے۔ ادھر شاہ ولیم تھا کہ سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہ تھا اور اب اسکے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا تھا کہ اسکے خلاف استبدادی پہلو اختیار کیا جائے چونکہ دوسری حکومتیں اس پر رضامند نہیں ہوتی تھیں اس لیئے یہ فرض فرانس اور انگلستان کی متفقہ مساعی پر چھوڑ دیا گیا۔ ایک فرانسیسی فوج نے انٹورپ کا جو ابتک

ہالینڈ جبر و استبداد کے شکنجے میں

ڈچ کے قبضے میں تھا، محاصرہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا، دوسری طرف انگلستان نے دریائے شیلٹ اور سواحل ہالینڈ کی ناکہ بندی کر دی اور تمام ڈچ جہازوں کی نقل و حرکت روک کر وسائل تجارتی کا یکلخت سد باب کر دیا۔ دو ایک قلعہ جات کے علاوہ جو شیلٹ پر واقع تھے اب بلجیم میں ڈچ کی کوئی مقبوضات نہ تھیں۔ دوسری جانب اہالیان بلجیم۔ لمبرگ اور لکسمبرگ پر برابر قابض رہے آخر کار ۱۸۳۹ء میں شاہ ولیم نے اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تبادلے کا مطالبہ کیا جائے۔ اس ایک طرفہ معاملے کے خلاف اہالیان بلجیم میں کچھ آثار بیزاری پیدا ہو چلے تھے کہ حکومتوں نے جبریہ تعمیل کی دھمکی دی اور آخر کار مسئلۂ بلجیم طے ہوا۔ شاہ ولیم ذلت شکست کی تاب نہ لا سکا اور اپنے اصول کی اشاعت پذیری اور نفاذ کا قائل رہ کر اس نے تاج و تخت کو خیرباد کہہ دیا۔

صفحہ ۱۹۹

جن اندیشہ ناک سنین میں مسئلۂ بلجیم چھڑا ہوا تھا اس میں مشرقی حکومتوں کے رویے کا پتہ اس حقیقت سے چل سکتا ہے کہ اس زمانے میں خود انکے آس پاس انقلابی ریشہ دوانیاں عروج پر تھیں اور جنگی گرانباری وہ بُرے طور پر محسوس کر رہی تھیں۔ روس کو تو لے دے کر پولینڈ کی پڑی ہوئی تھی اور آسٹریا اور پروشیا کا ذہن بھی رہ رہ کر اسی طرف منتقل ہوتا تھا دوسری طرف اٹلی اور پروشیا کی سیاسی بے چینیوں نے آسٹریا کی توجہ اپنی طرف منعطف کرالی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوہ آلپس کے دونوں جانب شمال اور مشرق میں صورت حال بے اطمینانی پیدا کرنیوالی ضرور تھی لیکن اندیشہ ناک نہ تھی۔ جرمنی میں کہیں کہیں

جرمنی میں انقلابات

سے ایک آدھ ہنگاموں کی خبر آجاتی تھی اور جو محض نتیجہ تھا اُن حالات کا جنکو استبدادی سے استبدادی حکومتیں بھی ناقابل برداشت خیال کرنے کے لیئے تیار تھیں۔ ڈیوک آف برنسوک کو تاج و تخت سے محروم کر دیا اور ایک آواز بھی اس کی واپسی کے لیئے بلند نہ ہوئی۔ عجیب الخلقت الکٹر آف ہسے، ایک آئین منظور کرنے کے لیئے مجبور کیا گیا۔ اور ہنوور اور سکسنی میں جو متروک اور بے اصول قوانین اور ضوابط مروج تھے

انھیں ورہم برہم کر دیا گیا۔ لیکن پھر بھی جرمنی سے نے میٹرنخ کو مشوش اور مضطرب ہونے کا کوئی موقع نہ دیا۔ لبرل خیالات کے حاملین جنکی ابتک زبان بندی نہیں کی گئی تھی، جنوب میں خصوصیت کے ساتھ، اہالیان پیرس کی سیاسی اقوال معمولی (Political Platitudes) اور روکھی پھیکی لفاظی پر صدائے لبیک بلند کر رہے تھے۔ لیکن اہالیان جرمنی کی بے پروائی اور بے تعلقی کا اظہار جمود ایسا نہ تھا جسمیں صرف ایسے انقلاب انگیز فقرے ہیجان پیدا کر سکتے جنکی وقعت تکیۂ کلام سے زیادہ نہ ہو۔ سرحد کے پرے جب تک خطرات کا اندیشہ کافی تھا اُسوقت تک جیکوبن گروہ کو کسی قسم کی آزادی دینے میں کوئی حرج نہ تھا اور اُن خدشات کا ازالہ ہوجانیکے بعد فوراً ہی کارلسباڈ کا دہانہ ایک دفعہ پھر نہایت خاموشی کے ساتھ چڑھا دیا جاتا ؂

میٹرنخ کو جس بات کی زیادہ تشویش تھی وہ اٹلی میں آسٹروی حکومت کا بقا و تحفظ تھا، وہ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ آسٹروی حکومت اٹلی میں کافی بدنام اور نامقبول ہے اور اہالیان اطالیہ کی یہ تمنا ہر سال ترقی کرتی جاتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسکا خاتمہ کر دیا جائے۔ ایک زمانے میں اس پر یہ کابوس طاری تھا کہ روسی کارندے اراکین کاربوناری سے سازباز رکھتے ہیں لیکن شاہنشاہ نکولس کے اس وعدے سے اسے اطمینان ہوگیا تھا کہ اگر اٹلی میں کوئی انقلاب رونما ہوا، اور ضرورت سمجھی گئی تو وہ آسٹریا کی امداد سے دریغ نہ کرے گا۔ لیکن جہاں انقلاب جولائی کے کوہ آلپس کے دامن میں پھیل جانیکا اندیشہ تھا وہاں اس سے ایک خطرہ اور رونما ہوا ؂

صفحہ ۲۰۰

**لوئی فلپ اور انقلاب اٹلی**

لوئی فلپ کے متعلق یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ وہ شاہی "نو دولتیوں" کی طرح لبرلزم کی حمایت کی آڑ پکڑ کر فرانس کے قدیم دعاوی کو کوہ آلپس کے پرے از سر نو زندہ کرنے کی عزت حاصل کرے گا۔ اطالوی لبرل جماعت کی توقعات ہی میٹرنخ کے خطرات تھے اور انکی توقعات انکے لیئے کچھ ایسی جرأت آموز ثابت ہوئیں کہ اُنھوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیا جو منصب پاپائیت کے خالی ہونے سے رونما ہوا تھا، اور جو انقلاب فرانس کے ساتھ ساتھ معرض ظہور

میں آیا لیو دوازدہم نے جو ۱۸۲۳ء پی اس ہفتم ( Pius VII )
کا جانشین ہوا تھا ان تمام کلیسائی بدنظمیوں اور بے عنوانیوں کو از سر نو زندہ کیا
جسکا استیصال اسکے پیشرو نے۔ کارڈنل کونسالوی ( Cardinal Cousalvi
(جسکی وفات ۱۸۲۴ء میں ہوئی تھی) کی روشن خیالیوں سے
متاثر ہوکر کر دیا تھا، لیو ۱۸۲۹ء میں رحلت کر گیا اور اسکا جانشین پی اس ہفتم ( Pius VII)
مشکل سے ایک سال حکمراں رہا۔ انقلاب فرانس کے بعد ہی پی اس
( Pius ) کی وفات کی خبر آئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ پادریوں کے نفرت انگیز
ظلم و ستم کے خلاف پاپائے روما کی ریاستوں میں مختلف مقامات پر
ہنگامے برپا ہوگئے۔ بولونیا ( Bologna ) میں اور رومانیا (Romagna)
کے دوسرے اضلاع میں امبریا ( Umbria ) میں اور سرحدی اضلاع میں
( Marches ) اور سینٹ پیٹر کی جاگیر کے علاوہ ہر جگہ پادریوں کو
چھوڑ کر، تمام لوگ خواہ وہ شہری ہوں یا فوجی کلیسائی حکام کو معزول کرنے پر
تل گئے اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ پوپ کا دنیوی اقتدار ختم ہوتا ہے!
اگر اس انقلاب کو یوں ہی رہنے دیا جاتا تو پاپائیت مقدسہ کے مقابلے میں
اس کے پاؤں آخر تک جمے رہتے اور جیساکہ میٹرنخ کا خیال تھا اگر فرانس
امداد دینے کے لئے تل جاتا تو پھر سارے اٹلی میں آگ لگ جاتی لیکن
لوئی فلپ میں اتنی ہمت کہاں کہ وہ کسی ایسی مہم کو سر کرنے کے لیئے جس کے
نتائج مشتبہ ہوں اپنے تاج و تخت کو خطرے میں ڈالتا، چونکہ فرانس سے
کوئی استعانت حاصل نہ ہوسکی اس لیئے تمام انقلابات انھیں چھوٹی چھوٹی
ریاستوں تک محدود رہے جہاں آسٹرڈی سنگینوں کی ہیبت ہمیشہ کے لیئے
فضائے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوچکی تھی۔ موڈینا اور پارما نے علم بغاوت
بلند کیا۔ لیکن لومبارڈی اور وینس ( Lombards Venetia )
ٹس سے مس نہ ہوئے اور ٹسکنی تو گرینڈ ڈیوک کی مطلق العنان
لیکن مربیانہ حکومت میں اطمینان اور فراغت کے ساتھ محو استراحت تھی۔ اٹلی
اور جرمنی میں بھی ابتک کوئی ایسی آواز نہیں بلند کی گئی تھی جس پر لوگ

صفحہ ۲۰۱

صدائے لبیک بلند کر کے جوق جوق جمع ہونے لگے اور نہ تو کوئی ایسا نصب العین متعین تھا جو لوگوں کی تمام سعی و کوشش کا مرکز بنتا۔ اور اٹلی کے اتحاد کا خیال ابھی میزینی، کاوواُر اور چارلس البرٹ کے دماغ میں محض ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ کہیں کہیں لوگ ایک ناقابل برداشت آسیب یا عفریت سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے لیکن اُن میں کوئی جوش ان مروجہ انقلابی حکومتوں کے لئے نہ تھا جنھوں نے ان ہی چیزوں کو قائم کیا تھا جس کو لوگوں نے مٹایا تھا۔ آسٹروی افواج کو جو پوپ گریگوری شانزدہم کی استدعا پر "امن پھیلانے کے لیئے" بڑھ رہی تھیں، بہ مشکل کہیں کسی سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ڈیوک موڈینا انکے پیچھے پیچھے واپس آیا اور رومانیا (Romagna) کے انقلاب پسند، آسٹروی افواج کے بڑھنے کی خبر سنکر کچھ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ "مقدس باپ" سے ہرممکن شرطے کر لینے کے لئے تیار ہوگئے۔

**آسٹریا اور فرانس اٹلی میں انکونہ پر قبضہ**

ابتک تو مٹرنخ نے فرانسیسی حکومت کے بودے پن کا صحیح اندازہ لگایا تھا لافیٹ (Laffitte) وزارت کے ان اراکین کا لیڈر تھا جو انقلاب پسندوں سے ہمدردی رکھتے تھے لیکن اسکے مقابلے میں لوئی فلپ کے حزم و احتیاط کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا اور لافیٹ (Laffitte) کی کنارہ کشی پر بادشاہ کو کازمیر پیریٔ (Casimir Perier) کی شخصیت میں ایک ایسا وزیر مل گیا جو بالکل اسکی طبیعت کے مطابق تھا۔ اسکا ہمیشہ سے یہ مقصد تھا کہ فرانس میں ملوکیت شخصیت دستوری کے قیام و بقا کی صرف ایک صورت ہوسکتی تھی اور وہ یہ کہ ہر ایسے طرز عمل سے پرہیز کیا جائے جس سے حدود فرانس سے باہر حریفانہ تگ ودو کی نوبت آئے۔ اور دوسری جانب یورپ کی بین الاقوامی پابندیوں پر خلوص کے ساتھ قائم رہ کر اسکی عداوت اور خصومت کو بے اثر کر دینا چاہیئے۔ روما میں آسٹروی مداخلت کو فرانس اب ایک امر مسلمہ سمجھتا تھا، لیکن یہ شرط البتہ عائد کرتا تھا کہ آسٹروی افواج جلد سے جلد بلالی جائیں۔

صفحہ ۲۰۲

اور آسٹریا کو دوسری حکومتوں کے دوش بدوش رہکر اس بات پر زور دینا چاہیئے کہ "حکومت پاپائی" میں ضروری اصلاحات نافذ کی جائیں ۔ آسٹریا کے سب سے قریبی مقاصد پورے ہو چکے تھے اور اب وہ خلیق اور متواضع بننے کے لیئے ہر طرح سے تیار تھا ۔ دول کی ایک کانفرنس روما میں منعقد ہوئی، جس نے متفق اللفظ ہوکر پوپ پر زور ڈالا کہ حکومت میں آئینی آزادی کے کچھ عناصر شامل کیئے جائیں ۔ اور سب سے زیادہ زور تو اس امر پر دیا گیا تھا کہ دیوانی انتظام میں اُن لوگوں کو بھی شریک کر لیا جائے جو پادریوں کے زمرے میں نہ تھے جولائی ۱۸۳۱ء میں یہ سب باتیں اتمام کو پہنچیں تو آسٹریوں نے بھی کلیسائی ریاستوں کو خیر باد کہی ۞

لیکن گریگوری شانزدہم جس نے ایک سال بعد "اس مہمل اور غلط اصول کے خلاف کہ ہر کس وناکس کو اپنے ضمیر کے اعتبار سے آزادی حاصل ہونی چاہیئے" گرجنا شروع کیا، ایسا نہ تھا جو اصلاحات کے پورے نظام عمل پر کاربند ہوتا۔ قدیم کلیسائی بیہودگیاں نہایت شد و مد کے ساتھ از سر نو بر سر کار لائی گئیں اور اس بے چینی کے استیصال کے لیئے جو کہیں کہیں رونما ہونے لگی تھی ایک جماعت جسے سان فی دستی ( Sanfedisti ) کہتے تھے اجرت پر رکھی گئی ۔ اسکا انجام ایک دوسری بغاوت پر ہوا، جسکے فرو کرنیکے لیئے پوپ کی استدعا پر جنوری ۱۸۳۲ء میں آسٹروی افواج ایک دفعہ پھر وارد ہوئیں، اور اس مرتبہ خود عامۃ الناس نے انکا خیر مقدم ایسے محافظین کی حیثیت سے کیا جو ان شریر النفس لوگوں کے خلاف جنگ کرنے آئے تھے جو پاپائے روم کے علم کے سائے میں جنگ آزمائی کر رہے تھے ۔ اس دوسرے آسٹروی حملے سے جو کلیسائی جاگیرات کے خلاف عمل میں آیا تھا کچھ ایسا ظاہر ہوتا تھا گویا قبضۂ دوامی کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی اور اب کازیمیر پیری اے ( Casimir Perier ) نے ایک جوابی چال چلنے کا فیصلہ کیا ۔ فروری ۱۸۳۲ء میں قبل اس کے کہ آسٹروی افواج وہاں پہنچ بھی سکیں فرانس نے انکونا کے قلعے پر قبضہ کر لیا اور کچھ عرصے کے لئے معلوم ہونے لگا کہ وہ جنگ جسکا اندیشہ تھا اب کچھ

دور نہیں رہ گئی ہے ۔ پوپ اور دیگر سفیران حکومت نے فرانس کی اس دراز دستی کے خلاف اظہار ناراضی کیا لیکن پیری اے ( Perier ) نے اس امر سے انکار کرتے ہوئے کہ اسکا یہ فعل انقلاب کے نشر واشاعت میں معین ہوگا یا اس سے کوئی جنگ مقصود ہے یہ کہدیا کہ وسطی اٹلی کے معاملات میں اسکو دخل دینے کا ایسا ہی حق حاصل ہے جیسا آسٹریا کو ہے اور رہا یہ سوال کہ صلح قائم رکھی جائے گی یا نہیں اسکا مدار آسٹریا کے رویے پر ہے ' بالآخر آسٹریا نے ایک بدتر چیز قبول کرنے سے بہتر یہی خیال کیا کہ حالات حاضرہ کی اہمیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے پیری اے ( Perier ) خود رحلت کر گیا اور اسکے ساتھ ساتھ اہالیان اٹلی کو ایک بہتر حکومت تفویض کرنے کا خیال بھی پیوند خاک ہوگیا سالہاسال فرانس اور آسٹریا ایک دوسرے کے مقابل سرزمین اٹلی پر فروکش رہے لیکن ان دونوں کا مقابلہ انقلاب اور انضباط کا مقابلہ نہ تھا بلکہ یہ ارض اٹلی پر اپنی اپنی عظمت کا سکہ بٹھانے کے لیئے بوربون اور ہاپسبرگ خاندانوں کی حریفانہ کشاکش تھی ۔ انکو نا کا قبضہ حکومتوں کے "توازن قوت" کی ایک معمولی سی جنبش تھی" اور ۱۸۳۸ء میں جب آخری بار آسٹروی افواج واپس ہوئیں تو فرانس بھی انکے نقش قدم پر ہولیا

**پولینڈ** ۱۸۳۰ء بلجیم کے دوران میں شاہنشاہ زار کے رویئے کا مدار بغاوت پولینڈ کی رفتار ترقی پر تھا جس نے اب ایک ایسی اچھی خاصی جنگ کی صورت اختیار کرلی تھی جو دو قوموں میں چھڑی ہو نہ کہ محض ایک معمولی بغاوت جو ایک غیر مطمئن رعایا اور بادشاہ میں رونما ہو۔ الگزنڈر اول نے اہالیان پولینڈ کی قومیت اور انکے اس آئین کی حیثیت تسلیم کرکے جسے کانگریس منعقدۂ وائنا نے تفویض کیا تھا انکے جذبات کو تو اکسا دیا مگر انکے حوصلوں کو پورا نہ کرسکا ۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو مغرب کی لبرل جماعت کے نزدیک قومیت کا جو مفہوم ہے اسکی رو سے ' پولش قوم' کا کہیں وجود بھی نہ تھا ۔ یہاں تو چھوٹے بڑے زمینداروں کی بے شمار اور متمرد اشرافی جماعتیں تھیں جن کو طبقۂ کاشتکاران سے اتنی ہی مغائرت تھی جتنی خود روسیوں سے

صفحہ ۲۰۲

اور اہالیان پولینڈ کی ہر قومی تحریک کی یہ نہایت مہلک کمزوری تھی کہ وہ جمہور کے مفاد کو مدنظر رکھکر نہیں پیش کی جاتی تھی بلکہ اُسکو صرف برسر اقتدار جماعت کے اغراض و مقاصد سے سروکار رہتا تھا۔ روسی نظام حکومت کے نفرت انگیز ہونے کی جہاں ایک وجہ یہ تھی کہ وہ طبقۂ امرا کے ظالمانہ حقوق میں دست انداز ہوتا تھا وہاں یہ بھی تھا کہ اسکا طریقۂ کار بھی نہایت جابرانہ اور خود مختارانہ ہوتا تھا۔ الگزنڈر اول نے یہ بات اظہر من الشمس کردی تھی کہ پولینڈ کی طرف اس کا میلان مخلصانہ تھا، اور ۲۷ مارچ ۱۸۱۸ء کو پہلے پہل مجلس دیئٹ کا افتتاح کرتے ہوئے اس نے جو تقریر کی تھی وہ سرتاپا لبرل جذبات سے سرشار تھی اور جسمیں اس نے یہ بھی امید دلائی تھی کہ وہ اپنے عزیز پولینڈ کو وہ ممالک بھی واپس کردے گا جو ۱۷۷۲ء اور ۱۷۹۵ء کی تقسیم میں اس سے چھین لیئے گئے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ باشندگان پولینڈ کو اپنی اپنی جماعتوں کی حق رسی کی جتنی فکر دامنگیر تھی اگراتنی فکر اپنے ملک کی ہوتی تو روسی حکومت کے سائے میں وہ اس تھوڑی بہت آزادی کو جو انھیں حاصل تھی اس طور پر کام میں لاسکتے تھے کہ جمہور انام کے مختلف اور جداگانہ اغراض و مقاصد متحد ہوکر عندالضرورت ایک قومی طاقت کی صورت میں، غیر اقوام کی چیرہ دستی کے خلاف برسرکار لائے جاسکتے۔ لیکن بجائے اسکے کہ ایک ایسے معاملے کو جو بہت زیادہ بُرا نہ تھا بہترین طریقے سے نبھانے کی کوشش کی جاتی مجلس دیئٹ نے ہر کارروائی میں، اندھا دھند رکاوٹیں پیدا کرنی شروع کردیں، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ روسی نظام حکومت کو غیر ممکن بنانے کے لیئے کوئی خفیہ سازش برسرکار ہے۔ زار آخرکار مایوس ہوگیا اور میٹرنخ کے ایما سے، جو آسٹروی سرحد کے قریب ایسی نافرجام مثال دیکر خائف ہوچکا تھا، بہ خیال "الحفظ ماتقدم" مختلف تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ ۱۸۲۰ء کے بعد سے اس نے اُن تمام آزادیوں کو رفتہ رفتہ سلب کرنا شروع کیا جو وقتاً فوقتاً پولس ( Poles ) کو تفویض کی گئی تھیں اور آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۱۸۲۳ء میں منظورشدہ آئین ہی

صفحہ ۲۰۴

معطل کر دیا گیا۔ اسمیں شک نہیں کہ ۱۸۲۵ء میں وہ از سر نو نافذ کر دیا گیا لیکن اس پر چند پابندیاں بھی عائد کی گئیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ زار اب بھی مشتبہ ہے۔ وہ آزادیاں جو الگزنڈر کے دور حکومت میں معرض خطر میں تھیں نکولس کے عہد میں بہ مشکل جانبر ہوسکتی تھیں (Cesarevitch

**پولش آئین کا معطل کیا جانا**

(Constantine) ولیعہد قسطنطین جو پولینڈ کا کمانڈر انچیف اور اصلاً وہاں کا حکمراں بھی تھا اور باوجود اسکے کہ اسکی بیوی پولینڈ کی تھی اور اس کی ہمدردیاں بھی پولس کے لیئے وقف تھیں، نفرت انگیز تصور کیا جاتا تھا اور اس نے پولس کی ایک قومی فوج تیار کر کے ایک طرح سے گویا اپنی ہی ہلاکت کا آلہ تیار کیا تھا۔ ۱۸۲۸ء میں ایک فوجی سازش کھڑی کی گئی لیکن ابھی اسکا نفاذ معرض التوا میں رکھا گیا تھا اور اس طور پر جنگ روم و روس کا بہتر اور مفید موقع ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اہالیان پولینڈ کے پرشوق تخیل کے لیئے انقلاب فرانس گویا ایک دعوت حرب و ضرب تھا جسے طاق نسیان پر رکھنا کسی طرح روا نہ تھا۔ اسکے پہلے فرانس اُن کو مدد دے چکا تھا۔ اور اب ایک مرتبہ پھر فرانس ہی کی سرزمین سے ہزاروں صدائیں بلند ہو ہو کر اسکی انقلابی مشن کی تبلیغ کر رہی تھیں۔ لیکن اسی اثنا میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ زار انقلاب فرانس کے خلاف اعلان جنگ کرنے والا ہے اور پولینڈ پر ان روسی افواج کا قبضہ ہونے والا ہے جو آزادی کا گلا گھونٹنے کے لیئے فرانس بھیجی جارہی ہیں اور پالش افواج خود اس غیر مقدس جنگ میں حصہ لینے پر مجبور کی جائیں گی۔ اب پانی سر سے گزر چکا تھا؛

**انقلاب وارسا ۲۹ نومبر ۱۸۳۰ء**

۲۹ نومبر کو وارسا میں ایک فوجی بغاوت رونما ہوئی؛ قسطنطین خود بہ مشکل جان بچا کر بھاگا اور اپنی فوج کے اُن باقیات صالحات کو شہر سے نکال لیجانے پر مجبور ہوا جو ابتک اسکی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ جب ایک مرتبہ پانسہ پھینک دیا گیا، پھر ہر چیز کا مدار "سخت کوشی" "زود باشی" اور اتحاد عمل پر تھا لیکن لیڈروں کی باہمی ناچاقی انکی کمزوری یا غداری ایسی چیزیں تھیں جو شروع ہی سے اس

بغاوت کی وبال روش رہیں قسطنطین کے فرار ہو جانے کے بعد شاہزادہ آدم چارتورسکی ( Prince Adam Czartoryski ) اور ( General Chlopicki ) جنرل چلوپکی کی سرکردگی میں جو انتظامی حکومت قائم ہوئی اسکے جملہ اراکین پول ( Poles ) تھے۔ اس حکومت نے جیسے کچھ حالات رونما تھے انھیں پر قناعت کر کے شاہنشاہ سے سلسلۂ گفت و شنید شروع کر دیا لیکن اگر وہ چند شرائط حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوتی تو یہ بات ظاہر تھی کہ وہ حقیقت میں انقلاب کی اصلی اور پوشیدہ طاقت کی مظاہر نہ تھی۔ بغاوت کی ابتدا گرینڈ ڈیوک کے اڈجوٹنٹ اور دیگر افسروں کے قتل سے ہوئی اور انتہا اس پر ہوئی کہ تمام یہودی جو نہتے تھے اور جنھیں کوئی جائے پناہ نہیں حاصل تھی، انتہائے شقاوت کے ساتھ ذبح کر دیئے گئے اور جسکی روک تھام کے لیئے گورنمنٹ نے کوئی کوشش نہ کی یا پھر اس میں اتنی سکت ہی نہ تھی کہ اس کا انسداد کر سکتی۔ چلوپکی ( Chlopicki ) جو کبھی نپولین کا ایک افسر رہ چکا تھا، کمانڈر انچیف منتخب ہوا لیکن اُسنے یہ عہدہ لڑنے کے لیئے نہیں بلکہ محض صلح و مصالحت کی سلسلہ جنبانی کے لئے منظور کیا تھا۔ قسطنطین کچھ مہلت حاصل کرنا چاہتا تھا اسی لیئے اس نے ان سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ انکے ان مطالبات کو کہ الگزنڈر نے جن ممالک کا وعدہ کیا تھا وہ از سر نو متحد کر دیئے جائیں اور آئین پر نہایت خلوص اور ایمانداری کے ساتھ عمل در آمد کیا جائے۔ زار کے سامنے پیش کر دے گا۔ یہ سب کچھ سنکر وہ سیدھا سینٹ پیٹرسبرگ پہنچا اور یہ مشورہ دیا کہ بغاوت کو فرو کرنے کے لیئے جلد سے جلد تشددی تدابیر اختیار کیئے جائیں۔ اہالیان پولینڈ، فرانس کی امداد پر پھولے ہوئے تھے۔ انکو یہ بھی توقع تھی کہ انگلستان اور آسٹریا بھی ان کی دستگیری سے دریغ نہ کریں گے۔ امید یہ کیجاتی تھی کہ ایسے سخت اور نازک وقت یا حالت کا اندازہ کر کے زار انکے حق بجانب مطالبات کو ضرور تسلیم کرلے گا۔ لیکن ابھی انکو یہ سبق ذہن نشین کرنا باقی تھا کہ پیرس کی سوقیانہ بانگ خروس

صفحہ ۵

فرانس ہی کی آواز نہ تھی اور نکولس ٹوٹ سکتا تھا مگر جھک نہ سکتا تھا۔

۱۸ دسمبر کو مجلس ویئٹ کا اجلاس منعقد ہوا جس نے "انقلاب ملی" کا اعلان کر کے ایک طرح سے صلح و آشتی کی آخری امید کو بھی فنا کر دیا۔ چلوپکی ( Chlopicki ) شاہنشاہ کے وابستگان دامن میں سے تھا اس نے استعفا داخل کر دیا لیکن چونکہ اس جگہ کے لئے کوئی دوسرا موزوں شخص نہیں مل سکتا تھا اس لئے وہ دو دن کے بعد انتخاب ثانی کے لئے اس شرط پر رضامند ہوا کہ اسے اختیارات شخصی تفویض کئے جائیں، لیکن ۲۱ دسمبر کو جب زار نے ایک اعلان شائع کیا جس میں اس نے انقلاب کے نفرت انگیز جرم پر سخت نفریں کی تھی اور اہالیان پولینڈ کو بغیر کسی چون وچرا کے ہتیار ڈالدینے کی فہمائش کی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جنرل ڈیبیچ ( General Diebitsch ) کی سرکردگی میں ایک لاکھ بیس ہزار افواج لیتھونیا میں اتار دیں تو اس نے ایک دفعہ پھر اپنے عہدے سے استعفا دیدیا۔

اہالیان پولینڈ نے زار کے اس اعلان کا جواب نہایت "سینہ زوری" سے دیا۔ ۲۰ جنوری ۱۸۳۱ء کو چلوپکی کے بجائے شاہزادہ میکائیل رادزی ول ( Prince Michel Radziwill ) مقرر ہوا جس کے متعلق یہ توقع کی جاتی تھی کہ اس کا نام ہی اس بات کا ضامن ہوگا کہ اس انقلاب میں قدامت پرستانہ عنصر غالب ہے پانچ یوم کے بعد مجلس ویئٹ نے پولینڈ کی خود مختاری کا اعلان کیا۔ ۵ فروری کو دولاکھ زبردست روسی افواج نے سرحد کو عبور کیا اور پولس جنکی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی مراجعت کر کے وارسا آگئے ایک ایسی غیر مساوی جنگ میں صرف حکومتوں کا رویہ پولینڈ کی قسمت کا ضامن ہو سکتا تھا۔ صفحہ ۲۰۶

| انگلستان اور فرانس کا رویہ | پیرس میں اس بات پر نہایت شدومد کے ساتھ |
|---|---|

زور دے رہے تھے کہ اس جنگ میں مداخلت کیجائے ۔ لوئی فلپ کی محتاط گورنمنٹ انگلستان کی معاونت بغیر ہاتھ پاؤں تک ہلانا گوارا نہیں کرسکتی تھی۔ انگلستان میں عوام یا وزرا کی ذاتی ہمدردی کے متعلق شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ تھی لیکن پامرسٹن اب بھی نہایت پامردی سے اس اصول پر قائم تھا کہ عہدناموں کا پابند رہنا چاہیئے ۔ وہ فرانس کا ہمنوا بنکر روس سے اس بات پر ردوقدح کرنے کے لیئے تیار تھا کہ وہ اُن آزادیوں کا قلع قمع کررہا تھا جو وائنا کی کانگریس نے پولینڈ کو تفویض کی تھیں ۔ لیکن وہ عہدنامہ کی خلاف ورزی کرکے پولینڈ کو خودمختار کرانے کا تنہا ذمہ دار بننا گوارا نہیں کرسکتا تھا[1] اس پالیسی کا بھی وہی معمولی حشر ہوا ۔ یعنی ناتمام اور ناقص ہوکر رہ گئی، اس ردوقدح سے ایک طرف زار چیں بجبیں ہوگیا دوسری طرف اہالیان پولینڈ کو کوئی فائدہ نہ پہنچا ۔ نکولس کو حیرت تھی انگلستان اور فرانس عدم مداخلت کے علمبردار ہوکر ایک حلیف حکومت کے اندرونی معاملات میں آخر کس بنا پر دخل انداز ہورہے ہیں ۔ اور اس نے اپنے اس ارادے کا اعلان بھی کردیا کہ وہ اپنی رعایا سے جس طرح چاہے گا پیش آئے گا ۔ پامرسٹن نے فوراً اسکا یہ جواب دیا کہ انگلستان معاملات پولینڈ میں دخل انداز ہونے سے قطعاً آزاد ہے اور معاً فرانس کی پالیسی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔[2]

اب اگر لبرل حکومتوں کے "حسن سلوک" نے سبز باغ دکھا دکھا کر پولس کو خود اپنی ہی تباہی پر آمادہ کرلیا تو دوسری جانب آسٹریا کا مشکوک اور مشتبہ رویہ، چونکہ کم امید افزا تھا، پولس کے مقاصد کے لیئے کم مضرت رساں ثابت ہوا، آسٹریا ہر ایسی ضرب پر صدائے تحسین بلند کرنے کے لیئے تیار تھا جس سے روس کے اس اقتدار کو صدمہ پہنچے جسکا سکہ ۱۸۲۸ء میں جم چکا تھا، علاوہ بریں میٹرنخ کا یہ عقیدہ تھا کہ

آسٹریا کا رویہ

---

[1] بلور ۔ سوانح عمری جلد دوم صفحہ ۶۱ ۔
[2] مارٹنس جلد یازدہم صفحہ ۳۴۸ ۔

"دوستدار اور آشتی پذیر پولینڈ حاسد اور طامع روس سے[۱] ہر حال میں قابل ترجیح ہے، اگر اہالیان پولینڈ خاندان ہالسبرگ کے کسی شہزادے کو قبول کرلیں اور اسے انگلستان اور فرانس بھی شرف پذیرائی بخشیں تو پھر یہ انعام روس سے لڑائی مول لینے سے کہیں بیش بہا تھا لیکن بالآخر حزم و احتیاط ہی کا پلہ گراں ثابت ہوا" یہ بغاوت آسٹروی حدود کے بالکل قریب ہی رونما ہوئی تھی اور ایک قومی بغاوت کے مثل بغایت متعدی بھی ہوتی ہے۔ دوسری طرف پولینڈ کے باشندوں کے اغراض و مقاصد سلطنت آسٹریا میں بے حد مقبول تھے اور اس وجہ سے یہ امر بغایت دشوار تھا کہ گورنمنٹ آسٹریا، روس کو پولینڈ میں جبرو استبداد کرنیکے لیئے کسی قسم کی مدد دے سکتی۔ روس کی روز افزوں ترقی دیکھکر (Magyars) مغیرین (باشندگان ہنگری) بجا طور پر یہ اندیشہ کرنے لگے تھے کہ انکی آزادی معرض خطر میں تھی چخ (Czechs) ایک ایسی قوم سے نہایت بلند آہنگی سے اپنی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے جو اپنی آزادی کے لیئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ وہ لبرل سرگرمیاں جو اہالیان پولینڈ کی موافقت میں مغربی جرمنی میں رونما تھیں انکا سیلاب میٹرنخ کی متعین کردہ پولس کی صفوں کو بہاتا ہوا آسٹریا میں پہنچ سکتا تھا۔ آخر میں آسٹروی حکومت نے قطعی غیر جانبدار رہنے کا فیصلہ کرلیا اور اہالیان پولینڈ تنہا روس کی زبردست طاقت سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے۔

صفحہ ۲۰۷

**پولینڈ میں معرکہ آرائی سنہ ۱۸۳۱ء**

اس جنگ نے، جسکے انجام کے متعلق کوئی شبہ کی گنجائش نہ تھی، ایک مرتبہ پھر اسی جذبۂ سرفروشی اور ناتربیت یافتہ جولانیوں کا منظر پیش کیا جو فرزندان پولینڈ کی عظمت اور تباہی دونوں ثابت ہوا گئے ہیں ۲۵ فروری کو دی بچ (Diebitsch) نے کمزور اور نااہل (Radziwill) رادزی ول کو (Grochow) گروچو

---

[۱] شبرنگر "تاریخ آسٹریا" جلد ا صفحہ ۴۱۱۔

بیں شکست دیکر دریائے وسٹولا کے پار بھگا دیا۔ اسکے دوسرے جانشین اسکرزینے کی
( Skrzynecki ) نے ۲۵ مارچ اور ۱۰ اپریل کے مابین پے درپے فتوحات
حاصل کیں یہانتک کہ اگانیہ ( Iganie ) میں روسیوں کو ایک نہایت سخت ہزیمت
ہوئی۔ لیکن اسی دوران میں ایک تیسرا اور نہایت خوفناک مدمقابل میدان کارزار میں
نمودار ہوا جسکی وجہ سے تمام ہنگامۂ جدال وقتال کچھ عرصے کے لیئے معطل ہوگیا۔ روسی افواج
کے عقب میں ایشیائی ہیضہ بھی میدان جنگ میں جا دھمکا اور وہاں سے بڑھکر پولینڈ کا
دامنگیر ہوا۔ اس مرض کی وجہ سے روسی افواج نہایت نحیف ونقیہ اور تعداد میں بہت کم رہگئی تھیں۔
مزید براں ایک دوسری آفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیتھوانیا، پوڈولیا، ودلھنیا اور آکرین

Lithuania, Podolia, Volhynia and ukraine

میں بغاوت ہوجانے کے باعث سے انکا سلسلہ مرکزی محاذ سے بالکل منقطع ہوگیا۔ لیکن یہ
ہنگامے باشندگان پولینڈ کے لیئے نہایت مہلک ثابت ہوئے کیونکہ انکو اپنی تمام قوت منتشر
کردینی پڑی۔ ۲۷ اپریل کو جنرل ڈوئرنکی ( General Dwernicki )
محاذ گلیشیا سے گزرنے اور اسکے بعد ہتیار ڈال دینے پر مجبور ہوا اور جنرل سیرا سیرا وسکی
( General Siera Sierawski ) کو دو شکستیں کھاکر سوا پیچھے ہٹنے کے
اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا۔ اس موقع پر اسکرزینے کی ( Skrzynecki )
نے اپنے شعور تمیزی کے خلاف آراء عامہ سے مجبور ہوکر حملہ کرکے
لیتھوآنا میں داخل ہوگیا۔ وہ فوج جس کو اس نے ۱۲ مارچ کو تقسیم کرکے
جنرل چلوپوسکی ( Chlopowski )، گیل گڈ ( Gielgud ) اور ڈیمبنسکی
( Dembinski ) کی سرکردگی میں دیدیا تھا،

صفحہ ۲۰۸

متعدد شکستوں کے بعد، رہبروں میں ناچاقی اور نفاق ہونے کے
باعث خود بخود شکست ہوکر منتشر ہوگئے ( Chilopowski )
چلوپوسکی اور گیل گڈ ( Gielgud ) پروشوی سرحد سے گزرکر
ہتیار ڈال آئے، ڈیمبنسکی ( Dembinski ) نے وارسا پر
دوبارہ قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک کوشش کاشتکاروں کو رشوت دینے کی
بھی کی گئی تھی تاکہ وہ بغاوت میں شریک ہوجائیں، اور صلے میں آزادی اور اراضی

حاصل کریں لیکن مجلس ڈیئٹ نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ ان عطیات کو منظور کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور اس طور پر اس تحریک کا بھی خاتمہ ہو گیا۔
اب انجام آنکھوں کے سامنے تھا! ۲۶ مئی کو ڈی بچ ( Diebitsch ) نے آسٹرومنکا میں پولینڈ کے باشندوں کو ایک نہایت سخت شکست دی، اور وارسا کے محاصرے کا انتظام شروع کر دیا لیکن ۲۰ جون کو ہیضے میں رحلت کر گیا اور اس کا جانشین جنرل پاسکی اسے وچ ( General Paskievitch ) ابتدائے ستمبر تک وارسا کی ناکہ بندی نہ کر سکا۔ اندرونی ناچاقیوں نے پولینڈ کی آخری امید کو بھی تباہ کر ڈالا،

**دستور پولینڈ کا فسخ کیا جانا ۲۶ فروری ۱۸۳۲ء**

اسکرزینے کی ( Skrzynecki ) کچھ عرصے تک تو آسٹروی امداد کے لیئے بے سود درخواست کرتا رہا اور اب میدان رزم سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ خود وارسا میں بلوے اور ہنگامے برپا ہونے لگے اور غداری کا جرم نہایت روانی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کیا جاتا تھا آخر کار، ستمبر کو شہر کے گورنر کروکو ڈی اسے کی ( Kruckowiecki ) نے جو ایک مطلق العنان کی بھی حیثیت رکھتا تھا، یہ دیکھکر کہ روسیوں نے دوسرے خط مدافعت کو بھی تباہ کر دیا ہے، روسی کمانڈر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ بغیر کسی شرط کے پولینڈ حوالے کر دینے کیلئے تیار ہے۔ ڈیئٹ نے ایک یونہیں سی کوشش کی کہ کسی طرح سے جنگ جاری رہے لیکن اسکا بھی خاتمہ جلد ہو گیا۔ بقول زار، پولینڈ نے اس غدارانہ طرز عمل سے اپنے آپ کو ان تمام حقوق سے محروم کر دیا ہے جنکی رو سے انکو کوئی آئین تفویض کیا جا سکتا تھا۔ ۲۶ فروری ۱۸۳۲ء کے "دستور عضوی" ( Organic Institution ) کی رو سے "مجلس ڈیئٹ" کے بجائے مجلس مملکت قائم ہوئی اور پولینڈ، روس کا ایک صوبہ تسلیم کیا گیا لیکن اسکے لیئے ایک علحدہ عدالتی اور انتظامی محکمہ قائم کیا گیا۔

پامرسٹن نے اس طرز عمل کو معاہدۂ وائنا کی شرائط کے منافی سمجھا اور اس بات کو علی الاعلان کہدیا کہ یہ معاملہ صرف پولینڈ ہی سے نہیں بلکہ تمام یورپ سے متعلق ہے[1] لیکن جسوقت تک جنگ کے نتائج متیقن نہیں ہوئے تھے اگر اسوقت تک زار نے کسی قسم کی مداخلت گوارا نہ کی تواب جبکہ فتح ونصرت کی ساعتیں آچکی تھیں وہ اس قسم کی رد و کد کو کب خاطر میں لاسکتا تھا۔ یہانتک کہ آزادی کی ایک خفیف جھلک جو پولینڈ کے لئے ابتک باقی تھی وہ بھی عرصے تک قائم نہیں رہنے دی گئی۔

زار نے ایک شہنشاہی فرمان مورخہ دسمبر ۱۸۴۷ء شائع کیا جسکی رو سے شاہی پولینڈ فسخ کردی گئی اور پولینڈ اور روس کی درمیانی سرحد اٹھالی گئی۔ پولینڈ کی بغاوت فرو ہوچکی اس سے قبل بلجیم کے معاملات طے ہوچکے تھے۔ اب شاہنشاہ نکولس نے اپنی پوری توجہ دولت عثمانیہ کی جانب مبذول کی جہاں مسئلۂ مشرقی جسے حیات ابدی حاصل ہوچکی تھی، بار دیگر ایک نیا پہلو اختیار کررہا تھا۔

صفحہ ۱۰۹

---

[1] پلور جلد دوم صفحہ ۱۲۰ - ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۹۰ -

صفحہ ۱۱۱

# باب دوم

## محمد علی پاشا اور باب عالی

سلطان محمود کی اصلاحات ۔ محمد علی والی مصر کی ریشہ دوانیاں منصب شہنشہی کے لیئے ۔ اسکا حملہ شام پر ۔ ترکوں کی شکست ۔ محمود کا حکومت ہائے یورپ سے درخواست اعانت کرنا ۔ روس کی مداخلت ملحی ۔ انگلستان اور فرانس کا اظہار ناراضی کرنا ۔ عہدنامہ کیوتیہ ( Kiutayeh ) عہدنامہ انکیار اسکلیسی ۔ ( Unkiar Skeleasi ) مشرق میں روس اور انگلستان کی حریفانہ چشمک ۔ معاملات پرتگال و اسپین دون کارلوس ( Don Carlos ) اور دون میگوئیل ( Don Miguel ) فرانس اور انگلستان کی مداخلت محالفۂ اربعہ ۔ محالفۂ عظیمہ کی شکست وریخت ۔ پامرسٹن اور دول فرقہ بندی ۔ انقلاب کے خلاف تین دول مشرقی کی متفقہ لیگ ۔ اجلاس منعقدۂ میونشن گراتس ( Munchen gratz ) وکونشن آف عہدنامہ میونشن گراتس ( Munchengratz ) نکولس اول اور انگلستان میں سمجھوتے کی کوشش ۔ انگریزی فرانسیسی ائتلاف کی انحطاط پذیری ۔ انگلستان اور محمد علی ۔ دولت عثمانیہ کے ساتھ تجارتی عہدنامہ ۔ عدن پر قبضہ ۔ باب عالی اور محمد علی میں تجدید جنگ ۔ ابراہیم کی فتوحات ۔ حکومتوں کا رویہ ۔ فرانس محمد علی کی حمایت کرتا ہے ۔ روس کا انگلستان سے عرض معروض کرنا ۔ محالفہ اربعہ ۔ اور فرانس کا علیحدہ کر دیا جانا ۔ حلیفوں کا محمد علی پر جبر و تشدد کرنا ۔ صلحنامۂ لندن ۔ باسفورس اور دردانیال کا بند کیا جانا ۔ مجالسۂ یورپ کی تعمیر نو ۔

| محاربۂ روس کے وہ نتائج جو ۱۸۲۹ء میں | سلطان محمود کی اصلاحات |
|---|---|

ظہور پذیر ہوئے اور بغاوت **یونان** کی طویل اور غیر متناہی سکرات نے
ترکوں کے قلب پر بھی انکے متبائن اور متضاد طرز حکومت کا نقش بٹھا دیا تھا۔
اپنی طاقت اور عروج کے زمانے میں وہ عیسائی دنیا کے لیئے ایک تازیانۂ ہیبت
تھے اور اب موجودہ دور انحطاط میں انکی تمام تر امید صرف اس فعل سے
وابستہ رہ گئی تھی کہ وہ **یورپ** کی تالیف قلوب کے لیئے، جسکی اب تک
ان کو کچھ پروا نہ تھی، ان بدیہی اور واضح اصلاحات کی خوشہ چینی کیا کریں، جو اپنے
وجود کے لیئے تہذیب مغرب کی رہین منت تھیں۔ سلطان محمود بہ نفس نفیس
"نوجوان ترکوں" کے رہبر تھے۔ اور انھوں نے دولت عثمانیہ میں ان مہمات جلیلہ
کے سرانجام دہی کا بیڑا اٹھایا جو روس میں **پیٹر اعظم** کے دور حکومت کی
طرۂ امتیاز رہ چکی تھیں۔ **ینی عسکریوں** کے قتل عام کے بعد اب سلطان کے
طرز عمل کے خلاف کون ہتھیار اٹھا سکتا تھا۔ سلطان کی حمایت میں ایک طرف
تو اسکے وزرا **خسرو** اور **رشید** کے دانشمندانہ مشورے تھے جنکا کیرکٹر
اور واقعات سے باعلم ہونا مسلم تھا دوسری طرف یورپ کی چند حکومتوں کا
دوستانہ رویہ تھا، اور ان سب پر فوق خود اسکی ناقابل تسخیر قوت ارادی تھی۔
لیکن یہ ہفت خواں اسکے بس کا نہ تھا۔ وہ عمامے کے بدلے ترکی ٹوپی اور خفتان
کے بجائے کوٹ زیب تن کرا سکتا تھا اور اپنے ردیف، کو مغربی وضع پر
مسلح کر کے قواعد میں بھی مغرب ہی کے نقش قدم پر چلا سکتا تھا لیکن وہ اس
قدیم الایام ملی عصبیت پر کوئی اثر نہ پیدا کر سکا جسکی وجہ سے ابتک ترکوں کی
حیثیت غیر ممالک کی سرزمین پر لشکر انداز فاتحین کی سمجھی جاتی ہے عیسائی یورپ
کے دستور سلطنت میں کسی ایسی حکومت کی گنجائش نہیں ہوسکتی تھی جہاں آئین و ضوابط
محض قرآن مجید پر جسکا حکمران خلفائے اسلام کا جانشین خادم احکام ربانی
اور امیر المومنین ہو اور جو کافروں اور بے دینوں سے ہمیشہ برسر پیکار رہے۔
محمود نے اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیا تھا اور نہایت دلیری کے ساتھ
اس نے حکومت عثمانیہ کو دنیوی رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ اس نے اعلان
شائع کیا" اب سے صرف مسلمان اپنی مسجدوں میں، عیسائی اپنے کلیساؤں میں

صفحہ ۲۱۱

اور یہودی اپنے ہیکلوں میں، مسلمان، عیسائی اور یہودی تصور کئے جائیں گے
اور میری تمنا ہے کہ انکے باہر جہاں سب یکساں طور پر خدا کی پرستش کرتے ہیں
میری مربیانہ نگہبانی اور سرپرستی سیاسی حقوق کے مساوی طور پر سزاوار سمجھے جائے[1]
بین الاقوامی نقطۂ نظر سے باب عالی کا یہ طرز عمل دور اندیشانہ خیال کیا جا سکتا تھا
لیکن سلطنت کے اندر، اس نے سلطان کی حکومت اور سطوت کی بیخ کنی بھی کردی،
عیسائی رعایا کے قلوب میں وفا شعاری کے جذبات متحرک بھی نہ ہوئے، دوسری جانب
راسخ الاعتقاد مسلمانوں میں ناراضی اور برہمی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ایک
فاتر العقل نے تو سلطان کے منہ پر "بے دین سلطان" کہدیا۔ یہ شخص فوراً
قتل کرا دیا گیا لیکن اسکا روضہ بھی اہالیان دین کے لئے ایک مقدس زیارتگاہ
بن گیا۔

**محمد علی والیِ مصر**

محمود کی اس اصلاحی سرگرمی کا ایک سبب اس کے باجگزار محمد علی والی مصر کی تشویشناک تگ و دو تھی۔
اس پرحیل البانی کی ہوسناک حوصلہ مندیوں کے لئے، جس نے اپنے ہی
دست و بازو سے سواحل نیل پر ایک سلطنت کی بنیاد رکھدی تھی کہولت گویا
مہمیز کا کام کر رہی تھی۔ وہ مقتول مملوکیوں کی نعش کا زینہ بنا کر مصر کے
تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوا اور اورنگ نشینی سے قبل ہی نوبیا اور
(کردفان ( Kondofan ) (۱۸۲۱ - ۱۸۲۳) کو فتح کرکے
مصری سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کی بنیاد رکھ چکا تھا۔ باب عالی کو

صفحہ ۲۱۲

---

[1] دری اولت: "مسئلۂ مشرقی" صفحہ ۱۳۶، مقابلہ کرو ڈاکٹر میکارتھی
و کاراتھیوڈوری کی کتاب سلطان محمود ثانی کا مرض ۱۸۴۱ء صفحہ ۲۸۔

Driault, La Question d'Orient ,P 136. compare
Relation Officielle de la maladie, etc, du Sultan
Mahmood II, by Drs. M' carthy and caratheodory.
(1841) P-28.

یورپ میں قدم جمانے کی فکر تھی اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اگر حکومتیں، مداخلت نہ کرتیں تو کم سے کم موریا کو تو وہ اپنے قبضہ و تصرف میں لا ہی چکا تھا۔ جنگ ناوارینو نے فی الحال اسکی شمالی پیش قدمی کو روک کر اسکی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا اور وہ جنگی بیڑا جسے عالم وجود میں لانیکے لیئے اس نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کی تھی تباہ ہوچکا تھا لیکن "ان تھک" پاشا ان نقصانات کی تلافی کرنے کے لیئے دوسری طرف متوجہ ہوا۔ محمود اپنی رعیت کی ترقی پذیر شہرت کو رشک کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس ذلت پر پیچ و تاب کھا رہا تھا جو اسے بہ مجبوری محمد علی کی امداد اور استعانت حاصل کرنے سے اٹھانی پڑی تھی۔ طے یہ پایا تھا اگر محمد علی نے موجودہ استعانت سے دریغ نہ کیا تو اسے شام اور دمشق کا منصب پاشائیت تفویض کردیا جائیگا لیکن محمود نے وعدہ ایفا کرنے سے اس بنا پر انکار کردیا کہ یہ مہم ناکامیاب رہی تھی۔ اب محمد علی نے پاشائ عکہ سے بہ سر پرخاش ہونے کی بناپر ابراہیم کو تیس ہزار افواج کی معیت میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

**محمد علی شام پر حملہ آور ہوتا ہے**

محمد علی کا سب سے قریبی مقصد اس جنگ کے چھیڑنے سے محض یہ تھا کہ سلطان اپنا وعدہ ایفا کرنے اور اسکے (محمد علی کے) ان ذاتی دشمنوں کو جو محمود کے چپ و راست موجود تھے معزول کرنے پر مجبور ہوگا۔ اب رہا یہ کہ اسکے بعد کیا پیش آئیگا اسکا فیصلہ قضا و قدر پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ جسوقت وہ اپنے آقا کے خلاف جنگ کا اعلان کر رہا تھا اسوقت بھی وہ اپنی وفاداری کا نہایت شد و مد کے ساتھ اعادہ کرتا جاتا تھا، اس نے کہدیا تھا کہ وہ سلطان نہیں بلکہ اسکے بدنہاد مشیروں پر حملہ کر رہا تھا اور برطانوی وزیر کی اس تنبیہ پر کہ وہ مصر کی خود مختاری کا اعلان نہیں کرسکتا تھا اس نے یہ کہا کہ اس قسم کے خیالات کی بنیاد محض اسلامی حالات سے عدم واقفیت پر ہے، اگر وہ سلطان کے اختیار اور اقتدار سے سرتابی کرے تو خود اسکا جگر گوشہ اس سے منحرف ہوجائیگا۔

لیکن اسکے ساتھ ہی وہ اس متابعانہ بغاوت کے ہر اندیشہ ناک پہلو پر بھی کافی غور کر چکا تھا۔ ابراہیم کی باقاعدہ فوج پر یہ اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ ان عثمانی افواج کو دیکھتے دیکھتے جا دبائیں گی جنکا شیرازہ، غیر مکمل اصلاحات کی زد میں، درہم برہم ہو رہا تھا۔ اس اسکیم میں حکومتوں کا رویہ بھی ایک نہایت مشتبہ پہلو تھا لیکن پاشا کو اس بات کی توقع تھی کہ اسکی حرب وضرب کی رفتار، سیاسی گفت وشنید سے سریع تر ہوگی، اور آخر میں یورپ اس پر امر مسلمہ، ہونے کا حکم لگانے پر مجبور ہوگا؛

(۲۱۴)

فی الحقیقت ابراہیم کی کامیابی کی رفتار نہایت تیز تھی، ۲۷ مئی ۱۸۳۲ء کو اس نے عکہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۴ جون کو دمشق نے اطاعت قبول کر لی۔ ۹ جولائی کو پاشائے حلب، کو حمص میں اور اسکے بعد ہی ۱۱ کو حما میں ہزیمت نصیب ہوئی۔ اس سے بھی زیادہ طاقتور ترکی فوج، جو حسین پاشا کی سرکردگی میں درہ ہائے طارس کی محافظت کے لیئے بھیجی گئی تھی۔ بئی لان میں جو انطاکیہ اور اسکندرون کے وسط میں واقع تھا، تہس نہس کر دی گئی۔ اور اس طور پر ابراہیم اس کوہستانی سد راہ کو عبور کر گیا جو ایشیائے کوچک کی محافظت میں سینہ سپر تھا؛

اس مصیبت ناک کشاکش میں، امداد اور استعانت کے لیئے محمود کی نگاہیں حکومتوں کی جانب اٹھنے لگیں۔ ٹرکی کے قدیم حلیف سے کسی قسم کی توقع نہ تھی۔ فرانس نے حال ہی میں الجزائر پر قبضہ کیا تھا اور اب وہ دوسروں کے دوش بدوش دولت عثمانیہ کی شکست وریخت میں مصروف تھا اور محمد علی کے طالع بیدار کا کلمہ گو۔ برطانیۂ عظمیٰ نے اس بنا پر امداد دینے سے انکار کر دیا کہ دیگر بے شمار خطرات سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو اس سے فرانس کے ساتھ عہد شکنی کا اندیشہ تھا۔ صلحنامۂ ادرنہ کے بعد آسٹریا اپنی نجات محض اس میں دیکھتا تھا کہ روس سے بوجوہ احسن، تفہیم وتفہم کر لے، اب ابراہیم کی پیشقدمی روکنے کے لیئے صرف روس اپنے جدید منصب ’’محافظ ٹرکی‘‘

روس کا ہدیۂ معانت

کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے، مداخلت سلمی کے لیئے تیار رہوا۔ لیکن زار کا یہ فیاضانہ ہدیہ کچھ اس درجے مشتبہ تھا کہ سوا اسکے کہ جب پانی سر سے گزرنے لگے اسوقت قبول کیا جائے، اور کسی صورت میں منظور نہیں کیا جاسکتا تھا، اور ترکوں کے پاس ابھی وہ فوج باقی رہ گئی تھی جو رشید پاشا فاتح مسولونگی ( Missolonghi ) کی سرکردگی میں البانیہ میں امن و عافیت قائم کر رہی تھی، لیکن یہ آخری امید بھی جلد سے جلد فنا ہوگئی۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۳۲ء کو ابراہیم اپنے پرانے رفیق اور دشمن سے قونیہ میں مقابل ہوا اور شکست فاش دے کر اسے اپنا قیدی بناتا ہوا قسطنطنیہ کی طرف بڑھا جو اب بالکل اس کی چشم کرم کا محتاج تھا۔

حکومت عثمانیہ پر ایسا نازک وقت گزر رہا تھا کہ کاونٹ موراوی الیف ( Muravieff ) نے قسطنطنیہ میں وارد ہوکر ایکبار پھر حکومت روس کی طرف سے امداد اور اعانت کا ہدیہ پیش کیا۔ محمود کے سامنے اب ایجاب وانکار کا سوال نہ تھا اور سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا ہر جدید فتح کے بعد محمد علی کے مطالبات کا دائرہ بھی وسیع ہو رہا تھا سلمان باشندوں نے "اصلاح کن" سلطان کے مقابلے میں ابراہیم کو غازی اسلام تصور کیا اور اسکی عدیم المثال کامیابیوں کو تائید الٰہی کا ایک ثبوت مانا! اب نوبت یہانتک پہنچ چکی تھی کہ دربار کی کوئی خفیہ سازش کے وقت، محمود کے لیئے اسی انجام کا پیام لاتے، جو سلطان سلیم سوم کا ہوا تھا، سلطان کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکلا "ڈوبتا آدمی اگر سانپ بھی قریب ہو تو اس کو پکڑ کر سہارا چاہتا ہے۔" اور اس نے روس کا ہدیۂ اعانت قبول کر لیا۔

(۲۱۴)

**دول یورپ کا رویہ**

محمود کو غالباً پہلے سے یہ خیال تھا کہ روس کی مداخلت دوسری حکومتوں کی مداخلت کی یقینی طور پر محرک ہوگی اور انکی باہمی تفریق و افتراق کا یہ نتیجہ ہوگا کہ دولت عثمانیہ کے لیئے نجات کے دروازے پھر ایک دفعہ کھل جائیں گے، فی الحقیقت حکومتوں میں تناقض آرہا تھا۔ موراوی الیف ( Muravieff ) مشن کا حال جب پہلے پہل

پامرسٹن نے سنا تو وہ زار کے "فیاضانہ طرز عمل" پر عش عش کر گیا [۱] لیکن اس طرز عمل کی حقیقت جلد منکشف ہوگئی، انگلستان کی طرح روس کی بھی یہی خواہش تھی کہ سلطنت ٹرکی قائم رہے لیکن وہ اسکو کمزور اور دست نگر رکھنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف انگلستان روسی پیش قدمیوں کا موثر طریقے پر سدباب کرنے کے لیئے دولت عثمانیہ میں از سر نو روح پھوکنا چاہتا تھا۔ پامرسٹن نے تو یہانتک کہدیا تھا کہ اگر سلطان مغلوب و مفتوح ہوگیا اور ابراہیم کی سرکردگی میں کوئی مضبوط حکومت قائم ہوگئی تو انگلستان اس حالت اور کیفیت کو اپنے عام منشا کے عین مطابق خیال کرکے اُسی پر اکتفا کرے گا [۲] دونوں حکومتوں کے نقطۂ نگاہ میں اتنا بیّن تفاوت نہ بھی ہوتا تاہم برطانیۂ عظمٰی کے لیئے یہ ناممکن تھا کہ وہ روسی اغراض و مطالب کو کبھی سرسبز ہونے دیتا۔ دوران گفت و شنید میں روس مسئلۂ مشرقیہ کو اس طور اور اس نیت سے الٹ پھیر رہا تھا کہ اس طرح وہ انگریزی فرانسیسی ائتلاف کا شیرازہ بکھیر دے گا۔ روسی مدبرین نے اس امر کا اظہار کر دیا تھا اور یہ امر واقعہ بھی تھا کہ انگلستان، قسطنطنیہ میں مفروضہ روسی تفوق و اقتدار سے اتنا متوحش نہ تھا جتنا مصر میں فرانسیسی ریشہ دوانیوں سے خائف! لیکن فرانس کی وہ وسعت پذیر حوصلہ مندیاں جو محمد علی کو ایک آلہ بنا کر بحیرۂ روم ( Mediterranean ) (۲۱۵) کو اپنا جولانگاہ بنانا چاہتی تھیں ابتک منظر عام پر نمودار نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ لوئی فلپ کو کچھ ذاتی اور کچھ سیاسی بنا پر زار کو نیچا دکھانے کی فکر تھی اسلیئے دول مغربی اب بھی اس قابل نھیں کہ وہ اس جداگانہ روسی اثر کے خلاف جو ٹرکی میں رونما تھا ایک مشترک رویہ اختیار کر سکتیں۔

ایک زمانہ تو ایسا آگیا تھا جب یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب جنگ یورپ

---

[۱] رپورٹ مرتبۂ لیوون ۲۵ ستمبر ۱۸۳۲ء مارٹنس باب دوازدہم صفحہ ۳۹۔
[۲] رپورٹ مرتبۂ لیوون و پوزو ۲۴ فروری ۱۸۳۳ء ایضاً صفحہ ۴۱۔

کچھ دور نہیں رہ گئی ہے اور یہ تمام سیاسی سلسلہ جنبانی اسی ہنگامۂ رعد و برق میں فنا ہو جائے گی ۔ فرانس کے غیر ذمہ دارانہ وعدے وعید ابراہیم کی ہمت افزائی کے لیئے کافی تھے وہ بڑھتے بڑھتے کیوتیہ ( Kiutayeh ) تک پہنچ گیا اور فروری ۱۸۳۳ء میں اسکا مقدمۃ الجیش بروصہ پہنچکر رکا۔ محمود نے خوف زدہ ہوکر روسی بیڑے کو شاخ زرّیں میں لنگر انداز ہونے کے لیئے طلب کیا اور یہ فرانسیسی سفیر کی تہدید و تخویف اور اسکا یہ وعدہ تھا کہ وہ محمد علی کو ترکی شرائط تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا جس سے محمود نے درخواست کرکے روسی بیڑے کو وہاں سے رخصت کیا۔ لیکن محمد علی نے فرانس کے مشورے کو گوش گزار کرنے سے انکار کر دیا اور جواباً ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ سقوطری تک بڑھتا چلا جائے جہاں سے قسطنطنیہ پر گولہ باری کیجا سکتی تھی۔

**روس کی مداخلت**

ایک مرتبہ پھر سلطان نے انتہائے ہراس میں روس سے امداد کی درخواست کی جسکے جواب میں موخرالذکر نے پندرہ ہزار افواج بیوک دیری ( Buyukdere ) اور تھرا پیا ( Therapia ) میں اتار دیں جو باسفورس کے اس ساحل پر واقع تھے جو یورپ سے ملحق تھا اور دوسری طرف اس سے بھی زبردست فوج لیکر وہ دریائے ڈینوب کو عبور کرنے کے لیئے تیار ہونے لگا۔

**فرمان کیوتیہ Kiutayeh ۸ اپریل ۱۸۳۳ء**

اس خطرناک نقل و حرکت نے انگلستان اور فرانس کو اشتراک عمل پر اور زیادہ متحد کر دیا۔ دونوں حکومتوں کے فوجی دستے (مجمع الجزائر) یونان میں نمودار ہوئے اور لارڈ پونسونبی نے جو ابھی ابھی اپنے عہدے پر وارد قسطنطنیہ ہوا تھا امیر البحر روسین سے ملکر باب عالی پر زور ڈالنا شروع کیا کہ محمد علی سے فوراً کوئی تصفیہ کر لیا جائے۔ پاشا خود نہیں چاہتا تھا کہ وہ جو کچھ حاصل کر چکا تھا اسے روس سے لڑائی مول لے کر خطرے میں ڈالدے جسکا نتیجہ کنونشن آف "محمد نامۂ کیوتیہ" ( Kiutayeh ) جو دراصل ایک فرمان سلطانی تھا، نمایاں ہوا جسکی رو سے محمد علی کو وہ مناصب پاشائی

تفویض ہونے والے تھے جسکا وہ عرصے سے متمنی تھا اور ابراہیم کو عدنہ کی حکومت تفویض ہوتی جہاں سے کوہستان طارس کے درے ہر وقت زیر نظر رہتے تھے ؛

صفحہ ۲۱۶

روس بازی جیت چکا تھا اور دول نے روسی جور و تشدد سے خائف ہوکر سلطان کو ایک نہایت ذلت آفرین صلح کو قبول کرنے پر مجبور کیا تھا، دولت عثمانیہ کا قیام جو انگلستان اور فرانس کے صحیفۂ سیاست کے آیات خصوصی میں سے تھی محض برائے نام رہ گئی تھی ورنہ اسکی کافی پامالی ہو چکی تھی۔ ٹرکی کے بہترین رفقا کی خود غرضی طشت از بام ہو چکی تھی اور اسکے ساتھ اسکے بدترین دشمنوں کی بے غرضی اور بے لوثی بھی اظہر من الشمس ہوگئی تھی اور اس واقعہ کا انکشاف بہت جلد دنیا پر ہوگیا۔ ۸ ہر جولائی ۱۸۳۳ء کو مشہور عہدنامہ

**عہدنامہ انکیار اسکلیسی**
**Unkiar Skelessi**
**۸ ہر جولائی ۱۸۳۳ء**

انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi ) پر دستخط ہوئے جسکی رو سے روس اور حکومت عثمانیہ میں جارحانہ اور مدافعانہ اصول کی بنا پر ایک معاہدہ ہوا، جو بقول کاؤنٹ نیسلروڈ معاملات ٹرکی میں، روس کی آئندہ مداخلت صلحی، کے لیے ایک جواز قانونی تھا[۵۱] اور روسی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے بھی زیادہ اہم وہ خفیہ شرط تھی جو رفتہ رفتہ آشکار ہوتی رہی اور جسکا لب لباب یہ تھا کہ "حسب ضرورت" درۂ دانیال بند کردیا جایا کرے گا یعنی روس کے مطالبے پر اور دوسرے ملکوں کے جنگی بیڑوں کے خلاف ! [۵۲]

اس عہدنامے کا نتیجہ انگلستان اور فرانس میں انتہائی جوش و خروش کا محرک ہوا۔ پامرسٹن نے کہا کہ اسکی رو سے روس کے نزدیک ٹرکی کی حیثیت محض ایک ماتحت کی سی رہ جائے گی لیکن بایں ہمہ جہانتک

---

[۵۱] ہارٹنس جلد دوازدہم صفحہ ۲۲۳ -

[۵۲] ملاحظہ ہو کیمبرج ماڈرن ہسٹری جلد دہم صفحہ ۵۵۴ وغیرہ -

انگلستان کا تعلق تھا وہ اس عہد نامے کے عدم و وجود کو بالکل یکساں سمجھتا تھا، سینٹ پٹرسبرگ میں سفرائے انگلستان و فرانس نے اسی قسم کی تحریریں جنمیں اس رویئے کے خلاف اظہار ناراضی کیا گیا تھا حکومت روس میں گزاریں اور یہ بھی کہدیا کہ اگر جنگ چھڑی تو دونوں میں سے ایک حکومت بھی اس عہدنامے کے وجوب وجواز کو تسلیم نہ کرے گی لیکن فی الحقیقت اس دستاویز کی اہمیت کے اندازہ کرنے میں ہر دو فریق نے ضرورت سے زیادہ غلو سے کام لیا تھا۔ قطع نظر کسی عہدنامے کے، روس کی جغرافیائی حیثیت، جیسا کہ خود پامرسٹن نے بعد میں تسلیم کیا، ایسی تھی کہ اسے ٹرکی میں اپنے اثرات قائم کرنے کا حق مرجح حاصل تھا۔ روس نے عہدنامے میں ایک خفیہ دفعہ کا اضافہ محض اس خیال سے کرایا تھا کہ اس طرح سے بحر اسود کے روسی سواحل تاخت وتاراج سے محفوظ رہیں گے لیکن ۱۸۵۴ء و ۱۸۷۰ء کے واقعات اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ کسی معاہدے کے پارینہ اوراق ایک جنگی بیڑے کے سدباب نہیں ہوسکتے تھے۔ بہرحال یہ روشن اور بین دلائل نہ تھے جو اسوقت کسی تفریق یا افتراق کے سدراہ ہوئے۔ پامرسٹن کا مصافی لب ولہجہ ایسا نہ تھا جو انگلستان کے نہایت با اثر سیاسی حلقوں میں بھی اپنا ہم خیال پیدا کرسکتا چہ جائیکہ وہ فرانس میں کوئی اثر پیدا کرسکتا جہاں بادشاہ خود جنگ سے احتراز کرنے پر تلا بیٹھا تھا وزیر خارجہ نے جہانتک ممکن ہوسکا نہایت خندہ پیشانی سے روس کے اس اقرار کا اعتراف کیا کہ انگلستان سے اسکے دوستانہ تعلقات غیر متزلزل تھے۔ لیکن بحیرۂ بالٹک کے جزائر آلینڈ کی قلعہ بندی دیکھکر وہ اپنی ترش مزاجی پر قابو نہ رکھ سکا اور یہ کہکر کہ اس سے سوائے اسکے کہ انگلستان کی عافیت خطرے میں پڑ جائے اور کچھ مقصود نہیں ہے اپنی بے جا ناراضامندی اور ناراضی کا اظہار کیا۔

صفحہ ۱۷۸

**روس اور انگلستان جولانگاہ مشرق میں**

اب جولانگاہ مشرق میں روس اور انگلستان دونوں حریف ایک دوسرے سے دست وگریباں ہونے کی قسمیں کھاکر صف آرا ہوئے تھے زار ہائے روس

ابتک اس بات کا دعوے کرتے آئے تھے کہ ایشیا کے تمام معاملات انکے خانگی امور سے تعلق رکھتے ہیں اور جب تک کوئی حریف میدان میں نمودار نہیں ہوا تھا انکا یہ دعوے بغیر کسی چون وچرا کے تسلیم بھی کیا گیا لیکن ۱۸۳۰ء کے آغاز میں مدبران عالم اس امر کو محسوس کرتے تھے کہ روس اور انگلستان کے مابین جس قسم کے معاملات پیش آرہے ہیں وہ ان مسائل سے بھی زیادہ لاینحل ہیں جن سے ٹرکی کی قسمت وابستہ تھی۔ ان نیم متمدن اقوام کے جان ومال پر متصرف ہوکر جو وسط ایشیا میں آباد تھیں روسی حکومت کا وسعت پذیر ہونا اتنا ہی ناگزیر تھا جتنا کمپنی کے راج کا ہندوستان میں۔ اور جسکے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی مرتبہ نظام ملک گیری کے ماتحت نہ تھا[1] ابتک کوئی سخت مسئلہ رونما نہیں ہوا تھا لیکن مدبران سلطنت اس امر پر غور کرنے لگے تھے کہ اگر یہ دونوں فوجیں بڑھکر ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو کیا نتیجہ ظہور پذیر ہوگا۔ ان پیچیدہ مسائل کا اندازہ کرتے وقت، جو آیندہ رونما ہونے والے تھے، پامرسٹن ایسا شخص بھی اس حقیقت کی اہمیت تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتا تھا کہ روس سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے جانے چاہئیں۔ پامرسٹن روسی کارپرداز متعینہ لندن سے اثنائے گفتگو میں بے اختیار کھل پڑا اور کہنے لگا "ٹھیک اس ساعت میں جبکہ روس اور انگلستان ایک دوسرے کے دمساز ہوجائیں گے۔ ایشیا میں امن وعافیت کا تسلط یقینی ہوجائے گا"[2] لیکن رفاقت ودمسازی کے رستے میں عہدنامہ انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi ) سدّراہ ہوا۔ اور گو ۱۸۳۱ء میں پیل کی ٹوری گورنمنٹ کے برسرکار ہوجانے سے جسمیں ولنگٹن بحیثیت ایک رکن کے موجود تھا، یہ توقع ہوچلی تھی کہ دوستانہ تعلقات ازسرنو عود کرآئیں گے لیکن باوجود اس امر کے کہ ولنگٹن روسی اتحاد کا بڑا زبردست معتقد تھا، اسے اس امر کا اعتراف تھا کہ

[1] ملاحظہ ہو سر رابرٹ مرفین جنکا حوالہ ڈی مارٹنس کے "روس وانگلستان وسط ایشیا میں" دیا گیا ہے صفحہ ۲۵
[2] مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۵۳ -

یہ عہدنامہ روس کے لیئے بے سود ہی کیوں نہ ہو اسمیں شک نہیں کہ باہمی اخلاص وارتباط کے راستے میں اسکا وجود ایک سنگ گراں تھا اس رائے کا اظہار ایک ایسے مدبر سلطنت نے کیا تھا جسکی وقعت وعظمت کا نکولس اول قائل تھا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسکا اثر واقعات آیندہ پر نہ پڑتا۔ بہرحال بصورت موجودہ روسی گورنمنٹ نے اس عہدنامے کو باضابطہ تو فسخ نہیں کیا لیکن جب تک امن وعافیت کا تسلط رہا اس نے اسے ایک دلچسپ قابل احترام اور تاریخی یادگار کے طور پر شاہی دفتر کے طاق اورگوشوں ہی تک محدود رکھا۔[۱]

پامرسٹن اور دیگر حکومتیں

پیل ولنگٹن کابینہ اتنے عرصے تک برسرکار نہ رہ سکا کہ روس اور انگلستان کے دوستانہ تعلقات کسی حد تک دائمی ہو جاتے۔ اپریل ۱۸۳۵ء میں پامرسٹن بار دیگر لارڈ ملبورن کی سرکردگی میں اپنے عہدے پر واپس ہوا۔ موجودہ حالت میں مشرق کے معاملات پس پشت ڈال دیئے گئے تھے اور وہی قدیم الایام سوال کہ حکومتوں کا رویہ قوت ہائے انقلاب کی جانب کیا اور کیسا ہوگا ایک مرتبہ پھر سب پر فوق تھا، فرانس اور انگلستان نے مسئلہ بلجیم میں جو رویہ اختیار کیا تھا اس نے اتحاد عظیمہ کی وہ حیثیت فنا کردی تھی جو اُس کو بطور ایک کنسرویٹو (قدامت پسند) طاقت کے حاصل تھی اور بقول مٹرنخ تین "آزاد" حکومتیں مغرب کی ملوکیت آئینی سے دست بردار ہو چکی تھیں اور اتحاد مقدس کے سیاسیئین کے نزدیک یورپ کے اس تمام انقلابی اضطراب کا ذمہ دار پامرسٹن تھا جسے وہ "بیلزبب" اور "مرتد" کا خطاب تفویض کر چکے تھے! وہ علی الاعلان قانون بین الاقوامی سے[۲] اپنے تنفر کا اظہار کر چکا تھا اور "فرقہ بندی" کے نفرت انگیز اصول کو شرف قبولیت بخش چکا تھا اور خواہ مخواہ "روسی مظالم" کے خلاف، مظلوم فرقے کا علم بردار بنکر سامنے آگیا اور جب روسی سفیر نے شکوہ وشکایت کا دفتر کھولا تو

[۱] مارٹنس ریکوئیل وغیرہ باب دوازدہم صفحہ ۵۷۔

[۲] امسبری ایک سابق وزیر کی یادداشت صفحہ ۵۷۔

اس نے کہدیا "جب بھیڑیں گونگی ہوں تو گلہ بان پر زبان کھولنا لازم آتا ہے"[1]

**لیگ دول مشرقیہ**

اس قسم کا ادعای باطل فطرۃً ان گلہ بانوں کے نزدیک ناپسندیدہ اور اندیشہ ناک تھا جو اس عطیۂ الٰہی (منصب گلہ بانی) کو صرف اپنے لئے مخصوص سمجھتے تھے اور گلے میں جو نافرجام ہیجان اور اضطراب رونما تھا اس سے بھی واقف تھے۔ ان میں سے کچھ بھیڑیں احاطے (باڑہ) سے نکل کر فرانس اور سوئزرلینڈ میں جائے پناہ تلاش کر رہی تھیں اور اپنی ردائے پشمینہ پھینک پھینک کر بھیڑیے کی صورت میں نمودار ہو رہی تھیں پولستانی، اطالوی اور جرمن پناہ گزینوں کو انقلابی ریشہ دوانیوں میں منہمک دیکھکر قدامت پرست حکومتوں نے مناسب خیال کیا کہ آپس میں متحد ہو جائیں۔ مارچ ۱۸۳۲ء میں زار نے پروشیا سے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کیا اور یہ شرط پیش کی کہ اگر فرانس حملہ آور ہوا تو وہ سینہ سپر ہو جائے گا اور اس طور پر اس نے بادشاہ سے اس "نظام اعانت باہمی" میں شریک ہونے کی استدعا کی جسکو وہ شمال کی تین ملوکیتوں کو متحد کر کے قائم کرنا چاہتا تھا[2] اور فریڈرک ولیم کے اس اعتراض پر کہ دوستوں میں کسی رسمی اتحاد یا ضابطگی کی کیا ضرورت ہے زار نے جواب دیا کہ اگر ۱۸۳۰ء میں اس قسم کا کوئی محالفہ ہوتا تو فرانس اور بلجیم کے انقلابوں سے عہدناموں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ اور بلجیم اور فرانس میں جیسے کچھ واقعات ہوچکے ہیں وہ میرے نزدیک اس امر کی کافی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ اگر ان حکومتوں کو اتنی جرأت ہے کہ وہ علی الاعلان علم بغاوت بلند کریں اور ہر قسم کے ثبات و عافیت کی بیخ کنی کر دیں تو ہم کو بھی اسکا حق حاصل ہے اور ہم میں اتنی جسارت ہونی چاہئے کہ "حقوق الٰہی" کی حمایت میں کمربستہ ہو جائیں۔[3]

۲۱۹

---

[1] مارٹنس جلد دوازدہم صفحہ ۶۴۔

[2] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۱۸۴۔

[3] ایضاً صفحہ ۱۹۰۔

زار کی مساعی کا پہلا نتیجہ تو وہ عہد نامہ تھا جس پر ۹ر مارچ ۱۸۳۳ء کو برلن میں دستخط ثبت ہوئے اور جسکی رو سے تینوں دولتیں، بوجہ اس امر کے کہ فرانس اور انگلستان نے ہالینڈ پر بہت کچھ تشدد روا رکھا تھا اس بات پر تیار ہوئیں کہ مسئلۂ بلجیم میں کسی ایسے مشترک طریق عمل پر کاربند ہوں کہ شاہ ہالینڈ مزید رعایات کے عطا کرنے پر مجبور نہ کیا جا سکے بالخصوص اُن معاملات میں جنکو روس عہد نامۂ لندن کا پابند رہکر اپنے لیئے مخصوص کر چکا تھا[1] اس کے بعد کوئی واقعہ ایسا پیش نہ آیا جسکی وجہ سے اس عہد نامے کے ماتحت مشترک طریق کار کی ضرورت محسوس کیجاتی۔ لیکن ستمبر ۱۸۳۳ء میں شاہنشاہ نکولس، فرانسس اور ولیعہد پروشیا، میونشن گراٹس ( Munchongratz ) میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور اس طور پر وہ مخلصانہ تعلقات جن کا طرۂ امتیاز یہ کنونشن تھا اور زیادہ مستحکم ہو گئے میونشن گراٹس ( Munchengratz ) کے اہم جلسے میں دو مخصوص سوالات پر بحث کی گئی، اول تو یہ کہ مشرقی حکومتوں کا رویہ یورپ کی انقلابی تحریکات کی جانب عموماً اور مغرب کی انقلابی تحریکات کی جانب خصوصاً کیسا تھا۔ دوسرے اگر سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ منتشر ہوا تو آسٹریا اور روس کا رویہ کیا ہوگا۔ پہلے مسئلے کے بارے میں تو ہر سہ حکومتیں اس انقلابی کش مکش کے متعلق خط و کتابت کر رہی تھیں جسکا مرکز کراکاؤ کا آزاد شہر تھا اور گو ابتک تصفیہ نہیں ہوا تھا لیکن ان تمام مراعات اور حقوق کو جن سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھایا گیا تھا ضبط کرنے کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ پروشیا اب سے فرانسیسی حملے سے خائف تھا اور زار کی اس جرأت آزما تحریک پر عمل پیرا ہونے سے ہچکچاتا تھا کہ محالفۂ مقدسہ

صفحہ ۲۲۰

**عہد نامہ برلن**

کے ان اصول کا علی الاعلان اقرار یا اسکی تصدیق کرے، جسکی تشریح و وضاحت ویرونا میں کی گئی تھی اور فرانس کو انقلابی تحریکات کے نشر و ابلاغ سے محترز رہنے کی تنبیہ کرے اس کے بجائے ایک خفیہ کنونشن مرتب ہوا جس پر زاں بعد ۱۵ر اکتوبر ۱۸۳۳ء کو برلن میں دستخط

---

[1] مارٹنس جلد چہارم صفحہ ۴۳۲ باب ہشتم صفحہ ۱۹۷ -

ثبت کئے گئے جسکی رو سے حکومتوں کے حقوق کی بار دیگر تصدیق کی گئی کہ وہ کسی خود مختار مملکت کے اصلی حکمراں کی درخواست پر اسکے اندرونی معاملات میں دخل انداز ہو سکتی تھیں اور یہ ایک ایسا حق تھا جسمیں کوئی تیسری حکومت دخل انداز ہونے کی مجاز نہ ہوگی، اور اگر اس قسم کی دخل اندازی روا رکھی گئی تو یہ فعل ہر سہ حکومتوں کے خلاف خصومت کا مرادف تصور کیا جائے گا۔ تیسری شرط، اور یہی شرط شائع کی گئی تھی، یہ تھی کہ ہر سہ حکومتیں ایک دوسرے کے سیاسی پناہ گزینوں کو واپس کردیں۔[1]

محالفۂ مقدس کے نشر و احیاء کی نوعیت مخصوصہ تو بخوبی معلوم تھی لیکن اسکے اصلی شرائط اب بھی صیغۂ راز میں تھے۔ لیکن یہ البتہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نوعیت ان نتائج کے خلاف تھی جو مسئلۂ مشرقیہ پر غور و فکر کرنے کے بعد استنباط کئے گئے تھے۔ انگلستان میں یہ خیال عام تھا کہ روس اور آسٹریا سلطنت ٹرکی کا حصہ بخرہ کرلینا چاہتے تھے اور یہی عقیدہ اسوقت برطانوی حکومت کے مشتبہ رویے کی علامت بھی تھا اور سبب بھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ میونشن گراتس ( Munchengratz ) کا خفیہ عہدنامہ جس پر ۱۸ ستمبر ۱۸۳۳ء کو دستخط ہوئے تھے روس کی مشرقی پالیسی کا پہلا زینہ اور انگریزی، روسی ایتلاف اور محالفۂ اربعہ (۱۸۴۰ء) کو معرض وجود میں لانے کا ذمہ دار تھا۔ ۱۸۲۹ء میں روسی مدبران سلطنت کی ایک کمیٹی اسی غرض سے مقرر کی گئی تھی جس نے روس اور دولت عثمانیہ کے باہمی تعلقات پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث کرکے زار کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ روس کی حقیقی صلاح و فلاح دولت عثمانیہ کے نیست و نابود ہونے سے نہیں بلکہ اسکے بقا و وجود سے وابستہ تھی کیونکہ روسی سرحد پر ایک کمزور اور دست نگر حکومت کی موجودگی کسی ایسی حکومت کے وجود سے بہتر تھی جو بالفرض، طاقتور اور خود مختار

(حاشیہ: عہدنامہ میونشن گراتس ۱۸ ستمبر ۱۸۳۳ء Munchengratz)

(حاشیہ: صفحہ ۲۲۱)

[1] مارٹنس جلد چہارم صفحہ ۴۶۰ -

ہونے کی مدعی ہو، شاہنشاہ اپنی رضا اور تمنا کے خلاف ان نتائج کو تسلیم کرنے پر شاید اس وجہ سے اور زیادہ مجبور ہوا کہ اس طور پر وہ معاملات متعلقہ کی نسبت آسٹریا سے کسی نہ کسی قسم کا من سمجھوتہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اس لیئے اب عہدنامہ میونشن گرانس (Munchengratz) کی رو سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہرسہ حکومتیں سلطنت عثمانیہ کی تباہی نہیں بلکہ تحفظ کے لیئے متحد ہوجائیں گی۔ اور جداگانہ شرطوں کی رو سے یہ طے پایا کہ ٹرکی کی حکومت اور سطوت کو خطرے میں ڈالنے کی نیت سے کسی حکومت نے، خواہ تبدیلی نسل کی وجہ سے خواہ ممالک یورپ میں عربی حکومت کے وسعت پذیر ہونے سے ٹرکی پر حملہ کیا تو ہرسہ حکومتیں جو فریق معاہدہ ہیں ٹرکی کی رفاقت اور حمایت میں صف بستہ ہوجائیں گی اور آخر میں، اگر وہ دولت عثمانیہ کو محفوظ و مامون رکھنے میں ناکامیاب رہیں تو پھر آسٹریا و روس ایک دل ہوکر اس تصفیئے میں حصہ لیں گے جسکا سامنا حکومت ٹرکی کے کسی دوسری جانب وراثتہً منتقل ہونے پر ہوگا۔[1]

**روس اور انگلستان کا خاندان شاہی**

اس عہدنامے میں کوئی ایسی بات نہ تھی جسکی خبر برطانوی وزرا کو نفع کے ساتھ نہ پہنچائی جاتی اور جس پر انکے دستخط نہ ثبت کرائے جاسکتے۔ لیکن چند وقیع اختلافات سے قطع نظر کرکے ۱۸۳۲ء سے اب تک انگلستان اور خود مختار روس کے درمیان انقلاب فرانس کا سایہ حائل تھا۔ شاہ ولیم چہارم نے اپنا ذاتی اثر ڈال کر دارالامرا سے مسودۂ اصلاحات منظور کرالیا تھا اور اس طور پر گویا اس نے تاج سلطانی بدررو میں پھینک دیا تھا۔ روسی سفیر شاہی خاندان کے متعلق لندن سے اپنے دارالسلطنت کو نہایت تاریک اور یاس انگیز مراسلات بھیجا کرتا تھا۔ تاج و تخت موجودہ بادشاہ کے حین حیات تک قائم رہ سکتا تھا لیکن وارث تخت ایک ناتجربہ کار نوجوان لڑکی تھی شاہزادی وکٹوریہ اگر کبھی تخت شاہی پر متمکن ہوئی، جسکی بہت کم توقع تھی تو جمہوریت کا بے پناہ سیلاب اُسے تخت سلطنت سے بہالیجائے گا۔ انگلستان کی ان اندرونی

---

[1] مارٹنس جلد چہارم (۱) ۴۴۵

خرابیوں پر اسکی خارجی پالیسی شاہد تھی۔ وہ مجسم کی انقلابی تحریکات کا طرف دار
بن چکا تھا اور اب اسپین اور پرتگال میں بھی اسکا رویہ بالکل یکساں تھا۔
مسئلہ بلجیم ابھی پورے طور پر طے نہیں ہو چکا تھا کہ کوہ پیرینیز کے جنوب
میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ برازیل کے تاج و دیہیم سے دستکش ہو کر ڈوم پدرو
پرتگال چلا آیا تھا جہاں وہ اپنے بھائی میگوئل کے دعاوی کے خلاف، جس نے

۲۲۲

**اسپین اور پرتگال میں خانہ جنگیاں**

۱۸۲۸ء میں تاج و تخت غصب کر لیا تھا، اپنی دختر
ڈونا ماریا، لاگوریا کے حقوق کی حمایت میں منہمک تھا
اور ۲۸ جولائی ۱۸۳۳ء کو لسبن کا مالک بن بیٹھا۔

اسپین میں شاہ فرڈیننڈ نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے، حسب رضامندی
کورٹیز، ستمبر ۱۸۳۳ء میں ایک شاہی فرمان واجب الاذعان" (Pragmatic sanction)
شائع کرکے "قانون سالیہ" کو (جسکی رو سے فرقہ اناث کا کوئی فرد تاج سلطانی زیب سر
نہیں کر سکتا تھا) معطل کر دیا اور اپنے بھائی ڈون کارلوس (Don Carlos.)
کو محجوب الارث کر کے تاج شہریاری کو اپنی صغیر سن دختر ازابلا اور خود ازابلا کو اسکی ماں
ملکہ کرسٹینا کے سپرد کر دیا تا کہ ازابلا جب تک سن رشد کو پہنچے کرسٹینا
امور مملکت کی نگران رہے ( Miguel. ) میگوئل اور ( Carlos. )
کارلوس نے اس انتظام کی مخالفت کو اپنا مقصد مشترک بنایا اور انکی حمایت
جزیرہ نمائے اسپین کے پادری اور ان لوگوں کا گروہ کر رہا تھا جو اپنے آپ کو
جائز حکومت کا علمبردار تصور کرتے تھے۔ انکے رفقا کے زمرے میں براعظم کی
وہ تین مشرقی دولتیں بھی تھیں جنکی ہمدردی محض براہ ہمدردی تھی اور جسمیں کسی اور
شائبے کی گنجائش نہ تھی۔ لبرل جماعت اور دو مغربی دولتوں نے ماریا اور ازابلا
کی حمایت کا بیڑا اٹھایا۔

اب تالیراں (Talleyrande) کے نزدیک وہ موقع آگیا تھا جب وہ فرانس
اور انگلستان میں ایک باضابطہ لیگ قائم کرا کے محالفہ مقدسہ
میں ہمیشہ کے لیئے ایک رخنہ پیدا کر دیتا۔ لیکن پامرسٹن کی یہ خواہش نہ تھی کہ
وہ کھلم کھلا اور پوری طور سے آسٹریا اور روس سے منحرف ہو جانا

اور بجائے اسکے کہ وہ **فرانس** سے اور گہرے تعلقات پیدا کرتا اُس نے
اس رخنے کو اور زیادہ وسیع کر دیا جو اپنے وجود کے لیئے **پامرسٹن** کے
اس پر سطوت لب دلہجے کا رہین منت تھا جسے اُس نے اسوقت اختیار کیا تھا
جب **بلجیم** پر نہایت نازک ساعتیں گزر رہی تھیں، یہی نہیں بلکہ اس نے
**انگلستان** کے اس روایتی طرز عمل کو اختیار کیا جس سے **فرانس**
ہمیشہ مشتبہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بالفاظ دیگر جزیرہ نمائے **اسپین** میں امن وعافیت
قائم کرنے کے لیئے اس نے **اسپین** اور **پرتگال** سے اتحاد کر کے **فرانس**
کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ **لوئی فلپ** کی گورنمنٹ ان باتوں کو
گوارا بھی کرتی اور زندہ بھی رہتی۔ فرانسیسی سیاست کا اولین اصول موضوعہ **اسپین**
کی دوستی کا تیقن تھا"! سلہ

**۱۸۳۴ء کا اتحاد اربعہ** **تالے ران** کو اس امر کی ہدایت کی گئی کہ وہ محالفے میں
یکساں اور مساویانہ شرائط پر **فرانس** کی شرکت کا
مطالبہ کرے اور تھوڑی بہت کد و کاوش کے بعد اسکا انتظام بھی ہو گیا اور ۲۲ اپریل
کو محالفۂ ثلاثہ، محالفۂ اربعہ میں تبدیل ہو گیا۔ لیکن جب اسکو موثر بنانیکی تحریک
پیش کی گئی تو جدید غلط فہمیوں کا آغاز ہوا ۱۸۳۵ء کے موسم بہار میں حامیان ڈون کارلوس
( Carlist Revolt. ) نے ایک دفعہ پھر نہایت شدومد کے ساتھ اس بغاوت کا اعلان کیا
جو اس سے قبل کچھ عرصے کے لیئے فرو کر دی گئی تھی۔ ملکہ **کرسٹینا** نے اتحادیوں
سے امداد کی درخواست کی۔ **تی اَیر** ( Thiers. ) نے نہایت بھولے بھالے
انداز سے یہ تحریک پیش کی کہ ۱۸۲۳ء کی مہم کا اعادہ کیا جائے!
**پامرسٹن** نے اس میں فریق بننے سے انکار کر دیا اور اپنی طرف سے
یہ تجویز پیش کی کہ **انگلستان** کو مداخلت کی اجازت دی جائے،

۲۲۳

سلہ یہ فقرہ بیریر کا ہے جسے اولی وی اے نے اپنی کتاب جلد ا صفحہ ۲۷۹
Berryer, quoted in Olliver, L' Empire Liberal, 279
میں نقل کیا ہے۔

جسے فرانس نے نامنظور کر دیا۔ ۱۸۳۶ء میں تی ایر (Thiers.) نے
ایک دفعہ پھر یہ تحریک پیش کی کہ اسپین میں فرانسیسی آلات حرب وضرب
سے امن پھیلایا جائے لیکن اب کی بار لوئی فلپ کا یہ عزم کہ کسی حالت میں
فرانس کو مداخلت نہ کرنی چاہیئے اس کی تحریک کے خلاف ایک ناقابل گزار
سنگ راہ تھا اور چونکہ وہ اپنی رائے کو پادشاہ کی رائے کے سامنے ہیچ سمجھنا
گوارا نہیں کر سکتا تھا اس لیئے اس نے استعفیٰ داخل کر دیا۔

**نکولس اول اور انگلستان**

پامرسٹن اور قانون اصلاحات کے باوجود
شاہنشاہ نکولس ابھی مایوس نہیں ہوا تھا، ایک
حق بجانب حکومت جیسا کہ وہ انگلستان کو اب خیال کرتا تھا اور فرانس کی
ملوکیت انقلابی میں جو غیر مقدس لیگ قائم ہوئی تھی اسکی شکست وریخت کیلئے
وہ اب بھی آمادہ تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لیئے وہ بہت سی قربانیاں کرکے
مشرق میں انگلستان سے صلح کر لینے پر تیار تھا۔ اسکی ہمت افزائی کے
بہت سے وجوہ تھے۔ یہ صحیح ہے کہ وسطی ایشیا کے معاملات بہت نازک
ہو رہے تھے۔ انگلستان کو اس بات کی شکایت تھی کہ روس، فارس
میں سازش کا جال بچھا رہا تھا اور ۱۸۳۸ء میں شاہ ایران کے ہرات پر
حملہ کرنے کا باعث یہی تھا اور یہ پہلا واقعہ تھا جب اس خطرے کا اعلان کیا گیا کہ
روس کی نیت ہندوستان پر لگی ہوئی تھی۔ زار نے یہ مناسب خیال کیا کہ
بذات خود ان دونوں افواہوں کی تردید کردے۔ روس اس کے سوا
اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ وسطی ایشیا کی تجارت میں انگریزوں کو جو اجارہ حاصل
تھا اس میں روس کو بھی شریک کر لیا جائے، یہی نہیں بلکہ خود روس کو اس
امر کی شکایت تھی کہ خانیوں (خیوا وبخارا Khanates.) کی
سرحد پر انگریزی ایجنٹ برابر سازشی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے اور
ارض فارس پر مسلح برطانوی افواج موجود تھیں۔ لیکن گو افق مشرق متوسط
پر ابر محیط ہو رہا تھا لیکن طوفان اٹھنے میں ابھی وقفہ تھا اور اس دوران میں
روسی نقطۂ نظر سے یورپ میں معاملات نہایت تشفی بخش طور پر روبراہ ہو رہے تھے

**انگریزی فرانسیسی ائتلاف میں رخنہ**

کچھ تو بلجیم کے معاملات میں انگریزی اور فرانسیسی تعلقات کشیدہ رہے اسکے بعد اسپین اور پرتگال میں بھی صورت حال یہی رہی پھر یہ کیسے توقع کیجا سکتی تھی کہ یہ کشیدگی ائتلاف انگلستان اور فرانس کو باہمدگر اور زیادہ متحد کریگی - یہ تو شروع ہی سے ایک تر مصنوعی کی حیثیت رکھتا تھا یا بقول ولنگٹن اس کی حیثیت "گھر گھروندے" کی سی تھی - انگریزوں اور فرانسیسیوں کے کیریکٹر جدا، روایات جدا، انکے اغراض و مقاصد جدا پھر یہ کیسے توقع کیجا سکتی تھی کہ ایک ایسا اتحاد جسکی بنیاد مشترک جبلیت اور اغراض پر نہیں بلکہ اس موہوم تخیل پر رکھی گئی تھی کہ ان کا نظام سیاسی ایک ہے، عرصے تک قائم رہ سکے گا، پھر اس امر سے بھی قطع نظر نہیں کیا جا سکتا تھا کہ لوئی فلپ کی حالت "مذبذوں" کی سی تھی اور اسے اس بات کی دھن تھی کسی طرح حق بجانب حکومتیں اسکی حیثیت تسلیم کرلیں اور وہ اس امر کو بھی محسوس کرتا تھا کہ اسکا خاندان اسوقت تک محفوظ نہیں خیال کیا جا سکتا تھا جب تک کہ وہ اسے کسی سیاسی محالفے سے اور اگر ممکن ہو تو کسی رشتۂ مناکحت سے مستحکم اور استوار کرکے اپنے اور دول یورپ کے اغراض کو باہم متحد نہ کردے ۔ انگریزی فرانسیسی ائتلاف میں جو رخنہ پیدا ہو گیا تھا اسکو اور زیادہ وسیع کرتے رہنا نکولس کا شغل رہ گیا تھا - اس نے انگریزی حکومت سے رخ پھیر کر اپنی پوری توجہ انگریزی رعایا کی طرف مبذول کر دی تھی اور اسکے بعد کچھ ایسی کیف انگیز چاپلوسی سے کام لینے لگا کہ اسکا ہر لفظ اور فقرہ ان کے قلب و جگر کے نازک ترین گوشوں میں پیوست ہو گیا - اس نے سیاحت کے لیے اپنے لڑکے کو انگلستان بھیجا اور اس امر کا اعلان کیا کہ اس "عظیم الشان ملک" کی سیاحت کے بعد خود اسمیں اعتبار اور اعتماد کے ایسے جذبات پیدا ہو گئے تھے کہ جنکی یاد کبھی اسکی لوح دل سے مٹ سکے گی اور اسکو انگریزوں کی عزت اور وفاداری پر ایسا بھروسا تھا کہ وہ اپنے لخت جگر کو بلا تامل انکی حفاظت میں دے رہا تھا۔

۴۲۴

سرفوں ( Serfs ) کے آئندہ نجات دہندہ کی دلکش شخصیت

ایسی نہ تھی کہ اسکا اثر ظاہر نہ ہوتا، مہمان نوازی انگریزوں کے خصائل ملی میں سے
تھی اسکا احساس ہی انکے تالیف قلوب کے لیئے کافی تھا، روس کے خلاف
جو اشتعال رونما تھا اس میں کسی قدر سکون پیدا ہوتے دیکھکر زار نے
فوراً برطانوی حکومت سے تمام مسائل حاضرہ پر گفت و شنید کرنے کے لیئے
بیرن برونوف کو متعین کر دیا۔

**انگلستان اور محمد علی**

دولت عثمانیہ اور مصر کے تعلقات ایک دفعہ پھر نہایت
نازک ہو گئے تھے اور منجملہ دیگر مسائل اسکا تصفیہ بھی زیر بحث تھا۔ محمد علی
کی سیادت میں ایک ایسی وسیع عربی سلطنت کا قائم ہونا جو طارس سے خرطوم
تک پھیلی ہوئی تھی اور جسکی گرفت میں وادی فرات اور خاکنائے سوئز کے
دو راستے تھے جن سے ہندوستان کی تجارت قابو میں
رکھی جا سکتی تھی ایک ایسا واقعہ تھا جس سے انگلستان
کے دل میں رہ رہ کر وسوسہ اور خدشہ پیدا ہوتا تھا مزید براں گورنمنٹ کا
مختلف تجارتی اجناس کا اجارہ دار ہونا ایک ایسا نظام تھا جسکی رو سے
محمد علی اپنی سلطنت کی پوری تجارت اپنے قبضے میں کر رہا تھا اور اس سے
برطانوی تجارتی اغراض کو نہایت مہلک صدمات پہنچ رہے تھے بالآخر
بابعالی سے ایک تجارتی عہدنامہ ہوا جس پر ۱۶ اگست ۱۸۳۸ء کو انگلستان
کے دستخط ثبت ہوئے اور جسکی رو سے مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ
قرار پایا۔ اس انتظام سے محمد علی کے اس تجارتی نظام کو سخت صدمہ پہنچا
جس پر اسکی تمام طاقت کا انحصار تھا۔ ۱۸۳۹ء میں عدن پر قبضہ کر لیا گیا۔
یہ فرانسیسی ریشہ دوانیوں کا جواب ہونے کے علاوہ اس بات کی ضمانت تھی کہ
سوئز اور بحر احمر سے گزرنے والے تجارتی راستے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔[1]

**بابعالی اور محمد علی میں تجدید جنگ اپریل ۱۸۳۹ء**

لیکن سلطان محمود تشنۂ انتقام تھا پھر حالات و واقعات
نازک صورت کیوں نہ اختیار کرتے چھ سال تک عثمانی افواج

[1] پریکیش اوسٹن: "محمد علی" صفحہ ۳۲ -

برابر مرتب ہوتی رہیں اور اس تمام جوش اور سرگرمی کا مبدأ وہ جذبۂ حقارت و نفرت تھا جو سلطان کے قلب میں موجزن تھا اور آخر کار وہ ساعتیں آہی گئیں جب سلطان نے خیال کیا کہ وار کر دینا چاہیئے - ۲۱ اپریل ۱۸۳۹ء کو ترکی افواج حافظ پاشا کی سرکردگی میں فرات کے کنارے مجتمع ہوئیں اور دریا سے گزر کر شام پر حملہ آور ہوئیں - ۷ جون کو سلطان نے نہایت اہتمام و استقلال کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ محمد علی مردود سلطنت قرار دیا جائے

۲۲۵

**جنگ نصیب**

۲۴ کو ابراہیم نے عثمانیہ افواج سے نصیب میں مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش دی ترکوں کے لیئے یہ جنگ ۱۸۳۲ء کے محاربے سے مختصر لیکن اس سے کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی اسکے بعد پے در پے انکو شکستیں نصیب ہوتی رہیں - یہ سب ترکی سلطنت کے لیئے ایک پیغام فنا تھا - ۳۰ جون کو سلطان محمود نے رحلت کی اور تاج و تخت عبدالحمید ایک سولہ سال کے لڑکے کے سپرد کیا گیا آخر کار امیر البحر احمد پاشا اسکندریہ پہنچا جہاں اس نے اس بنا پر کہ ترکی وزرا روس کے ہاتھوں فروخت ہو چکے تھے تمام عثمانی بیڑا محمد علی کے سپرد کر دیا - تباہی اور بربادی کا کاسہ تو پہلے ہی سے لبریز تھا صرف چھلکنے کی گنجائش باقی تھی جو اس طرح پوری ہو گئی۔

**دول یورپ کی مداخلت**

اب یہ ظاہر تھا کہ اگر عہدنامہ انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi. ) کو ایک دلچسپ تاریخی یادگار سے زیادہ وقعت دینی منظور تھی تو اس کے نفاذ کا اب وقت آگیا تھا - خطرہ مشترک تھا، بیشتر حکومتوں نے جو بہت سے امور میں مختلف الرائے تھیں، متوجہ ہو کر قبل اسکے کہ روس بجائے خود کسی قسم کی دست اندازی کرتا، اپنے اپنے سفیروں کے توسل سے نوخیز سلطان کو یورپ کے سایۂ عاطفت میں لے لیا[1] اس کے ساتھ ہی محمد علی کو بھی متنبہ کر دیا کہ اب اس معاملے کا تصفیہ اسکے ہاتھوں میں نہ تھا بلکہ اسکا بار تمام یورپ کے شانوں پر تھا۔

---

[1] :- بُوئر جلد دوم صفحہ ۲۹۴ -

لیکن اس جگہ پہنچکر ان کے معاہدے میں رخنہ پڑگیا۔ فرانس علی الاعلان محمد علی کی حمایت میں اُٹھ کھڑا ہوا جسے وہ انگلستان کی بحری قوت کے خلاف بحیرۂ روم میں ایک نہایت کارآمد رفیق خیال کرتا تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ پاشائے مصر کو اسکی فتوحات سے مستفید ہونے کا اذن دیا جائے اور اگر باسفورس میں روس، ابراہیم کی مزاحمت کرے تو فرانس اور انگلستان متحد ہوکر اسکا تدارک کریں۔ فی الحقیقت یہ اتحاد مصر نہیں بلکہ روس کے خلاف قائم کیا گیا تھا۔ مدبران سلطنت کے نزدیک اب انتخاب کے لئے صرف دو چیزیں باقی رہ گئی تھیں۔ ایک طرف شیطان کی شیطنت اور دوسری طرف فنا کی تاریک گھاٹیاں! انگلستان کھل کر نہ تو روس کی اعانت کرسکتا تھا اور نہ فرانس کا معاون بن سکتا تھا۔ اگر علٰحدگی اختیار کرتا ہے تو پھر یہ خطرہ تھا کہ روس اور فرانس متحد ہوکر سلطنت عثمانیہ کا حصہ بخرا کرکے اس کے مختلف حصص اپنے حلقۂ اثر (یہ فقرہ اسوقت تک وضع نہیں ہوا تھا) میں لے لیں گے، اور انگلستان بالکل حذف کردیا جائیگا۔ نکولس اول نے دیکھا کہ اب اسکا موقع آگیا ہے۔ وہ ابتک اس خیال کا معتقد تھا کہ مشرق میں روس اور انگلستان کے اغراض و مقاصد در اصل متضاد نہیں ہیں لیکن بہرصورت وہ یہ تو گوارا کرہی نہیں سکتا تھا کہ کسی ایسی نفرت انگیز قومیت سے من سمجھوتہ کرے جسکے عناصر ترکیبی تجار ہوں یا جو طبقۂ متوسطین پر مشتمل ہو۔ گو اسکے امکان کا اظہار اس لئے کیا جاتا تھا کہ اس سے برطانوی وزارت کی جھجھک نکل جانے کی توقع تھی۔ یہ تو صریحی ناممکن تھا کہ مشرق میں زار، روس کے روایتی طرز عمل کو اپنے اس تعصب اور تنفر پر قربان کردے گا جسے وہ انقلاب فرانس کے خلاف اپنے گوشۂ قلب میں جگہ دے چکا تھا لیکن عہدنامۂ انکیار اسکلیسی (Unkiar Skelessi) تو گویا ایک ایسی فتح کی یادگار تھا جو یونہی اُچک لی گئی ہو جسکے ثمرات یورپ کی متحدہ مخالفت کے سامنے حاصل نہیں کئے جاسکتے تھے لیکن اسکا کافی معاوضہ اسوقت حاصل ہوسکتا تھا جب ان فوائد سے بطیب خاطر دستکشی اختیار کی جاتی

اور اس طور پر فرانس اور انگلستان کے معاہدے میں بھی رخنہ پڑ سکنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔[1]

زار انگلستان کے سامنے شرائط پیش کرتا ہے

زار کے ابتدا و شرائط بیرن برونوف کے توسل سے پامرسٹن تک پہنچے تو وہ متحیر بھی تھا اور معترف بھی اور وہ بھی اس طور پر کہ اس میں تصنع کا کوئی شائبہ تک نہ تھا، ٹرکی اور مصر کے معاملات میں روس، انگلستان کی ہمنوائی کے لیئے تیار تھا۔ ٹرکی کے معاملے میں بطور خود کسی قسم کی مداخلت کرنے سے احتراز کرتا اور عہد نامہ انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi ) کو منسوخ کر سکتا تھا لیکن اس کے صلے میں وہ خود اس بات کا آرزو مند تھا کہ ایک بین الاقوامی معاہدہ مرتب کیا جائے جس کی رو سے ہر قوم کے جنگی جہازوں کے لیئے درۂ دانیال بند کیا جائے اور یہی اصول باسفورس پر بھی منطبق کیا جائے۔ لیکن موخر الذکر سے صرف روس بحیثیت اسکے کہ وہ یورپ کی طرف سے اسکو منصب حکمبرداری تفویض ہوا تھا، بوقت ضرورت دولت عثمانیہ کی حفاظت و استعانت کے لیئے گزر سکتا تھا۔ روسی سفیر کو اس امر کی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ ترکی مصری مسئلے کے تصفیئے کے لیئے حکومتہائے عظیمہ کی ایک کونسل قائم کرانے کی تدابیر عمل میں لائے جس میں زار کی مرضی فرانس کو بھی شامل کرنے کی تھی گو بذاتہ وہ چاہتا تھا کہ فرانس اس سے علیحدہ ہی رکھا جائے۔ ۲۲۷

کچھ عرصے تک تو انگریزی کابینۂ وزارت تذبذب کی حالت میں رہا۔ ملبورن، فرانس کو حذف کر دینا چاہتا تھا پامرسٹن اب بھی اس خیال کا حامی تھا کہ وہ لبرل قوتوں کو متحد کر دیا جائے اور یہ فرانس کا رویہ تھا جس نے

[1] زار کے روسیئے کا پورا تجزیہ کتاب "بحر اسود آبنائے قسطنطنیہ"

La Mer Noire et les Detroits de Constantinople

par (Paris 1899) پیرس ۱۸۹۹ء میں درج ہے۔

واقعات کو معرض ظہور میں لانے میں تعجیل کی، پامرسٹن کو اس امر کا گلہ تھا کہ
فرانس بہت لیت ولعل سے کام لے رہا تھا۔ اس نے کہا کہ انگلستان
فرانس کے ساتھ گام فرسا ہوسکتا ہے اسکے ساتھ رک نہیں سکتا[1]۔ اسکو اندیشہ
تھا کہ اگر باہمی سمجھوتے میں غیر معمولی توقف ہوا تو ممکن ہے زار کا پیمانہ صبر لبریز
ہوجائے، وہ اپنے وعدہ وعید سے پھر جائے اور تن تنہا عمل پیرا ہونے پر
آمادہ ہوجائے[2]۔ ادھر فرانس کے لیت ولعل کا اصلی راز معلوم ہوتا تھا
اُدھر انگریزی حکومت نے اپنے طرز عمل کے متعلق فیصلہ کرلیا تھا۔ تی ایر ( Thiers )
جس کشمکش میں مبتلا تھا وہ ایک طرف تو فرانسیسی آرائے عامہ کی
(جو نہایت شدومد کے ساتھ محمد علی کے موافقت میں تھیں) تالیف قلوب کی ضرورت
تھی دوسری طرف بادشاہ اس امر کا خواہاں تھا کہ کوئی طرز عمل ایسا نہ اختیار
کیا جائے جس سے وہ تمام یورپ کے ساتھ کسی کشاکش میں مبتلا ہوجائے
اس طور پر تی ایر ( Thiers. ) ایک طرف تو دول کو بھلاوے دیتا رہا
دوسری جانب اس نے اس امر کی کوشش شروع کردی کہ باب عالی سے ایک
بالکل علیحدہ سمجھوتا اس طور پر کرلیا جائے کہ دیوان میں محمد علی کی حیثیت اور
فرانسیسی اثر دونوں قائم رہیں[3]۔ اس سازش کا طشت ازبام ہوتا تھا کہ انگریزی حکومت
نے پس وپیش کی آخری جھجک کو بھی خیرباد کہا۔ ۱۵ جولائی ۱۸۴۰ء کو فرانسیسی
سفیر کی لاعلمی میں عہدنامہ لنڈن پر دستخط کیے گئے جنکی رو سے حکومتہائے اربعہ
روس، آسٹریا، پروشیا اور انگلستان نے

۲۲۸

اتحاد اربعہ ۱۸۴۰ء

[1] بلور باب دوم صفحہ ۲۹۷ -

[2] پرولوف کی نہایت خفیہ رپورٹ۔ مارٹنس جلد دوازدہم صفحہ ۱۱۷ -

[3] cf Gnizot Memoires pour Seroir a' l' Histoire de mon Temps V. 64

گیزو۔ "میرے ہمعصر واقعات کی تاریخ کا مواد" جلد ۵، ۶۴
حق یہ ہے کہ فرانسیسی طرز عمل کی بنا وہ اعتماد تھا جو فرانسیسیوں کو محمد علی پر تھا۔

محمد علی کے خلاف سلطان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور ایسی تدابیر پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا جس سے محمد علی مطیع و منقاد بنایا جاسکتا۔ ایک جداگانہ شرط یہ قائم ہوئی تھی کہ اگر دس یوم کے اندر محمد علی اطاعت قبول کرلے تو اسے مصر کی پاشائیت بطور وراثت نسلاً بعد نسلٍ اسکے خاندان میں منتقل ہوتی رہے گی اور جنوبی شام کی نظامت ( Acre ) عکہ کا منصب پاشائیت تادم مرگ اسکے سپرد رہے گا اور اگر دس دن کے بعد بھی وہ اپنی ضد پر قائم رہا تو شام اور عکہ ( Acre ) کا ہدیہ واپس لے لیا جاسکے گا۔ اور اگر اب بھی وہ سرکشی اور تمرد سے باز نہ آیا تو یہ تمام تحریک حکومتوں کے غور و فکر کے لیئے واپس لے لیجائے گی ۵ ستمبر ۱۸۴۰ئہ کو لندن میں ایک مضبطہ شائع ہوا جسکی رو سے متحدہ حکومتوں نے اس بات کا اقرار کیا وہ اس مداخلت سے بجائے خود کوئی ذاتی منفعت حاصل کرنے کا خیال ذہن میں نہ لائیں گی ؎

**فرانس میں حربی بحران** بقول گیزو اس "ہلاکت آثار اہانت" کی (جو فرانس کی عزت و ناموس کے خلاف روا رکھی گئی تھی) خبر پیرس میں پہنچی ہی تھی کہ غیظ و غضب کے شعلے بھڑک اٹھے تی ایر (Thiers) نے نہایت شدومد کے ساتھ اعلان کیا کہ انگلستان کے ساتھ جو اتحاد قائم تھا اُسکا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اس نے تہدید آمیز کلمات اور شور و شغب سے ایک ہنگامہ برپا کر دیا اس نے کہا کہ میں تمام ارض یورپ کو سیلاب انقلاب کی نذر کر دوں گا۔ عہدنامجات ۱۸۱۵ئہ کی کمزور اور بے لوچ حدبندیوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ فرانس بار دیگر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ یورپ کی اس کولیشن کو قابل التفات نہیں گردانتا اور وہ ایک دفعہ پھر اپنے فطری حدود رائن تک مظفر و منصور بڑھتا چلا جائے گا۔ حتیٰ کہ خود لوئی فلپ نے جو بلحاظ سنجیدگی اور متانت اپنے ہمعصروں میں کہیں ممتاز تھا یہی مناسب خیال کیا کہ مصافی جذبات کے اس تموج و تہیج میں اپنے آپ کو بھی حوالے کر دے۔ اور "شیر بیشہ وغا کی دہن کشائی" کے متعلق بے تکلف گفت و شنید شروع کر دے۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک فضائے بسیط آلات حرب و ضرب کی جھنکار سے گونج رہی تھی

۔اور تی ایر ( Thiers. ) کی نگرانی میں تمام پیرس کی قلعہ بندی قلعہ جات سے کیجا رہی تھی، لیکن یہ کام میں بھی کب آئے؟ ٹھیک تیس سال کے بعد ۱۸۷۰ء میں! پامرسٹن بھی ابتداہی سے اس طوفان بلا کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہا تھا۔ اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ لوئی فلپ کا فرانس نپولین کا فرانس تو ہے نہیں! پھر ایک ایسے فوجی فرقے کا قانون۔ جو اپنی دولت کا مدار یورپ کی غارت گری پر رکھتا تھا اور رشتے ہے اور فرقۂ متوطنین (تجار) کا قانون جو اپنی دولت کا سرچشمہ مختلف محاصل پر رکھتا تھا شئے دیگر[۱]

۲۲۶

لیکن لارڈ ملبورن نے شاہ بلجیم کے توسل سے لوئی فلپ کو اتنا اشارہ دیدینا مناسب خیال کیا کہ فرانس کی جنگی تیاریوں سے کیا کیا نتائج مترتب ہوں گے۔ لوئی فلپ اشارہ سمجھ گیا، تی ایر ( Thiers. ) کو برطرف کر دیا اور گیزو ( Guizot ) کی سیادت میں ایک وزارت قائم کر دی اور گو فرانسیسی افواج مجتمع ہوتی رہیں لیکن بادشاہ نے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ اسکی تشریحیوں کی کہ متمرد اور سرکش انقلابیوں کو دغا دا۔ فرانسیسی بنانے کے لیئے، یہ ضروری تھا کہ اسی سرخ برجس میں محصور کر لیا جائے پہلے

زار برابر اس کوشش میں منہمک رہا کہ اس نازک حالت سے فائدہ اٹھا کر انگریزی روسی ائتلاف کو اور زیادہ استوار اور متحد کر دے۔ اس نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ مسئلۂ مشرقی میں صرف روس اور انگلستان دست اندازی کرنے کے مجاز تھے اور نہایت دانشمندی اور فیاضی کے ساتھ اس نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ اگر فرانس نے کوئی استبدادی پہلو اختیار کیا تو برطانیہ کی دستگیری کے لیئے روسی فوجی دستہ اس دوران میں حاضر تھا مشرق میں دول کی متحدہ کامیاب مداخلت نے دونوں گورنمنٹ کے درمیان ایک مبارک آگیں دور کی ابتدا کر دی تھی جس سے باہم گر نہایت خوش گوار تعلقات پیدا ہو چلے تھے۔

---

[۱] بلور جلد دوم صفحہ ۳۲۰ -

[۲] رپورٹ مرتبہ برونوف مارٹنس باب دوازدہم صفحہ ۱۴۷ -

اتحادی [illegible] پر متحد ہو [illegible] روانہ ہوتے ہیں

محمد علی کو ایک طرف تو فرانس کے ہمت افزا رویہ سے تقویت تھی دوسری جانب وہ ابراہیم کی [illegible] مزاج کی قابلیت کا معترف تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کولیشن کو خاطر میں نہ لایا لیکن فرانس کی امداد صرف چند جوش دلانیوالے فقروں تک محدود رہی اور مصر کی فوجی طاقت دیکھتے دیکھتے کافور ہوگئی ۔ فرانسیسیوں کو یہ توقع تھی کہ جب تک وہ کیل کانٹے سے درست ہوں محمد علی کسی نہ کسی طرح اتحادیوں کی روک تھام کرسکیگا[1] لیکن اس غیر متوقع کمزوری کے انکشاف سے ان کو یہ بہانہ ہاتھ لگ گیا کہ وہ ہر قسم کی امداد سے دست بردار ہو جائیں ۔ فی الحقیقت صرف یہی ایک فریب نہ تھا جس کے وہ شکار رہ چکے تھے ۔ انھوں نے پاشائے مصر کو فرانسیسی عقائد اور فرانسیسی روشن خیالی کا علمبردار قرار دے کر چرخ ہفتمیں تک پہنچا دیا تھا ۔ وہ خیال کرتے تھے کہ محمد علی ترکوں کے حلقۂ غلامی کو مظلوم رعایا کی گردن سے اتار کر پھینک دے گا ۔ لیکن ابھی متحدہ برطانوی آسٹروی اور ترکی بیڑا بمشکل الہ اگست کو بیروت کے قریب نمودار ہوا ہوگا کہ شام کی پوری آبادی نے اسی ابراہیم کے مظالم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جسکا خیر مقدم آج سے چھ سال قبل بطور نجات دہندہ کے کیا تھا ۔ ۳ اکتوبر کو بیروت پر قبضہ ہوگیا اور ابراہیم نے یہ دیکھکر کہ وہ دشمنوں میں گھر گیا ہے بحال سرعت جنوب کی سمت پسپا ہونے لگا ۲ نومبر کو اتحادیوں نے عکہ پر قبضہ کر لیا اور محمد علی نے انخلائے شام کا حکم نافذ کیا ۔ امیر البحر نیپئر نے عکہ سے براہ راست اسکندریہ کا رخ کیا اور اس بات کی دھمکی دی کہ اگر پاشا نے ہتیار نہ ڈالدیئے تو اسکندریہ پر گولہ باری شروع کر دی جائے گی ۔ ۲۵ نومبر کو ایک عہدنامے پر دستخط ثبت کیئے گئے جسکی رو سے محمد علی نے اپنے تمام حقوق شام سے اٹھا لئے اور عثمانی بیڑے کو واپس کر دینے کا اقرار کیا اس صلے میں حکومتوں نے باب عالی پر اپنا اثر ڈال کر مصر کے منصب پاشائیت کو محمد علی اور اس کے ورثاء کے لیئے مخصوص کرا دیا ۔ ترکی مصری مسئلہ اس طور پر طے ہوگیا ۔

۲۳۰

[1] اسپرنگر جلد اول صفحہ ۲۶۳ ۔

گیزو ( Gnizot ) کو اب بھی توقع تھی کہ اگر محمد علی کے لئے چند مراعات حاصل کیجا سکیں تو فرانس کی کسی نہ کسی حد تک "پردہ پوشی" ہو جائیگی۔ حتیٰ کہ اس نے یہ تحریک پیش کردی کہ ایک نیا عہدنامہ مرتب کیا جائے جسکی روسے ترکی کی صحت و سلامتی ( Integrity ) پانچ بڑی دول یورپ کی ضمانت میں دیدیجائے میٹرنخ نے بھی جو اس واقعے سے نہایت دل برداشتہ ہو رہا تھا کہ معاملات بجائے وائنا، لندن میں کیوں طے ہوئے اس خیال کی تائید کی اور اُن خطرات پر نہایت شدومد کے ساتھ اظہار خیال شروع کردیا جو فرانس کی علٰحدگی سے ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ لیکن پامرسٹن نہایت پامردی کے ساتھ اس اصول پر کاربند رہا کہ گورنمنٹ فرانس کو کسی ہنگامے یا طوفان بے تمیزی سے محفوظ و مامون رکھنا انگلستان کے فرائض میں سے نہ تھا۔ اس نے ٹرکی کو تنہا ئے یورپ کی ضمانت میں دینے سے اس لئے انکار کردیا کہ اس سے صریحی طور پر روس زد میں آجاتا تھا صرف ایک بات البتہ ایسی تھی جس سے انگلستان، فرانس کی فوراً تالیف قلوب کرسکتا تھا اور ایک ایسے مسئلے کو ہمیشہ کے لئے طے کرسکتا تھا جو عام طور سے نہایت پیچیدہ خیال کیا جاتا تھا

**عہدنامہ متعلق بہ آبنایان دانیال و باسفورس**

یکم جولائی ۱۸۴۲ء کو لندن میں ایک عہدنامے پر دستخط کیئے گئے جسکی روسے اب صرف باسفورس ہی نہیں بلکہ درۂ دانیال بھی ہر قوم کے جنگی بیڑے کے خلاف بند کردیا گیا تھا اس کنونشن کی جب ۱۸۷۹ء میں تجدید ہوئی تو اُس وقت لوگوں نے اسے روس کی سیاسی خدائعی کی بڑی شاندار کامیابی تصور کیا تھا اور فی الحقیقت اس نے روس کے لیئے وہ تمام فوائد حاصل کیئے جنکی توقع انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi. ) کے عہدنامے کے تفیہ شرائط سے وابستہ تھی اور جس کے متعلق روس اور فرانس میں یہ خیال راسخ تھا کہ یہ کنونشن دراصل عہدنامہ انکیار اسکلیسی ( Unkiar Skelessi ) کی شکل تو تھا۔ رہا یہ عقیدہ کہ ایام جنگ میں یہ بحراسود کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا ایک لایعنی خیال تھا

۲۳۱

جسکا تذکرہ ابھی ابھی کیا جا چکا ہے اور جس چیمبرز نے پامرسٹن کو دستخط کرنے پر آمادہ کیا وہ شاید یہی خیال تھا کہ یہ کنونشن کسی حد تک سودمند ہونے کے علاوہ ایام جنگ میں تشویشناک بھی ثابت نہ ہوگا۔ فی الفور تو اسکا اخلاقی اثر نہایت زبردست ہوا۔ ۱۸۳۹ء کا روسی انگریزی اجماع، فی الحال ایک ایسے اتحاد کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جسمیں مہتم بالشان امکانات مضمر تھے لیکن بدقسمتی سے اُنکا کبھی نفاذ نہیں ہوا اور ان سب سے بڑی بات یہ پیش آئی کہ مجالس یورپ کی اہمیت فضیلت کا بار دیگر اعتراف کیا گیا اور ایک محراب (بین المشرقین) کی تعمیر ہوئی جس نے مشرق اور مغرب کو جو مدتوں ایک دوسرے سے جدا رکھے گئے تھے، ایک دفعہ پھر ملا دیا۔ اور بقول کاونٹ نسلروڈ یورپین ممالک یورپ کا نظام مشارکتی ایک دفعہ پھر قدیم بنیاد پر تعمیر کیا گیا۔

---

# باب یازدہم

## سنہ ۱۸۴۸ء کا انقلاب

یورپ میں روسی اثر کا عروج اور آسٹروی اثر کا انحطاط۔ فریڈرک ولیم چہارم کی اورنگ نشینی۔ برطانیہ غلطی سے روسی اور فرانسیسی تعلقات۔ نکولس اور لوئی فلپ کا ورود انگلستان میں۔ یورپ میں انقلابی قوتوں کا نشوونما۔ میزینی اور نوخیز اٹلی۔ پی اس یازدہم کا انتخاب۔ پاپائیت اور لبرلزم۔ چارلس البرٹ والی پیڈمنٹ۔ اور تحریکات ملی۔ چارلس البرٹ ایک "دستور" منظور کرتا ہے۔ آسٹریا کی اندرونی حالت۔ طرز انتظام۔ حکومت کا جمود۔ تحریکات ملی کا نشوونما۔ ہنگری۔ ٹرانسلوینیا۔ لوئی کوستھ (Louis Kossuth) کا اثر۔ بوہیمیا میں چیخ تحریکات۔ "الیریت" اسلافی اقوام۔ جرمانی قوم۔ زرعی شکایات کا اثر۔ گلیشیا میں سنہ ۱۸۴۶ء کا ہنگامہ۔ جرمنی میں لبرلزم کا نشوونما۔ ہنوور میں آئینی ہیجان۔ فریڈرک ولیم چہارم پروشیا کے لیئے ایک دستور منظور کرتا ہے۔ آسٹریا اور روس کا رویہ۔ فرانس میں انقلاب۔ سنہ ۱۸۴۸ء کا انقلاب۔ "طبقۂ متوسطین کی ملوکیت" اور "دفاعی" حکمت عملی۔ اشتراکیت کا نشوونما۔ نپولینی روایات کا احیاء۔ نپولین کی نعش کا منتقل کیا جانا۔ گیزو (Guizot) کی حکومت۔ واقعات متعلق بہ "مناکحات اندلسی"۔ فرانس اور جنگ مشارکت منفصلہ (Sonderbund) سوئٹزرلینڈ میں۔ اصلاحات کے لیئے جدوجہد۔ ۲۵ فروری کا انقلاب۔ پراونشل گورنمنٹ۔ قومی کارخانے۔ "ایام جون" شاہزادہ لوئی نپولین بوناپارٹ کی صدارت۔

زار روس کا اثر یورپ میں | ۲۳۲

اگرچہ ادعا کہ مملکت ہائے یورپ کا نظام مشارکتی ازسرنو قائم کیا گیا۔ محض ایک غلوئے بے ہنگام تھا تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ روس مسئلۂ مشرقیہ کے آخری دور کی پیچیدگیوں سے

جسوقت نکلا اُس کے رتبہ و نمود میں اور بھی چار چاند لگ گئے، نظام یورپ میں اب میٹرنخ کا نہیں بلکہ شہنشاہ نکولس کا وجود جاذب نظر تھا۔ ۲ مئی ۱۸۳۵ء کو فرانسیس والی آسٹریا نے رحلت کی، اسکا جانشین فرڈیننڈ ہوا جسے کلیتہً فاتر العقل تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ اس قدر ضعیف الدماغ تھا کہ فرائض حکومت کے ادا کرنے کے لیئے درپردہ ایک قسم کی مجلس تولیت قائم کردی گئی تھی اور جس کے متعلق خود زار سے مشورہ کرلیا گیا تھا۔[1] ۱۹ ستمبر ۱۸۳۵ء کو ٹپلٹز (Teplitz) میں جبکہ میونشن گریٹز (Munchengratz) کے معاہدات کی تجدید ہورہی تھی شہنشاہ نکولس اور فرڈیننڈ آپس میں ملاقی ہوئے اور اس کے فوراً ہی بعد زار بنفس نفیس وائنا آیا مجلس تولیت کے قیام میں زار سے جو مشورہ لیا گیا تھا اس سے اسکا دائرۂ اثر وسیع ہو ہی چکا تھا یہ ملاقاتیں ان پر مستزاد ہوئیں، جن کے نتائج ان پیچیدگیوں میں نہایت واضح طور پر نمایاں ہونے لگے جو مشرق میں رونما تھیں، میٹرنخ نے حتی الوسع اس امر کی کوشش کی کہ اس کے ہاتھ سے وہ سررشتہ نہ چھوٹنے پائے جس سے تمام واقعات عالم منسلک تھے اور جو رفتہ رفتہ اس کی گرفت سے آزاد ہورہا تھا۔ اس نے انگلستان کی اس تحریک کی کہ مسئلۂ مشرقیہ کے تصفیے کے لیئے وائنا میں ایک کانفرنس منعقد ہونی چاہیئے، نہایت اشتیاق کے ساتھ تائید کی تھی، لیکن زار نے اسے اس بنا پر مسترد کردیا کہ یورپ، روس پر فیصلہ رانی کرنے کا مجاز نہ تھا[2] اور بالآخر وہ بکمال فروتنی، ان واقعات کے دوران میں جو اتحاد اربعہ کے معرض وجود میں آنے تک پیش آتے رہے، زار کے نقش قدم پر چلتا رہا جرمنی میں بھی اب میٹرنخ کی وہ پچھلی سی شہرت

---

[1] اسپرنگر باب اول صفحہ ۵۴۴

[2] ہارٹمنس باب چہارم (۱) صفحہ ۱۰۴ وغیرہ

باقی نہیں رہ گئی تھی تاہم پروشیا اور آسٹریا کی رقابت وہ واقعہ تھا جس کا عدم اعلان خود اس کی صداقت پر گواہ تھا۔ حال ہی میں پروشوی دفتریت کی مرتب اور باضابطہ ایمان شعاری، دربار آسٹریا کی سیاسی چال پر غالب آچکی تھی اور یہ ایک ایسی فتح تھی جو تمام دنیا پر روشن ہو چکی تھی۔ ۱۸۳۴ء کے ابتدا میں بیویریا، ورٹمبرگ، سکسنی اور مملکت ہائے تھورنگیا ( Thurangia ) پروشوی اتحاد محاصل میں شریک ہو چکی تھیں۔ ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء میں باڈل، ناساؤ اور فرانکفورٹ بھی آئیں۔ اب گویا تمام مرکزی اور جنوبی جرمنی ایک ہی رشتۂ تجارت میں منسلک ہو چکا تھا اور گو ہنوور مملکت ہائے شمالی کے ایک رقیب اتحاد کی

اتحاد محاصل کی وسعت پذیری

سیادت کر رہا تھا لیکن زوال اور ناکامی اس کے لئے قسمت ہو چکی تھی اور میٹرنخ نے دیر کے بعد اس حقیقت کو محسوس کیا کہ جس وقت وہ فرانکفورٹ میں کٹ پتلیوں کی بازیگری میں منہمک تھا اُس نے پروشیا کو اس کا موقع دے دیا تھا کہ وہ جرمنی میں مادی مفاد کے سنگلاخ آثار پر اپنے ان سیاسی اثرات کو استوار و مستحکم کر لے[1] جس سے ٹکرا کر مجلس ملی ( ڈیئٹ ) کے موجودہ نظام کا فنا ہو جانا ناگزیر تھا۔ اب اگر فریڈرک ولیم کے بودے پن کے باوجود، حالات اور واقعات کی مساعدت سے پروشیا جرمنی میں مختار کل ہونے کی دھمکی دے سکتا تھا تو دوسری طرف روس بھی اس بات کا دعوےٰ کر سکتا تھا کہ وہ کانفرنس منعقدۂ میونشن گریٹز ( Munchengratz ) سے اب تک برلن میں سیاہ و سپید کا مختار رہ چکا تھا۔ اور فریڈرک ولیم چہارم کی تخت نشینی سے دربار ہائے برلن اور سینٹ پیٹرسبرگ کے دوستانہ تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔[2]

۲۳۴

[1] مراسلات مالٹنز ( Maltitz ) ۱۲ر فروری ۱۸۳۴ء۔
مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۱۹۸۔
[2] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۲۴۱۔

**فریڈرک ولیم چہارم**

جدید حکمران کا کیرکٹر ایک چیستاں تھا اور اس کے بعض ارادوں کے متعلق کچھ افواہیں بھی اڑ رہی تھیں جن کا اثر یہ ہوا کہ میونشنگریٹز ( Munchengratz ) کے دیگر اتحادی کسی قدر مشوش بھی ہونے لگے تھے فریڈرک چہارم تحریک رومانی کا فرزند رشید تھا۔ دنیائے خواب وخیال اسکا گہوارہ تھی اور اسکا تابناک ترین خواب ہاپسبرگ کے قرون وسطیٰ کی سلطنت تھی۔ فہیم۔ ذکی۔ اور مخلص ہونے کے علاوہ لبرلزم کے اوصاف سے بھی متصف رہ چکا تھا، لیکن بایں ہمہ انقلاب سے اسے اتنی ہی نفرت تھی جتنا پروشیا کی بے کیف دفتریت سے تنغص! اپنے باپ کی طرح اُسے بھی روس کے پرسطوت اور مطلق العنان زار سے عقیدت تھی اور اگر وہ انقلاب کی دلدل میں کبھی پھنسا تو یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ قرون وسطیٰ کے فانوس قریب کا کرشمہ تھا ؎

**روس اور انگلستان**

اس طور پر پروشیا اور وضعدار آسٹریا کا متحد ہوکر اتحاد ثلاثہ میں شامل ہو جانا ایک ایسا واقعہ تھا جو روس کے نزدیک خوش آیند بھی تھا اور امید افزا بھی۔ اب اگر صرف مغربی لبرل حکومتوں کو اپنے منقطع تعلقات کو از سر نو زندہ کرنے سے باز رکھا جا سکتا تو انقلاب فرانس کے خلاف یورپین مخالفہ ایک دفعہ پھر اپنی قدیم بنیاد پر قائم کیا جا سکتا اور زار کے نزدیک یہ دقتیں لاینحل بھی نہ تھیں، مسئلۂ مشرقیہ کے سلسلے میں اس کا رویّہ کچھ ایسا تھا کہ اُس نے برطانوی گورنمنٹ کو اپنی طرف نہایت کامیابی کے ساتھ مائل بھی کر لیا تھا۔ زار کی شاہانہ فیاضی پر جو طنطنۂ مسرت وتہنیت بلند کیا گیا تھا اس میں وہ تمام بدگمانیاں اور شکوک، جو روس کی طرف سے قلوب میں جاگزیں ہو چکے تھے، جذب ہو گئے۔ دوسری طرف اصلاح شدہ پارلیمنٹ کا رویّہ دیکھکر خود زار غش غش کر جاتا تھا۔ ۱۸۳۲ء کے مسودۂ اصلاح کے متعلق جس عالمگیر تباہی وبربادی کا خدشہ تھا اُس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ عنان حکومت

اب بھی ملکہ کے ہاتھ میں تھی اور اب سے دس سال قبل جو حادثۂ عظیم رونما ہوا تھا اس کے بعد اب ۱۸۴۲ء میں یہ دوسرا واقعہ تھا کہ پیل ولنگٹن کی ٹوری حکومت برسر کار تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ قانون شعار انگریزوں اور دریائے سین کے حاشیہ نشینوں میں جو ہر سال ایک گورنمنٹ کا دفتر الٹ دیا کرتے تھے، خصائص مشترک تقریباً معدوم تھے میونشنگریٹز (Munchengratz) کے پوشیدہ اسرار میں، انگلستان کو ایک فریق بنا دینے میں زار کے نزدیک جو چیز مانع تھی وہ آسٹریا کی کبیدگی کا امکان تھا[1] اور اس فقدان اعتماد کے علاوہ، کوئی ایسا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا تھا جس سے دونوں ملک کے تعلقات روز بروز گہرے نہ ہوتے جاتے۔ پیل نے زار کو "آزاد تجارت" کا مشورہ دیا تھا لیکن باوجود اس کے کہ موخرالذکر نے اسے مسترد کر دیا، انگلستان اور فرانس کے مابین ۱۸۴۲ء میں ایک تجارتی عہد نامہ مرتب ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں بلجی فوج سے آخری پولس انسر کی موقوفی کے بعد بروسلز اور سینٹ پیٹرسبرگ کے درمیان سیاسی تعلقات قائم ہوئے اور یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو ملکہ وکٹوریہ کی ذاتی مسرت و امتنان کا باعث ہوا۔

بادشاہ فرانس، نہایت تشویش کے ساتھ اس تمام تگ و تاز کا مشاہدہ کر رہا تھا جو اسے بالکل "منقطع" کر دینے کے لیے عمل میں لائی جا رہی تھی اور اب اسے بھی، انگلستان کو اپنا طرفدار کرنے کے لیے سیاسی عشوہ گری سے کام لینا پڑا۔ اس کے مساعی کے مشکور ہونے کا باعث یہ تھا کہ ملکہ اور پرنس البرٹ دونوں خاندان کوبرگ کے کسی شاہزادے سے حسن ظن رکھتے تھے اور لوئی فلپ سے ملاقات کرنے کے لیے انکا شاتو دو (Chateau d' Eu) آنا تھا کہ روسی مدبروں کے یہاں صف ماتم بچھ گئی۔ لیکن لارڈ ابرڈن، روس کا دوست تھا اور اس کے

---

[1] مارٹنس جلد یازدہم صفحہ ۲۰۵۔

مشورے سے اوائل جون ۱۸۴۴ء میں شاہنشاہ نکولس وارد انگلستان ہوا یہ واقعہ اپنے آیندہ نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے

**نکولس اول کا وارد انگلستان ہونا ۱۸۴۴ء**

کیونکہ اسی ملاقات میں زار نے پرنس البرٹ اور دیگر وزرا سے ملکر ان تمام شکوک کو رفع کیا جو اس کے مشرقی منصوبوں سے وابستہ تھے اور جو کسی مخلصانہ سمجھوتی کے مانع تھے۔ لیکن اس کا نتیجہ توقعات کے برعکس ہوا زار نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ "مرد بیمار" جیسا کہ وہ دولت عثمانیہ کو کہا کرتا تھا، جلد دم توڑ دے گا، لیکن اس کی تاویل یوں کی گئی کہ زار خود ارتکاب قتل پر آمادہ تھا، زار کے انگلستان سے واپس ہونے کے بعد اس کی ذاتی خط و کتابت کو کاؤنٹ نیسلرووڈ نے از سر نو ایک یادداشت کی صورت میں پیش کیا جس میں اُس نے اس امر پر زور دیا تھا کہ قبل اسکے کہ سلطنت عثمانیہ کے اوراق منتشر ہوں، انگریزی اور روسی حکومتوں کو آپسمیں کوئی معاہدہ کر لینا چاہیئے[1] لیکن بجا یا بے جا طور پر انگلستان، روس کے سیاسی طرز عمل سے اس درجہ بدگمان تھا اور اس کے سر میں یہ لاعلاج سودا کچھ اس طور پر سما گیا تھا کہ اُس نے اس پر صدائے لبیک بلند کرنے سے انکار کر دیا اور یہی نہیں بلکہ سوءظنی کا سودائے قدیم اس پر کچھ ایسا مستولی ہوا کہ دس سال بعد کریمیا میں نمودار ہوا۔

روسی حریف کی اس زک سے لوئی فلپ نے فوراً فائدہ اٹھایا یہ صحیح ہے کہ انگلستان کو فرانس کے خلاف جتنی شکایات تھیں وہ سنگین تھیں لیکن دوسری طرف روس سے جو شکایات تھیں وہ محض اُسی وقت زیادہ اندیشہ ناک محسوس ہوتی تھیں جب کبھی طائر وہم ہمائے مستقبل میں گرم پرواز ہوتا۔ یہ صحیح ہے کہ "معاملہ پریچرڈ (Pritchard)" جو سمندر ہائے جنوبی میں، مذہبی اور مادی مفاد کے کسر و انکسار کا نتیجہ تھا،

---

[1] "کاغذات مشرقی" ۱۸۵۴ء۔ ۷۱۔ حصہ ششم۔

انگلستان کے منشاء کے مطابق طے ہوگیا تھا۔ لیکن خدشہ تو فرانس کی ان حریصانہ نظروں سے تھا جو الجزیرہ کو ضم کرنے کے بعد اب مراکش پر پڑ رہی تھیں، حتیٰ کہ صلح جو ابرڈین نے بھی فرانسیسی گورنمنٹ کو اس امر سے متنبہ کر دینا ضروری سمجھا کہ اگر سواحل مراکش پر دائمی قبضہ کیا گیا تو انگلستان کے نزدیک یہ واقعہ اعلان جنگ کے لئے سند جواز ہوگا۔[1] لیکن لوئی فلپ، ممکن اور غیر ممکن، میں تمیز کر سکتا تھا اور گو حریف مخالف نے متواتر شور و شین سے آسمان سر پر اٹھا لیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس امید موہوم پر اکتفا کر لیتا کہ فرانس کے لئے افریقہ کے تمام شمالی سواحل حاصل کئے جائیں اُس نے یہ بہتر خیال کیا کہ انگریزی فرانسیسی اتحاد کو از سر نو محکم و استوار کر لینا زیادہ مستقل مفاد و فلاح کا باعث ہوگا۔ اب اکتوبر ۱۸۴۵ء میں اس کے وارد انگلستان ہونے کی باری آئی۔

**لوئی فلپ کا ورود انگلستان میں ۱۸۴۵ء**

شاید ہی کوئی ایسا متنفس ہوگا جو تالیف قلوب کے فن میں لوئی فلپ سے ہمسری کا دعویٰ کر سکتا تھا، اُس نے اپنے نہایت پاکیزہ اور مرتب تقریروں میں انگریزوں کے محبوب محاسن کی قصیدہ خوانی شروع کر دی اور انگریزی فرانسیسی اخوت کا کلمہ پڑھنا شروع کیا، کام دقت طلب نہیں ثابت ہوا ٹوری گورنمنٹ روس کی ہمدرد تھی لیکن اس میں عام رعایا شریک نہ تھی، اور ۱۸۴۶ء میں جب پیل کے کابینۂ وزارت کے لئے پیام زوال آیا تو پامرسٹن نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے روس کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ کریمیا پر حملہ کر دیا گیا۔ اب رہا یہ امر کہ فرانس اور انگلستان کے باہمی دوستانہ تعلقات کیوں نہ قائم رہ سکے اس کی وجہ یہ تھی کہ بحیثیت بادشاہ کے لوئی فلپ میں ایک خاص نقص تھا۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ اپنے خاندانی اغراض و مقاصد کو فرانس کے

۲۴۷

[1] ہیلی براند جلد دوم صفحہ ۵۷۷۔

اغراض و مقاصد کے مقابلے میں پس پشت ڈال سکتا اور یہ[1] مناکحات اندلسی" اُسی کی دو روئی تھے جس نے انگریزی فرانسیسی ائتلاف کو خاک میں ملا دیا۔"

لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ اب مشارکت یورپ یا تصفیہ ۱۸۱۵ء نہ تو کابینہ جات وزارت کے بس کا تھا اور نہ اُن پر سیاسی خداعیوں کا وار کارگر ہو سکتا تھا۔ سی سالہ دور عافیت کی وہ متاع گرانمایہ جسے حکومتوں نے یورپ کے لیئے حاصل کیا تھا، آخر رنگ لا کر رہی۔

**یورپ میں ہیجان انقلاب**

مادی مرفہ الحالی روزافزوں ترقی کر رہی تھی، علم و فکر کے میدان میں ترقی کی رفتار اور بے پناہ تھی ان ساعتوں میں ایک ایسی جنت نگاہ کا نقشہ آنکھوں میں سما رہا تھا جہاں ترقی کے امکانات لامحدود اور غیر متناہی تھے اور جو نہایت بے صبری کے ساتھ ان حدود کو پاش پاش کر دینا چاہتے تھے جو کسی سیاسی نظام کے ماتحت قائم کیئے گئے تھے لیکن بحالت موجودہ بوسیدہ اور از کار رفتہ ہو رہے تھے اور اس لیئے ناقابل برداشت! روس مقدس کے آستانہ عافیت سے زار اس سطحی تموج کا مشاہدہ کر رہا تھا اور ان ہلاکت بار نتائج سے متنبہ بھی کرتا جاتا تھا جو معرض وجود میں آنے والے تھے لیکن یہ سب کچھ بے سود ثابت ہوا[1] میٹرنخ کا نظام کچھ اس درجہ عافیت سوز تھا کہ جہاں کہیں اس کا نفاذ ہوا، انقلاب کے عناصر نہایت شدت کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے لگے، گو میٹرنخ نے نتیجہ غلط نکالا لیکن اُس نے اس عجیب و غریب خطرے کی طرف لوگوں کی توجہ مائل کر دی تھی جو جرمنی میں انقلابی روح کے نشر و اشاعت سے رونما ہو رہا تھا۔ اُس نے کہدیا تھا کہ یہ فرانسیسیوں کی تفنن طبعی تھی جس سے اُن کی انقلابی تحریکات بظاہر کم اندیشہ ناک محسوس ہوتی تھیں "لیکن جب اہالیان جرمنی، اس جوش و سرگرمی میں استقلال کی روح پھونکدیں گے اُس وقت بالکل نقشہ بدل جائے گا"

---

[1] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۳۶۸ -

رہے اطالوی اُن کا ایک انقلابی طاقت کی حیثیت سے معرضِ بحث میں لانا محض تضئیع اوقات تھا، تاہم یہ فرانس نہیں بلکہ اٹلی تھا جہاں جوش اور استقلال کا قران ہوا اور جہاں اُن تحریکات کے ڈانڈے ملتے تھے جنھوں نے بالآخر واقعات ۱۸۴۸ء کی صورت اختیار کرلی تو

لیکن ان تحریکات کی تہ میں نہ تو کوئی خاص مقصد پوشیدہ تھا اور نہ کوئی مرتب اور ہموار اصول ۔ عالمگیر اخوت، ملت پرستی، اشتراکیت اور لبرلزم، غرضکہ انھیں افکار پریشاں کا ایک طوفان بے ہنگام رونما تھا۔ خود اٹلی میں اتحاد خیال کی صورت عنقا تھی ۔ ایک طرف میزینی کی آنکھوں کے سامنے، پہنائے مستقبل میں، اطالوی جمہوریت کا ہیولائے ذہنی تھا، دوسری طرف جیوبرتی ( Gioberty ) علم پاپائیت کے سایہ میں ایک اصلاح یافتہ "متفقیت اطالیہ" کا خواب دیکھ رہا تھا۔ تیسری طرف غمگین چارلس البرٹ تھا جسکے متعلق لوگوں نے ہمیشہ غلط رائے قائم کی اور جو خاندان سیوائے ( Savey ) کے بخت بیدار کا ہمیشہ معتقد رہا ۔ لیکن اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو اُن میں سے

میزینی

ہر ایک متحدہ اٹلی کا خواستگار تھا، ہر ایک کے قلب میں جرمنوں کے خلاف نفرت کے شعلے بھڑک رہے تھے اور یہی ایک سبب تھا جسکی وجہ سے اطالوی تحریک ایک نقطے پر لائی جاسکی، اور اسے تقویت بھی پہنچی ۔ ایک طرف تو ملت پرستی کا جوش بپا تھا، دوسری جانب انقلاب کی عالمگیر اخوت کا نصب العین تھا ۔ میزینی نے اس اجتماع ضدین کا مشاہدہ کیا اور اپنی نظر کو وسعت دی تو وہ محدود اٹلی سے نکل کر نوع انسانی پر جا کر رُکی ۔ اُس نے کہا کہ اب ایک بیرم کی ضرورت ہے جس سے موجودہ دنیا کو جنبش دیکر عالمگیر اخوت کے مطمح نظر پر لایا جاسکے ۔ یہ بیرم "قومیت" میں مضمر تھا ۔ ممکن ہے کہ اس کو محض ایک فقرے کی حیثیت دی گئی ہو لیکن فقرہ ہی ایک پیغمبر کی زبان پر پہنچکر قوت کا مرادف بن جاتا ہے میزینی ایک پیشگو تھا

۲۳۸

جسکی تشنہ دوام سعی عمل اور بے لوث عقیدت گزاری کے تصرف سے، تھوڑے عرصے کے لیئے ناممکنات پر بھی حاوی ہوگیا۔ اُس نے سیاست کو اُٹھا کر مذہب کے سطح پر رکھدیا، اور شاید یہی صفت تھی جس سے یہ اطالوی شورش پسند ایک بین الاقوامی طاقت خیال کیا جاتا تھا۔ اراکین "کاربونائی" کی مخفیہ ریشہ دوانیاں حدود اٹلی سے باہر نکل چکی تھیں لیکن ان کی سرگرمیاں محض طفلانہ "پابندی رسم و فاتک" رہ گئی تھیں، اس کے بجائے میزینی نے "نوجوان اطالیہ" کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جس نے قالب بے جان میں ایک نئی روح پھونکدی تھی اور گو اس کا ابتدائی مقصد محض "وطن پرستانہ" اور "اطالوی" تھا لیکن اُسکا سلسلہ دوسرے ممالک کے نظام ہائے جمہوریت سے بھی وابستہ تھا میزینی اور اُس کے حواریین کی تبلیغ نے جو بین الاقوامی حیثیت رکھتے تھے استبدادی حکومتوں کے استحکام و حصانت کے مقابلے میں، یورپ کی دیگر انقلابی حکومتوں کو صف آرا کردیا تھا لیکن یہ حصانت اور استحکام محض جارحانہ نقل و حرکت کے لیئے مخصوص تھا اُدھر فتح نصیب ہوئی اور ادھر اُن کا خاتمہ بھی ہوگیا! لیکن یہ ۱۸۴۸ء کا سبق تھا جس نے دنیا کو اس حقیقت کی تلقین کی کہ کامیابی کا راز مختلف قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کرنے میں مضمر ہے کاوور اور بسمارک کا زمانہ ابھی حجابات مستقبل میں مستور تھا۔ انقلاب کی عالمگیر اخوت کے ساتھ ملت پرستی کا اتصال اب تک غیر مساویانہ تھا۔

۲۳۹

**اٹلی ۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۸ء**

اٹلی کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر حالات اور حادثات اسی سرعت کے ساتھ مدارج تکمیل کی طرف بڑھتے رہے، تو پھر ایک پرآشوب انقلاب دور نہیں رہگیا ہے۔ کلیسائی مملکتوں میں فرانسیسیوں اور آسٹریوں کی موجودگی سے،

۱؎ کلیات میزینی ج ۵ انگریزی اڈیشن۔

معاملات نے کچھ ایسی صورت اختیار کرلی تھی کہ میزان توازن برابر ڈگمگا
رہی تھی۔ گریگوری شانزدہم نے جن اصلاحات کا وعدہ کیا تھا اُنکا کہیں
پتہ نہ تھا اور فیتیسی حکومت کی بےعنوانیاں انسداد و مزاحمت کی
منت پذیری سے بالکل آزاد تھیں، ۱۸۳۷ء میں جب آسٹروی اور فرانسیسی
افواج نے ساتھ ساتھ ارض یورپ کو خیرباد کہا ہے اُسوقت ایک طرف
تو پاپائے مقدس کا دائرۂ حکومت تھا اور دوسری جانب نفرت اور حقارت
کے ترقی پذیر قوتیں تھیں جن سے اس کو عہدہ برا ہونا تھا۔ حکومت کی جانب
سے جتنی داروگیر ہوتی تھی، خفیہ انجمنوں کی تعداد میں اتنا ہی اضافہ ہوتا۔ ۱۸۴۳ء
کے بعد، ملک کی کچھ ایسی پرآشوب حالت ہوگئی تھی کہ ہرجگہ کچھ اس قسم کے
ہنگامے، جن کو بغاوت ہی کہنا چاہیئے، رونما ہورہے تھے اور جہاں
کہیں ان کی خبر لگ جاتی ان کا استیصال بھی انتہائے بربریت کے ساتھ
کیا جاتا آخرکار ۱۸۴۶ء میں گریگوری شانزدہم کی وفات پر واقعات نے پلٹا کھایا

**پوپ پی اس یازدہم سنہ ۱۸۴۶ء**

جس پر تمام اٹلی نے نعرہ ہائے مسرت بلند کیئے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیوبرٹی نے جس لبرل پاپائیت کا خواب
دیکھا تھا وہ عالم امکان میں رونما ہونے والاہی ہے کہ
۱۷ جون ۱۸۴۶ء کو کارڈنیل مستائی فیرتی ( Chardinal Mastai-Firretti )
بخطاب پی اس یازدہم ( Pius ) مقدس بطرس کے تخت پر
جلوہ آرا ہوا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو پاپائیت کے دشمن تھے وہ بھی اس پادری
کے انتخاب کو جو لبرل عقائد کا پابند اور آسٹروی خیالات کا مخالف تھا،
فال نیک تصور کرنے لگے۔ اور اس نیک سیرت اسقف اعلیٰ سے
پہلا کام یہ ہوا کہ اُس نے میٹرنخ کے اس مقولے کو کہ کوئی پوپ لبرل نہیں
ہوسکتا باطل کردیا۔ لیکن اس ہنگامی جوش وخروش میں کسی کو یہ خیال
نہ آیا کہ پی اس ( Pius ) نے جس قسم کی معمولی اور معتدل اصلاحات
منظور کی تھیں مثلاً سیاسی مجرموں کو پروانۂ امان دینا ایک مجلس مملکت کا
قائم کیا جانا جن کا امیدوار ایک عامی ( Layman ) بھی ہوسکتا تھا

مجالس بلدیات کا از سر نو بحال کیا جانا اور روما کے لیئے شہری محافظین کا دستہ قائم کرنا، ان سے پتہ لگ سکتا ہے کہ نفس اصول میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ اصلاحات کو روا رکھنے والا پوپ تو بجائے خود ایک ایسا مہتم بالشان معجزہ تھا کہ لوگ۔ جہاں تک ان کو اشخاص یا اشیاء کا تجربہ تھا۔ ایک نئی دنیا اور ایک نئے آسمان کے وجود میں آنیکے منتظر رہنے لگے۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ "عہد زریں" کے ظہور میں ابھی وقفہ تھا تو وہ ایک طرف تو پوپ کی تعریف میں رطب اللساں رہے، دوسرے اس کے اُن "بدنہاد مشیروں" کے خلاف شور و شیون میں مصروف ہوگئے جن کو وہ اپنی آخری نجات کے راستے میں سنگ گراں خیال کرتے تھے۔

**فیرارا پر آسٹریا کا قبضہ جولائی ۱۸۴۷ء**

دُوَلِ یورپ، آسٹریا، نیپلس جتنے کہ فرانس جو اٹلی کو اس کے پچھلے مقبوضات پر بہمہ وجوہ قابض و متصرف دیکھنا چاہتے تھے، واقعات کی رفتار دیکھکر مایوس ہو رہے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا تھا گویا اب غیر ممکن بھی امکانات کے حدود میں داخل ہوجائے گا۔ پوپ کے ایما و تصرف سے اٹلی کی ترتیب اور اصلاح نئے سر سے شروع ہو رہی تھی۔ انگلستان کی صدائے ناراضی کے باوجود، آسٹریا نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ایسے نامعقول انجام کو حتے الوسع معرض وجود میں آنے سے روکا جائے۔ ایک مقامی ہنگامے کے فرو کرنے کے بہانے سے، ۲۷ جولائی ۱۸۴۷ء کو آسٹروی افواج نے فیرارا پر قبضہ کرلیا۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جس کے لیئے اصول موضوعہ میونشنگریٹز ( Munchangratz ) سے کبھی سند جواز نہیں حاصل ہو سکتی تھی۔ اور ۱۸۳۱ء میں "جابرِ حکمراں" گرگوری شانزدہم کی استدعا پر آسٹروی بولونیہ ( Bologna ) پر قابض ہوگئے لیکن اب بجائے اس کے کہ پوپ ان کی موجودگی کو مستحسن سمجھتا، اس کے نام سے کارڈنیل فیریٹی ( Cardinal Ferretti ) نے اس واقعے کے خلاف

صدائے ناراضی بلند کی۔ اُس نے کہا کہ یہ حرکت صرف روما ہی نہیں بلکہ تمام اٹلی کے خلاف اشتعال انگیزی پر محمول کی جاتی ہے۔ اس (صدائے ناراضی) کو ان معنوں میں لیا گیا کہ حکومتوں سے یہ ایک قسم کی درخواست استعانت تھی۔ انگلستان اور فرانس نے صدائے احتجاج بلند کی اور اپنے فوجی دستے خلیج نیپلس میں بھیجدیئے پیڈمنٹ (Piedmont) نے بھی وعدہ کیا کہ آسٹروی درازدستیوں کے

**چارلس البرٹ اور اٹلی**

خلاف، پوپ نے جو انسدادی تدابیر اختیار کی تھیں ان کی حمایت میں وہ ہتھیار اُٹھانے کے لیئے تیار تھا، چارلس البرٹ البتہ کلیسا کے فرزندان رشید میں سے تھا، اس لئے مقدس پاپائے روما کے اس رویئے سے یہ نتیجہ نکالا کہ اب وہ وقت آگیا تھا کہ اگر وہ اطالوی حقوق و مقاصد کی علمبرداری کا اعلان کرے تو اُس کا طرزعمل صریحی طور پر حق بجانب ہوگا اور اس طور پر وہ اپنے دیرینہ اور خفیہ خواب کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ ۱۸۴۵ء کے آخر میں وہ اس رپورٹ سے مطلع ہو چکا تھا جسے ماسیمو دازیگلیو (Massims d' Azeglio) نے پیش کی تھی اور جس سے اُسے اُن جذبات کا پتہ لگ گیا تھا جو تمام جزیرہ نما میں رونما تھے۔ اُس نے اس امر کا اقرار صالح کیا کہ وقت آنے پر وہ اپنی زندگی، اپنے بچوں کی زندگی، اپنی فوج، اپنے خزانے، اپنی کل متاع اٹلی پر قربان کردے گا[1] اور اب جبکہ وہ ساعتیں آگئی تھیں وہ اس لیئے تیار نہ تھا کہ تعصبات اس کی کامیابی کے راستے میں حائل ہوں۔ شباب کی ولولہ انگیزیوں کے باوجود وہ جدید آئینی طریق کار کا مخالف تھا لیکن اس امر کا بھی قائل تھا کہ اٹلی کی سیادت اس طور پر ممکن ہے کہ وہ اطالوی لبرلزم کا علمبردار بن جائے اور بالآخر اُس نے اپنے اُس "ناپسندیدگی" کو

---

[1] دازیگلیو۔ "میرے کاغذات" باب ۳۴۔

۲۴۱

جیسے وہ انقلاب کے خلاف محسوس کرتا تھا اس "جذبۂ تنفر" پر قربان کر دینا پڑا جو آسٹریا کے خلاف اس کے قلب میں موجزن تھا۔ پیڈمنٹ ( Piedmont ) میں اس تجویز پر کہ گورنمنٹ میں آزمایشی طور پر کچھ معتدل اور کنسرویٹو اصلاحات نافذ کر دی جائیں زبردست نعرہ ہائے مسرت بلند کیے جا چکے تھے۔

**انقلاب نیپلس جنوری ۱۸۴۸ء**

جنوری ۱۸۴۸ء میں نیپلس کے کامیاب انقلاب نے شاہ فرڈیننڈ کو مجبور کیا کہ اُسے ایک دستورِ حکومت منظور کرنا ہی پڑا۔ آسٹروی حکام کے خلاف میلان میں ایک ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا جس کے فرو کرنے میں وقت تو نہیں ہوئی لیکن اس سے باشندگانِ لومبارڈی کی خطرناک طبیعتوں کا البتہ اندازہ لگ گیا۔ حالات اور واقعات نے پیڈمنٹ ( Piedmont ) پر یہ حقیقت منکشف کر دی تھی کہ ان تمام انقلابی عناصر کو متحد کر کے غیر ملکیوں کے خلاف، بغاوت کا علم مشترک بلند کرنے کے لیے، قرعۂ فال اس کے نام نکل چکا ہے کیونکہ آسٹریا، سارڈینیا سے مشتبہ ہونیکے باعث، اس کی تجارت برباد کر کے، اُسے زک پہنچانے کی فکر میں تھا اور بربنائے محاصل، دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ اس طور پر تمام جماعتیں چارلس البرٹ کی سیادت میں متحد ہو گئیں جو اٹلی کے مادی مفاد کا علمبردار ہو کر میدان میں اتر چکا تھا۔[1]

**پیڈمنٹ Piedmont میں دستورِ حکومت مارچ ۱۸۴۸ء**

ان حالات کے ماتحت چارلس البرٹ نے پیڈمنٹ کو دستورِ حکومت تفویض کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ گو اسے ایسا کرنے میں اُس معاہدے کو توڑنا پڑا جو ۱۸۲۵ء میں شہنشاہ فرانسس سے ہو چکا تھا اور اس طور پر گویا آسٹریا کو دعوت جنگ دے چکی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں وہ دستورِ حکومت

---

[1] اسپرنگر جلد دوم صفحہ ۱۴۲۔
کوسٹا دو بورےگارڈ: "چارلس البرٹ" صہ ۱۳۔
Casta de Biauregard, Charles Albert

شائع کیا گیا جو اب تک سلطنت اٹلی میں رائج ہے۔ باعتبار مقاصد اٹلی اس وقت کلیتہً متحد معلوم ہوتا تھا لیکن اگر "ایام مئی" نے اس بات کا انکشاف نہ کر دیا ہوتا کہ نفرت انگیز آسٹریوی حکومت کا اندیشہ ناک محاذ محض ایک روکار کی حیثیت رکھتا تھا جس کے عقب میں آثار ہیپسبرگ خاک میں مل رہے تھے تو اس میں شک نہیں کہ کوئی دوسرا واقعہ خواہ اس انکشاف سے کتنا ہی کم سنگین کیوں نہ ہوتا اطالوی معاملات کو نہایت نازک اور اندیشہ ناک حدود تک پہنچا دیتا۔

**آسٹریا** میٹرنخ نے جس نظام کو یورپ کا وبال دوش بنا دیا تھا اگر اس کے جواز میں نہیں تو اس کی تشریح وصراحت میں، آسٹروی سلطنت پیش کی جا سکتی تھی۔ خاندان ہیپسبرگ کے لوائے سلطنت کے سائے میں کسی نہ کسی تدبیر سے صدیوں تک، تقریباً ایک درجن ملتیں آباد و اقامت گزیں ہوتی رہیں جن میں تقریباً نصف ایسی تھیں جن کا تعلق نہایت نمایاں اور معروف نسلوں سے تھا، جن کی زبان جدا تھی، مذہب جدا تھا، جو آپس میں حریف تھیں اور جنہیں مدت ہائے مدید سے رقیبانہ چشمک چلی آتی تھی[1] وہ ملی اور نسلی جذبات جو کبھی ہنگری اور بوہیمیا کے میدانوں میں خون کی ندیاں بہا چکے تھے، اٹھارویں صدی میں بالکل سرد پڑ گئے۔ یکے بعد دیگرے، مختلف حکمرانوں کا کچھ ایسا طرز عمل رہا کہ قدیم ملی اور مقامی انجمنیں اور جماعتیں تباہ تو نہیں ہوئیں لیکن ان پر ایک ایسے نظام حکومت کا بار مسلط تھا جس کا مرکز وائنا میں تھا، اور جس کے سائے میں تمام نسلیں عافیت کے ساتھ گوشہ گیر تھیں ایسی عافیت جس کا انحصار باہمی ارتباط پر نہ تھا بلکہ باہمی "بے تعلقی" پر جوزف دوم کی وہ اصول پرستی قدیم جذبۂ مخالفت کی محرک ہوئی لیکن یہی طرز عمل جب

۲۴۲

[1] اوڈریاخ: "آسٹریا ہنگری کی اقوام اور نسلیں"، ڈاکٹر شاوان کے "نقشہ آسٹریا ہنگر باعتبار حالات طبعی واعداد و شمار" میں اس ملک کا نقشہ قابل دید ہے۔

منقلب کر دیا گیا تو وہ جذبات جو اس کے محرک ہوئے تھے سرد پڑ گئے اور انقلاب کا طوفان آسٹروی سلطنت سے بالا بالا ہی گزر گیا اور قوم و ملت پر خواب گراں مستولی رہا۔ لیکن میٹرنخ نے محسوس کیا کہ حکومت ہاپسبرگ کے تار و پود کچھ ایسے ڈھیلے ہو چلے تھے کہ وہ ایک متحرک اور متزلزل دنیا کی تاب نہ لا سکیں گے۔ مگر آسٹریا ایسی مملکت میں کسی قسم کا تغیر یا تبدل خطرے سے خالی نہ تھا اس لیے ہر قسم کے تغیر سے خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی احتراز کرنا لازم تھا "استقرار" کا یہ اصول شاہنشاہ فرانسس کی فطرت کے عین مطابق تھا "نیک نہاد قیصر" جو مشرقی مطلق العنان حکمرانوں کے ایک اچھے نمونے کی تمام خوبیوں اور برائیوں کا مجمع تھا، جس بات کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ خیال کرتا تھا وہ "تغیر و تبدل" تھا اور اُس نے اُن تمام معاملات کو جو ممالک خارجہ سے متعلق تھے وزیراعظم کو سپرد کر کے اندرونی معاملات کی باگ اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "استقرار" کا اصول "خواب نوشیں" کے اصول میں تبدیل ہو گیا۔ جب کوئی جدید تحریک اس کے سامنے پیش کی جاتی تو فرانسس اپنے اس محبوب فقرے پر اکتفا کرتا تھا "آؤ اسے نذر نوم و نسیاں کر دیں" پس ہر قسم کی انفرادی ہدایت مورد عتاب ہونے لگی اور ہر قسم کی سرکاری ذمہ داریاں مختلف دفاتر سے گزرتی ہوئی "کابینۂ شاہی کے تاریک زندان میں مدفون ہو جاتیں۔ اُس وقت آسٹروی نظام حکومت کے کل پرزوں نے جواب دینا شروع کر دیا، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ بجائے خود مشنری کی ساخت میں کوئی نقص تھا بلکہ اس مرکزی طاقت کا فقدان تھا جو اسکو متحرک کرتی[1] اب یہ امر لازمی ہو گیا کہ اس سیاسی خلاء کی نگہداشت کی جائے جو شہنشاہ کے اس طرز عمل سے تھا کہ وہ خطرناک طاقتوں کے یلغار کا سد باب نہیں کر سکتا تھا، پیدا ہو گیا تھا جس طرح سے کہ ووڈن ( Woden ) نے

۲۴۳

---

[1] کاؤنٹ ہارٹگ "آسٹریا میں انقلاب کی ابتدا"

برین ہلڈ ( Brynhild ) کی خوفناک حصار آتشیں سے
کی تھی اسی طرح میٹرنخ نے آسٹریا کے خواب غفلت کو عاملین احتساب
اور افسران محاصل ( Custom ) کے حلقے میں لے لیا تھا، اس طور پر اُس نے
آسٹریا کو نہایت مکمل طریقے سے جرمنی کے تیز تر زمرۂ ذہنیین سے
بالکل منقطع اور ۱۸۱۵ء میں جو سیاسی علیحدگی وقوع پذیر ہوئی اسکے لیے
بالکل تیار کر دیا۔ گو محکمۂ احتساب نے غیر ممالک کے آثار حکمت و فلسفہ کے
خلاف حکم امتناعی نافذ کر دیا تھا تاہم اشاعت مطبوعات کا سد باب کیونکر ہو سکتا
تھا اور چونکہ محتسبین اپنے اصول کے اعتبار سے کافی بدنام تھے اس لیے
اہالیان آسٹریا صرف انھیں کتابوں کو قابل مطالعہ خیال کرتے تھے
جنکا فہرست میں اندراج نہوتا۔ اس باوجود چند در چند بد نظمیات اور ترمیمات کے
آسٹروی نظام حکومت پورے طور پر مسموم ہو چکا تھا۔

تمام آسٹروی حکومت میں عمرانی اور اقتصادی زندگی کی بنیاد اب تک
« جاگیریت » اور قرون وسطی کے اصول پر تھے لیکن اعیان و امراء
جنھیں صرف اپنے کاشتکاروں پر اختیار کلی حاصل نہ تھا، حکومت کے
خلاف بالکل بے دست و پا تھے۔ کہیں کہیں ابھی ایسے صوبوں کی
مجالس طبقہ جات نظر آجاتی تھیں جن کا وجود محض رسمی اور برائے بیت تھا
اور جن کا دائرۂ اختیار و عمل بالکل محدود ہو چکا تھا۔ جہاں کہیں مجالس ملی کا
وجود باقی رہ گیا تھا وہاں بھی کوئی خاص اہمیت اُن کو حاصل نہ تھی۔ حتیٰ کہ
ہنگری میں بھی جہاں احساس ملی اور آئینی روایات سب سے زیادہ
قوی تھیں تیرہ سال تک مجلس ڈیئٹ کا کوئی اجلاس منعقد نہ ہو سکا!
گو مگیار کی قدیم الایام حریت پسندی، جو اپنے مرکز میں فرو کی جا چکی تھی،
اعیان اور عمائدین کی اُن مجالس اضلاعی میں اب تک زندہ رکھی گئی تھی،
جن کا، بجا طور پر، مدت ہائے مدید سے مگیاری آزادی کے مرکزوں میں
شمار ہوتا تھا، تاہم اس میلان طبعی نے، جو جوزف کے اُن اصلاحات
کے خلاف متہیج ہو چکا تھا، جس نے ہر شعبے کو مرکزی نظام کے تحت میں کر دیا تھا،

اس قدیم آئینی مشین کو مصئون و مامون رکھا جو باوجود اس کے کہ زنگ آلود اور از کار رفتہ ہو چکی تھی، تاہم موجودہ تبدیل شدہ حالات کے لیئے صیقل دیکر، کارآمد بنائی جاسکتی تھی۔ بشرطیکہ کوئی ایسی طاقت دریافت کیجاسکتی جو اسے متحرک کرنے کے لیئے موزوں ہوتی۔ حدود سلطنت کے اندر، اس قوت کا انکشاف ان قوموں کے ترقی پذیر ادعائے انانیت میں تھا جو ایک بڑی حد تک بجائے خود ان ضرورتوں کا منت کش تھا جن کی ذمہ دار آسٹروی حکومت کی تدریجی ناکامی اور ناکامیابی تھی؛ (۲۴۴)

## ہنگری

جیسی کہ توقع تھی، سب سے پہلے ہنگری نے اپنے جداگانہ حق کا مطالبہ کیا۔ آخرکار شاہنشاہ فرانسس نے مجبور ہوکر ۱۸۲۸ء میں مجلس دیت کا اجلاس منعقد کیا۔ مجلس کے تیور سے کسی قسم کی انقلابی حالت کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ اسکا صرف یہ مطالبہ تھا، اور اُسے اس کے حاصل کرنے میں کامیابی بھی ہوئی کہ ہنگری کے اُس روایتی دستور کی تصدیق کی جائے جو قرون وسطی اور جاگیرداران نقیضین کا مجموعہ تھا۔ لیکن ایک نئی اور نا فرجام صدا بھی بلند ہوئی یعنی کاغذات اور بحث مباحثے میں بجائے لاطینی، مگیاری سرکاری زبان قرار دی جائے ہنگری کے لیئے یہ محکوم رعایا کو مگیار بنانے کا سوال تھا اور سلطنت آسٹریا کے لیئے یہ وہ "مسئلۂ زبان" تھا جسے مناقشۂ نسل و قومیت کا وہ مظہر تصور کرنا چاہیئے جس کو ابتدا ہی سے آسٹریا کے خرمنِ عافیت سے چشمک تھی۔ حسب منشا، دستور، ۱۸۲۶ء کے بعد سے آسٹروی مجلس ملی کا اجلاس ہر تیسرے سال منعقد ہوتا رہا۔ اس دوران میں ایک دولتمند کاؤنٹ چیچینی (Count Szechenyi) کے تصرف سے جو انگریزی ادارات (Constitution) کا مطالعہ کرچکا تھا ہنگری میں مغربی خیالات کی اشاعت ہونے لگی اور آئندہ چند سال تک اس کی سیاسی تاریخ دو قسم کے میلانات کی تاریخ تھی۔ اول یہ کہ (قومیت) مگیار کا سکہ بٹھا دیا جائے۔ دوئم ملک کو آئینِ مغرب کے لبرل ادارات کے اصول پر

از سر نو ترتیب دیا جائے۔ اول الذکر شق سے ہر فریق کو اتفاق
تھا، دوسری البتہ ایک ایسی قوم کے مقابلے میں اتمام کو نہیں پہنچ سکتی تھی
جو اپنی روایات اور حقوق پر نہایت سختی کے ساتھ قائم تھی۔ رئوسا کا طبقہ
ٹیکس سے مستثنیٰ تھا اور سوائے اس کے کہ شاہی بلدیات کی نمایندگی
محض برائے گفتن تھی سیاسی حقوق محض امرا کے لیئے مخصوص تھے۔
مادّی اغراض اور ایسے حقوق جو مخصوص طبقات سے متعلق تھے ہر قسم کی
اصلاح کے سدراہ تھے اور اُن کا تدارک جذبات ملّی کے اس بے پناہ
سیلاب سے ہو سکتا تھا جو اپنے راستے سے ہر قسم کی رکاوٹوں کو خس وخاشاک
کی طرح بہالے جاتا۔ ہنگری میں لبرلزم کا ستارۂ اقبال اُس وقت
چمک سکتا تھا جب کہ وہ اپنے آپ کو مگیاری جذبے سے وابستہ کردیتی،
لیکن ان جذبات سے وابستہ ہوکر وہ خود اپنی شکست کا باعث ہوئی۔
لبرلزم خود اپنے اصول کی تکذیب پر یوں مجبور ہوا کہ وہ جن حقوق کا (۲۴۵)
اپنے لیئے مطالبہ کرتا تھا ان سے دوسری قوموں کو محروم رکھنا چاہتا تھا۔
اس طور پر اُس نے گویا ایسے اصول وضع کیئے جو خود اس کی تباہی
کے باعث ہوئے۔

**ٹرانسلوینیا**

ٹرانسلوینیا کی آبادی مخلوط تھی یعنی اس میں مگیاری،
چیکلر ( Szeklers ) سیکسن ( Saxons )
اور اہالیان رومانی سبھی بستے تھے اور ابتدا میں مگیاری تحریک یہانتک
پہنچ چکی تھی، اور یہی مقام تھا جہاں حکومت نے تمام روایتی حقوق پامال
کر دیئے تھے اور سنہ ۱۸۱۱ء سے مجلس دیٹ کا کوئی اجلاس منعقد نہیں
کیا تھا۔ سیکسن اپنی آزادی کی قطع برید دیکھتے تھے اور رفت گزشت
کرتے جاتے تھے۔ رہے رومانوی کاشتکار تو وہ ہر انتظام میں
مصیبت زدہ ہی رہتے تھے۔ لیکن آتش منش مگیار
اپنے ہم خاندان چیکلروں ( Szeklers ) کی معیت اور بیرن نکولس
( Baron Nicholis ) کی سیادت میں اپنی حق رسی کے لیئے

اُٹھ کھڑے ہوئے اور آخر کار مئی ۱۸۴۳ء میں جب ویئٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو انھوں نے ووٹ دینے میں اپنی کثرت تعداد سے فائدہ اٹھایا اور ہنگری سے منحد کر دیئے جانے کا مطالبہ کیا اور کچھ ایسے متمردانہ انداز اختیار کیئے کہ ویئٹ فوراً برخاست کر دی گئی۔ ان حالات کے ماتحت ہنگری نے ٹرانسلوینیا کے اغراض و مقاصد کو اس بنا پر اپنا بنا لیا کہ موخر الذکر نہایت ناروا طریقے سے تاج سینٹ اسٹیفن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ یہ ہنگیار شورش کے لیئے ایک اور تازیانہ ہوا۔ اس دوران میں چیچینی ( Szechenyi ) کے مساعی بھی اس زمانے میں اپنا نتیجہ ظاہر کرتے تھے۔ اعیان و شرفا اس امر کے لیئے تیار ہو گئے تھے کہ بوڈا اور پسٹ کو ملا دینے کے لیئے ڈینوب پر جو پل تیار کیا جائے اُس کے مصارف کے لیئے ان پر ٹکس عائد کر دیا جائے مجلس منعقدہ ۱۸۳۲ء نے ایسے قوانین پاس کر دیئے تھے جن سے کاشتکاروں کے مراتب و مدارج میں نہایت امید افزا تبدیلی ہو گئی تھی۔ ۱۸۳۹ء میں ہنگیاری زبان سرکاری طور پر تسلیم کر لی گئی۔ فتح و نصرت کی اس تابش و تابندگی میں خود امرا نے اُن مخصوص حقوق و مراعات سے دست بردار ہو جانے کا میلان ظاہر کیا جو ارتقائے ملی کے راستے میں حائل تھے۔

کوسُتھ

اب ایک نئی طاقت نے سر اٹھایا یعنی کوسُتھ نے گورنمنٹ کی نہایت شدید مخالفت کر کے ایک خاص شہرت حاصل کر لی تھی ۱۸۳۹ء میں چار سال کے لیئے قید کر دیا گیا اور جب ۱۸۴۰ء میں اُسے پروانۂ عفو حاصل ہوا تو اس کی طاقت مسلمہ تھی۔ ۱۸۴۱ء میں اُس نے اپنا صحیفہ موسوم بہ پستی ہرلاپ ( Pesti Hirelap ) شائع کیا جس کی غایت اصلی "اصلاحات" تھی اور جو ایک ایسے دور جدید کا ہلال نشان منزل تھا، جو بالآخر ۱۸۴۸ء کے واقعات کی صورت میں رونما ہوا۔ اخبار ہنگاری اصلاحی مجالس کے اثرات کی حریف بنی۔ موخر الذکر کو تو روایتی آزادی اور حقوق کے نقش بٹھانے کی فکر تھی۔ اول الذکر نے

(۲۴۶)

ایک ایسی طاقت پیدا کر دی جس نے انقلابی تغیرات کے لیئے میدان صاف کر دیا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں اصلاح کی جو تحریکیں مجلس وئیت میں پیش ہوئیں وہ گویا خیالات اور آرائے عامہ کی گرم رفتاری پر دال تھیں۔ لیکن ان تحریکات کا خصوصاً وہ جو امرا پر ٹیکس لگائے جانے سے متعلق تھیں، جو حشر ہوا اُس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ، نہ تو قدیم آئین کے ماتحت کوئی سیاسی تغیر و تبدل ممکن تھا اور نہ اس اکثریت سے کوئی نتیجہ نکلتا تھا جسکا مدار اضلاعی مجالس کے کسان شرفا کے ووٹ پر تھا۔ اگر ہنگری کو متمدن اور مہذب اقوام کے پہلو بہ پہلو گامزن ہونا منظور تھا تو آئین کی حد بندیوں سے علیحدہ آرائے عامہ، پیدا کرنا ضروری تھا۔ کوستھ ( Kossuth ) جو انتہائی حریت پسند ( Radicals ) مغرب کے عقائد سے سرشار ہو چکا تھا، میدان صحافت چھوڑ کر خطابت اور شورش پسندی پر اتر آیا۔ اس کی آتش بیانی کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی گو اس کی وجہ سے وہ کبھی کبھی واقعات اور حالات کی حقیقت نفسی سے دور بھی جا پڑتا تھا۔ اس شورش اور ہیجان کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کا خوف بھی بڑھتا گیا۔ ابتک تو ہنگری کی تمام قومی تحریکات فرقہ بندیوں کی چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر فنا ہو جایا کرتی تھیں لیکن قوم پرستوں کو اب ایک ایسا مرکز دستیاب ہو گیا تھا جہاں ہر ایک فرقے کے مقاصد متحد ہو گئے تھے۔ آسٹروی نظام محاصل کے متعلق یہ شکایت تھی کہ وہ باشندگان ہنگری کی صنعت و حرفت کو نہایت ناروا طور پر زیر بار کر رہا تھا۔ سنہ ۱۸۴۴ء میں ایک "انجمن حفاظت" قائم کی گئی جس نے اپنے اراکین پر اس امر کی پابندی عائد کی کہ وہ صرف اپنے ملک کی مصنوعات خریدیں گے۔ ہنگری کے لیئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے اتحاد و اتفاق کے لیئے کسی ایسے مفاد و مقصد کی تلاش کرتا جس سے تمام فرقے ایک مرکز پر مجتمع ہو سکتے اور جو انھیں اغراض و مقاصد ملی کے حصول کے لیئے دوش بدوش

کام کرنے کا خوگر بنانا تھا۔

**اسلافی اقوام**

لیکن جیسی توقع تھی، اس دوران میں ہنگیاری تحریک نے ان جذبات ملی کو کسی حد تک اُبھار دیا تھا جن کے خلاف وہ خود معرض وجود میں لائی گئی تھی۔ بوہیمیا میں اسلافیوں کی تحریک ملی کا آغاز ہو چکا تھا جسکی غایت یہ تھی کہ چیخ زبان اور ادب کو از سر نو زندہ کیا جائے، حکومت کے نزدیک یہ ایک ایسا معصوم ارادہ تھا جس کا انسداد تو درکنار خود اس کی ہمت افزائی کی گئی

**بوہیمیا**

لیکن بالآخر اس امر کے ثابت ہونے میں زیادہ تاخیر نہیں ہوئی کہ لسانیات کا سیاسیات میں (۲۴۷) منتقل ہو جانا کوئی طول عمل نہ تھا، جو کلب اور انجمنیں سائنس اور فن تجارت کی ترقی کے لیئے قائم کی گئی تھیں وہ ہیجان ملی کے مرکز بن گئیں۔ آبادی کے اس حصے میں جو اسلاف قوم پر مشتمل تھا صرف چیخ زبان کی ترویج واشاعت، وطن پرستی کا طغرائے امتیاز تسلیم کیا گیا۔ سرکاری چیخ گزٹ میں اسکے اڈیٹر کارل ہاولیچک (Carl Havlicek) نے جو روس سے جمہوری اور عالمگیر اخوت اسلافی کے عقائد سے سرشار ہو کر واپس ہوا تھا ہنگیاری جرمن تفوق پر انگریزی حکومت آئرستان کی تنقید کے پردے میں سخت حملے کیئے چیخ تحریک کے علمبرداروں کا اب تکیۂ کلام صرف "تنسیخ وانفساخ" رہگیا تھا اور اس کا محور کسانوں کی وہ ناگفتہ بہ حالت تھی جس سے نجات دلانے کا بیڑا اس تحریک کے حامیوں نے اٹھایا تھا اور اس کی اخلاقی طاقت کا مدار یورپ کی لبرل تحریکات سے اپنے آپ کو وابستہ کر دینے پر تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جرمن عناصر سے ابتک نہ انحراف کامل ہو سکا تھا اور نہ ابتک عالمگیر اخوت اسلافی کا نصب العین اس نسل کے منتشر اور دور افتادہ خطوط کو عبور کر سکا تھا۔ اسلوفاک (Slovacks) اور موراویوں (Morairans) کو یہ ضد تھی کہ

وہ اپنے آپ کو قوم پچ میں ضم نہ ہونے دیں گے اور جنوبی اسلافیوں نے الیریت ( Illyrism ) کو اپنا سیاسی نصب العین قرار دیا۔

**جنوبی سلو اور الیرزم**

اہالیان سرویا وگرونیا، ڈالمیشیا اور سلوونیز میں وجہ تفریق، رسم ورواج اور زبان تھی اور گو صدائے اتحاد گروشیا سے بلند کی گئی تھی لیکن اسکے موثر بنانے کے لیئے ایک زبردست بیرونی مصاومہ کی کار فرمائی لازمی تھی اور یہ ضرورت کروٹی زبان پر مگیاری حملہ اور اس ہیجان افکار سے پوری ہوئی جو اس حملے سے رونما ہوا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں لیو دے وت گاج ( Lyudevilgaj ) نے "ایریا کا قومی جریدہ" نامی اخبار نکالا اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلافی اقوام جو مثلث سقوطری، وارنا اور ولاخ ( Uillach ) میں آباد تھیں، ایک مشترک جذبۂ ملی کے ماتحت متحد کردی جائیں، ابتدا میں تو حکومت وائنا نے ایک ایسی تحریک کو اندیشہ ناک نہیں خیال کیا جو بالکل ادبی اور جذباتی تھی اور جس کے متعلق یہ توقع کی جاتی تھی کہ یہ افتراقیین سلوی کو کلیسائے روم سے وابستہ کردے گی لیکن مگیاری ناراض بھی تھے اور مشتبہ بھی۔ انھوں نے امپیریل گورنمنٹ کے رویّہ سے یہ اخذ کیا کہ وہ الیروی تحریک کو محض ایک آلہ بنانا چاہتی تھی جس سے ہنگروی اتحاد کو پارہ پارہ کردینا مقصود تھا اور ہر چند کہ یہ شبہہ بالکل بے بنیاد تھا، اُنھوں نے مجلس ویئت منعقدۂ ۱۸۴۳ء میں ایسی تجاویز پیش کیں جو ان خطرات کو چشم زدن میں آنکھوں کے سامنے پیش کردینے میں معین ہوئیں جن کا ان کو اندیشہ تھا "الیریت" کو سیاسی اہمیت اس وقت حاصل ہوئی جب اُس نے اپنے آپ کو اس دفاع و مقاومت سے وابستہ کردیا جو اگرام کی مقامی مجلس ملی کی طرف سے ہنگروی پارلیمنٹ کی دراز دستیوں کے خلاف برسرکار لائی گئی تھی لیکن اس پہ حکومت وائنا کی مشتبہ نظریں فی الفور پڑیں ۹ مارچ ۱۸۴۴ء کو گاج اس بات پہ

(۲۳۸)

مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے اخبار کا نام تبدیل کر کے " جریدۂ کروشیا، اسلافونیہ، ڈالمیشیا (The Croatian Slavonic Dalmatic Journal) رکھدے۔ ساتھ ہی ساتھ موہوم اور غیر متیقن۔ عالمگیر اخوت اسلافی کا وہ نظام جسکا یہ علمبردار رہچکا تھا زیادہ متشکل اور متیقن کر دیا گیا جسے بالفاظ دیگر، مگیاری تحریک کی صورت معکوس کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اب جس طرح سے مگیاری اپنی قوم کے روایتی حقوق وآزادی کو آسٹریا کے خلاف پیش کرتے تھے اسی طرح جنوبی اسلافیوں نے، ہنگری کے خلاف "مملکت ثلاثہ" ( Triune Kingdom ) کے ان حقوق کو پیش کیا جن کو غالب اور چیرہ دست مگیاری کبھی پامال کر چکے تھے "

**جرمن** ہنگریوں کی طرح جرمنوں میں بھی تحریک آئینی اور نسلی تھی چونکہ لوا نے ہاپسبرگ کے تحت میں کثرت تعداد ہی کے اعتبار سے نہیں بلکہ تمدنی اور ذہنی نقطۂ نظر سے بھی، اہالیان جرمنی کا اثر اور تفوق دیگر اقوام پر مسلم تھا اس لیئے ان کے احساسات ملی بھی انقلاب نہیں بلکہ قدامت پسندی کی طرف مائل تھے۔ جرمنی کو متحد کر دینے کے لیئے جو تحریک پیش تھی اس سے انھیں محض اس حد تک ہمدردی تھی جہانتک کہ جرمنی پر آسٹروی یا بالفاظ دیگر خود ان کا، اقتدار مستحکم اور متیقن ہوتا تھا۔ خاندان ہاپسبرگ کے ماتحت متحدہ جرمنی کے یہ معنی تھے کہ قیصر کے غیر جرمن ممالک میں جرمن تربیت اور جرمن حوصلہ مندیوں کی عظمت کا سکہ بیٹھ جاتا۔ یہانتک تو آسٹروی جذبات اور میٹرنخ کی پالیسی ہمدوش اور ہم پہلو تھی لیکن اس عظمت اور تفوق کا مظہر سیاسی کیا ہوگا ایسا سوال تھا جہاں صورت حال بالکل بدل جاتی تھی۔ شاہنشاہ فرانسس کے حین حیات تک مرنجاں مرنج اہالیان وائنا " نیک نہاد قیصر " کے ایسے گرویدہ تھے کہ انھوں نے اس نظام حکومت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی جس پر وہ کار فرما تھا۔

لیکن جب عنان حکومت ایک ایسے فرمانروا کے ہاتھ میں آئی جس کا دل و دماغ حکمرانی کے لیئے ماؤف ہوچکا تھا اور جو بجائے اسکے کہ انصرام مملکت میں بذات خود کوئی حصہ لیتا اُن فرائض کو ایک ایسی مجلس تولیت کے ہاتھ میں دے چکا تھا جس کے اراکین میں نہ تو باہمی اتحاد تھا اور نہ کار پردازی کی کوئی صلاحیت تھی، اُس وقت یہ تمام خرابیاں پورے طور پر نمایاں ہوگئیں۔ اب میٹرنخ کے حفاظتی نظام کی انتہائی از کار رفتگی آشکار ہوئی، ایک ایسی جماعت میں جس کے اراکین تجربے سے بالکل ناآشنا ہوں اور جہاں بحث و مباحثہ میں آزادی فکر ممنوع ہو، سیاسی قبائح کے ازالہ کے لیئے ہر قسم کے مزخرفات روا رکھے جاسکتے ہیں۔ (۲۴۹) دستوریت کا "دیو" بدر کیا جاچکا تھا وہ بھی محض اس لیئے کہ کچھ دنوں کے بعد پھر اس "خانۂ خالی" میں جس کی سرکاری طور پر صفائی اور آرائش کیجا چکی تھی انقلاب کے ساتھ دیگر دیووں کے ساتھ جو پہلے سے کہیں نافرجام تھے، داخل ہوتا۔ میٹرنخ کو اس تغیر و انقلاب کا جو نیک نہاد باشندگان وائنا کے قلوب پر مستولی تھا بالکل خبر نہ تھی یہانتک کہ ۱۳ مئی ۱۸۴۸ء کو عوام کا جم غفیر کابینۂ وزارت کے سامنے ایک شور و شغب برپا کرتا ہوا نظر آیا۔ جو باتیں کبھی خواب و خیال میں شمار کیجاتی تھیں وہ اب واقعات کی صورت میں جلوہ گر نظر آئیں۔ اور خود میٹرنخ کے مقرر کردہ پولس اور محتسبین مطابع کی آنکھوں کے سامنے، دریائے ڈینیوب کے کنارے پر "پیرس ثانی" کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

**آسٹریا میں مسئلۂ زرعی**

آسٹریا میں انقلاب کا محرک اصلی محض کوئی واہمہ نہ تھا بلکہ ٹھوس اور سنگلاخ واقعات تھے۔ وائنا، پراگ اور بوڈاپسٹ میں انقلاب کے "تکیہ ہائے کلام" اصلاح کے لیئے وہ کام کر سکتے تھے اور اُن کا اثر اتنا ہی معجز نما ہوتا جتنا کوئی ایسا فقرہ ہوسکتا تھا جسے سنکر لوگ جوق در جوق کسی مہم کے سر کرنے کے لیئے

مجتمع ہونے لگتے ہیں اور ۱۷۸۹ء میں فرانس کے حالات کے مطابق زراعت پیشہ طبقے کے بیوقوفانہ جمود میں اسی طور پر ہیجان پیدا کیا جاسکتا تھا کہ ان کو جاگیردارانہ گرانباریوں سے سبکدوش کردینے کی توقع دلائی جاتی۔ یہ حکومت کی انتہائی بدنصیبی تھی کہ اُس نے ایسی زرعی شورشوں کو اُکسایا جو بعد میں انقلاب کے نہایت پائدار اور زبردست عناصر ثابت ہوئے۔

**ہنگامۂ گلیشیا سنہ ۱۸۴۶ء**

پولستانی سازش، جس نے ترقی کرکے ۱۸۴۶ء کے ہنگامے کی صورت اختیار کرلی، بجائے خود کچھ زیادہ وقیع نہ تھی پولس نے حسب معمول نہایت بےجگری سے اور خلاف معمول انجام سے قطعاً مستغنی ہوکر، دادِ شجاعت دی، آسٹریا کا نااہل سالارِ عسکر کالن، کراکاؤ سے جس پر اُس نے قبضہ کرلیا تھا اس طور پر نکالا گیا کہ اُس نے وِستولا کے پار جاکر دم لیا۔ لیکن پولس بجائے اس کے کہ اپنی فتوحات کو وسیع کرتے جاتے، کراکاؤ میں جمہوریت کا بازیچۂ لہو ولعب لیکر بیٹھ گئے۔ اس طور پر وہ بیش بہا لمحات جو کہ فیصلہ کن غلبہ ونصرت کے حاصل کرنے میں صرف کیئے جاتے، قطعاً رائگاں گئے اس اچانک خطرے نے آسٹروی نظام کو یکلخت درہم برہم کردیا اور یہ اب محض ایک تنہا ذی ارادہ افسر کی قدرت میں تھا کہ وہ ہدایات اور احکامات کا منتظر نہ رہکر آسٹریا کے ناموس و اقتدار کو (۲۵۰) بار دیگر حاصل کرلیتا۔ کرنل بینیڈک نے تھوڑی سی فوج جمع کرکے ۲۶ فروری کو گدووہ ( Gdow ) میں باغیوں کو شکست فاش دی اور اس حربی اقتدار کی بنیاد رکھدی جسکا ہلاکت بار انجام سیڈووا میں نظروں کے سامنے پھر گیا۔ ۲ مارچ کو کراکاؤ کی حکومت انقلابی نے ہتھیار ڈالدیئے، آسٹریوں کی مدد اُس تنفر نے کی جو روتھینیا کے کسانوں میں ان کے پالس آقاؤں کے خلاف چلا آتا تھا اور ۲۶ فروری کے معرکہ میں ان کے ہنسیئے اور سانٹے آسٹروی بندوقوں کی باڑھ سے زیادہ ہلاکت بار ثابت ہوئے یہ اسی قومی اور نسلی تنفر کا انکشاف تھا

جس نے گلیشیائی ہنگامے کو صفحات تاریخ میں اتنا نمایاں کر دیا۔ خود گدوو Gdow کے سوانح بھی پولستانی اعیان و اکابر کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ نہ اٹھا سکے۔ وہ کسانوں کے طبقے کو محض مواعید اور مراعات سے مسخر کر لینا چاہتے تھے اُن کے لیئے اسلحہ فراہم کیئے تھے اور اس سے ان کو توقع تھی کہ وہ ایک لشکر تیار کر کے، آسٹروی قوت سے ٹکر لے سکیں گے۔ ان حالات کے ماتحت کسانوں کا ایک وفد ضلع تارنوو کے کپتان کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوا کہ ان کو کس طور پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ یہاں کی مقامی حکومت جو بارگاہ وائنا کے اصلاح و مشورے کی ہمیشہ محتاج رہی، موجودہ حالات کی اہمیت و نزاکت کا اندازہ کر کے بالکل مفلوج ہو گئی۔ اور عملاً یہانتک نوبت پہنچی کہ کسانوں سے صاف صاف کہدیا گیا کہ وہ اپنے معاملات کو خود جس طرح چاہیں دیکھیں بھالیں۔ اس کے بعد کاشتکاروں کی بغاوت کی ذمہ داری خود آسٹروی حکومت پر عائد ہوتی ہے جو اپنے ملازمین کے توسل اس کے وقوع پذیر ہونے میں معین ہوئی، ۱۸ ار کو باغیوں کی ایک جماعت نارنوو پر بڑھ رہی تھی کہ ان پر کسانوں کا ایک جم غفیر ہاتھیے لیکر ٹوٹ پڑا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے بعد ایک ایسا قتل عام ہوا جس میں تمام پولستانی اعیان و اکابر جو ہاتھ آئے تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ قتل و غارت گری دو تین دن تک جاری رہی۔ کسان ان مقتولین کو گاڑیوں میں بھر بھر کر نارنوو لیجاتے تھے جہاں ان کو ہر "باغی" کے عوض میں انعام و صلہ دیا جاتا تھا جتنے اکابر و شرفا کام آئے ان کی تعداد کا اندازہ چودہ سو کیا گیا ہے قطع نظر اس سفاکانہ فعل کے، آسٹروی حکومت خود ایک عجیب مخمصے میں پڑ گئی تھی۔ اہالیان روتھینیا کا دماغ ان کامیابیوں سے عرش پر تھا۔ انھوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی وفاداری کے سلسلے میں اس امر کے طالب ہوئے کہ ان کی بقایا معاف کر دی جائے

۲۵۱

اب اگر اسے مسترد کرتے ہیں تو پھر یہ نازک حالت ایک نامعلوم مدت تک قائم رہتی ہے، دوسری طرف اس کے قبول کرنے کے یہ معنی تھے کہ اگر سلطنت کی تمام کسان آبادی کے یہ مطالبات پورے نہ کئے جائیں تو ان کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ تھا۔ ۱۳ اپریل ۱۸۴۶ء کو شاہنشاہ نے ایک فرمان نافذ کیا جسکی رو سے وہ جاگیری گرانباریاں جو نسبتاً زیادہ سخت تھیں معاف کردی گئیں۔ اس انتظام کو تمام دنیا' قدامت پرست جماعت اور سب سے زیادہ اعیان واکابر نے اس بات پر محمول کیا کہ گورنمنٹ سفاکیوں کو باضابطہ روا رکھتی تھی۔ اب ایک زبردست غوغا بلند کیا گیا۔ گورنمنٹ تو دو تجاویز کی زد میں بے بس ہو رہی تھی۔ تسلیم خم کرنیکے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ مراعات واپس لی گئیں۔ **گلیشیا** کے وہ آسٹروی حکام جو اس ابتلا ومصیبت کے ذمہ دار تھے برطرف کردیے گئے اور **کاؤنٹ فرانسس** بہ حیثیت گورنر جنرل پورے اختیارات کے ساتھ پریشاں حال، ممالک میں صلح وعافیت قائم کرنے کے لیئے مامور کیا گیا وہ کسان جن کی تالیف قلوب کے لیئے خیالی مراعات پیش کی گئی تھیں یہ محسوس کرنے لگے کہ گو ان کی شکایات تسلیم کرلی گئی تھیں، تاہم تلافی کی اگر کوئی صورت ہوسکتی ہے تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ حکومت تبدیل کی جائے۔ اور اب انھوں نے اپنا پورا وزن ان طاقتوں کے ایزا دہی میں صرف کردیا جو انقلاب کا باعث ہوسکتی تھیں اور یہ اطالی اور ملکی تحریکات کا اجتماع تھا جس نے آسٹروی نظام پر مہر لگادی[۱]

**جرمنی** اس دوران میں جرمنی میں وہ شعلے جو ۱۸۳۰ء کی انقلابی تحریکات سے بھڑک اٹھے تھے، استبدادی حکومتوں کے ان جانکاہ مساعی سے زندہ رہے جو ان کے افسردہ کردینے کے لیئے عمل میں آئیں، ایک (لبرل میلا) جو، ۲۷ مئی ۱۸۳۲ء کو

---

[۱] اسپرنگر "تاریخ آسٹریا"۔

ہامباخ ( Hambach ) میں منعقد کیا گیا تھا بطور بہانے کے کام میں لایا گیا۔ چند ہزار ایمان شعار قصباتی مجتمع ہوئے، وطن پرستانہ تقریریں کیں، وطن پرستانہ نغمات چھیڑے اور پروشیا اور اس کے ہلاکت آثار اتحاد محاصلی کی ریشہ دوانیوں کی تباہی و بربادی کا جام نوش کیا۔

اہالیان بیلویریا کا ایک قومی دستہ جنرل ورید ( Wrede ) کی سرکردگی میں "انقلاب" کو فرو کرنے کے لیئے بلاطینہ ( Plantinate ) میں داخل ہوا اور گو جس وقت وہ وہاں پہنچا ہے کسی ایسے انقلاب کا پتا و نشان بھی نہ تھا جسے فرو کیا جاتا، خداوندان فرینکفورٹ نے یہ مناسب خیال کیا کہ مقامی مملکتوں کی آزادی و خودمختاری کو مجلس ملّی کے شکنجے میں اور سختی کے ساتھ جکڑ دیا جائے۔ اور بغاوت کے خلاف قوانین کی بے پناہ تلواریں اور برش پیدا کیجائے۔ مجلس ملّی کے خلاف جب ایک ایسی سازش کا پتہ چلتا ہے جو گائے فوکس (Guy Fawkes) کی تقلید میں عمل میں آئی تھی تو پھر اس تمام حزم و احتیاط کے جواز میں کوئی کلام نہیں رہتا۔ ۳ اپریل سنہ ۱۸۳۳ء کو فرانیکفورٹ میں جس وقت گارڈ ہاؤس پر مسلح حملہ کیا گیا ہے، آثار کچھ ایسے اندیشہ ناک نظر آنے لگے تھے کہ ٹپلٹز ( Tiplitz ) اور میونشن گراٹز (Munchen Gratz) میں استبدادی حکومتوں کو ایک مجلس شوریٰ کے انعقاد کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ آخر کار وائنا میں وزرائے جرمنی کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں انقلابی خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے ایک مشترک پالیسی معین کی گئی۔ یہ ایک ایسی پالیسی تھی جسے مختلف حکومتوں نے، خواہ وہ ان کے آئین و ضوابط حکومت کے منافی ہی کیوں نہ ہوتی "شرف قبولیت بخشا"۔ یہ میٹرنخ کے سیاسی اثر کا معراج کمال تھا۔ اس کے بعد ڈیٹ کو ذرہ برابر بھی اس امر کا حق باقی نہیں رہگیا تھا کہ وہ مذکورۂ بالا حکومتوں کے علاوہ خود جرمنی کی نیابت کی دعویدار بن سکے۔ اور اب اس کی حقیقت محض جاگیری شہر یاؤں کے

۲۵۲

**ہینوور میں آئینی بحران**

ایوان تجارت کی رگ بن گئی تھی۔ ۱۸۳۷ء میں شاہ ہینوور نے محض اپنے ذاتی مقاصد کی بنا پر "دستور ہینوور" کو معطل کر دیا۔ ڈیئیٹ نے، حالانکہ مخالفین اور موافقین کی آرا بالکل مساوی تھیں (۸ - ۸) اس درخواست کو مسترد کردیا جس میں مشارکتی مداخلت کے لئے استدعا کی گئی تھی۔ اب جرمنی کی لبرل جماعت نے محسوس کیا کہ ان کا فرض اولیں یہ تھا کہ وہ مجلس ملی کو درہم برہم کردیں اور اس کے بجائے ایک مرکزی حکومت قائم کردیں جو لبرل بھی ہو اور قومی بھی۔ ۱۸۳۷ء کے بعد سے جرمنی کے جملہ آئینی اور ملی تحریکات اسی ہینووری دستور کے محور پر گردش کرتی رہیں۔ اور گوٹنگن کے وہ سات پروفیسر جنھوں نے اظہار ناراضی کیا تھا اور جلا وطن کردیئے گئے تھے اتنے ہی مشہور اور مقبول ہوئے جتنے کہ وہ سات بشپ جنھوں نے اسی طور پر انگلستان میں جیمس دوم کے عہد میں اظہار ناراضی کیا تھا۔ لبرل جماعت کی یہ شورش اتنی بلند آہنگ نہ تھی جتنی مسلسل اور منضبط۔ اور بوجہ یا باوجود ان مساعی کے جو اس کے فرو کرنے کے لئے عمل میں آئیں یہ ترقی پذیر ہی رہی۔ ۱۸۴۵ء میں روسی سفیر نے یہ رپورٹ پیش کی کہ سلیسیا میں تجارت پیشہ طبقۂ متوسطین کلیتہً انقلاب پسند ہیں، کسانوں کا گروہ اجتماعیت (Communism) کی دست برد میں ہے[1] میٹرنخ کے ہیجان افکار کا یہ عالم تھا کہ وہ برلن کے دائرۂ وزارت ہی کو انقلاب پسندوں سے پُر سمجھتا تھا۔

دیگر ساعتوں سے قطع نظر کرکے، پُرتخیل والیِ پروشیا نے انھیں لمحات کو آئینی تجربات کے لئے منتخب کیا۔ ۱۳ر دسمبر ۱۸۴۵ء کو اس نے زار کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس میں اپنی اس اسکیم کی وضاحت کی تھی، جسکی رو سے اس نے جملہ صوبہ وار مجالس کو متحد کرکے، مجلس مرکزی میں

[1] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۳۶۴ -

ضم کر دیا تھا یہ انقلاب کے لیئے کوئی رعایت نہ تھی۔ کسی منشور، دستور، مجلس طبقات کی اوقاتی مجالس کے انعقاد کا کہیں پتہ نہ تھا، اس کے دل سے تو یہ لگی ہوئی تھی کہ اُس کے باپ نے جس تعمیر کا افتتاح کیا تھا وہ اختتام کو پہنچا دی جائے۔ اور حسب قانون مالیات موضوعہ ۱۷ جنوری ۱۸۲۰ء جسکی رو سے سرکاری قرضہ جات کی ضامن صرف مرکزی مملکتیں ہوسکتی تھیں، پروشوی پالیسی کو "قانونی بنیاد" پر قائم کر کے ۱۸۱۵ء و ۱۸۲۳ء کے ان مواعید سے ہمیشہ کے لیئے نجات حاصل کر لے جنھوں نے قلوب کو بے سود امیدوں کا گھوارہ بنا لیا تھا[۵۱]

فریڈرک ولیم چہارم کی آئینی اسکیمیں

۲۵۳

الوانہائے روس اور آسٹریا میں صف ماتم بچھ گئی۔ میٹرنخ نے اس امر کا اعلان کیا کہ مرکزی نیابت سلطنت کے درہم برہم کر دینے کا اشارہ تصور کی جائے گی،[۵۲] اور فریڈرک ولیم سے اُس نے خود اثنائے گفتگو میں یہ پیشین گوئی کی، اور جس میں حقیقت کا عنصر غالب تھا کہ جتنے صوبوں کے نمایندے ہیں وہ اپنے اپنے مکانوں کو سلطنت کے نمایندوں کی حیثیت سے واپس ہوں گے۔ شاہنشاہ نکولس نے، جو شاہ مرحوم کے مقدس ارادوں اور آرزووں کا امین تھا، پروشیا کی پست عقیدہ مطلق العنانی کے طریق عمل پر کچھ ایسے انداز و لب و لہجہ سے اعتراض کیا، جو مربیانہ بھی تھا اور رقیع بھی۔ بادشاہ اپنے جلیل القدر پدر بزرگوار کے خیالات کو غلط معنی پہنا رہا تھا، وہ اپنے موجودہ طرز عمل سے، انقلاب کے کبھی نہ افسردہ ہونے والے شعلوں کو اور زیادہ بھڑکا رہا تھا، لیکن وہ کچھ ہی کیوں نہ کرتا، نکولس اپنے سرمایۂ امانت کو اب بھی سینے سے لگائے ہوئے تھا اور "تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید" پر عمل پیرا ہونے کے لیئے تیار ہے[۵۳]

---

[۵۱] ٹرٹنس جلد ہشتم صفحہ ۲۷۱ - ۳۶۵ -

[۵۲] " " " ۵۴۴ -

[۵۳] " " " ۳۶۶ -

میٹرنخ کی پیشین گوئیاں یا زار کے اعتراضات، فریڈرک ولیم کے عزم مصمم کو جنبش نہ دے سکے۔ فی الحقیقت جیسا کہ اُس سے بہت پہلے میٹرنخ نے کہدیا تھا، وہ "کسی نظام یا ضابطے کے قیود سے بالکل آزاد تھا" اور سلاطین کے برج انجمن کا محض ایک خانہ بدوش دمدار ستارہ تھا۔

۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو پروشیا کی متحدہ مجلس کے انعقاد کے لیئے ایک فرمان نافذ ہوا جسکی رو سے اُس کے اختیارات محض جدید قرضہ جات اور محاصل کی منظوری تک محدود ہو گئے یا کسی دیگر معاملے میں بھی جسکو بادشاہ اس کے سامنے پیش کرنا گوارا کرے اسکی دست اندازی روا رکھی جا سکتی تھی۔ اس کی ترکیب اور ترتیب قرون وسطیٰ کے دیئٹ کی نوعیت پر تھی۔ یعنی یہ دو مجالس پر مشتمل تھی ایک میں اعیان اور جاگیردار تھے اور دوسری میں شرفا، متوسطین اور مزارعین۔ اب رہا دور جدید کے مفہوم میں کسی آئین و ضابطہ کا سوال، اس کے لیئے یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ بادشاہ نے تخت شاہی سے ایک تقریر کی جسکا مضمون یہ تھا کہ اسے زمین کی کوئی طاقت اس امر پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی کہ عرش مکان خدائے جل وعلا اور اس ارض مقدس کے درمیان ایک ناقرجام صفحۂ قرطاس دخل انداز ہو کر ہمیر فقروں اور جملوں سے حکمرانی کرے اور قدیم و مقدس رشتۂ وفاداری کا جانشین بنجائے" یہ رویہ ان اثرات کو معرض وجود میں نہیں لا سکتا تھا جنکی توقع تھی۔ لبرل جماعت نے اس کے یہ معنی پہنائے کہ یہ صرف حکومت مطلقہ کے قیام کی تمہید تھی اور اس سے ان توقعات کا خون ہوتا تھا کہ شاہی مراعات، اصلاحات کے نفاذ کا باعث ہوں گی۔ یہانتک کہ دیئٹ نے خود اظہار ناراضی کیا۔ اور جیسا کہ میٹرنخ نے پہلے ہی کہدیا تھا دیئٹ نے جدید قرضہ جات کو منظور کرنے سے اسوقت تک کے لیئے انکار کر دیا جب تک کہ اس کی نیابتی حیثیت تسلیم نہ کر لیجائے۔

متحدہ دیئٹ کا انعقاد

پروشیا میں آئینی ہیجان

۲۵۴

اس طور پر گویا آئینی تجربات کا ثمر اولین محض ایک ضغطہ کی صورت میں رونما ہوا۔ ایک طرف تو لبرل اکثریت تھی جو اپنے مطالبات کی بنیاد فریڈرک ولیم سوم کے اُس فرمان پر رکھتی تھی جو آیندہ قائم ہونیوالی نیابتی جماعت کے فرائض اور اختیارات کی تشریح کرتا تھا دوسری طرف خود بادشاہ تھا جو سوائے ان اختیارات اور فرائض کے جو اس کے فرمان مجریہ ۳ فروری کی رو سے تفویض کئے جا سکتے تھے، مجلس کو کسی دوسری قسم کے اختیارات سے بالکل محروم کرنا چاہتا تھا۔ ۲۶ جون کو جس وقت بادشاہ نے انتہائے تنغص کے ساتھ مجلس کو معطل کیا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں ظاہر ہو سکا تھا کہ روزافزوں ترقی پذیر لبرلزم اور تاج خسروی کے درمیان ایک ناقابل گزار خلیج حائل ہو چکی ہے۔ یہ روسیا اور وسطی یورپ کے بقیہ حصص میں ایک عالمگیر آتشزدگی کے لئے مواد اکھٹا ہو رہا تھا اور اب محض اس بات کی دیر تھی پیرس سے اُڑ کر ایک شرارہ یہاں آگرتا اور شعلے بھڑکنے لگتے[۵۱]

**فرانس** ابتک اس امر کے آثار بالکل مفقود تھے کہ فرانس، یورپ کی کشاکش کا ایک مرتبہ پھر مرکز بن جائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ ۱۸۴۸ء کے واقعۂ ہائلہ سے کچھ ہی پہلے، لوئی فلپ کی حکومت سے زیادہ مستحکم اور استوار کوئی اور حکومت نظر نہیں آتی تھی۔ اب وہ دن گزر چکے تھے جب بادشاہ قصر شاہی کے زینے پر جمہوریت پسندوں سے مصافحہ کیا کرتا تھا سنہ ۱۸۴۰ء سے گیزو ( Guizot ) اسکا وزیر تھا جسے وہ بالکل اپنی طبیعت کے مطابق پاتا تھا اور جو ایوان میں حسلیم اور بردبار اکثریت کا امیر تھا جسکا مسلک (۲۵۵) یہ تھا کہ بیرون ملک امن و عافیت کا تسلط رہے اور وطن میں اصلاحات کا سدِ باب کیا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ تی ایر ( Thiers ) ہنگامۂ ۱۸۴۸ء کے

[۵۱] سیبل باب اول صفحہ ۱۳۳۔

رسوائیوں کے بعد مخالفین کی جماعت میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن قصر بوربون
کے طاق و رواق میں اسکا طوفان فصاحت نہایت بے ضرر طریقے سے
فرو ہو چکا تھا۔ باہر کی حالت یہ تھی کہ آرائے عامہ کچھ اس درجہ مرعوب
اور مخوف ہو چکی تھی کہ اسے کسی قسم کی آواز بلند کرنے کا یارا نہ تھا یہ
خاموشی اور سکوت جو ارباب بالادست کے جبر و استبداد کے باعث تھا،
بادشاہ کی نظروں میں تمام رعایا کی رضامندی اور خوشنودی کی ترجمانی
کرتا تھا لیکن اس تمام ظاہری نام و نمود کے باوجود ملوکیت متوسطین اس سے
زیادہ کمزور کبھی نہیں نظر آئی تھی۔ اُس نے اُن تمام طاقتوں کو جن پر اس کا
دارومدار تھا فرداً فرداً منحرف ہو جانے دیا حتیٰ کہ تباہی اور اسکے درمیان
صرف ایک سہل اکثریت رہ گئی تھی جو اپنے وجود کے لیئے وزارتی اور
انتخابی بے عنوانیوں کی رہین منت تھی اور جو فرانس کی سیاسی تزویر کے علاوہ
کسی اور چیز کی نیابت نہیں کرتی تھی۔ **لوئی فلپ** کی حکومت کی اساسی کمزوری

**لوئی فلپ کی حکومت کا طرز و انداز**

یہ تھی کہ باوجود اپنے لقب کے، وہ فرانسیسیوں کا نہیں
بلکہ صرف ایک جماعت کا بادشاہ تھا اور جو آیندہ
اس کے لیئے نہایت مہلک ثابت ہوئی وہ اسی
حقیقت کے احساس کا فقدان تھا۔ اُسکے طرز عمل کی خضر راہ یہی گمراہی تھی،
پھر یہ کہا جا سکتا ہے وہ اس حقیقت کی سطح سے بہت بلند ہو چکا تھا،
گو وہ اپنی سپر سے سوسن کے نقوش مٹا چکا تھا لیکن قلباً بوربون ہی تھا۔
ایک قوم کا بادشاہ ہو جانا اس کے حیطۂ قدرت میں تھا اور لوئی چہاردہم
کی طرح اُس نے سلطنت کو اپنی ذات کے ساتھ، نہ کہ اپنی ذات کو
سلطنت کے ساتھ مشخص کرنا قابل ترجیح سمجھا اور وہ تمام ملک فرانس کو خواہ
اس پر کوئی بھی طبقہ حکمراں ہو اپنا جائز دائرۂ اثر سمجھتا تھا۔ اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ
وہ طبقۂ متوسطین کی اس نادرالوجود قابلیت کا قائل تھا جو آئینی حکمرانی کے لیئے
از بس لازمی ہے بلکہ اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ یہی طبقہ اُن طاقتوں کا خواہ وہ انقلابی
ہوتیں یا ملوک پرستانہ سد راہ بھی ہو سکتا تھا جو اسکے تاج و دیہیم کے لیئے

باعث اندیشہ تھیں۔ یعنی اپنے دائرہ اثر یعنی سرمایہ دار متوسطین کا مختصر طبقے سے باہر۔ اُن معاشی تغیرات کے، جو ہیئت اجتماعی (سوسائٹی) کا نقشہ بدل دینے والے تھے کوئی پرسش نہ ہوئی یہاں تک کہ جس طور پر ممکن ہو سکا انھوں نے اپنا انجام خود تلاش کیا نوبت تو یہاں تک پہنچی کہ کازیمیر پیرے (Casimir Perir) بھی جو اس اصول کو قائم کرنا چاہتا تھا کہ حکومت کو حکمرانی کرنی چاہیئے، گرسنہ جولاہوں کے اس ہنگامے کی اصلی حقیقت کو نہ سمجھ سکا جو ۱۸۳۱ء میں لیونس میں رونما ہوا اور اس طور پر اپنے اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے نکل جانے دیا جس کے تصرف سے وہ جمہور کو خاندان آرلینس کا گرویدہ بنا لیتا۔ حکومت نے بہرحال اپنی طاقت کا سکہ بٹھا دیا۔ امن و عافیت کا از سر نو تسلط ہوا لیکن مزدوری پیشہ جماعت کی

اشتراکیت کا نشو و نما

جتنی شدید شکایات تھیں ان میں سے کسی کی تلافی نہ ہوئی اب جمہور نے ملوکیت انقلابی کو نظر انداز کیا اور اپنی مادی نجات کو ایک اشتراکی انقلاب کا رہین منت بنانا چاہا۔ وہ اجتماعیت (Communis) جسکا حکومت جمہوریہ کے ماتحت بھی کوئی ساتھ دینے والا پیدا نہ ہوا دفعتاً ایک طاقت کی صورت میں رونما ہوئی جس نے سوسائٹی کی روایتی بنیادوں کو بالکل زیر و زبر اور ہر ہر گوشے میں علم بغاوت بلند کر دینے کے لیئے، خفیہ انجمنیں قائم کرنی شروع کر دیں۔ علم احمرین سوسائٹی کا نشان امتیاز بنا۔ سینٹ سیمون اور فوریر کے خیالی نصب العین کا مزدوری پیشہ جماعت پر کوئی اثر نہ تھا لیکن لوئی بلانک جو اشتراکیت کا عذب البیان حواری تھا اول الذکر کے عنوان تصنیف کو اخذ کر چکا تھا صاحب نے ۱۸۳۹ء میں اس تحریک کو نئے راستہ پر ڈالدیا۔ اس وقت سے "محنت کی ترتیب"

محنت کی ترتیب وحق کارکردگی

اس جماعت کے ورد زبان تھی اور اس امر کا مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ "قومی کارگاہیں کھولی جائیں جہاں ایک انسان دوسرے انسان کے ذرائع اور وسائل پر دندان آز نہ تیز کرے بلکہ ہر مشقت کرنے والا اپنا

مشقت سے مستفید ہو" سنہ ۱۸۴۲ء میں اشٹائن کی ایک تحریر شائع ہوئی جس میں اُس نے علی الاعلان یہ کہدیا تھا کہ "اب وہ ساعتیں گزر چکی ہیں جب فرانس میں خالص سیاسی تحریک کو کوئی فروغ ہو سکتا ہے آیندہ اگر کوئی انقلاب رونما ہوگا تو وہ محض اشتراکی انقلاب ہوگا"

بادشاہ کے نزدیک آئینی مشنری کے ماورا یہ تحریکات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں سوائے اس کے کہ یہ اُس انقلابی اضطراب کی علامتیں تھیں جنکا سدباب کرنا اس کے فرائض میں سے تھا۔ اُسے تو محض پارلیمنٹ کی فکر تھی جسکے متعلق اسکا عقیدہ تھا کہ یہ فرانس کی نیابت کرتی تھی اور اسکا اصلی مقصد دستوری حجابات میں، ذاتی حکمرانی کو برسرکار لانا تھا۔ اور یہ دستوری فرقہ بندیوں کا اس حقیقت تدریجی کا احساس تھا اور حکومت کے خارجی طرز عمل کی ناکامیابی تھی جس نے بلجیکسٹ آرلینز کو بیخ وبن سے ہلا دیا سنہ ۱۸۳۲ء سے سنہ ۱۸۳۶ء تک ڈیوک بروگلی ( Duc de Broglie ) گیزو اور تی ایر کی حکومتوں کا شاہراہ عمل کازیمیر پےری کی 'دفاعی' پالیسی تھی آخرسال میں تو نوبت یہانتک پہنچی کہ بادشاہ کی عریانی اور باطل دعاوی نے اختلاف آرا پیدا کردیا، تی ایر، وہگ ( Whig ) عقیدے کی علمبرداری کر رہا تھا یعنی بادشاہ کا فرض محض سریر آرائی رہگیا تھا نہ کہ حکمرانی' گیزو ٹوری خیالات کا پابند تھا۔ اسکا نظریہ تھا کہ بادشاہ برلیمانی اکثریت کو قطع نظر کر کے اپنی وزارت انتخاب کرنے کے لیئے آزاد تھا۔ فروری سنہ ۱۸۳۶ء میں تی ایر کو وزارت منتخب کرنے کا اذن دیا گیا اور فی الفور مسئلۂ آئینی محک امتحان پر لایا گیا۔ ایک خارجی پالیسی کا سوال ایسا پیدا ہوگیا کہ بادشاہ اور وزیر خارجہ میں اختلاف آرا ہوا جس میں بالآخر موخر الذکر کو مستعفی ہونا پڑا۔ وزارت مولے ( Mole ) جو اسکی جگہ پر قائم ہوئی، بادشاہ کے رفقا اور احباب پر مشتمل تھی جسکے متعلق پیرس کے قہوہ خانوں میں لوگوں نے

بادشاہ کی ذاتی حکمرانی

صفحہ ۲۵۷

یہ رائے زنی کرنی شروع کی کہ یہ سب محض " ذاتی حکومت " اور " درباری سیاست " تھی ایوان میں اب جماعت مخالفین کی جدوجہد محض دائیں طرف کے گروہ یعنی حامیان توریث یا ان نام نہاد بائیں جانب کا گروہ جو ظاہر میں تو خاندان شاہی کا ہمنوا مگر جو خفیہ طور پر جمہوریت کی پرستاری کر رہا تھا۔ ایک مخالف اکثریت کے مقابلے میں موسلے کی اس کوشش کا کہ وہ ایک وزارت قائم کرسکے یہ انجام ہوا کہ " درباری وزارت " کے خلاف طائفات سیاسی کی ایک کومیشن قائم ہوگئی، دوسری طرف پیرس میں دیو وژری اے دواوران ( Duvergier de Hauranne ) ایک ایسی حزب المخالفین کی بنیاد رکھی جسکا فرمان تھا کہ " ذاتی حکومت کے بجائے پارلیمنٹ کی حکومت قائم کی جائے " ۸ مارچ ۱۸۳۹ء کو جدید انتخابات کے بعد جب موسلے نے یہ دیکھا کہ پارلیمنٹ میں اُسکی موافقت محض ایک بیکار اقلیت ہے تو وہ مستعفی ہوگیا اور جب ان کی مطلب براری ہوچکی تو سیاسی فریقوں کا اتحاد بھی درہم برہم ہوگیا۔ بلانکی ( Blanqui ) اور باربیس ( Barbes ) کی بغاوت اشتراکی اس امر کا بہانہ تھی کہ عنان حکومت کسی "عسکری" کے سپرد کی جائے اس لیئے ایک دو ماہ کے وقفے بعد جسمیں کوئی وزارت برسرکار نہ تھی مارشل سولت ( Marshal Soulet ) وزارت ترتیب دینے کے لیئے مامور کیا گیا۔ سولت کی وزارت اس امر کی کوشاں تھی کہ ایوان ڈیوک آف نیمور کو ایک رقم خطیر عطا کرے جسکا انجام یہ ہوا کہ اس کا شیرازہ بھی منتشر ہوگیا بالآخر مئی ۱۸۴۰ء کو عنان حکومت ایک دفعہ پھر تی ایر کے ہاتھ میں آگئی۔ اب

وزارت تی ایر

وہ ایک عجیب وقت میں مبتلا تھا۔ تجارت پیشہ طبقۂ متوسطین گورنمنٹ کی اس ملاطفت سے بیزار تھا۔ جیسے وہ انگلستان کے لیئے روا رکھتی تھی اور اب تی ایر نے وطن پرستانہ مظاہرات سے انکے رجحانات کو دوسری طرف مائل کرنیکا ارادہ کیا۔ یہی وقت جب نپولین کی خاکستریت کو سینٹ ہلینا سے لاکر

صفحہ ۲۵۸

آسودۂ ہونے کے لیئے قبر رفتگاں کے سایہ میں، انتہائی شان و شوکت کے ساتھ جگہ دیجانے والی تھی اس پرسطوت عسکری کی یاد ان نامساعد لمحات میں از سر نو تازہ ہوگئی۔ مشرق میں فرانسیسی پالیسی کی ناکامیابی اور اتحاد اربعہ سے برطرف کر دیئے جانے پر غیرت فرانس پر جو طمانچہ پڑچکا تھا، ایسے واقعات تھے جن کے مقابلے میں سلطنت کی گزشتہ شاندار فتوحات کی یاد نہایت عبرت ناک تھی، تی ایر نے اسکا احساس کر کے جنگ کی موافقت میں رائے دیدی لیکن امن وعافیت کا لحاظ رکھتے ہوئے، لوئی فلپ ایک دفعہ پھر دخل انداز ہوا۔ تی ایر نے استعفا داخل کر دیا اور جدید وزارت منتخب کرنے کے لیئے گیزو مامور کیا گیا۔

**گیزو اور دفاعی پالیسی ۱۸۴۰ء تا ۱۸۴۸ء** Guizot

گیزو Guizot کی حکومت ۱۸۴۰ء سے شروع ہوئی اور فروری ۱۸۴۸ء میں خاندان آرلینس کے ساتھ ساتھ اسکا بھی خاتمہ ہوا۔ اس نے اس قسم کا کوئی دعوی کبھی نہیں کیا کہ وہ فرانس کی چشم کرم کا متمنی تھا۔ اسکی تمام تر بنیاد سرمایہ دار طبقۂ متوسطین پر تھی اور جب تک پارلیمنٹ اکثریت خواہ کسی طریق سے، اسکی حمایت کے لیئے موجود تھی، اسے کسی چیز کی پروا نہ تھی۔ اس کے تحت میں "ملوکیت انقلابی" کھلم کھلا استبدادی ہوگئی یہ ایک ایسی پالیسی تھی جسکا مقصد یہ تھا کہ خود اپنے یہاں کسی قسم کا تغیر تبدل روا نہ رکھا جائے اور باہر، ہر ایسی حکومت سے اتحاد کیا جائے جو حق توریث کی حامی تھی۔ لوئی فلپ جذبۂ شہریت کے آخری انفاس کی رفاقت بھی گوارا نہ کرسکا اور لوئی چہاردہم کی طرح اس نے ایک ایسی پالیسی اختیار کرلی تھی جو کلیتہً "خاندانی" تھی۔ اب خارجی پالیسی کے سلسلے میں دو سوالات ایسے پیدا ہوئے، جنھوں نے ان تغیرات کو جو "ملوکیت جولائی" میں رونما ہو چکے تھے، تمام دنیا پر روشن کر دیئے۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ اس مخصوص جماعت کی ہمدردی بھی زائل ہوگئی جس نے ہمیشہ

نہایت خلوص کے ساتھ اسکی حمایت کی۔ ان میں پہلا سوال تو "مناکحت اندلسی" تھا اور دوسرا یہ کہ معاملات سوئزرلینڈ میں فرانس کا کیا رویہ ہونا چاہیئے۔ باوجود اس کے کہ کشاکش کے بہت سے اسباب رونما ہوتے رہے،

**فرانس اور انگلستان مناکحات اندلسی ۱۸۴۶ء**

حکومتہائے فرانس اور انگلستان کے "قلبی تعلقات" میں کوئی فرق نہیں آیا۔ معاملات متعلق یہ پریچارڈ مسئلۂ حق تلاشی مراکش کی نازک ساعتیں، یہ سب گزر گئیں لیکن اس تعلق میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ملکہ اور پرنس کانسرٹ کے ۱۸۴۳ء و ۱۸۴۵ء میں شاتوو (Chateau d' Eu) اور ۱۸۴۴ء میں لوئی فلپ کے ونڈسر آنے جانے سے یہ تعلقات اور زیادہ مستحکم ہو گئے تھے اس لیئے یہ امر کچھ تعجب خیز نہیں ہے کہ فرانسیسیوں نے ایک ایسے اتحاد کی قربانی نہیں قبول کی جس میں بہت سے اغراض اور مقاصد ملی کا خون ہو چکا تھا اور وہ بھی محض بوربون کی خاندانی ہوسناکیوں کو کامیاب اور کامران بنانے کے لیئے۔ مناکحات اندلس کے حالات مجملاً یہ ہیں[1] نوخیز ملکۂ ازابلا جو فرڈیننڈ ہفتم کے فرمان واجب الاذعان کی رو سے ۱۸۳۳ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئی تھی، اور اسکی چھوٹی بہن لوئیسا (Luisa) ۱۸۴۶ء میں سن ازدواج کو پہنچیں ملکۂ متوفیہ کرسٹینا لوئیز کو خاندان آسٹریا کا کوئی تاجدار نہ ملسکا تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ ازابلا اور اسکی بہن دونوں کا عقد فرانسیسی شاہزادوں سے کردے۔ لیکن دول یورپ بالخصوص انگلستان کی توجہ اس طرف منعطف کرائی کہ عہدنامۂ یوٹرخٹ (Utrecht) ایسے کامل طور پر نفاذ پذیر تھا، اور یورپ اس امر کو کبھی نہیں گوارا کرسکتا تھا کہ تاجداران اسپین اور فرانس میں کسی قسم کا خاندانی تعلق قائم ہو۔ اس شرط کے علاوہ

صفحہ ۲۵۹

---

[1] پامرسٹن مرتبہ بلور باب سوم۔ ہیبرانڈ، تاریخ فرانس صفحہ ۶۱۷۔

انگریزی حکومت نے فرانسیسی تاجدار کی تمام آرزووں کو کامیاب بنانے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس موقع کو مؤخر الذکر نے غنیمت سمجھا اور محض یہی نہیں کہ اسے ڈیوک مونپانسی ایر (Duc de Montpensier) کے معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق طے کرانے پر تیار ہو گیا بلکہ سلطنت کی عظمت و نمود کے لیئے لوئی چاردہم کے "خاندانی محاسن" کی تجدید بھی کرانی چاہی۔ وہ اصول جن کی بنا پر ان معاملات کا تصفیہ کیا جانے والا تھا گیزو (Guizot) اور لارڈ ابرڈین کے باہمی مشورے سے اور دونوں سلاطین کی اس خانگی گفتگو میں طے ہو گیا جو شاٹو دو (Chateau d' Eu) میں ہوئی تھی۔ برطانوی گورنمنٹ کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا کہ ملکہ ازبیلا کی شادی کسی ایسے فرد سے کر دی جائے جو فلپ پنجم کی بوربون نسل سے ہو، اس نے یہ بھی وعدہ کر لیا کہ وہ خود اپنے کسی امیدوار کو پیش نہ کرے گی۔ اور اگر ملکہ کی کوئی اولاد ہوئی تو پھر اس نے مونپانسی ایر (Montpensier) اور شاہزادی بوئیزا کی شادی میں بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔[1] خاندان بوربون کے پانچ شاہزادوں میں سے تین تو کسی نہ کسی بنا پر مسترد کر دیئے گئے۔ اب انتخاب ملکہ کے دو چچازاد بھائیوں میں رہ گیا تھا یعنی فرانسس واسی سی (Francois de' Assisi) ڈیوک قادس (Cadis) جسے فرانس نے نامزد کیا تھا اور اس کا بھائی ہنری جو انگلستان کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ ان دونوں میں ہنری زیادہ موزوں تھا نوجوان ملکہ، فرانسس سے نفرت کرتی تھی فرانسس کے متعلق یہ بات عام طور پر تسلیم کر لی گئی تھی کہ یہ ولیعہدی سے ہمیشہ محروم رہے گا دوسری طرف کرسٹینا ہنری سے اس لیئے متنفر تھی کہ وہ حزب الاحرار سے



---

[1] بلور جلد سوم صفحہ ۲۱۵۔ گیزو (Guizot) تذکرات (سوانح) جلد ہشتم صفحہ ۲۲۵۔

( Progressive Ponty ) تعلق رکھتا تھا۔ اب ان کی مادر مشفقہ ملکہ نے
لیوپولڈ شاہزادۂ کوبرگ پر اس امید میں ڈورے ڈالنے شروع کیئے کہ
اس طور پر فرانس اور انگلستان میں افتراق ہو جائے گا اور لڑکیوں کا
سلسلۂ مناکحت فرانس سے جا ملیگا موسیو دے بریسون ( M. de Bresson )
فرانسیسی سفیر متعینۂ میڈرڈ کی اس بے موقع سرگرمی کا
یہ انجام ہوا کہ معاملات نے نہایت نازک صورت اختیار کرلی۔
ایک طرف جبکہ سر ہنری بلور ( Don Eur ) شاہزادہ ہنری کے
حقوق پر زور دے رہا تھا۔ اسکا فرانسیسی ہمعصر محض ملکہ کی کتخدائی ہی پر
نہیں تلا تھا بلکہ وہ اس امر کا بھی کوشاں تھا کہ ساتھ ہی ساتھ انفینٹا الفانتا
ڈیوک مون پانسی ایر ( Duc de Montpensier ) سے منسلک
کر دی جائے۔ گیزو ( Guizot ) جسے خاندان بوربون کی اتنی فکر
نہ تھی جتنی بادشاہ کی، اس بات پر آمادہ نظر آتا تھا کہ اسے دست اندازی
کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اُس نے برطانوی حکومت سے اس امر کی
شکایت کی کہ بلور نے کوبرگ کی امیدواری کے خلاف صدائے ناراضی
نہیں بلند کی تھی۔ لارڈ ابرڈین نے جسے ائتلاف کے قیام و بقا کی
کوئی فکر نہ تھی، برطانوی سفیر کو واپس بلا لیا۔ لیکن اسی دوران میں
۱۸۴۶ء میں، وزارت خارجہ کی عنان ابرڈین کے ہاتھ سے نکل کر
لارڈ پامرسٹن کے قبضے میں آگئی۔ بلور کی واپسی ملتوی کر دی گئی۔
اور انگریزی حکومت نے ہنری کی سفارش کرتے ہوئے حکومت اسپین کو
اس بات کی آزادی دیدی کہ وہ تینوں امیدواروں میں سے کسی کو
منتخب کرلے لیکن اس دوران میں پامرسٹن نے اُس فرانسیسی جماعت
کے غیر آئینی طریق عمل کے خلاف صدائے ناراضی بلند کی، جو برسر اقتدار تھی۔
کرسٹینا اور اس کے رفقا آغوش فرانس میں پہنچ چکے تھے ورنہ پھر اس
انجام کے لیئے پامرسٹن کا یہ رویہ کافی ہوتا گیزو ( Guizot ) کو
اب کہاں تاب تھی کہ وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا۔ کوبرگ کے

امیدواری میں انگلستان کا جو غیر جانبدارانہ رویہ تھا اُسے گیزو نے معاہدے کی خلاف ورزی پر محمول کیا، اُس نے لوئی فلپ کو ترغیب دی کہ وہ اپنے سفیر کی حمایت پر آمادہ ہو جائے اور صرف یہی نہیں کہ ملکہ کی شادی فرانسس کے ساتھ کرادے بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ شہزادی کرسٹینا ( Duc de Montpensier ) کی زوجیت میں دیدی جائے۔ کرسٹینا انگریزی اثر سے اس درجہ متنفر تھی کہ اُس نے اپنی لڑکی کو قربان کر دینا گوارا کر لیا۔ ازابیلا کو مجبور کر کے یا پھسلا کر رضامند کر لیا گیا، دونوں شادیوں کا اعلان کیا گیا اور ایک وقت یہ انجام کو بھی پہنچ گئیں ؛

صفحہ ۲۶۱

**انگریزی فرانسیسی ائتلاف قلبی میں افتراق**

اس بے ہنگام واقعہ کا اثر بھی فی الفور رونما ہوا۔ دول مغرب کا وہ ائتلاف قلبی، جو شانزدہ سالہ جانفرسا سیاسی خداعیوں کا نتیجہ تھا حباب کی طرح ٹوٹ گیا۔ لوئی فلپ کی تمام حکایت و شکایت بےسود ثابت ہوئی۔ ملکہ وکٹوریہ نے اپنی بیزاری کا اظہار مایوسانہ لیکن پرتمکین لب و لہجہ سے کیا۔ گیزو ( Guizot ) بےسود اس امر کا ادعا کرتا رہا کہ اس نے جو کچھ کیا بربنائے فرض یا حق تھا۔ پامرسٹن نے علی الاعلان کہدیا کہ وہ اس ائتلاف قلبی کا تذکرہ کرنا گوارا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ امر واضح ہو چکا تھا کہ پیرس میں نہ تو "ائتلاف" کی ضرورت محسوس کیجا رہی تھی اور نہ کسی ایسی چیز کی جسے قلبی کہہ سکیں۔ خود فرانس میں اسکا اثر نہایت مہلک ہوا اور ہر چند کہ گیزو ( Guizot ) کو اس بات پر ناز تھا کہ ان شادیوں کی یورپ میں ایک خاص نوعیت تھی اور ۱۸۳۰ء کے بعد یہ پہلا کارنامہ تھا جو صرف فرانس کے دست و بازو سے تکمیل کو پہنچا لیکن آرائے عامہ کا صحیح اندازہ تی ایر ( Thiers ) کے اس بیان سے ہوتا ہے جہاں اس نے ان شادیوں کو یہ کہکر ہدف ملامت بنایا کہ اس سے خاندانی منفعت

خواہ کچھ ہی کیوں نہ حاصل ہوئی ہو، اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی جو انگلستان کی علیحدگی سے برداشت کرنا پڑا تھا[1] میٹرنخ نے انقلاب جولائی پر ایک نہایت نافرجام نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے کہا تھا کہ آرائے عامہ نے جو کچھ عطا کیا تھا وہ بفحوائے عطائے تو بہ لقائے تو اُسے واپس کردیا جاسکتا ہے[2] اس المناک تماشۂ تمسخر میں ملوکیت ارلینز کا طرز عمل کچھ ایسا مایوس کن تھا کہ اسکا انجام محض "شماتت" اور رسوائی ہوا۔ جو مناصر ترکیبی ان حالات وحادثات کے ذمہ دار تھے، ان میں جہانتک فطرت کے کرشموں کا حصہ تھا، سیاسی فریب کاریاں ان کو بالکل نظر انداز کرگئی تھیں۔ ابھی چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے اس راز کا انکشاف ہوا کہ فرانسیسی شاہزادہ اندلسی تاج کو زیب فرق کرنے سے انکار کرتا ہے۔ نوخیز ملکہ کے شوہر نے محلات شاہی کو خیرباد کہا اور اس کی جگہ پر تشکیل جنرل سیرانو منظور نظر ہوا۔ اور یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ اندلسی تخت وتاج کو ایک ایسے شہریار کی کمی نہ محسوس ہوگی جسکی رگوں میں اندلسی خون موجزن نہ ہو معاملات یہیں نہیں ختم ہوتے۔ ازابیلا نے جو فرانس سے بجا طور پر آزردہ خاطر تھی، حزب الاحرار کو برسراقتدار کردیا اور جزیرہ نما میں انگریزی اثر ایک دفعہ پھر برسرعروج تھا۔

پامرسٹن ایسا نہ تھا جو ذلت واہانت چپکے سے برداشت کرلیتا اور جو لوگ اس کی فطرت سے واقف تھے یہ پیشین گوئی کرچکے تھے کہ وہ دن دور نہیں ہے جب کہ وہ لوئی فلپ کے ساتھ وہی چال چلنے والا تھا جسے لوئی فلپ نے اس کے ساتھ روا رکھا تھا[3] اور یہ موقع اسوقت ہاتھ لگا

---

[1] (Guizot) کے جواب کے لیئے ملاحظہ ہو تذکرہ وغیرہ جلد ہشتم اولی ویر لبرل شہنشاہیت وتیمور ودانشرن جلد پنجم صفحہ ۷، ۹ اور جلد ششم۔

[2] نارمن بی از پامرسٹن ۵ اکتوبر۔ ہیلسٹر نیڈ جلد دوم صفحہ ۶۳۷۔

[3] مالسبری "ایک وزیر سابق کا تذکرہ" جلد اول صفحہ ۱۲۹۔

جب سوئٹزرلینڈ کے معاملات نہایت نازک صورت اختیار کر چکے تھے۔

**سوئٹزرلینڈ اور "مشارکت منفصلہ" (Sonderbund)**

انگلستان نے مشارکت منفصلہ کے متعلق جو رویہ اختیار کیا اس سے اُس نے ایک طرف تو ملوکیت جولائی کے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونک دی۔ دوسری طرف یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ وہ "یوروپین سسٹم جسکی بنیاد ایکس لاشاپیل ( Aix-la-Chaplle ) میں رکھی گئی تھی محض ایک بے حقیقت شئے تھی۔ مشارکت جرمن کے مانند، دول یورپ نے سوئیس آئین کا بھی تصفیہ کر کے کانگرس کے حکم آخری میں ضم کر دیا تھا۔ اس طور پر حسب منشاء عہد نامہ، جو ابتک یورپ کی بین الاقوامی نسق حکومت کی بنیاد تصور کیا جاتا تھا، انجمن سلاطین یورپ کو اس بات کا حق تھا کہ وہ اس آئین کی ہدایت کرے جسکے قیام و نفاذ کی وہ خود ضامن تھی۔ اس لیئے سوئٹزرلینڈ کی اندرونی پیچیدگیوں سے لوئی فلپ اور گیزو ( Guizot ) کو اس بات کا موقع ملگیا تھا کہ وہ فرانس کو اس علیحدگی سے نجات دلائیں جو نامسعود و مناکحات اندلسی کے ذریعے سے اُسکے لیئے پیدا کر دیگئی تھی اور اس طور پر آسٹریا اور دیگر استبدادی حکومتوں سے اتحاد کر کے اس نقصان کی تلافی کر سکیں جو انگلستان کی علیحدگی سے برداشت کرنا پڑا تھا۔

وائنا کانگرس نے، جمہوریۂ سوئیس کے اس نظام مرکزی کو جو اپنے وجود کے لیئے، انقلاب فرانس کا رہین منت تھا، اس قدیم نظام سے بدل دینا چاہا جو ایک طرح کی پرانی غیر مربوطسی متفقیت پر مشتمل تھا اور جسمیں علاً ہر اجزائے ریاست ( کینٹن ) بجائے خود خودمختار اور مطلق العنان تھا۔ اسی دوران میں وہ اشرافی اور کلیسائی حقوق جنھیں انقلاب فرانس مٹا چکا تھا از سر نو زندہ کیئے گئے۔ لیکن مشرقی یورپ کے مانند سوئٹزرلینڈ میں بھی ایک قسم کی، دہری تحریک، ملی اور جمہوری ترقی پذیر تھی اور وسط صدی میں استبدادی اور انقلابی قوتوں کی معاندانہ کشاکش

انتہائی حدود پر پہنچ گئی۔ سیاسی مسئلہ کو کھینچ تان کر مذہبی رنگ دیا گیا۔ کیتھولک ریاستوں میں جسکی امتیازی خصوصیت کسی وقت یہ تھی کہ اسکا رویہ بارگاہ روما کی طرف ہمیشہ خود مختارانہ رہا، انتہائی رجع عمل کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکی۔ اور یسوعیوں کی اُس جماعت نے جو اس رجع عمل کی ذمہ دار تھی، اپنے آپ کو اس فرقے کا سرگروہ بنا لیا جو شیدائیان مرکزیت اور لبرل جماعت کے خلاف صف آرا تھا اسی دوران میں بہت سے دوسرے کینٹنوں میں اساسی اور ملکی تغیرات ظہور پذیر ہوئے اور کیتھولک جماعت جسکے اقتدار کے مراکز اوری ( Uri ) شوئٹز ( Schwyz ) انٹروالڈن ( Unter Walden ) کے ابتدائی کینٹن تھے مجتمع ہونے لگے۔ ۱۸۴۳ء میں لیوسرن نے ( Lucerne ) اپنے آپ کو ان سات کیتھولک کینٹنوں کی ایک متحدہ لیگ کا امام بنا لیا، جنھوں نے لبرل اصلاحات کا بزور سلاح و جنگ مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب جماعت متخاصمین کے سامنے یسوعیوں کو بدر کر دینے کا متنازعہ فیہ مسئلہ تھا جس پر وہ داد شجاعت دے رہے تھے، رفتہ رفتہ ۱۸۴۵ء میں یہی کشاکش حرب و ضرب میں تبدیل ہو گئی برن، بازل اور جنیوا میں انتہائی ترقی پسندوں نے جو انقلابات برپا کیئے اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس متفقہ کا (جو "مشارکت منفصلہ" کے منتشر کر دیئے جانے اور یسوعیوں کو بدر کر دینے کی موافق تھی اور جسکا اجلاس ۱۸۴۷ء میں بمقام برن منعقد ہوا تھا) پلہ بلحاظ اکثریت بھاری ہو گیا اور اب تمام کیتھولک کینٹنوں نے یورپ سے اپیل کی کہ ان کے اُن کینٹنوی حقوق کی پامالی ہو رہی تھی جسے عہدنامۂ وائنا نے اُن کے لیئے محفوظ کر دیا تھا۔

صلح ناموں کی رو سے مداخلت کے جو اختیارات یورپ کو حاصل تھے وہ بر سر کار لائے گئے ( Guizot ) نے معاملات سوئٹزرلینڈ کو ان نقصانات کے ردعمل کے لیئے نہایت خوش آیند تصور کیا جو انگلستان کی علیحدگی سے برداشت کرنے پڑے تھے۔

صفحہ ۲۶۳

اس طور پر اُس نے آسٹریا سے نہایت قلبی تعلقات پیدا کر کے فرانس کو انجمن دول یورپ کی اس صف میں جگہ دلانی چاہی جو اُسکے شایان شان تھی۔ اس خیال سے لوئی فلپ نے نہایت شدومد کے ساتھ سوئزرلینڈ میں انتہا پسند پاپئیت اور انقلابی تحریکات کو اپنی پشت پناہی میں لے لیا اور فرانس نے دیگر دول یورپ کے ساتھ ملکر سوئیس متفقیت کی توجہ عہدنامۂ وائنا کے مطالبات کی طرف منعطف کرائی۔ میٹرنخ نے یہ تحریک پیش کی کہ اسی مضمون کی تحریریں، یورپ کی پانچ جلیل القدر حکومتوں کی طرف سے روانہ کی جائیں اور یہ دھمکی دی جائے کہ بصورت دیگر، مداخلت سلحی ناگزیر ہوگی۔ لیکن لوئی فلپ نے حزم واحتیاط سے کام لیا اور یہ رائے دی کہ جب تک خود اہالیان سوئزرلینڈ اس کے طلبگار نہ ہوں یہ تحریک بے محل تھی۔ اس لیئے مسترد کر دی گئی۔ مگر پامرسٹن کی سیاسی چالوں نے اس آخری کوشش کو جس کی بنا پر دنگ غوردہ ہستیں اپنی مجموعی قوت اور قدرت کو از سرِ نو بر سر کار لا سکتی تھی، ناکام بنا دیا۔ باعتبار عہدنامجات وہ فرانسیسیوں کی اس تجویز کو کہ مسئلۂ مداخلت پر غور و فکر کے لیئے ایک یوروپین کانفرنس مقرر کیجائے مسترد نہیں کر سکتا تھا، دوسری طرف سوئزرلینڈ میں وہ یسوعیوں کے ناقابل برداشت عہد، اور سوئیس قوم کے اس حق کو کہ وہ اپنے معاملات کا انصرام خود کر سکتے تھے "تسلیم" بھی کر چکا تھا اس لیئے اُس نے یہ جواب دیا کہ وہ فرانسیسی تجاویز پر "غور" کریگا دوسری جانب اس نے نہایت ملاطفت کے ساتھ جسکا عنصر غالب اسکی سیاسی چال تھی، سوئیس لبرل جماعت کی ہمت افزائی بھی شروع کر دی۔ ۲۰ جولائی کو مجلس متفقہ نے تین فرامین شائع کیئے جنکی رو سے ایک طرف تو (Sonderbund) مشارکت منفصلہ کا خاتمہ ہوگیا اور دوسری جانب یسوعی بیک بینی و دوگوش نکال دیئے گئے۔ یہ گویا دول یورپ کی توہین تھی لیکن فرانس پر اس کے بادشاہ کا ایسا اثر

صفحہ ۴۲۶

پڑ رہا تھا کہ وہ اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے میں پس وپیش کر رہا تھا۔ آسٹریا کی یہ حالت تھی کہ وہ فرانس کے بغیر جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی گفت و شنید کا سلسلہ، جو اس حالت کے ماتحت پیدا ہو گیا تھا، انھیں مراحل سے گزر رہا تھا کہ مجلس متفقہ نے ۴ نومبر کو منحرف اور متمرد کینٹنوں کے خلاف "عمل درآمد" کا حکم نافذ کر دیا۔ انھوں نے عہد نامۂ وائنا کے ماتحت، حکومتوں سے مرافعہ کیا۔ اب گیزو (Guizot) کو موقع ہاتھ آگیا۔ اس نے باضابطہ یہ تجویز پیش کی کہ اس تمام قضیے کے تصفیہ کے لئے ایک یوروپین کانفرنس منعقد کی جائے لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ پامرسٹن کا موقعہ بھی آگیا تھا، اس نے سوئزرلینڈ کی مختلف جماعتوں کی قوت کا نہایت صحت کے ساتھ اندازہ لگایا اور محسوس کیا کہ بیرونی مداخلت کے علاوہ خود لبرل اصلاحات کے تصرف سے فوری فتح حاصل ہو سکتی ہے، اس نے فرانسیسی مراسلے کو بغیر کسی جواب کے دس یوم تک معرض تعویق میں رکھا اور ۱۶ نومبر کو کچھ ایسے جوابی تجاویز پیش کیئے کہ گفت و شنید کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ دوسری طرف انگریزی وزیر متعینہ برن کے توسل سے، اس نے سوئیس گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ اس قضیئے کا فیصلہ جلد سے جلد کر دیا جائے۔ لیکن اس دوران میں آسٹریا، فرانس کی تجاویز کو منظور کر چکا تھا۔ ادھر فریڈرک ولیم اپنے محبوب جاگیر نیوشاٹل (Neuchatel) میں انتہائی ترقی پسند کی کامیابی سے چیں بجبیں ہو رہا تھا، اس نے فوراً اپنی رضامندی دیدی۔ آخرکار ۲۶ اکتوبر کو پامرسٹن نے خود مجوزہ مشترکہ مراسلے سے، انگلستان کی وابستگی کا اعلان کر دیا لیکن دو روز قبل لیوسرن مفتوح ہو چکا تھا اور ۳۰ کو جس وقت برن میں یہ مراسلہ پہنچا ہے مشارکت منفصلہ کا قصہ ماضی ہو گیا اور کیتھولک جماعت بالکل ٹوٹ گئی [1]

[1] حیات پامرسٹن از ایشلی کاغذات پارلیمنٹ ۴۸-۱۸۴۷ء جلد ۶۵ صفحہ ۳۵ وغیرہ۔

لبرلزم کی فتح نے کانفرنس کے کام کو پیش از وقت انجام کو پہنچا دیا تھا اور گیزو ( Guizot ) کی جانگسل سیاسی فدائی نے مجالسۂ یورپ کی بے بود ہستی کا راز تمام دنیا پر آشکار کر دیا اور لبرل ملوکیت کو اصول فروشی کا متہم قرار دیکر ملعون خلائق بھی بنایا۔

صفحہ ۲۶۵

ملوکیت جولائی کی بنیاد کو متزلزل کر دینے کے لیئے نہ تو اندلسی مناکحات میں ایسے کسی ہنگامۂ وحشت کی ضرورت تھی اور نہ گیزو کی اس ہوسناک پالیسی کی جو اس کے الہام باطنی پر دال تھی۔ ۱۸۴۳ء میں لامارٹین کی زبان سے بلاغت یہ فقرہ نکلا تھا کہ "فرانس افسردہ ہے" لیکن اس سے زیادہ نا فرجام یہ کلمہ تھا "فرانس تنگ آچکا ہے" ریلوے کی ترقی سے فرانس کا نظام معاشری وسعت پذیر بھی ہو رہا تھا اور تغیر پذیر بھی اور اس ترقی اور بالیدگی کا سدباب کرنے کے لیئے حکومت مقاومت ( Resistance Govt ) نے کچھ نہ کیا۔ مطالبات حاضرہ سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے۔ ملوکیت انقلابی کا ہفت سالہ کارنامۂ عمل صرف بلدی اور اضلاعی کونسلوں، جیل خانوں اور ابتدائی تعلیم کی اصلاحات پر مشتمل تھا، اور موجودہ حلقہ جات انتخابی د بر لیمانی اکثریت کا اندازہ کرتے ہوئے اس سے زیادہ کسی چیز کی توقع بھی نہیں کی جاتی تھی۔ ایوانوں میں "بائیں جانب کا سیاسی گروہ" ایسا تھا جو ملوکیت سے ادعاے وابستگی کرتے ہوئے اصلاحات کا طالب تھا اور صرف لیدریو رولین ( Lederu Rollin ) ہی ایک ایسا رکن تھا جو ترقی پذیر اشتراکیت کا علمبردار اور عالمگیر حق انتخاب کا حامی تھا، بادشاہ نے جو اس اکثریت پر بھولا ہوا تھا جسے بالکل مکانیکی کہنا چاہیئے کسی ایسے مشورے یا صلاح کو گوشگزار کرنا پسند نہ کیا جس سے تغیر یا تبدل کی بو آتی ہو، اور جب مصلحین نے یہ دیکھا کہ اندرونی مجلس میں اس قسم کی توقعات یوماً فیوماً فریب انگیز ہوتی جاتی ہیں تو پھر انھوں نے اس کے باہر آرائے عامہ کو متوجہ کرنے کا عزم کر لیا۔ اب اس حیرت انگیز راز کا انکشاف ہوا کہ

**فرانس میں اصلاحات کے لیے جدوجہد ۱۸۴۷ء**

بادی النظر میں ملوکیت آرلینی کا قصر جتنا استوار و مستحکم نظر آتا تھا درحقیقت اتنا ہی بے بود اور حقیر تھا، جس کی بنیاد کھوکھلی ہو چکی تھی اور جس کو غیظ عامہ کا پہلا ہی جھونکا بالکل فنا کر دیتا۔ وہ "ضیافت ہائے اصلاحی" جن کی بنیاد فروری ۱۸۴۷ء میں "بائیں جانب کے گروہ" کے ہاتھوں سے پڑی تھی، ابتداءً اس انقلابی تحریک کا باعث ہوئیں جو ۱۸۴۸ء میں عروج کمال پر پہنچ گئی، یہ شورش ان تجارتی طبقۂ متوسطین کے مساعی کی رہین منت تھی جو اگرچہ حکومت سے آزردہ تھے تاہم تخت شاہی کے لیئے نقد جاں نثار کرنے کے لیئے تیار تھے۔ لیکن اشتراکیت وجمہوریت کی صدائیں جلد بلند ہوئیں اور کبھی "اظہار وفاداری" میں جو جام ہائے صحت نوش کیئے جاتے تھے اب انکے بجائے "مزدوری پیشہ طبقے کی بہبود و بہتری" کے لیئے جام پر جام خالی کیئے جانے لگے۔ بادشاہ کی ضد کا یہ عالم تھا کہ وہ زمانے کے تیور کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ ۲۸ ستمبر ۱۸۴۷ء کو اس نے تخت شاہی سے جو تقریر کی، اس میں اس نے اس "شورش" پر انتہائی نفرین کی جو "کورانہ اور معاندانہ جذبات کو برانگیختہ کر رہی تھی"

صفحہ ۲۶۶

**بادشاہ کا اصلاحات کی مخالفت کرنا**

اس نے اس تمام طوفان شور و فساد کو فرو کرنیکے لیئے ایک ذرہ برابر بھی مراعات روا نہیں رکھے۔ اور ۱۸ فروری ۱۸۴۸ء کو ایوانوں نے نہایت عقیدت مندی کے ساتھ اس نامنظوری پر آمنّا و صدقنا کی مہر ثبت کردی ایوانوں کے اس رویّے نے حکومت کو مصلحین کے خلاف استبدادی کارروائیاں اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۲۲ فروری کو پیرس میں "ضیافت اصلاحی" کا اعلان کیا گیا۔ حکومت نے اُسے روک دیا۔ جماعت مخالفین کے نائبین نے اس پر صدائے ناراضی بلند کی اور انھوں نے طلبا اور محافظین ملکی کا ایک دستہ ترتیب دیکر

مہمانوں کو ایوان ضیافت تک مشایعت کرنے کے لیئے مامور کر دیا۔
۲۱ر فروری کو حکومت نے ایک اعلان شائع کیا جس کی رو سے
جلسہ اور جلوس کی ممانعت کر دی۔ نائبین نے تو سر تسلیم خم کر دیا مگر
اظہار ناراضی کے ساتھ! لیکن اعیان جمہوریت کی ایک مختصر جماعت نے
جنکا مستقر "جریدۂ اصلاح" کا دفتر تھا یہ فیصلہ کیا کہ ہر قسم کے مظاہرے
سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ حکومت کو یہ حیلہ نہ ملے کہ وہ ان کو بالکل
پامال کر دے۔

**ظہور انقلاب**

لیکن ہر قسم کی افواہوں کو سُن سُن کر عامۃ الناس پر
ایسا جذبہ طاری ہوا کہ وہ بغیر کسی امیر عسکر کے
مقام متعینہ پر مجتمع ہو گئے۔ پولس سے کچھ جھڑپ ہوئی جو ترقی کر کے
ایک ہنگامے کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ محافظین ملی طلب کیئے گئے۔
لیکن یہ بھی گورنمنٹ سے برگشتہ نظر آئے اور "پائندہ باد اصلاح"
و "منفور باد گیزو" کے نعروں کے ساتھ گشت لگانے لگے۔ معاملات کی
یہ نازک صورت دیکھکر بادشاہ سراسیمہ ہوا اُس نے نامقبول وزیر کو
معزول کر دیا اور قلمدان وزارت مولے ( Mole ) کے سپرد کیا گیا۔
عوام نے اپنی کامیابی اور کامرانی پر چراغاں کیا اور (بارگاہ حکومت میں)
بظاہر "بلائے بخیر گذشت" کا یقین آنے لگا۔ لیکن پرستاران جمہوریت
نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ایسے موقع کو یونہی گزر جانے دیں۔ ۲۳ر کی شام کو
عوام کے ایک مجمع نے مشرقی پیرس سے خروج کیا اور
ایوان وزارت خارجہ پر جہاں گیزو مقیم تھا حملہ آور ہوا۔ محافظین کے ایک
دستے نے باڑھ ماری جس سے کئی جانیں تلف ہو گئیں۔ اب علمبرداران جمہوریت
کو موقع ہاتھ آیا۔ اُنھوں نے اُن لوگوں کی نعشوں کو جو قتل ہوئے تھے
ایک گاڑی پر بار کیا اور پیرس کے گلی کوچوں میں اُنکو گشت کرایا۔
اور اس بات کا نہایت بلند آہنگی سے اعلان کرتے گئے کہ
حکومت لوگوں کو فریب دینا چاہتی ہے اور محض وقت کی منتظر ہے کہ

صفحہ ۲۶۱

سپاہیوں کو طلب کر کے انکا قلع قمع کر دے ۲۴ فروری کو نعرہ ہائے
"زندہ باد جمہوریت" فرانس نے صدائے "اصلاح" کو پورے طور پر
ضم کر لیا اور انقلاب نے ایک جدید پہلو اختیار کیا - لیکن اب
اس سیلاب کے سدباب کرنے میں استبداد اور مراعات دونوں
ہیچ تھے - وہ خستہ اور مایوس الحال فوج جو جنرل بیوژود (General Bugeaud)
کی سرکردگی میں تھی، عوام کے سامنے کب ٹھیر سکتی تھی اوڈیلون بارو

پرستاران جمہوریت اور عقیدتمندان اشتراکیت کی رہبری

(Odillon Barrot) بمعیت تی ایر جس نے مولے
(Mole) کے بجائے عنان وزارت ہاتھ میں
لی تھی، گورنمنٹ کے ان مراعات اور احسانات کو
کہ آتشباری اور ایوان برخاست کیئے جائیں اور
مقبول انام لاموری سی ایر (Lamoriciere) محافظین ملی کا
سرگروہ مقرر کیا جائے شائع کرتی رہی انقلاب کا دورنگا میلان
اب رونما ہو چکا تھا اور پیرس کا مشرقی حصہ ان بلوائیوں کے
قبضے میں تھا جو "پائندہ باد جمہوریۂ اشتراکیہ" کے نعرے لگا رہے تھے،
قصر سلطانی پر حملہ آور ہونیکے بعد عوام نے قصر ٹوئیلری (Tuileries)
کا رخ کیا لیکن عسکریوں کے سدراہ ہونے سے انکی مساعی نامشکور رہیں
اور بادشاہ نے اپنی مقصد براری کے لیئے ان شہری محافظین کے
قلوب کو مسخر کرنے کے لیئے جو کاروزیل Place du Carrousel کے چوک پر
متعین تھے ایک آخری کوشش کی، بادشاہ کا دریچہ سلطانی پر نمودار ہونا تھا کہ
عوام نے "پائندہ باد اصلاح" کا نعرہ سر کیا بادشاہ نارو مایوس ہو کر
ایوان شاہی کو لوٹ گیا اور اپنے پوتے کاؤنٹ پیرس (Comte de Paris)
کو تاج و نگین حوالے کر کے خود کنارہ کش ہو گیا اور اپنے متعلقین کو ہمراہ لیکر

لوئی فلپ کا تاج و نگین سے دست بردار ہونا ۲۱ فروری ۱۸۴۸ء

قصر ٹوئیلری سے رخصت ہوا - ڈچز اورلینز اپنے
صغیر سن بچے کو لیکر ایوانوں میں پناہ گزین ہوئی - نمایندگان ملت
نے بادشاہ کی دست برداری منظور اور کاؤنٹ پیرس کو

شہریار تسلیم کر لیا۔ لیکن اُن لوگوں کو کبھی کیسی ہی طاقت کیوں نہ نصیب رہی ہو اُسوقت تو ان کے تمام اختیارات کی عنان عوام اور پیسے پیسے کے اخبارات کے ہاتھوں میں تھی۔ ایوانوں کا اجلاس ملتوی ہوا لیکن ابھی یہ لوگ منتشر بھی نہیں ہوئے تھے کہ مغلوب الغضب عوام نے تاخت کی اور "شاہی کا ستیاناس"، شاہی کا ستیاناس کا نعرہ بلند کیا۔ جمہوریت پسند ہمیں نے ایک ہنگامی گورنمنٹ کی تجویز پیش کی۔ جریدۂ "قوم پرست" نے جو فہرست بنا رکھی تھی اُس کا خیر مقدم عوام نے انتہائی جوش مسرت کے ساتھ کیا اور جہاں تک حکومت کے مرکز کا سوال تھا، انقلاب بہمہ وجوہ مکمل نظر آیا لیکن اسی دوران میں ایوان بلدیہ میں ایک رقیب حکومت قائم ہو رہی تھی۔ جہاں خفیہ انقلابی جماعتوں کے اعیان واکابر جو یک بیک بام رفعت پر نظر آنے لگے تھے، اور غالی مصلحین نے اپنا سکہ جما رکھا تھا۔ "قوم پرست" نے جس فہرست کو شائع کیا تھا، اس میں انکے نام کا اضافہ اس حیثیت سے کیا گیا کہ یہ جماعت اشتراکیین اور (Commonints) اجتماعیین سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان دونوں ہنگامی حکومتوں میں انفصال ہو گیا اب طاقت، حکومت کا مرکز

**حکومت ہنگامی واقعہ ایوان بلدی**

قصر بوربون (Palais Burbon) سے ایوان بلدی منتقل ہو گیا۔ اور مناصب حکومت میں ان غلو پسند جمہوریین کو بھی جگہ دی گئی جنکا نام جریدۂ "اصلاح" میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ جمہوریت کا اعلان انتہائی احترام و استقلال کے ساتھ کیا گیا اور قومی جمعیت کے لیئے جسکا انتخاب آراء عامہ پر ہوتا، ۵ مارچ کا وعدہ کیا گیا۔ دیگر اقطاع نے حسب معمول پیرس کے کارناموں کو بغیر کسی چون و چرا کے تسلیم کر لیا۔

لیکن جب متوسطین نے جو واقعات کی سرعت رفتار سے بالکل مبہوت ہو چکے تھے، آخر میں آنکھیں کھولیں تو معلوم ہوا کہ جس واقعہ یا سلسلے کا اب سامنا تھا وہ اُن کے لیئے کسی طرح خوش آیند نہ تھا۔

(۲۶۸)

لبرل جماعت کسی چیز سے اتنی خائف نہ تھی جتنی جمہوریت سے جسکے عالم وجود میں لانیکے وہ خود ذمہ دار تھے۔ پرستاران جمہوریت کا بیشتر حصہ جس چیز سے بے حد ہراساں تھا وہ اشتراکیت تھی۔ حالانکہ وہ عالمگیر حق انتخاب نافذ کرکے خود اس کے موجب بنے تھے۔ خود حکومت پارلیمنٹی جمہوریت پرست، جنکے سرگروہ لامارٹین اور شرکاء ارا گو کریمیو (Cremieue) ، ماری (Garnier Pages) اور گارنی ایرپاریس تھے ان اشتراکی جمہوریت پرستوں کے خلاف تھے جن کے وابستگان دامن میں فلوکون (Flocon) ماراست (Marrast) لوئی بلانک اور البرٹ کا شمار ہوتا تھا۔ اب گویا ایک خالص سیاسی اصول اس اصول کا حریف تھا جو کسی معاشرتی انقلاب کا سنگ اساسی ہوتا۔ بالفاظ دیگر سرخ رنگ والے علم کے مقابلے میں تین رنگ والا علم صف آرا تھا کچھ دیر کے لیئے تو موخر الذکر کا ستارۂ اقبال عروج پر نظر آنے لگا پارلمنٹی جمہوریت پسندوں کو گرانقدر اور وقیع ناموں پر ناز تھا اور اکثر وزارتوں میں اُنکی تعداد کافی تھی لیکن زیادہ اہم انتظامی عہدے خصوصاً وزارت داخلی کا منصب اور پولس کا ادارۂ وزارت اشتراکیوں کے ہاتھ میں تھا اور ایک قوی ترین ثبوت کی حیثیت سے اُنکی پشت پناہی کے لیئے پیرس کا وہ جم غفیر تھا جو سر سے پانوں تک مسلح تھا۔ لیکن صورت حال جلد بے نقاب نظر آئی، لوئی بلانک کی اور عامتہ الناس کے بزور شت پیش کردہ شرائط کی بنا پر گورنمنٹ نے (۲۶۹)

**قومی کارخانوں کا انعقاد و قیام**

اصولی لاحق محنت" کا اعلان کیا اور دوسرے ہی دن اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ "قومی کارخانے" قائم کردیئے جائیں یہ محض لامارٹین کی حاضر طبعی تھی، جس نے متلون المزاج عوام سے ہم آمیز ہوکر علم سہ رنگ کو اجتماعیین کے علم سرخ سے تبدیل ہوجانے سے محفوظ رکھا۔ ۲۸ فروری کو عوام نے ایک دوسرا ہنگامہ برپا کیا جسکا مقصد یہ تھا کہ مزدوروں کی لیگ (مرتب جماعت)

بنائی جائے اور "وزارت ترقی" قائم ہو۔ اور عوام کے جذبۂ غضب کو فرو کرنے کے لیئے قصر لکسمبرگ میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا جسکا سرگروہ لوئی بلانک قرار پایا۔ کمیشن کے فرائض اولین میں سے یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو "عمال و عاملین کی قسمت کے ساتھ وابستہ کر دے"۔ لیکن اب موجب پلٹا کھانے لگی تھیں۔ طبقۂ متوسطین اب اس حقیقت کو محسوس کرنے لگا تھا کہ حکومت میں اشتراکیوں کا عنصر انحطاط پذیر تھا۔ اور ان کے (طبقۂ متوسطین کے) ہاتھوں میں بھی بے نیام تلواریں تھیں۔ تجارت پیشہ طبقۂ متوسطین کا دستۂ ملی اور تنخواہ دار دستۂ (گارڈ موبیل) دونوں اس دستے کے خلاف ہو گئے جو غربا کے طبقے پر مشتمل تھا۔ اشتراکیوں کے ایک مجمع نے گورنمنٹ کو انتخابات کی تاریخ بجائے ۵ مارچ کے یکم اپریل مقرر کرنے پر مجبور کیا" تاکہ اشتراکیوں کو اس بات کی مہلت ملجائے کہ وہ انتخاب کنندگان اپنی صف میں لاسکیں"۔ حکومت پر اسکا ایسا دباؤ پڑا کہ اسے گردن خم کرتے ہی بن پڑی۔ لیکن جب ۱۶ اپریل کو ایک دوسرے جم غفیر نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ایک شخص دوسرے شخص پر دندان آز تیز نہ کرے اور نظام کارکردگی مرتب کیا جائے اسوقت لڈرو رولین نے جو تسلط پسند جماعت کا جانبدار بن چکا تھا، طبل جنگ پر چوب پڑنے کا حکم نافذ کر دیا اور تجارت پیشہ طبقۂ متوسطین کے دستے نے "اختیاعیین را بزنید" کا نعرہ لگا کر مجمع کو پسپا کر دیا۔ یہ رجعت قہقری کی ابتدا تھی۔

قصر لکسمبرگ میں اشتراکیین کا ایک کمیشن

قومی جمعیت میں اعتدال پسندوں کی اکثریت

قومی جمعیت کے لیئے جو انتخابات عمل میں آئے تھے انکا نتیجہ دیکھکر ایک دنیا انگشت بدنداں تھی جو "بخیال خلیش" مستقبل میں، عالمگیر حق انتخاب کی آزمائش و انجام کا انتہائی خوف یا رجا کے ساتھ نظارہ کر رہی تھی اور باوجود اسکے کہ منتخب کنندگان کے مسلک سیاسی کو منقلب کرنے کا وقت دیا جا چکا تھا" مجلس جدید میں اشتراکیوں کی اقلیت نہایت حقیر تھی۔ ایوان میں معتدل جمہوریت پسندوں کی کثرت تھی لیکن ایک کثیر جماعت ردعمل کی متمنی تھی حالانکہ ابھی یہ امر

(۲۷۰)

یقین نہیں ہو سکتا تھا کہ آخر اسکا عمل درآمد کس طور پر ہوگا۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے جسکی تجربہ کار نگاہیں فرانس کے اُن واقعات اور سانحات کا نظارہ کررہی تھیں، اس امر کا اظہار کر دیا کہ اب وہ ساعتیں آ گئی تھیں جبکہ ایک نپولین کی ضرورت تھی بشرطیکہ کوئی نپولین مل سکے۔[۱]

لیکن بعض انتخاب کے پاس افزا نتائج سے اشتراکیوں کے تیور نہ بدلے ابتک تو گویا انقلاب نے انکے لیئے دو چیزیں مہیا کی تھیں، ایک لکسمبرگ کی کمیٹی اور دوسرے کارخانجات ملی۔ وہ اس بات کا عزم کر چکے تھے کہ باوجود اسکے کہ عامتہ الناس خود اپنے زیان و مضرت کے درپے ہو رہے تھے، وہ انھیں دونوں کے تصرف سے انکے لیئے نجات و مخلصی حاصل کرسکیں گے۔ ۱۵ رمئی کو عوام نے جمعیت ترقی کا شیرازہ منتشر اور ایک ہنگامی حکومت کے اعلان کرنے کا ارادہ کیا لیکن محافظین ملی نے انکی کوششوں کو بار آور نہ ہونے دیا۔ اب جون کے لیئے ایک اور تشویشناک انقلاب کی تیاریاں ظاہر ہونے لگیں، جسے لکسمبرگ کمیٹی ترتیب دینے والی تھی اور جس کی انجام پذیری ملی کارخانوں اور انقلابی جماعتوں کے ہاتھ میں تھی۔

اوّل الذکر جماعت ان بے شمار بدنصیب مزدوروں یا پیشہ وروں پر مشتمل تھی جو بے کار اور بے خانماں ہو کر اکناف پیرس سے آکر مجتمع ہوگئے تھے۔ مارچ اور مئی کے درمیان انکی تعداد ترقی کرتے کرتے چھ سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ ایسے جم غفیر کے لیئے کسی ایسے کام کا بھی ملنا محالات میں سے تھا جسکی کوئی اجرت نہ ہوتی۔ دو فرانک یومیہ کے حساب سے میدان مریخ ( Champ de Mars ) پر کھودنے اور پر کرنے کے بے سود شغل نے یہ حقیقت آشکار کر دی کہ اب کسی قسم کے کام پیدا کرنیکا بھی امکان باقی نہیں رہا ہے۔ اب کیا تھا، دیکھتے دیکھتے ایک لاکھ غیر مطمئن اور مسلح آدمیوں کی

---

[۱] فرانس کو ایک نپولین کی ضرورت ہے"! مجھے وہ ابتک نظر نہیں آتا وہ کہاں ہے؟ مارٹنس جلد دوازدہم صفحہ ۲۴۸۔

**ملی کارخانوں کا بند کیا جانا اور جون ۲۳ اور ۲۶ کا ہنگامۂ بغاوت**

ایک ایسی فوج تیار ہو گئی، جنکی بسر اوقات انتہائی سراسیمگی کے ساتھ ایک فرانک گورنمنٹ پنشن پر ہوتی تھی اور کبھی شورش پسند کی جنبش ابرو پر، جو انکے شکایات کا تصفیہ بن جانے کے لئے تیار رہتا، سرفروشی کے لئے تیار تھی گورنمنٹ کو اس خطرے کا پورے طور پر احساس تھا اور جون میں جمعیت نے جرأت سے کام لیکر صوبوں کے مزدوروں کو پیرس سے رخصت ہو جانے اور ملی کارخانوں کے بند کر دینے کا حکم نافذ کیا۔ مزدوروں نے اسکا جواب پیرس کے مشرقی حصے کی سدبندی سے دیا۔ اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ جمعیت کالعدم کی جائے اور کارخانے کھولدیئے جائیں۔ لیکن جمعیت کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی اور جنرل کاوے نیاک ( Cavaignac ) کو اس کشاکش سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مطلق العنان بنا دیا گیا۔ اسکا انجام ایک خونریز خانہ جنگی تھی اور ۲۳ سے ۲۶ جون تک، مسلسل تین یوم، پیرس کی گلیاں اس خونیں منظر کی شہادت دیتی رہیں۔ انجام کار میدان دارالسلطنت کی باقاعدہ افواج اور محافظین ملی کے ہاتھ رہا۔ اشتراکی کچل دیئے گئے اور تھوڑے عرصے کے لئے تمام اعتدال پسند جماعتیں اس عمومی علم جمہوریت کے سائے میں مجتمع ہو گئیں جسکے ساتھ نظم و تسلط کا مفہوم وابستہ ہو گیا تھا۔ اور مجلس دستور ( Constitnent Assembly ) نے جس پر اب اشتراکی علم کا کابوس مستولی نہ تھا، ایک نئے آئین کی ترتیب اور تنظیم کے لئے مخلصانہ جدوجہد شروع کردی۔ ۴ نومبر ۱۸۴۸ء کو یہ آئین شائع ہوا۔ اسکی بنیاد

**۱۸۴۸ء کا آئین۔ عالمگیر حق انتخاب کا اصول**

عامۃ الناس کے "مختار کل" ہونے کے اصول پر رکھی گئی اور اسکا اعلان بھی کیا گیا۔ اسکا سب سے زیادہ بارآور نتیجہ جو اس اصول میں مضمر تھا، یہ تھا کہ ایک آزاد دستور کے لئے اقتدار و اختیارات کی تقسیم لازمی تھی۔ واضعان قانون کے مقابلے میں جنکا انتخاب چار سال کے لئے عالمگیر حق انتخاب کی رو سے عمل میں آتا صدر جمہوریہ تھا۔ موخر الذکر کا انتخاب بھی عالمگیر حق انتخاب کے اصول پر

ہم سال کے لیئے ہوتا۔ اب یہ توقع کیجا نے لگی تھی کہ اس طور پر اندرون حکومت میزان طاقت ہموار رکھی جا سکیگی۔ لیکن یہ حقیقت بالکل نظر انداز کر دی گئی تھی کہ وہ نظام جو امریکہ میں نہایت کامیابی کے ساتھ عمل پذیر رہ چکا تھا، ممکن ہے فرانس کے لیئے موزوں نہ ہو، جو ہمیشہ مرکزیت کا حامی اور سطوت شخصی کی روایات کا علمبردار رہا تھا۔ قوم کا منتخب کردہ پریسیڈنٹ افواج و صیغۂ دفتریت و مجلس واضعان قانون کا افسر اعلیٰ ہوتا اس لیئے اسکا مہتم بالشان اثر و اقتدار، خواہ صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہوتی ایک مسلمہ حقیقت تھی۔ اس لیئے اگر وہ اپنی شاندار حیثیت میں کچھ اور اضافہ کرنیکا ارادہ کرتا تو پھر اُس کے راستے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی تھی لیکن

شاہزادہ لوئی نپولین

موخر الذکر خطرہ نظر انداز نہیں کیا گیا تھا اور یہ حالت اُسوقت پیش آئی جب شاہ ہالینڈ کے لڑکے لوئی نپولین کو جمعیت پانچ حلقہ جات نے جمعیت کی رکنیت کے لیئے منتخب کیا۔ یہ تحریک کہ سابق حکمران خاندان کے اراکین امیدوار نہ بن سکیں مسترد کر دی گئی، اب سطوت و جبروت کی شاہراہ اس عجیب ہستی کے لیئے کشادہ ہوگئی جسکا کیرکٹر ایک چیستاں تھا اور جو اپنے طویل ایام جلاوطنی کے تاریک و گمنام لمحات میں بھی اس عقیدۂ راسخ سے منحرف نہ ہوسکی تھی کہ کسی نہ کسی دن قسمت اسے اورنگ فرانس پر متمکن کردے گی آخر کار وہ "واہمۂ نپولینی"، جسکا گہوارہ ہام کے قیدی کا ثمر آفریں دماغ رہ چکا تھا عالم حقیقت میں ظہور پذیر ہونے کے لیئے آمادہ نظر آنے لگا نپولین انقلاب فرانس کا گویا اوتار تھا لیکن وہ انقلاب جواب معتدل اور متمدن ہو چکا تھا۔ اس طور پر اسکا بھتیجا اس نام و نمود کا علمبردار ہوکر دنیائے فرانس میں جلوہ آرا ہوتا ہے جو "عافیت و تسلط کا طرۂ امتیاز تھا" اثنائے تقریر میں

نپولین پریسیڈنٹ منتخب ہوتا ہے

اُس نے کہا "میں اپنے انتخاب کو اس بنا پر منظور کرتا ہوں کہ تین مسلسل انتخابات، اور میرے متعلقین کی جاں بخشی کے لیئے مجلس ملی کا جو متحد اور ہم آہنگ فرمان نافذ ہوا ہے،

صفحہ ۲۷۲

مجھے اس عقیدے پر راسخ کر دیتی ہے کہ میں جس مورث اعلیٰ کا نام لیوا ہوں، فرانس اُس نقش کو اسکا اہل سمجھتا ہے کہ وہ اس سوسائٹی کے شیرازوں کو مجتمع کر دے گا جسکی بنیاد متزلزل اور جسکا قصر منہدم ہو چکا ہے۔[1]

فرانس نے جو ابتک عفریت سرخ کا خواب پریشاں دیکھ رہا تھا "آمنا وصدقنا" سے اسکی پذیرائی کی۔ دسمبر ۱۸۴۸ء میں صدر جمہوریہ کے لیئے انتخابات عمل میں آئے اور جب نتیجہ کا اعلان کیا گیا تو معلوم ہوا کہ لوئی نپولین کے لیئے ۵۴،۰۰،۰۰۰ چوّن لاکھ، کاوے ناک (Cavaignac) کے لیئے چودہ لاکھ اور تقریباً تین لاکھ ۷۰ ہزار لدرو رولین کے لیئے ووٹ دیئے گئے تھے؛

---

[1] بلانشارد جیرولڈ "حیات نپولین سوم" جلد دوم صفحہ ۲۷۔
نپولین سوم کی کتاب "واہمہ نپولین" (L' Idee Napoleonienne) بھی دیکھنی چاہیئے

# باب دوازدہم

## طغیان یورپ

لوئی نپولین کی طرف یورپ کا رویّہ۔ بیرون فرانس انقلاب فروری کا اثر۔ انقلابی تحریکات کا رقبہ۔ آسٹریا۔ ہنگری میں انقلاب پیرس کا اثر۔ زوال میٹرنخ۔ اسکا اثر ہنگری میں۔ قوانین مارچ۔ بوہیمیا میں انقلاب۔ آسٹروی حکومت کی کمزوری۔ اٹلی کی حالت۔ انقلاب وائنا کے اثرات راڈٹسکی (Radetzky) میلان سے نکالا جانا۔ پیڈمنٹ (Piedmont) کا اعلان جنگ کرنا۔ وینس میں انقلاب۔ دوسری اطالوی مملکتوں کا رویّہ۔ جرمنی میں انقلاب کا وقوع پذیر ہونا۔ ایک قومی پارلیمنٹ کا مطالبہ۔ حکمرانوں کا رویّہ۔ زوال میٹرنخ کے اثرات۔ انقلاب برلن۔ فریڈرک ولیم اور تحریکات ملی۔ فرانکفورٹ میں جرمن پارلیمنٹ۔ آسٹریا کی صورت حال۔ محاربۂ اٹلی۔ پوپ کا خطبہ۔ متحدہ شمالی اٹلی کے لیئے جدوجہد۔ اسکے اثرات دول یورپ پر۔ جنگ کسٹوزا (Castozza)۔ وائنا میں عمومیت۔ عموم آسٹریا اور جرمن پارلیمنٹ۔ آسٹروی دستور حکومت۔ وائنا میں ہنگامے۔ شاہنشاہ کا مفرور ہونا۔ صوبہ جات سے درخواست استعانت ؛

---

(۲۷۳) ایک بونا پارٹ کا فرانس کا شہر یار مطلق ہونا، اتحادیوں کے تاریک ترین خطروں کی تعبیر تھی۔ لوئی نپولین کا آئینی اقرار حکلم اور انکار نپولینی، کی یہ تعبیر کہ صرف یہی اصول عافیت کا ضامن اور صنعت وحرفت کا مدد ومعاون ہو سکتا تھا، ایسے حقائق نہ تھے کہ اتحادیوں کو اصلی واقعات کی حقیقت اور ماہیت سے ناآشنا رکھ سکتے۔

**لوئی نپولین کی جانب اتحادیوں کا رویّہ**

صدارت جمہوری کے نازک پردے کے اندر وہ سلطنت جمہوری کا پیکر بے نقاب دیکھ رہے تھے اور اس حقیقت کے تسلیم کر لینے میں حق بجانب تھے کہ

اگر حالات اور واقعات مساعد ہوئے تو سلطنت کا دور ثانی، دور اول کے نقش قدم کا اتباع کرے گا۔ لیکن دول یورپ کی حالت یہ نہ تھی کہ وہ اس آنے والے خطرے سے متاثر ہو جاتے جسکے خلاف مدبروں کی جانسوز کوششیں تیس سال تک کارفرما رہیں۔ پھر یہ کیسے توقع کیجا سکتی تھی کہ وہ ان عہدناموں کے شرائط اور پابندیوں کو بر سر کار لا سکیں گی جو دیکھتے دیکھتے ایک وجود معطل ہو کر رہ گئی تھیں۔ کیونکہ فی الحقیقت فرانس کی کشمکش یورپ کے عام انقلاب میں محض ایک حقیر افسانہ کی حیثیت رکھتی تھی اور یہ ایک عجیب ستم ظریفی تھی کہ (۳۷۴) خود استبدادی حکومتیں بھی جمہوریہ فرانس کے فیصلے پر اپنی گردنیں خم کر چکی تھیں، اور نپولین کی ذات کو سوسائٹی کا محافظ تسلیم کرنے لگی تھیں اسوقت جبکہ ہر روز تاج خسروی نذر مزید ہوتا تھا کوئی کارفرما حکومت جو ہیئت اجتماعی کے قیام و بقا کی ضامن ہوتی اور جسکے خلاف جدید اور ہولناک قوتیں رونما ہوتیں کسی حد تک تکریم و احترام کی اہل خیال کیجاتی تھی اور از روئے "حق خداداد" جسوقت سلاطین کا سر بر خسروی پر تسلط ہوتا اُس وقت اس "نو دولت" کے حقوق کے متعلق تحقیر و تعریض کے کلمات زبان پر لانیکا کافی موقع ملتا جو ایک ایسے خاندان کی روایات کو زندہ کرنا چاہتا تھا جسکے خلاف یورپ کا فتوائے لعنت صادر ہو چکا تھا۔

دراصل پیرس کا "انقلاب فروری" اس ہیجان سیاسی کا موجب نہ تھا جس نے ارض یورپ کو آئرلینڈ سے لیکر سواحل ڈینیوب تک متزلزل کر دیا تھا۔ اس سے کہیں پیشتر لبرلزم کو سوئزرلینڈ میں فتح حاصل ہو چکی تھی، نیپلس اور پالرمو میں انقلابات رونما ہو چکے تھے اور پیڈمنٹ میں ایک دستور حکومت کا اعلان بھی ہو چکا تھا، لیکن نظام ہائے یورپ کے عین مرکز میں اُسکے شعلے منارہ ہائے بحری کی تابناک شعاعوں کے مانند رقص کر رہے تھے اور زبان حال سے انقلابی شراروں کو یک ساعت ہر گوشے سے جست و خیز کرنے کی تلقین کر رہے تھے ورنہ ممکن تھا کہ وہ تحریک جسکی عرصے سے پخت و پز ہو رہی تھی اسکے بغیر صرف غیر مرتب اور

تسخیر پذیر رہ جاتے۔ اس سیاسی طغیان کی زد میں یورپ کے دور افتادہ گوشے بھی آ گئے۔ اسپین کی انقلابی شورش، انگلستان کے منشوریوں کا اجتماع اور نوخیز آئرلینڈ کا علم بغاوت بلند کرنا، ایسے واقعات تھے جنکو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک وقت یہ اندازہ کیا جانے لگا تھا کہ ان مقامات پر فرانس کی جمہوری فتوحات رشک کی نگاہوں سے دیکھی جا رہی تھیں لیکن ۱۸۴۸ء کی جملہ تحریکات کی غایت حقیقی عین وسط یورپ میں جہاں کہیں آسٹروی سیاسی تدبر اور آسٹروی جنگ آزمائی، قومی اور لبرل جذبات کے سیلاب عظیم کے سدراہ ہونا چاہتی تھی، رونما اور مرکز پذیر ہو رہی تھی ۱۸۴۸ء کی انقلابی تحریکات کی تاریخ صرف آسٹروی سلطنت ہی میں مضمر نہ تھی بلکہ جرمنی اور اٹلی کے علاوہ اس پر وہ آسٹروی نظام بھی گواہ ہے جو ان انقلابی تحریکات کا سد باب کرنے میں خود تباہ ہوگیا اور جن قوموں کے تصادم سے اسکا شیرازہ منتشر ہوگیا تھا، ان میں ناقابل انفصال تفریق پڑجانے سے وہ یک بیک سنبھلا اور تمام دنیا کو نقش حیرت بنا گیا۔ (۲۷۵)

گلیشیا کی بغاوت کی رسوائی اور فضیحت ان دلائل میں جن سے آسٹروی نظام کی انتہائی از کار رفتگی ثابت ہوتی تھی برہان قاطع کی حیثیت رکھتی تھی۔ انقلاب فروری، کی خبر سنکر حکومت ہوف برگ اہالیان وائنا

**انقلاب فروری کا اثر آسٹریا میں**

کے لیئے اس سے بہتر کوئی اور نتیجہ نہیں نکال سکتی تھی کہ ہر دستوری حکومت کا میلان اجتماعیت کی طرف تھا۔ لیکن وفاشعار آسٹروی اس خطرے سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے تیار رہتے تھے، ہرچہ بادا باد ایک آئینی جہنم حکومت مطلقہ کی بہشت بریں سے بہرحال قابل ترجیح ہے" زبان زد خاص و عام تھا اور اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ۱۸۴۸ء میں آسٹریا کسی طور پر رشک فردوس نہ تھا، حکومت کے دیوالیہ ہونے میں اب کوئی چیز حائل نہ تھی اور چونکہ کسی قسم کا حساب وکتاب شائع نہیں کیا جاتا تھا اس لیئے عوام اسکو ایک ایسے رنگ میں پیش کرتے تھے جو کسی حد تک

حقیقت سے دور بھی تھا۔ تاج کی صیانت کے لیئے حکومت نے جس اعلان کے ذریعے سے، عامتہ الناس کی توجہ منعطف کرانیکا عزم کیا تھا اسکا یہ جواب دیا گیا کہ ۱۴ مارچ کو واپسی زر کے لیئے لوگ بنکوں پر ٹوٹ پڑے اور اگر وہ واقعات جو ہنگری میں رونما تھے اس ہیجان و طغیان کے معین نہ بھی ہوتے تاہم اس میں شک نہ تھا کہ مالی بحران کے بعد سیاسی بحران ناگزیر تھا۔[1]

(انقلاب فروری کا اثر) ہنگری میں

ملوکیت جولائی کے زوال کی خبر آئی تو پریسبرگ میں مجلس ملی (ڈائٹ) ایک طرح کی اعتدال پذیر اصلاحات کے نظام پر غور کر رہی تھی اسکا اثر پر تخیل اور سریع الاشتعال مگیاروں کی فضائے ذہنی کے لیئے ایک چشمک برق تھی اب معاملہ اس درجہ نازک ہو گیا تھا کہ استبدادی تغیرات کا رویہ بھی ناقص اور ناکافی سمجھا گیا۔ اور ۳ مارچ کی معرکۃ الآرا تقریر میں کوسُتھ (Kossuth) نے مگیاری نسل کے ایک جدید اور وسیع تر حوصلہ کا اعلان کرتے ہوئے صاف صاف کہدیا کہ مگیاروں کی آزادی اسوقت تک

کوسُتھ Kossuth کی ۳ مارچ کی تقریر

مصئون اور مامون نہیں خیال کیجاسکتی جب تک کہ دریائے لیتھا (Leitha) کی دوسری جانب دیگر قومیں حکومت مطلقہ کی دستبرد میں ہیں، اُس نے کہا "کابینۂ وائنا کے متعفن ہڈیوں سے ایک ایسی مسموم ہوا اٹھ رہی ہے جس نے ہمارے اعصاب اور عضلات کو افسردہ کر دیا ہے اور ہماری پرواز تخیل کو مفلوج !" اس لیئے ہنگری کے لیئے ایک حکومت ملّی ضروری ہے جسکا کابینۂ وزارت عامتہ الناس کا جوابدہ ہو، وہ خود آزاد ہو، اور تمام آسٹروی نسل کی آزادی کا ضامن[2] اس تقریر کا اثر اندرون اور بیرون

[1] جلد دوم صفحہ ۱۶۵ اسپرنگر تاریخ آسٹریا (Springer Geschichte Oesterreichs)

[2] پوری تقریر لڈوگ کوسُتھ، مصنفہ اسے فرنی میں درج ہے جلد ا صفحہ ۲۹ -

ہنگری) نہایت زبردست ہوا۔ آسٹروی حدود سلطنت میں جتنی روشن خیال قومیں تھیں اُن کے جذبات کو جو بات سب سے زیادہ متاثر کرتی تھی، یہ تھی "دستگینوں اور سرکاری مظالم کے بجائے ایک طاقتور اور آزاد آئین کا جبل متین ہونا چاہیئے" رہا یہ کہ "باشندگان آسٹریا کی اس جدید برادری" میں مختلف ملتوں کے کیا کیا مدارج متعین ہونے چاہئیں ایک ایسا مسئلہ تھا جس میں مختلف اور متضاد آرا کا ایک مرکز پر مجتمع کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ اب تک آسٹروی نظام کی بنیاد جرمنزم (المانیت) پر تھی لیکن اس سے ایک ملی نصب العین کا تعین مقصود نہ تھا" بلکہ متضاد اور بے ہنگام میلانات نسلی کو امتزاج پذیر بنانے کے لیئے اُنکے درمیان اُسکا وجود ایک غیر ملی، متوسطانہ عنصر مشترک کی حیثیت رکھتا تھا" لیکن خود جرمنی میں اتحاد ملی کے ساتھ ساتھ "المانیت" نے ایک اور نصب العین قائم کر دیا تھا جسکا مرکز سلطنت آسٹریا کے حدود سے باہر تھا اور جس نے ایسی دوسری قوموں کی آرزوؤں اور حوصلہ مندیوں کا براہ راست حریف بنا دیا تھا۔ اب جرمنی کے اس دیرینہ تفوق و عظمت، جسکو ایک متحدہ جرمنی کی تحریک سے اور زیادہ تقویت حاصل ہو چکی تھی اور آسٹروی قومیتوں کی اس برادری میں جسکی تحریک کی ابتدا تھی، کشاکش کا رونما ہونا ناگزیر تھا ؎

لیکن وہ تمام متضاد میلانات جنکا سرچشمہ عامۃ الناس کے مطمحات نظر تھے، ہمہ عام جوش میں جذب ہو کر رہ گئے۔ اور گو صرف پیرس ہی ایسا مقام نہ تھا جہاں کے اشتعال پذیر مادے، شورش ہائے پیرس کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے تاہم حصول اصلاحات کے لیئے جو کشاکش رونما تھی اُس نے ابھی کوئی طغیانی کی صورت اختیار نہیں کی تھی، ۱۱ مارچ کو پراگ میں چیخ نوجوانوں کی جانب سے جو جلسہ منعقد ہوا اُس میں قومی اور لبرل مطالبات کے لیئے آواز بلند کی گئی اور اسی روز وائنا میں ریاستی آسٹریا کی مجلس ڈائٹ نے شہنشاہ کی خدمت میں

**انقلاب فروری کا اثر بوہیمیا میں**

ایک اڈریس پیش کیا جسمیں اس امر کی استدعا کی گئی تھی کہ صوبوں کی مجالس کے قائم مقام یکجا مجتمع ہو کر آسٹریا کی مالی پیچیدگیوں کو سلجھانے کی فکر کریں ڈائٹ سے اس معتدل مطالبہ کے سامنے، دوسرے دن، گورنمنٹ نے انتہائی پست ہمتی سے سر تسلیم خم کر دیا، لیکن باشندگان وائنا کی مثال اسوقت ان بہائم کی تھی جو موسم سرما کے خواب سے بیدار ہو کر یک بیک خروج کرتے ہیں اسوقت انکے تیور کچھ ایسے ہو رہے تھے کہ حکومت عالیہ کی خفیف ترین مراعات بھی خطرناک نتائج کا باعث ہو سکتی تھیں۔ طلباء اور (۲۵۵) مزدوروں کے ایک جم غفیر نے ایوان ڈائٹ کو گھیر لیا کوستھ ( Kossuth )

**وائنا میں انقلاب**

کی تقریر پڑھی گئی۔ اسکی تمام تجاویز پیش نامہ عامہ کی حیثیت سے تسلیم کر لی گئیں اور اراکین ڈائٹ اس بات پر مجبور کیئے گئے کہ وہ اس اجتماع عظیم کے جلوس کی ہوفبرگ تک رہبری کریں تاکہ حکومت کو اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آئے کہ وہ اس عرضداشت کو منظور کرنے پر مجبور ہو جائے جسکی بنیاد کلیۃً انقلاب کے اصولوں پر تھی۔ عامۃ الناس کے اس غوغائے بے ہنگام سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے ارباب حکومت بالکل تیار نہ تھے اور عرضداشت اس وعدے کے ساتھ لے لیگئی کہ یہ شاہنشاہ کی خدمت میں پیش کر دی جائیگی۔ اس دوران میں اندرون اور حوالی ایوان ڈائٹ میں ایک پر آشوب ہنگامہ نمودار ہوا جس میں فوج کو مداخلت کرنی پڑتی اور جسکا انجام خونریزی پر ہوا۔ طبقۂ متوسطین نے اب باغیوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا اور ہنگامے نے انقلاب کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس تمام شور و فتن سے میٹرنخ اسوقت تک بے خبر رہا جبتک کہ

**زوال میٹرنخ ۱۳ مئی ۱۸۴۸ء**

جم غفیر نے کابینۂ وزارت کے سامنے ایک مختصر سیاستان بیانہ کر دیا۔ اب جاکر اسے معلوم ہوا کہ جس بات کا کبھی یقین بھی نہ آسکتا تھا اب ایک امر واقع کی صورت میں رونما ہو چکی ہے اور وفاشعار وائنا، پیرس ثانی کی شکل میں جلوہ گر ہے۔

کہن سال چانسلر نے، بسرعت تمام، اپنا استعفا شاہنشاہ کے حوالے کیا اور محل شاہی سے روپوش ہو کر جلاوطن ہو گیا ؛

مِٹرنخ کا زوال ایک تہلکہ انگیز حادثہ تھا، ایک آزمودہ کار شخصیت کا بساط حکومت سے یک بیک چلا جانا، دراصل کوئی اہم واقعہ نہ تھا۔ بربنائے کہولت اُس پر ایک چانسلر کا فطری تکاسل مستولی ہونے لگا تھا اور وہ اب اپنے دور ابتدائی کا دقیقہ سنج اور نکتہ رس مدبّر نہیں رہا تھا، اسکے گزشتہ مدرکات سیاسی کے باقیات صالحات میں اب صرف وہ ملکۂ حق رفاقت ادا کر رہا تھا جسکے تصرف سے وہ نہایت دلنشین فقرے وضع کیا کرتا تھا، جہانتک کشتی سیاست کا تعلق تھا، اس ناخدا کا عدم و وجود یکساں تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں اس کا نام ایک ایسے نظام کے ساتھ اور کچھ اس طور پر وابستہ ہو چکا تھا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا تھا اور بعینہٖ جس طرح ۱۷۸۹ء میں باسٹیل (Bastille) کا مسخر ہو جانا ایک عصر جدید کا پیش خیمہ تھا، مِٹرنخ کا زوال استبدادی حکومتوں کے اس شیرازۂ اتحاد کے منتشر ہونے کی دلیل ہے جو حریت اور آزادی کے خلاف قائم کیا گیا تھا ؛

معاملات ہنگری پر ردّعمل کا فشار جلد سے جلد شروع ہو گیا۔ سیاسی اثر و اقتدار کا مرکز یک بیک آئین نشان پریسبرگ سے انقلاب پرست پسته کو منتقل ہو گیا۔ ۱۴ مارچ کو ہنگری کے دارالصدر میں (۲۷۸) ایک جلسہ عام ہوا جس میں دوازدہ شرائط منظور کر لی گئیں اور اس طور پر گویا عملاً قدیم مگیاری میں جدید لبرلزم کے طور و طریق پر از سر نو مرتب ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ انقلاب کے مصالح و مفاد کی "نگہداشت کے لیے ایک مجلس تحفظ عامہ" بھی قائم کر دی گئی۔ اب کوستھ (Kossuth) استیصالیوں کے اغراض و مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے ہمہ تن طیار ہو گیا۔ اندرون ڈائٹ نفاق و افتراق کی گرم بازاری تھی اور خارجاً ہر قسم کی

تخویف اور تہدید بر سر کار تھی، ایسی حالتیں اسکے لیئے، سوا اسکے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا کہ وہ انقلابی جماعت کے فیصلوں کی خانہ پُری کرتی جائے اور اس سے صرف یہ مقصود تھا کہ اقتدار حکومت کے کچھ دھندلے نقوش ہی خواہ وہ محض باقی رہ جائیں۔ ۱۵ مارچ کو وہ "قوانین مارچ"، پاس کیئے گئے جواب سے مگیاری مطالبات کے سنگ اساسی تسلیم کیئے جانے لگے۔

**ہنگری میں انقلاب "قوانین مارچ"**

اُس سے ہنگری کی لبرلزم کے دوگونہ میلانات کا پتہ چلتا تھا ایک طرف تو انقلاب کی معمولی اور عام باتیں تھیں مثلاً ایک ذمہ دار وزارت کا تقرر پسٹ ( Pesth ) میں ڈائٹ کے سالانہ اجلاس کا انعقاد، ازمنۂ وسطیٰ کی اُن بے قاعدگیوں اور بے ربطیوں کا استرداد قدیم آئین میں موجود تھا، ایک قومی کلیسا کا قیام، اور انفصال مقدمات میں جوری کی موجودگی لیکن دوسری طرف یہ مطالبات پیش کیئے جاتے تھے کہ ہنگری میں صرف مگیاری افواج متعین کیجائیں اور ٹرانسلونیا اور ہنگری متحد کر دیئے جائیں۔ باعتبار رلیت یہ اُس بے ہنگمی اور بے طرفی کی علامات تھیں جس نے انجام کار کشتی انقلاب کو قعر فنا میں پہنچا دیا۔ واقعات کی سرعت رفتار کچھ ایسی تھی کہ ۲۲ مارچ کو جدید ہنگری کی کابینۂ وزارت کی فہرست مکمل ہوگئی اور اب ہنگری اور آسٹریا کے اس انقطاع میں صرف یہ کسر باقی رہگئی تھی کہ حکومت وائنا کی منظوری ابتک حاصل نہیں کیجا سکی تھی چند دنوں تک شاہی وزرا متزلزل رہے اور انھوں نے اس معاملے کو معرض لیت ولعل میں رکھا، اندرونی اصلاحات میں کچھ ترمیمات پیش کی گئیں اور وزارتہائے جنگ و مالی کی عنان حکومت حسب معمول آسٹروی قبضے میں رکھنے کی تحریک کی گئی لیکن اب حکومت کے پاس ایسے ذرایع اور وسائل نہیں رہے تھے جنکے تصرف سے وہ اپنی مرضی کے سامنے لوگوں کی گردنیں خم کرا سکتی۔ اور ہنگری استیصالی کچھ ایسے مشتعل ہو رہے تھے کہ تفہیم و تفہم ناممکن ہوگیا تھا۔

انجمن تحفظ عامہ کی (جو پسٹ ( Pesth ) میں قائم ہوئی تھی) سرگرمی میں، شورش پسندوں کا ایک مسلح گروہ تاج ہاپسبرگ کے زیر اثر ذاتی اتحاد نک کے خلاف تھا اور ہنگری کے صوبہ دار نے جو خاندان آسٹریا کا ایک ڈیوک تھا اطاعت کی ضرورت پر زور دینا شروع کیا۔ مہینے کے آخر میں (۳۱ مارچ کو) گورنمنٹ نے بالآخر سپر ڈالدی۔ کاؤنٹ تھیانی (Count Batthyane) ایک ایسے ہنگروی کابینہ کا صدر تسلیم کرلیا گیا جسمیں کوستھ (Deakossuth) زیکی نئی ( Szechenyi ) ایوتووس ( lotovos ) دیاک اور پولوس استرہازی ( Paulesterhazy ) ایسے مختلف الخیال افراد مجتمع ہو گئے تھے اور ہنگری کو بہر صورت ایک علیحدہ مملکت کی حیثیت دی گئی اور جو آسٹریا سے صرف اس طور پر وابستہ تھیں کہ اسکا صوبہ دار اتفاق سے ایک ہاپسبرگ ڈیوک تھا۔

۲۷۹

بوہیمیا نے بھی دیکھتے ہی دیکھتے آسٹریا کا اتباع کیا یہاں پر معاملات کے نازک اور پیچیدہ ہونے کا سبب محض انقلاب، بوہیمیا میں یہ نہ تھا کہ اشرافی مملکتوں اور انقلابی جماعت کے باہمی تعلقات معاندانہ تھے بلکہ زیخ اور جرمنوں کے تعلقات بھی نہایت غیر دوستانہ تھے لیکن پراگ میں عوام نے جس ہیبت زائیوں کا منظر پیش کیا تھا اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی مختلف جماعتیں آپسمیں متحد ہوگئیں اور ایک متحدہ عرضداشت، جو حسب ذیل مطالبات پر مشتمل تھی، وائنا میں پیش کی گئی جسے حکومت نے بغیر کسی ترمیم یا تنسیخ کے قبول کرلیا، اول یہ کہ بوہیمیا کے لیئے، ایک ذمہ دار کابینۂ وزارت کے ساتھ، ایک خود مختار دستور منظور کیا جائے اور زیخ اور جرمن زبانیں ہمرتبہ اور ہم پلہ قرار دیدیجائیں۔ جدید دستور کے وضع ہونے میں مطلق تاخیر نہ ہوئی، اور ۸ اپریل کو پراگ میں اسکا اعلان بھی کردیا گیا۔ ایک دوسرا وفد جو کروشیا سے آیا تھا اور جسکے مطالبات آسٹریا سے علیحدگی اور ایک خود مختار آئین تھا نسبتاً کم کامیاب رہا۔ آسٹروی کابینہ جسکا انہاک

صرف یہ تھا کہ وہ حالات اور حادثات کی پرخطر سطح پر ایک اندیشہ ناک توازن قائم رکھے، ایک ایسے طرز عمل کے وضع کرنے میں ناکامیاب رہا جس نے آگے چلکر اسلافی اقوام کو نگیاریوں کے خلاف صف آرا کر دیا۔ دوسرے یہ کہ عموم وائنا نے نہایت شد و مد کے ساتھ ہنگریوں کی دستگیری کا اعلان کر دیا تھا اور باتھیانی (Batthyany) اور کوستھ (Koaauth) کا دارالسلطنت میں جس گرمجوشی اور بلند آہنگی سے خیر مقدم ادا کیا گیا اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ میلان عامہ کا توازن کس طرف مائل تھا۔ اب وائنا کے اسلحہ بند عموم کی طرف سے جتنے احکامات صادر ہوتے تھے، گورنمنٹ فی الحال ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے مجبور تھی۔

گورنمنٹ کی اس انتہائی ازکار رفتگی کے ذمہ دار، ایک بڑی حد تک، وہ نازک اور اندیشہ ناک حالات تھے جو فی الحال اٹلی میں رونما تھے۔ اگست ۱۸۴۷ء میں آسٹروی بدنظمی پر پامرسٹن نے جو صدائے ناراضی بلند کی تھی اسکا جواب دیتے ہوئے میٹرنخ نے اس حقیقت کی تشریح کر دی تھی کہ اس جزیرہ نما میں آسٹریا کا کیا رتبہ تھا اور اسکے مطالبات کیا تھے۔ ۲۸۰

**اٹلی کی صورت حال**

اس نے کہا "اٹلی ایک جغرافیائی مفہوم ہے" اور اسکی مملکتیں یورپ کے قانون عامہ کے ماتحت، خود مختار ہیں، شاہنشاہ خود ایک اتحادی حکمراں ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا وہ صرف اس موروثی سلطنت کو محفوظ اور مصئون رکھنا چاہتا ہے جس کے کچھ حصے کوہ الپ کے دوسری جانب بالکل ثابت اور سالم ہیں،[۱] متحزبین کی وہ تمام کوششیں جن کے وسیلے سے وہ اٹلی کو "جمہوریہ وفاقیہ" بنانا چاہتے تھے ایک عرصۂ دراز سے آسٹروی حکومت کی توجہ جذب کر رہی تھیں اور اب جنوب اور پیڈمنٹ میں انقلابی تحریکات اور لمبارڈی کے روز بروز ترقی پذیر اضطراب نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ اٹلی کے

[۱] پارلیمنٹ کے مسئلوں کے دو خطوط کا ملخص ۱۸۴۷ء صفحہ ۲۱ و ۲۲۶۔

دیگر حصص سے تمام افواج منتقل کیجانی لگیں اور شمالی اٹلی پر انکا اجتماع ضروری خیال کیا گیا اور اب جب کہ خود گھر ہی میں اندیشہ ناکیوں کی ابتدا ہوئی اور انکا واپس بلا یا جانا ناگزیر ہوا تو دوسری طرف ماوراء کوہ الپ میں واقعات نے کچھ ایسی نوعیت اختیار کرنی شروع کردی کہ انکی واپسی بھی ناممکنات سے ہوگئی ورنہ بصورت دیگر اٹلی کے مقبوضات سے دست بردار ہونا پڑتا، اب شہنشاہی حکومت اور اس انقلابی دارو گیر (جسکی گرفت میں تمام سلطنت آچکی تھی) کے درمیان جو کشاکش رونما تھی اسکا تمام تر مدار اٹلی میں، آسٹروی حرب وضرب کی کامیابی یا ناکامیابی پر تھا، اور وہی محبان وطن جو اٹلی میں اطالوی اتحاد کے لیئے سر کف ہو چکے تھے، ساتھ ہی ساتھ زیچ، جرمن اور مگیاروں کی آئینی آزادی کے لیئے آمادۂ سر فروشی تھے؛

خود اٹلی میں جو واقعہ قومی بغاوت کو جلد سے جلد معرض وجود میں لانیکا موجب تھا، وہ میٹرنخ کا زوال تھا، اسمیں شک نہیں اسکی توقع مہینوں سے کیجارہی تھی اور آسٹروی کمانڈر انچیف مارشل راڈٹسکی (Marshal Radetzky) اس سے عہدہ برآ ہونیکی تدبیریں ذہن نشین کرچکا تھا - بایں ہمہ ۱۸ مارچ کو جب انقلاب وائنا کی خبر میلان پہنچی اور لمبارڈ قوم نے بغاوت کردی تو آسٹروی نقش بدیوار ہوکر رہ گئے۔ راڈٹسکی نے یہ دیکھکر کہ اب اندرون شہر کچھ پیش نہ جائیگی اپنی فوج کے ساتھ ویرونا تک ہٹتا چلا آیا۔ بالآخر یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب وہ ساعتیں آگئی ہیں جبکہ اٹلی کی نجات کے لیئے ایک فیصلہ کن وار کیا جائے اور اہالیان میلان کی درخواست پر چارلس البرٹ نے ان کی دستگیری کا تہیہ کرلیا۔ ۲۳ مارچ کو پیڈمنٹ نے باضابطہ آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور اس کی افواج نے سرحد عبور کرکے سرزمین لمبارڈی پر قدم جمادیئے۔ بالآخر تمام اٹلی ایک مشترک جذبۂ سرفروشانہ سے

ملکتہائے اٹلی آسٹریا کے خلاف متحد ہوتی ہیں مارچ ۱۸۴۸ء

۲۸۱

سے رشار ہوکر غیرملکیوں کو نکال باہر کرنے کے لیئے صف بستہ ہوگیا بطیب خاطر، یا محض آرائے عامہ سے مجبور ہوکر تمام حکومتوں نے اطالوی مقاصد کو سپون اور ناموں رکھنے کے لیئے فوجی کمک روانہ کرنی شروع کی۔ افواج نیپلس آزمودہ کار پیپے ( Pepe ) کی سرکردگی میں شمال کی طرف بڑھیں، حتیٰ کہ خود پوپ نے اپنی تمام دینی برکتیں ان لوائے جنگ پر نازل فرمائیں جنکے سایۂ عاطفت میں کلیسائی افواج سرگرم پیکار ہونیوالی تھیں جسوقت کہ اہالیان لمبارڈی کو زیروزبر کردینے کے لیئے تمام اٹلی کی مملکتوں کی افواج دوش بدوش اور صف درصف بڑھ رہی تھیں، ۲۲ مارچ کو دانیال مینن نے ایک ایسے طغیان انقلاب کے ساتھ جسمیں لہو کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا، آسٹریوں کو وینس سے بیک بینی دو گوش باہر نکال دیا اور شہر کے بڑے چوک ( پیا لتسا ) پر جمہوریہ سینٹ مارک کا اعلان کردیا۔ اٹلی سے متحد کردیئے جانے کیلیئے اطالوی ٹیرول میں بھی انقلابی داروگیر کی سلسلہ جنبانی شروع ہوچکی تھی، اب ہرطرف سے دشواریوں کا نرغہ تھا اور مرکزی امداد و استعانت سے مایوسی ہوچلی تھی۔ اس بنا پر یہ تسلیم کرلینا کہ اٹلی میں آسٹروی حکومت تمام ہوچکی تھی قرین قیاس تھا۔ مجالس سلطنت میں ہرطرف سے آوازیں بلند ہورہی تھیں کہ اطالوی ممالک سے بالکل قطع تعلق کرلیا جائے اور حکومت کی متفقہ مساعی محض اس مقصد کے حصول میں صرف کردیجائیں کہ آسٹریا کی حیثیت، وفاقی مملکتوں کی لیگ کی قائم رہ جائے بصورت موجودہ اطالوی ممالک کا آسٹریا کے قبضے میں رہنا سربار قدیم۔ راڈٹسکی ( Radetzky ) کی ناقابل تسخیر کریکٹر اور تیز نظری کا رہین منت تھا جس نے اطالوی حریف کی متعدد کمزوریوں کا پتہ لگالیا تھا اور اس بات کو محسوس کرچکا تھا کہ اگر آسٹروی صرف تھوڑے سے توقف سے کام لیں تو فتح و نصرت انکے ہم رکاب ہوگی۔ لیکن اسی دوران میں جبکہ راڈٹسکی آسٹروی کابینہ کے لوح دل پر اس حقیقت کے نقوش نہایت کامیابی کے ساتھ بٹھا رہا تھا کہ اٹلی میں آسٹریا کی قسمت کا فیصلہ، شمال سے فوجوں کو ہٹا لینے پر

منحصر ہے، انقلاب کے پر آشوب عناصر کو پورے طور پر طاقت پذیر ہونے کا موقعہ مل گیا ؛

آسٹروی جبروت کی شکست و ریخت پر جو نتائج برآمد ہوئے ان میں سب سے زیادہ بار آور وہ تھے جنکا تعلق جرمنی سے تھا۔ لبرل خیالات کی تنظیم و تنسیق، انقلاب جولائی، سے پہلے ہو چکی تھی اور ۱۲ ستمبر ۱۸۴۷ء کو لبرل جماعت کے نمائندوں نے ہیپن ہائم ( openheim ) میں مجتمع ہو کر ایک ایسا سیاسی نظام عمل مرتب کیا جسکی بنیاد تمامتر انقلابی اصول پر تھی، اس لیئے اسوقت جبکہ انقلاب پیرس کی خبر نے لوگوں کے دل و دماغ میں انتہائی ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی، دیگر مملکتوں کی حکومتوں نے متحدہ آرائے عامہ کے خلاف، اپنے آپ کو بے یار و مددگار پایا۔ ایسی حالتوں میں قصر وائنا کی طرف نگاہوں کا بار بار اٹھنا انکی فطرت ثانیہ بن چکا تھا لیکن آسٹریا خود درماندہ تھا، اس لیئے مایوس ہوکر، ہر حکمران نے خندہ پیشانی کے ساتھ، انھوں نے اپنی گردن تسلیم خم کر دی۔ جنوب حسب معمول، انقلابی ریشہ دوانیوں کا گہوارہ تھا اور وہیں سے یہ شرارے اڑ اڑ کر مرکزی جرمنی کی چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں گرتے رہے ۵ مارچ کو ہائیڈلبرگ میں چند بااثر لوگوں کی ایک مجلس ان ذرائع اور وسائل پر غور کرنے کے لیئے منعقد ہوئی جن سے انقلاب کو ایک صراط مستقیم پر لایا جا سکے اور گو تعین مقصد میں فوراً نہایت شدید اختلافات رونما ہوئے لیکن بالآخر یہ طے پایا کہ فی الحال یہ تمام اختلافات ختم کر دیئے جائیں اور متحدہ مساعی سے ایک جرمن قومی پارلیمنٹ کا مطالبہ کیا جائے جسکے اراکین کا انتخاب آرائے عامہ پر ہو اس مقصد کی تکمیل اور مختلف ذرائع اور وسائل پر غور و پرداخت کرنے کے لیئے سات اشخاص کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی کمیٹی نے ڈارمشٹاٹ ( Darustadt ) کے صدر اعظم فون گاگرن ( Von Gagern ) کی مرتب کردہ اسکیم کو منظور کر لیا۔

جرمنی میں ہنگامۂ انقلاب

۲۸۲

یہ اسکیم ایک مرکزی آئین ہے جسمیں ایک صدر اور ایک مجلس سینات جو مختلف مملکتوں کی نمائندگی کرتی، اور ایک مجلس عوام جسکا حق انتخاب قوم کو حاصل ہوتا اور جسے ان تمام حربی و سیاسی و تجارتی مسائل پر پوری قدرت ہوتی جنکا خود مملکت عہدیہ (مشارکت) پر اثر پڑتا مشتمل تھی۔

اب صرف یہ دیکھنا باقی رہ گیا تھا کہ یہ خیال کہانتک عمل پذیر ہوسکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی مملکتیں کس شمار قطار میں تھیں رہیں وہ مملکتیں جنکا شمار طبقۂ وسطی میں ہوتا تھا ان میں سے ورٹمبرگ، سکسنی اور باڈن نے اپنی اپنی رضامندی کا اظہار کردیا لیکن شاہ بیویریا اب بھی اپنی ضد پر قائم تھا اور فریڈرک ولیم والی پروشیا جسکے رویہ پر انجام کار تمام باتوں کا انحصار تھا، سکوت میں تھا۔ یہانتک کہ ۱۳ مارچ کے حادثۂ انقلاب اور مٹرنخ کے زوال کی خبریں دفعتاً وائنا پہنچیں اور پروشیا میں انقلاب کا فساد فوراً سرایت کرجاتا ہے[1]۔ ۱۵ مارچ کو برلن کی سڑکوں پر پشتے نمودار ہونے لگے اور دوسرے ہی دن فوج کو کچھ اتلاف جان کے ساتھ ایک ہنگامے کو فرو کرنا پڑا۔ بادشاہ کا دل بھر آیا اور عزیزان برلن کے

برلن میں انقلاب

خلاف صف آرا ہونا اسکے لیئے انتہائے سوہان روح ہوا اور بالآخر اُس نے یہ محسوس کرکے کہ آسٹریا کی شکست کے بعد اسکے ان تمام منصوبوں پر اوس پڑچکی ہے جن پر وہ مملکت عہدیہ کی اصلاح کے لیئے کاربند ہونیوالا تھا اور جسکے متعلق وہ وائنا میں سلسلہ جنبانی بھی کررہا تھا اُس نے لبرل لیڈروں سے اس شرط پر گفت و شنید کرنے پر رضامندی ظاہر کردی کہ جرمن قومیت تسلیم کرلیجائے۔ اُس نے گاگرن (Gagern) کے مرتب کردہ نظام کے اکثر و بیشتر حصے کو منظور کرلیا اور متحدہ ڈائمٹ کے انعقاد کے لیئے جسمیں آئین کی ترتیب اور تنظیم پر

۲۸۳

---

[1] سیبل جلد اول صفحہ ۱۵۴ -

بحث مباحثہ ہونے والا تھا، ۱۳ اپریل کی تاریخ مقرر کردی۔ دوسرے دن ۱۸ مارچ کو ایک جم غفیر نے محل شاہی کا محاصرہ کرلیا۔ بحالت مجموعی عوام کا میلان اور رویہ کافی وفا شعارانہ تھا۔ لیکن ان میں چند ایسے بدنہادوں کا عنصر بھی موجود تھا جنھوں نے ایسی صدائیں بلند کیں جن سے باغیانہ آوازے بلند کرنا شروع کئے، بادشاہ نے صحن محل کو خالی کردینے کا حکم نافذ کیا۔ تعمیل حکم کے دوران میں دانستہ یا نادانستہ کچھ فیر ہوگئے چشم زدن میں وفاداروں کا بھی مجمع انقلابیوں کا ایک جم غفیر بن گیا۔ "غداری" اکے نعرے بلند ہوئے۔ اور رعایا اور فوج میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی۔ اُسوقت انقلاب کو کچل دینا آسان تھا اور اگر بادشاہ ایک طرح کی معتدل سختی بھی بر سر کار لاسکتا تو ۱۸۴۸ء ہی میں پروشیا کو وہ حیثیت حاصل ہوجاتی جسکے لیئے اُسے دو خونریز جنگوں کا خمیازہ اٹھانا پڑا، کیونکہ اسٹریا تو کس حساب میں تھا، اُسوقت کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اسے رہبر جرمنی کا مرتبہ حاصل کرنے میں مزاحم ہوتی[۱] لیکن فریڈرک ولیم کا قلب اسکے دماغ سے زیادہ قوی تھا تمام رات بندوقوں کے فیر ہوتے رہے جن سے اسکا دل لرزاٹھا۔ اُس نے جنرل فون پرتو تز (Prittivtz) کو حکم دیا کہ فوجیں پیشقدمی کرنے سے روکدی جائیں۔ اسکے بعد اُس نے باغی لیڈروں سے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کردیا جسکا انجام یہ ہوا کہ تمام برلن باقاعدہ افواج سے یکلخت خالی ہوگیا اور بادشاہ باغیوں کی چشم ترحم کا محتاج۔ اس طور پر بادشاہ نے گویا ایک ہی وار میں اپنے آپ کو ان طاقتوں سے محروم کردیا جنکے تصرف سے وہ پروشیا کو جرمنی میں ممتاز ترین حیثیت دے سکتا تھا۔ دوسری طرف وہ اپنے اس طبعی "اتمامیت"، سے جسکو اسے اپنے اُس جدید لیکن دلپذیر منصب سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے برسرکار لانا

---

[۱] بسمارک، تذکرۂ وخیالات جلد ۱ صفحہ ۴۵۔

پڑتا تھا جو اُسکے سر لگایا جاچکا تھا، دوسری حکومتوں کی مشتبہ نظروں کا آماجگاہ بن چکا تھا۔ اب اسکی فضائے تخیل اُن تمام تماشا زا امکانات کی جنت نظر بنگئی تھی جنھیں وہ جرمن قوم کے منصب خداوندی کے ساتھ وابستہ خیال کرتا تھا۔ ۲۱ مارچ کو جبکہ اسکا بھائی (جسکا تغیر عام کے باعث سے کارتوسی شہزادہ" نام پڑگیا تھا اور جو آیندہ چلکر شہنشاہ ولیم ہوا) جلا وطن ہوچکا تھا، وہ (فریڈرک ولیم) ایک جلوس کے ساتھ، برلن کے گلی کوچوں سے بایں ہیئت کذائی نکلا کہ اُسکے یونیفارم پر ایک زرکار سرخ و سیاہ (سلطنت مقدسہ کا نشان امتیازی) ٹپکا نمایاں تھا اور اُس سے بھی آسودہ نہ ہوکر اُس نے اُسی روز شام کو ایک فرمان نافذ کرتے ہوئے انتہائی احترام و تقدس کے ساتھ جرمنی کی عنان سالاری اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اور یہ اعلان کیا کہ" آج سے میں جرمنی کے قدیم نشان کو اختیار کرتا ہوں

**فریڈرک ولیم ایک جرمن قوم پرست کے رنگ میں**

اور اپنی رعایا کو ایسے مقدس علم کے سائے میں جگہ دیتا ہوں۔ آج سے پروشیا کے جملہ اغراض و مقاصد وہی ہوں گے جو جرمنی کے ہوں گے" ممکن ہے فریڈرک ولیم کا یہ رویہ اُسوقت مخلصانہ رہا ہو گو اُس نے بعد میں اسکے غیر مخلصانہ ہونیکا اعتراف بھی کیا۔ اسمیں شک نہیں کہ اُس نے خشم آگیں زار کو جو عجیب و غریب خط لکھا تھا اور جسمیں اس نے" شاندار انقلاب جرمنی"[1] کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملادئے تھے، وہ اس بنا پر تھا کہ وہ اپنے آپ کو حق پر ثابت کرنیکی ضرورت بُرے طور پر محسوس کرتا تھا۔ بہرحال اسمیں خلوص کا شائبہ ہو یا نہ ہو، سریع الطبع والی پروشیا کا یہ انداز اسکی توقعات کے خلاف ایک مشترک تحسین و آفرین کا محرک نہ ہوا۔ جنوبی جرمنی کی شدید مخاصمت کے ازالے کے لئے جلوس اور اصلاحات کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی درکار تھیں بادشاہ کا طرز عمل جس اشتہار کا موجب اور شبہات کا محرک ہوا، اس سے دیگر حکومتوں نے

۲۸۴

[1] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۳۷۶۔

یہ فائدہ اٹھایا کہ وہ اپنی اس رضامندی میں ترمیم کرنے میں اور مستعد نظر آنے لگیں جیسے وہ دستور وفاقی (متفقہ) کی کایا پلٹ دینے کے لئے تیار کھڑی تھیں۔ دوسری طرف بطور حفظ ما تقدم پہلے ہی سے اس امر کے خلاف اظہار ناراضی کیا کہ پروشیا کو جرمنی پر منصب تفوق حاصل ہو۔ لیکن فی الحال جرمنی تحریک پر پروشیا کا اتنا ہی قلیل اور خفیف تصرف تھا جتنا خود آسٹریا کا۔ انقلابی عناصر طاقت پذیر ہو رہے تھے اور انجام کار نوبت یہانتک پہنچی کہ خود ڈائٹ اس جذبات کے نذر ہوگئی۔ اُس نے

جرمن پارلیمنٹ کا افتتاح ۱۸ مئی ۱۸۴۸ء

علم سہ رنگ بلند کردیا۔ اور ۳۰ مارچ کو اُس نے جرمن قومی پارلیمنٹ کے قیام و انعقاد کی منظوری بھی دیدی۔ اس جماعت کے مختلف عناصر ترکیبی کا فیصلہ خود وہ اجتماع ملی کرچکا تھا جسکا اجلاس قومی رہبروں کے ایما سے ہوا تھا مگر جسے ابھی حکومت سے اجازت نہیں ملی تھی۔ شہریاران جرمنی کے جانب سے ڈائٹ نے مذکور الصدر پارلیمنٹ کو تسلیم کرلیا اور اولین جرمنی قومی پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ۱۸ مئی کو فرانکفورٹ میں منعقد ہوا۔ اس طور پر گویا ابھی میٹرنخ کے زوال کو دو ماہ کا عرصہ بھی بمشکل گزرا ہوگا کہ انقلاب کا اصول ہر جگہ مظفر و منصور نظر آنے لگا۔ لیکن خود اس فتح کی کامیابیوں اور تکمیل آسانیوں میں اسکے زوال کے عناصر مضمر تھے۔ وہ لبرل قوتیں جنکا تضاد اور تصادم ایک طویل کشاکش اور کشمکش سے عفو اور تحمل کا خوگر بنتا، ایک مشترک غنیم کی ہزیمت پر آشتی اور صلح کے جذبات سے معری اور مستغنی ہوچکی تھیں۔ انتہا پسند اور معتدل دونوں جماعتوں نے استبدادی حکومتوں کی شکست و تاراجی کے اندازہ کرنے میں اغراق سے کام لیا۔ اور قبل اسکے کہ یہ کامیابی فی الجملہ مستحکم اور استوار کرلیجاتی، فریقین مال غنیمت کی تقسیم کے لیئے ایک دوسرے سے دست و گریباں نظر آنے لگے۔ آسٹریا نے بالخصوص، اولین ہوش شکن شکست کے بعد ہی ایک غیر متوقع آثار حیات کا اظہار شروع کردیا اور یہ حقیقت منکشف ہونے لگی کہ جس طرح اسکی ہزیمت

آسٹریا اور رد عمل

۲۸۵

انقلابی تحریکات کی کامیابی کی معین تھی اسی طرح اسکا نیا دور حیات انجام کار انکی تباہی اور بربادی کا موجب ہوگا۔ آسٹریا کی حیرت انگیز تاب مقاومت کے دو اسباب تھے۔ اس کی روایت شاہی اور اسکی فوج۔ اول الذکر نے ہاپسبرگ کے تاج کو اس حریفانہ کشاکش کی زد میں آنے سے محفوظ رکھا جو خود اسکے مقبوضات میں رونما تھا اور اسکا جادو جرمن پارلیمنٹ اور شاہ پروشیا پر کچھ ایسا کارگر ہوا تھا کہ پورے اٹھارہ سال تک آسٹریا کو کسی قسم کا چشم زخم پہنچائے بغیر متحدہ جرمنی کا خیال معرض تعویق میں رہا۔ موخر الذکر (فوج) ضبط و ربط کے اعتبار سے "بنیان مرصوص" کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ ایک حد تک قومی اور انقلابی جذبات سے معری تھی۔ اور اٹلی کی پیچیدگیوں سے آزاد ہوکر وہ استبدادیوں کے ہاتھ میں ایک ناقابل تسخیر اور مہلک آلہ ثابت ہوسکتی تھی۔ اس طور پر یہ خیال کہ اٹلی کے نصیب کے ساتھ ساتھ انقلاب کی قسمت بھی وابستہ تھی بالکل قرین قیاس تھا۔

اٹلی میں جنگ — جنگ کا ابتدائی دور اطالوی اغراض و مقاصد کے لیئے ایک فال نیک معلوم ہوتا تھا تھوڑے سے عرصے کے لیئے یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اٹلی کو آزاد کرنے کے لیئے جس مشترک جوش اور سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے اسمیں تمام مقامی حریفانہ چشمکیں اور خصوصی آرزوئیں بھلا دی جائیں گی اور جسوقت اہالیان میلان کی درخواست پر چارلس البرٹ نے ٹی چینو (Ticino) کو عبور کیا ہے وہ ایک طور پر اطالوی حکمرانوں اور اطالوی اقوام کا مسلمہ لیڈر تصور کیا جانے لگا تھا اب راڈٹسکی (Radetzky) کی حالت البتہ ناگفتہ بہ تھی ہیڈمنٹ کی افواج جسمیں لمبارڈی اور ٹسکنی کے رضاکار جوق جوق آکر شامل ہوگئے تھے مغرب کی جانب سے بڑھ رہی تھیں پوپ کا لشکر جنرل ڈورانڈو کی سرکردگی میں اور افواج نیپلس، پے پے (Pepe) کی ماتحتی میں جنوب سے یلغار کرتی چلی آرہی تھیں مشرق سے جمہوریہ وینس کا خطرہ تھا، شمال میں اہالیان ٹیرول (Tyrol) نے علم بغاوت بلند کر رکھا تھا۔ اب بس اتنا اور باقی رہ گیا تھا کہ

۲۸۶

راڈٹسکی ( Radetzky ) کو آسٹریا سے بالکل منقطع کردیا جاتا۔ میلان کے گلی کوچوں میں پانچ دن تک ایک خستہ حال اور لایعنی جنگ میں مبتلا رہکر اسکی تمام فوج پریشان اور بددل ہو چکی تھی۔ اول تو اسکی فوج دشمن سے تعداد میں بھی قلیل تھی دوسرے اسمیں اطالوی افواج بھی شامل تھیں جنپر بمشکل اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ اس لیئے جسوقت دشمن نے انتہائی قابلیت اور شدت کے ساتھ غلبہ کیا ہے تو پھر میدان جنگ میں انکے قدم نہ جم سکے۔ لیکن جسوقت آسٹروی میلان سے پسپا ہو رہے تھے لمبارڈیوں نے دشمن کی پراگندہ پسپائی کو پریشان اور ردی تر بنانے میں غفلت سے کام لیا اور افواج پیڈمنٹ کی آہستہ خرامی نے راڈٹسکی ( Radetzky ) کو ساٹھ ہزار افواج مجتمع کرکے قلعجات اربعہ ( Quadrilateral ) میں ( Lsy ) قلعہ گیر ہوجانے کا موقع دیدیا۔ ۱۸ اپریل کو گوئتو پر قبضہ ہوجانے کی باعث سے اطالوی افواج کی ہمت بڑھ گئی، اور اگر یہ اسوقت ایک متحد اور طاقتور حملہ کردیتے تو پھر کوئی چیز انکی سدراہ نہیں ہوسکتی تھی لیکن ۶ مئی کو سنتالوچیا میں انہیں جو کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ انکے لیڈروں کی نااہلی سے انھیں کی ناکامی کا باعث ہوئی۔ تذبذب، متفرق صلاحیں اور ترتیب و تنظیم کا انتہائی فقدان ایسی محرومیاں تھیں جنمیں کئی قیمتی دن ضائع کردیئے گئے، یہانتک کہ کمک آجانے سے راڈٹسکی ( Radetzky ) نے تازہ دم ہوکر حملے کا آغاز کردیا۔ یہ جانبازوں کی ہمت اور خوش قسمتی کا فیضان تھا جس سے اطالوی اغراض و مقاصد ایک دفعہ پھر کامیاب ہوتے نظر آئے۔ صرف چھ گھنٹے کی شدید حرب و ضرب کے بعد ۲۹ مئی کو کرتاتونے ( Curtasone ) میں اہالیان ٹسکنی کی چھ ہزار فوج کو ۳۵ ہزار آسٹروی شکست دیسکے۔ دوسرے روز اطالوی افواج نے گوئتو میں ایک دوسری فتح حاصل کی اور پلی شیرا ( Peschiera ) کی تسخیر کی خبر اہالیان پیڈمنٹ کے کیمپ میں پہنچی۔ ان دو متواتر فتوحات نے گویا اس کشمکش کا خاتمہ کردیا اور ساتھ ہی ساتھ افواج نے چارلس البرٹ کو شاہ اٹلی تسلیم کرتے ہوئے طنطنہ تہنیت بلند کیا۔

وائنا کے کابینۂ وزارت میں اب خلفشار تھا اور اس بات کی فکر تھی کہ خواہ لمبارڈی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے آسٹروی اٹلی کا کچھ ہی حصہ دستبرد سے محفوظ کر لیا جائے لارڈ پامرسٹن سے درخواست کی گئی[1] لیکن راڈٹسکی ( Radetzky ) نے جو ویرونا میں قلعہ بند تھا، شاہنشاہ سے اس امر کی التجا کی کہ ایک ذرا صبر سے کام لیا جائے، کامیابی کا وہ خود ضامن ہے، اور اس میں شک نہیں جس دشمن سے وہ عہدہ برآ ہونیوالا تھا اُس کی کمزوریوں کا اُس نے غلط اندازہ نہیں لگایا تھا۔ ایکمرتبہ پھر چارلس البرٹ اور اسکے سالاران لشکر نے فاتحانہ حیثیت سے دشمن کو مزید زکیں پہنچانے میں غفلت شعاری سے کام لیا اُسکا یہ انجام ہوا کہ وہ اپنے فتوحات کے ثمر سے بالکل محروم رہ گئے۔ نوزائیدہ اطالوی اتحاد ان مسلسل ناامیدیوں کی تاب نہ لاسکا اطالوی حکمراں بادل ناخواستہ پیڈمنٹ کی رہبری کر رہے تھے کیونکہ اسکے مقاصد اُن کے حقوق اور اس سے زیادہ اُن کی ہوسناکیوں سے بالکل ہم آہنگ نہ تھے۔ اب اُنکو صرف اس بات کا انتظار تھا کہ موقعہ ملجائے اور وہ کنارہ کش ہوجائیں۔

علیحدگی کی پہلی مثال خود اسقف اعظم نے پیش کی پی اس ( Pius ) کا توازن دماغی اسوقت دو متضاد کیفیات سے متزلزل ہو رہا تھا ایک طرف تو اطالوی نژاد حکمراں ہونیکی حیثیت سے اسکے جذبات اپنی طرف کھینچ رہے تھے دوسری جانب وہ اپنے آپ کو اُن فرائض کا امین سمجھتا تھا جو کیتھولک کلیسا کے محتارکل ہونیکی حیثیت سے اس پر عاید ہوتے تھے یہ اول الذکر جذبے کا فیضان تھا کہ وہ ارض اٹلی کو جرمنوں سے پاک کرنا چاہتا تھا اور یہ دوسری حیثیت کا تقاضا تھا کہ وہ ایک عظیم الشان کیتھولک سلطنت کے خلاف جنگ آزما ہونے سے اجتناب کرتا تھا۔ ایک طرف تو وہ پیڈمنٹ سے فطرۃً بدظن اور متنفر تھا دوسری طرف یہ اندیشہ تھا کہ کہیں جرمن کیتھولک

---

[1] پامرسٹن کی زندگی کے حالات مصنفہ ایشلے جلد ۱ صفحہ ۹۹ - کاغذات پارلیمنٹ جلد ۹۱ صفحہ ۲۹ -

مناقشات کے دبے ہوئے شرارے پھر پرواز نہ کرنے لگیں۔ یہ باتیں ایسی تھیں جنھوں نے بالآخر اسکے ارادے اور عزم کو مستقل اور مصمم کردیا۔ ۲۹ اپریل کو

پی اس نہم (Pius) ۲۹ اپریل ۱۸۴۸ء

خطبہ پی اس نہم اسکا مشہور خطبہ شائع ہوا جسمیں اس نے بیان کیا کہ " جہانتک ایک ایسے پوپ کے صلاح اور مشورے کا تعلق تھا جسکی محبت و مرحمت ہر جماعت، ہر قوم اور ہر ملت کیلئے یکساں تھی، آسٹریا کے خلاف برسرپیکار ہونا قابل نفرت و ملامت تھا۔"[1]

یہ گویا پوپ کی قوم پرستی اور اسکی ہر دلعزیزی کا آخری نشان منزل تھا۔ اسمیں شک نہیں اہالیان روما کی خود خصلت کا خیال کرکے پاپائی افواج محاذ جنگ سے واپس نہیں بلائی گئیں، لیکن پوپ کے خیالات معلوم ہوجانے سے انکا راستہ دشوار گزار ضرور ہوگیا پی اس (Pius) کے عصیان کی دوسری مثال نیپلس نے پیش کی جہاں استیصال پسندوں نے نہایت احمقانہ طور پر ایک جدید انقلاب کی جد و جہد شروع کردی اور اب بادشاہ کو فوجی طاقت برسرکار لانے اور محض اس ہنگامہ عامہ ہی کو نہیں بلکہ اس دستور کو بھی خاک میں ملادینے کا بہانہ مل گیا جسے وہ منظور بھی کرچکا تھا اور اس بازآمدہ شخصیت کا پہلا کارنامہ یہ تھا کہ جنرل پےپے (Pepe) کی سرکردگی میں جو افواج محاذ جنگ کے لیئے کوچ کررہی تھیں اُن کی واپسی کا حکم نافذ کیا گیا۔ صرف دو ہزار فوج نے حکم سے سرتابی کی اور اپنے سالار لشکر کے ساتھ اہالیان پیڈمنٹ سے جاملیں۔ ۲۸۸

اب تک یہ تمام طغیان و عصیان اس مسئلے کے حل کرنے میں معین ہوسکتا تھا جسکے روبراہ لانے کی ذمہ داری چارلس البرٹ کے شانوں پر تھی۔ تمام شمالی اور مرکزی اٹلی میں اس بات کی جد و جہد کیجارہی تھی کہ نوائے پیڈمنٹ کے زیر سایہ تمام عناصر متحد اور متصل کردیئے جائیں۔ حتی کہ خود سسلی نے چارلس البرٹ کے فرزند ثانی ڈیوک آف جینوا کو تخت پر بٹھانے کا تہیہ کرلیا تھا۔

[1] اتحاد اٹلی مصنفہ بولٹن کنگ جلد ا صفحہ ۲۲۹ -

اگر بادشاہ نے جرأت سے کام لیکر تاج اٹلی قبول کرلیا ہوتا تو لوین جزیرہ نما کے قومی جذبات اُسکی پشت پناہی کرتے اور وہ تمام کارہائے نمایاں جو ۱۸۶۰ء میں انجام کو پہنچے اسی وقت اتمام کو پہنچ جاتے۔ لیکن وہ اس منزلت پر فائز ہونے سے طبعاً معذور تھا۔ اسکی وسعت نظر محض اس آرزو تک محدود تھی کہ وہ پیڈمنٹ کو ترقی کرتے کرتے شمالی اٹلی کی ایک سلطنت کی صورت میں جلوہ گر دیکھ لے۔ جہانتک غلبۂ آرا کا تعلق تھا پیڈمنٹ سے متحد اور متصل ہونے کی موافقت میں مختلف استشارے نافذ ہوتے رہے اور اس طور پر یہ مرحلہ بھی ایک حد تک طے ہوگیا۔ ابتدائے

**اتحاد کے موافقت میں مختلف استشارے**

ماہ مئی میں لمبارڈی، پارما، پیاسنزا (Piacenza) اور موڈینا نے شمالی اطالوی سلطنت میں مدغم کردئیے جانے کا اعلان کردیا اور ۴ جون کو وینس نے بھی اُن کے نقش قدم کو اختیار کرلیا۔ اب جہانتک جنگی مصلحتوں کا تعلق تھا اس طرز عمل کو بے محابا یا بے ہنگام نہیں کہا جاسکتا تھا اگر چارلس البرٹ اتنا ہی اچھا سپہ سالار ہوتا جتنا وہ ایک جرمنی سپاہی تھا۔ تو پھر اس طرز عمل کی کامیابی میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ رہ جاتی۔ لیکن جیسا کہ اُسکا انجام ہوا، ایک سیاسی غلطی تھی کیونکہ فرانس اور سوئزرلینڈ جو شمالی اٹلی میں ایک مستحکم سلطنت کے وجود کو کبھی گوارا نہیں کرسکتے تھے اس سے انتہائے بیزاری ظاہر کی۔ اس اتحاد نے پوپ اور نیپلس کو ایک دوسرے سے بالکل منقطع کردیا، اس نے حکومت ٹسکنی کے شبہات میں اور اضافہ کردیا اور بالآخر بجائے اسکے کہ اس سے شمالی اٹلی کے باشندے اور جماعتیں اور زیادہ ہمدوش اور ہم پہلو ہو جائیں بے شمار دقت طلب مسائل معرض وجود میں آگئے اور فریقین سے کچھ ایسے حقوق اور تعصبات کی قربانی کے طالب ہوئے کہ اگر باہمدگر اعتماد کلی قائم نہ رکھا جاسکتا تو باہمی نفاق و افتراق لازمی تھا۔ لیکن جنگ کا انداز اس حقیقت کو ظاہر کررہا تھا کہ یہ اعتماد فنا ہوکر رہے گا باوجود مسلسل ہزیمتوں کے۔ راڈٹسکی (Radetzky)

**اطالوی ہزیمتیں**

کی تنگ ودو اور باوجود فتح و نصرت کے چارلس البرٹ کا جمود

ایسے نقیدنین ہیں جنکا موازنہ حیرت اور بوالعجبی کی ایک بلیغ داستان ہے۔
۹ جون کو وسنزا ( Vicenza ) نے ہتھیار ڈالدیئے اور دوراندو کی
سرکردگی میں پاپائی افواج تین ماہ تک بیکار پڑی رہیں ارض ونیشیا
براہ راست آسٹرویوں کے قبضے میں آگئی جنکا مرکز ویرونا اب بھی تنزل ہوسکا
تھا۔ چارلس البرٹ کی خلوص نیت کے متعلق اہالیان لمبارڈی نے
اپنے شکوک و شبہات کا نہایت بلند آواز سے اظہار شروع کردیا
اور میزینی نے ایکبار پھر اس کمبخت ساعت پر لعنت بھیجی جسوقت اٹلی نے
سلاطین اور فرمانرواؤں پر اعتبار کیا تھا اور اعتماد کا امین قرار دیا تھا ٹھیک
اس دوران میں جبکہ اطالوی افواج مایوس ہوکر مضمحل اور پراگندہ ہورہی تھیں
تازہ دم کمک کوہستان الپ کو عبور کرکے آسٹروی کیمپ میں داخل ہورہی
تھی، یہاں تک کہ راڈٹسکی ( Radetzky ) نے بہتر اور برتر افواج کے ساتھ
اپنی جنگ کا آغاز کردیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ جولائی کو افواج پیڈمنٹ کو
کستوزہ میں شکست فاحش نصیب ہوئی۔ چارلس البرٹ اپنے مایوس الحال فوج
اور متعاقب آسٹریوں کے ساتھ میلان کی سمت پسپا ہونے پر
مجبور ہوا۔ اسکی حالت کچھ ایسی زار ہورہی تھی کہ وہ عرصے تک شہر پر قابض
نہیں رہ سکتا تھا اور بالآخر ۵ اگسٹ کو سپر ڈالدینے کا
فیصلہ کرلیا گیا۔ تمام رات افواج پیڈمنٹ اہالیان
میلان کی لعنتوں اور گولیوں کی مشائعت میں
شہر خالی کرتی رہیں اور دوسرے روز جسوقت آسٹروی افواج داخل ہوئی ہیں تو
شہر کے نصف سے زیادہ حصے پر بربادی اور ویرانی کا تسلط تھا۔ ۹ اگست کو
چارلس البرٹ چھ ہفتے کی عارضی صلح پر رضامند ہوگیا ؛

جنگ کستوزا اور دبجے وانو کی صلح عارضی

جسوقت اٹلی میں آسٹریا کی اس تاب وطاقت کا موازنہ جسکی طرف
ذہن کبھی نہیں منتقل ہوا، شاہی مرکزی حکومت کی انتہائی کمزوری سے
کیا جاتا ہے تو حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اسمیں شک نہیں سال کے
پہلے نصف حصے میں وزارت وائنا کی کمزوری اقتدار کے عروج وزوال کا مدار۔

۲۸۹

ایک سیاسی کارِ نمایاں کی طرح، جنوب میں آسٹروی جنگ کی ترقی یا تنزلی پر تھا۔ ابتدائے کار میں ملت پرستی اور آئینی لبرلزم کے مطمحات نظر کا بھی باہمی اختلاف استبدادی جذبے کی مضمحل قوتوں کے لیئے بے حد کارآمد ثابت ہوا۔ ۱۵ مارچ سے وائنا کی عنانِ حکومت ان شہریوں اور انڈر گریجویٹ طلبا کی ایک مشترک کمیٹی کے ہاتھ میں تھی جو اپنی فطرت اور مشرب کی رو سے شدت کے ساتھ انقلاب پسند بھی تھے اور جرمن بھی۔ پیرس کے حقیقی نمونے پر یہ لوگ، شروع ہی سے، اس بات کا مطالبہ کر رہے تھے کہ شہنشاہی سیاسیات میں انکی آواز اور آرا کو ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہونی چاہیئے اور چونکہ اس فن سے وہ بالکل ناآشنا تھے اس لیئے وہ اس حقیقت کو کبھی نہ محسوس کر سکے کہ باعتبار نوعیت عموم وائنا اور اہالیانِ اٹلی دونوں کے اغراض و مقاصد ایک تھے۔ لیکن جس وقت اطالوی ممالک پر قبضہ قائم رکھنے کے لیئے انقلابی جدوجہد کر رہے تھے نوزائیدہ جرمنی جذبۂ وطنیت کے ہیجان کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی وطن پرستی کا پورا سرمایہ گورنمنٹ کے دست و بازو کو قوی بنانے کے لیئے وقف کر چکا تھا، برلن کا انقلاب مارچ، اور فریڈرک ولیم کا جدید رویہ، فی الحقیقت، آسٹروی دارالصدر کی پوشیدہ جرمنیت کو متحرک اور متموج کر چکے تھے۔ اب ایک شورِ قیامت بلند کیا گیا کہ آسٹریا کو جرمنی سے اپنا دست تصرف کھینچ کر موخر الذکر کو دولت پروشیا کی ہوسناکیوں کا میدان نہ بننے دینا چاہیئے۔ عامۃ الناس کے اس مطالبے کے سامنے حکومت نے بادلِ ناخواستہ ہتھیار ڈال دیئے۔ اور فوراً یہ حکم نافذ کر دیا کہ فرانکفورٹ کی پارلیمنٹ کے لیئے آسٹروی اراکین کا انتخاب عمل میں آنا چاہیئے اور اسکے لیئے ضروری انتظامات عمل میں آئیں۔ جمہوریۂ وائنا اور جرمن پارلیمنٹ اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کر دیا کہ آسٹریا کی شہنشاہیت اور اسکا شیرازۂ جمعیت، اتحاد جرمنی پر قربان نہیں کیا جا سکتا[1] لیکن اس رعایت نے ایک خلش کا ازالہ دوسرا

صفحہ ۳۹۰

[1] اسپرنگر جلد ۲ صفحہ ۲۶۱۔

خلش کے اکسا دینے سے کیا۔ بحیثیت جرمنی کے ایک جز ہونے کے اعتبار سے بوہیمیا کو مرکزی پارلیمنٹ میں اپنے نمایندوں کو بھیجنے کا منصب حاصل تھا لیکن ملک میں چیخ اکثریت اپنے آپ کو ایک عظیم الشان جرمن قوم میں جذب کر دینا گوارا نہیں کرتی تھی اور پراگ کے جرمن باشندوں کا علم سہ رنگ اپنا نشان امتیاز بنا تا تھا کہ فتنہ اور فساد کے آثار ہویدا ہونے لگے اور جسکے متعلق قیاس کیا جاتا تھا کہ اور زیادہ اندیشہ ناک صورت اختیار کرلیں گے۔ اب استبدادی جرمنی عنصر اسلافی اقوام سے مدہوش ہوکر اس پالیسی کے خلاف صدائے ناراضی بلند کرنے پر آمادہ ہوگیا جو آسٹروی بادشاہی کے روایتی منصب اور ہیئت کو بالکل فنا کردینے والے تھے اور گو بالآخر حکومت نے عموم وائنا کے دباؤ سے مجبور ہوکر اس بات کا اعلان کیا کہ انتخابات بہر نوع عمل میں آئیں لیکن یہ سب کچھ صرف ایک خلا بحث ہوکر رہگیا خود پراگ میں صرف تین عدد منتخب کنندگان ٹاؤن ہال میں نظر آئے۔

آسٹریا کا مرکزی دستور — جرمن پارلیمنٹ کے لیئے ۲۴ و ۲۹ اپریل کے درمیان انتخابات عمل میں آئے اور اسی دوران میں ۲۵ اپریل کو کچھ اس انداز سے جسمیں غلط فہمی کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی تھی، حکومت وائنا نے باستثنائے ہنگری اور ممالک اطالوی بادشاہی آسٹریا کے لیئے ایک دستور نافذ کیا۔ اس مرکزیت کے خلاف جس سے صرف جرمنوں کی سیادت مقصود تھی اور پولستانیوں نے صدائے ناراضی بلند کی اور بجا طور پر وائنا کی "انبوہ گردی" کا مضحکہ اڑایا اشتعال پذیر باشندگان وائنا کو یہ شبہہ ہوا کہ گورنمنٹ اور اسلافی افواج ایک نافرجام معاہدے میں فریقین کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ انکو برافروختہ کردینے کے لیئے کافی ہوا۔ اور یہ تجویز کہ ایک چیخ وزیر تعلیمات بنایا جائے ایک نئے انقلاب کا حیلہ ثابت ہوئے۔ ۳ مارچ کو طلبا کی لا سنجیدہ درخواست پر وزیر اعظم کاؤنٹ فیکل منٹ ( Ficqnelmont ) استعفیٰ داخل کرچکا تھا اسکے جانشین پلرزڈورف ( Pillersdorf ) نے جسکی پشت پناہی

صفحہ ۲۹۱

کاؤنٹ ہویوس ( Count Hoyos ) (جو جنگی صوبہ دار تھا) کر رہا تھا اس سیلاب کے سدباب کرنیکا اس طور پر انتظام کیا کہ نیشنل گارڈ کے ممبروں کو اس جدید مرکزی کمیٹی میں حصہ لینے سے روکدیا گیا جو ۲۳ مئی کو طلبا کے ایما اور امداد سے عالم وجود میں آئی تھی لیکن تمام معتبر افواج اٹلی بھیجی جا چکی تھیں اس لیئے اسکے اختیارات کو موثر بنانے والی کوئی طاقت موجود نہ تھی۔

**وائنا میں عوام کے جدید ہنگامے**

۱۵ مئی کو ایک نیا ہنگامہ نہایت وسیع پیمانے پر رونما ہوا گورنمنٹ کو سر تسلیم خم کرنیکے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ دوسرے دن ایک اعلان شاہی کی رو سے نیشنل گارڈ کے غصب کردہ اختیارات تسلیم کر لیئے گئے۔ اور ایک مجلس ترکیبی جو ایک ہی ایوان پر مشتمل تھی جسکے اراکین عام حق انتخاب کی رو سے منتخب ہوتے طلب کی گئی۔ ان فرامین کے نفاذ کے فوراً ہی بعد شاہنشاہ نے اپنی تندرستی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے" وائنا کو خیرباد کہکر انزبروک ( Inusbruck ) کا راستہ لیا اور وہاں سے ایک فرمان صادر کرکے اپریل کے مراعات کو مستقل کر دیا لیکن ان رعایتوں کے خلاف جو عوام نے ڈر سے حاصل کیئے تھے، اظہار ناراضی بھی کیا۔ دربار کے فرار ہو جانے سے اہالیان وائنا کو اپنے نقصانات کا اندازہ ہوا اور یہی حقیقت تھی جس نے ان کو سنجیدہ بنا دیا۔ اب انھوں نے ازسر نو امن قائم کرنیکی کوشش شروع کر دی اور بادشاہ سے واپسی کی درخواست کی۔ دوسری طرف وزارت نے اس جذبے سے فائدہ اٹھا کر یونیورسٹی کو بند اور طلبا کو غیر مسلح (نہتا) کرنیکا تہیہ کر لیا۔ یہ کوشش ناکام ہوکر رہی طلبا جو ہفتوں تک آزاد اور بے لگام رہ چکے تھے سرکشی اور طغیانی پر آمادہ ہو گئے۔ ان کی امداد کے لیئے ہر قسم کے کاریگر اور اوباش مجمع ہو گئے۔ حکومت بالکل خستہ حال ہو چکی تھی، اُس نے شہر کے امن وعافیت کا انتظام خود شہر ہی کے سپرد کر دیا اور ایک کمیٹی موسوم بہ، انجمن تحفظ عامہ، کے قیام کی اجازت دیدی جسکی وجہ سے خود اس کے اختیار واقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ انقلاب اب اپنی معراج کمال پر پہنچ چکا تھا

اور اب یہ جمہوریت جو وائنا میں کوس لمن الملکی بجا چکی تھی، سلطنت پر اپنا سکہ جمانے کی فکر میں تھی۔ لیکن آسٹریا، فرانس نہ تھا جسکی گردن دارالصدر کے چشم و ابرو کے اشارے پر جھک جاتی۔ وائنا کی بدنظمیوں نے محکوم قوموں کے دل میں گدگدی پیدا کی اور انھوں نے محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب ان کی دیرینہ حوصلہ مندیاں بارآور ہوں گی اور قدیم کینوں اور کدورتوں کا انتقام لیا جائے گا۔ انزبروک (Innsbruck) میں وفد پر وفد چلے آتے تھے جو صرف بے پایاں عرضداشتوں اور محضرناموں کے حامل تھے اور بادشاہ نے امید افزا توقعات کے ساتھ دارالصدر کی انقلاب پسندی کو خیرباد کہکر اپنے "عزیز اور وفاشعار صوبہ جات" سے درخواست دستگیری کی۔

صفحہ ۲۹۲

# باب سیزدہم

## دور استبداد

کُل اسلافی کانگریس ونڈش گرانز (Windischgratz) پراگ میں انقلاب کا قلع قمع کرتا ہے ۔ آسٹروی رایخشرات ۔ انقلاب پر ملی حریفانہ چشمکوں کا اثر بلاچ اور جنوبی اسلافی اقوام ۔ فوج کا رویہ ۔ کسٹوزا کا اثر ۔ لیمبرگ اور لاٹور کا قتل ۔ ونڈش گرانز وائنا پر غلبہ حاصل کرتا ہے ۔ پرنس شوارزنبرگ (Prince Schwarzenberg) شاہنشاہ فرانس جوزف کی اورنگ نشینی ۔ ہنگری میں جنگ ۔ روس کی مداخلت ۔ اٹلی ۔ مابعد کسٹوزا ۔ پیڈمانٹ کا بار دیگر آمادہ جنگ ہونا ۔ جنگ نووارا ۔ جرمنی میں انقلاب ۔ جرمن پارلیمنٹ ۔ حکومت ہنگامی ۔ مسئلہ شلسوگ ہولشٹائن ۔ پروشیا کی مداخلت ۔ دول یورپ کا رویہ ۔ پروشیا اور جرمن پارلیمنٹ ۔ برلن میں ردعمل ۔ فریڈرک ولیم اور تاج شہنشاہی ۔ جرمنی میں آسٹروی اور پروشوی حریفانہ چشمکوں کی کشاکش شمالی پروشوی لیگ ۔ شوارزنبرگ کا طرز حکومت پروشیا کا منفرد اور مجبور رہجانا ۔ واقعات ہےسے ۔ معاہدہ اولمتز (Olmutz)

صفحہ ۲۹۳

مبہوت اور خوف زدہ، مرکزی حکومت کے خلاف شاہنشاہ کی اپیل، کسی حد تک نگیاری اور جرمن قومی تحریکوں کی مخالفت کے لیئے ایک سند جواز کی حیثیت رکھتی تھی ۔ کل اسلافی کانگریس کا اجلاس جس میں جرمن اشرافی استبدادیوں کی کافی تعداد شریک تھی، یکم مئی کو پراگ میں منعقد ہوا؛ یہ گویا فرانکفورٹ پارلیمنٹ کے مقابلے میں ایک جوابی مظاہرہ تھا اس کا اصلی مقصد بوہیمیا میں جرمن پارلیمنٹ کے اختیار اور اقتدار کا انفساخ تھا لیکن غایت اصلی یہ تھی کہ روس سے لیکر

کل اسلافی کانگریس منعقدہ پراگ مئی ۱۸۴۸ء

بلقان تک جملہ اسلافی اقوام کی ایک زبردست لیگ قائم کردی جائے۔
آسٹروی ارباب حل و عقد کے تو دل سے لگی ہوئی تھی کہ شاہی اقتدار کا ایک شمہ
ہی کیوں نہ ہو، ہاتھ سے نہ دیا جائے پھر وہ وائنا کی جرمن النسل عموم کو سزا دینے
کے لیئے ایک ایسے آسان آلے سے کیوں نہ فائدہ اُٹھاتے پرنس وندش گراتز
(Windischgratz) کی مدد سے ۲۹۔ مئی کو کاؤنٹ تون (Thun)
نے حکومت وائنا سے بوہیمیا کے انقطاع اور پراگ میں ایک علیحدہ
گورنمنٹ کے قیام کا اعلان کردیا، اور تین ہی دن کے بعد آسٹروی وزیر داخلہ
کے اس اعلان کے باوجود کہ یہ تمام کارروائیاں ناقص اور مہمل تھیں بادشاہ
نے نہایت جسارت کے ساتھ، بوہیمیا کی خود مختاری کو محکم اور مستقل بنا دیا
لیکن مصافی عسکری اور اسلافی قوم پرستوں کا یہ غیر فطری اتحاد محض
چند روزہ ثابت ہوا۔ کانگریس کی فضا جمہوری جذبات
سے کچھ اس طور پر سرشار ہو رہی تھی کہ استبدادی متکبرین
کو سانس لینا دشوار تھا۔ اور ۱۰۔ جون کو جبکہ جدید پریسیڈنٹ پالاتسکی
(Palazky) کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ وہ عامۃ الناس کے لیئے ایک
ایسا اعلان مرتب کرے جس میں لبرل مشرب کے جملہ قواعد و شرائط سے
جمیع اقوام اسلاف کی وابستگی و عقیدت کا اظہار ہوتا، تو باہمی تعلقات کشیدہ
ہوتے ہوتے علانیہ مخاصمت کے حدود تک پہنچ گئے ایک محضر نامہ جس میں اسلافی اقوام کے حقوق کا ادعا
کیا گیا تھا مرتب ہو ہی رہا تھا کہ باشندگان پراگ کے عجلت زدہ اور بے ہنگام طبقہ ادنے نے ایک
طغیان تمرد برپا کر دیا اور اس طور پر معاملات نے دفعتہً ایک نازک صورت اختیار کرلی۔
چیخ قوی دستے اور طلبا ء کی سرگرد گی میں (جو اپنے حریفان وائنا کی تقلید میں
از خود رفتہ ہو رہے تھے اور سلطنت کو استبداد سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے)
۱۲۔ جون کو ایک ہنگامہ وقوع پذیر ہوا۔ پرنس وندش گراتز کو جسے
تنگ باطن آسٹروی عسکریت کا بالکل پیکر کہنا چاہیئے
موقع ہاتھ آیا۔ گلی کوچوں میں متفرق و منتشر طور پر جنگ ہوئی
اور بے سود گفت و شنید کے بعد ۱۵۔ جون کو وہ

بوہیمیا کی خود مختاری

وندش گراتز انقلاب موقوعہ پراگ کا قلع قمع کر دیتا ہے ۱۵۔ جون ۱۸۴۸ء

صفحہ ۲۹۴

انہی تمام افواج شہر سے باہر نکال لے گیا اور مرتفع مقامات سے گولہ باری کر کے شہر کو مسخر اور مغلوب کر لیا۔ اسلافی کانگریس قومی کمیٹی اور عمومی کلب حباب آسا ٹوٹ گئیں۔ اپنی ہمرکاب فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر ونڈش گراتنر نے فوجی قانون نافذ کر دیا۔ اور ایک فوجی مطلق العنان کی حیثیت سے شہنشاہ کی طرف سے اُس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔
یہ استبداد کی پہلی شاندار کامیابی تھی۔ ونڈش گراتنر کے فتوحات کے نتائج نہایت اہم بھی تھے اور سریع الوقوع بھی۔ پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ وہ نسلی کشاکش جو عنقریب رونما ہونے والی تھی، جلد سے جلد پیدا ہو گئی۔
اہالیان جرمنی ”کل اسلافیت“ عفریت کے مغلوب و منکوب ہونے سے کچھ اس درجہ شاد اور مسرور ہوئے کہ وہ لبرلزم کے اُس جذبے کو بالکل فراموش کر بیٹھے جو اُس میں اور پراگ کانگریس میں مشترک تھا ونڈش گراتنر (Windischgratz) کے غازیِ ملت ہونے کی تعریفیں بلند کیں نوبت تو یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اسکی امداد و استعانت کے لیئے فرانکفورٹ پارلیمنٹ نے فوج تک بھیجنے کا عندیہ ظاہر کر دیا تھا لیکن اس کا جواب معنی خیز تھا اُس نے بیان کیا کہ یہ قومیتوں کا سوال نہ تھا بلکہ محض ایک معمولی ہنگامے کا جو باضابطہ حکومت کے خلاف برپا کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا اثر تو یہ ہوا کہ بوہیمیا کی فوجی تحریکات کا سدباب ہو گیا۔ لیکن اگر اس سے بوہیمی مجلس ملّی کا وہ اجلاس جو ۱۹۔جون کو منعقد ہونے والا تھا، ملتوی ہو گیا اور دائنا کے سے لیئے انتخابات عمل میں آنے کا فرمان صادر ہوا تو یہ حریت قومیت کی نہیں بلکہ غیر ملی تخیل شاہنشاہیت کی فتح تھی مزید براں یہ خالصاً عسکریت کی فتح تھی جس نے ”سلطانیہ“ (Kaiser lichen) (جو فوج کا نام پڑ گیا تھا) کی جرأت وخود اعتمادی میں ایک تازہ روح پھونک دی تھی اور جس میں فی الحال آسٹروی حرب وضرب کی اُس کامیابی سے جو اُسے اٹلی میں حاصل ہوئی تھی اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اسلافی جن کی مساعی اتحاد قطعاً ناکام ہو چکی تھیں اس حالت اور موقع کو فوراً تاڑ گئے وہ اس جرمنی عمومیہ سے جو انکے مطمحِ نظر کی

فوج کی ترقی پذیر اہمیت

۲۹۵

پامالی میں معین رہ چکی تھی، اس درجہ متنفر تھے کہ انھوں نے اپنے لبرلزم کو اپنے جذبۂ ملت پرستی پر قربان کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا اور اس امید پر کہ شاید انقلاب کے شکستہ آثار پر حریت قومی کے کچھ سقف دور قائم کیئے جا سکیں استبدادی قوتوں کے ہمدوش وہم پہلو بنگئے۔

پراگ کے ایام جون اور اطالوی فتوحات کسی جوابی فتنۂ انقلاب کی محرک نہ ہوئیں۔ وائنا بدستور عموم کے قبضے میں رہا اور ۱۰۔ جولائی کو آسٹروی رائخشرات کا پہلا اجلاس منعقد ہوا لیکن ونڈش گراٹز (Windischgratz) کا غلبۂ پیروزی حکومت کا پشتیبان تھا اور اقتدار و حکومت کا عنصر، آسٹریا کی اولین آئینی آزمائش کے جلودں سے اور زیادہ قوی ہو چکا تھا جب توقع، عالمگیر حق انتخاب کی رو سے ڈائٹ میں اسلافی اکثریت غالب تھی لیکن جرمن عمومیت پسند اپنے اصول کے اس منطقی نتیجے سے کچھ ایسے برہم ہو رہے تھے

**آسٹروی رائخشرات کا افتتاح**

کہ انھوں نے اپنی اس قلت تعداد کی تلافی کی یہ صورت نکالی، اور اس میں انھیں کامیابی بھی ہوئی، کہ اپنی مقصد براری کے لیئے انھوں نے اہالیان وائنا کی خدمات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ اسکا نتیجہ محض ایک پارلیمنٹی خلفشار تھا جس سے بتدریج صرف ایک نہایت وقیع اور اہم اصلاح نمودار ہوئی جسے انقلاب کا تنہا اور مستقل ثمرہ کہنا چاہیئے۔ کسانوں کی نجات و فلاح غالیئین اور استبدادی دونوں

**زرعی اصلاح**

جماعتوں کے نزدیک مقدم اور ضروری خیال کی گئی۔ یہ صرف کسانوں کی دلی بیزاری اور بے اطمینانی تھی جس نے انقلاب کو امکانات کے حدود میں داخل کر دیا تھا اور اب اُسی بیزاری اور بے اطمینانی کے ازالے سے استبداد کو فتح نصیب ہوسکتی تھی۔ ادھر، ۷۔ ستمبر کو جاگیری خدمات کو حذف کر دینے کا مسودہ شاہنشاہ کی منظوری کے لیئے پیش ہوا ادھر انقلاب کی کمر ٹوٹ گئی۔ طبقۂ مزارعین کے نائبین جو طبقۂ متوسطین کے موہوم اور غیر معین نصب العین سے ابتک ناآشنائے محض تھے اپنے اپنے حلقۂ انتخاب کو واپس ہوئے۔ اور اپنی نو یافتہ آزادی کی ضمانت میں اس بات کا عزم کر چکے تھے کہ وہ حکومت کی

۲۹۶

اعانت و امداد میں ہمہ تن کوشاں رہیں گے حکومت کو اسلافیوں کے ہمدوش ہو کر جس وقت جرمن لبرلزم اور مگیاری جذبۂ ملت پرستی کے خلاف صف آرا ہونا پڑا اُس وقت حکومت شاہی کی پشت پناہی کے لیئے صرف وہ افواج نہ تھیں جنکے حوصلوں کو فتوحات نے اور وسعت دے دی تھی بلکہ وہ طبقۂ مزارعین بھی تھا جو وفاشعاری اور شکرگزاری کے جذبات سے سرشار ہو رہا تھا۔

یلاچح (Jellacic) ۱۴۔اپریل کو بیرن یلاچح کروشیا کا بان یا وائسرائے مقرر ہوا۔ اسلافی قومیتوں کی اُس تمام تگ و دو کا مقصد جس کا تعلق آسٹریا میں ۱۸۴۸ء کی انقلابی تحریکات کی قسمت کے فیصلے سے تھا، اُسی شخص کے وجود سے وابستہ تھا یلاچح استبدادی سے آسٹریا کے شاہی اور فوجی اقتدار کو از سر نو کارفرما بنانے کا عزم کر چکا تھا اور اگر انسبرگ (Inusbruck) میں اس کے آئین وفاشعاری کو کبھی اشتباہ کی نظر سے دیکھا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس امر کو بخوبی محسوس کر چکا تھا کہ جرمن اور مگیاروں کی انقلابی طاقت کو شکست دینے کی صرف یہ صورت ممکن تھی کہ وہ اپنے آپ کو اُن اسلافی مطمحات نظر سے وابستہ کرے جو ان دونوں سے معاندانہ چشمک رکھتے تھے۔ مگیاری جرمن رد عمل کے مقابلے میں اُس نے اُس وفاقیت (Federalism) کو لا کھڑا کیا تھا جس کے علم بردار اسلافی تھے اور اس طور پر وہ "دشمن میں تفرقہ ڈالو اور ان پر حکمرانی کرو" کے اس اصول کو برسر کار لانا چاہتا تھا جسکا شمار حکومت ہاپسبرگ کی دیرینہ روایت میں کیا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنے مقصد کی تکمیل میں انتہائی فراست و قابلیت سے کام لیا۔ (Ronote) اپنے صوبے میں اسکا داخل ہونا ہی تھا کہ اس نے تمامی انتظامی جماعتوں کے نام ایک حکمنامہ امتناعی جاری کیا کہ سوائے ان احکام کے جنھیں وہ خود نافذ کرے اُن کو کسی دوسری ہستی کے فرمان پر کاربند نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف اُس نے مگیاری حکام کو حذف کر کے اُن کے مناصب پُرجوش الیریائیوں کو تفویض کر دیئے اور اس طور پر پسٹ کی مجلس ملی کو علی الرغم اعلان جنگ دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُس نے کروشیا اور

صفحہ ۴۹۰

اسلا فونیا میں فوجی قانون کا نفاذ کرکے ایک طور پر ہنگری کو اعلان جنگ دے دیا۔ تگیاری حکومت نے بھی انتہائی سرعت کے ساتھ اس اعلان پر صدائے لبیک بلند کر دی۔ ہنگری کے والی اور وزارت نے اسکی شکایت بارگاہ انسبرگ سے کی، اور ۷۔ مئی کو ایک شاہی فرمان صادر ہوا جس میں اس قسم کی منافقانہ تحریکات سے اجتناب اور ہنگوری حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یلاچچ نے نہ صرف تعمیل سے انکار کیا بلکہ کروشیوی مجلس ملی کا ایک اجلاس ۵۔ جون کو اگرام میں منعقد کیا۔ اس مجلس اولین کا کارنامہ یہ تھا کہ اُس نے "سلطنت ثلاثیہ" کو ہنگری سے منقطع کر دیا اور اس کے بعد اُس نے اس امر کا ووٹ سے فیصلہ کر دیا کہ اول الذکر مقامات کے ساتھ گورنر کارنیولا کارنتھیا۔ اسٹیریا۔ اور نشیبی مسٹیریا شامل کر دیئے جائیں۔ آسٹریا کے ساتھ اُن کا شمول محض مالیات، خارجی پالیسی اور معاملات جنگ کے تکملہ و تصفیہ کیلئے رہ گیا۔ بارگاہ انسبرگ کے صدر نشینوں نے اس جدید منافقانہ رویے کو اندیشے کی نظر سے ملاحظہ کیا۔ مئی کی بغاوت وائنا کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے دارالسلطنت کی تمام باغیانہ ریشہ دوانیوں کو نیست و نابود کر دینے کے لئے تگیاریوں سے طالب استعانت ہونا بالکل ناگزیر ہوگیا تھا اور اس خیال کو عمل پذیر بنانے میں جو چیز سد راہ ہورہی تھی وہ یلاچچ کا بے محل و بے موقع طرز عمل تھا۔ بتھیانی (Batthyany) کے ایماپر، ۱۰۔ جون کو شاہنشاہ نے ایک فرمان صادر کیا جس میں تحریک الیریا کو نہایت سخت وسست لب ولہجہ سے یاد فرمایا اور یلاچچ کو معزول کر دیا۔ موخر الذکر ایک رئیس الوقت کی حیثیت سے انسبرگ کے لئے روانہ ہوچکا تھا۔ یہاں آنے پر اُس نے اس حقیقت کو فوراً سمجھ لیا کہ وہ کن کن ذرائع اور اصول پر کاربند رہکر شاہی قسمت کی نزاکتوں کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد میں تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ اس امر کو بخوبی ذہن نشین کر چکا تھا کہ ہر بات کا مدار فوج پر ہے۔ اور فوج مرادف تھی۔ اٹلی میں جنگ وپیکار کی! اگر کروٹ اور تگیاری رجمنٹ لمبارڈی سے اُٹھا لی جاتی ہیں تو آسٹروی اغراض و مقاصد فوت ہوتے ہیں۔

**ہنگری سے "سلطنت ثلاثیہ" کا انقطاع**

مگیاری حکومت نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ہنگروی افواج کو تاج خسروی سے منحرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ ۱۴ مئی کو پستھ میں باقاعدہ شاہی افواج اور قوم پرست اسلیصالیوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جس میں موخر الذکر کو فتح نصیب ہوئی۔ محافظین ملی کا ایک دستہ منتخب ہوا، اور بددل فوجیوں کو بڑی بڑی تنخواہوں کا لقمہ دے کر اپنے اپنے علم ونشان کو خیر باد کہکر جدید علم کے نیچے آجانے کے لیئے آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ یکم جون کو افواج متعینہ پستھ (Pesth) نے دستور کے لیئے حلف وفاداری اٹھایا، اور اب تمام مگیاری اعیان و اکابر کی وہ توقعات جو انقلاب پسندان وائنا سے وابستہ تھیں زائل ہوگئیں

**یلاچخ و جنوبی اسلافیوں کا فوج کے ساتھ اتحاد**

یلاچخ نے اب اپنا موقع دیکھا اور اُسے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ۲۰ جون کو اُس نے افواج کروٹ متعینۂ اٹلی کے نام ایک اعلان شائع کیا جس میں انھیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ اٹلی ہی میں اپنے قدم جمائے رکھیں اور مادر وطن کے لیئے آمادۂ سرفروشی ہو جائیں اس لمحے سے فوج اور جنوبی اسلافی ملتوں کے درمیان رابطۂ اتحاد بالکل مستحکم ہو گیا۔

صفحہ ۲۵۸

**یلاچخ ایک متحدہ سلطنت کا خیال ظاہر کرتا ہے**

باغی سرویوں (جو اسٹراٹیمیروچ (Stratomirovic) کی سرکردگی میں تھے) اور مگیاریوں کے درمیان، جنوبی سرحد پر آتش جنگ مشتعل ہو چکی تھی۔ اگرام کی مجلس ملی نے بھی ۱۰ جون کے اعلان پر غضبناک ہوکر، ایک اعلان جنگ النسرگ بھیج دینے کا تہیہ کر لیا۔ اور بان (یلاچخ) کو بحال کر دینے کا مطالبہ کیا۔ شاہی کابینۂ وزارت کو ابتک اسکی ہمت نہ تھی کہ وہ علی الاعلان مگیاریوں کی توہین تضحیک روا رکھ سکتا۔ یلاچخ بغیر کسی مزاحمت کے اپنی جگہ کو واپس ہوا، ایک طرف تو اس نے ہیجان اور اضطراب کو فرو کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف اپنے [illegible] اور جدوجہد کو تکمیل کے حدود تک پہنچاتا رہا۔ اسکے ایما سے مجلس ملی نے ایک قرارداد منظور کر کے نظام دوعملی کو قابل ملامت گردانا اور سلطنت کی متحدہ حیثیت کا ازسرنو

قائم کرنے کی تحریک پیش کی۔ ۲۶-جولائی کو بتوسل ارک ڈیوک جان گورنر جنرل اور تھیانی (Batthyany) سے رابطۂ تفہیم و تفہم قائم کرنے کی غرض سے یلاچخ وائنا کی سیاحت اختیار کرنا واقعات اور حالات پر مزید روشنی ڈالتا تھا عہد معاہدے کی کوئی صورت نہ نکل سکی لیکن افواج نے یلاچخ کی پذیرائی کچھ اس شان سے کی گویا اُسے سلطنت اور فوج دونوں کے حقوق کے محافظ کی حیثیت حاصل تھی اس مظاہرے سے گورنمنٹ کچھ اس درجہ متاثر ہوئی کہ اُس نے ہمت کر کے اس امر کا اعلان کر دیا کہ آسٹروی سلطنت کا ۔ار اس حقیقت پر تھا کہ وہ تمام قومیتوں کے مساوی حقوق کو تسلیم کرتی ہے۔" یہ اسلافی نسل کے لیے ایک رعایت تھی جرمن اور ہنگیاری اقوام کی متکبرانہ علیحدگی کا (Exclosiacness) ایک جواب اور انجام کا آغاز! یلاچخ کو اب بھی اپنی کروٹ فوج کی بے صبری کو فرو کرنا باقی تھا لیکن اس میں زیادہ مدت نہیں صرف ہوئی۔ متحدہ سلطنت کے خلاف ہنگیاریوں کا اس بات پر آمادہ ہو جانا کہ اب قسمتوں کا فیصلہ صرف تلواروں کی چھاؤں میں ہو سکتا ہے، ایک ایسا واقعہ تھا جس نے یلاچخ کو پوری آزادی کے ساتھ کارفرما ہونے کا جلد موقع دے دیا۔

ہنگروی ڈائٹ کروٹوں کو کچل دینے کے لیے آمادہ ہوتی ہے۔

۲-جولائی کو ہنگروی ڈائٹ کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ کسی قسم کے مفاہمے یا صلح کے لیے کوئی آمادہ نہ تھا، اعتدال پسند طبقے کی آواز قوم پرستوں کے شور بے ہنگام میں جذب ہو جاتی تھی اور مستحفظ کابینہ کوستھ (Kossuth) کی شخصیت سے مرعوب ہو رہا تھا جو اپنے وسیع اعتبار و اثر کو برسرکار لا کر نسلی مناقشات کے بھڑکتے ہوئے شعلوں پر روغن اندازی کر رہا تھا۔ کروشوی مسئلہ اس وقت سب پر فوق تھا۔ ڈائٹ نے بان (یلاچخ) کی افواج کو رسد وغیرہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ تحریک راڈٹسکی (Radetzky) کے لیے کمک روانہ کی جائے، اختلاف آرا کا باعث ہوئی[1] لیکن آخر کار اسے اس شرط پر منظور کر لیا گیا کہ سب سے پہلے ہنگری میں "امن و عافیت قائم کرنا چاہیے"

صفحہ ۲۹۹

[1] اسپنزر جلد دوم صفحہ ۲۷۸ -

اسی دوران میں یہ امور بھی منظور کر لیئے گئے کہ ۲ لاکھ سپاہ فراہم کی جائے، محصول جنگ قائم ہو اور فوج کی ترکیب اور ترتیب اس طور پر ہونی چاہیئے کہ قومی عنصر اور زیادہ غالب نظر آنے لگے،

لیکن اسی زمانے میں، جنوب میں ایک بار پھر آتش مخاصمت بلند ہونے لگی تھی اور وزیر جنگ کی خاموش رضامندی سے آسٹروی افسر باغیوں سے جا ملے۔ لیکن بظاہر آسٹروی حکومت اب بھی اپنے غیر جانبدارانہ رویے پر قائم تھی اور پیستھ سے جو پیام دعوت شاہنشاہ کو موصول ہوا تھا اسکا جواب شہنشاہ نے دوستانہ طریقے پر دیا گروہ بات کا ٹالنا تھا، لیکن کوستھ کا غیر مصالحانہ رویہ اور اسکی وہ سب سے علحدہ مالی پالیسی جسکی رو سے وہ آسٹریا اور ہنگری کے درمیان افتراق و نفاق کی خلیج وسیع کرتا جاتا تھا اور حکومت پیستھ کی فطری بدگمانی اور سوء ظنی ایسی حالتیں تھیں جنھوں نے معاملات کو جلد سے جلد نازک حدود تک پہنچا دیا۔ واقعات اٹلی نے اس کو اور مصدق کر دیا ۔ ۲۵۔ جولائی کو فتح کسٹوزا نے ایک ایسی فوج کو آزاد کر دیا جو جذبات فتح و فیروزی سے سرشار اور اپنے افسروں اور خاندان شاہی کے لیئے سر بکف تھی۔ ایک مضبوط مرکزی اور فوجی مملکت کے

**فتح کسٹوزا کا اثر**

قیام و احیاء کا امکان از سر نو تازہ ہو گیا۔ مگیاریوں کو علحدہ کر دینے کے خلاف خود آسٹروی پارلیمنٹ میں آوازیں بلند ہوئیں اور وزرا کو اتنی جسارت ہوئی کہ وہ حکومت پیستھ کے خلاف جو اسلافیوں کو نیست و نابود کر دینے کے لیئے جد و جہد کر رہی تھی صدائے احتجاج بلند کر سکے۔ آسٹروی سلطنت اور ہنگروی بادشاہت کے مطالبات آپس میں نقیضین معلوم ہو رہے تھے اور اب ایک ایسی حالت پیدا ہو چلی تھی جسکے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس کا تصفیہ اب صرف طاقت اور اشتداد سے ہو سکتا تھا

**یلاچچ۔ ہنگری پر حملہ آور ہوتا ہے**

۴۔ ستمبر کو شہنشاہی حکومت نے یلاچچ کو انتہائی اعزاز و اقتدار کے ساتھ جسکا وہ سزاوار بھی تھا اُس کے قدیم عہدے پر فائز المرام کر دیا۔ سات ہی روز کے بعد بان نے کروشوی افواج کی معیت میں دریائے ڈراؤ کو عبور کر کے ہنگری کے خلاف علانیہ

اعلان جنگ کر دیا۔

اُس وقت سے وہ نتائج جو انقلاب سے مترتب ہونے والے تھے لیکن باعتبار اہمیت کچھ زیادہ دقیع نہ تھے بالکل فراموش کر دیئے گئے اور آسٹریا کی جملہ نسلوں اور ملتوں کی نظریں ہنگری کے خطرے (Crisis) کی رفتار ترقی پر جمی ہوئی تھیں وائنا کی جرمن عمومیہ نگیاری قوم پرستوں کے ساتھ انتہائی بلند آہنگی سے اظہار ہمدردی کر رہی تھی۔ آسٹروی رائخشرات میں اسلافیوں کی کثرت آرا سے

**جرمن لبرل جماعت ونگیاریوں کا اتحاد اسلافیوں کے خلاف**

ایک قرارداد منظور ہوئی جسکی رو سے بحث مباحثے میں ہر زبان کو مساوی درجہ عطا کیا گیا تھا اور یہ گویا جرمنیت کے عروج واقتدار کے لیئے ایک پیام زوال تھا۔ اُن دو ہنگاموں کو جو اشتراکی مبلغین کے اُکسانے سے رونما ہوئے، حکومت نے یکے بعد دیگرے تھوڑی سی دقت سے فرو کر دیا۔ اور اب غالی اعیان واکابر نے اس امر کو محسوس کیا کہ اقتدار اور سطوت کی عنان رفتہ رفتہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگی تھی ان حالات کے ماتحت اُس وفد نے جسے کوسنتھ نے باشندگان آسٹریا کے پاس بھیجا تھا اور جو وائنا ۱۵ ستمبر کو پہنچا، ایک ایسا خوش آیند موقع مہیا کر دیا جسکی وجہ سے یہ اپنی حالت کو بہتر اور محکم بنا سکتے تھے۔ رائخشرات کی اسلافی اکثریت نے ان کی ملاقات سے انکار کر دیا لیکن وائنا کے باشندوں نے ان کے ورود پر انتہائی جوش کا اظہار کیا۔ یہ گویا ایک اعلان جنگ تھا جس میں بحیثیت فریقین ایک طرف تو حکومت خود موجود تھی جسکی پشت پناہی کے لیئے اسلاف آمادہ تھے اور دوسری طرف جرمن عموم تھے جن کے ہمدوش دہمعنان نگیاری تھے۔ خود پستھ میں یا جیسی کہ توقع کی جاتی تھی، اس بحران نے حکومت کی

**پستھ میں انقلاب پسند جماعت برسر کار آتی ہے**

انتہا پسند جماعت کو تقویت پہنچائی، چیچینئی (Szechenyi) کچھ دن قبل ہی اپنے حواس کھو چکا تھا۔ بقیہ میں سے جو زیادہ اعتدال پسند اراکین تھے مثلاً ایوت دوس (Eotvos or) دیاک (Deak) اُنھوں نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا اب اپنی شامت اعمال سے صرف بتھیانی (Batthyany) ایسا رہ گیا تھا جو

صفحہ ۳۰۰

ان نامساعد حالات میں بھی سرگرم کار رہا۔

چند دنوں تک تو حیص بیص کی حالت رونما رہی۔ مگیاری افواج کا رویّہ کچھ غیر تیقن اور مشکوک تھا اور اسکی کمان اب تک گورنر جنرل آسٹریوی ڈیوک اسٹیون کے ہاتھ میں تھی لیکن یلاچچ کی یہ امید کہ کچھ مگیاری باقاعدہ افواج اس سے آکر مل جائے گی، بار آور نہ ہوئی، کچھ عرصے کی بے کار اور بے سود گفتگوئے مصالحت کے بعد گورنر جنرل نے سپر ڈال دی اور فرار ہوگیا۔ بالآخر اس امر کی کوشش کی جانے لگی کہ کسی طرح اس نااتفاقی کو رفع کیا جائے اور ایک عارضی صلح حاصل کرنے کے لیئے جنرل لامبرگ کو ہنگری کے تمام اسلاف یا مگیاری افواج کا جنرل بناکر، موقع پر بھیجا گیا اسکا تقرر یلاچچ کی توہین تھی، مگیاریوں کے لیئے یہ ایک رعایت تھی اور ٹھیک یہی خیال بتھیانی (Batthyany) کا بھی تھا لیکن بدقسمتی سے لامبرگ بجائے اسکے کہ وہ وزیر اعظم کا انتظار کرتا جو خود اسی سے ملنے کے لیئے روانہ ہوچکا تھا، جلد سے جلد پستھ کے لیئے روانہ ہوگیا اور یہ ایک ایسا مقام تھا جسے شدید ترین انقلابی طاقتوں کا مرکز کہنا چاہیئے، ۲۷ ستمبر کو ڈائٹ کے باقیات صالحات نے کوستھ کی تحریک پر، ایک فرمان نافذ کیا جس میں مگیاری افواج کو اس امر کی ترغیب دی گئی تھی کہ وہ لامبرگ کی اطاعت سے منحرف ہوجائیں[1] دوسرے ہی دن بوڈا کے پل پر، عوام کے ایک غضبناک

**جنرل لامبرگ کا قتل**

جم غفیر نے آسٹروی جنرل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب کسی آشتی پذیر مصالحت کی کوئی گنجائش نہ تھی اور گو بتھیانی (Batthyany) انتہائی سرعت کے ساتھ وائنا پہنچا کہ کسی نہ کسی طور پر معاملات روبراہ لائے جاسکیں لیکن اب کینہ و مخاصمت کا بازار گرم ہوچکا تھا۔ ۳ر اکتوبر کو بتھیانی کے جانشین ریکسے (Recsey) کے دستخط سے ایک اعلان شائع ہوا جسکی رو سے ہنگری میں فوجی قانون نافذ کردیا گیا یلاچچ

صفحہ ۳۰۱

---

[1] یہ دستوری ہیئت ظاہری کی مثال خصوصی تھی۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وزیر متعینہ پستھ نے لمبرگ کے کمیشن پر اپنے دستخط نہیں ثبت کیئے تھے (فرے جلد دوم صفحہ ۱۱۴)

کو واشسرائے کا عہدہ تفویض ہوا اور وہ کل افواج کا کمانڈر مقرر کردیا گیا۔ اُسی دوران میں جنرل لاٹور (Latour) وزیر جنگ نے وائنا کی متعینہ افواج سے چند رجمنٹوں کو اسکی امداد کے لیئے کوچ کرنے کا حکم نافذ کیا۔ لیکن پچھلے چند مہینوں سے ان کے ساتھ کچھ ایسی مراعات ملحوظ رکھی گئی تھیں کہ ان میں کافی طور پر بدنظمی پھیل چکی تھی اس لیئے ان افواج پر بالکل اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا اور یہ کلیتہً ناقابل اعتبار ثابت ہوئیں۔ عامتہ الناس اور انتہاپسندوں (Radicals) نے مگیاریوں کے خلاف کوچ کرنے سے احتراز کرنے پر انھیں کچھ اس طرح اُکسایا کہ کئی رجمنٹوں نے علم بغاوت بلند کردیا۔ عامتہ الناس اور افواج ایک دفعہ پھر ہوف برگ پر ٹوٹ پڑیں اور لاٹور اپنی مروت و حوصلے کا شکار ہوا، یعنی اُس نے حملہ آوروں کے خلاف توپ و تفنگ سے امداد لینا گوارا نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ کمزور شاہنشاہ نے ایک دفعہ پھر جم غفیر کے جبر و قہر کے سامنے گردن خم کردی اور ۳ر اکتوبر کے اعلان کو واپس لے لینے پر رضامند ہوگیا لیکن چار یوم کے بعد وہ نواح دارالسلطنت سے ایک دفعہ پھر مفرور ہوا اور ایک اسلافی شہر یعنی اولمتز (Olmutz) میں جاکر پناہ گزیں ہوا جہاں سے اُس نے اپنی تمام وفادار رعایا کے نام ایک اپیل شائع کی کہ وہ تاج کی حفاظت و صیانت کے لیئے جمع ہو جائیں۔ رایخشرات کی اسلافی اکثریت نے بھی شاہنشاہ کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنایا اور پراگ کو مراجعت کرگئے بقیہ ایام "جرمن رمپ" کے خلاف، غالی کلبوں اور کمیٹیوں کے ایک حقیر اور قابل رحم ضمیمے کی حیثیت سے، لعن و طعن کرتی رہی۔

**لاٹور کا قتل اور شاہنشاہ کا بار دیگر مفرور ہونا**

اب وہ موقع آن پہنچا تھا جب کہ جماعت حربی اپنی قسمت آزمائی کے لیئے شمشیر بے نیام کرلیتی۔ ۱۱ر اکتوبر کو وندشگراتز نے (جس نے کہ نہایت کامیابی سے پراگ میں عافیت و تسلط قائم کردیا تھا) ایک اعلان شائع کیا جس میں چیخ قوم کی وفاداریوں کی مدح سرائی کی گئی تھی اور اس خیال کا بھی اعادہ کیا گیا تھا کہ وہ جلد سے جلد

**وندشگراتز (Windischgratz) وائنا پر غلبہ حاصل کرتا ہے**

صفحہ ۳۰۲

وائنا پر حملہ آور ہو کر شاہنشاہ کے اقتدار و سطوت کو بحال کرنے کی کوشش کریگا۔ ۱۶ اکتوبر کو شاہی فرمان کی رو سے وہ باستثنائے اس لشکر کے جو اٹلی میں متعین تھا جملہ آسٹروی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر کر دیا گیا۔ اب بغیر کسی توقف کے اُس نے دارالسلطنت کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔ ہنگری کی متوقع کمک کے عدم حصول پر جو کچھ نتیجہ ہوتا وہ ظاہر تھا۔ وندشگراتز نے نہایت متکبرانہ انداز سے "باغیوں" سے تمام شرائط صلح پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور ۲۰ اکتوبر کو اُس نے اہالیان وائنا کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو ترحم شاہی کے حوالے کر دیں۔ ۲۸ اکتوبر سے شہر پر حملہ شروع کیا گیا، ۳۰ کو معلوم ہوا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ لیکن دوران گفت و شنید میں یہ خبر لگی تھی کہ ایک ہنگروی لشکر محصورین کی اعانت کے لیے بڑھتا آ رہا ہے، باغی لیڈروں نے اطاعت وانقیاد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لیکن امداد و استعانت کی توقع نقش برآب ثابت ہوئی مغیاریوں کی جماعت بمقام شوئے خات (Schwechat) زیروزبر کر دی گئی اور محصورین کی بدعہدیوں سے برافروختہ ہو کر یکم نومبر کو وندشگراتز شہر میں داخل ہوا۔ اب مغلوب استیصالیوں کو فوجی انتقام سے پورے طور پر گرانبار ہونا پڑا۔ جن لوگوں کو سزائے موت دی گئی ان میں سب سے نمایاں

**رابرٹ بلم کا قتل کیا جانا**

رابرٹ بلم۔ فرانکفورٹ پارلیمنٹ کا ایک رکن تھا جس نے شہر کی محافظت میں حصہ لیا تھا، دوسرا شخص میسن ہاؤسر (Messenhaussar) تھا جس نے مجلس ملی کی ہدایات کے مطابق اپنے فرائض انجام دیئے تھے۔ اور یہ سب کچھ محض اس بنا پر تھا کہ اس سے جرمن ملت پرستی اور آئینی آزادی کو صدمہ پہنچایا جا سکتا تھا اس سے بحث نہیں وہ (آزادی) جرمن ہوتی یا آسٹروی۔ گیاری اور جرمنوں نے اس امر کو محسوس کیا اور وہ بھی بہت دیر میں کہ وائنا کا زوال فرانکفورٹ اور پستھ کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

**وائنا کا زوال**، فی الحقیقت، اس کشاکش کا ایک جدید باب تھا، جس میں فوج ہی سب کچھ تھی راڈٹسکی (Radetzky) نے اٹلی سے وندشگراتز کو

مبارک باد بھیجی خود شاہنشاہ نکولس نے مہینوں کے پُرنخوت سکوت کو خیرباد کہا اور وندشگراتز (Windischgratz) اور یلاچچ کے پاس تعریف و تحسین کے خطوط روانہ کیئے۔ جدید آسٹروی وزارت تبدیل شدہ واقعات اور حالات کا مرقع تھی۔ پرنس شوارتسنبرگ (Schwarzenberg) جس کے اصول سیاسی میٹرنخ سے مشابہ تھے اُس وقت وزیر اعظم تھا اُس کی سیرت اور ذات اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ آیندہ سے، فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کی کمزوری یا پس وپیش کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ انقلاب سے موجودہ حالت میں روگرداں ہونا، درآنحالیکہ ہنگری کی ناشکستہ طاقت استبداد کے راستے میں ایک سنگ گراں تھی، ناممکن تھا۔ ۲۷ر نومبر کو ایک اعلان شائع کیا گیا جس میں حکومت کے اس ارادے کا اعادہ کیا گیا تھا کہ وہ آئینی اصول کو برقرار رکھے گی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کیا گیا کہ بحیثیت ایک متحدہ سلطنت کے آسٹریا کی حیثیت قائم رکھی جائے گی خواہ اسکا انجام یہی کیوں نہ ہو کہ اسکا تعلق "نئی جوانی پائی ہوئی" (Rejuvenated) جرمنی سے بالکل منقطع ہوجائے۔ اس مقصد کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ گیارنی ہنگامے کا قلع قمع کردیا جائے۔

پرنس سوارتسن برگ (Schwarzenberg)

صفحہ ۳۰۳

حکومت جدیدہ کے تجاویز اولین ہی اس کی غیر مصالحانہ فطرت پر دال تھے۔ آسٹروی مجلس ملی ۲۲ر اکتوبر کو برخاست ہوئی تھی۔ دوسری بار اس کا اجلاس ۱۵ - نومبر کو کرم زیر میں منعقد ہوناطے پایا۔ جہاں خنازیر کی کثرت تھی! یہاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ گفت وشنید کرسکتے تھے اور کسی کی نگاہ بھی اُن پر نہیں پڑسکتی تھی۔ اس سے بھی زیادہ قضائشیم وہ طرز عمل تھا، جو ۲ر دسمبر کو اختیار کیا گیا جبکہ شاہنشاہ فرڈیننڈ اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ تاج وتخت سے دست کش ہوکر سریر سلطنت اپنے بھتیجے آرک ڈیوک فرانسس جوزف ایک ہیزدہ سالہ لڑکے کو حوالے کردے، یہ تجویز اس بنا پر قابل تسلیم خیال کیجاسکتی تھی کہ

ریشتاخ کرم زیر کو (Krem sier) منتقل کیجاتی ہے

**فرڈیننڈ کا تاج وتخت سے دستکش ہونا، اور فرانس جوزف کا سریر آرائے سلطنت ہونا ۲ دسمبر ۱۸۴۸ء**

فرڈیننڈ ایسا ناقابل اور ناکارہ تھا کہ وہ موجودہ بحران ملی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تھا لیکن باعتبار نتائج یہ سب کچھ ہنگیاریوں کے خلاف ایک دعوت جنگ تھی اور کارکنوں کے نزدیک یہی مقصد پیش نظر بھی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تاج وتخت سے دستکش ہونے سے پہلے فرڈیننڈ نے کوسنتھ اور انقلابی جماعت کو جو بستھ میں موجود تھی خوب سخت وسست کہا۔ لیکن بایں ہمہ ہنگری انقلاب، کا ہر پہلو اور اسکی ہر نوعیت شاہنشاہ کی جنبش ابرو کی رہین منت رہ چکی تھی۔ اسکا جانشین اس قسم کی پابندیوں کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا تھا۔ دور جدید کا پہلا کارنامہ ایک اعلان کا نفاذ تھا جسکی رو سے بادشاہ نے سلطنت کے لیئے ایک آئین منظور کرنے کا وعدہ کیا۔ باشندگان ہنگری نے اس دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کی۔ انھوں نے اس دست کشی کو کالعدم تسلیم کیا، جدید شاہنشاہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اُسے ہنگری میں اسوقت تک کوئی حق نہیں حاصل ہوسکتا تھا جب تک کہ وہ 'دستور' کے لیئے حلف وفاداری نہ اٹھائے اور سینٹ اسٹیفن کا تاج زیب فرق نکرے۔ اس کے بعد ہی جو ہنگامۂ کارزار برپا ہوا اس میں انھوں نے آئین دستوری کی اپنی عادتی پاسداری کی وجہ سے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ ہنگیاری آزادی اور اپنے اصلی بادشاہ فرڈیننڈ کے لیئے جنگ کر رہے ہیں۔

صفحہ ۴۰۳

**ہنگری میں جنگ**

ابتدا میں تو یہ حقیقت نہایت نمایاں طور پر آشکارا ہو رہی تھی کہ قسمت یقینی طور پر آسٹریوں کا ساتھ دے گی۔ ہنگیاری اول تو تیار نہ تھے، دوسرے ان میں کوئی ترتیب اور تنظیم نظر نہ آتی تھی، خود انھیں کے حدود میں دشمنوں کی یورش تھی، جنوب میں سرب قوم مکمل طور پر بغاوت کا اعلان اور اظہار کر رہی تھی اور جسوقت آسٹریوں کے مقابلے کے لیئے ہنگیاری سپاہ واپس بلائی گئی، انھوں نے بقیہ افواج کو پے در پے شکستیں دیں۔ ٹرانسلوینیا میں رومانوی کاشتکاروں نے آسٹری اغراض ومقاصد کو کامیاب بنانے کے لیئے،

صمیم قلب سے تیار ہو گئے۔ خود سیکسنوں کا یہ حال تھا کہ وہ کوستھ کے غیر مصالحانہ جذبۂ ملت پرستی سے برگشتہ ہو کر رومانوی کاشتکاروں کے ہم پہلو اور ہمعناں ہو کر مگیاری سطوت و جبروت کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ ۱۵۔ دسمبر کو ایک عارضی پسپائی کے بعد یلاچچ نے بار دیگر رود بار دراوے (Drave) کو عبور کیا اور مغیاریوں کو جو پرچل (Perczel) اور گورگئی (Gorgei) کی سرکردگی میں صف آرا ہوئے تھے متواتر شکستیں دیں۔ اور اُن کو پستھ تک ڈھکیلتا چلا گیا۔ ہنگروی دار السلطنت میں اب خلفشار اور سراسیمگی کا پورا تسلط تھا۔ اعیان و اکابر کی ایک اعتدال پسند جماعت شرائط صلح طے کرنے کے لیے پرنس ونڈشگراٹز (Windischgratz) کی خدمت میں باریاب ہوئی پرنس نے نہایت متکبرانہ انداز سے باغیوں سے گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا۔ فوج آگے بڑھتی گئی۔ ۴ر جنوری ۱۸۴۹ء کو ہنگروی ڈائٹ دار السلطنت سے دیبرچین (Debreczin) کو منتقل ہوئی اور دوسرے دن آسٹریوں نے پستھ پر قبضہ کر لیا بتھیانی (Batthyany) اور مگیاریوں کی ایک مقتدر جماعت حراست میں لے لیگئی شہر میں فوجی قانون نافذ کر دیا گیا۔ اور تمام دنیا نے یقین کر لیا کہ جنگ اتمام کو پہنچ گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب اسکی ابتدا ہوئی تھی۔ ۳۱ر جنوری کو جنرل کلپکا نے آسٹریوں کو جو شلک (Count Schlick) کی سرکردگی میں تھے شکست دی جسکی وجہ سے مگیاریوں کی ہمت از سر نو عود کر آئی، لیکن ہنگروی جنرلوں میں کینہ و نفاق کی ایسی گرم بازاری تھی کہ وہ اپنی فتح و نصرت کے ثمرات سے محروم رہ گئے۔

**جنگ کپولنا (Kapolna) ۲۷ر فروری ۱۸۴۹ء**

۲۷ فروری کو کاؤنٹ شلک (Count Schlick) ونڈشگراٹز (Windischgratz) سے جاملا اور اُن کی متحدہ افواج نے مگیاریوں کو جو ڈیمبنسکی (Dembinski) باشندۂ پولستان کے زیر کمان تھی کپولنا پر شکست فاحش دی۔

آسٹریوں کے نزدیک فتح کپولنا نے جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا اور اب شوارتسن برگ (Schwarzenberg) نے اپنے سیاسی توپ و تفنگ کو بے نقاب کرنا شروع کر دیا تھا، کسی زمانے میں اس نے اپنے سیاسی اصول کی تشریح

صفحہ ۳۰۵

ان الفاظ میں کی تھی" اپنے خیالات کو علی الرغم بیان کردینا چاہیے اور انکی پشت پناہی
کے لیے چالیس ہزار آدمی موجود رکھنا چاہیے"۔ آسٹروی کامیابی نے پشت پناہی
کا سامان پیدا کرہی دیا تھا اس لیے اُس نے بھی اپنے آیندہ طرز عمل کو ظاہر کردیا، رایخ کو
کرم ریزکی مجلس ملی جسکا ایک پرلطف جلسہ محض "حقوق اساسی" پر بحث کرنے میں صرف
ہوا تھا درہم برہم کردی گئی، تمام قلمرو کے لیے جس میں آسٹریا بھی شامل تھا،

**ایک مرکزی آئین کا شائع کیا جانا**

ایک جدید آئین شائع کیا گیا اور اسی دوران میں حسب ضابطہ
اس امر کی درخواست کی گئی کہ یہ جدید اور مرکزی آسٹروی
قلمرو کلیۃً جرمن وفاقیت میں شامل کرلی جائے۔ اس وحشت خیز
تحریک کا اثر فرانکفورٹ میں کیا ہوا، اُسکا تذکرہ کسی دوسرے مقام پر کیا جائیگا
خود آسٹریا میں اسکا اثر کچھ کم معنی خیز نہ تھا۔ جنوبی اسلافیوں نے، جو بزعم خود
حصول آزادی کے لیے شمشیر بکف تھے، محسوس کیا کہ ان کے ساتھ فریب روا
رکھا گیا تھا اور اس خیال سے اُنھوں نے اپنی جدوجہد کم کردی۔ دوسری طرف
مگیاریوں نے اپنی اس قسمت کا خیال کرکے جو بہانۂ مستقبل میں ان کے لیے
مخصوص ہو چکی تھی، اپنے مساعی کو مہمیز کیا۔ اُسوقت سے جنگ نے ایک فیصلہ کن صورت
اختیار کرلی۔ ٹرانسلوینیا میں بِم "جسے ہمیشہ شکست ہوئی لیکن جو ہمیشہ فاتح کہلایا"
جنگ پریشانی کے فن میں طاق تھا۔ اُس نے وائنا کی محافظت میں ونڈشگراتز
(Windischgratz) سے ایک ناکام مقابلہ کیا تھا اور اب ابتدائے جنوری سے
آسٹرویوں کا سدراہ تھا۔ روسی افواج سرحد پر اس امر کی نگراں تھیں کہ انقلاب
کے طوفانی سیلاب کے کچھ چھینٹے اڑکر روس کے ارض مقدس پر نہ جا گریں۔
عین عالم یاس میں آسٹروی جنرل انکی مدد کا طلب گار ہوا جو زار کے اِذن سے
دی گئی۔ لیکن باوجود اس کے کہ بِم کو متواتر ہزیمتوں سے دوچار ہونا پڑا تھا
اُس نے روسیوں اور آسٹرویوں کو حدود والےکیا (Wallachia) سے
افتاں خیزاں نکال باہر کیا۔ دو مہینے کے بعد لڑائیوں کا ایک دوسرا سلسلہ
چھڑا لیکن اُسکا بھی یہی انجام ہوا۔ اسی دوران میں پرچل (Perczal)

**مگیاری فتوحات**

صوبۂ سربیا میں بِم کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ دوسری طرف

خاص میدان کارزار میں گورگئی (Gorgei) اپنی پیہم فتوحات سے اُن تمام کارناموں کا شیرازہ منتشر کر رہا تھا جو آسٹریوں کی جانفشانی اور عرق ریزی کا رہین منت تھا، تین مہینے تک وندشگرتز (Windischgratz) پستھ پر قابض رہا۔ لیکن اسکی سختیوں کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ دارالسلطنت میں بے اطمینانی اور اضطراب کے جو شعلے بھڑک رہے تھے ان کو بڑھنے نہ دیا۔ اس کی سیاسی نظر صرف حربی قوانین کے افق تک محدود تھی۔ اور آسٹروی افواج کی اولین ہزیمتوں نے اُسے بے یار و مددگار بنا دیا۔ مگیاری افواج گورگئی (Gorgei) کی سرکردگی میں آگے بڑھ رہی تھیں اور یہ اُن سے مقابلے کے لیئے باہر نکلا تھا۔ ۶؍اپریل کو تاپیو باچے (Tapio Bacze) اور ۷؍اپریل کو گودولو (Godolloe) پر شکست کھا کر یہ پستھ کو لوٹنے پر مجبور ہوا اور اسکی وہ شہرت جسکا تمام تر مدار اسکی قابلیت کے بجائے اسکی خوش قسمتی پر تھا ناقابل تلافی طور پر برباد ہوگئی۔ اُسے سبکدوش کرنے کے لیئے جنرل ولڈن۔ پستھ بھیجا گیا۔ اسی دوران میں گورگئی (Gorgei) نہایت سرعت کے ساتھ قلعۂ کومورن کو کمک پہنچانے کے لیئے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے آسٹروی افواج کو جو گیوتز Goetz کے زیر کمان تھیں ویٹزن (Waitzen) پر شکست دی اور بار دیگر ان افواج کو بھی ناگی سارلو میں زک پہنچائی جو وول گیموٹ (Wohlgemuth) کی سرکردگی میں تھیں یہانتک کہ ۲۲؍اپریل کو کومورن میں داخل ہوگیا۔ اب آسٹریوں کو پستھ میں تاب مقاومت نہ تھی۔ مگیاری برابر بڑھتے آرہے تھے اور خود وائنا خطرے میں تھا اس لیئے اس کی پشت پناہی کے لیئے ولڈن کو محض دارالسلطنت ہی سے واپس نہیں ہونا پڑا بلکہ خود ہنگری کو بھی خیر باد کہنا ناگزیر ہوگیا۔ اب بساط پورے طور پر منقلب ہوچکی تھی۔ اور مگیاری اعیان و اکابر کے لیئے اب بھی ممکن تھا کہ وہ ایک باعزت صلح کی سلسلہ جنبانی کرسکتے۔ لیکن صلح آمیزی و اعتدال پسندی کے جملہ صلاح و مشورے جنگ کی حشر انگیزیوں میں مدت ہوئی کہ جذب ہوچکے تھے اب کوسَتھ کی سرکردگی میں استیفائی رہبروں کے سامنے نفرت انگیز آسٹریوں کی مغلوب اور مایوس افواج تھیں اب ان کی نگاہیں مغرب کی طرف مغلوب و منکوب دشمن کی جانب جمی ہوئی تھیں

صفحہ ۳۰۶

جن کے ماورا یورپ کی وسیع المشرب ہمدردی ان کی جاذب نظر تھی لیکن ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا تھا اور وہ آہنین زار کے اس سایۂ آسیب سے بالکل بے خبر تھے جو انکی رزمگاہ پر مستولی ہو چکا تھا اور جسے حقوق من جانب اللہ کی حفاظت وصیانت کے لیئے صرف ایک حیلۂ شرعی کی تلاش تھی۔ ورنہ دخل انداز ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس فقدان بصیرت ہی کا تصرف تھا کہ انھوں نے یہ حیلہ بھی مہیا کر دیا۔ کوسوتھ کی

**ہنگری کی خود مختاری کا اعلان ۱۴ اپریل ۱۸۴۹ء**

تحریک پر، ۱۴ اپریل کو دیبریچن (Debreczin) میں ہنگری کی خود مختاری کا اعلان اور خاندان ہاپسبرگ کو دغا بازی اور غیر وفاداری کے جرم میں ہمیشہ کے لیئے تاج و تخت سے محروم کر دیا گیا[1]۔ یہ یورپ کے "حق بجانب" شاہی خاندانوں کے خلاف تکبر و تمرد کا ایک اعلان تھا جسے انھیں معنوں میں قبول بھی کیا گیا۔

**روس کی مداخلت**

نومبر ۱۸۴۸ء کے اشتباہ افزا ایام میں شوارتسن برگ نے زار سے گلیشیا میں امن و عافیت قائم کرنے کے لیئے درخواست کی تھی، لیکن نکولس نے اس بنا پر اس تجویز کو نامنظور کر دیا کہ روس، آسٹریا سے اس وقت تک کسی قسم کا سلسلۂ اتحاد نہیں قائم کر سکتا جب تک کہ آسٹریا میں خود کوئی باقاعدہ اور منتظم حکومت نہ قائم ہو جائے اسوقت سے برابر کسی نہ کسی طور پر حکومت وائنا نے اپنے اصولوں کی مضبوطی و استواری کا کافی ثبوت دیا اور فرانسس جوزف نے جسوقت عین حالت یاس و اضطراب میں دستگیری کے لیئے زار کی طرف دست سوال پھیلایا، موخر الذکر نے امداد و استعانت کا وعدہ کر لیا۔ اس فیصلے نے ہنگری کی قسمت کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ گورگئی (Gorgei) بجائے اسکے کہ آگے بڑھتا چلا جاتا اور وائنا کا محاصرہ کر لیتا، غلطی سے، بوڈاپسٹھ مراجعت کر گیا۔ یہ ایک غلط چال تھی جسکی وجہ سے دشمن کو وقت مل گیا اور اس نے کیل کانٹے سے درست ہو کر مگیاریوں کو محض اپنی کثرت تعداد سے کچل دیا۔ ٹھیک اسوقت جب کہ آسٹری دوبارہ مغرب سے

[1] فربے "لڈوگ کوستھ" جلد سوم صفحہ ۱۱ (فربے)

یلغار کر رہے تھے ۔ مشرقی محاذ پر ۲ لاکھ روسی افواج امنڈ آئیں، کوستھ (جو اسوقت حکمران مطلق منتخب ہو چکا تھا) کی آتش بیانی ہنگروی افواج کے قلب و دماغ کو شعلہ زار بنا چکی تھی اور موخرالذکر نے میدان جدال و قتال میں حسب معمول اپنی بے پناہ شجاعت کا ثبوت دیا۔ اس حالت یاس و ناامیدی میں اُنھوں نے ترکوں اور اسلافی اقوام سے جو اُن کے ظلم و ستم کے شکار رہ چکے تھے درخواست استعانت کی لیکن پذیرائی نہ ہوئی، اُنھوں نے اُن حقوق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جو اِس سے قبل کبھی بطیب خاطر تفویض نہیں کیے جا سکتے تھے۔ آسٹریا کی جارحانہ کارروائیوں نے حکومت کو ایک دفعہ پھر پیستھ کو خیرباد کہنے پر اور دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا، آخر کار کوستھ نے یہ محسوس کر کے ہنگری کی آخری امید صرف فوج کی ذات سے وابستہ تھی اپنے منصب حکمرانی کو گورگئی (Gorgai) کو حوالے کر کے خود مستعفی ہوگیا۔

**اطاعت ولاگوس ۱۴ اراگست ۱۸۴۹ء**

۱۴ اراگست کو گورگئی (Gorgei) نے اپنی تمام افواج کے ساتھ جنرل پاسکی اے وچ (Paskievitch) کے سامنے سپر ڈال دی تو آس و امید کی آخری شمع بھی جل بجھی، ہنگری کی قسمت کا فیصلہ اب زار کے قدموں کے تلے تھا۔ نکولس اپنے ضوابط عزت و ناموس پر نہایت سچائی کے ساتھ قائم رہا، اُس نے اس ملک کو جسے خود اسکی تلوار نے فتح کیا تھا، بغیر کسی معاوضے یا شرائط کے شاہنشاہ فرانسس جوزف کے حوالے کر دیا۔ لیکن ہنگری کی قسمت یورپ کے جذبۂ ترحم کی محرک ہوئی شوارتسن برگ کا کلبیت آفریں فن سیاست ادھوری اور نامکمل کارروائیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا، جہاں کہیں وہ دیکھتا تھا کہ صلح آمیزی اور آشتی ناممکن ہے وہاں قلع قمع کر دینا اس کے نزدیک بہترین اصول تھا جنرل ہئے ناؤ جسکی خوں آشامی جنون کی حدود تک پہنچتی تھی اس کے نزدیک ایک آسان ترین آلہ تھا۔ مگیاری آزادی کا ایک ایک شائبہ فنا کر دیا گیا، ملک میں فوجی قانون نافذ تھا اور پیستھ و آراد (Arad) میں حکام نے فرائض عدالت کو بجا لانے کے لیے دار و رسن و بندوق انداروں کا پورا ساز و سامان درست کر لیا جتنے اعیان و اکابر اس دار و گیر سے بچ کر نکل گئے اُنھوں نے نسبتاً رحم دل ترکوں کے یہاں جا کر پناہ لی۔ ان پناہ گزینوں کا

صفحہ ۳۰۸

"محب من"، سے مخاطب کرنا شروع کردیا تھا اور روس اور فرانس کے اس ارتباط باہمی کو جسکا قیام و بقا روسی تدبّر کے مقاصد اولیں میں سے تھا شان تمکنت پر جو کم ہونا جانتی تھی قربان کردیا۔ نپولین ایک سریع الحس اور زود رنج نو دولت کے مانند زار کے اس رویّے سے بے حد مکدر ہوا اور انتقام کے لیئے اولیں لمحۂ فرصت کا منتظر رہا۔ اسی دوران میں، "مشرق میں" واقعات اور حالات کچھ ایسی نوعیت اور پہلو اختیار کر رہے تھے کہ شاہنشاہ فرانس کی ذاتی عصبیت اُس کے طرز عمل سے بالکل چسپاں ہوگئی۔

**مسئلہ اماکن مقدسہ** یہ مئی ۱۸۵۰ء کا واقعہ ہے، انگریزی حکومت کو پہلے پہل یہ خبر معلوم ہوئی کہ مشرق میں ایک ایسا مسئلہ رونما ہو رہا تھا جو بحالت موجودہ بالکل معمولی تھا لیکن آئندہ چل کر چند در چند پیچیدگیوں کا باعث ہوسکتا تھا۔ ۱۷۴۰ء کے مراعات (Capitu-lations) کے سلسلے میں فرانس کو سلطنت عثمانیہ کے لاطینی عیسائی باشندوں کی صیانت اور محافظت کا حق حاصل ہوگیا تھا اور بیت المقدس کے چند اماکن اور اشیاء مقدسہ پر اسکا استحقاق بھی تسلیم کرلیا گیا تھا۔ ۴۴۰ اسی اثنا میں والٹیر اور انقلاب فرانس کا دور دورہ ہوا اور لاطینی کلیسا کی توجہ دیگر اہم ترین مسائل کی طرف مائل دیکھکر یونانی قسیسیوں نے، روس کے سایۂ عاطفت میں اپنے حریف کی محروسہ صیدگاہ پر دست درازی شروع کردی لیکن اس وقت انتہا پسند پاپائی گروہ کا استبداد کا سیلاب ترقی پر تھا اور فرانس کے تخت پر، ایک ایسا حکمراں متمکن تھا، جسکی ذات کے ساتھ یہ شان امتیاز تو نہیں وابستہ کی جاسکتی کہ وہ صلیبی حمیّت کے جذبات سے سرشار تھا، تاہم وہ فرانسیسی قسیسیوں کی تالیف قلوب، اور روس کی توہین و تذلیل کرنا چاہتا تھا۔ فرانسیسی سفیر نے، بابعالی میں ایک باضابطہ یادداشت پیش کرکے لاطینیوں کی جملہ املاک اور استحقاق کے دلا پانے کا مطالبہ کیا، اسکے جواب میں حکومت عثمانیہ نے اپنی تعویق پسند وضعداری کے مطابق یہ تجویز پیش کی کہ ایک باہمی "تفتیشی کمیشن" قائم کیا جائے۔[۱] فرانس اس شرط پر رضامند ہوگیا کہ ۱۷۴۰ء کے بعد کے کسی قسم کے

---

[۱] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء حصہ اول صفحہ ۴۔

کاغذات پیش نہ کئے جائیں کیونکہ اس سے ۱۷۷۴ء کا عہد نامہ کائنارجی (Kainardji) بالکل حذف ہوجاتا تھا۔ زار نے نہایت متکبرانہ انداز سے جواب دیا، اور کہا کہ موجودہ حالت میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا نہیں کی جاسکتی تھی۔ نومبر ۱۸۵۲ء تک اس مسئلے نے انتہائی تشویشناک صورت اختیار کرلی[1] جہاں تک موجودہ امور تنقیح طلب کا تعلق تھا، انگریزوں کے نزدیک ان کا تصفیہ انتہائی ابلہانہ طور پر خفیف اور معمولی نظر آتا تھا لیکن انجام کار دود و دخان کے گوناگوں حجابات سے شعلے بے نقاب ہونے لگے اور اب یہ حقیقت محسوس ہونے لگی تھی کہ مشرق میں اقتدار مطلق کے لیئے فرانس اور روس میں تصادم لازمی تھا جس سے کنارہ کش رہنا انگلستان کے لیئے تقریباً ناممکن تھا۔ حکومت ترکی پر آشفتگی اور سراسیمگی کا ایک عجیب عالم طاری تھا، انگلستان صلح اور عافیت قائم رکھنے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے آشتی اور اعتدال کی تجاویز پر زور دیا اور مارچ ۱۸۵۲ء میں، ایک فرمان کی رو سے ایک مفاہمے کی اطلاع دی گئی جو فرقہ پروٹسٹنٹ اور جماعت مسلمین کے نزدیک بہمہ وجوہ قابل اطمینان تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس مسئلے کا مہلک ترین پہلو یہ تھا کہ فریقین اصلی میں سے ایک بھی کسی قسم کے مفاہمے کے لیئے تیار نہ تھا۔ نپولین کے لیئے ممکن تھا کہ وہ کنیسۃ القیامت کو ہر سال ایک یونانی پادری کی موجودگی اور عشاء ربانی سے آلودہ ہوتے دیکھتا اور اطمینان کے ساتھ خاموش رہ جاتا، لیکن اسے ضرورت تو جنگ آزمائی کی تھی اور وہ اسکے لیئے عزم مصمم کرچکا تھا۔[2]

نکولس جسکے نزدیک اس مسئلے کا مذہبی پہلو سب سے زیادہ اہم تھا، جنگ سے بچنے کے لیئے ایک ادنیٰ رعایت بھی ملحوظ نہیں رکھ سکتا تھا اور جسکے متعلق اُسے امید بھی تھی کہ وہ کافروں اور بے دینوں کو ارض یورپ سے بدر اور مسئلۂ مشرقیہ کا قطعی فیصلہ کردے گا عیسوی روس کی آخری مسیحی جنگ کے لیئے، یہ ساعت بدرجہ اتم نیک فال تھی۔ اسکے نزدیک کوئی ایسی لیگ جو حکومت ہائے فرانس اور ٹرکی پر مشتمل ہوتی

[1] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء حصہ اول ص ۱۹

[2] مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۲۰۲ نیسلرود بہ برونوف ۱۴ فروری ۱۸۵۳ء

تشویشناک نہ تھی ۔ اسے جس چیز پر بھروسا تھا وہ دوسری حکومتوں کا اشتراک عمل
نہیں تو انکی غیر جنبہ داری تھی ۔ آسٹریا اسکی اس فیصلہ کن استعانت کا رہین منت تھا،
جو اُسے ۱۸۴۹ء میں حاصل ہوئی تھی ۔ ایک ایسے کارخیر میں **فریڈرک ولیم چہارم**
کی شان اتقا پر ہر طور سے بھروسہ کیا جاسکتا تھا ۔ صرف **انگلستان** کا حال مشتبہ تھا
لیکن **بیرن برونوف** کے مراسلات ہر طرح سے اطمینان بخش تھے ۱۸۵۱ء کی
بین الاقوامی نمائش (یعنی مرض انقلاب کا وہ مرکز جہاں سے ہر نیک نہاد روسی کو اپنے
دامن بچا کر نکلنا چاہئے تھا) سے اب تک شیر برطانیہ صلح و عافیت کے
مرغزار میں، **برائٹ** اور **کوبڈن** کی سامعہ نوازیوں اطمینان سے
سن رہا تھا اور اب وہ اپنے پنجوں کو عریاں کرنے کے لیئے کسی طرح آمادہ نہیں
کیا جاسکتا تھا لیکن بایں ہمہ **زار** نے ناقابل تسخیر انگریزی عصبیت کو مغلوب و مشکوب، اور
انکو اپنے نقطۂ خیال سے وابستہ کرنے کا عزم مصمم کرلیا، کیونکہ **روس** یکہ و تنہا جس امر کی
تکمیل پذیر بنانے کی توقع رکھتا تھا، اُسکا اندازہ کرتے ہوئے یہ فرض کرلینا آسان تھا کہ
**روس** اور **انگلستان** متحد ہوکر مشرق قریبہ کے مسئلے کو آئندہ ایک مدت دراز تک
کے لیئے طے کردیں گے **لارڈ ایبرڈین** جو اس وقت وزیر اعظم تھا **روس** کا
زبردست رفیق تھا ۔ **ابرڈین** ترکوں کے خلاف اپنے جذبۂ منافرت اور اس
جبر و اکراہ کو، جو اُسے ترکوں کو مدد پہنچانے سے برداشت کرنا پڑتا تھا اور جسکی پابندی
وہ اپنے فرائض میں سے سمجھتا تھا، عرصے تک پردۂ خفا میں نہ رکھ سکا ۔ اگر زار جیسے اپنے
بلند پایہ مقاصد کا پورے طور پر احساس تھا اس حقیقت سے آشنا ہو سکا کہ برطانیہ
**ترکی** کے طریق کار سے جیسا کچھ متنفر ہے اُس سے کہیں زیادہ وہ **روس** کی نیت
اور ارادے کو مشتبہ نظر سے دیکھتا ہے، تو **زار** قابل معافی تصور کیا جاسکتا ہے ۔
۹ اور ۱۴ جنوری ۱۸۵۳ء کو **زار** نے **سر ہملٹن سیمور** برطانوی سفیر متعینہ **سینٹ پیٹرزبرگ**
سے اپنا ایما ظاہر کردیا ۔ عملاً یہ اسی گفت و شنید کی دوبارہ تکرار تھی جو ۱۸۴۴ء میں ۱۸۴۴
**انگلستان** میں ہوچکی تھی ۔ اُس نے **ٹرکی** کی مثال **ایک مرد بیمار** کی دی،

---

[1] ملاحظہ ہو، مارٹنس ہین، مراسلات برونوف، اور زار کی تشریح و توضیح جلد ۱۲ صفحہ ۲۹۹ ۔

بنا براں اُسکی وراثت کے حصے بخرے کرنے کی ضرورت کو بڑے شدومد سے ظاہر کیا

**نکولس اول اور "مرد بیمار"**

اور اسی سلسلے میں اس مفاہمے اور معاہدے کا خاکہ بھی پیش کر دیا، جسکی بنا پر یہ تقسیم عمل میں آنے والی تھی یعنی زیرِ سیادت دولت روسیہ، جزیرہ نمائے بلقان میں ولایتہائے ڈینوب کے نمونے پر عیسائی ملکتیں قائم کی جائیں اور مصر، قبرس و کریٹ میں انگلستان کو معاوضہ دے دیا جائے اور دائمی طور پر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی قسطنطنیہ پر قبضہ نہ حاصل ہو، کیونکہ کیتھرین دوم کا قسطنطنیہ میں سلطنت مشرقی کی از سرِ نو بنیاد رکھنے کا خیالی نقشہ روس ایک عرصے سے فراموش کر چکا تھا۔ زار کی اس یاوہ گوئی کا ۱۸۵۳ء میں وہی اثر ہوا جو اس سے نو برس پہلے ہو چکا تھا انگریزی وزرا کے نزدیک یہ ایک زبردست اور پیش بندی کے ساتھ مکاری تھی۔ اس طور پر انھوں نے ایک ایسا موقع ضائع کر دیا جو شاید ان اختلافات کے رفع ہونے کا باعث ہوسکتا۔ جن کی بنا پر آج تک ان دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت ناگوار طریقے پر کشیدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ زار کی اُس خفیہ گفتگو کے جواب میں لارڈ جان رسل نے اس حقیقت سے انکار کیا کہ ٹرکی کا شیرازہ منتشر ہونے والا ہے اور اُس نے ایک بار پھر اس امر کی تصدیق و توثیق کر دی کہ جس قسم کے اختلافات رونما تھے، اُن کا تصفیہ محض دول یورپ کی مشترکہ کارروائی سے ہوسکتا تھا [۱]۔ سلطنت ٹرکی کو آپس میں تقسیم کر لینے کے لیئے آسٹریا اور روس کے باہمی معاہدے کا دیرینہ شبہہ ایک بار پھر عود کر آیا [۲]۔ زار کے ناعاقبت اندیشی کے جو اثرات مترتب ہو چکے تھے اُنکے ازالے کی روسی مدبّروں نے انتہائی کوشش کی اور روس کی اس آرزو کی کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیئے دول یورپ کے دوش بدوش کام کرنے کا خواہشمند ہے تصدیق و توثیق بھی کر دی۔ اس قسم کے اجتماع ضدین کا یہ نتیجہ ہوا کہ خود ایبرڈین بھی روس کی خلوص نیت سے مشتبہ ہوگیا

---

[۱] گفت و شنید اور اس کے بعد کے مراسلات کے لیئے ملاحظہ ہو:۔
کاغذات مشرقیہ IXXI حصہ ۵-۱۔ مقابلہ ہو مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۶ وغیرہ

[۲] مارٹنس جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۳۴۰۔ بکور باب دوم صفحہ ۱۶۹۔

اور انگریزی آرائے عامہ کے نزدیک زار کے اغراض و مقاصد ایسے عریاں نظر آنے لگے کہ کسی مزید شک وشبہہ کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

زار کی رازدار گفتگو کے نتائج کے سلسلے میں ابھی بحث درپنہ ہوہی رہی تھی کہ فروری ۱۸۵۳ء میں لارڈ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریڈکلف (Lord Strat ford de Redcliffe) ایک بار پھر ان ہدایات کے ساتھ قسطنطنیہ بھیجا گیا کہ فرانس اپنے مطالبات کو معتدل بنانے اور ٹرکی کو اپنی سب سے نمایاں خرابیوں کی اصلاح کرنے پر آمادہ کرے اور اس طور پر جنگ وخونریزی کا سدباب ہوجائے اور روس ان تمام شرعی حیلوں سے محروم کردیا جائے جنکی بنا پر وہ اپنی انتہا گرنیوں سے بازرہ سکے۔ لیکن نکولس کی تعجیل پسند طبیعت کسی آئندہ تاخیر کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔

۳۴۳

مین شی کوف اور اسٹریٹ فرڈ ڈی ریڈ کلف قسطنطنیہ میں

Menschikoff

ابتدائے ۱۸۵۳ء میں اُس نے افواج کو مجتمع اور مستعد کار زار ہونے کا حکم نافذ کیا اور شروع مارچ میں پرنس مین شی کوف Menschikoff ایک کھرا سپاہی، جو اپنے آقا شاہنشاہ اور روس مقدس کے نصب العین کا شیدائی اور سیاسی معاہدوں سے متنفر تھا، زار کے آخری اور قطعی مطالبات کا حامل بنکر قسطنطنیہ پہنچا۔ یعنی اماکن مقدسہ اپنی اصلی حالت اور نوعیت پر قائم رکھے جائیں اور حسب عہدنامہ کائنارجی Kainardji روس کا بابعالی کے "راسخ الاعتقاد" (عیسائی) رعایا کی سیادت وصیانت کا باضابطہ حق تسلیم کرلیا جائے۔ موخر الذکر مطالبہ اگر تسلیم کرلیا جاتا تو پھر عملاً دولت عثمانیہ یورپ میں، اپنی نصف سے زیادہ رعایا پر سطوت شاہی کا سکہ جمانے سے محروم رہ جاتی اور جس حقیقت نے بابعالی کو خوف زدہ بنادیا وہ روس کا نفس مطالبہ نہ تھا بلکہ وہ انداز اور طریقہ تھا جس طور پر کہ مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ مین شی کوف کا رویہ ابتدا ہی سے التزاماً متمردانہ تھا، اُس نے وزیر خارجہ فواد افندی سے رسمی دید و بازدید بھی روا نہ رکھی جسکی وجہ سے اُسکا استعفا فوراً قبول کرلیا گیا، بارگاہ خسروی میں اسکا طرز ایسا نہ تھا جس سے مصالحت کی بو آتی ہو۔ اب عالم یاس میں ٹرکی وزرا کی نگاہیں انگلستان کی جانب اُٹھنے لگیں۔ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریٹ کلف ابھی قسطنطنیہ نہیں پہنچا تھا

اسکے غیاب میں برطانوی منصرم امورات کرنل روز نے افواج زیر کمان امیر البحر ڈنڈاس متعینہ مالٹا کو خلیج ورلا میں طلب کیا۔ اب معاملات نہایت نازک صورت اختیار کرنے لگے تھے، لیکن برطانوی حکومت کو اب بھی اندفاع جنگ کی جانب سے مایوسی نہیں ہوئی تھی، مگر زار کے ذاتی مواعید کہ وہ سلطنت عثمانیہ کی سالمیت سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا، لارڈ کلیرنڈن کے نزدیک اس حکم کو منقلب کردینے کے لیئے کافی تھے جو جنگی بیڑے کو اون سے دیا تھا باینہمہ وہ فرانسیسی حکومت کو مجمع الجزائر میں ایک بحری مظاہرہ کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔

اوائل اپریل میں جسوقت لارڈ اسٹرٹ فورڈ، قسطنطنیہ پہنچا ہے تو صورت حال یہ تھی۔ اُس نے معاملات کے اصلی پہلوؤں کو فوراً ذہن نشین کرلیا ۴۱۴ اور انگریزی مفاد و مقاصد کے لیئے جس طرز عمل کی اُسکے دل نے گواہی دی، وہ اس پر کاربند ہوگیا۔ سب سے پہلے اُس نے ان باتوں کو جو روسی مطالبے میں منقول تھیں، نامعقول اور ناقابل تسلیم امور سے علحدہ کیا۔ کلیسائے فلسطین میں، رومن اور یونانی قسیسوں کے درمیان جو مناقشہ رونما تھا، انگلستان اسکی طرف سے بالکل بے پروا تھا۔ مذہبی حیثیت سے فرانسیسی حکومت بے پروا تھی، سیاسی پہلو کے اعتبار سے اُسے کہیں نہ کہیں تلافی کی صورت پیدا ہوجانے کی توقع تھی۔ صرف روس کا اعتقاد اور اعتماد البتہ مسلم تھا۔ اس لئے ایک صحیح طرز عمل کا اقتضا یہ تھا کہ اماکن مقدسہ کے مسئلے میں، روس اپنی ذاتی مرضی کو عمل پذیر بنانے کا مختار ہوتا لیکن اسکا اطلاق اُس سیادت پر نہیں ہوسکتا تھا جو اُسے ترکی کی عیسائی رعایا پر حاصل تھی۔ کاونٹ نیسلرووڈ اس امر کا بے سود ادعا کر رہا تھا کہ انگلستان صرف ایک پرچھائیں سے مصروف پیکار تھا کیونکہ عہدنامہ کائنارجی کی رو سے جو موہوم حقوق حاصل ہوچکے تھے، روس صرف انکی تشریح کرانا چاہتا تھا اور وہ یونانی رعایا پر وہی حقوق حاصل کرنا چاہتا تھا جو فرانسیسی حکومت کو لاطینیوں پر ایک صدی سے حاصل تھے [1] وزرائے زار کی

---

[1] مراسلات نیسلرووڈ (مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۵ و ۳۱۸۔

مانند، روس کے دشمن دیرینہ، برطانوی سفیر پر بھی یہ حقیقت منکشف ہونے لگی تھی کہ ٹرکی میں روس کے حقوق کی تشریح کرانی موخر الذکر کی ایک غلط چال تھی بقول لارڈ نیسلروڈ، روس کا حق مداخلت اس ناممکن حقیقت پر مبنی تھا کہ ۵ کروڑ روسی راسخ الاعتقاد عیسائی باشندے، سلطان کی ۱ کروڑ ۲۰ لاکھ راسخ الاعتقاد (عیسائی) رعایا کی قسمت سے مستغنی اور بے خبر رہ سکتے تھے[۱] ٹرکی میں روس کے اس اثر میں جسکی بنیاد اس مہتم بالشان اور ناگزیر حقیقت" پر تھی، اس میں محض کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ اضافہ نہیں ہوسکتا تھا جسے صرف ایک جنگ فنا کرسکتی تھی اور جو کامیاب بھی ہوتا تو عہدنامہ کائنارجی کا شیرازہ منتشر ہوجاتا اور ایک ضعیف ٹرکی کے بجائے متعدد خود مختار مملکتیں قائم ہوجاتیں جنکا احساس تحفظ و بقائے ذات، ان کو ہمیشہ روس کے خلاف آمادۂ پیکار رکھتا[۲] خود دول یورپ کسی ایسے مشرح اور معین مطالبہ کے خلاف متحدہ طور پر صف آرا ہو سکتے تھے جسکا تعلق ٹرکی میں مخصوص حقوق کے حصول سے ہوسکتا تھا اور جہاں پر وہ کسی ایسے اثر کے خلاف صدائے ناراضی نہیں بلند کرسکتے تھے جو موہوم تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اتنا ہی کاری و کارگر بھی تھا۔ اس پہلو کو لارڈ اسٹریٹ فرڈ نے پورے طور پر محسوس کیا اور اس نے روسی مطالبات کو اُن کمتر اور حقیر متعلقات کے نازک حجابات سے عریاں کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہا جنمیں وہ پردۂ خفا میں آگئے تھے مینشی کوف اس پختہ کار سیاسی کے ہاتھ میں محض ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ روسی مطالبات کو فرداً فرداً بالعالی میں پیش کرنے کے لیئے تیار ہوگیا۔ اماکن مقدسہ کے مسئلے میں فرانسیسی، روسی اور برطانوی وزرا کو ایک قرارداد (۲۲ اپریل) پر کاربند ہوجانا زیادہ دقت طلب نہیں ثابت ہوا اور روس کی جائز شکایات کا نکلنا ہونا تھا کہ لارڈ اسٹریٹ فورڈ نے اپنی تمامتر جد و جہد صرف اس مقصد کے حصول میں

۳۴۵

---

[۱] مراسلات نیسلروڈ (مارٹنس باب ۱۲ صفحہ ۳۱۸) ۔ صفحہ ۲۴۴ - ۱۸۸۱ کاغذات مشرقیہ مقابلہ ہو مراسلہ بیٹ کلف بہ کلیرنڈن ۱×۱۸ صفحہ ۱۷۶ -

[۲] برونوف در مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۴ -

صرف کردی کہ حکومت عثمانیہ اُن مساعی سے عہدہ برآ ہو سکے جنکے تصرف سے وہ ہر ان مراعات کو منظور کرنے سے انکار کرسکتی تھی جنکی وجہ سے اس کی آزادی یا خود مختاری کے معرض خطر میں آجانے کا احتمال ہو سکتا تھا،[۱] اُس نے نہایت شد و مد کے ساتھ اس امر پر زور دیا کہ حکومت عثمانیہ، خود سلطان کے اختیارات کی رو سے، رعایا کے حقوق شہریت کو ایک مضبوط بنیاد پر قائم کرکے، روس کے اس تنہا عذر کا جو اسکے موجودہ رویّے کا ذمہ دار تھا قلع قمع کر دے۔ اس رویّے کے اختیار کرنے میں، جیسی کہ اُس سے توقع تھی، تمام دوسری حکومتوں کے وزرا نے اسکی تائید کی۔ اور مین شی کوف نے اس حقیقت کو بہت دیر میں محسوس کیا کہ وہ چرکا کھا چکا تھا اور اب تلافی کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ بہرحال جو ہدایات اُسے تفویض کی گئی تھیں وہ بالکل واضح تھیں۔ ۵ مارچ کو اُس نے اپنا یہ مطالبہ پیش کیا کہ روس کو سلطان کی راسخ الاعتقاد (عیسائی) رعایا کی حفاظت کا جسکی خود عہد نامہ تشریح کرتا ہے، حق حاصل ہو، دولت عثمانیہ نے برطانوی وزیر کے مشورے سے، نہایت اعتدال پذیر لیکن محکم انداز سے اس مطالبے کو مسترد کر دیا اور اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اس مسئلے کو عہد نامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء کے دستخط کنندگاں کے سامنے پیش کر دے گی۔

**روس کا اعلان جنگ، بابعالی کو ۵ مئی ۱۸۵۳ء**

بقیہ چار دول عظیمہ کے سفرا کی منظوری سے، روس کی یہ استدعا بھی کہ عہدنامے کے بجائے ایک سرکاری نوٹ، منظور کر لیا جائے اسی طور پر نامقبول ہوا، لیکن باوجود اسکے کہ روس کا تفرد و تجرد نہایت نامسعود طریقے پر متیقن ہو چکا تھا تاہم اس نے رجعت قہقری گوارا نہ کی۔ اعلان جنگ کے نامنظور ہوتے ہی ۲۲ مئی کو مین شی کوف اور روسوی مدبّروں کے پورے عملے نے قسطنطنیہ کو خیرباد کہا اور اس بات کا اعلان کر دیا کہ اختتام ماہ پر روسی افواج ولایات ڈینوب میں داخل ہو جائیں گی[۲]

---

[۱] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء صفحہ ۱۵۷۔

[۲] مراسلات نیسلروڈ (مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۸ - کاغذات مشرقیہ صفحہ ۲۴۱)۔

۳۴۶

ولایات پر گورچاکوف Gortschakoff کے حملے کی خبر جو وسط جون
میں اشاعت پذیر ہوئی، انگلستان میں انتہائی اضطراب اور ہیجان کی محرک ہوئی

روسی، ولایات ڈینوب پر قبضہ کرتے ہیں ۲۲ جون ۱۸۵۳ء

یہاں تک خود ابرڈین، اپنی تمامی جدوجہد اور ردو قدح کے
باوجود عامۃ الناس کے اُس جذبۂ جنگ کے سامنے نہ ٹھہر سکا جو
اب پورے طور پر ظاہر ہو چکا تھا۔ اور اُس نے صاف طور پر
اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ فرانسیسی اور انگریزی بیڑے کو
درۂ دانیال سے گزرنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن باینہمہ وہ اندفاع جنگ
کے لیئے برابر جدوجہد کرتا رہا جسکے متعلق اسکا خیال تھا کہ وہ تمام "نظام معاشرت کا
شیرازہ منتشر کر دیگی"۔ اُس نے اپنے اس عقیدے کا اظہار کر دیا تھا کہ دولت عثمانیہ
اب کئی دن کی مہمان ہے اور اگر موجودہ نازک اور پرخطر حالت سے عہدہ برآ ہونے
کی صورت نکل سکی تو پھر اسکے حصے بخرے کے متعلق انگلستان اور روس میں
کسی مصالحت کی گنجایش ممکن تھی[1] لیکن فی الحال جوش وہیجان کا وہ عالم تھا کہ نزاع
واختلال کو معرض التوا میں بھی رکھنا دشوار ہو گیا تھا۔ انگریزوں کی طرف سے جو دوسرا
معاہدہ پیش کیا گیا تھا، وہ سینٹ پیٹرسبرگ میں مسترد کر دیا گیا اور ۲ر جولائی کو
روس کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ شائع ہوا جسکی رو سے، ولایات بحسب ضابطہ
قبضے کا اعلان کر دیا گیا۔ ۲۶ جون کو لارڈ کلیرنڈن نے اسٹریٹ فرڈ ڈی رڈکلف
کو ہدایت کی کہ وہ حکومت ٹرکی کو اس امر کا مشورہ دے کہ وہ روسی دست درازی
کا جواب بزور شمشیر دینے سے احتراز کرے تا کہ "اس طور پر سلسلۂ اتمام حجت، صبر وتحمل
کی آخری حدود بھی طے کر لی جا سکیں"۔ اس خاموش رویے کا اثر مترتب ہوا۔ اور روسیوں
کی پیش قدمی پر تمام یورپ نے متفق اللسان ہو کر صدائے احتجاج بلند کی
دول یورپ اس حقیقت کے معترف اور روس منکر تھا کہ عہدنامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء
کی رو سے دولت ترکی مجالسۂ یورپ کے سایۂ ضمانت میں تھا[2] اسی سلسلے میں

[1] مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲۔ اسکے آگے زار نے پنسل سے یہ اضافہ کر دیا تھا۔ Enfin ("آخر کار")
[2] مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۶۲۔ کاغذات مشرقیہ ۱××۱ صفحہ ۳۰۰ مراسلہ ویسٹ مورلینڈ بہ کلیرنڈن۔

ایک کانگریس کی تجویز اس خوف سے ترک کردی گئی کہ اس طور پر روس قبل از وقت اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر مجبور ہو جائے گا۔ آسٹریا اور پروشیا کا رویہ دیکھکر زار کی آنکھیں کھل گئیں۔ فریڈرک ولیم، حسب معمول عالم تذبذب میں تھا۔

**آسٹریا اور پروشیا کا رویہ**

اس نے مین شی کوف Menschikoff کی ابتدائی کارروائیوں کو ناپسند کیا۔ رائن پر فرانسیسی مظاہرے کا اندیشہ تھا جسکا خمیازہ پروشیا کو بھگتنا پڑتا اور جیسے آسٹریا۔ دوسری جرمن حکومت عظیمہ۔ سے ہمدوش و ہم پہلو ہوکر ٹل پیرا ہونا لازمی تھا لیکن آسٹریا کا طرز عمل کسی احساس تشکر کا نہیں بلکہ اُسکے خوف و ہراس کا رہین منت تھا۔ وہ ڈینوب کی شاہراہ تجارت کی حفاظت کے لیئے لڑ رہا تھا اور ولایات ڈینوب پر روسی قبضے کی خبر سنکر اُس نے ایک ہنگامۂ احتجاج بلند کیا اور سرحدی حدود پر فوجیں اتارنی شروع کردیں۔ اس میں شک نہیں وہ جنگ کا خواہاں نہ تھا اور کاؤنٹ بیواول نے مصالحت کے لیئے درمیانی بننے کی خدمت پیش کی۔ اگست ۱۸۵۳ء میں دول یورپ کی چار حکومتوں نے، آسٹریا کی سرکردگی میں ایک کانفرنس منعقد کی جنھوں نے متفق ہوکر ایک یادداشت کا مسودہ تیار کیا جو بابعالی کی جانب سے زار کی خدمت میں بطور بنیاد تصفیہ پیش ہونے والی تھی۔ یہ دستاویز جو دول یورپ کی جانب سے بابعالی پر جبراً نافذ کی گئی، ان حقوق کی جو عہدنامجات کائنارجی Kainardji اور ادرنہ اور فرمان مجریہ ۱۸۵۲ء کی رو سے تفویض کیئے جاچکے تھے، انتہائے جلالت شان کے ساتھ تصدیق و توثیق کرتی تھی۔ یونانی رسوم شریعت ان تمام حقوق سے بہرہ اندوز ہو سکتے تھے جو "مراعات" کی رو سے دوسرے کلیساؤں کو تفویض ہوئے تھے اور ایک خاص قانون کے ماتحت، بیت المقدس کے تمام مذہبی ادامات روسی قنصلوں کے حلقۂ حکومت میں داخل کردیئے گئے[1]۔ یادداشت وائنا کی رو سے، روس کو وہ تمام باتیں حاصل ہوگئی تھیں

**کانفرنس منعقدۂ وائنا اور یادداشت وائنا اگست ۱۸۵۳ء**

۲۴۷

[1] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء ۱×۱×۱ حصہ دوم صفحہ ۲۵۔

جنگی وہ توقع کرسکتا تھا اور پروشیا کے اصرار سے زار نے اُنکو قبول بھی کرلیا تھا کچھ دیر کے لیئے یہ معلوم ہونے لگا کہ موجودہ نازک اور اندیشہ ناک ساعتیں گزر چکی ہیں۔ لیکن دول یورپ نے جو کچھ اندازہ لگایا تھا اُس میں سے ترکوں کی سخت مزاجی اور اصرار کو نظر انداز کردیا تھا۔ ولایات ڈینوب پر حملہ آور ہونا مسلمانوں کی انتہائے ناراضی اور بددلی کا باعث ہوا۔ کم سے کم فرانس کے رویّے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اگر جنگ کی نوبت آئے تو ترکی بے یار و مددگار نہ رہے گا۔ اب باب عالی کو ایسے شرائط مسترد کردینے کے لیئے جو اسکی سطوت و جبروت کے منافی ہوتے۔ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریٹ کلف کے "ستیزہ کار اثر" کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ برطانوی سفیر نے سلطان کو یادداشت کے منظور کرنے اور "لاحق تاویل" کو محفوظ رکھنے کی ترغیب دی، لیکن وہ اپنے مقاصد میں صرف اس حد تک کامیاب ہوسکا کہ ۱۹ اگست کو رشید پاشا نے صرف ایک ترمیم کے ساتھ مسودہ منظور کیا اور تحفظ "رعایا" کے حقوق کو سلطان کے لیئے مخصوص کردیا۔ اس طور پر تمام مسئلہ ایک دفعہ پھر معرض بحث میں لایا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ آسٹریا اور پروشیا دونوں نے متحدہ طور پر، ترمیم شدہ مسودے کو منظور کرنے کے لیئے زار پر دباؤ ڈالا۔ لیکن زار نے انتہائے تمرد کے ساتھ ایک ایسی دستاویز میں تغیر و تبدیل کرنا قطعًا گوارا نہ کیا جسے وہ شرف قبولیت بخش چکا تھا اور جو روس کو ایک ادنےٰ درجے پر تمکن کرنے کا مرادف تھا۔ روس کے اس منافی مصالحت طریقے نے، انگریزی سیاسیوں کو گفت و شنید کی ناکامیابی پر قناعت گزیں کردیا۔ یہ ظاہر تھا کہ یہ یادداشت کسی امر کا تصفیہ نہیں کرسکتی تھی کیونکہ روسی اعتراضات کا مفہوم اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ روس انکی تاویل کچھ اس طور پر کرنا چاہتا تھا کہ اسکے انتہائی مطالبات کو نفع پہنچ سکے[۱]۔ اب جنگ ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔

اب روس کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے اپنے اُن حریفوں کی تعداد محدود کردے جو اسکے خلاف صف آرا ہونے والے تھے اُسے اب شمالی اتحاد ثلاثہ کے قدیم رفقا کی کسی حصول پذیر ہمدردی کی توقع نہ تھی لیکن اُنکی معاندانہ تنگ و ناز

۳۴۸

[۱] مراسلہ کلیرنڈن بہ کاؤلی (کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ ب صفحہ ۱۲۴۔

سے بہر صورت بچنا لازمی تھا۔ پروشیا کے رویّے پر مملکت ہائے اسکنڈے نیویا کے رویّے کا خصوصیت کے ساتھ مدار تھا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ روس کو صرف اول الذکر کی فیاضانہ غیر جانب داری سے نبرد آزمائی کے وجوب اولیں کے دستیاب ہونے کی توقع ہو سکتی تھی۔ ۲۸ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو اولمٹز Olmutz میں اتحادی بادشاہوں کا اور ایک اجلاس منعقد ہوا۔ شبہات اور بالوسیوں سے لبریز، فریڈرک ولیم بھی شریک اجلاس ہوا۔ لیکن انجام، بخیر ہوا۔ طے یہ کیا گیا کہ یادداشت وائنا کی نوعیت پر دول یورپ کی طرف سے ایک دوسری یادداشت مرتب کی جائے جو مملکت ترکی کی خود مختاری کی ضامن ہو۔[1] ابرڈین نے اس فیصلے کا انتہائے شد و مد کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ بظاہر سلطان کو ایک امکانی اسلامی ہنگامۂ رستخیز سے محفوظ رکھنے کے لیئے متحدہ فرانسیسی اور برطانوی بیڑہ درۂ دانیال عبور کر چکا تھا مگر فی الحقیقت یہ روسی درازدستیوں کے مقابلے میں ایک جوابی چپال تھی۔ لیکن ابرڈین کا نظریہ یہ تھا کہ صلح و عافیت اب تک قائم رکھی گئی ہے اور آئندہ بھی قائم رکھی جا سکتی ہے۔

**برطانوی اور فرانسیسی جنگی بیڑے درۂ دانیال عبور کرتے ہیں ۲۲ اکتوبر ۱۸۵۳ء**

جب تک روس رودبار ڈینوب عبور نہیں کرتا تھا انگلستان اسکے فوجی مواضعات سے کسی قسم کا تعرض کرنے پر آمادہ نہیں تھا اور جب تک روس بحرۂ اسود کے کسی بندرگاہ پر حملہ نہ کرتا۔ انگلستان ترکوں کو کسی قسم کی مادی امداد دینے کے لیئے تیار نہ تھا۔ انگریزی حکومت یہ کبھی نہیں گوارا کر سکتی تھی کہ سلطنت عثمانیہ کا دفتر اُلٹ جاتا اور وہ صرف محو تماشا رہتی۔ زار کے نزدیک یہ اعلان جنگ کا مرادف تھا۔[2] بہر حال مقدمۂ جنگ اسوقت تک رونما نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اتحادیوں کا جہازی بیڑہ بحیرۂ باسفورس سے گزر کر بحیرۂ اسود میں نہ داخل ہو جاتا۔ ۴۴۹

صورت حال یہ تھی کہ ۳۰ نومبر کو یہ خبر پہنچی کہ بندرگاہ اسنوف میں ایک روسی بیڑے نے ترکوں کے ایک دستے کو بالکل نیست و نابود کر دیا اور وہ بھی

---

[1] کاغذات مشرقیہ ۱×۱ صفحہ ۱۲۔ مارٹنس جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ جلد ۸ صفحہ ۳۰۰ ۔

[2] اس نے رپورٹ کے حاشیہ پر یہ رقم کر دیا تھا - Ainsi c'est la guerre! Soit! مارٹنس باب ۱۲ صفحہ ۳۳

ایسی حالت میں جسکا اندازہ لگاتے ہوئے یہ قرینِ قیاس تھا کہ انتہائی شقاوت اور بربریت عمل میں لائی گئی تھی[1] نپولین نے اپنے وزیر دِواین دِ لوئیس Drouyn de Lhuys کے توسّل سے، فوراً اپنی اس تحریک کا اعادہ کیا جسے وہ اس سے قبل ۱۴ اکتوبر کو پیش کرچکا تھا، یعنی اتحادیوں کے جنگی بیڑے کو باسفورس سے عبور کرنا چاہیئے اور بحیرۂ اسود پر اسوقت تک قابض رہنا چاہیئے جب تک کہ روس ولایات ڈینوب پر سے اپنا قبضہ نہ اٹھالے اور روسی جہازات کو سیباسٹوپول واپس آجانے کی دعوت نہ دیدے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ سلطان کے مقبوضات کو تاخت و تاراج سے محفوظ رکھنے کا انگلستان ضامن ہوچکا تھا، لارڈ ایبرڈین کو اسکے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ وہ ان شرائط پر کاربند ہوجائے، تاہم اُس نے اس امر کا اظہار کردیا کہ وہ کسی ایسے فعل کا ذمہ دار نہ ہوگا جس سے چاروں دول یورپ کے اس ائتلافِ حقیقی میں فرق آسکے جسکا مدار کانفرنس ہائے وائنا پر تھا[2]۔ زار کے شور و شغب کے باوجود خود روس اتحادیوں کے جنگی بیڑے کے فعل کو اعلانِ جنگ کا مرادف تسلیم کرنے سے گریز کرتا تھا۔ اگر اتحادی امیرالبحروں کو صرف اس قدر ہدایت موصول ہوئی تھی کہ وہ ساحت سمندر میں غیر جانبداری قائم اور برقرار رکھیں اور روسی اور ترکی بندرگاہوں کو مساوی طور پر دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رکھیں تو پھر روس اسی صورت حال پر قائم رکھنے کے لیئے تیار تھا۔ صرف خشکی پر وہ آزادیٔ عمل کا مختار تھا۔ لیکن اگر یہ مداخلت صرف ترکوں کی حمایت میں تھی تو پھر سفرائے زار متعینۂ لندن اپنے اپنے پروانہ جات راہداری طلب کرسکتے تھے۔ جنوری ۱۸۵۴ء میں یہ قضا آگیں مسائل لندن اور پیرس میں پیش کیئے گئے۔ اور ان کے جوابات سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ فرانس اور انگلستان دونوں

> **اتحادیوں کا بیڑا بحیرۂ اسود میں داخل ہوتا ہے**

[1] کاغذات مشرقیہ ۱×۱ ۱۲ صفحہ ۳۰۶۔
[2] 〃 〃 〃 ۲، صفحہ ۳۲۳۔

مملکت ترکی کے ساتھ متحد ہوکر، روس کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے تیار ہیں[1]

**انگلستان اور فرانس اعلان جنگ کرتے ہیں ۲۷ مارچ ۱۸۵۴ء**

اوائل فروری میں روس اور ہر دو مغربی درباروں سے تمام سیاسی تعلقات منقطع ہوگئے، اور ۲۷ مارچ کو فرانس اور انگلستان نے باضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔

۳۵۰

آغاز جنگ میں روسی مدبّر صرف اس امر کے ساعی رہے کہ روس کے خلاف جملہ دول یورپ متحد نہ ہونے پائیں۔ فی الواقع اب ایک طرفہ حالت رونما تھی۔ ہر چہار دول عظیمہ ایک بات پر متحد تھے اور وہ روسی افواج کا ولایات ڈینوب سے واپس بلا لینے کے مزاحم تھے۔ کیونکہ دریائے ڈینوب میں حق جہاز رانی کی آزادی کے مسئلے میں پروشیا اور آسٹریا دونوں کو مساوی دلچسپی تھی دونوں حکومتیں روس پر اس قسم کا دباو ڈالنے کے لیئے تیار تھیں، جس سے وہ باب عالی کی عیسائی رعایا پر سے اپنے انتہائی مطالبات کو اٹھا لینے اور مملکت ترکی کی خودمختاری برقرار رکھنے پر مجبور کیا جا سکتا۔ ان حکومتوں نے فرانس اور انگلستان سے متحد ہوکر بعینہ اسی قسم کی ایک یادداشت پیش کی جیسی کانفرنس منعقدہ وائنا میں مرتب ہوئی تھی جس میں عہدنامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء کے اصول کی تصدیق کی گئی تھی اور جو باب عالی سے شرف قبولیت حاصل کرنے کے بعد دربار روس سے مسترد ہوگئی۔ ۹ اپریل اور اسکے بعد ۲۳ مئی کو ان اصول کا از سر نو ادعا کرتے ہوئے اور بشرط ضرورت ان کو بزور شمشیر تسلیم کرانے کے لیئے مفاہمات پر دستخط ثبت کیئے گئے لیکن بہرنوع پروشیا کا رویّہ بدلا نہ تھا۔

**پروشیا اور آسٹریا کا رویّہ**

فریڈرک ولیم کو اندیشہ تھا کہ یورپ کا نقشہ کہیں انقلابی درو بست کا آئینہ نہ ہو راسخ الاعتقاد جماعت کے نگیں تاب مرد میدان کے خلاف، جسکا احترام اسکی تعلیم و تربیت کا سبق اولین تھا، وہ نپولین بوناپارٹ سے کسی مقصد یا غایت کی بنا پر کسی قسم کا اتحاد نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا۔ خود پروشیا کی سنجیدہ آرا متحد نہ تھیں۔ اگر ایک طرف بنسن جو دربار انگلستان کے

[1] مارٹنس جلد ۱۲ صفحات ۳۲۸ - ۳۴۲ -

زیر اثر تھا، اس امر پر زور دے رہا تھا کہ بادشاہ کو روس کے خلاف، اتحادیوں کے ساتھ صف آرا ہو جانا چاہیئے تو دوسری طرف آٹوفون بسمارک جسکے متعلق کسی جذباتی غرض وغایت کا شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس حقیقت کا اعلان کر رہا تھا کہ چونکہ پروشیا، آسٹریا نہ تھا، اس لیئے اول الذکر کو اسکی خس برابر پروا نہ تھی کہ روس، ٹرکی میں اپنے مقبوضات کا دائرہ وسیع کر رہا تھا یا نہیں۔ فریڈرک ولیم کی صحیح پالیسی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ بالائی سیلیسیا میں ایک لاکھ افواج مجتمع کر دے تاکہ وہ ہر دو جنگجو فریق کو، اطمینان اور فراغت کے لمحہ میں اپنی پیش کردہ شرائط صلح کے سامنے سر تسلیم خم کرانے پر مجبور کر دے[1] اپنے مدمقابل کی حیثیت سے پروشیا کو جسکا خطرہ تھا وہ روس نہیں بلکہ آسٹریا تھا جسکے اثر کو باطل کر دینے کے لیئے وہ ڈائٹ آف فرانکفورٹ کی مجلس علیہ میں صف آرا ہونے کے لیئے کمربستہ تھا۔ فی الحقیقت مخالفۂ یورپ سے، ان دونوں جرمن طاقتوں کو علیحدہ کرنا ایک فعل عبث نہ تھا۔ انگلستان اور نپولین دونوں جیلۂ جنگ کی لفظی بحث سے تجاوز کر کے، اس امر کے خواہشمند تھے کہ روس کی طاقت کو کچھ اس طور سے کچل دیا جائے کہ آئندہ کچھ دنوں تک اسکی طرف سے کوئی اندیشہ باقی نہ رہے، آسٹریا اور پروشیا کسی نے اپنے آپ کو اس طرز عمل کا نہ تو پابند بنایا تھا اور نہ اسکی توقع تھی کہ وہ کبھی پابند بنائیں گے۔ بہر حال ان دونوں طاقتوں کا آخری رویہ کچھ ہی کیوں نہ ہوتا، فی الحال اس کشاکش سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے فرانس اور انگلستان تنہا آمادہ نظر آ رہے تھے۔

جنگ کریمیا اُن معدودے چند تاریخی تصانیف کے موضوعوں میں شمار ہے جو اپنی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے ایک مستند اور مسلمہ ادبی حیثیت رکھتی ہیں وہ اُن سنگین نتائج کے اعتبار سے جو بظاہر اس میں مضمر تھے اور اُن جانبازانہ واقعات اور حادثات کی بنا پر جو اس بے پناہ کشاکش میں رونما ہوئے اور اُن الم ناک ستم ظریفیوں کے سلسلے میں جو اسکے آخری نتائج سے وابستہ تھیں جنگ کریمیا

۳۵۱

[1] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۱۴۴

کسی ایسی تصنیف کے لیئے موزوں ترین موضوع تھی۔ فی الحال کسی ایسی پیچیدہ تاریخ پر تفصیلی نظر ڈالنا ناممکنات سے ہے۔ لیکن اسکا بسیط خاکہ نہایت واضح طور پر نمایاں کیا جاچکا ہے اور ہمارے مقصد کے لیئے اتنا ہی کافی ہے۔ ابتدا میں رودبار ڈینوب کے دونوں کناروں پر روسی اور عثمانی افواج ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا تھیں اور روسی میمنہ پر موقع کے انتظار میں اسلحہ پوش آسٹریا مصروف نظارہ تھا۔ ٹرکی نے ۵ ر اکتوبر ۱۸۵۳ء کو اعلان جنگ کیا۔ سرما کا پورا زمانہ سواحل جنوب پر غیر فیصلہ کن جنگوں میں صرف ہوا۔ اسکے بعد ٹھیک اُسوقت جبکہ اتحادیوں کا جنگی بیڑہ بحیرۂ اسود میں داخل ہو رہا تھا، روسیوں نے ڈینوب کو عبور کرنا شروع کیا اور قلعہ سلسٹریا کے سامنے اُنکی پیش قدمی کا غیر متوقع طور پر سدباب ہوتا تھا کہ برطانوی اور فرانسیسی سپاہ وارنا میں اتار دی گئیں اور ۳ ر جون کو آسٹریا کی طرف سے روس کو یہ پیغام پہنچایا گیا کہ ولایات ڈینوب خالی کردی جائیں روسیوں نے مجبور ہو کر ۲۲ ر جون کو قلعہ سلسٹریا سے محاصرہ اُٹھا لیا اور انجام کار، آئندہ چھ ہفتوں میں ترکوں نے اُنکو بتدریج پسپا کر کے دریائے پروتھ کے پار مار بھگایا۔ اِدھر روسی پسپا ہو رہے تھے، اُدھر جیسا کہ بالعالی سے پہلے ہی طے ہوچکا تھا آسٹروی افواج نے ولایات ڈینوب پر قبضہ کرلیا اور اُن کی صیانت اور حفاظت کی ضامن بن گئیں۔

انخلائے ولایات (ڈینوب) نے ایک اور نئی حالت پیدا کردی۔ وہ مقصد واحد جس پر ہر چہار دول متحد تھیں حاصل ہوچکا تھا اور اب اگر جنگ کو اور طوالت دی جاتی تو اس مفاہمہ کو نقصان پہنچتا تھا جو اتحاد اربعہ کی رو سے عمل میں آیا تھا۔ لیکن روسی کمزوری کا انکشاف فرانس اور انگلستان کی ہمت افزائی کا باعث ہوا جنھوں نے اپنے تگ و تاز کو اس نیت سے برقرار رکھا کہ اس طور پر مسئلۂ مشرقیہ کا جیسا کہ توقع کی جاتی تھی، ہمیشہ کے لیئے تصفیہ ہوجائے گا۔ اس اثنا میں

**چار مطالبات**

روسی ہزیمتوں کے ساتھ ساتھ آسٹریا کا تذبذب اور تردد بھی زائل ہوتا گیا۔ مغربی حکومتوں نے اب اپنے مقاصد کا نام نہاد چار مطالبات میں، اظہار کیا یعنی ولایات ڈینوب اور سرویا پر سے

۴۵۲

روس اپنی سیادت اٹھالے دریائے ڈینوب میں جہازرانی کی عام آزادی ہو اور "توازن طاقت کے اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے" عہد نامہ متعلق بہ بحیرۂ اسود و درۂ دانیال مرتبہ جولائی ۱۸۴۱ء پر نظر ثانی کی جائے اور سب سے آخر میں زار سلطان کی راسخ الاعتقاد عیسائی رعایا پر اپنا حق تحفظ نافذ کرنے سے دستکش ہوجائے۔ اگست ۱۸۵۴ء میں آسٹریا نے ان شرائط کو تسلیم کرلیا، اور اگر وہ پروشیا اور جرمن عہدیہ کو اپنا جانب دار بنالیتا تو اسوقت روس کے خلاف، ایک جارحانہ اتحاد قائم کرنے میں اسکی کامیابی متیقن تھی۔ لیکن باوجود اسکے کہ پروشیا ایک معاہدے کی رو سے جس پر ۲۰ اپریل کو دستخط کیئے گئے تھے، آسٹریا کو (اگر اس پر کوئی حملہ آور ہوتا) مدد پہنچانے کے لیئے مجبور تھا، اُس نے ایک خالص اشتدادی تحریک میں، فریق کی حیثیت قبول کرنا گوارا نہ کیا۔ فریڈرک ولیم اور جرمن مجلس ملیہ کا رویہ کچھ ایسا مشتبہ تھا کہ بغیر ان کے آسٹریا کسی جارحانہ کارروائی کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ فرانکفورٹ کے نشیمن بلند سے بسمارک نے البتہ یہ مشورہ دیا کہ پروشیا کو سرحد سلیشیا پر ۲ لاکھ افواج مجتمع کردینا چاہیئے اور شرائط صلح اس تہدید کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے کہ جو فریق تمرد یا سرکشی پر نظر آئے گا وہ اس کے خلاف، دوسرے سے جا ملے گا[1]۔ ایک ایسے بے باک طرز عمل کو عمل پذیر بنانا تو درکنار، فریڈرک ولیم اسکے سمجھنے ہی کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ صرف جمعیۃ الحلفا کو غیر جانب دار بناکر مطمئن ہوگیا اور ساتھ ہی ساتھ، نہایت اصرار کے ساتھ ہر چہار مطالبات کو منظور کرلینے کے لیئے زار پر دباؤ ڈالتا رہا۔ اور اس طور پر وہ آسٹریا کی مخاصمت کو باطل اور مغربی اتحادیوں کو ان حیلہ جات شرعی سے محروم کردینا چاہتا تھا جنکی بنا پر وہ جنگ جاری رکھ سکتے تھے۔ اواخر ۱۸۵۴ء میں اسکی شدید عجلت اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی اور ۲۸ نومبر کو آسٹریا کو اطلاع دی گئی کہ زار نے ہر چہار مطالبات تسلیم کرلیئے تھے۔ لیکن اب پانی سر سے گزر چکا تھا۔ وہ مادی طاقتیں جو زار کو سر تسلیم خم کردینے کی ترغیب دے چکی تھیں آسٹریا کی

[1] بسمارک جلد ۱ صفحہ ۱۰۶۔

پست ہمتانہ پالیسی کو ایک قدم اور آگے بڑھانے میں معین ہوئیں۔ ۲ دسمبر کو آسٹریا نے روس کے خلاف، ایک دفاعی اتحاد پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے آسٹریا کے اس اقدام کا باعث جنگ کی ترقی پذیری تھی۔ بابعالی کو روسی دباؤ سے مصئون اور مامون رکھنے کے لیئے بحیرۂ اسود، جہاں پر روسی طاقت کو نیست و نابود کر دینا نپولین اور حکومت برطانیہ کا مقصد مشترک تھا نزدیک ترین راستہ تھا۔ انگلستان کی سیاحت سمندر کو، روسی جنگی جہازات سے پاک کر دینے کی تجویز

**کریمیا پر حملہ**

کافی ثابت نہیں ہوئی کیونکہ یہ ہمیشہ سباسٹوپول کے مضبوط اور مستحکم بندرگاہ میں پناہ گزیں ہو سکتے تھے اور صرف اس بندرگاہ کے زیر و زبر کر دینے سے روس کی بحری طاقت کامل طور پر تباہ کی جا سکتی تھی۔ اس لیئے نپولین نے، جو مزید براں ایک ایسے موقع کا متلاشی تھا جس میں فرانسیسی افواج خشکی پر اپنے جوہر شجاعت دکھا سکتیں یہ مشورہ دیا کہ اتحادیوں کی جملہ افواج سباسٹوپول کے زیر کرنے میں برسر کار لائی جائیں۔ انگریزی حکومت نے اظہار رضامندی کیا اور ۱۴ ستمبر کو اتحادیوں کی افواج کریمیا میں اتار دی گئیں۔ ایک روسی فوج جو پرنس مین شی کوف کی سرکردگی میں تھی انکی پیش قدمی کی مزاحم ہوئی اور ۲۰ ستمبر کو جنگ الما وقوع میں آئی جس میں مین شی کوف پسپا ہو کر سباسٹوپول میں داخل ہوا اور اسکے بعد وسط کریمیا میں پہنچ گیا۔

انخلائے شہر سے قبل مین شی کوف نے توپوں اور سپاہیوں کو اتارنے کے بعد، روسی جہازات کو بندرگاہ کے مدخل پر غرق کرا دیا اور قلعہ جات کی اصلی حفاظت روسی ملاحوں کے سپرد کر دی۔ چونکہ اب تک مدافعانہ دروبست نامکمل حالت میں تھی،

**محاصرۂ سباسٹوپول**

اس لیئے اگر شہر پر براہ راست حملہ کر دیا جاتا تو شاید کامیابی متیقن ہو جاتی۔ لیکن مارشل سینٹ آرنو نے لارڈ ریگلن کو یہ مشورہ دیا کہ جب تک افواج شہر کے جنوب میں کوئی اور مناسب اور مساعد مقام اختیار نہ کر لیں اور کالسکھائے محاصرۂ خشکی پر نہ اتار لیئے جائیں، حملہ ملتوی رکھنا چاہیئے۔ تین ہفتے کی مدت اسی فکر و تدبیر میں صرف ہو گئی اور اسی دوران میں کورنیلوف اور ٹوڈلیبن، روسی کمانڈروں کو مدافعت کا پورا ساز و سامان درست کر لینے کا موقع مل گیا

۴۵۸

اور ۱۷ر اکتوبر کو جسوقت گولہ باری جسے حملے کا پیش خیمہ ہونا چاہئیے تھا' شروع کی گئی تو
کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اب مین شی کوف کو کمک پہنچ چکی تھی اس لیئے اُس نے
ایک بار پھر اتحادی مواضع پر پیش قدمی شروع کر دی۔ ۲۵ر اکتوبر کو بالک لاوا کی
مشہور جنگ معرض وجود میں آئی اور اسکے بعد ہی ۵ر نومبر کو جنگ انکرمان واقع ہوئی۔
برطانوی سپاہیوں اور اتحادیوں کی ناقابل تسخیر ہمت و شجاعت مسلم ہوگئی۔ لیکن
باوجود ان فتوحات کے جو بڑے نقصان کے ساتھ حاصل کی گئی تھیں جنگ کا اختتام ابھی نظروں
سے بہت دور تھا۔ اور ۱۴ر نومبر کو جسوقت محاصرین پر ایام سرما کا عمل شروع ہوا ہے
اور برف و بارش کے ایک بے پناہ طوفان نے ' ۲۱ جہازوں کو جن پر فوج کی رسد
اور انکے ملبوسات بار تھے برباد اور دریابرد کر دیا' اتحادیوں کی نظروں کے سامنے
صرف ایک محاصرۂ سرمائی کا نمایاں اندیشہ تھا جسکی نہ انھیں توقع تھی اور نہ جسکے لیئے وہ
تیار تھے ۔ ۵۵-۱۸۵۴ء میں سباسٹوپول کے سامنے، انگریزی افواج نے
جتنی سختیاں جھیلیں اور جن میں بیشتر غیر ضروری تھیں، وہ انگریزی باشندوں کے
صفحۂ دل سے اب تک محو نہیں ہوئی ہیں ۔ اس ہولناک حقیقت کا منکشف ہونا تھا کہ
عامۃ الناس کے جذبۂ وطن پرستی میں تنفر و تنغض کا ایک ایسا سیلاب آیا
جو ایبرڈین کی ناپائدار وزارت کو خس وخاشاک کی طرح بہالے گیا اور پامرسٹن
جس میں خصائل کے اعتبار سے کتنے ہی نقائص کیوں نہ ہوتے، کم سے کم وہ اپنے
ذہن و دماغ پر تو وثوق رکھتا تھا، کاربراری اور کار فرمائی کے لیئے مامور کیا گیا۔
در اصل اس مجاہدۂ عظیم میں روس نے اتحادیوں سے زیادہ نقصان اٹھایا مؤخر الذکر
کو سمندر پر پورا دسترس حاصل تھا جسکی وجہ سے وہ حسب ضرورت کافی سامان رسد
اور کمک فراہم کرسکتے تھے، دوسری طرف روسیوں کو عین سرما میں ہزاروں میل کا
علف زار Steppe طے کرنا پڑتا تھا اور یہی حقیقت تھی جس نے جنگ کی نوعیت اور
اسکے نتائج کو متعین کر دیا۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حملہ آور جماعت ایک خفاش منحوس کے
مانند، ملک کے پاؤں کو چمٹ کر اسکے رگ و پے سے خون حیات چوس رہی تھی
اور یہ محض اسی حقیقت کا احساس تھا جس نے شاہنشاہ نکولس کی خود سرانہ شجاعت
اور شہامت کا خون ۔ اور شرائط صلح پیش کرنے پر مجبور کر دیا ۔ اُس نے نہایت

**شاہنشاہ نکولس کی وفات ۲؍مارچ ۱۸۵۵ء**

غیظ آفریں انداز سے کہا تھا "اسپہ سالاران جنوری اور فروری" اسکے بہترین رفیق ثابت ہوں گے۔ یہ آئے بھی اور رحلت بھی کر گئے لیکن انکا وار بے میں اور بے لوث تھا اگر ایک طرف پوری فوج کی فوج سباسٹوپول کے سامنے خندقوں میں فنا ہوگئی تو دوسری طرف وہ شاہراہ جو وسط روس سے کریمیا تک چلی گئی تھی اس پر روسی مقتولین کی ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتی تھیں زار کا متکبر قلب کرب ناکامی اور ایک بے سود ننگ رسوائی کا متحمل نہ ہوسکا اور ۲؍مارچ ۱۸۵۵ء کو وہ زندگی کے اُس بار سے سبکدوش ہوگیا، جسکے لیئے اگر تھوڑی سی بھی احتیاط گوارا کی جاتی تو محفوظ رکھی جاسکتی تھی۔

الگزنڈر دوم کی اورنگ نشینی سے۔ گو جدید زار نے اس امر کا اعلان کردیا تھا کہ وہ پیٹر اعظم، کیتھرائن اور نکولس کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائے گا۔ صلح و مصالحت کی توقعات کو تابناک بنادیا اور سلسلۂ گفت وشنید کا ایک دفعہ پھر آغاز ہوا۔ روس کے خلاف اتحادیوں میں ایک نیا شاخسانہ رونما ہوا۔ ایک طرف گو پروشیا نے کلیتہً ایک غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرلیا تھا، دوسری جانب آسٹریا نے انگلستان اور فرانس کی طرف ایک قدم اور بڑھادیا تھا اور اس بات کا وعدہ کرلیا تھا کہ اگر مجوزہ اصول کی بنا پر صلح و مصالحت کی صورت نہ پیدا ہوسکی تو پھر وہ اتمام سال پر اتحادیوں سے ہمدوش ہوکر، حصول مقصد کے لیئے مناسب ذرائع اور وسائل بروکار ہند ہوگا۔ ان حالات کے ماتحت روس نے یہ مناسب خیال کیا کہ وہ دول متحدہ کی استدعا کو قبول کرکے مجوزہ کانفرنس وائنا میں شریک ہوجائے۔ پروشیا

**کانفرنس منعقدۂ وائنا مارچ ۱۸۵۵ء**

نے چونکہ اس امر کی ضمانت سے انکار کردیا کہ اگر گفتگو کی تحریک ناکام رہی تو وہ اتحادیوں کی مجوزہ شرائط کو قابل نفاذ بنانے کا ذمہ دار ہوگا اس لیئے وہ کانفرنس سے جسکا آغاز مارچ ۱۸۵۵ء سے ہوا حذف کردیا گیا۔ ہر چہار مطالبات میں سے پہلے دو پر یعنی روس ولایات ڈینوب اور سرویا پر سے اپنا حق تحفظ اٹھالے اور دریائے ڈینوب میں جہازرانی کی عام آزادی ہو۔ بغیر کسی کدوکاوش کے ایک قسم کی مصالحت ہوگئی لیکن تیسری شرط کے متعلق یعنی عہدنامۂ مرتبہ ۱۸۴۱ء جو بحیرۂ اسود اور درۂ دانیال کے

متعلق تھی یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اراکین کانفرنس میں بے حد اختلاف رائے رہے۔ فرانس اور انگلستان اس پر مُصر تھے کہ بحیرۂ اسود بالکل بے سرو کار اور غیر جانبدار رکھا جائے۔ اسکی سطح آب پر کسی جنگی جہاز کا، خواہ وہ روس کی ملک ہو یا کسی دوسری قوم کی، گزر نہ ہو سکے گا۔ دوسری طرف شاہزادۂ سکندر گورجاکوف ۳۵۶ اس امر کا اعلان کر رہا تھا کہ بدرجۂ انتہا اس امر کی اجازت ہو سکتی تھی کہ ہر حکومت کو، ان آبنایوں سے جنگی جہازوں کے لانے یا لے جانے کا مساوی حق حاصل ہو یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جہاں پہنچکر تمام سلسلۂ گفت وشنید منقطع ہوگیا۔ آسٹریا نے جواب تک گورجاکوف Gortschakoff کی اس رائے سے کہ ایک قسم کی مصالحت ہو جانی چاہیئے اتفاق ظاہر کیا تھا اور اب جبکہ دول مغربی نے اس تحریک کو مسترد کر دیا تھا اس نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ تمام پابندیاں جو عہدنامہ مرتبۂ ۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کی رو سے اُس پر عائد ہوتی تھیں پوری ہو چکیں اس طور پر آسٹریا نے ایک بار پھر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کر لیا۔ اب سوا اسکے کہ خود آسٹریا کی عالت پر اسکا اثر پڑا تھا کانفرنس بیکار محض ثابت ہوئی، آسٹریا کی پالیسی کے متعلق کیسے ہی حق بجانب اور معقول عذرات کیوں نہ پیش کیئے جاتے دول مغربی اس سے آزردہ خاطر ہو گئے اور اُنھوں نے یہ جرم لگایا کہ آسٹریا نے حق رفاقت ادا کرنے سے احتراز کیا اور وہ بھی جنگ کی ابتدا سے ذرا پہلے۔ دوسری طرف روس کو اس حکومت سے جسکے جزیۂ لشکر کو وہ کچھ زیادہ قابل وقعت نہیں سمجھتا تھا، ایسا زخم لگا تھا کہ اب وہ اُسے نہ معاف کر سکتا تھا نہ بھول سکتا تھا، اس زمانے سے آسٹریا یورپ میں سب سے علیحدہ تھا اور جب گیارہ سال بعد خود اس کی تقدیر بگڑی تو ہمدردی اور دستگیری کے لیئے اسکی نگاہیں ہر طرف اُٹھیں لیکن ناکام واپس آئیں۔

دوران جنگ میں آسٹریا کے متزلزل رویئے کا بڑا سبب اُسکا یہ اندیشہ تھا کہ اگر وہ مشرق کی کشاکش میں گرفتار رہا تو لمبارڈی کی سمت سے سارڈینیا اس پر حملہ آور ہوگا اور اُسوقت کے ازالے کے لیئے مغربی حکومتوں نے حکومت پیڈمانٹ پر یہ زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ اتحادیوں کی صف میں شامل ہو جائے کاوور Cavour کے

**سارڈینیا کی مداخلت جنوری ۱۸۵۵ء**

نزدیک فرانس اور انگلستان سے خراج احسان وتشکر وصول کرنے کا نہیں تو کم سے کم سارڈینیا کو اس علحدگی کی دھمکی سے محفوظ رکھنے کا جسکا اُسے خطرہ تھا یہ بہترین طریقہ تھا۔ اُس نے اپنی رضا دے دی اور ملک کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب بھی ہوا۔ ۵ جنوری ۱۸۵۵ء کو سارڈینیا بغیر کسی شرط سے روس کے خلاف ایک جارحانہ اتحاد میں شریک ہوگیا اور چند ہی ہفتوں کے بعد پندرہ ہزار اطالوی افواج کریمیا میں پہنچ گئیں۔ فوجی قوت کی یہ افزائش دوسرے اسباب وعلل سے متحد ہوکر اتمام اور انجام کو جلد سے جلد معرض وجود میں لانے کی باعث ہوئی اس میں جو کچھ تعویق ہوئی تھی اسکا سبب نپولین کا یہ خیال تھا کہ آخری وار اس وقت تک کے لیئے ملتوی رکھا جائے جب تک کہ وہ خود باہر نکل کر فتح ونصرت کے برگ وبار سے متمتع نہ ہو سینٹ آرنو St. Arnaud کا جانشین مارشل کان روبرٹ Marshal Canrobert تو ئی لیری Tuileries کے سیاسی فتنہ گروں کی حیلہ پردازیوں سے ایسے چرکے کھاتا رہا اور اسے کچھ ایسی گراں باریوں سے دوچار ہونا پڑا کہ آخر کار اُس نے استعفا داخل کردیا اور اسکے جانشین جنرل پیلی سئے Pelissier نے اس قسم کے سلوک کو روا رکھنا گوارا نہ کیا اور محاصرے کو قائم رکھنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ ۱۸ جون کو اتحادیوں نے ایک زبردست حملہ کیا لیکن پسپا ہونا پڑا اور دس دن بعد اس ہولناک جنگ کی سختیوں اور مایوسیوں سے خستہ اور درماندہ ہوکر راگلن نے داعی اجل کو لبیک کہا اب "سفینے کے کنارے آلگئے ہیں" چند مہینوں کا بھی توقف نہ تھا جنگ چیرنایا Tchernaya میں جو ۱۶ اگست کو وقوع میں آئی فرانسیسی اور اطالوی افواج نے متحد ہوکر اس حملے کو پسپا کردیا جو شہر کو محاصرے کی گرفت سے آزاد کرانیکے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ تین ہفتے بعد ۸ ستمبر کو قلعۂ مالاکوف Malakoff پر جو محاصرین کے جنگی مواصلات کو اپنی زد میں لیئے ہوئے تھا، فرانسیسیوں کا قبضہ ہوگیا اور دوسرے دن سباسٹوپول نے اطاعت قبول کرلی۔ اس میں شک نہیں جنگ چند ہفتے بعد تک جاری رہی اور ۹ نومبر کو زوال قارص نے روسی حرب وضرب کے چار چاند لگا دیئے۔ لیکن انگریزوں کے علاوہ جنکی ایک جنگ آزما قوم ہونے کی شہرت کو ایک حد تک نقصان پہنچ چکا تھا اور جو اب تشنۂ تلافی تھی، ہر فریق جنگ اب صلح ومصالحت کا خواہشمند تھا مزید برآں مالاکوف کی تابناک کامیابی نے فرانسیسی اسلحات حرب کو اس درجہ درخشاں بنا دیا تھا کہ

فی الحال نپولین آسودہ اور مطمئن ہو چکا تھا اور جس وقت کہ آسٹریا نے انگلستان کی پس پشت سے، جسکی ہمدردی حاصل کرنے کی اب اُسے کوئی توقع نہ تھی، یہ تجویز پیش کی کہ انگلستان کو حذف کرکے مصالحت کی سلسلہ جنبانی کرنی چاہیئے، تو اُس نے فوراً منظور کر لیا جسکا نتیجہ یہ فیصلہ تھا کہ آسٹریا اپنی طرف سے، بطور اعلان جنگ ایک یادداشت جس میں صلح کے ابتدائی شرائط درج ہوں اور جسکی منظوری نپولین انگلستان سے بغیر کسی ترمیم شرط کے پہلے سے حاصل کر چکا ہوگا سینٹ پیٹرسبرگ بھیجے۔ اس نوٹ میں وہ چار مطالبات درج تھے جنکا شمار جنگ کے سب سے نمایاں مقاصد میں ہوتا تھا۔ لیکن حکومت برطانیہ کے لیئے یہ قطعاً ناممکن تھا کہ وہ کسی ایسے انتظام کو منظور کر لیتی جسے ایک سیاسی چشم نمائی تصور کیا جا سکتا تھا اور پامرسٹن نے اس دستاویز کو اس شرط پر منظور کرنا گوارا کیا کہ چند رموز جو اس میں مضمر تھے زیادہ واضح کیئے جائیں اور اس میں ایک اور مد کا اضافہ کیا جائے جسکی رو سے انگلستان کو دیگر شرائط کے شامل کر دینے کا حق حاصل ہوگا۔ ان مرکوز خاطر شرائط میں یہ تھا کہ بحیرۂ بالٹک میں روس کو جزائر آلینڈ کی قلعہ بندی کا حق نہ حاصل ہوگا۔

**آسٹریا کا اعلان جنگ روس کو ۔ دسمبر ۱۸۵۵ء**

اس ترمیم کے ساتھ، آخر دسمبر میں، آسٹروی نوٹ بایں شرط زار کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ اگر ۱۶ جنوری تک اسکا جواب نہ آیا تو جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ صرف پرنس گورچاکوف Prince Gortschakoff ہی ایک ایسا روسی مدبر تھا جس نے جرأت کرکے شاہنشاہ کو اُسے نامنظور کر دینے کی ترغیب دی۔ آخر کار یہ منظور کر لیا گیا۔ اور ۲۵ جنوری ۱۸۵۶ء کو باستثنائے پروشیا تمام دول یورپ کے سفرا صلح کے ایک جلسے میں ایک صحیح و واضح عہدنامہ مرتب کرنے کے لیئے پیرس میں مجتمع ہوئے۔ ایک ماہ بعد ۳۰ مارچ کو اس پر دستخط ثبت کیئے گئے۔ عہدنامۂ پیرس کی رو سے بحیرۂ اسود کو جہازرانی

**عہدنامۂ پیرس ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء**

کے لیئے ایک بے سروکارانہ حیثیت دی گئی۔ تجارتی جہاز آ جا سکتے تھے، جنگی جہاز کی آمدورفت مسدود کر دی گئی اس شرط کے ماتحت وہ ملک بھی آ گئے تھے جو اسکے ساحل کے مختلف حصص پر قابض اور متصرف تھے انکو بحری اسٹیشن یا سلاح خانے کے قائم کرنے کی مخالفت کر دی گئی تھی۔ دریائے ڈینوب میں

جہاز رانی کی عام آزادی ایک یورپی کمیشن کی نگرانی میں رکھی گئی تھی اور روس کو اس حصے کو خیر باد کہنا پڑا جسکی زد میں اس دریا کا دہانہ آجاتا تھا۔ آخر میں سب سے زیادہ اہم شرط وہ تھی جسکی رو سے عہد نامۂ ۱۸۴۱ء کے اصول کو وسعت پذیر بنایا گیا تھا دول یورپ نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ باب عالی کو قانون عامہ اور جماعۂ یورپ سے منفعت اندوز ہونے کا حق حاصل ہوگیا تھا اور تمام دول یورپ کو مجموعی طور پر اس بات کا ضامن بتایا گیا کہ وہ ایک غرض مشترک کی بنا پر، کسی ایسے امر کا جو اس رستے میں رخنہ انداز ہوتا ہو، سدباب کریں گے اسکے معاوضے میں سلطان نے دول یورپ کے پاس ایک فرمان بھیجا جس میں عیسائی رعایا کے ساتھ "اسیر حشیانہ سلوک" روا رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور جسکے "بیش بہا" ہونے کی حقیقت کو موخرالذکر نے تسلیم کرلیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان بھی کردیا کہ اس سے انکو، کسی حالت میں، تن تنہا یا مجموعی طور پر سلطان اور اسکی رعایا کے باہمی تعلقات یا سلطنت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق نہ حاصل ہوگا [1]

اسوقت عہد نامۂ پیرس سے جسکے لیئے جان و مال کی اتنی زبردست قربانی روا رکھی گئی تھی، یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ جو لوگ اس جنگ پر مُصر تھے اور جو مقاصد ان کے پیش نظر تھے، وہ کلیتہً بلکہ اس سے زائد حاصل ہوچکے ہیں۔ روسی سیلاب جو جنوب کی طرف سے بڑھ رہا تھا اُسکو روک دیا گیا تھا اور دولت عثمانیہ بیرونی خطرات سے مصئون اور مامون ہوکر اور مکمل اندرونی اصلاحات سے حیات تازہ پاکر، بظاہر، زندگی کی ایک نئی شاہراہ پر گام فرسا معلوم ہوتی تھی۔ تاہم تاریخ نے اس طرز عمل کو جو اس جنگ میں اختیار کیا گیا تھا، نفرین کیا ہے اور اسکی فتح و نصرت کو ہیچ و باطل گردانا ہے مملکت ترکی بلا اصلاح اور ناقابل اصلاح ہی رہی اور زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دول یورپ اس افسانے کو نذر نسیان کرنے پر مجبور ہوگئے جسکی بنا پر اُسی کو ایک ملت کی حیثیت سے، یورپ کی تہذیب یافتہ جماعت میں شامل کیا گیا تھا۔ رہی بحیرۂ اسود کی بے تعلقی اور غیر جنبہ داری، اسکے متعلق یہ ظاہر تھا کہ اگر یورپ میں کبھی کسی قسم کی پیچیدگی اور کشاکش رونما ہوئی تو روس

[1] ہارٹسلٹ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۰ -

اولین لمحہ میں اُس سے فائدہ اٹھائے گا اور ایک ایسے انتظام کو مسترد کر دینے کے لیئے آمادہ ہو جائے گا جو کسی طور پر ایک مہتم بالشان حکومت کے شایان شان نہ تھا۔ صرف پندرہ ہی سال کے بعد اسکا موقع آیا اور بسمارک نے، محاصرۂ پیرس کے نازک اور پُر خطر زمانے میں روس کو اسکی غیر جنبہ داری کا یہ معاوضہ دیا کہ اُس نے عہد نامے کو مسترد کر دینے کے لیئے، مظفر و منصور پروشیا کی رضا مندی دے دی۔ اُسی دوران میں سلطنت روس کی وسعت پذیر قوت عمل، جو ایک سمت سے رجعت قہقری کرنے پر مجبور ہوئی تھی، کسی دوسری سمت سے رونما ہونے کے لیئے تیار ہوئی۔ یہ امر متیقن نہیں ہے کہ یورپ میں سلطنت عثمانیہ کی شکست وریخت کو معرض التوا میں رکھنے اور اس طور پر روس کی فاتحانہ یلغار کو وسط ایشیا کے راستے سے سرحد ہندوستان کی طرف بڑھنے کا موقع دینے سے، برطانوی اغراض و مقاصد کو نفع اندوز ہونے کا موقع ملا یا نہیں۔ اگر زار کو ترکوں کو یورپ سے بدر کر دینے اور جزیرہ نمائے بلقان کو متعدد عیسائی مملکتوں میں تقسیم کر دینے میں کامیابی ہو بھی جاتی تو اسکا صرف یہ نتیجہ ہوتا کہ وہی واقعات جو جلد یا بدیر ناگزیر ہو جاتے، پہلے ہی رونما ہو جاتے۔ اسکے علاوہ، جیسا کہ روسی مدبرین نے اسوقت ظاہر کر دیا تھا، یہ واقعات روسی اغراض و مقاصد کے سود و بہبود میں اتنے معین نہ ہوتے جتنا کہ خیال کیا جاتا تھا۔ نجات یافتہ یونانیوں کے کارنامے ایسے نہ تھے جن سے زار کو کسی ایسی قوم کے دائمی ہدیۂ تشکر کی توقع ہوتی جسکی آزادی حیات کے لیئے اُس نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا ہو۔ دوسری طرف ظاہر تھا کہ اس طور پر اسکی سرحد پر مشتبہ اور کینہ ور عیسائی مملکتوں کی ایک لیگ قائم ہو جاتی۔ لیکن اسکا آغاز کانگریس کے دوسرے ہی دن سے ہوا۔ نپولین سوم نے، جس نے عہد نامجات

**رومانیا کا اتحاد**

۱۸۱۵ء پر نظر ثانی کرنے کی تحریک پیش کر کے ایک عالم کو نقش حیرت بنا دیا تھا اور جسکا یہ عقیدہ تھا کہ اس مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ اصول ملت پرستی کا تعین تھا۔ پیرس میں یہ تحریک پیش کی کہ ولایات مولڈیویا اور ولیشیا کو متحد کر کے خود ان کے منتخب کردہ حکمران کے ماتحت رومانیا کی ایک تنہا مملکت قائم کر دی جائے اس تحریک کو آدس نے منظور کر لیا تھا

صفحہ ۳۶۰

لیکن انگلستان کی شدید مخالفت کے باعث سے، جو سلطان کے اختیارات کو مختصر اور محدود کر دینا کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا، اور ٹرانسلوینیا میں رومن طبقہ مزارعین پر اسکا جیسا کچھ اثر پڑنے والا تھا اس سے آسٹریا کچھ اس درجہ خائف تھا کہ اس مسئلے کا تصفیہ کسی آیندہ اجلاس کانفرنس کے لیئے ملتوی کر دیا گیا لیکن انعقاد کانفرنس سے قبل ہی اکتوبر ۱۸۵۷ء میں جو انتخابات عمل میں آئے انکی رو سے یاسی اور بخارسٹ میں ایسی قائم مقام جماعتیں برسر کار ہوئیں جنھوں نے متفق اللسان ہوکر دونوں ملکتوں کے متحد کر دینے کے لیئے رائے دے دی۔ لیکن ان مسائل کے تصفیئے کے لیئے جو کانفرنس اوائل ۱۸۵۸ء میں پیرس میں منعقد ہوئی اُس نے ایک ایسے انقلاب انگیز انتظام کو منظور کرنا گوارا نہ کیا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر دو ولایات میں ایک ہوسپودار (Hospodor) ہوگا جسکا انتخاب دوامی ہوگا۔ ایک علیحدہ عدالت العالیہ اور علیحدہ جمعیت مقننہ ہوگی جسکے سامنے دونوں ریاستوں کے نائبین کا مرکزی کمیشن ایسے قوانین منظوری کے لیئے پیش کرے گا جو مشترکہ صلاح و بہبودی سے متعلق ہوں۔ اس انتظام پر رومانیوں نے اس حاشیے کا اضافہ کیا کہ پرنس الگزنڈر کوزا ہوسپودار کا انتخاب یاسی اور بخارسٹ دونوں مقامات سے عمل میں آئے۔ اور تین سال بعد ۱۸۶۲ء میں یہ اتحاد نہایت خاموشی کے ساتھ عمل پذیر ہوا اور کم و بیش کوئی متنفس اس واقعہ کو خاطر میں نہ لایا۔ ۱۸۶۶ء میں پرنس کوزا نکال دیا گیا اور شاہزادہ چارلس والی ہوہنزولرن زگمارنگن (Prince charles of Hohen-Zollern. Sigmaringes) موروثی حکمران منتخب ہوا اور تمام یورپ نے اسکی حیثیت تسلیم بھی کرلی۔ یہ ایک حد تک نپولین کی غرضمندانہ ہمدردی کا بلا واسطہ تصرف تھا جس نے مشرق میں اس نیم اطالوی نسل کو جسکے مورث اعلیٰ لشکر کشان دیوکلیشین تھے، ایک حیثیت ملی تفویض کر دی اور اسکا سب سے نمایاں اثر اگر خود اٹلی میں اس نسل پر نہیں تو اسکی زبان کے قدیم گہوارے پر نمایاں ہوا۔

# باب پانزدہم

## اتحاد اٹلی

اٹلی اور جنگ کریمیا۔ پیڈ مانٹ کا دو ئیر کا طرز عمل۔ کا رویہ آسٹریا کی جانب۔ دول یورپ کا رویہ پیڈمانٹ کی بے کسی۔ کا دو ئیر کانگریس منعقدہ پیرس میں نپولین سوم امداد اٹلی۔ مجلس منعقدہ پلومبی ایرز (Plombieres) ایک کانگریس کی تجویز۔ آسٹروی اعلان جنگ۔ جنگ ۱۸۵۹ء اٹلی میں۔ ولا فرانکا کی التوائے جنگ۔ اٹلی اپنا کام خود انجام دیگی" (Italia Fara da Si) ممالک متوسط میں تحریک اتحاد۔ ریکا سولی اور فرینی فوجی لیگ نپولین مداخلت کے طرز عمل سے اختلاف کرتا ہے۔ رسالہ "پاپائے روما اور کانگریس" کا دوئر اپنے منصب پر از سر نو بحال ہوتا ہے۔ وسط اطالیہ کی مملکتوں کا الحاق پیڈمانٹ سے مسئلہ روما۔ سسلی میں ہنگامۂ بغاوت۔ گاریبالڈی کی مہم۔ مسئلہ نیپلس کا دوئر اور گاریبالڈی۔ گاریبالڈی نیپلس میں۔ افواج پیڈمانٹ امبریا اور سرحدی اضلاع پر حملہ آور ہوتی ہیں حصۂ جنوب کا الحاق اطالوی سلطنت سے ہو

جنگ کریمیا میں سارڈینیا کے کارنامے بھی عجیب وغریب تھے۔ حکومت زار سے بظاہر اُسے کوئی وجہ پرخاش نہ تھی اور اتحادیوں میں سے کبھی ایک سے علی الاعلان معاندانہ کاوش نہ تھی، تاہم اس شدید ضرورت کی بنا پر کہ کہیں آسٹریا ایسی مغربی حکومتوں کی خیر سگالی کا منفع بناکر اپنا دمساز نہ بنالے، اس پر ہر قسم کا زور ڈالا گیا اور اس کی خدمات حلیفوں کے لئے حاصل کر لی گئیں۔ ۱۸۴۹ء کے زوال کے بعد کاؤنٹ کا دوئر کی رہبری میں جو اکتوبر ۱۸۵۲ء میں اپنے مملکت پیڈمانٹ منصب پر فائز ہوا تھا، پیڈمانٹ اس کشاکش ہم کی تجدید میں سرگرم رہا جس سے آسٹروی، ملک اٹلی سے نکالے جاسکتے تھے۔ جہاں تک حکومت کے داخلی ذرائع ووسائل کی توسیع وترقی کا تعلق تھا، کا دوئر کی پالیسی کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ تمام پارینہ اور فرسودہ نظام جو تجارت اور حرفت کی فطری توسیع وترقی کا سد راہ تھا فنا کر دیا گیا۔ ایک روشن خیال تجارتی طریق عمل اور سڑکوں

صفحہ ۳۶۲

اور ریلوے کی وسعت و ترقی سے ملک کی آسودگی اور مرفہ الحالی میں روز افزوں ترقی تھی۔ لیکن ان تمام امکانی ترقیوں اور طیاریوں کے باوجود، پیڈ مانٹ کا یہ زہرہ نہ تھا کہ وہ آسٹریا کی طاقت سے عہدہ برآ ہوسکتا اور کاوُور نے بہت پہلے کم سے کم ایک زبردست رفیق کی ضرورت محسوس کرلی تھی۔ اور یورپ کی تمام طاقتوں میں صرف نپولین ہی ایسا تھا جو اس کے معروضات پر صدائے لبّیک بلند کرسکتا تھا۔ گو انگلستان میں افکار عامہ کا میلان اب بھی اطالوی محبانِ وطن کی موافقت میں تھا تاہم حکومت برطانیہ عہدناماجات کو قائم و بحال رکھنے کے "مسعر نظر عمل"[1] پر قائم رہنا چاہتی تھی۔ لیکن قطع نظر اس حریفانہ چشمک کے جو فرانس اور آسٹریا کے درمیان اٹلی میں تھی نپولین کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ۱۸۱۵ء کی قرارداد کی شکست وریخت کے درپے ہے تاکہ اس دار و گیر سے اپنی ذاتی منفعت کی کوئی نہ کوئی صورت نکال سکے۔ مزید براں فرانسیسی شہنشاہ اپنی اطالوی نژاد حیثیت کو فراموش نہ کرسکا تھا اور اپنے ایّام جلاوطنی میں وہ اطالوی اغراض و مقاصد کے لیے صف آرا بھی ہوچکا تھا۔ اور یہ انھیں خیالات کا تصرف تھا جس نے کانگرس منعقدۂ پیرس میں کاوُور کے رویے کو متقین کردیا تھا۔ پیڈ مانٹ نے مجلس یورپ میں اپنی جگہ حاصل کرلی تھی اور اگر وہ اپنی اس وقعت اور منزلت کو جو اسے حاصل تھی ایک ایسے کفہ میزان میں رکھنا چاہتا تھا جو صرف اس کے اغراض و مقاصد کی جانب مائل ہوتا تو یہ صریحی اس کے شایان شان تھا۔ رہا یہ امر کہ یہ ترازو کونسی تھی، اس کے متعلق شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔ نپولین کی پیچیدہ سیاسی ترکیبوں نے فرانس اور انگلستان کے ائتلاف قلبی میں اختلال اور کشیدگی پیدا کردی تھی اور روس کے ساتھ فرانس کی عشوہ نمائیاں برسرکار تھیں۔ آسٹریا جو ہر طرف سے بے اعتبار گردانا جاچکا تھا لیکن بالفعل انگلستان کی رفاقت میں صف آرا تھا اس فتنہ انگیز سازش کی ترقیوں کا خائف و اندیشہ مند ہوکر نظارہ کررہا تھا۔ منقسم یورپ میں کسی نہ کسی جماعت کے ساتھ وابستہ ہونا لازمی تھا۔ اندریں حالت کاوُور نے کچھ پس و پیش نہ کیا۔ آسٹریا علی الاعلان دشمن ہوچکا تھا۔ انگلستان ایک طوفان اضجاج بپا کرسکتا تھا لیکن وہ کچھ کر دکھانے کے لیے

---

[1] مالمسبری بہ کاولے۔ ۱۰ جنوری ۱۸۵۹ء۔ ملفوظات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۲۳ صفحہ ۴۴ وغیرہ

آمادہ نہ تھا۔ ولایات ڈینوب کے تنازعہ فیہ مسئلے میں محض اس نیت سے کہ وہ ناشکر نہ تصور کیا جا سکے، اس نے کانگریس میں فرانس کا حق رفاقت بوجوہ احسن ادا کیا تھا۔ اسے ایک ایسے واقعے سے امداد ملی جو باعتبار اثر متضاد نتائج کا باعث ہو سکتا تھا۔ جنوری ۱۸۵۸ء میں اورسینی ایک فاتر العقل اطالوی نے نپولین کو بم سے ہلاک کر دینے کا اقدام کیا۔ شہنشاہ تو محفوظ رہا لیکن گولے کے پھٹنے سے ڈیڑھ سو آدمی مقتول اور مجروح ہوئے۔ انقلابی شر و فساد کے منبع و مصدر یعنی اٹلی کے خلاف، فرانس میں عامۃ الناس کے جذبات یک لخت مشتعل ہو گئے خود نپولین نے اس بدنظمی اور فساد کے خلاف سخت اور شدید تر کارروائی عمل میں لانے کے لئے پیڈ مانٹ پر زور ڈالا۔ لیکن اس حادثے نے انھیں تعلقات کے شیرازے کو جس کے پراگندہ کر دینے کی کوشش کی گئی تھی، اور زیادہ استوار اور مستحکم کر دیا۔ کانگریس منعقدہ پیرس میں کاوور نے تمام یورپ کے سامنے اس امر کا ادعا کیا کہ اٹلی کے اس اضطراب پیہم سے یورپ کی عافیت معرض خطر میں تھی بضمانت انگلستان و فرانس اس لئے اپنے مراعات کا مطالبہ کیا جو تنہا آسٹریا کے خرچ سے اس اضطراب و شورش کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دے سکتے تھے۔ اور سینی نے خود اپنے قتل سے پہلے شہنشاہ پر یہ زور ڈالا تھا کہ اٹلی کے نقصانات کی تلافی لازمی تھی جس کے بغیر خود اس کی زندگی اور یورپ کے نظام و روبست کے ہمیشہ معرض خطر میں رہنے کا اندیشہ تھا۔ نپولین کے ہول و ہراس نے اس کے میلانات اور طرز عمل سے ہم آواز ہو کر اسے اطالوی فروض و مقاصد کی تازہ دم ہو کر علم برداری کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۲۰ جولائی ۱۸۵۸ء کو وہ خفیہ طور پر کوہ ووژ (Vosgen) کی آبگاہ پلومبی ایر (Plombieres) کاوور سے ملاقی ہوا جہاں اٹلی کو آزاد کرانے کے لئے شرائط اتحاد طے کئے گئے۔ نپولین نے دو لاکھ فرانسیسی افواج کو اس تعداد کی نصف افواج پیڈ مانٹ کے ساتھ شریک کار بنا کر اولین موقع جنگ پر آسٹریا پر حملہ آور ہونے کا وعدہ کیا دونوں نے وعدہ کیا کہ صلح و آشتی کا اس وقت تک تذکرہ نہ ہو جب تک کہ آسٹروی ارض اٹلی سے بالکل نکال نہ دیئے جائیں اور بشرط امکان اتحادی، خود وائنا پہنچ کر شرائط صلح پیش کریں اسے یہ توقع تھی کہ روس کا سلوک عملاً دوستانہ ہوگا رہے انگلستان اور پروشیا وہ کم از کم غیر جانبدار ہوں گے۔ حسب نتائج جنگ، بشرط کامیابی اٹلی کا نظام ملکی سرے سے بدل دیا جانے والا تھا۔ پاپائے روما

قرارداد Plombieres ۱۸۵۸ء

صفحہ ۳۶۲

کے مقبوضات پر دست تصرف دراز کرنے سے، فرانس میں اعتقادات عامہ کی برہمی کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے نپولین پس وپیش میں تھا لیکن اس پر کاوُر کی عزیمت اور استقلال غالب آئے۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ شمال اٹلی کی ایک متحدہ سلطنت قائم کردینے کے لئے نہ صرف لمبارڈ وینیشیا اور ڈچیز (Dutchies) بلکہ لیگیشنس اور مارچز بھی تاج پیڈمانٹ کے ساتھ وابستہ کردئے جائیں۔ امبریا اور ٹسکینی کو متحد کرکے، پارما کی ڈچز ریجنٹ کے ماتحت وسطی اٹلی کی ایک سلطنت قائم کی جائے۔ دوسری طرف نیپلس جہاں شمال میں اسٹروی حکومت کی شکست وریخت سے ایک موبراطی انقلاب کا رونما ہونا لازمی تھا اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حکومت روما اور ضلع کومارکا، ایک فرانسیسی گارڈ کے زیر حفاظت، پاپائے روماہی کے زیر نگیں رہنے آخر میں اسطور پر ترتیب دی ہوئی چار مملکتیں مجموعی طور پر ایک اطالوی وفاقیہ میں منسلک ہوں۔ لیکن یہ نہ تھا کہ اس کے معاوضے میں آزاد اٹلی اپنے رفیق کو صرف ایک حقیر قیمت ادا کرکے سبکدوش ہوجاتا۔ اگر سیاسی تدبیر کے بلند زاویہ نگاہ سے اسکا مطالعہ کیا جائے تو دولت بوناپارٹیوں کے ایک فرد کے لئے پر تمکنت خاندان سیوائے کی ایک دختر کا طلب کیا جانا اور ایک شانزدہ سالہ شہزادی کا ایک معمر عیاش کی عروسی میں دیدیا جانا ایک معمولی واقعہ ہوسکتا ہے۔ لیکن نیس اور سیوائے جیسے مقامات کی تجویزہ حوالگی جہاں پیڈمانٹ کے شاہی خاندانوں نے پرورش پائی تھی بالکل ایک دوسری سطح پر تھی فرانس جسے اپنے آدھ سیر گوشت کی پڑی ہوئی تھی کسی بار تشکر کا کیونکر مطالبہ کرسکتا تھا کم سے کم سیوائے کا حاصل ہوجانا نپولین کے نزدیک ایسا واقعہ تھا جسے وہ فرانس کے سامنے پیش کرکے اپکو جنگ چھیڑنے میں حق بجانب تصور کرسکتا تھا۔ کیونکہ اسطور پر نہ صرف فرانس کی قدرتی سرحد یعنی کوہ الپ واپس ملتی تھی۔ بلکہ یہ عہدنامجات ۱۸۱۵ء کی پہلی خلاف ورزی ہوتی۔ جو فرانس کی مخالفت کے باوجود مرتب کئے گئے تھے اور ابتک قائم تھے اور جس کے متعلق یہ توقع کیجاتی تھی کہ شاید اسطور پر رہائن کی وہ سرحد حاصل ہوجائیگی جسے محالفۂ عظیمہ نے اس سے چھین لیا تھا اور جس کے حصول کی تمنا ہمیشہ اس کے قلب میں موجزن رہی تھی۔

قرارداد (Plombieres) پلومبی آیر کاوُر کی تدبیر کی ایک نمایاں فتح تھی۔ لیکن اس نے اوسے ایک عجیب ضیق میں مبتلا کردیا تھا۔ نپولین نے اس امر کا

**اٹلی کا ابر آلود مطلع**

یقین کر دیا تھا کہ جنگ کے ظاہری اغراض انقلابی نہ ہونے چاہئیں اور یورپ کو مطمئن کر دینے کے لئے صرف ایک معقول سیاسی حیلۂ جنگ کی ضرورت تھی۔ اور بشرط امکان اس کی بہترین صورت یہ تھی کہ آسٹریا کو کچھ اس طور پر اکسایا جائے کہ وہ نقض امن پر آمادہ ہو جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے پیچے کا دور ترکبستہ ہو گیا۔ لیکن فرانس کی اندرونی قوتوں کا مثلاً قسیسی مخالفت اور اس قسم کے دیگر اسباب وعلل کا نپولین پر کسی وقت ایسا دباؤ پڑ سکتا تھا کہ وہ اپنے وعدوں سے یک لخت منحرف ہو جانے پر مجبور ہو جاتا اس لئے حالات اور واقعات کو جلد سے جلد بحرانی حدود تک پہنچا دینا ضروری ہو گیا۔ اس دوران میں دول یورپ ترقی پذیر اندیشہ ناکیوں کے ساتھ ان تاریک گھٹاؤں کا نظارہ کر رہے تھے جو افق اٹلی پر جمع ہو رہی تھیں۔ پیڈمانٹ کے سامان جنگ کی فراہمی اور فراوانی پر انگلستان نے خصوصیت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور اس فعل کو آسٹریا کے خلاف ایک بے معنی اور بے محابا اعلان جنگ قرار دیا۔ اور وہ کبھی ایک ایسا اعلان جنگ جس کی ضرورت یوں اور نہ تھی کہ آسٹریا نے اپنے لمبارڈو وینشیا کے نظم ونسق کا وعدہ کر دیا تھا اور مقبول انام آرک ڈیوک میکسیمیلین کی معتدل حکومت کے زیر اثر شمالی اٹلی میں لیوپولڈ کے "عہد زریں" کے ظہور پذیر ہونے کی توقع ہو چلی تھی لمبارڈو وینشیا کے باشندوں کے رویہ پر مجوزہ آسٹروی اصلاحات کے جن امکانی اثرات کا خطرہ تھا ان سے اطالوی تحریک کو جن نقصانات کے پہنچنے کا ڈر کہ کو اندیشہ تھا وہ بے بنیاد ثابت ہوئے وہ ایک جدید قوانین کا اضافہ، اور اُس ترقی کی وسعت پذیری جہاں جبری فوجی خدمت نافذ تھی، اور زر کرنسی کو مغشوش کر کے سلطنت کے دیگر کائی رائج الوقت سے ہم سطح کر دینا ایسے واقعات تھے جنھوں نے اپنے تمام انتظامات اور اصلاحات کو زیر و زبر کر دیا جو میکسیمیلین کی معتدل حکومت کے رہین منت تھے۔ خارجی تعلقات کے متعلق کبھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے کہ آسٹروی حکومت کی تنگ نظری کیوں کے ہتھکنڈوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔

صفحہ ۳۶۵

پیڈمانٹ جس کی فرانس رفاقت کر رہا تھا۔ اور آسٹریا میں اب جنگ چھڑنے والی ہی تھی جلد سے جلد ایک ایسا راز ثابت ہوا جو سب پر ظاہر ہو چکا تھا۔ ۱۸۵۹ء کے نوروز کو قصر تولیری

میں دربار کے موقع پر، آسٹروی وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے
نپولین نے اس امر پر اظہار تاسف کیا تھا کہ "دونوں سلطنتوں کے موجودہ

**نپولین کا رویہ**

تعلقات ایسے خوش گوار نہ تھے جیسے اس سے پہلے تھے" سرکاری
تشریحات و تعبیرات کے باوجود یہ الفاظ تمام یورپ کے نزدیک
تہدید جنگ کی دھمکی کے مرادف تصور کئے گئے[1] فرانس کے اس ارادہ کی پیروی پیڈمانٹ
نے اس سے زیادہ مبہم الفاظ میں کی، ۷ جنوری کو وکٹر عمانوئیل نے ٹیورن میں پارلیمنٹ کے
افتتاح کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران میں اس امر کا اعلان کیا تھا کہ وہ "اس شور ماتم سے
بے خبر نہ تھا جو اٹلی کے مختلف گوشوں سے بلند ہو ہو کر اس کے کانوں تک پہنچ رہا تھا"
اور پیڈمانٹ کے اس ارادہ پر کہ وہ اٹلی کے اغراض و مقاصد کی علمبرداری کے لئے کمربستہ
تھا جس جوش و خروش کا اظہار کیا گیا وہ اس امر پر دال تھا کہ اگر آسٹریا سے دست و گریباں
ہونے کی نوبت آئی تو خاندان سیوائے کے ماتحت تمام اٹلی متحد ہو جائیگا۔ ریناران جمہوریت
کی نسبتاً ایک قلیل تعداد کے علاوہ، انجمن ملیہ نے سب کو اپنی صف میں شامل کر لیا تھا اور
اس امر کے محقق ہو جانے کے بعد کہ وکٹر عمانوئیل اور نپولین اپنے ارادے پر نہایت خلوص
اور پختگی کے ساتھ قائم ہیں، اس ناآمیز عنصر کا غالباً حصہ بھی اٹلی کو آزاد دیکھنے کی آرزو کو
نذر نسیاں کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ صرف میزنی ہی کی ایک ایسی ذات تھی جو انتہائے ضد کے ساتھ
اپنے نصب العین پر قائم تھی، اسے اس امر پر اصرار تھا کہ وہ صرف اٹلی ہی کے علم اتحاد کے
سایۂ عاطفت میں گام فرسا ہو سکتا تھا اور یہ صرف اطالوی ضرب شمشیر سے حاصل
ہو سکتا تھا۔ اب بجائے اس کے وہ سیاسی حکمت عملی کے مصنف کا رہین منت ہوتا
اس نے اپنے بقیہ وفاکیش وابستگان دامن کے ساتھ اپنے خیمہ و خرگاہ کو مراجعت کرنا قابل ترجیح
تصور کیا لیکن میزنی کا کام انصرام کو پہنچ چکا تھا۔ اب اٹلی کو پیغمبروں کی نہیں بلکہ اولو
نبرد آزماؤں اور مدبران سلطنت کی حاجت تھی۔

تتمہ ۳۶۶

اب معاملات و واقعات نہایت سرعت کے ساتھ نازک ہونے لگے تھے۔
اور چونکہ نپولین کا ارادہ اور اوس کی نیت طشت از بام ہو چکی تھی اس لئے آسٹریا نے

[1] کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد بست و دوم صفحہ ۱۳

لمبارڈی میں اپنی فوجیں مجتمع کرنی شروع کردیں۔ ۱۳ جنوری کو پرنس نپولین اپنی عروس (Clotilde) کلوتیلد کا مطالبہ کرنے کی غرض سے ٹیورن کے لیئے روانہ ہوا اور اسی ماہ کی ۱۸ تاریخ کو اس نے پیڈمانٹ کے ساتھ ایک جارحانہ اتحاد پر دستخط ثبت کردئے۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ لمبارڈو وینیشیا اور ڈچیز اور بشرط امکان رومیفیا اور مارچز بھی خاندان سوائے کے حوالے کردیئے جائینگے اور اس کے معاوضے میں فرانس، سوائے پر قابض و متصرف ہو جاتا۔ (Nice) نیس کی منزل مقصود فی الحال غیر متعین رہی[1] اسی وقت ایک فوجی معاہدے پر دستخط کیے گئے تھے جس کی رو سے قرار پایا کہ وسط اپریل اور آخر جولائی کے درمیانی زمانے میں کسی وقت اعلان جنگ کردیا جائیگا اور فرانس نے دو لاکھ آدمیوں سے امداد کرنے کی ذمہ داری بھی لے لی تھی لیکن اس اثنا میں نپولین دنیا کو اپنی پر شوکت ضرب شمشیر سے آشنا ہونے کے لیئے ۴ فروری کو پیرس میں ایک تحریر شائع کی گئی جسے یوں تو خود شہنشاہ کے دمساز (La Gueronniere) لاگیرونی ایر نے مرتب کی تھی لیکن اس کا روح رواں خود نپولین تھا۔ اس میں اٹلی کے ہیجان و اضطراب کا خاتمہ کرکے اطالوی قوم کو آسودہ و مطمئن بنانے اور پوپ کو نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی حالت سے نجات دلانے کی شدید ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی تھی۔ یہ ساری درو بست ایک وفاقی نظام کے ماتحت سرانجام پانے والی تھی اور چونکہ اس میں آسٹریا سب سے زیادہ نمایاں طور پر سد راہ ہو رہا تھا اس لیئے کنایتہً یہ بات بھی ظاہر کردی گئی تھی کہ اس نظام کی تکمیل کی لیئے آسٹریا کا اخراج لازمی تھا۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو فرانس اُم الامم یعنی روما کا ہم وطن اور ہم پہلو ہوگا۔

لمبارڈی میں آسٹروی افواج

صفحہ ۳۶۷

اب اٹلی کے سارے انتظامات تمام و کمال ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ ٹسکنی جو تمام شمالی مملکتوں میں اپنی منفردانہ اور متنفرقانہ روایات کے لیئے مشہور تھا، ریکاسولی کی دوراندیشانہ رہبری میں پیڈمانٹ اور اٹلی کے بزرگ اور وسیع تر وجود میں اپنی انفرادیت کو جذب کردینے پر آمادہ ہوگیا۔ بادشاہ کی تقریر سے آسٹریا کی طرف سے جس جذبۂ تمرد اور تنفر کا اظہار ہوتا تھا اس نے جوش اور سرگرمی کی

کاوور کانگرس کی مخالفت کرتا ہے

---

[1] بولٹن کنگ جلد دوم صفحہ ۵۶ نوٹ۔

ایک ایسی روپیدا کر دی تھی جو پیڈمانٹ کی سرحد کو عبور کر کے دور دور تک پہنچ چکی تھی اور افواج اٹلی میں شامل ہونے کے لیئے ہزاروں رضاکار جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ جماعت اور فرقہ بندیوں کا وہ ہنگامۂ بغض و عناد جو پیڈمانٹ میں رونما تھا جمود و سکوت کی اُن ہیبت زائیوں میں جذب ہوگیا جو جنگ کے طوفانی ہول و ہراس کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ اور اب ہر جگہ کاؤ ونٹ کاؤر جس کے طرز عمل کی عظمت اب مسلم ہوچکی تھی ہر طرف حاوی نظر آتا تھا۔ تذبذب اور اندیشے کی ابھی ایک اور اذیت باقی تھی جس سے عہدہ برآ ہونے کے بعد اس کی مافوق الانسان کوششیں پوری کامیاب ہوجاتیں۔ باوجود اس کے کہ پروشیا آسٹریا سے خار کھاتا تھا اگرچہ من مجلس ملی جو رود بار رائن پر فرانسیسی ریشہ دوانیوں سے بغایت خائف تھی آسٹریا کی صف میں جا ملی تو کیا انجام ہوگا؟ اگر روس کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کر لیا جائے کہ وہ مشرق میں ان کی توجہ جذب کرنے لگے تو پھر سارا کھیل بن جائیگا۔ لیکن اس صورت میں انگلستان یہ خیال کر کے کہ روسی فرانسیسی اتحاد جسکا اسکو ہمیشہ سے خوف تھا فوراً ایک امر واقعی ہوجائیگا معلوم نہیں کیا رویہ[1] اختیار کرے یا اگر فرانس نے قوم اور ملت کی حمایت میں شمشیر بے نیام کی تو کیا دول یورپ کا ایک جذبہ اختلاف اسکے خلاف صف بستہ نہ ہو جائیگا؟ انگریزی حکومت نے جو صلح اور عافیت کی علمبرداری کا دم بھرتی تھی کاؤر کی اندیشہ ناکیوں کو تکان دی اور اس مسئلے کی بنیاد پر جو تی نقشہ اسکے تزویک تنقیح طلب یا متنازعہ فیہ تھا۔ آسٹریا اور پیڈمانٹ میں ایک دوستانہ مصالحت قائم کرا دینے کے لیئے ہمہ تن طیار ہوگئی۔ لیکن پیڈمانٹ کے ارادے اور عزم کی سنگلاخ چٹان سے انگلستان کا منصب توسل اور نپولین کی وہ تمام مساعی جو ایک مفاہمت کے لیئے بر سر کار لائی گئی تھیں ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔ وکٹر عمانوئیل نے اس بات کی دھمکی دی کہ اگر نپولین نے ان پابندیوں سے گریز کیا جنھیں وہ اپنے اوپر عائد کر چکا تھا تو پھر وہ تاج و تخت سے دستکش ہوجائیگا جس کے یہ معنی تھے کہ انقلاب کیلئے ہر بندش سے آزاد کر دیا جائیگا۔ لیکن اس خلفشار سے نجات پانے کے لئے اب بھی ایک صورت باقی رہ گئی تھی۔ ۱۸ مارچ کو روس کے ایما سے نپولین نے یہ تحریک پیش کی کہ

صفحہ ۲۶۵

[1] ملاحظہ ہو مراسلات متعلقہ معاملات اٹلی۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۳۲ صفحہ ۱۳۶۔

دول یورپ کی ایک کانگرس کے سامنے اطالوی مسئلہ پیش کیا جائے[1]۔ کانگرس کا اجتماع

**مجوزہ یورپین کانگرس**

کیور کے تمام منصوبوں اور اٹلی کی امیدوں کا قلع قمع کردیتا خود انگلستان کی خیر اندیشی اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکی کہ اس نے پاپائی جاگیروں کی بدنظمی اور ان قباحتوں کو تسلیم کرلیا، جنکا سبب آسٹریا اور پیڈمانٹ کے کشیدہ تعلقات تھے۔ اٹلی کی نجات کا مدار اب صرف عہدنامجات کے درہم برہم کردینے پر تھا۔ لیکن انعقاد کانگرس سے ان کی زندگی میں ایک جدید اضافہ ہوتا تاہم کا دوئر سے دول یورپ کی مخالفت کرنے کی جرات نہ کی۔ یکے بعد دیگرے ان میں سے ہر ایک نے روس کی تجویز سے اتفاق کرنا شروع کردیا۔ پروشیا کا خضر راہ انگلستان تھا اور آسٹریا نے بھی اس شرط پر اپنی رضا دیدی کہ پیڈمانٹ کو ہتھیار رکھ دینے میں سبقت کرنی ہوگی۔ کا دوئر اسبات کو گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ اسکی سالہا سال کی محنت وجانکاہی کے ثمرات اسطور پر برباد ہوجائیں اور وہ ایک وار بھی نہ کرسکے۔ اس نے نپولین کو دھمکی بھی دی اور اسکی منتیں بھی کیں لیکن نپولین کچھ ایسی پیچیدگیوں میں الجھا ہوا تھا کہ وہ ان میں سے ایک کے خلاف بھی اظہار نفرت نہ کرسکا۔ اس نے اطالوی مدبر کے صفحۂ دل پر یہ نقش بٹھانا چاہا کہ کانگرس صرف ایک فریب نظر تھی اور جلد یا بدیر جنگ کا رونما ہونا ناگزیر تھا۔ لیکن یہ نپولین کا تذبذب نہیں بلکہ آسٹریا کی سیاسی بدسلیقگی تھی جس نے نتائج کو اس کی توقعات کے خلاف، جلد تر رونما کردیا۔ آسٹریا نے با دل ناخواستہ کانگرس کے لیئے اپنی رضا دیدی تھی۔ وہ اسبات کو گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ یورپ کی عدالت العالیہ کے سامنے اسے جوابدہی کرنی پڑے چہ جائیکہ پیرس کی کانگرس والا خطبۂ سب وشتم دہرانا پڑے۔ شہنشاہ اور افواج دونوں پیڈمانٹ کو اسکی گستاخیوں کی سزا دینے کے لیئے آگ بگولا ہو رہی تھیں۔ وہ بغیر مشروط مراعات کو منظور کرنے کے لیئے کسی طرح آمادہ نہ تھے۔ کانگرس میں آسٹریا صرف اس شرط پر شریک ہوسکتا تھا کہ پیڈمانٹ سلح انگنی پر مجبور کیا جائے اور اس کے نمایندے اجلاس کانگرس سے بالکل نکال دیئے جائیں۔ مالسبری نے اس حقیقت کا ادعا کرتے ہوئے کہ یورپ کی پانچ حکومتوں کی نگرانی

[1] ملاحظہ ہو مراسلات متعلقہ معاملات اٹلی۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۳۲ صفحہ ۱۳۶

میں اس کے اغراض ومقاصد کی کافی نگہداشت ہوگی، حکومت سارڈینیا پر یہ زور ڈالا کہ وہ راضی برضا ہوجائے۔[1] لیکن کادوئر نے اب موقع دیکھا۔ اس نے اپنے حریف سامانیوں سے دستکش ہونے یا کانگرس میں ایک فریق کی حیثیت ہونے سے اسوقت تک کے لیئے انکار کردیا جب تک کہ دول یورپ پیڈمانٹ کو مساوی حیثیت دیکر شریک کار نہ بنالیں۔ اسطور پر چونکہ آسٹریا اور پیڈمانٹ دونوں نے سپر افگنی سے انکار کردیا اسلئے کانگرس کا خیال بھی نظر انداز کردیا گیا اور لارڈ ملمسبری نے یہ تحریک پیش کی کہ تینوں حکومتیں ایک ساتھ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیجائیں اور (Laibach) لائے باخ کی مثال پیش نظر رکھکر اطالوی مملکتوں کو اپنے اپنے دعاوی دول عظیمہ کی بارگاہ معدلت میں پیش کرنے چاہئیں۔[2] یہ تجویز خود آسٹریا نے پیش کی تھی اور نپولین کو کم سے کم ظاہری طور پر اپنی رضا دینے پر مجبور ہونا پڑا کادوئر پر اب عالم یاس طاری ہونے لگا تھا۔ لیکن آسٹریا ایک ایسی غلط چال چلا کہ بازی ایکدفعہ پھر کادوئر کے قبضے میں آگئی۔ وائنا میں موافقین جنگ کا ستارہ عروج پر تھا اور اس کا سد باب کرنے میں ہیول کی تمام مساعی بے سود ثابت ہوئیں کنونشن (معاہدہ) پر اس لیئے دستخط نہیں کیئے گئے تھے کہ اس سے واقعتاً سپر افگنی مدنظر تھی اور اس کے انجام پذیر ہوتے ہی ۱۲ اپریل کو مستحفظین صف آرا ہونے کے لیئے طلب کیئے گئے۔ دوسری طرف نپولین کے ایک تاکیدی حکمنامے کے پہنچ جانے سے کادوئر چار ناچار یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، رضاکاروں کو فوجی خدمت سے سبکدوش کرنے اور فوج کو تخفیف میں لاکر اس تعداد پر پہنچا دینے پر مجبور ہوگیا جس پر وہ ایام صلح میں تھیں۔ ۱۹ اپریل کو ٹیورن سے ایک تار کے ذریعے سے حکومت برطانیہ کو اس فیصلے کی اطلاع پہنچی۔ اب صلح متیقن معلوم ہونے لگی اور اٹلی کی توقعات ایکبار پھر بر آئیں لیکن اس اثنا میں آسٹری حکومت کشاکش انتظار سے تنگ آچکی تھی اور ۲۳ اپریل کو قبل اس کے کہ کادوئر کے قبضے کا اہالیان وائنا کو علم ہو ٹیورن

صفحہ ۲۶۹

سارڈینیا کے خلاف آسٹریا کا اعلان جنگ ۲۳ اپریل ۱۸۵۹ء

[1] ملمسبری بہ ہڈسن ۱۸ مارچ ۱۸۶۱ء باب ۳۲ صفحہ ۱۴۱

[2] ملمسبری بہ لفٹس ۱۲ اپریل ۱۸۵۹ء کاغذات پارلیمنٹ جلد ۳۲ صفحہ ۶۹۰

میں ایک تار بدیں مضمون وصول ہوا کہ اگر پیڈ مانٹ نے سلحداری فوراً موقوف نہ کردی تو افواج کو حملہ آور ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ کاؤور پر شادی مرگ کی حالت طاری ہونے لگی۔ آسٹریا نے جنگ ناگزیر کردی تھی اور وہ تمام یورپ کی نظروں سے گر چکا تھا اور جسکی ہمدردی اب پیڈ مانٹ کے لئے مخصوص ہوچکی تھی جس نے عافیت عالم کے خیال سے اپنے عزیز ترین عزم کو خیرباد کہدیا تھا اور جسکے سبب بے محابا ظلم و جور کے تدارک اور مدافعت میں شمشیر بکف ہونے پر قوانین الٰہی یا انسانی کے نزدیک کسی طرح ملزم نہیں قرار دیا جاسکتا تھا کاؤور فرط افتخار سے پکار اٹھا "پانسہ پھینکا جاچکا اور ہم تاریخ مرتب کرچکے"!

**نپولین کا آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کرنا**

نپولین کو اب ایک ایسا سیاسی حیلہ ہاتھ آگیا تھا جس کا وہ منتظر بھی تھا اور ۲۹ر اپریل کو اس نے حسب ضابطہ اعلان جنگ کردیا۔ دوسری طرف آسٹریا کو اپنی اس فاحش سیاسی غلطی کا پہلا خمیازہ یہ اٹھانا پڑا کہ وہ ہر طرف سے بالکل بے یار و مددگار ہوگیا پروشیا بھی خاموش خشمناکی کے ساتھ کنارہ کش ہوا۔ روس اور انگلستان نے رقبۂ جنگ محدود رکھنے اور چھوٹی چھوٹی جرمن مملکتوں میں آسٹروی اغراض و مقاصد کے ہمدردوں کو قابو میں رکھنے کی انتہائی کوششیں کیں۔ اب آسٹریا کو یکہ و تنہا فرانس اور پیڈ مانٹ کی متحدہ قوت کا سامنا تھا تاہم ابتدائے کار میں واقعات اور حالات اسکی مساعدت کر رہے تھے اور ایک جانبازانہ اقدام عمل، فرانسیسی امداد پہنچنے سے قبل اٹلی کی ساری سطوت اور طاقت کو خاک میں ملادیتا لیکن قسمت پیڈ مانٹ کی یاوری کررہی تھی ۲۶ر اپریل سے جنگ کی کشاکش رونما تھی لیکن دریائے تی چینو کو آسٹروی کہیں ۲۹ تک جاکر عبور کرسکے اور اسکے بعد بھی بجائے اس کے کہ وہ اپنی افواج کو مجتمع کرکے دشمن کو ایک ایسی کاری ضرب لگاتا کہ اس کا وہیں قلع قمع ہوجاتا، نااہل آسٹروی جنرل جولے نے افواج کو تین ہفتے تک بیکار مختلف نقل و حرکت میں مبتلا رکھا، دوسری طرف فرانسیسی افواج جنوا اور بالائے کوہ درہائے آلپس سے گزر کر اٹلی میں داخل ہورہی تھیں نپولین اپنے لشکر کا خود قائد اعظم تھا۔ اور اسی کی موجودگی میں اتحادیوں نے ۲۰ مئی کو اس جنگ کی اولین فتح مونتی بیلو میں حاصل کی جسکا نام فرانسیسی افواج کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہیگا۔ اتحادی افواج نے اب مشرق کی

**اٹلی میں لشکر کشی**

طرف میلان کا رخ کیا۔ دوسری طرف اندرون ملک کچھ

صفحہ ۳۷۰

بے قاعدہ افواج گاریبالڈی کی سرکردگی میں شمالی جھیلوں کے مضافات میں برسرپیکار تھیں ۳۰ مئی کو فتح پالسٹرو جس کا سہرا انتہا اطالویوں کے سر تھا جذبات وطن پرستی کی آگ میں ایندھن ڈالنے کا کام دے گئی جس پر گاریبالڈی اور اس کے رضاکاروں کے کارنامے مستزاد تھے۔ ۴ جون کو جنگ ماجنٹا وقوع پذیر ہوئی جس کی شاندار کامیابی کا سہرا فرانسیسی جنرلوں کے نہیں بلکہ فرانسیسی سپاہ کے سر تھا۔ اب میلان تک راستہ صاف تھا اور ۸ جون کو اتحادی سلاطین باشندگان شہر کے بے پناہ غلغلۂ تہنیت میں وارد شہر ہوئے۔

تسخیر میلان کا اثر فی الفور ظاہر ہوا۔ ایک وقتی جذبے کے ماتحت نپولین نے ایک اعلان اس مضمون کا شائع کر دیا کہ اس کا ارادہ اہالیان اٹلی کی کسی جائز حق طلبی یا حوصلہ مندی سے تعرض کرنے کا نہیں ہے اور انھوں نے اب زبان پکڑ لی۔ آغاز جنگ میں ٹسکنی نے اپنے گرینڈ ڈیوک کو نکال دیا اور بادشاہ کی متابعت و موافقت کا اعلان کر دیا تھا۔ وکٹر عمانوئیل نے اب لمبارڈی کو پیڈمانٹ سے ملحق کر دینے کا اعلان کر دیا موڈینا اور پارما دونوں کے حکمران ڈیوک اپنے اپنے آسٹروی فوجی گارڈ لیکر فرار ہو گئے اور ۱۳ جون کو دونوں مملکتوں نے ۱۸۴۸ء کے فرامین الحاقی کی تجدید کر دی۔ آسٹرویوں نے ۱۱ کو بولونیا خالی کر دیا تھا اور ایک ہفتے کے اندر ہی رومینیا، مارچز اور امبریا میں سیلاب انقلاب پھیل گیا۔ اس میں شک نہیں دونوں موخرالذکر ملک میں پاپائے روما کی اجرتی سپاہ نے انقلاب کو فرو کر دیا تھا لیکن رومینیا نے تا صدور فیصلۂ آخر وکٹر عمانوئیل کو مختار کل بنا دیا۔

اس دوران میں جولے پسپا ہو کر ”حصہ مستطیل“ تک پہنچ گیا اور ۲۰ جون کو تمام آسٹروی فوج دریائے منچیو کے عقب میں آ گئی جولے جس کی نااہلی ضرورت سے زیادہ ثابت ہو چکی تھی کمان سے معزول کر دیا گیا۔ شہنشاہ فرانس جوزف نے بنفس نفیس بہ معیت جنرل ہس سرخیل عملۂ حربی پوری افواج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۲۳ جون کو آسٹرویوں نے منچیو پر ایک دفعہ پھر اس خیال سے پیشقدمی کی کہ قبل اسکے کہ اتحادیوں کو کمک پہنچے وہ انھیں زیر کر لیں گے۔ یہ کوشش رائگاں ہوئی۔ اور سولفرنیو کی شدید جنگ (۲۴ جون) میں ایک دفعہ پھر اتحادیوں کو فتح کامل نصیب ہوئی

صفحہ ۱۷۳

اب اپنے سامنے سے آسٹریوں کو ڈھکیل کر باہر اور انکے وجود سے لمبارڈی اور وینشیا کو پاک وصاف اور بنا بدخود داخل وا ئسنا ہوکر شرائط صلح پیش کرتے ہیں، اتحادیوں کے سامنے کوئی شے حائل نہ تھی۔ لیکن آزادی اٹلی کا مسئلہ اتنی سہولت سے نہیں طے ہوسکتا تھا کتنے ہی اغراض ومقاصد ایسے تھے جنھوں نے متحدہ طور پر اختتام جنگ کے لیئے نپولین کو مجبور ومشوش کر دیا۔ اسکی صلح جو طبیعت جدال وقتال سے ابا کرتی تھی۔ وہ فتوحات جو جائے ہزیمت اختیار کرنے سے بال بال بچی تھیں اسکی پست ہمتی کو اعتبار واعتماد میں تبدیل نہ کر سکیں۔ اسے کچھ یہ بھی محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اطالویوں کے لیئے، جنکی بے باک فطرت اب اس کی آزردگی کا باعث ہونے لگی تھی، بہت کچھ کر چکا تھا اتحادی لشکروں کی پیش قدمی کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے، فرانس کے سایہ عاطفت میں اطالوی وفاقیہ کا نقش تصور دھندلا نظر آنے لگا تھا اور متحدہ اٹلی کا خواب ایک جدید تعبیر اختیار کرنے لگا تھا اس نے جنگ کی ابتدا اس خیال سے نہیں کی تھی کہ اسے اپنی سلطنت کے پہلو میں ایک ایسی مضبوط اور متحد حربی طاقت کے قائم ہوجانے کا احتمال تھا جو کچھ دنوں بعد اپنے اس قرض کو جو یا فلتنی تھا تلخی کے ساتھ محسوس کرنے لگی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ فرانس کی فتوحات کہیں اسے دوسری اور خطرناک پیچیدگیوں میں نہ الجھا دیں۔ ایک برمنی حکومت کے مصائب اور مصیبتوں نے جرمنی میں آرائے عامہ کو شدت سے متہیج کر دیا تھا حتی کہ خود پروشیا کو اسبات کا خطرہ نظر آنے لگا تھا کہ آسٹریا کو مغلوب کرکے کہیں فرانس رائن کی طرف پیش قدمی نکرنے لگے۔ بہر حال یہ پروشیا کا بدلا ہوا رویہ تھا جس نے نپولین

صفحہ ۳۷۲

پروشیا کا رویہ

کو صلح کرنے پر آمادہ اور مستعد کر دیا، فی الحقیقت، پروشیا کو آسٹریا کی کمزوری پر آزردہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی گو اسکے ساتھ ساتھ اس کا فرانس کی طاقت پذیری کو اندیشہ ناک تصور کرنا برمحل تھا۔ ان حالات کے ماتحت اس نے بسمارک کا وہ طرز عمل اختیار کیا جو جنگ کریمیا کے دوران میں موخر الذکر کا تھا۔ پروشیا نے اپنی فوج کے کچھ حصے کو مجتمع کیا اور اس کے بعد اس نے اپنی متوسلانہ خدمات ان شرائط کے ساتھ آسٹریا کو پیش کیں کہ موخر الذکر اسے وفاقی مجلس ملی پر پورا قبضہ وتصرف رکھنے کی اجازت دیگا اور ان عہد ناموں کو معدوم اور معطل کر دے جن کی رو سے اطالوی ڈچیز کے معاملے میں اسے حربی مداخلت

کا استحقاق حاصل ہوا تھا، یورپ کی آرائے عامہ کو مطمئن کردیگا۔ آسٹریوں نے ان شرائط کو منظور کرنے سے انکار کردیا لیکن ۲۴ جون کو پروشیا نے چار حلیفی فوجی دستوں کو طلب کرکے روس اور انگلستان کو ایک صلح جویانہ مداخلت میں شریک کار بننے کی دعوت دیدی۔ اٹلی میں انقلاب کی دار وگیر کی کامیابی سے خائف ہوکر روس نے اُسے قبول کرلیا اور کابینۂ برلن صلح وعافیت کے حصول میں برابر کوشاں رہا۔ یہ پالیسی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی۔ محاربۂ سولفرینو کے بعد پروشیا نے بار دیگر آسٹریا کو مطلع کردیا تھا کہ اسے جرمنی سے حصول امداد کی کوئی توقع نہ تھی تاہم رائن پر پروشیوی سپاہ کا اجتماع نپولین کے اندیشے کا باعث ہوا اور وہ صلح کے لیئے متردد نظر آنے لگا۔ اسکی پہلی چال اسبات کا اندازہ لگانا تھا کہ آیا انگلستان سے کسی خیر اندیشی کی توقع کرنی ممکنات سے تھی یا نہیں۔ لیکن جون میں وزارت ڈاربی کے بجائے پامرسٹن کی وزارت برسرکار آئی جو اپنے وزیر خارجہ لارڈ جان رسل سے متفق ہوکر اٹلی کو ایک ایسی طاقتور سلطنت کی حیثیت میں دیکھنے کا خواہشمند تھا جو آسٹریا اور فرانس دونوں کا سدباب کرسکتی۔ پامرسٹن نے ایک ایسے منصب ثالثی کو قبول کرنے سے انکار کردیا جس کے متعلق اُس کا خیال تھا کہ بالکل ایک عضو معطل ہوکر رہ جائیگا۔[1] بالآخر نپولین نے شہنشاہ فرانس جوزف کے یہاں براہ راست رسائی پیدا کرنیکا فیصلہ کرلیا۔ اور ۷ جولائی کو اس نے ایک پیغام جو التوائے جنگ کی تحریک پر مشتمل تھا شہنشاہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ دو روز بعد اس پر دستخط کردئے گئے اور

ولافرانکا کی التوائے جنگ ۹ جولائی

بسلسلۂ بازدید دونوں شہنشاہ ولافرانکا میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے۔ نپولین ایک ناقابل تسخیر قوت کا مظاہرہ کرکے آسٹریوں کو مبہوت اور خوفزدہ بنا دینے کی پہلے سے طیاری کرچکا تھا۔ لیکن فرانسس جوزف کی زبردست قوت ارادی نے نپولین کی انفعال پذیری پر اپنے تفوق کا نہایت آسانی سے نقش بٹھا دیا۔ آسٹروی شہنشاہ نپولین کو لمبارڈی اس شرط پر سپرد کردینے پر طیار تھا کہ وہ اسے پیڈمانٹ کے سپرد کردے

صفحہ ۳۴۷

---

نوٹ [1] الیشلی۔ پامرسٹن جلد دوم صفحہ ۱۵۸۔

لیکن لمبارڈی اور موڈنیا انکے حکمرانوں کو حوالہ کر دینا لازمی تھا۔ رومینیا پاپائے روما ہی کے پاس رہنے دیا جائے تو چنداں حرج نہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ وینس کا مع قلعہ جات مستقبل آسٹروی سلطنت کا جزو لاینفک ہو کر رہنا انجام کار دونوں شہنشاہوں نے باہمی طور پر اس امر کی ذمہ داری منظور کر لی کہ وہ پاپائے روما کی صدارت میں اطالوی وفاقیہ کی اسکیم کو ترقی دینے کی کوشش کرینگے۔

ولافرانکا کی التوائے جنگ کی خبر باشندگان اٹلی کے لئے ایک برق بلا تھی وکٹر عمانویل اس مشاورت میں شریک نہیں کیا گیا تھا اور اس کے سامنے صرف امور مسلمہ پیش کئے گئے۔ یہ جراحت پر نمک پاشی کا کام کر گیا[1] ابتدا میں تو بادشاہ نے یہ کہدیا کہ وہ یکہ وتنہا جنگ کو قائم رکھے گا لیکن وطن پرستی کا جذبہ اس کی ذاتی مصیبت پر غالب آیا۔ اور اس نے اس سنہری عہد نامہ کو قبول کرنے کی ضرورت تسلیم کر لی۔ لیکن کیوور کی حالت بالکل برعکس تھی۔ وہ ذمہ داریوں اور کثرت کار کی طویل گرانباریوں سے خستہ حال اور تلخ صدمۂ مایوسی سے زار و نزار ہو چکا تھا اور زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ اسے ضبط نفس پر قدرت نہ رہی اور حالات و واقعات کو ان کے اصلی رنگ میں مشاہدہ کرنے سے قاصر رہا بعجلت تمام وہ وارد کمپ ہوا۔ اور بادشاہ کا اسکی بے محابا مشورت کو گوش گذار کرنے سے انکار کرنا تھا کہ اس نے گستاخانہ سب وشتم کا مینہہ برسا دیا۔

اس مصادمہ کے اولیں اثرات سراسیمگی سے جس وقت اطالوی بیدار ہوئے ہیں تو انھوں نے محسوس کیا کہ ان کی حالت ان کی توقعات سے زیادہ امید افزا تھی کاوور البتہ جس کی آئین سیاست پر ان کی توقعات کا مدار تھا، فی الحال گوشہ نشین ہو چکا تھا اور اس کا مستعفی ہو جانا، غیر ممالک سے اتحاد پیدا کر کے اٹلی کی فلاح و نجات حاصل کرنے کی طرز و تدبیر سے دستکش ہونے کا مرادف تھا اس طرز و تدبیر پر نا کامیابی کا حکم لگنا واقعات کے منافی تھا۔ اگر متحدہ اٹلی کے لئے ایک علم کے سوا کچھ اور نہ حاصل کیا جا سکا تو جنگ و پیکار کو بے سود نہیں کہا جا سکتا۔ لمبارڈی اور پارما کا پیڈمانٹ سے متحد کیا جانا، اطالوی سلطنت کے اساس و تعمیر کی وہ خشت اولیں تھی جس کو

[1] دیلارو کا، خود نوشتہ سوانح عمری جلد ا صفحہ ۱۶

تمام یورپ نے تسلیم کرلیا تھا۔ اٹلی کے لیئے وائنا میں جو طوق و زنجیر طیار کی گئی تھی اسکے سخت اور مضبوط ترین حلقے توڑے جاچکے تھے اور اب اٹلی اور اس کی تمنا برآریوں میں کوئی اصول بین الاقوامی حائل نہ تھا۔ دول یورپ کے رویئے سے فی الفور اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ معاہدہ ولافرانکا کے رو سے محروم حکمران ٹسکنی اور موڈینا کی مملکتوں پر از سر نو بحال کردیئے گئے اور رومینیا میں پاپائے روما کا تسلط بھی ہوگیا۔ لیکن اگر اطالوی اس بندوبست کو تسلیم کرنے سے انکار کردیتے تو کیا تدابیر اختیار کیجاتیں، اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت جلد محسوس ہونے لگی کہ یہ سارا انتظام در و بست بیکار محض ہوکر رہ جائیگا۔ صرف حکومت آسٹریا ایسی تھی جو جلا وطن شہریاروں کو واقعتاً بحال کردینے کے لیئے ساعی اور کوشاں تھی اور آسٹریا تجدید جنگ کے لیئے بالکل طیار نہ تھا۔ ایک طاقتور اطالوی مملکت کے قیام و عروج کا نپولین کو خواہ کتنا ہی خطرہ کیوں نہ ہوتا وہ اپنے قدیم رفقا کے خلاف ایسے اغراض و مقاصد کے لیئے صف آرا نہیں ہوسکتا تھا، جس کا فائدہ فوراً صرف آسٹریا کو پہنچتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کرسکتا تھا کہ ایک ایسے عہد نامہ کی خلاف ورزی پر چشم پوشی کرجاتا جس پر ابھی ابھی اس نے اپنے دستخط ثبت کیئے تھے۔ انجام کار حکومت انگلستان ہی صرف وہ دوسری طاقت تھی جس کے ادھر یا اُدھر ملجانے سے کسی ایک فریق کا پلہ بھاری ہوسکتا تھا اور یہ پامرسٹن کی رہبری میں اطالوی حوصلہ مندیوں سے نہایت شد و مد کے ساتھ ہمدردی ظاہر کررہی تھی۔ اسے ایک ایسے معاہدہ سے علی الاعلان مخاصمت تھی جس نے آسٹریا کو وینس کا مالک کل بناکر حقیقتاً کسی قسم کا تصفیہ نہیں کیا تھا[1] رفتہ رفتہ جس طور پر یہ واقعات منکشف ہوتے رہے اہالیان اٹلی عزم نفس کے ساتھ راضی برضا ہوتے گئے اور عامۃ الناس نے متفق اللسان ہوکر اعلان کردیا "اٹلی اپنے فرائض خود انجام دیگی"۔

نپولین سوم نے ایک ایسی مرکزی سلطنت اٹلی کا خواب دیکھا تھا جسمیں

---

[1] مراسلہ رسل بنام کاؤلی۔ ۲۵ جولائی ۱۸۵۹ء۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۰ء ۴۰، ۴۸۔ فین بنام رسل ایضاً ۵۰۔ رسل بنام کرومیٹن ایضاً ۶۶۔ بنام فین ایضاً ۸۳۔

چیف شہریاری اس کے چچازاد بھائی اور وکٹر عمانویل کے داماد، پرنس نپولین کو تفویض کیا جانیوالا تھا لیکن دوران جنگ میں آرائے عامہ کی رو کچھ اس طور پر پلٹ چکی تھی کہ

**مرکزی مملکتوں کی اتحادی تحریک**

اب یہ سب کچھ ناممکن نظر آنے لگا تھا۔ اوائل جنگ میں حکمرانوں کے فرار ہو جانے پر فلورنس موڈینا اور رومینیا میں پڈمانٹی کمشنر بھیجدئے گئے تھے پیڈمانٹ کے ساتھ اتنا نہیں جتنا کہ اطالوی سلطنت کے ساتھ (جسمیں پیڈمانٹ کی حیثیت صرف ایک مرکز کی تھی) متحد کر دینے کے لئے تقریباً متفقہ طور پر تحریک شروع کر دیگئی تھی اور اس کو سانحۂ ولافرانکا سے بجائے ضعف پہنچنے کے مزید تقویت پہنچی تھی۔ اب مقامی آزادی کے زبردست ترین علمبرداروں نے یہ محسوس کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ ایک طرف پاپائی افواج لاکاتولیکا میں برسرکیں تھیں اور دوسری جانب ڈیوک موڈینا اپنی افواج کے ساتھ دریائے پو کو عبور اور اپنے حقوق کو منضبط اور مستحکم کرنے کے لئے مناسب موقع کا منتظر بیٹھا ہوا تھا حکومت آسٹریا کے مقابلے میں جو وینس میں پوری طور پر قائم و استوار ہو چکی تھی۔ کم و بیش ایک پراگندہ اور منتشر وفاقیت بالکل بے دست و پا ثابت ہوگئی۔ اب صرف اطالوی سلطنت ہی اطالوی آزادی کے لئے سودمند ثابت ہوسکتی تھی۔ واقعہ ولافرانکا کے بعد ہی حکومت تورین نے کمشنران متعینہ فلورنس پارما اور موڈینیا لولونیا کو تار دیکر اس امر کی ہدایت کی تھی کہ وہ فوراً مستعفی ہو کر واپس آجائیں۔ سرکاری حیثیت سے یہ طرز عمل مناسب اور ضروری تھا لیکن خانگی طور پر ایسی تدابیر اختیار کی جاسکتی تھیں جن سے یہ کارروائی مسترد اور کالعدم ہوسکتی تھی کاؤئر اور وکٹر عمانویل دونو نے اس امر کی کافی توضیح کر دی تھی کہ ان احکام کی حرف بحرف تعمیل سرگرمی کا مرادف نہیں تصور کیجائیگی اور ان اشارات پر لوگ لعجلت تمام کاربند بھی ہوگئے۔ فلورنس کے کمشنر بون کمپانی نے توفی الواقع استعفا دیدیا لیکن اپنے نصب العین اتحاد اٹلی کو عمل پذیر بنانے کے لئے عنان منصب ٹسکنی نژاد مدبر ریکاسولی کے حوالے کردیں بولونیا میں (D.Azeghis) داز یلیو نے اس حکم مراجعت کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا موڈینا میں ناریٹی نے اپنی کمشنری سے تو ضرور استعفا دیدیا لیکن دوسرے ہی روز ۲۸ رجولائی کو وہ مڈونا کا حاکم مطلق منتخب ہوگیا۔ چند دنوں کے بعد پارما نے بھی

اسی منصب کے لیئے اسے انتخاب کرلیا۔ دوسری چال یہ چلی گئی کہ ان کی کشتی اور تمرد کی پشت پناہی کے لیئے سلحی اور حربی طاقت کا ایک پر تمکین مظاہرہ کیا گیا اور (D, Azeglis) وازیلیو کی تحریک پر مملکتہائے لشکنی مودینا، رومینیا اور پارما چار مملکتوں کی ایک حربی لیگ قائم کی گئی اور اس لیگ کی طاقتوں کو مجتمع اور منضبط کرنے کے لیئے حکومت تورین نے جنرل فانتی کے ساتھ گاریبالڈی کو کمانیر بناکر بھیجا تو مرکزی مملکتوں کے اس مسلح اجتماع نے ان کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ اور مامون رکھا۔ اسٹریا کے حق مداخلت کو دلافرانکا میں عمداً مبہم اور غیر متعین رکھا گیا تھا اور نپولین کے نزدیک جس کے پاس لمبارڈی میں ابتک

**نپولین کا طرز و اطوار**

پچاس ہزار افواج تھیں۔ ڈچیز کا طرز، آسٹردی مداخلت کی مخالفت کے لیئے کافی تھا۔ لیکن اس اثنا میں خود اس کے منصوبے بُرے طور پر خلط ملط ہو رہے تھے۔ متعدد متضاد اثرات کی کشاکش میں فی الحال اسے اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا کہ وہ وسطی ریاستوں سے پیڈمانٹ کا الحاق ممنوع قرار دیکر انھیں حالات وواقعات کے غیر منفقین توازن کو برقرار رکھتا کا دوئز کے نہونے سے کابنیہ تورین، فرانسیسی شہنشاہ کے فرمان کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔ اوراب وسطی ریاستوں کے رہنماؤں کو اس کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ وہ مختلف عناصر اتحاد میں سیاسی اور حربی اختلاط کے ذریعے سے کچھ اسطور پر شیر وشکر ہو جائیں اور اپنے ادارات کو پیڈمانٹ کے ادارات سے اسطرح مخلوط کردیں کہ انجام کار متحدہ اٹلی میں جذب ہوجانے کے لیئے ایک شاہراہ نکل آئے تو

واقعات کی رفتار ترقی نے نپولین پر یہ حقیقت جلد منکشف کردی کہ مسئلہ متنازعہ کا تصفیہ کسی نہ کسی طور پر کردینا چاہیئے یہ اظہر من الشمس تھا کہ صرف طاقت ہی کی کارفرمائی مرکزی مملکتوں کو پیڈمانٹ میں ضم ہو جانے سے باز رکھ سکتی تھی یا پائی ممالک کا حصہ بخرہ کر دینے سے فرانسیسی حمایت سے محروم ہو جانیکا جو اندیشہ تھا وہ اس خطرے سے کہیں زیادہ حقیر تھا جو اٹلی کو سالہا سال انقلابی شورشوں کا مصدر و منبع رہنے دیئے جانے سے ممکن تھا، یا پھر اس کے یہ معنی تھے کہ آسٹریا کو جزیرہ نما میں اپنی سطوت کو ازسر نو حاصل کرنے دیا جاتا۔ ۱۱ر نومبر کو زیورخ میں ایک عہد نامے پر دستخط

ثبت کئے گئے اور آسٹریا سے عہدہ برآ ہونے کے لئے شہنشاہ کو مزید آزادی حاصل ہوگئی
اب اُس نے ایکبار پھر اُس اصول نپولینی کو برسرکار لانے کا عزم کیا جس نے اس سے
قبل متعدد سیاسی پیچیدگیوں میں اس کی دستگیری کی تھی۔ اگر وسط اٹلی کی مملکتوں سے
(Plebiseite) استشارے نے الحاق کا فیصلہ کرلیا تو پھر وہ اپنی رضامندی کا اظہار کرنے
کے لئے طیار ہوجائیگا۔ لیکن اگر اسطور پر اٹلی کو ایک عظیم الشان طاقت کی حیثیت
حاصل ہوگئی تو اسے سیوائے اور نیس کے ممالک حوالے کردئے جائینگے۔ اور یہ اس
معاوضے کی قیمت ہوگی جسے نیس فرانس ولافرانکا میں اٹلی سے عہد شکنی کرنے سے حاصل
نہ کرسکا تھا۔ یہ جدید تخیل، اس پالسی کے زیروزبر کردینے کا محرک ہوا جس پر وہ اتنے
دنوں سے عامل رہ چکا تھا۔ کچھ عرصے سے وہ ایک ایسی کانگرس کے قیام و انعقاد
پر زور دیرہا تھا جس میں تمام اطالوی مسئلے کا تصفیہ ہوجاتا اور وسط دسمبر میں شہنشاہ
فرانس کی طرف سے حسب ضابطہ رقعات دعوت جاری کئے گئے جنھیں
تقریباً تمام دول یورپ نے بادل ناخواستہ قبول کرلیا۔ لیکن کوئی کانگرس، فرانس کو اس
امر کی اجازت نہیں دےسکتی تھی کہ وہ اپنی سرحدوں کو وسعت دے سکے کیونکہ مطلق
حکومتیں، یا پاپائی مملکتوں کی قطع و برید کو کبھی گوارہ نہیں کرسکتی تھیں۔ اس طور پر
نپولین کے دماغ نے آخر وقت میں جواب دیدیا اور اب اس نے اُسی اسکیم کی پیچ کنی
کا عزم کرلیا جسے وہ خود تجویز کرچکا تھا۔ ایک پمفلٹ کے پردے میں اس نے
ایک اعلان شائع کیا جس میں اس نے رومن مسئلے کے متعلق اپنے اُن خیالات
کا اظہار کیا تھا جن سے کسی قسم کے معاہدے کا روبراہ ہونا ناممکنات سے ہوگیا تھا
"پوپ اور کانگرس" پوپ کی دینوی حکومت کو دول یورپ کی ضمانت اور کفالت
میں دیدینے کی علی الاعلان وکالت کرتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی
اعلان کردیا گیا تھا کہ فرانس اور آسٹریا میں سے کوئی ایک بھی رومینیا کے انقطاع
واقعی کو منقلب نہیں کرسکتا تھا اور یہ تجویز پیش کی کہ متذکرہ صدر ضمانت و کفالت
صرف روما اور اس کے مضافات کے اضلاع تک محدود رہیگی۔ اس اعلان کے
بعد ہی ۴ جنوری کو (Wele wski) والیوسکی کو حکم معزولی سنایا گیا جس نے بحیثیت
وزیر خارجہ اس امر کی انتہائی کوشش کی تھی کہ بادشاہ اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے

اس کے بجائے لبرل تھوونیل کا تقرر عمل میں آیا۔ یہ ترکیب پورے طور پر چل گئی
شہنشاہ فرانس کے منصوبے کا آشکار ہونا تھا کہ آسٹریا نے شرکت کانگریس سے
انکار کر دیا اور سارے نظام کا شیرازہ منتشر ہو گیا (۱)

اسی اثنا میں کاووئر اپنے زاویہ عزلت یعنی لیری سے اٹلی اور یورپ میں
سیاسی مد و جزر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ بے بود اور فضیحت انگیز وابستگی جو نپولین کے
لطف و کرم سے ہم آواز تھی اور وہ سخت کوشی جو لمبارڈی کو پیڈمانٹ کے نمونے
پر لانے کے لیئے عمل میں لائی جا رہی تھی، وزارت رطاتزی کی اس کمزور اور تنگ نظر
مسلک عمل پر دال تھی جس سے اطالوی آرائے عامہ اب پریشان اور درماندہ ہونے لگی
تھی اور کاووئر کی واپسی کے لیئے شور و شین کر رہی تھی۔ خود کاووئر نے اس حقیقت
کو محسوس کیا کہ اٹلی کی حالت نازک تھی اور اس کی نجات کا راز صرف فوجی دست و بازو
اور قومی تدابیر اور وسائل میں مضمر تھا۔ ۲۳ دسمبر تک
بادشاہ اور وزارت آرائے عامہ سے اس درجہ مغلوب ہو چکی
تھیں کہ انھوں نے آئندہ کانگریس میں شریک ہونے کے لیئے
کاووئر کو پیڈمانٹ کی طرف سے نمائندہ منتخب و مقرر کر دیا۔

کیور اپنے منصب پر واپس ہوتا ہے ۱۶ جنوری ۱۸۶۰ء

کانگریس منعقد نہیں ہوئی لیکن ابھی ایک ماہ کا بھی عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ۱۲ جنوری ۱۸۶۰ء کو وزارت رطاتزی
کو پیام زوال آ گیا اور عنان حکومت پھر ایک بار پھر کاووئر کے ہاتھوں میں آ گئی۔ ابکی مرتبہ وہ اس عزم صمیم
کے ساتھ واپس آیا تھا کہ نجوم سیاست کے قران مسعود اور باشندگان اٹلی کی عظیم الشان شجاعت اور
نپولین کے تبدیل شدہ اطوار سے وہ انتہائی فائدہ اٹھائیگا۔ اس کا اولین اور اقرب ترین
کارنامہ مرکزی اٹلی کو تاج پیڈمانٹ سے متحد اور وابستہ کر کے ایک ناگوار حالت اور
کیفیت کا خاتمہ کر دینا تھا۔ نظر براں، اطالوی آرائے عامہ اور دول یورپ کے عتاب
و غضب کا مردانہ وار مقابلہ کرنا گوارا کر کے وہ نیس اور سیوائے سے دست بردار
ہو گیا۔ اب رہا نپولین، اگر وسطی مملکتوں کے ایک جدید استشارے نے الحاقات
کی تائید کی تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس فرمان عامہ کی متابعت میں سر تسلیم خم نہ کر دیتا۔

نوٹ (۱) کاؤلے بہ رسل۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۰ء IXViii صفحہ ۲۸۲-۲۔

جس پر خود اس کے اختیار و اقتدار کی بنیاد تھی دوسری طرف جبتک کہ داؤنہ چل جاتا انگلستان اور دیگر تنویقی حکومتیں مغالطے میں رکھی جاسکتی تھیں۔ اگر بدترین صورت حال کے لیئے بدترین انجام مقدر ہوچکا تھا تو پھر آسٹریا کے خلاف اٹلی بجہ تنہا اپنی پوری کائنات نذر جنگ کرکے قسمت آزمائی کرسکتا تھا۔

**۲۴ مارچ ۱۸۶۰ء کا عہدنامہ سیوائے اور نیس کی حوالگی**

اب نپولین "عذاب دوگونہ" کی کشاکش میں تھا۔ ایک طرف تو اس کے وہ اصول تھے جن کا وہ اکثر ادعا کیا کرتا تھا، دوسری جانب وہ سیاسی وعدے تھے جن سے عہدہ برا ہونا لازم آتا تھا۔ فی الجملہ اس نے موخرالذکر حیثیت کو نظرانداز کرنا قرین مصلحت خیال کیا اور استشارے کے فیصلے کو بایں شرط تسلیم کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ پیڈمانٹ ایک عہدنامے کی رو سے سیوائے اور نیس کو حوالہ کردینے کی پابندی اپنے اوپر عائد کرلے۔ ۱۱ و ۱۲ مارچ کے استشارے کے نتائج برآمد ہوئے تو کثرت آرا نہایت شدومد کے ساتھ الحاق کی موافقت میں پائی گئی۔ ۲۴ مارچ کو کاؤئر نے ایک عہدنامے پر دستخط کردئے جس کے رو سے سیوائے اور نیس دونوں فرانس کے حوالے کر دیئے گئے محض رکھ رکھاؤ مدنظر رکھکر ان دونوں ملکوں کو بھی اپنی قسمت کا فیصلہ ایک استشارے کی رو سے صادر کرنے کا استحقاق تفویض کردیا گیا تھا۔ ایک ہفتے بعد ایمیلیا یعنے رومینیا، بولونیا اور موڈینا اور ٹسکنی کے متعلق حسب ضابطہ اس امر کا اعلان کردیا گیا کہ وہ سلطنت اٹلی کے حصص ہیں اور ۲ اپریل کو اولین اطالوی پارلیمنٹ کا جلسہ تورین میں منعقد ہوا۔ پندرہ دن کے بعد قیمت ادا کی گئی سیوائے اور نیس کو فرانس کے حوالے کردینے کے متعلق، ان موخرالذکر ممالک میں استشارے حاصل کرنے کے لیئے جس کارروائی کی تکمیل ۱۵ سے ۲۴ اپریل تک ہوئی تھی اس میں تقریباً متفقہ طور پر تبدیلی کی موافقت میں رائیں وصول ہوئی تھیں رائے دہی کی جملہ کارروائی کی ترتیب میں حکومت نے انتہائی دیدہ دلیری اور بے باکی سے کام لیا تھا اور کم سے کم نیس میں کثرت آرا فرانس سے متحد کئے جانے کی صریحی خلاف تھی۔ لیکن اطالوی ایوانوں کی ترش و تند صدائے احتجاج کے باوجود، جس کے متعلق بعض اوقات یہ اندیشہ

ہونے لگتا تھا کہ وہ کاووئر اور اس کی جملہ کارروائی کو درہم برہم کر دیگی، یہ قربانی
ضروری اور لازمی تصور کی گئی۔ بہر حال اسوقت سے جبکہ فرانس اپنا آدھا سیر گوشت
وصول کر چکا تھا، ایسے اطالوی جذبات تشکر پر کوئی استحقاق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ گو
مینزلی اور اس سے زیادہ خیر سر دیگر محبان وطن کے شبہات کے باوجود
وسطی مملکتوں کا الحاق کاووئر کی ہولناک حوصلہ مندیوں کے لیئے باعث تسکین نہ ہوا
جملہ اٹلی کا ایک ہی تاج ونگین کے ماتحت متحد کر دینا وہ بام مقصود تھا جس کا در اصل

**کیور کا اتحاد انقلاب (فرانس) کے ساتھ**

یہ الحاق ایک زینہ تھا۔ انقلابی سرگرمیوں کے خطرات سے
کاووئر نا آشنا نہ تھا۔ لیکن وہ ان کی قدر و قیمت کو بھی پورے
طور پر محسوس کر چکا تھا۔ اطالوی معاملات اور یورپ کے
اندرونی تعلقات جیسے کچھ تھے۔ ان کا اندازہ کرتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا
کہ یہ (انقلابی) آلہ ان مختلف سیاسی جماعت بندیوں سے زیادہ موثر اور کارگر ثابت
ہوگا جن پر وہ اب تک اعتماد کرتا آیا تھا۔ ولافرانکا کے بعد اس کی زبان سے یہ
فقرہ نکلا تھا "شمالی سیاسی تدبیر کی نفرت سے لوگوں نے مجھے تعمیر اٹلی سے باز رکھا
ہے اب میں اسی مقصد کے لیئے جنوبی انقلاب کی آڑ پکڑونگا" فی الحال جنوبی مملکتوں
اور اس سے بڑھ کر مسئلہ روما کا تصفیہ درحقیقت وہ مہمات مسائل تھے جنکا شمار
اٹلی کی شدید اور عظیم ترین ضرورتوں میں کیا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں وینس،
آسٹریا کی دراز دستیوں سے پامال ہو کر عین حالت یاس میں اپنے برادران سرحدی
کے سامنے بار بار دست التجا پھیلاتا تھا لیکن اسکی مظلومیاں اور محرومیاں جدید
اطالوی سلطنت کے لیئے کچھ خصوصیت کے ساتھ اندیشہ ناک نہ تھیں اور
وہ ان کی تلافی کیلئے چندے انتظار کشی کا متحمل ہوسکتا تھا۔ انتونیلی کے نافرجام
اثرات کے ماتحت پاپائی جاگیرات کی حالت یوماً فیوماً ابتر ہو رہی تھی اور یہ
حقیقت آشکار ہونے لگی تھی کہ ایک پوپ کے اصلاحی وعدہ و وعید، یاوہ گوئی و ہذیان
سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن بااین ہمہ گو پاپائی حکومت بجائے خود
ضعیف تھی پھر بھی اس کی بین الاقوامی حیثیت اور اس کا مذہبی وقار مسلم تھا۔ وہ
ہلاکت و فلاکت جو اپنے وجود کے لیئے قسیسی بدنظمیوں کی رہین منت تھیں، اور

صرف ایک ہی سال قبل جور وظلم کی وہ حشر انگیزی جو باغی ( Perugia ) کی
پیروجیا کو تباہ وبرباد کرنے پر رونما ہوئی تھی، ایسے واقعات تھے جنھوں نے کیتھولک
اٹلی کے سامنے سے پردہ ہائے حجاب اٹھا دئے اور مذہبی حکومت کی حقیقت اصلی
کو بے نقاب کر دیا لیکن بیرون اٹلی کیتھولک یورپ نے صرف یہ دیکھا کہ مقدس
باپ، نامقدس لبرلزم کے ہاتھوں رنج ومحن کا آماجگاہ بن رہا ہے اور رنگ پطرس
کی حمایت وصیانت کے لئے، آئرلینڈ، بلجیم اور فرانس سے ہزاروں پرجوش
رضاکار امنڈ آئے۔ خود روما پر، جولائی ۱۸۴۹ء سے جبکہ صدر جمہوریہ فرانس
شہزادہ نپولین کی افواج نے پیس کو بار ثانی منصب حکومت پر بحال کیا تھا، فرانسیسی
افواج کا قبضہ تھا۔ اسطور پر مسلح افواج کا ایک کثیر حصہ محض اسلئے نہیں کہ پاپائی
مقبوضات پر مزید کتر بیونت نہ روا رکھی جاسکے۔ بلکہ ایسی جارحانہ پیش بندیوں کو مہیا
کرنے کے لئے جس سے وہ حصہ بھی از سر نو حاصل کئے جاسکیں جو ہاتھ نکل چکے تھے۔
آزاد ہو گیا تھا اور پاپائی افواج کے عقب میں کافی خط مدافعت کی طور پر اور جو ممکن
ہے کبھی جارحانہ اور استبدادی پہلو اختیار کرنے میں رفاقت کرسکتی، ملوکیت بوربون
کی ناشکستہ طاقت صف آرا تھی۔ جو کچھ حاصل کیا جا چکا تھا اسکا تحفظ اور تیقن اور جو کچھ
حاصل کیا جانیوالا تھا اسکے حصول کی توقع، اس امر کی مقتضی تھیں کہ نیپلس کی طاقت
درہم برہم کر دیجائے۔ اسطرح سے پاپائے روما کی اُس صلاحیت کو جو حربی فتنہ زائیوں
کی محرک ہوئی تھی۔ اگر فی الجملہ فنا کر دینے کی نہیں تو اس کے اثرات کو باطل کر دینے
کی توقع کیجاسکتی تھی۔

**نیپلس میں تحریک اتحادی**

۲۲ مئی ۱۸۵۹ء سے فرانسس دوم تخت نیپلس پر متمکن تھا۔ یہ ایک خیر سگال،
لیکن کمزور حکمراں تھا۔ اور ابتدا ہی سے اسکی تربیت ایسی ہوئی تھی
کہ واقعات اور حقائق سے بالکل ناآشنا رکھا گیا تھا اپنے وزیر
فالنگیری ( Falingieri ) زیر نگرانی اس نے جو کچھ اصلاحیں
نافذ کی تھیں وہ اس کی پسماندہ خرابیوں کی تیرگی کو اور زیادہ نمایاں کرتی تھیں
اور اوائل ۱۸۶۰ء میں جبوقت کہ حربی اور قسیسی مخالفتوں نے فالنگیری کو مستعفی
ہوجانے پر مجبور کیا ہے، اصلاح کی وہ تمام امیدیں فنا ہو گئیں جن کے متعلق یہ توقع

تھی کہ آئینی طور و طریق کی کار فرمائی سے حاصل ہو جائیگی۔ شمال کے ولولہ انگیز واقعات نے
لازماً، اس لبرل آراء پر عظیم الشان اثر پیدا کیا جو اسطور پر تشریح ہو چکی ہیں۔ لیکن بالآخر
یاس و حرمان کی نذر ہو گئے۔ سسلی اور نیپلس میں اطالوی اتحاد کی موافقت
میں تحریکیں شروع ہو گئیں۔ ولا فرانکا کی فریب زائیوں کے بعد نیپلس کی دو روایات
جن کی علمبرداری میورالی جماعت کر رہی تھی، افکار و آراء کو مطلقاً متاثر نہ کر سکتی تھیں
اور اب یہ عام طور پر محسوس کیا جانے لگا تھا کہ نیپلس اور سسلی کی آزادی اب محض
اس حقیقت میں مضمر تھی کہ وہ اپنے وجود کو کسی بزرگ اور عظیم تر حیثیت میں ضم کر دیں تو

**سسلی میں ہنگامۂ بغاوت اپریل سنہ ۱۸۶۰ء**

بددلی اور بے اطمینانی میں مظہر اولیں، حسب معمول، سسلی
میں رونما ہوا۔ سسلی کے قدیم دستور کی تباہی و بربادی ملک کے
مختلف عناصر کو تاج شاہی سے متحد اور وابستہ نہ کر سکی تھی لیکن
اس نے اس چیز کا البتہ تدارک کر دیا تھا جو متحدہ اٹلی میں شمول سسلی کے لیئے
گراں ترین سنگ راہ ثابت ہو سکتی تھی۔ انجمن قومی کی شاخیں قائم کی جا چکی تھیں، اور
واقعہ ولا فرانکا کے بعد پالرمو میں ایک مختصر انقلاب رونما ہوا۔ جس سے سطح زیریں
کی دبی ہوئی چنگاریوں کا پتہ لگنے لگا۔ اس سے زیادہ خطرناک وہ ہنگامۂ بغاوت ثابت
ہونے والا تھا جسے میزینی کو لفٹنٹ کرسپی نے ۱۸۶۰ء کے موسم بہار کے لیئے تیار
کر رکھا تھا۔ جس کا گریبالڈی سالار لشکر بننے کے لیئے مستعد تھا۔ ایک عرصے کی
حیص بیص کے بعد جس کا باعث ان جمہوریت پسندوں کی ناآمیز اور نا اثر پذیر افتاد
طبع تھی جو اس ہنگامہ کو ترتیب بھی دے رہے تھے، اور جس کے متعلق گاریبالڈی
کو اندیشہ تھا کہ اس طریق سے وہ مواقع جن سے بادشاہ پرست پیڈمانٹ مخالفت
پر کمربستہ کیا جا سکتا تھا۔ ہاتھ سے جاتے رہینگے وہ صرف اس شرط پر طیار ہوا کہ
وکٹر عمانوئیل کے نام پر اہالیان سسلی بھی ساتھ ہی ساتھ اعلان بغاوت کر دیں
۴ر اپریل کو میزینی کے گروہ کے ایک فرد روزالینو پیلو کی سرکردگی میں میسینا کے قریب
علم بغاوت بلند ہوا لیکن ایک تھوڑی سی کامیابی کے بعد فرانسس کی اجرتی سوئیس
اور جرمن افواج نے اسے انتہائے شقاوت اور بربریت کے ساتھ کچل دیا
گاریبالڈی کو بغاوت کی ابتدائی امید افزا خبریں مل چکی تھیں جبکہ ۵ر اپریل کو اسے

مداخلت کرنے کے [illegible] کی تجدید کی۔ اس نے اس امر کو محسوس کر لیا تھا کہ حکومت پیڈ مانٹ کی مدد کے بغیر آخری کامیابی ناممکن تھی۔ اور اس نے بادشاہ اور کاوؤر دونوں سے امداد اور اختیار عمل کی درخواست کی۔ اب کاوؤر کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ سیاسی تدبّر کی ایک بساط اور بچھائے۔ اب اگر وہ علی الاعلان اس مہم پر خط بطلان کھینچ دیتا ہے تو اطالوی تاج کی شہرت بری طرح مجروح ہوتی ہے اور اگر انقلاب پسندوں کو فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے تو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں جنوبی مملکتیں اٹلی کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ علاوہ بریں نیپلس، پوپ سے ملکر، سلطنت جدیدہ سے رومینیا کے چھین لینے کی دہمکی دیرہا تھا اور اسوقت ملوکیت بوربون پر ایک جارحی حملہ نہایت سہل اور آسان تھا۔ دوسری طرف زمانہ صلح میں ایک رفیق سلطنت پر ایک بے قاعدہ تاخت کی اجازت دیدینے سے پیڈ مانٹ کو سارے یورپ کی نظروں میں ذلیل و خوار کر دینے کا مرادف تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس طور پر دول یورپ کے ہاتھوں اسے اس کی سزا بھی بھگتنی پڑتی۔ اس لیئے ایکبار پھر اس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ دوسری چال چلے، "ظاہرا کاوؤر کا طریق بالکل صحیح" تھا۔ لیکن خفیہ طور پر اس نے گاریبالڈی کو سعیٔ عمل کی ترغیب دی انجمن قومی کے اسلحہ خانہ واقع میلان سے آلات حرب کے حصول کی اجازت دیدی حکام جنوا کو اس امر کی ہدایت کر دی کہ وہ اس کے جہاز پر اسباب بار کرنے یا اسکی نقل و حرکت پر چشم پوشی کرے اور پیڈ مانٹی امیر البحر پرسانو کو حکم دیا کہ وہ گاریبالڈی کے جہاز اور پیڈ مانٹی بیڑہ کے درمیان اپنا قیام رکھے [۱]۔

۵ مئی کو گاریبالڈی نے اپنی "ایکہزاری فوج" کی ہمراہی میں جنوا سے لنگر اٹھایا اور ۱۱ کو مارسالا میں لنگر انداز ہوکر سیدھا پالرمو کا رخ کیا۔ وہ کرشمات پیکار جو بعد کو معرض وجود میں آئے تاریخ میں خوارق حرب و ضرب کی ایک حیرت انگیز داستان ہے۔ سسلی میں اسوقت نیپلس کی چالیس ہزار باقاعدہ افواج موجود تھیں۔ گاریبالڈی نے

گاریبالڈی سسلی میں مئی سنہ ۱۸۶۰ء

۱؎ ن، بیان کی کاوؤر

ساحل پر قدم رکھا ہے تو اس کے پاس صرف ایک ہزار سرخ پوش رضاکار تھے۔ بایں ہمہ ایک ہی ماہ کے اندر جزیرہ پر قبضہ ہو گیا اور انقلاب میں کامیابی ہوئی۔ ۱۵ مئی کو کالاتا فیمی کی بلندیوں کا گولہ باری سے مسمار ہونا تھا کہ پالرمو تک راستہ کھل گیا۔ اُسکے بعد مسلسل جانبازانہ فوجی نقل و حرکت کا آغاز ہوا اور ۲۹ مئی کو سرخ پوشوں نے شہر کے ایک دروازہ کو توپوں سے اُڑا دیا۔ جو کچھ باقی رہ گیا تھا اسے سالار اعظم نیپلس کی بزدلی اور نااہلی نے پورا کر دیا۔ کچھ دنوں کی سفیبت انگیز دست بدست لڑائی کے بعد جو گلی کوچوں میں ہوتی رہی انگریزی امیر البحر کی وساطت طلب کی گئی۔ ایک معاہدہ مرتب کیا گیا جس کی رو سے ۲۰ جون کو نیپلس کی تقریباً ۲۰ ہزار فوجی گارڈ اٹھالی گئی اور اصل حصۂ ملک کے طرف منتقل کر دیگئی۔ میلیٹا سرقوسہ و قلعہ جات میلاتزو اور اگوستا کے علاوہ اب تمام سسلی گاریبالڈی کے قدموں پر تھا۔

مہم ایکہزاری کی ایسی غیر معمولی کامیابی نے کاوور اور حکومت پیڈمانٹ کو اقدام عمل پر مجبور کر دیا۔ گاریبالڈی نے جنگ و پیکار کا آغاز وکٹر عمانوئیل کے نام سے کیا تھا۔ سسلی میں قدم رکھتے ہی اس نے اپنے مختار کل ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اب جبکہ جزیرہ پر قبضہ ہو گیا تھا بظاہر اس کے اختیار و اقتدار کا کوئی حریف، یا اپنی فتوحات کا اسطور پر نام میں لانا جس طور پر کہ ابتدائے مہم میں اس نے ارادہ کیا تھا اس کا مدمقابل نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن وہی گاریبالڈی جو معرکہ آرائیں یکتا و بے ہمتا تھا، میدان سیاست میں صرف ایک طفل مکتب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس ہنگامۂ طغیانی کو، جو انقلاب کا نتیجہ صریح تھا، فرو کر کے امن و عافیت کا تسلط قائم کرنا گاریبالڈی کے نائب کرسپی اور میزنی کے ہم نوا یعنی انتہا پسند عمومیت پسندوں کے حصے میں آیا۔ اگر جنوبی اٹلی کو ملوکیت سے محفوظ اور مامون رکھنا مقصود تھا تو بظاہر تھا کہ قبل اس کے کہ وقت ہمیشہ کے لیئے ہاتھ سے نکل جاتا، پیڈمانٹ اس تحریک کی عنان عمل اپنے ہاتھوں میں لے لیتا۔ سیاسی چالوں کے لیئے موقع بھی ناساعد نہ تھا۔ روس ایک فاصلۂ دراز پر ہنگامۂ مباہات برپا کئے ہوئے تھا لیکن انگلستان نہایت شد و مد کے ساتھ دوستی کا اظہار کر رہا تھا۔ حکومت نیپلس کی عاجلانہ درخواست کا شہنشاہ فرانس نے یہ جواب دیا کہ "تخیل ملی" کا کامیاب

ہونا لازمی ہے اور اٹلی کو اپنی قسمت آزمائی کے لیئے اپنے ہی دست و بازو کا رہین منت
ہونا پڑیگا۔ اور جب تک نپولین ہمدرد تھا اٹلی کو اسٹریا کی طرف سے کوئی خطرہ
نہ تھا۔ اس میں شک نہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب کاوُر اپنی تدبیر کو ظاہر کرتا
اس [illegible] ترکیبوں اور منصوبوں کا وزن اور اس کی وقعت نپولین کے لطف خواب
کو خواب پریشاں کا مزا چکھا سکتی تھی۔ لیکن سوائے اس کے کہ اس نے گاریبالڈی
کے موافقت کا باضابطہ اعلان نہیں کیا وہ حتی الامکان گاریبالڈی کے مہم کی
اعانت بھی کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ ایسے حدود سے متجاوز بھی نہیں ہونے دیا تھا۔

گاریبالڈی کا کام سسلی میں انجام کو پہنچ جاتا تو اس کی توجہ کا نیپلس
کی طرف منتقل ہونا یقینی تھا۔ حدود نیپلس سے اُدھر امبریا اور مارچیز اور ان
سب کی منزل مقصود مدینۃ الابد، واقع تھا۔ یہ ضروری تھا کہ وہ جو کچھ فتوحات
حاصل کرتا وہ اطالوی سلطنت کے نام سے ہوتیں اور سب سے زیادہ اہم امر
کاوُر اور گاریبالڈی یہ تھا کہ روما پر کسی ایسے نامساعد وقت میں حملہ نہ کیا جائے کہ
دول یورپ کی مداخلت ناگزیر ہو جائے۔ سب سے پہلے
یہ ضرور تھا کہ سسلی کا الحاق محفوظ اور متیقن کر لیا جائے۔ ایک مراسلہ میں کاوُر
ایکا سولی کو یوں رقم کرتا ہے "جس روز اطالوی پرچم تارنٹو پر لہرایا اُسی دن پوپ
کی دنیاوی حکومت کا خاتمہ اور وینس کی آزادی متیقن ہو جائیگی۔ خود اہالیان سسلی
نہایت شد و مد کے ساتھ اتحاد کے موافقت میں تھے۔ اور کاوُر نے لافارینا
کو بھی مفہوم ذہن نشین کرا کے، نامہ و پیام اور ریشہ دوانیوں کے لیئے پالرمو روانہ کیا
تھا لیکن گو اس نے کرسپی کی معزولی حاصل کر لی، گاریبالڈی نے مسئلہ الحاق پر غور
کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر غور فکر کا تو وہ وقت ہوگا جب اطالوی پرچم روما پر لہراتا
ہوگا ابھی تو وہ کاوُر اور اس کی طریق عمل سے بے حد مشتبہ تھا اور اسے اس بات
کا اندیشہ لگا تھا کہ اگر اس کے منصوبے قبل از وقت ظاہر ہو گئے تو دول یورپ
اس کے اور نیپلس کے درمیان مداخلت پر آمادہ ہو جائینگے۔ تھوڑے عرصے
کے لیئے کیور چکر میں آگیا لیکن اُس نے گاریبالڈی کی بے محابا تشدد کے خلاف
مکیاویلی کے سے سیاسی ہتھکنڈوں کو صف آرا کیا۔ چونکہ گاریبالڈی ضد پر

آمادہ تھا اس لیئے یہ مناسب خیال کیا گیا کہ سسلی اور نیپلس دونوں ملکوں میں ایسی آراے عامہ پیدا کرنی چاہیئے جو اسے سر تسلیم خم کردینے پر مجبور کردے۔ قبل اسکے کہ گاریبالڈی آبناے کو عبور کرتا کاؤر کے گماشتے نیپلس میں اضطراب اور بے چینی پھیلانے میں منہمک ہو چکے تھے اور متحدہ اٹلی کو موافقت میں لوگوں کے جذبات میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کرنی شروع کردی تھی حتیٰ کہ پیڈمانٹ کے امیر البحر پرسانو کو یہ ہدایت دیدی گئی کہ وہ نیپلس کے جہازی بیڑوں کو بھی اپنا شریک اور دمساز بنالے۔ ایک رفیق حکومت کے خلاف ایسا طرز اختیار کرنا ایک غیر دوستانہ عمل تھا لیکن با ایں ہمہ یہ کارگر ثابت ہوا۔

اواخر جولائی تک نیپلس کی آخری افواج بھی جو سسلی میں متعین تھیں یا تو نکال باہر کی گئیں یا پھر ان کا عدم وجود یکساں بنادیا گیا اور گاریبالڈی کا لاسر ایکے خلاف لشکر کشی اور نیپلس پر حملہ کی طیاریاں کرنے کے لیئے آزاد ہو گیا اب شہنشاہ فرانس دوم نے پوری طور پر اس خطرہ کا اندازہ کیا جو عنقریب اسے پیش آنیوالا تھا اور دول یورپ حتیٰ کہ حکومت پیڈمانٹ سے انتہا کے مایوسانہ انداز سے دستگیری کا طالب ہوا۔ دول یورپ میں سے ایک حکومت بھی مداخلت پر قادر یا رضامند نہ تھی۔ انگلستان کے طرف سے لارڈ جان رسل نے مختلف سفیران سلطنت کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اصول عدم مداخلت اور اس حقیقت پر زور دیا تھا کہ اہالیان اٹلی کو اپنے معاملات بذات خود طے کرنے کا حق حاصل ہے رہا پیڈمانٹ اس کے لیئے ایک ایسی سلطنت کی دستگیری کرنے سے انکار کردینا آسان تھا جس نے صرف ایک سال قبل اسے ایک ایسے وقت میں مدد دینے سے گریز کیا تھا جب وہ آسٹریا کے خلاف صف آرا تھا اور اس کی حیات و ممات کا سوال پیش تھا۔ اب نیپلس کے بوربون اپنی قسمت آزمائی کے لیئے تنہا رہ گئے تھے

گاریبالڈی نے آبناے مسینا کو اگست میں عبور کیا۔ ۲۱ کو ریجیو پر قبضہ کیا اور وہاں سے براہ راست نیپلس کا رخ کیا اور کہیں بھی کسی قسم کی معمولی مزاحمت سے دوچار نہ ہوا۔ ۶ ستمبر کو بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نیپلس کو خیرباد کہا اور

دریائے والٹرنو پر جاکر قیام کیا جس کی محافظت قلعہ گیتا کر رہا تھا۔ دوسرے روز
گاریبالڈی، دار الخلافت میں داخل ہوا اور ایک اعلان شائع

گاریبالڈی نیپلس میں ستمبر ۱۸۶۰ء

کرکے خود کو مختار کل قرار دیدیا۔ اور اس حیثیت سے اس نے
نیپلس کے پورے جنگی بیڑہ کو پیڈمانٹ کے امیر البحر پرسانو
کے حوالے کردیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کی سرعت کامیابی نے شہنشاہ فرانس
اور حکومت پیڈمانٹ دونوں کو سراسیمہ کرنا شروع کردیا۔ نپولین نے شاہ فرانس
کو یہ صلاح دی کہ وہ گراں قدر مراعات منظور کرکے گاریبالڈی کو مسخر کرلے ورنہ کم سے کم
اسے ایک غلط راستے پر ڈالدے وکٹر عمانیونیل اور کاؤور نے اس پر یہ زور ڈالنا شروع
کیا کہ وہ اپنی سخت گیریوں سے کہیں بنا بنایا کھیل نہ بگاڑ ڈالے لیکن گاریبالڈی مصالحت
اور مفاہمت کے مفہوم سے ناآشنائے محض تھا اور ہر قسم کی سیاسی مصلحتوں کو اس نے
اپنے راستے سے نہایت حقارت کے ساتھ، خس وخاشاک کے طرح دور کردیا تھا
اس نے نہایت سختی کے ساتھ لعن طعن کی تھی "اس منافقانہ اور ناگوار حیلۂ احتیاج
پر" اس احتیاج زد لی پر، اس احتیاج پر جو ایک نقش برآب طاقت کے سامنے
انتہائی پستی اور ذلت کے ساتھ سرنگوں ہوجانے کی محرک ہوئی ہو" اور جیسے ایک ایسی
جماعت کی یلغار" جو ایک حقیقی حیات کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے آمادہ
اور مستعد ہو" پرزہ پرزہ کرکے اسے خاک میں ملادینے کے لئے طیار ہو جہاں سے یہ
ظاہر ہوئی تھی طبیعت کی اس افتاد کے سامنے دلائل اور براہین پیش کرنا، ایک
فعل عبث تھا اور کاؤور نے محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جبکہ پیڈمانٹ
کو برسر عمل ہوجانا چاہیئے۔ امیر البحر پرسانو کو اس نے لکھا تھا کہ "اٹلی کو بہر حال بچانا
چاہیئے۔ غیر ملکیوں سے، نافرجام اصول سے اور مجنونوں سے!"

اب صورت حال فی الحقیقت نہایت نازک ہوگئی تھی، نیپلس میں جو
اضطراب رونما تھا امبریا اور مارچز میں بھی پھیل چکا تھا اور جنرل (Lamori cire)
لاموری سی ایر کی سرکردگی میں پاپائی افواج انکی انسداد کیلئے تیار ہو رہی تھی جسکے بعد وہ یقینی طور پر
شاہ نیپلس کی امداد کیلئے روانہ ہوجاتیں۔ انکی کامیابی سے رومینیا میں پیڈمانٹ کی حالت
لازما خطرہ میں پڑجاتی اور انکی شکست سے گاریبالڈی کیلئے روما تک راستہ صاف ہوجاتا، جس نے اسپر عمل

کرنے کے لئے اپنے عزم وارادہ کو پردۂ خفا میں کبھی نہیں رکھا تھا لیکن روما پر حملہ کرنا جہاں ابتک فرانسیسی افواج متعین تھیں، فرانس کو اعلان جنگ دینے کا مرادف تھا اور اگر اس کے بعد وینشیا پر حملہ کیا جاتا، جیسا کہ گاریبالڈی کا خیال تھا۔ تو اسٹریا کے ساتھ دوسری جنگ ناگزیر تھی۔ علاوہ بریں گو گاریبالڈی ابتک ملوکیت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اقرار کرتا تھا، یہ حقیقت بھی آشکار ہونے لگی تھی کہ وہ خود اپنے نصب العین کو معرض وجود میں لانا زیادہ باقیمت اور اہم تصور کرنے لگا تھا۔ وہ کاوؔر کی معزولی کا مطالبہ کر ہی چکا تھا کیونکہ وہ اسے اپنے راستے میں سب سے بڑا سنگ راہ خیال کرتا تھا اور اس کے قریب میزنی ہر وقت اسے ایسا انتہا دی پہلو اختیار کرنے پر اکسا رہا تھا جس سے اٹلی اپنے کو ان بندشوں سے آزاد کر سکتا جس سے حکمرانوں اور سیاسی شاطروں نے اس کے اعضا و جوارح کو مقید کر رکھا تھا۔

ان حالات کے ماتحت کاوؔر نے یہ فیصلہ کیا کہ پیڈمانٹ کو امبریا اور مارچیز پر قبضہ کرکے گاریبالڈی کی کارروائیوں کی پیش بندی کرنی چاہئے۔ اور اسطور پر اٹلی کو سرخ پوشوں اور روما کے درمیان لے لینا چاہئے۔ پاپائی افواج کی تگ و دو سے اسے حیلۂ مطلوبہ بھی حاصل ہو گیا۔ ۷ ستمبر کو اس نے پوپ سے غیر ملکی افواج کو برطرف کر دینے کی درخواست کی۔ اس درخواست کا مسترد ہونا تھا کہ اس نے افواج اطالوی کو پاپائی سرحد عبور کرنے کا حکم دیدیا۔ اب گویا پیڈمانٹ کی فوج اور رفقائے گاریبالڈی میں باہمی دوڑ شروع ہو گئی تھی۔ کاوؔر نے کہا تھا اگر ہم لوگ گاریبالڈی کے لاکاتولیکا پہنچنے سے قبل واثہ لونہ پہنچ گئے تو پھر ملوکیت کا خاتمہ ہے اور اٹلی زندان انقلاب میں محبوس ہو جائے (۱)۔ لیکن یہ کاوؔر کی خوش نصیبی تھی کہ شمال میں سرخ پوشوں پر ان کو ایک ایسے سد راہ سے دوچار ہونا پڑا جس کے سامنے ان کی بے محابا جراءت بھی ناکامیاب رہی اور اس طور پر انکی یلغار معرض تعویق

کیور پاپائی جاگیرات پر حملہ آور ہوتا ہے
ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء

(۱) دن، بیانکی ۴ ص کاوؔر ۱۱۸

میں پڑ گئی۔ شاہ نیپلس اپنی افواج کے ہمراہ دریائے والٹرنو کے داہنے کنارے پڑا ہوا تھا جس کی محافظت وہ توپیں کر رہی تھیں جو کپوا کے مستحکم قلعہ پر چڑھی ہوئی تھیں۔ اور ۱۹ ستمبر کو جب گاریبالڈی ان کے سامنے نمودار ہوئے تو انھیں معلوم ہوا کہ انکا مقابلہ ایسے دشمن سے تھا جو تعداد، توپخانہ اور تنظیم میں اس پر فوقیت رکھتا تھا۔ چودہ پندرہ دن تک لڑائیوں پر لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن تمام مساعی ناشکور رہیں اور پیش قدمی کی کوئی صورت نہ پیدا ہوسکی۔ بالآخر یکم اکتوبر کو افواج نیپلس کی باری آئی۔ اور انھوں نے جارحانہ پہلو اختیار کیا اور تھوڑے عرصے کے لیے یہ معلوم ہونے لگا کہ شاید شاہ نیپلس صفوں کو چیرتا ہوا اپنے دارالسلطنت کی شاہراہ پر پہنچ جائیگا۔ لیکن گاریبالڈی کی فن سپہ سالاری اور اس کے رضاکاروں کی غیر معمولی جرأت اور شجاعت نے ان کی آبرو رکھ لی۔ فتح والٹرنو اٹلی کی داستان حرب کا ایک پرشوکت واقعہ ہے۔ لیکن اس سے کوئی فیصلہ نہ ہوا، کپوا اور گیٹا اب تک بوربون اغراض ومقاصد کی علمبرداری میں سینہ سپر تھے اور اب یہ حقیقت آشکار ہونے لگی تھی کہ پیروان گاریبالڈی تنہا ان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے تھے۔

اسی دوران میں اطالوی افواج جوق جوق پاپائی جاگیرات میں داخل ہورہی تھیں اور پاپائیوں کی منتشر افواج نے معقول طور پر ان کی کہیں مزاحمت نہ کی۔ تمام قلعے ایک ایک کرکے مسخر ہوگئے۔ اور ۱۸ ستمبر کو (Lamori ciere) لاموری سی ایرہ کی باقیماندہ افواج (Castelfidarda) کاستل فدار دو میں شکست کھاکر منتشر ہوگئیں اور انکونا نے بھی، جہاں پاپائی کمانڈر نے بھاگ کر پناہ لی تھی۔ ہتھیار ڈالدیے۔ تین ہی ہفتے کے اندر اندر لڑائی ختم ہوگئی اور اس مختصر رقبے (موسوم بہ جاگیر پطرس) کے علاوہ جو مضافات روما میں واقع تھا تمام پاپائی جاگیریں حکومت اٹلی کے قبضے میں آگئیں۔ بازی اب کاوور کے ہاتھ میں تھی پاپائی جاگیروں میں جنگ کے ان کامیاب نتائج کے ظہور پذیر ہونیکے بعد ہی اطالوی پارلیمنٹ طلب کیگئی اور جنوبی مملکتوں کی قسمت کا سوال معرض بحث میں

صفحہ ۴۸۷

لایا گیا۔ ۴۔ اکتوبر کو ایوان نے تقریباً متفق اللسان ہوکر وزارت کو یہ اختیار تفویض کر دیا کہ مرکزی اور جنوبی مملکتوں میں سے جو مملکت بھی استشارے کی رو سے الحاق کی موافقت کرے، اسکا الحاق کر لیا جائے۔ سسلی اور نیپلس میں استشارے کے حصوں کے لیے ضروری کارروائی فوراً عمل میں آئی اور کثرت آرا سے الحاق کی موافقت میں فیصلہ صادر ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کادور کی سیاسی حیثیت نہایت قوی ہوگئی۔ اسی سلسلے میں فوجی حالت بھی عین اس کی پالیسی کے مطابق تھی۔ کیوا اور گیٹا اب بھی قائم اور محکم تھے۔ اور اطالوی افواج کے بغیر ان کے مقابلے میں، گاریبالڈی بالکل بے دست و پا تھا۔ ان حالات کے ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ گاریبالڈی کو کمک پہنچانے اور مزید کارروائیوں سے اجتناب کرنے کے لیے جلد سے جلد اطالوی افواج روانہ کی جائیں وکٹر عمانویل جس کے بے لوث اور سپاہیانہ اوصاف گاریبالڈی کے نزدیک اتنے ہی پسندیدہ تھے جتنے کادور کے ناپسندیدہ تھے سالار لشکر مقرر کیا گیا۔ ۱۵۔ اکتوبر کو بادشاہ نے اپنی افواج کے ہمراہ سرحد نیپلس کو عبور کیا۔ ۲۰ کو بوربنیں کی ایک زبردست فوج نے (Macrone) ماچرونے پر شکست کھائی اور ۲۷ کو شاہ نیپلس نے اپنی افواج کو (Garigliano) دریائے گاریلیانو سے پرے واپس بلا لیا۔ ۲۶ اکتوبر کو تیانو میں وکٹر عمانویل اور گاریبالڈی ملاقی ہوئے۔ گاریبالڈی نے اب اپنی ذاتی آرا اور ذاتی حوصلہ مندیوں کو مفاد اٹلی کے مقابلے میں خیرباد کہا اور اپنے منصب اور اقتدار کو بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اب متحدہ افواج نے بوربونیوں پر سختی کے ساتھ دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ کیوا نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور فرانسس ۲۰ ہزار افواج کے ساتھ پسپا ہو کر گیٹا میں داخل ہو گیا جس کا ۵ نومبر سے محاصرہ شروع کر دیا گیا۔ جس پامردی اور بے جگری سے نیپلس کا آخری تاجدار، تین ماہ سے زائد اس قلعے پر قابض رہا ہے اس سے تمام یورپ اش اش کر گیا لیکن با ایں ہمہ واقعات کی رفتار نہ بدل سکی۔ ۹ نومبر کو وکٹر عمانویل اور گاریبالڈی پہلو بہ پہلو، ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر نیپلس میں داخل ہوئے اور اپنے منصب سے دست بردار ہوتے ہوئے گاریبالڈی

وکٹر عمانویل اور گاریبالڈی کی ملاقات ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۰ء

صفحہ ۳۴۴

نے، ان لوگوں کو مخاطب کر کے جواب خوش خوش اپنے ان بھائیوں سے آکر ملے تھے جن سے وہ صدیوں علیحدہ رکھے گئے تھے، یہ ارشاد کیا کہ اس جری بادشاہ کے ظل عاطفت ہیں، جو ہماری حیات اور ہمارے ملک کی آسودہ حالی کا طرۂ امتیاز ہے، تمکو اطالوی اتحاد کے مہتم بالشان فریضے کو معراج تکمیل پر پہنچانے کے لیے آمادہ و طیار ہو جانا چاہیے"۔

اطالوی محبان وطن کے پاس اب اپنے مقاصد کی کامیابی پر مطمئن اور آسودہ ہو جانے کے کافی وجوہ تھے ولافرانکا کی بظاہر خطرناک ہزیمت کے دو ہی سال کے اندر اندر مسند یورپ پر اٹلی ایک جدید طاقت کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس میں شک نہیں وینس اب بھی آسٹریا کے پنجۂ غضب میں تھا اور جب تک روما کنارہ کش رہتا اٹلی کو گویا تاج شہریاری نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم نہایت محتاط سیاس بھی اس امر میں کاوئر کے ہمنوا تھے کہ انکی کامرانی اور کامیابی کا مدار صرف موقع اور وقت پر تھا۔ گاریبالڈی جس کے شدید جرأت معتدبہ کامیابی کی ذمہ وارہ چکی تھیں اس انجام پر فوراً ہی ہاتھ مارا ہوتا۔ کیور نے انتظار کشی اور تیقن پذیری کو ترجیح دی۔ آیندہ کے واقعات نے اس کے مآل اندیشانہ طرز عمل کی کیاست و فراست کو ثابت کر دیا۔ اٹلی کو عرصے تک انتظار نہ کرنا پڑا لیکن خود کاوئر اس انجام کو نہ دیکھ سکا جو اس کی زندگی کے لیے ایک سند جواز ہوتا۔ اٹلی کی خدمت میں خستہ اور درماندہ ہو کر وہ ۶ رجون ۱۸۶۱ء کو جاں بحق ہوا۔ اٹلی کی حیثیت ملی کاوئر کا ترکہ اور اس کا سرمایۂ حیات ہے..... اور بھی آزادی ملت کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکے تھے لیکن کاوئر نے اسے دائرۂ امکان میں داخل کر دیا تھا، اس نے اس کو فرقہ بندیوں کے عنصر سے مبرا کر دیا تھا اس نے اسے ایک فرضی وبیہودہ مکمل سلطنت کے خیالی قصہ سے باہر نکال لیا تھا۔ بے محابا سازشوں سے پاک کر دیا تھا اور استبداد اور انقلاب کی چٹانوں کے درمیان سے صاف نکال لے گیا اس نے اسے مجتمع اور منتظم قوت کا مالک بنا دیا اور ایک علم۔ ایک حکومت اور بیرونی حکومتوں کی رفاقت اس کے سپرد کر دی"۔

صفحہ ۳۸۹

صفحہ ۴۹۰

# باب شانزدہم

## تاسیس سلطنت جرمنی

شاہزادہ ولیم کی ریجنسی۔ پروشیا اور آسٹریا کے تعلقات۔ پروشیا میں حربی اصلاحات اور آئینی بحران۔ وزارت بسمارک۔ آسٹریا اور مجتمع المحاصل۔ پروشیا اور دول یورپ بغاوت پولینڈ۔ اسکا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر۔ فرانکفورٹ میں حکمرانوں کی مجلس۔ مسئلۂ شلسوگ ہولشٹائن (Schleswig Holstein)۔ لندن کی کانفرنس ۱۸۵۴ء۔ ۱۸۶۴ء کی جنگ ڈنمارک۔ معاہدہ گاشٹائن۔

حصول فلاح ونجات کے لیے اٹلی کا بغیر کسی بیرونی امداد کے اپنی ہی سعی عمل کو بر سر کار لانے پر مجبور ہونا، بالخصوص اس بنا پر تھا کہ ایکطرف آسٹریا اپنے ذاتی معاملات میں الجھا ہوا تھا دوسری طرف پروشیا کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت سرعت کے ساتھ پیچیدہ اور نازک ہوتے جا رہے تھے۔ جب تک فریڈرک ولیم چہارم حکمراں رہا، جرمن عہدیت کی سالمیت میں حقیقتاً کسی قسم کے تغیر وتبدل کی توقع نہ تھی۔ بادشاہ کی عقل ودماغ پر انقلاب کی ہیبت مستولی تھی اور اس فکر واحساس کے مقابلے میں اس نے پروشیا کے اغراض ومقاصد کو حیثیت ثانوی دیتے ہوئے، ان جرمنی اور اور آسٹروی مملکتوں سے ایک برائے نام لاطائل اتحاد قائم کر لینا قابل ترجیح تصور کیا جن کے اغراض ومقاصد پروشیا کی ان جائز حوصلہ مندیوں کے صریحی منافی تھے جن کی رو سے وہ مغربی لبرل حکومتوں، فرانس اور انگلستان سے مقابلہ کر سکتا تھا اور صرف اسطور پر وہ ایک صریح اور معقول۔ اور ان سب سے زیادہ ایک پروشوی پالیسی پر کاربند ہونے کے لیے، بالکل آزاد بھی ہوتا۔[1]

بسمارک کی رائے تھی کہ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے بعد کے دس سال میں پروشیا نے یورپ میں

[1] بسمارک۔ مراسلات (Von gerlach) بنام فون گرلاخ یادداشت باب اول صفحہ ۷، وغیرہ

جیسی پست سطح اختیار کر لی تھی، ۱۸۱۵ء و ۱۸۱۳ء کے درمیانی نافرجام زمانے کے علاوہ، سو سال تک بھی اور نہیں اختیار کی تھی۔ فی الحال بادشاہ کی غیر مدبرانہ طبیعت خودسرانہ ضد نے جن کی رو سے وہ سرپیدار شہریاری کے سامنے غیر مشروط سرنگونی کا طالب ہوتا تھا اس حقیقت کو آشکار کر دیا تھا کہ اس کے تحت میں ایک محکم و متین وزیر بھی کسی محکم و متین طرز عمل کو انجام پذیر نہیں بنا سکتا تھا اور بسمارک وہ شخص تھا جو اپنے ان مدبرانہ تگ و تاز کو جو فرانکفورٹ میں برسر عمل تھی، قلمدان وزارت سے تبدیل کر لینا کئی بار نامنظور کر چکا تھا[1]۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں فریڈرک ولیم کے غیر متوازن دماغ نے کچھ اس طور پر جواب دیا کہ پھر مرتب اور مربوط نہ ہو سکا، اور ولیم ولیعہد پروشیا منصب تولیت پر فائز ہوا تو اب ہر جماعت نے محسوس کیا کہ جدید متولی کا برسر اقتدار ہونا نظام حکومت کی تبدیلی کا باعث ہوگا۔ ولیم میں اپنے بھائی کی عالی دماغی کا ایک شمہ بھی نہ تھا جس کے تصرف سے وہ متعدد مرتبہ حقائق کو واہمہ پر قربان کر چکا تھا۔ اس کی طبیعت نہایت نمایاں طور پر عمل پذیری کی طرف مائل تھی اور جس وقت وہ سریر آرائے سلطنت ہوا ہے ایک بہادر، زاہد متشرع، ایماندار پروشوی سپاہی کی شہرت اس کے ہمرکاب تھی۔ "کارتوسی شہزادے" کے لقب کا جو اسے ۱۸۴۸ء کے پرآشوب زمانے میں دیا گیا تھا وہ کسی طور پر سزاوار نہ تھا تاہم لبرلزم کی طرف اس کا جیسا کچھ طرز تھا اس کے لیے وہ بہت بدنام تھا اور اگر اسے آزادی عمل پر قدرت دی جاتی تو اس کی حکومت کا اولین کارنامہ یہ ہوتا کہ وہ دستور حکومت میں استبدادی نقطۂ نظر سے رد و بدل کر دیتا لیکن خوش قسمتی سے، بسمارک اپنی حیثیت مشورات مصلحت بینی کے ساتھ اسکو پہلو میں پہلے ہی سے جاگزیں کر چکا تھا وہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ پروشوی اغراض و مقاصد، محض مجرد خیالات پر اثر

ولیم پرنس والی پروشیا نائب السلطنت کی حیثیت میں

صفحہ ۴۹۱

[1] بسمارک کا "تذکرہ"، جلد اصفحہ ۲۰۶۔ اس نے فریڈرک ولیم کے متعلق کہا تھا "فضائے عزم و ارادہ میں پہنچتے ہی اسکی فراوانی تخیل کے پر باقی نہ رہتے تھے"۔

قربان کیے جا چکے ہیں، دستور حکومت پر دست درازی کرنا تمام لبرل جرمنی میں جذبات کے مشتعل کرنے کا مرادف ہوگا اور یہ سب کچھ کسی کافی سبب کی بنا پر نہ ہوگا کیونکہ جب تک کوئی شدید ضرورت نہ پیش آئے اس مسئلے کا انفصال معرض التوا میں رکھا جا سکتا ہے[1]۔ مشیروں کا انتخاب اور ان کی صلاح و مشورے پر کاربند ہونا ایک ایسی صفت تھی جو ولیم کے دیگر شاہی محاسن میں کسی سے کم نہ تھی۔ اس نے بسمارک کی صلاح کو گوش گذار کیا اور مطمئن ہو گیا۔

پروشیا میں لبرل جماعت مناسب حکومت پر فائز ہوتی ہے

لیکن تبدیل شدہ پروشوی طرز عمل کی وجہ سے "شدید ضرورت" کے رونما ہونے میں زیادہ وقت نہیں صرف ہوا۔ متولی السلطنت نے نہ صرف دستور حکومت کو قائم و برقرار رکھا بلکہ مان ٹوئی فل (Mauteu ffel) کی وزارت منصب داری کو برطرف کر کے عنان سیاست لبرل اراکین کے ہاتھوں میں دیدی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی نظیر پروشیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ تغیر ولیم کے سیاسی طرز عمل کی تبدیلی کا ثبوت نہ تھا۔ مان ٹوئی فل کا زوال، جسے معاملات خارجہ کا قلمدان وزارت سپرد رہ چکا تھا، جہاں تک خود اس کا تعلق تھا، لبرزم کی فتح و کامرانی کا طرۂ امتیاز نہ تھا بلکہ یہ اس پالیسی کے منقلب ہونے کا مرادف تھا جو اس کے نام اور اولمٹز کی ذلت سے وابستہ تھی کیونکہ متولی السلطنت صمیم قلب کے ساتھ اتحاد جرمنی کا معتقد تھا اور اس امر کا بھی قائل تھا کہ اس اتحاد کو معرض وجود میں لانا پروشیا کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا۔ اگر اسے کچھ شبہہ بھی تھا تو محض اس امر کا کہ یہ سب کب ہوگا اور کس طرح ہوگا۔ ایک چیز کا اسے یقین تھا وہ یہ کہ جس کسی کو جرمنی پر حکومت کرنے کی آرزو ہو اسے اسپر فوراً قابض اور متصرف ہو جانا چاہئیے[2]۔ ان تمام باتوں میں لبرل عقائد کا بہت ہی قلیل شائبہ تھا۔ ایسی بنیاد جس کی وجہ انقلاب ملکی ہو، فرانس کی عارضی شہنشاہیوں کے قائم ہو جانے کیلیے محض ایک ایسی مصنوعی زمین ہو سکتی تھی جس پر بے فصل کے پھل پھول پیدا کر لیے جاتے ہیں۔ مگر پروشیا کی اپیل صرف رب الحرب کی بارگاہ ہی میں پیش ہو سکتی تھی۔

نائب السلطنت کے نظریات سیاسی

صفحہ ۲۹۷

---

[1] بسمارک تذکرہ جلد ا صفحہ ۲۱۵

[2] شاہزادہ ولیم یہ نام موں تا تنر ۲ مئی ۱۸۴۹ء تا ترمز ہو ہنز ورلن کے تحت میں جلد چہارم صفحہ ۶۴

**آسٹریا اور پروشیا کے تعلقات باہمی**

برلن کے اس تغیر افکار کا تلخ تجربہ آسٹریا کو اُس زمانے میں جبکہ اٹلی میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور اس سے قبل بھی ہو چکا تھا معاملات جرمنی میں ان دونوں عظیم الشان قوتوں کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے۔ آخر کار آسٹریا نے پروشیا کے اتحاد المحاصل کا پوری بیداری کے ساتھ احساس کیا اور اپنی ہی پیش کردہ شرائط کی بنا پر اس نے شرکت کیلیے شورشین کرنا شروع کر دیا۔ سرکش والی ہسی ایک مرتبہ پھر آمادۂ ایذا رسانی تھا اور برلن اور وائنا ایک دوسرے کے خلاف صف آرا نظر آنے لگے۔ آخر کار شلسوگ ہولشٹائن کے مسئلے نے ایک دفعہ پھر نہایت نازک صورت اختیار کی اور پروشیا نے آسٹریا کی ذلت و اہانت مدنظر رکھ کر مجلس ملی پر یہ زور ڈالا کہ فریڈرک ہفتم ڈیوک آف ہولشٹائن کو ڈنمارک کا بادشاہ بنا دیا جائے آسٹریا نے سخت کلامی کی لیکن نپولین کی وہ بے احتیاطی جو یکم جنوری ۱۸۵۹ء کو معرض عمل میں آئی تھی، درمیان میں آگئی اور آسٹریا کا متمردانہ لب ولہجہ ایک ذراسی برہمی پر ختم ہوگیا۔ جنگ اٹلی کے آغاز میں پروشیا کی حیثیت مضبوط بھی تھی اور نازک بھی معاونین اور رفقا کی تلاش اور جستجو میں، آسٹریا نے زمین و آسمان ایک کر دیا تھا اور جرمنی میں بالخصوص اسکے جنوبی حصہ میں اسکی استعانت کے لیے کچھ آثار پیدا تھے لیکن پروشیا اس بات پر کبھی آمادہ نہیں تھا کہ وہ ایک مبتلائے آلام رر جرمن قوت کے لیے کسی جذباتی ہمدردی سے بے اختیار ہو کر، اپنے مقاصد فلاح کو قربان کر دے آسٹریا مسلح ہوا لیکن محض بنظر احتیاط، یا پھر اس لیے کہ کسی مناسب موقع پر وہ اپنی تلوار کو اس ترازو میں ڈالدیگا جنھیں خود اس کے ذاتی اغراض و مقاصد متصور ہونگے ولا فرانکا کی التوائے جنگ، جو اٹلی کی شکست، نپولین کی ذلت اور اٹلی کی مایوسی کی مظہر تھی پروشیا کے لیے موجب فیروزمندی تھی۔ اس کی جنگی کارروائیوں کو دیکھکر نپولین اپنے فاتحانہ یلغار کو یک لخت روک دینے پر مجبور ہو گیا تھا خود آسٹریا کے جذبات کیسے ہی کچھ نہ رہے ہوں، جرمنی کی نظروں میں وہ اپنے حریف کا منت گذار بن چکا تھا۔ اپنی تمام آرزوگیوں کے باوجود اٹلی نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ایک جدید طاقت عالم وجود میں آچکی ہے اور چونکہ خود اُس کی طرح وہ بھی

صفحہ ۴۹۲

آسٹریا سے معاندانہ چشمک رکھتی تھی اس لیے بہت ممکن تھا کہ کبھی وہ خود اٹلی کے ہمدوش اور ہم پہلو ہو جائے۔

فرانسس جوزف نے ایک صوبے سے فی الفور دستکش ہو جانا اس سے کہیں زیادہ قابل ترجیح سمجھا تھا کہ اسے ولیم کی سرکردگی میں افواج جرمنی کی پیشقدمی کا منظر دیکھنا پڑتا۔ اور پروشیا اس حقیقت کو بخوبی ذہن نشین کر چکا تھا کہ آسٹریا کو شرائط پذیری پر جس چیز نے بہت جلد مجبور کر دیا وہ اس ہول و ہراس کا نتیجۂ صریح تھا جو اس کے رقیب کے روز افزوں حربی اقتدار سے اس پر طاری ہوا تھا۔ نائب السلطنت نے

**پروشیا میں حربی اصلاحات**

اس سے سبق حاصل کیا پروشیا اور جرمنی کے متعلق اس کے جتنے حوصلے تھے انکو معرض وجود میں لانے کا زینۂ اولین، پروشوی افواج کی اصلاح اس کی ترقی اور اس کی وسعت تھا اور اس کی تمام تر کوششیں اب اسی مقصد کے حصول کے لیے مخصوص ہو چلی تھیں۔ پروشیا کے نظام حربی کو سب سے پہلے ۱۸۱۴ء میں شارن ہورسٹ نے ترتیب دیا تھا، اس وقت سے ابتک اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ہر شخص کا فوجی خدمت کے لیے مجبور ہونا اس اصول کا سنگ اساسی تھا۔ خدمت کی میعاد تین سال تک علم جنگ کے ساتھ، دو سال مستحفظین جنگ کے تحت میں اور سات سال پہلے اور دوسرے عساکر ضبطیہ (ملیشیا) میں شرکت تھی۔ ۱۸۱۴ء سے ابتک آبادی تقریباً دو چند ہو گئی تھی اور چونکہ رجمنٹوں کا شمار و اندازہ ابتک قدیم اصول پر ہوتا تھا اس لیے تقریباً پچیس ہزار آدمی ہر سال فوجی خدمت سے کلیتہً بچ جاتے تھے۔ اس کے ازالے کے لیے یہ تجویز پیش کیگئی کہ پیدل سپاہ کی ۳۹ اور سواروں کی ۱۰ جدید رجمنٹیں قائم کیجائیں اور ساتھ ہی ساتھ عساکر ضبطیہ کے پہلے اجتماع کو اس طور پر منقسم کر دیا جائے کہ اشخاص مشمولہ باعتبار سن و سال عساکر مستحفظہ اور عساکر ردیفیہ میں تقسیم ہو جائیں۔ ان اصلاحات کی نگرانی کے لیے جنرل فطرن رون وزارت حرب میں داخل کر لیا گیا۔

صفحہ ۴۹۴

لہ متولی السلطنت ولیم بنام شاہ بویریا۔ سیبل جلد ۲ صفحہ ۵۴۴

**لبرل جماعت اور اصلاحات حربی**

اب بھی وہ مقام تھا جہاں دستوری حکومت، ملوکیت کے راستے میں سنگ گراں ثابت ہوا۔ ایک لبرل وزارت برسر حکومت تھی جس کی پشت پناہی کے لئے ایوانوں میں لبرل اکثریت بھی موجود تھی اور قطع نظر اس طرح بھی بے اعتمادی کے جو ایسی عسکریت کی طرف سے تھی اور باوجود اس سبق کے جو اسے ۱۸۴۸ء میں حاصل ہوا تھا لبرلزم کی یہ حالت تھی کہ وہ ابتک ہتھیاروں سے زیادہ شمار آراء اور تقاریر کی ہنگامہ آرائیوں پر اعتماد رکھتی تھی۔ سوال یہ پیش کیا جاتا تھا، کیا پروشیا میں، جرمنی نے اپنی اس حربی طاقت کو جو اسے حاصل تھی کبھی کسی بہتر مصرف میں اظہار بھی کیا تھا کہ آج جرمن محبان وطن اس کی توسیع و ترقی میں سعی کریں۔ قدیم عہدیت کی کشاکش اور کشمکش نے ابتک کوئی متاثر صورت نہیں اختیار کی تھی لیکن یہ کس کا قصور تھا؟ دنمارک کا طرز اس امر کا ایک شرمناک بیّن ثبوت تھا کہ دیوہیکل جرمنی مملکتوں کے کسی چالاک اور تیز دست بونے کی گستاخانہ دراز دستیوں کا آسانی کے ساتھ شکار ہو سکتا تھا اعیان جرمنی کی رگ حمیت پھڑک رہی تھی ان کا عزم عمل استوار ہو چکا تھا اور جمعیت عہدیہ کی اصلاحات کے لئے تقریباً ایک درجن اسکیمیں معرض بحث میں تھیں۔ کیا وہ وقت آگیا تھا جبکہ پروشیا اپنے علیحدہ ذخائر حرب و ضرب میں اضافہ کرکے دوسری جرمن طاقتوں کو سہمگین بنا سکتا تھا؟ علاوہ بریں متولی السلطنت نے اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ فرائض عائد کر لئے تھے۔ پارلیمنٹ کے عمل و کار پر قبل از وقت کاربند ہو کر اور یہ فرض کرکے کہ وہ مسودۂ قانون پر کسی قسم کی چون و چرا نہ کریگی اس نے نظام حربی میں تغیر و تبدل کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اب وقت آگیا تھا اور جرمنی یہ ثابت کر سکتا تھا کہ اس میں ایک ہمپڈن پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے ؟

**پروشیا میں آئینی بحران**

۱۲ر جنوری ۱۸۶۰ء کو متولی السلطنت نے پارلیمنٹ کا افتتاح کیا جسمیں اس نے جدید حربی طرز عمل کی تشریح کی اور اسے حق جانب بھی ثابت کیا اسے کامیاب بنانے کیلئے جملہ مسودے ۱۰ فروری کو پیش کئے گئے لیکن مخالفت کی [illegible] گرم بازاری ہوئی کہ انکو واپس لے لینا پڑا اور قدیم آئین کے تحت میں فوج کو از سر نو مرتب اور منتظم کرنے کے لئے بادشاہ خود طیار ہو گیا روپیہ صرف چودہ مہینوں کے لیے

منظور کیا گیا اور متولی السلطنت نے یہ فرض کر کے کہ یہ ایک طرح پر اصلاحات حربی کے اصول سے متفق ہونے کا مرادف تھا اپنی اسکیم کے تحت میں مختلف کارروائیوں پر عمل پذیر ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۶۱ء کی نوروز کو نئی رجمنٹوں کے علمہائے جنگ کی تقدیس کی رسم عمل میں آئی۔ دوسرے ہی دن فریڈرک ولیم چہارم جاں بحق ہوا اور اب ایکطرف بادشاہ جدید تھا اور دوسری جانب ایک آئینی بحران!

**آسٹریا جرمن لبرلزم کے علمبردار کی حیثیت میں**

اب حالات اور واقعات کچھ اسطور پر نازک ہو رہے تھے کہ مضحکہ انگیز غلط کاریوں کا زعفران زار ایک نقش حقیقت بنکر سامنے آنیوالا تھا۔ اب ایک طرف تو پروشیا جس کے اغراض و مقاصد بدرجہا اتم دور اندیشانہ اور جرمن تھے، ایک ایسا راستہ اختیار کر رہا تھا جو بظاہر کلیتہً پروشوی اور استبدادی تھا۔ دوسری جانب آسٹریا اپنے مخصوص اغراض و مقاصد کے بنا پر، لبرلزم کا علمبردار بنکر دفعتاً نمودار ہوا۔ اطالوی جنگ کا ایک نتیجہ تو یہ ظاہر ہوا کہ اسٹروی سلطنت میں (Shwarzen berg) سوارتسن برگ کا نظام مرکزی ناگفتہ بہ طور پر درہم و برہم ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر نظم و نسق میں ابتری پائی گئی، حکومت کا دیوالہ نکلا ہوا تھا اور گورنمنٹ مفلوج اس کشمکش سے عہدہ برا ہونے کی صرف یہ صورت رہ گئی تھی کہ ذمہ داریوں کا بار کسی نہ کسی قسم کی نیابت عامہ پر منتقل کر دیا جائے اور دستوری مراعات کی پہلی قسط کے طور پر، مارچ ۱۸۶۰ء میں شہنشاہ نے تمام سلطنت کے لئے ایک مرکزی مجلس کا انتخاب کیا۔ یہ ناآمیز اور متضاد مبادیات اور میلانات کی باہمی کشاکش کا میدان ثابت ہوا۔

اب ایکطرف تو جرمن لبرل جماعت تھی جس کا نصب العین ایک ایسی متحدہ سلطنت تھی جسکی بنیاد مختلف صوبوں کی آزادی پر تھی اور دوسرے جانب اپنے پورے شدید اور جارحانہ جذبہ ملی کے ساتھ مگیاری اور سلافی صف آرا تھے۔ آغاز کار میں تو شہنشاہ کا میلان خاطر موخر الذکر کی جانب تھا اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو اس نے ہنگری کو اس قدیم آئین پر فائز کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ دیگر مملکتوں کو مقامی مجالس مقننہ کے قیام کی اجازت دیکر ان سب کو مجلس مرکزی کی تحت میں لے لیا لیکن مگیاری ۱۸۴۸ء کے دستور حکومت کے علاوہ کسی اور چیز پر رضامند نہ ہو سکے اور انھوں نے

علم بغاوت بلند کر ہی دیا۔ فرانسس جوزف نے جرمن جماعت کے سایۂ عاطفت
میں پناہ لی۔ ہنگری میں فوجی قانون نافذ ہوا اور مئی ۱۸۶۱ء میں تمام سلطنت کے لئے
وائنا میں ایک پارلیمنٹ کا افتتاح ہو گیا۔

وائنا میں تخیل المانی کی کامیابی نے آسٹریا کو فی الحال جرمنی کی لبرل جماعت
کی نظروں میں بے حد مقبول بنا دیا اور اس نے حتی الوسع اس امر کی کوشش کی کہ
یہ جذبہ محکم اور مصدق ہو جائے تاکہ وہ اسے اپنے مقصد براری کا حیلہ بنا سکے
ہسی اور سلسوگ ہولسٹائن کے معاملات ایسے تھے جن سے وہ دستوریت
اور المانی جذبہ وطن پرستی کی شان علمبرداری کا اظہار کر سکتا تھا اور یہ ایک ایسی
چیز تھی جس کے متعلق وہ گوارہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس پر صرف پروشیا ہی دست
منفعت دراز کر سکے۔ کچھ دنوں کی مطلق العنان حکومت اثنائی کے بعد ۳۰ مئی ۱۸۶۰ء

**ہسی میں دستوری بحران**

کو والی ہسی نے ۱۸۵۲ء کے دستور حکومت کے نمونے پر
ایک نیا دستور حکومت نافذ کیا، لیکن مملکتوں کا اجتماع صرف
اس غرض سے عمل میں آیا تھا کہ ۱۸۳۱ء کی آزادانہ دستور حکومت
کی بازیافت کے لئے ایک متحدہ مطالبہ کیا جائے، بالآخر یہ تمام مسئلہ مجلس ملی کے
سامنے پیش کیا گیا۔ اپنی گذشتہ روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مجلس نے والی
کے اقتدار حکومت کو برقرار رکھا لیکن اس رویے کے خلاف پروشیا کا معترض ہونا
کچھ مخصوص وجوہ کے بنا پر نہ تھا آسٹریا جو گویا رسم اصطباغ سے فارغ ہو کر ابھی ابھی
اس دستوری گلے میں داخل ہوا تھا اپنے اس تبدیل مشرب کے خلوص کو ثابت کرنے
کی غرض سے، پروشیا سے ہمدوش ہو کر مجلس ملی پر اس امر پر زور دینے کیلئے
ملیار ہو گیا کہ اس مسئلہ کا تصفیہ خود اس کی روئداد پر کیا جائے۔ جیسا کہ بعد میں
ظاہر ہوا یہ نوزائیدہ غیرت بھی محض ایک فریب تھا۔ اس کی اور اُس مفاہمۂ قلبی
کی واقفیت یا غیر واقفیت کم و بیش یکساں تھی جو ڈچیز کے معاملے میں دربار برلن
کے ساتھ کیا گیا تھا، اس کی اصل اس اندیشے سے پیوستہ تھی کہ پروشیا کو کسی
قسم کا کوئی موقع نہ دیا جائے اور جرمن آرا نے ایکبار پھر آسٹریا کی روشن خیال پالیسی
سے ان استبدادی کارروائیوں کا مقابلہ کیا جو برلن میں وقوع پذیر ہو رہی تھیں

اور ایسے نتائج اخذ کئے جو کلیتہً غلط تھے۔

۱۸۶۴ء کی پروشویا پارلیمنٹ عقل و فہم سے اتنی ہی دور نظر آتی تھی جتنے اسکے پیشرو اور شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ عقل و فہم سے وہ روشناس ہی نہیں کرائی گئی۔ جنگی تیاریوں کا رُخ دیدہ و دانستہ آسٹریا کے طرف پھیر دیا گیا تھا اور یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو بمشکل تسلیم کیجا سکتی تھی۔ لبرل اکثریت، جو گذشتہ انتخاب میں اپنی تعداد اور اعتماد کے اعتبار سے کافی ترقی کر چکی تھی صرف غیر متعلق اور خلاف عقل تقاضوں پر اُتر آئی تھی۔ اب بجائے اس کے کہ وہ حکومت کے زاویۂ نظر سے اپنی وابستگی کا میلان ظاہر کرتی، یہ تجاویز پیش کرتے ہوئے کہ میعاد خدمت جبریہ سے ایک سال حذف کر دی جائے اور عساکر ضبطیہ میں تخفیف کرنے کے بجائے اس کا حلقہ اور زیادہ وسیع کر دیا جائے

پروشیا کے دستوری بحران کا مزید سلسلہ

اسنے اپنے قدیم [illegible] سے [illegible] افواج کی تنظیم میں علم جہاد بلند کر دیا۔ اس امر نے بادشاہ کو مجبور ہو کر ٹھیک اسوقت جبکہ دستور عہدیت کے از سر نو ترتیب اور تنظیم دئے جانے کے متعلق گفت و شنید کا آغاز ہونے والا ہی تھا ایوانوں کو برخاست کر دیا۔ اس کے بعد فوراً ہی لبرل وزارت مستعفی ہو گئی اور اس کے بجائے پرنس ہوہنلوہے کی سرکردگی میں ایک قدامت شعار کابینۂ وزارت برسر کار آئی۔ آرائے عامہ اب نہایت شدت کے ساتھ حکومت کے خلاف مشتعل ہو چکی تھیں اور نئے انتخابات کا نتیجہ ایک ایسے ایوان کی صورت میں برآمد ہوا جو اپنے پیشرو سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لبرل تھا۔ ۲۲ اگست کو ایوانوں نے نہایت زبردست اکثریت کے ساتھ بجٹ سے اس مد کے نکال دینے کا فیصلہ صادر کیا جو اصلاحات حربی سے متعلق تھا۔ وزراء نے اب اس امر کا اعلان کیا کہ ایوان کی اس مسلسل مخالفت سے انکے لئے یہ ناممکن ہو گیا تھا کہ وہ جدید نظام حربی کی اعانت کر سکتے نظر برآں شاہ ولیم نے انکا استعفیٰ منظور کر لیا اور پورے عزم و استقلال کے ساتھ جسمیں کسی قسم کی لغزش واقع نہیں ہوئی تھی اپنی استعانت کے لئے بسمارک کو طلب کیا۔ اسطور پر بالآخر یورپ کے منصۂ سیاست پر وہ پیکر نمودار ہوا جو کم و بیش چوتھائی صدی تک کار فرما رہا تو

شاہ ولیم بسمارک کو وزارت کے لئے طلب کرتا ہے ستمبر ۱۸۶۲ء

بسمارک ایک مدبر سلطنت کے اعتبار سے، مکیاولی کے مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور اس عظیم الشان فلورنطینی کے ساتھ وہ ان تمام ذہنی زیاں کاریوں سے متنفر تھا جو سیاست کے مراحل کو ظلمت آلود بناتی ہیں تاہم اسکی سیرت میں اطالوی لطف ولینت کا فقدان تھا۔ اسکا بسمارک اور اسکی امتیاز خصوصی، فی الحقیقت، ایک قسم کی بیباکانہ اور بے باک راستی تھا حکمت عملی اگویا بے باکی سے کارفرما ہونے کی اس میں کافی اہلیت تھی۔ معلوم یہ ہوتا تھا گویا اس کی منزل مقصود اس درجہ متقین اور نمایاں تھی اور اسے حاصل کرنے میں جس طاقت اور ہمت کی ضرورت تھی اس کا کوئی منکر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس خیال کا نقش وہ دوسروں کے دل پر بٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ اسے یہ اندازہ لگانے میں کمال تھا کہ حصول مقصد کے لیئے ذرائع اور وسائل کس طور پر برسرکار لائے جا سکتے ہیں اور راستے کی دشواریوں کی اہمیت کیا ہے۔ مزید براں وہ خوب سمجھتا تھا کہ کس وقت زبان کو حرکت اور کسوقت اسے قفل سکوت دینا چاہئے اس نازک وقت میں ایک ایسے آہنیں عزم شخص کو بطور آلہ کے منتخب کرنے میں شاہ ولیم کی فطرت اور فراست نے اس سے غداری نہ کی تھی۔ بسمارک کی سیرت اور اس کی اس عام ہمدردی کے علاوہ، جو اسے بادشاہ کی ان حوصلہ مندیوں سے تھی جو پروشیا سے وابستہ تھیں، اس کی جدید ترتیب نے اسے اس منصب کے لیئے منتخب کرلیا تھا جس کی عنان اب اس کے سپرد کی گئی تھی۔ نو سال کی وہ مدت جسے اس نے فرینکفورٹ کی مجلس ملی میں پروشیا کی نمائندہ کی حیثیت سے گذاردی تھی اس نے نہ صرف عہدیت جرمنی کے ہر دربار حکومت اور ہر مدبر سلطنت سے نہایت گہری شناسائی اور واقفیت حاصل کرلی تھی بلکہ اس نے انتہائی دقت نظری کے ساتھ آسٹروی سازشوں کے ان تمام پیچیدہ کید و تزویر کا اسوقت سے مطالعہ کیا تھا جب سے کہ شوارزن برگ نے پروشیا کو بار دیگر آسٹریا کے طوق درسن میں جکڑ دیا تھا۔ وہ اس سے بہت قبل اس حقیقت کا احساس کرچکا تھا کہ آسٹریا، دشمن، تھا اور جبتک کہ وہ جرمنی سے دھکے دیکر نہ نکالدیا جائے، پروشیا اور جرمنی میں سے کسی ایک کا بھی طاقتور ہونا ممکنات سے نہ تھا۔ اسطور پر پروشیا کو اتنا طاقتور بنا دینا کہ وہ عہدیت جرمنی میں سے آسٹریا کو حذف کرسکے

اس کی پالیسی کے مقاصد عالیہ میں داخل ہو گیا تھا۔
بسمارک نے اپنی وضع دارانہ بے تولی کی ماتحت اپنے مقاصد کو کسی حجاب یا نقاب سے گرانبار نہ کیا۔ گو باقتضائے ضرورت اس نے اُن ذرائع کو صیغۂ راز ہی میں رکھا جن سے یہ مقاصد عمل پذیر بنائے جا سکتے تھے اتحاد محاصل کے سلسلے میں یہ حقیقت آشکار ہو چکی تھی کہ پروشیا اب اپنے یا جرمنی کے اغراض و مقاصد کو کسی ایسے سیاسی اتحاد کے افسانہ کے مقابلے میں ثانوی حیثیت نہیں دے سکتا تھا جو اس کے آسٹریا سے منسلک کر دیئے جانے کے متعلق پیش کیا جا سکتا تھا۔ ۱۸۴۱ء میں آسٹریا کو اتحاد محاصل میں شریک کر لینا اس لیئے ناممکن ہو گیا تھا کہ اٹلی[۵] اور ہنگری کو اس میں داخل کرنے یا اس سے حذف کر دینے میں شدید دشواریاں تھیں ۱۸۵۳ء میں پروشوی اتحاد محاصل اور آسٹریا کے درمیان، سات سال کے لیئے ایک تجارتی عہدنامہ ہوا

آسٹریا اور اتحاد محاصل
۱۸۵۳ء اور ۱۸۶۲ء

تھا جسے اس مدت کے ختم ہونے کے بعد پھر معرض بحث میں لایا جا سکتا تھا لیکن ظاہر ہے کہ صرف مرور ایام سے کوئی لاینحل مسئلہ حل پذیر نہیں ہو سکتا ۱۸۶۲ء میں اتحاد محاصل کو آزاد تجارت کے اصول پر از سر نو مرتب کیا گیا لیکن اسٹروی نظام محاصل اب تک شدت کے ساتھ استثنائی تھا۔ یہ تبدیلی، جو اس وقت عمل میں آئی تھی جب، حسب منشاء اتحاد محاصل سے اسٹریا کے تعلقات پر نظر ثانی ہونے والی تھی۔ آسٹریا اور تمام دنیا کے نزدیک اس حقیقت پر محمول کی گئی کہ حکومت وائنا سے ہمنوا ہو جانے کے لیئے، پروشیا اپنے نظام تجارت میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا کرنے پر طیار نہ تھا اور اس خیال کو اس حقیقت سے اور تقویت پہنچی کہ یہ تبدیلی اس لحاظ سے عمل میں آئی تھی کہ فرانس سے ایک تجارتی معاہدہ کرنے میں سہولت پیدا ہو سکے، بالفاظ دیگر، عہدیت جرمنی کی ایک ہمسایہ مملکت سے جو قلبی موانست تھی کہ ایک بیرونی طاقت کے اتحاد پر قربان کر دی جانیوالی تھی۔ آسٹریا نے اس پر نہایت زبردست احتجاج کیا اور اس کے اس احتجاج پر اتحاد محاصل کے اراکین کی ایک زبردست جماعت نے

۵ اسپرنگر جلد اول صفحہ ۵۵۶

صدائے لبیک بلند کی۔ پروشیا جسے امید واثق تھی کہ چھوٹی ریاستوں کے جذباتی یا حاسدانہ اعتراضات کے مقابلے میں ایک بار پھر، مادی اغراض و مفاد کا پلہ گراں رہیگا اپنے عزم و استقلال پر قائم رہا اور اس نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۲ء کو فرانس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔ اسٹریا کی جدید و مزید صدائے احتجاج کا جوجواب اس نے دیا وہ نہایت نمایاں طور پر غیر دوستانہ، اور پرمعنی تھا۔ اس جواب نے وہ ہیئت اختیار کر لی جس سے اٹلی کی جدید سلطنت کو تسلیم کر لینا ترشح ہوتا تھا۔ یہ افسانہ مئی کے اس مراسلہ کے ساتھ جو پروشوی اعلان جنگ کی صورت میں کاسل کے پاس بھیجا گیا تھا اور جس میں دستور حکومت کے متعلق وہاں کے والی کی کافی تادیب کر دی گئی تھی، برلن کی جدید حکومت کی قوت پر دال تھا۔ اور بسمارک کے کارفرما ہونے کے بعد اس میں کسی قسم کے ضعف کا اندیشہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اپنے اصول پر صدافت کے ساتھ قائم رہتے ہوئے کہ بلا ضرورت اشتغال پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیئے، بسمارک نے ”قدیم لبرلوں“ سے مفاہمہ کر لینے کیلئے قدم بڑھایا۔ یہ کوشش رائگاں ہوئی لیکن باستثنا، اس مدآمدنی کے جو اصلاحات حربی کے لیئے ضروری تصور کی گئی تھی، دارالامرا نے بجٹ کو کلیتہً مسترد کر دیا۔ اور کثرت آرا نے حکومت کی پالیسی کو منظور کر لیا ایوان زیریں نے ایوان بالائی کے اس فیصلہ کو خلاف دستور قرار دیا لیکن اس نے حکومت کو ایک طرح کا استحقاق تفویض کر دیا اور چونکہ اس کے فوراً ہی بعد بحث مباحثہ کا دوران میعاد ختم کر دیا گیا بسمارک نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ دارالامرا کی رائے حاصل ہوجانے کے بعد حکومت کو اس منظوری کا انتظار نہ کرنا چاہیئے جو دستور حکومت کی رو سے لازم آئی تھی بلکہ انتظامی کارروائیوں پر فی الفور عملدرآمد شروع کر دینا چاہیئے۔

برخلاف میٹرنخ، بسمارک نظم حکومت میں آرائے عامہ کو محض ایک حقیر اور سطحی عنصر نہیں تصور کرتا تھا، فی الحقیقت یہ ایک کورچشم اور زود فریب عفریت تھا جس پر اگر باقاعدہ لگام و دہانہ سے قابو رکھا جائے تو یہ کارآمد اور طاقتور بنایا جاسکتا تھا لیکن اگر اسے بیجا طور پر مشتعل کیا جائے تو پھر اس کا خطرناک ہونا بھی لازمی تھا۔ نظر براں یہ صرف شدید ضرورت، کا اقتضا تھا کہ اس نے

حربی اصلاحات کے متعلق بسمارک لبرل اکثریت کو ہیچ وحقیر گردانتا ہے

لبرل جرمنی کی متحدہ اذکار وجذبات کو ہیچ وحقیر گردانتا۔ لیکن وہ ان مہیب نتائج سے بے خبر نہ تھا جو پروشیا کے موجودہ طرزِ عمل سے ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ ایسے زبردست نتائج جنکے مقابلے میں اب بھی وہ آسٹریا سے کوئی ایسا معاہدہ ومفاہمہ کر لینے کیلئے تیار تھا جنکے متعلق یہ یقین کیا جا سکتا کہ صرف التوائے حرب وضرب کا مرادف نہ تھا اس نے کاونٹ کرولی سے، جو مجلس ملی میں آسٹریا کی نیابت کر رہا تھا کہدیا تھا کہ "ہمارے ان تعلقات کا جو آسٹریا کے ساتھ ہیں ہوجائینگے یا بدتر اور ہماری مخلصانہ آرزو یہ ہے کہ اول الذکر ہی وقوع پذیر ہو، لیکن اس نے محسوس کیا اور اس کا اظہار بھی کر دیا کہ جبتک آسٹریا، جرمنی کے درباروں سے اپنے اثرات اٹھا لینے پر قناعت، اور "اپنے مرکز ثقل کو بودالیست کی جانب منتقل نہ کریگا" پروشیا کا آسٹریا کے دشمنوں سے ہمدوش ہونا ناگزیر تھا اور چونکہ آسٹریا اس کے اس اشارہ پر عملدرآمد کرنے کیلئے آمادہ نظر نہیں آتا تھا پروشیا کے لیئے صرف یہی رہ گیا تھا کہ وہ مسلح ہوجائے۔ مواز نے کے سلسلے میں جو کمیٹی قائم ہوئی تھی، اس کے سامنے ۳۰ ستمبر ۱۸۶۲ء کو اس نے کہدیا "اعانوی مسئلہ پارلیمنٹ کی قراردادوں سے نہیں بلکہ خون وخنجر سے طے پائیگا"[1]۔

"خون وخنجر" کی پالیسی کا اقتضا صرف یہ تھا کہ خواہ اس راستے میں کیسے ہی خطرات کیوں نہ پیش آئیں حربی اصلاحات کی اسکیم کو کسی نہ کسی طور پر منظور کر لینا چاہیے! بلکہ دول یورپ کو بھی اس احتیاط کے ساتھ ہموار کر لینا تھا جسوقت جرمنی کے خانگی معاملات کو طے کرنے کا وقت آئے تو پروشیا کسی نامقبول بیرونی مداخلت کے عدم وقوع پر اطمینان بھی کر سکے۔ بہرحال سیاسی مستقبل اسوقت نہایت پرآشوب نظر آرہا تھا۔ پیرس [illegible] کے بعد سے نپولین، روس اور فرانس کے باہمی [illegible] زیادہ وابستہ کرنے پر برابر تُل رہا تھا پیہم [illegible] سے مدبران یورپ کو جن کے ذہن میں واقعہ

پروشیا [illegible] فرانس [illegible] کا [illegible]

---

نوٹ (۱) سیبل جلد دوم صفحہ ۵۰

(۲) ہان جلد اول صفحہ ۶۶

ٹلسٹ محفوظ تھا۔ ان دونوں سلطنتوں کے اتحاد کا شدید خطرہ دامنگیر رہا تھا، جس سے محفوظ رہنے کے لیے وہ ہر ابتلا ومصیبت سے عہدہ برا ہونیکے لیے آمادہ تھے۔ اس نازک موقع پر پروشیا کے لیئے یہ واقعہ مہلک ثابت ہوتا، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ نپولین یا الگزانڈر، پروشیا کے حوصلوں کی منزل مقصود سے باخبر تھے بلکہ اس اتحاد سے پروشیا اگر آسٹریا کی قوت کو پست ونابود کرکے کچھ فائدہ بھی حاصل کرلیتا تو وہ اپنی صولت وظفر کے ثمرات سے متمتع نہیں ہوسکتا تھا۔ اوائل ۱۸۶۳ء میں پولینڈ میں ایک زبردست ہنگامۂ بغاوت نمودار ہوا اور اسطور پر فرانس اور روس میں کسی ارتباط قلبی کا امکان باقی نہ رہا اور براعظم کی پوری طاقت دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایکطرف پروشیا اور روس اور دوسری جانب آسٹریا اور فرانس تھے۔

صفحہ ۴۰۱

دسمبر ۱۸۴۵ء کے فرمان شاہی کی رو سے اہالیان پولینڈ کی آزادی کا آخری شائبہ بھی فنا ہوگیا جسے وہ کسی طرح منظور نہیں کرسکتے تھے اور یہ بددلی اور بے اطمینانی حکومت روس کے اُس طرز عمل سے اور زیادہ ترقی کرگئی تھی جس کے تصرف سے وہ پولینڈ میں اپنی سطوت وحکومت محکم اور منتظم کرنا چاہتی تھی اور جس کا ماحصل طبقۂ مزارعین کو طبقۂ غالب کے خلاف شہ دیتے رہنا اور زمینداروں کو نقصان پہنچاکر ان کی حالتوں کو بہتر بناکر جماعت عوام کو زار کا وابستۂ دامن بنانا تھا۔ اسطور پر اُس طبقے کی سیاسی شکایات پر معاشری شکایت کا ایک اور اضافہ ہوا جو کبھی حکمراں رہ چکی تھی لیکن اب نہ تھی۔

**پولینڈ میں ہنگامۂ بغاوت**

جبتک نکولس سریر آرائے سلطنت تھا اسوقت تک اس کے آہنی پنجوں کی گرفت ایسی سخت تھی کہ اہالیان پولینڈ تاب مقاومت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن الگزانڈر کے حکمراں ہونے کے بعد حکومت کی انتہائی اور بدترین سختیاں کسی قدر ہلکی ہوگئیں اور اسطور پر حسب معمول اُمید نے وہ کر دکھایا جو یاس سے شاید کبھی نہ ہوا ہوا۔ اہالیان پولینڈ میں تحریک ملی نے کروٹیں بدلنی شروع کردیں۔ جدید شہنشاہ کی تاجپوشی کے موقع پر عام معافی کا اعلان ہوتا تھا کہ مہاجرین اور پناہ گزینوں کا قافلہ، جن کے ذہن ودماغ پیرس کی بلند آہنگ ہمدردی

اور دلسوزی سے گونج رہے تھے، جوق درجوق پولینڈ میں داخل ہوئے اور فرانسیسی امداد واستعانت کی توقع ایکبار پھر علم ویقین کی حد تک پہنچ گئی۔ زار کی منظوری سے ۱۸۶۱ء میں ایک انجمن موسوم بہ انجمن زراعت، قائم ہوئی تھی جو محض ایک معاشی جماعت تھی لیکن رفتہ رفتہ ایک زبردست سیاسی طاقت بنگئی۔ یہ انجمن اب وطن پرستانہ شورشوں کا مرکز بنگئی۔ اب طبقۂ مزارعین کو روس سے علیحدہ کرنے کی اہمیت محسوس کی گئی اور ۱۸۶۱ء میں انجمن مذکور نے اپنے ایک اجلاس میں جس میں آزادی پولینڈ کے مسئلے پر بحث ہوئی تھی زار کو زرعی غلاموں کی نجات وآزادی کی تکمیل کے لیے درخواست گذرانی سیاسی شورشین کے آثار ترقی سے اندنوں روسی حکومت مشوش اور مضطرب ہورہی تھی۔ ۱۹ر فروری ۱۸۶۱ء کا فرمان شاہی جس کی رو سے روس کے زرعی غلاموں کو حظ آزادی حاصل ہوا تھا پولینڈ میں نافذ نہیں تھا۔ چند ہی ہفتوں کے بعد انجمن زراعت برخاست کردیگئی اور اس کے ساتھ ہی افواج متعینۂ پولینڈ میں معتدبہ اضافہ کردیا گیا۔

ایک سال سے زائد پولینڈ کی حالت میں بظاہر کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور مئی ۱۸۶۲ء میں زار نے اپنے بھائی قسطنطین کو نائب شاہ بناکر وارسا بھیجا اور دیوانی کے ناظم اعلیٰ کا منصب مارکوئس وی لیوپلسکی کو سپرد کرکے اسکی معیت میں کردیا اور اسے استقلال واستحکام کے ساتھ، جو رعایات ومراعات سے ممزوج کرلیے جایا کریں پولینڈ پر حکمرانی کرنے کی ہدایت کردی۔ لیکن اہالیان پولینڈ کسی قسم کی صلح کوشی یا مفاہمہ کے لیے آمادہ نہ تھے اور باوجود اس کے کہ وہ ابیضی اور احمرین دو جماعتوں میں خود تقسیم ہوچکی تھی اور جو علی الترتیب قدامت شعار ملت پرستی اور انتہائی انقلاب کے علمبرداروں میں تھے وہ اس امر میں متحد تھے کہ جب تک ان کی ملی آرزوؤں کے متعلق ان کو کافی اطمینان نہ ہوجائیگا وہ کسی اور چیز کو منظور کرنے کے لیے طیار نہ تھے۔ نائب شاہ کے اس اعلان کا جواب جس میں زیادہ روشن خیال پولستانیوں کو حکومت سے ہمدوش ہوکر امن وتسلط قائم کرنے کی دعوت دیگئی تھی، ایک محضر نامے کی صورت میں دیا گیا جس پر ان نمایندوں کی کثرت کے ساتھ دستخطیں ثبت تھیں جو طبقۂ اعیان واکابر سے تعلق رکھتے تھے

صفحہ ۴۰۲

اور جس میں دستور حکومت اور ان ممالک کی واپسی کی درخواست کی گئی تھی جو پولینڈ سے منقطع کر دیے گئے تھے۔ اب روسی حکومت کو ایک دفعہ پھر جبر و تشدد برسر کار لانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

اکتوبر ۱۸۶۲ء میں زار نے فوجوں کی بھرتی کے لیے ایک جدید قانون نافذ کیا۔ توقع یہ تھی کہ اس کی وجہ سے تمام لوگ فوجی انضباط کے شکنجے میں آجائینگے اور بددلی اور بے اطمینانی فرو کیجا سکے گی۔ اس قانون کو نافذ کرنے کی جو تدابیر جنوری ۱۸۶۳ء میں اختیار کی گئیں انھوں نے حالات و واقعات کو اور سرعت کے ساتھ نازک بنا دیا۔ ایک کثیر جماعت ان لوگوں کی جو جبری فوجی خدمت کی زد میں آنے تھے اس سے پہلے ہی باخبر ہو چکی تھی اور یہ لوگ جنگلوں میں روپوش ہو گئے تھے۔ وہ رنگروٹ جس کی وار سائیں دار و گیر ہوئی سپاہ پر ٹوٹ پڑے، دست و گریبانی سے بلوے کی نوبت آئی اور بلوے نے ترقی کر کے بغاوت عام کی صورت اختیار کر لی غیر مسلح اور غیر مرتب پولیس آزادی ملت کے قیام و بقا کے لیے آخری بار تیغ آزمائی کرنے پر طیار ہو گئی تو

۱۸۳۱ء میں پولینڈ والوں کا مستقبل جیسا کچھ تاریک معلوم ہوتا تھا اس سے کہیں زیادہ مایوس افزا ۱۸۶۱ء میں نظر آتا تھا، اسوقت وہ مصافی قوتوں کی تاب و تواں کی آزمائش در پیش تھی اسوقت صرف ایک اعلیٰ آبادی کی بغاوت رونما تھی باایں ہمہ یورپ کا حال کلیتہً نامساعد نہ تھا اور باغیوں کو یہ توقع تھی کہ وہ اگر کچھ عرصے تک بھی زار کی طاقت و قوت کے مقابلے میں ثابت قدم رہے تو دول یورپ دخل اندازی پر مائل کیے جاسکیں گے بہت سے ایسے

**یورپ اور بغاوت پولینڈ**

اسباب تھے جس سے اس توقع کا قرین قیاس ہونا ثابت ہوتا تھا فرانس میں پادریوں کی جماعت نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان کیتھولکوں سے اظہار ہمدردی کر رہی تھی جو راسخ الاعتقاد عیسائیوں کی دراز دستیوں کے آماجگاہ بن رہے تھے۔ احرار ان لوگوں کے دمساز ہو رہے تھے جو اپنی آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ انگلستان میں آرائے عامہ جس طور پر اہالیان پولینڈ سے ہمدردی کر رہی تھی

صفحہ ۴۰۳

اس کا اظہار بے شمار جلسوں میں ہو رہا تھا۔ بالآخر آسٹریا نے اس اطمینان قلب کے ساتھ جسے وہ بسا اوقات پردۂ خفا میں نہیں رکھ سکتا تھا، اپنے زبردست ہمسائے کے اضطراب و دلتنگی کا مسرت کے ساتھ مشاہدہ کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف روس کی بے یاری و مددگاری نے بسمارک کو وہ موقع دیدیا جس کا وہ منتظر تھا۔ یعنے فرانسیسی روسی ائتلاف کی شکست و ریخت اور اس کے بجائے روس اور پروشیا میں ایک محکم اتحاد کا قائم کر دیا جانا۔

**پروشیا اور پولینڈ**

اہالیان پولینڈ کو فی الحقیقت اس خطرے کے سد باب کرنے کی کوئی فکر نہ تھی جماعت احمرین مغربی پروشیا کے پورے حصے پوزن اور پومیرانیا کے اس حصے کا جو دریائے اوڈر تک چلا گیا تھا اور جو اس سے قبل سلطنت پولینڈ کے حصص تھے، مطالبہ کر رہی تھی اور باغیوں نے پروشوی مقبوضات میں رنگروٹ بھی جمع کرنے شروع کر دیے۔ اس طور پر بقول بسمارک اس بغاوت کا فرو کرنا پروشیا کے نزدیک بھی "حیات و ممات کا مسئلہ تھا" یعنے اگر پولینڈ سے روسی نکال بھی دیے جاتے تو پھر وہاں پروشیا کا داخلہ لازمی تھا۔[1] شاہ ولیم نے زار کو جو مراسلہ بھیجا تھا اس میں وہ تحریر کرتا ہے "بغاوت پولینڈ کے سلسلے میں دونوں سلطنتوں کی حالت فی الحقیقت ان دو حلیفوں کی تھی جن کو کسی مشترک غنیم کا سامنا ہو" اندریں حالت اشتراک عمل پر طیار ہو جانا کچھ مشکل یا بعید نہ تھا۔ ۸ رفروری کو ایک معاہدے پر دستخط ثبت

**روسی پروشوی اتحاد**

کیے گئے جس کی رو سے جرمنی نے مغربی سرحد پر فوجی جمعیتیں (آرمی کور) بھیج دیں اور اس محاذ کے متعلق ساتھ ہی ساتھ دونوں حکومتوں کو اعلان کر دیا گیا کہ فوجی نقل و حرکت میں یہ کسی طور پر حد فاصل نہ تصور کیا جائیگا۔"

روسی پروشوی معاہدے نے دول یورپ کو مضطرب کر دیا۔ اس واقعے نے نپولین کو خصوصیت کے ساتھ منغض کیا۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا تھا کہ اس میں

**نپولین سوم اور پولینڈ**

خود اس کی شرکت لازمی تھی اور اس طور پر وہ خلیج جو اس کے اور سینٹ پیٹرسبرگ کے ایوان حکومت کے درمیان حائل تھی

[1] سیبل جلد ۲ صفحہ ۵۷۴۔ ہان جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ وغیرہ

اور زیادہ وسیع ہو جائیگی۔اس کے نزدیک پولینڈ کا ہنگامہ بغاوت، فی الحقیقت نہایت ہی بے موقع تھا۔ وہ میکسیکو کے متعلق بڑی بڑی اسکیمیں طیار کرنے میں منہمک تھا اور یہ وہ اسکیمیں تھیں جنھوں نے اپنے خاتمے کے ساتھ خود اس کی اور فرانس کی شہرت کو خاک و خون میں ملا دیا اسکے علاوہ اور بہت سی اسکیمیں تھیں جو اسے سرزمین اٹلی سے قدم نہ نکالنے دیتیں جہاں گاریبالڈی اور اسکے سرخ پوش اُن بھوکے بھیڑیوں کے مانند جو بھیڑ بکریوں کے رمنوں کے چاروں طرف غراتے اور چکر لگاتے ہوں۔ رومہ کی حرمت و تقدس کے درپے نظر آرہی تھی۔ لیکن باوجود اس شور و شغب کے جو تیسیوں اور احرار کی طرف سے برابر اس کے کانوں تک پہنچتا رہا، یہ ظاہر تھا کہ وہ پولینڈ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرتا۔ اسطور پر ۱۷ فروری کو ڈرویں ڈی لوئیں نے ایک مراسلہ برلن بھیجا جس میں اس نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ ۸ فروری کے معاہدے نے مسئلہ پولینڈ کی اہمیت کو تمام یورپ کے اغراض و مقاصد سے وابستہ کر دیا تھا اور دوسرے ہی دن حسب ضابطہ ایک نوٹ سینٹ پیٹرسبرگ بھیجا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ پولینڈ میں روس کے طرز عمل سے عہدنامہ وائنا کے شرائط کی خلاف ورزی ہو رہی تھی۔ نپولین کا دفعۃً "معاہدات" کا علمبردار ہو کر نمودار ہونا یورپ کی کسی قدر جرات کا موجب ہوا۔ اور آسٹریا نپولین کے خلوص کا منکر ہونا کچھ غیر فطری بھی نہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اس کے دلائل و براہین کی تائید کرنا گوارا نہ کیا کاؤنٹ ریخبرگ نے اپنی اُلجھی ہوئی منطق کے ساتھ یہ حقیقت پیش کی کہ "اگر پولینڈ کے معاملے میں ان معاہدات اور ذمہ داریوں کی بجا آوری منظور ہے جو سنہ ۱۸۱۵ء میں دول یورپ نے اپنے اوپر عائد کی تھیں تو پھر اسوقت کی دیگر تمام شرائط کی بجا آوری کیلیے کیوں نہ اصرار کیا جائے"۔ تاہم فرانس اور روس کے درمیان جو خلیج حائل تھی اسے مزید وسعت دینے میں آسٹریا کے اغراض و مقاصد کی سرسبزی لازمی تھی۔ اس سے اسکے اُس دیرینہ خواب پریشاں کا ازالہ ہونا تھا جو ایک عرصے سے اسکے سکون میں خلل انداز ہو رہا تھا۔ کبھی وہ دیکھتا تھا کہ اٹلی نپولین کے پنجہ غضب میں ہے کبھی وہ بحیرۂ روم کو ایک فرانسیسی جھیل پاتا تھا اور کبھی دولت عثمانیہ کو روس

آسٹریا اور انگلستان کا طرز عمل

صفحہ ۴۰

[1] بلوم فیلڈ بہ رسل کاغذات پارلیمنٹ سنہ ۱۸۶۳ء، ۸۵ × ۷۷۔

اور فرانس میں تقسیم ہوتے دیکھتا تھا۔ اب یہ ظاہر تھا کہ اگر فرانس اور روس باہم دست وگریباں ہوجائیں تو کم سے کم آسٹریا کا فرض تھا کہ وہ انھیں مصروف پیکار رکھنے میں برابر معین ہوتا رہے۔ کسی ایک فریق کے ساتھ صف آرا ہونا اسکی فطرت ہی میں نہیں داخل تھا۔ رہی انگلستان کی مداخلت قطع نظر اس حقیقت سے کہ روس کی بیخ کنی ریشہ دوانی ہمیشہ اس کے ارباب حل وعقد کے مدنظر رہی۔ اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ جو غرض وغایت اسکی محرک ہوئی وہ نسبتاً کم خود غرضانہ تھی۔ آرائے عامہ حقیقی طور پر اہالیان **پولینڈ** کی ہمدردی اور موافقت کے جوش میں تھی اور کابینۂ وزارت نے حلقہ جات انتخاب کے اصرار کو ایک لقمۂ تر پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی پس ۱۸۱۵ء کا معاہدہ انکی مداخلت کے لیے بھی آسان حیلہ ثابت ہوا۔

اسطور پر ہر سہ حکومتوں نے مصلحت مداخلت کو بالاتفاق تسلیم کرلیا لیکن ان کے عہد و پیمان کے حدود یہیں تک ختم ہوگئے آسٹریا نے روسی حکومت کی توجہ صرف اُن خرابیوں کی جانب مبذول کرائی جن کا خمیازہ **پولینڈ** میں شورش اور بغاوت کی گرم بازاری سے خود روس کو بھگتنا پڑتا۔ انگلستان صرف عہدنامجات کا حوالہ دیکر خاموش ہوگیا، فرانس اس ورطے میں پڑکر سب سے ایک قدم آگے نکل گیا اس نے اشارۃً اس امر کا اظہار کردیا کہ **یورپ** کی عافیت صرف اس طور پر متیقن ہوسکتی تھی **پولینڈ** کلیۃً آزاد کردیا جائے۔ ان حالات کے ماتحت آسٹریا نے ایک مشترکہ نوٹ پر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور ۱۷ و ۱۸ جون کو تینوں حکومتوں کے افکار وآرا علیحدہ علیحدہ حکومت روس کو پیش کردیے گئے۔ جواب فیصلہ کن تھا۔ روس کی طرف سے پرنس (Gortschakoff) **گورچاکوف** نے کسی قسم کے معاہدے یا مفاہمے پر اسوقت تک کیلیے گفت وشنید سے انکار کردیا جبتک کہ باغی ہتھیار نہ ڈالدیں معاہدۂ وائنا پر دستخط کرنیوالی حکومتوں کے حق مداخلت سے انکار نہ کریں اور اس قسم کی سلسلہ جنبانی سے اجتناب نہ کریں جسکا کوئی نتیجہ نہ تھا اور بہر صورت سوائے ان حکومتوں کے جو تقسیم میں شریک تھیں کسی اور حکومت کی حق دخل اندازی کو تسلیم نہ کریں [۱]

**روس آسٹریا کی مداخلت نامنظور کرتا ہے۔ فرانس اور انگلستان یکم جولائی ۱۸۶۳ء**

صفحہ ۴۰۵

---

[۱] گورچاکوف بہ برد نو یکم جولائی ۱۸۶۳ء کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۳ء صفحہ ۲۸۷ مقابلہ ہو ؍؍ ؍؍ ۱۸۶۴ء ۱۸۱ء ۸۱ صفحہ ۵۷۵۔

اس پرزور پیام آخری نے جیسی کہ توقع تھی تینوں دول کو جنھوں نے صدائے احتجاج بلند کی تھی بالکل بے دست و پا پایا نپولین نے جو روز بروز میکسیکو کے قضیے میں اور زیادہ الجھا جاتا تھا مسئلۂ پولینڈ کو مجلس عدالت گاہ یورپ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ اضافہ بھی کر دیا جسے بقیہ حکومتوں نے ایک قسم کا مسعود اشارہ تصور کیا کہ ۱۸۱۵ء کے عہد ناموں کا لعدم ہو چکے تھے پیرس کے اس کنائے نے جس میں مختلف ممالک کے حدود کے از سر نو ترتیب دیے جانے کا امکان تھا صرف پولینڈ ہی نہیں بلکہ انگلستان اور آسٹریا کو بھی یکایک بیدار کر دیا۔ انگلستان نے اپنا بیان پولینڈ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اس حد تک نہیں جس سے پولینڈ کی طرف سے یورپ کی مختلف پیچیدگیوں میں مبتلا ہو جانے کا امکان لازم آتا تھا۔ آسٹریا ایک طرف تو وطن پرستی اور قومیت کے عفریت سے خوف زدہ تھا دوسری جانب سے روس کا خطرہ دامنگیر تھا اور اب جبکہ ان دو خطرات کی زد میں اس کے پاؤں کو لغزش ہو رہی تھی اس نے محسوس کیا کہ ان میں اول الذکر جس کا علمبرداری کا نپولین متعدد بار اعلان کر چکا تھا زیادہ اندیشہ ناک اور پریشان کن ہے۔ اتحاد چند روزہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک مجہول ہمدردی کے ساتھ انگلستان اور فرانس دور ہی سے پولینڈ کی موت و زیست کی جنگ آزمائی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ آسٹریا نے نہایت بددلی کے ساتھ روس سے سلسلۂ گفت و شنید شروع کیا اور باشندگان پولینڈ' روس کی عظیم الشان طاقت کے مقابلے کے لیے تنہا رہ گئے ان حالات کے ماتحت نتائج عرصے تک معرض اشتباہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ بہر حال ایک سال سے زائد تک اس کا کوئی تصفیہ نہ ہوا جنگ کی نوعیت اولیں' بہر حال جلدی اختتام کو پہنچ گئی انقلاب کے آغاز ہی میں جنرل لانگی اے وچ 'حاکم مطلق' اور قائد اعظم بنا کر بھیج دیا گیا تھا اور پانچ دن کے بعد اس کی فوجیں گرو کوو سکا میں روسیوں سے مقابل ہوئیں۔ تین دن تک جدال و قتال کی گرم بازاری رہی لیکن ۱۹ مارچ کو افواج پولینڈ کو شکست فاش ہوئی اور لانگی اے وچ خود آسٹروی سرحد پر جا کر پناہ گزیں ہوا۔ جنگ و پیکار کی عنان اب ایک خفیہ انجمن کے ہاتھ میں آئی جس کا مستقر

صفحہ ۴۰۶

وار رسا تھا۔ یہ انجمن اسدرجہ خفیہ تھی کہ خود اس کے ہاتھوں کو خود نہ معلوم تھا کہ یہ جماعت کن لوگوں پر مشتمل تھی ہیبت و رعب اس کا آلہ تھا اور اس کے احکام سے سرتابی کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی یورپ کے غیظ و غضب کے ازالے کے لیے یکم اپریل کو حکومت روس نے ایک اعلان شائع کیا جس میں چند شرائط پر عام معافی کا وعدہ کیا گیا تھا اہالیان پولینڈ میں سے ایک متنفس کو بھی سر تسلیم خم کرنے کی جرأت نہ ہوئی خفیہ حکومت کی افتاد شقاوت نے جنگ کی حالت اور نوعیت پر ایک گہرا نقش قائم کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین کی طرف سے ہولناک بربریت اور درندگی وقوع میں آئی۔ اس جنگ میں بجائے اس کے کہ کہیں جم کر مقابلہ ہوتا زیادہ تر کہیں کمیں گاہوں سے حملے کیے گئے کہیں قتل و خونریزی عمل میں آئی کہیں تاخت و تاراج ہوئی اور کہیں اچانک حملے کیے گئے۔ ایک جگہ شعلے فرد کیے جاتے تو دوسری طرف بھڑک اٹھتے۔ لیکن بالآخر وہ آتش زدگی جسے غیظ و غضب کے نفوس سے ابتک برقرار رکھا گیا تھا۔ فرو ہوگئی اور مارچ سنہ ۱۸۶۴ء میں اس کے آخری شعلے بھی افسردہ ہو گئے۔

بغاوت پولینڈ کا حسرتناک انجام گو جہاں تک خود پولینڈ کا تعلق تھا۔ اس پر ہوا کہ قبل از جنگ اس کی مقبوضات یا متعلقات جیسی کچھ تھیں وہ بجنسہ قائم رکھی گئیں۔ تاہم اس کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر نہایت نمایاں

**بغاوت پولینڈ کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر**

ہوا نپولین سوم جس کی شخصیت جنگ کریمیا کے بعد سے ابتک تماشا گاہ یورپ میں سب سے زیادہ نمایاں تھی پولینڈ کے اس تماشے اتنا ئیں محض ایک اندوہ و خجالت کی تصویر ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے جس نمود و نمائش کے ساتھ اہالیان پولینڈ کی سرپرستی کا اعلان کیا تھا اس سے روس سخت برہم تھا اور انکو بے یار و مددگار چھوڑ دینے سے خود اس کی رعایا کی عصبیت اور خلوص کو زخم لگا تھا۔ نپولین کے ابہام و التباس سے انگلستان بھی، جو اس کا ابتک زبردست ترین رفیق رہا تھا، بدظن ہو گیا اور ان واقعات سے پہلے جو یورپ کا سارا نظام و نقشہ بدل دینے والے تھے اس نے اپنے آپکو بے یار و مددگار پایا۔ آسٹریا

صفحہ ۷۰۴

اول تو متاثر نہ ہوا اور اگر ایسا ہوا بھی تو اس سے اسے کچھ فائدہ ہی پہنچا۔ ابتدائے کار میں
اس کے سامنے دو شاہراہیں کھلی تھیں جن میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے
سے یورپ میں اس کی حالت و حیثیت کو بے انتہا تقویت پہنچ سکتی تھی۔ اگر انقلاب
کے فرو کرنے میں وہ روس کا شریک ہو جاتا تو ۱۸۵۴ء کی یاد نذر نسیان ہو جاتی
یا پھر بے تکلف مغربی حکومتوں کا ہمدوش بنا کر آزادی پولینڈ کی کوشش کرتا۔ لیکن
اس نے اخیر اوسط، کو ترجیح دی اور اسباب سے بالکل بے گانہ رہا کہ اس میں ادھورا
چھوڑنے، کے خطرات بھی مضمر تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کسی کو خوش نہ کر سکا[1]۔ آسٹریا
بھی بے یار و مددگار رہ گیا۔ پروشیا البتہ اس بحران سے صحیح و سالم نکلا اور اسکی نمود و عظمت
میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہ پانچ سال کے اندر دوسرا موقع تھا، جب ایک نازک وقت
میں اس کی مداخلت فیصلہ کن ثابت ہوئی تھی۔ اور اگر آسٹریا اس امر کو محسوس کرتا تھا
کہ ۱۸۵۹ء میں پروشیا کا طرز عمل ایسا نہ تھا جس کا وہ رہین منت ہو سکتا تھا تو دوسری
جانب روس کو پروشوی اغراض و مقاصد کے خلاف کسی ایسے بغض و عناد کا علم نہ
تھا جو اس کے احساس تشکر کا مانع ہو سکتا تھا۔ زار کی اس تحریک کو کہ ایک جارحانہ
اتحاد قائم کر کے آسٹریا اور فرانس پر متحدہ حملہ کر دینا چاہیئے، پروشیا نے انتہائی فراست
کو راہ دیکر نامنظور کر دیا۔ لیکن آسٹریا کے ساتھ آیندہ جو محاربہ پیش آنے والا تھا اس میں
پروشیا کو کم سے کم روس کی غیر جانب داری کا یقین دلا دیا گیا تھا۔ اور یہ یقین دہانی آسٹریا
کے خلاف بسمارک کے اقدام عمل کا اولیں قدم تھا[2]۔ اسی دوران میں معاملات
جرمنی بالخصوص مسئلہ شلیسوگ ہولسٹائن کی بحث و جرح سے ایک ناگزیر محاربہ کے جلد
سے جلد معرض وجود میں آنیکے آثار ہویدا تھے۔

۱۸۶۳ء کے موسم گرما میں آسٹریا ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوا جس سے
تمام دنیا نے اندازہ کر لیا کہ جرمنی کی دو بڑی طاقتوں کے درمیان کتنی وسیع خلیج حائل
تھی۔ ۲ر اگست کو اپنی اس ملاقات کے اثنا میں جو گاشٹائن میں ہوئی تھی،

---

[1] بوئیٹ باب اول صفحہ ۲۲۰
[2] 〃 〃 〃 ۲۲۳

**فرانکفورٹ میں حکمرانوں کی ایک مجلس قائم ہوتی ہے ۱۸۶۳ء**

شاہنشاہ فرانسس جوزف نے شاہ ولیم کو یہ صلاح دی کہ جرمن حکمرانوں کی ایک کانگرس منعقد کیجائے جس کے سامنے وفاقی دستور حکومت کی اصلاح کے لئے ایک اسکیم پیش کیجائے۔ ولیم نے اس کا جواب تئین وقع الوقتی سے دیا۔ لیکن پروشوی بادشاہ کے نمایاں پس وپیش کے باوجود رقعات دعوت تمام دوسرے جرمن شہریاروں کے پاس بھیجدیئے گئے۔ اور ۱۷ اگست کو فرانکفورٹ میں کانگرس منعقد ہوئی۔ جرمنی کی تمام بڑی بڑی مملکتوں میں سے صرف چار ایسی تھیں جن کے نمایندے موجود نہ تھے۔ انہالٹ برمبرگ ہولسٹائن، لیپے اور پروشیا۔ یہ بہت جلد محسوس کیا جانے لگا کہ پروشیا کی عدم موجودگی سے یہ ساری کارروائی کالعدم ہو جائیگی بنابراں شاہ ولیم کے پاس ایک رقعۂ دعوت بھیجا گیا جس پر ان تمام شہریاروں کے دستخط تھے جو اسوقت وہاں موجود تھے اور جسے شاہ سیکسنی بنفس نفیس برلن لے گیا لیکن بسمارک نے محسوس کیا کہ فی الحقیقت اس کانگرس کا مقصد برلن پر وار کرنے کا تھا اور آسٹریا کی اس جرأت کا باعث وہ مفاہمۂ قلبی تھا جو مغربی حکومتوں سے وہ کر چکا تھا۔ بنابراں اس نے اس بات کی دھمکی دی کہ اگر بادشاہ نے دعوت شرکت قبول کرلی تو وہ اپنے منصب سے مستعفی ہو جائیگا۔ یہ دھمکی (جیسا کہ اکثر بعد میں بھی ہوا) موثر ہوئی۔ اور پروشیا کی عدم موجودگی میں کانگرس سے جو کچھ کرتے بن پڑا اس نے کیا۔[1] آسٹریا کی تجویز یہ تھی کہ ایک ادارۃ العالیہ Supreme Directory کے ماتحت عہدیت جرمنی کا آئین از سر نو مرتب کیا جائے اور مختلف پارلیمنٹوں سے بھیجے ہوئے نائبین کی ایک مجلس ہو، ایک وفاقی عدالت مرافعہ قائم ہو اور اس امر کا انتظام کیا جائے کہ وقتاً فوقتاً سلاطین کی ایک کانفرنس منعقد ہوا کرے۔ یہ تجاویز خفیف اصلاح و ترمیم کے ساتھ بالکم تمہ کو منظور ہو گئیں۔ ہر چیز کا مدار اب صرف اس پر رہ گیا تھا کہ پروشیا کا رویہ ان کی جانب کیا ہوتا ہے کیونکہ اگر پروشیا نے اس تمام تحریک کو منظور نہ کیا تو سارے نظام کا درہم برہم ہو جانا لازمی تھا۔ اندرون عہدیت جرمنی چھوٹے چھوٹے

صفحہ ۴۰۰

[1] بسمارک، جلد اول صفحہ ۳۷۰۔ ہان باب اول صفحہ ۱۴۲ وغیرہ

حکمراں اپنی آزادی اور خود مختاری کو صرف اسطور پر قائم رکھنے کی توقع کر سکتے تھے کہ یہ دونوں طاقتور حکومتیں ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش ہیں اور ان لوگوں نے عہدیت سے پروشیا کے اخراج پر اتنے شد و مد کے ساتھ اعتراض کیا جتنا آسٹریا کے[1]

۲۲ ستمبر کو پروشیا کا جواب موصول ہوا۔ مضمون یہ تھا "موجودہ دستور کی تمام تجاویز اصلاح میں پروشیا اور آسٹریا دونوں کو مساوی طور پر یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی تجویز جنگ کو مسترد کر دیں، امتیاز و تفوق کے اعتبار سے پروشیا کلیتہً آسٹریا کا ہم پایہ اور ہم پلہ تصور ہوگا۔ آخر میں سوائے پارلیمنٹ کے جو تمام جرمن قوم کی نمایندہ ہوگی، پروشیا اپنے حقوق کا ایک شائبہ بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔" پروشوی اسٹر افورڈ" کی طرف سے یہ آخری فقرہ جس میں اصول عمومیت سے وابستگی کا اعلان اور خاندان شاہی کے خلاف علم جنگ بلند کرنے کی دعوت عام دیگئی تھی، انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اسکے بعد ایک اور ایسا موقع پیش آیا جب یہی باتیں اور زیادہ سختی اور شدت کے ساتھ دہرائی گئیں۔ فی الحال سب سے بڑا واقعہ یہ تھا کہ پروشیا نے ایک ایسی تجویز کو نامنظور کر دیا تھا جس کی تائید جرمن سلاطین کی متفقہ آرا سے ہو رہی تھی اور اس کی نامنظوری تمام تگ و دو کا گویا امتناع کلی کی مرادف تھی۔ آسٹریا کی ضرب خطا کر چکی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود اس کی زد میں آگیا تھا۔ نپولین اس اندیشہ اور بے اطمینانی کے ساتھ جسے وہ پردہ خفا میں نہیں رکھ سکا اُس تمام تگ و دو کا مشاہدہ کر رہا تھا جس سے اس کے قول کے مطابق "فرانکفورٹ میں" "سات کرور نفوس کی ایک سلطنت" قائم کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا۔" پروشیا کے طرز عمل سے اُس نے یہ اخذ کیا کہ وہ اس امر کا ساعی تھا، اور جس کے محرک اس کے مخصوص خود غرضانہ مقاصد ہو سکتے تھے کہ جرمنی کی کمزوریاں اور اس کا افتراق و نفاق قائم رکھا جائے اور اس غلط فہمی کا اثر آیندہ دو سال کے دوران کشمکش میں اس کے اس رویہ پر پڑا، جو وہ پروشیا کی جانب سے اختیار کیے ہوئے تھا۔

اسطور پر جس وقت مسئلہ شلسوگ ہولشٹائن، جو ایکبار پھر نہایت نازک درجے

[1] بسمارک، جلد اول صفحہ ۳۷۲۔ ہان باب اول صفحہ ۲۴ وغیرہ

صفحہ ۵۰۹

پہنچ گیا تھا، دوسری بار معرض بحث میں آیا ہے، پروشیا کی حالت بحیثیت نہایت محکم واستوار تھی اور بسمارک اس حالت سے فائدہ اٹھانے کیلئے پر طیار اور محض ڈچیز ہی نہیں بلکہ سارے جرمن مسئلے کا تصفیہ پروشوی نقطۂ نظر سے کرانے پر تلا ہوا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں پروشوی مداخلت کی ناکامی نے ایک ضغطہ پیدا کر دیا تھا۔ ہولسٹینی جن کی پشتیبانی جرمن آرائے عامہ کر رہی تھیں اب تک ڈنمارک کو ہیچ سمجھتے تھے۔ آئیڈر ڈینی، اب بھی اپنے مطالبات شدید میں ایک ذرہ برابر تخفیف بھی گوارا نہیں کر رہے تھے۔ معاہدۂ اول مٹنر کے بعد آسٹریا نے عہدیت جرمنی کی طرف سے ہولسٹائن میں عافیت وتسلط قائم کر دینے کا بیڑہ اٹھایا تھا لیکن دوسری جرمنی طاقتوں کے مانند آسٹریا بھی، جرمنی کے ان حقوق کو جو اسے ڈچیز میں حاصل تھے، ڈنمارک کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دول یورپ بھی کوپن ہیگن کے استیصالیوں کی دراز دستیوں اور ان کے کسی قسم کے مفاہمے یا مصالحت کی اسوقت تک کوشش نہ کرنے سے جبتک کہ وفاقی افواج ڈچی کو خالی نہ کر دیں رفتہ رفتہ علٰحدگی اختیار کرتے جاتے تھے[۵۱]۔ بالآخر یہ تمام مسئلہ دول یورپ کی اس کانفرنس میں پیش ہوا جو مارچ ۱۸۵۲ء میں لندن میں منعقد ہوئی۔

مسئلہ شلسوگ ہولسٹائن

صفحہ ۱۴۱

دول یورپ کے دباؤ کا اتنا اثر تو ڈنمارک پر پڑ چکا تھا کہ، اس نے تاج ڈنمارک کے تحت میں ڈچیز کو ایک طرح کی حکومت خود اختیاری تفویض کر دی تھی ۳۱ رمارچ ۱۸۵۲ء کو ڈیوک آف آگسٹنبرگ کے اپنے حقوق سے دست بردار ہو جانے سے جانشینی کا معرکۃ الآرا مسئلہ بھی کسی قدر تصفیہ شدہ معلوم ہوتا تھا۔ ۸ رمئی کو لندن میں کانفرنس کی جانب سے عہدنامہ پر دستخط ثبت ہوئے جس نے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یورپ کی ضروریات اس کی مقتضی تھیں ڈنمارک کی سالمیت پر مہر توثیق لگادی۔ بنابراں شاہ کرسچین کے خواتین ورثا کے حقوق بھی تسلیم کر لئے گئے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ

مضبط لندن
۸ رمئی ۱۸۵۲ء

۵۱ آسٹریا، پروشیا اور ڈنمارک کی آرا کیلئے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۴ء ۱۱۱×۱ صفحہ ۳ وغیرہ

اس امر کا بھی فیصلہ کردیا کہ ہولسٹائن اور لوئبنرگ میں جرمن عہدیت کے حقوق پر اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا[1]

اس تصفیے میں وہی دیرینہ کمزوری تھی جو مفاہمے اور مصالحت میں ہوتی ہے بالفاظ دیگر اس سے کسی امر کا تصفیہ نہ ہوا! جرمن مجلس ملی کی طرف سے لندن میں کوئی نمائندہ نہ تھا اور یہی سبب تھا کہ بقول شخصے مضبطہ دو اگر یورپ کی احتیاج وضرورت کی وجہ سے ترتیب دیا گیا تو وہ جرمنی کی ذلت وضراعت کا باعث بھی تھا۔ خود ڈنمارک بھی اس تصفیے سے کچھ زیادہ مطمئن نہ تھا سوائے اس امر کے کہ شرائط مضبطہ کے الفاظ اور جرمنی کی کمزوریوں سے اپنی مزید دراز دستیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل تھا اور اسے کر دکھانے میں اس نے ذرا پس وپیش نہ کیا۔ ۳۱ جولائی ۱۸۵۴ء کو تمام سلطنت محروسہ کے لئے ایک جدید دستور حکومت نافذ کیا گیا جس کی پابندی ڈچیز کی رضا حاصل کئے بغیر ان پر عائد کر دی گئی۔ لیکن ڈنمارک کے قوم پرستوں کے نزدیک یہ بھی ضرورت سے زیادہ اہالیان جرمنی کے لئے موافق تھا۔ اس لئے ۲۔ اکتوبر ۱۸۵۵ء کو ایک دوسرا دستور حکومت شائع کیا گیا جس کی رو سے تمام امور ملی جو ریاستہائے ڈچیز سے متعلق ہوں کلیتہً کوپن ہیگن کی ڈینی اکثریت کے تحت میں دیدیئے گئے۔ دوسری طرف شلسوگ ہولسٹائن کے محاصل جو اب تک مقامی ضرورتوں کے لئے محفوظ رہا کرتے تھے، خزانہ عامرہ کی نذر کر دیئے گئے۔ ہولسٹینیوں نے جرمن مجلس ملی سے اپیل کی جس نے فروری ۱۸۵۸ء میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ ۱۸۵۵ء کا دستور [illegible] ہولسٹائن یا لوئبنرگ میں اثر پذیر نہیں ہو سکتا تھا اور اس کے ساتھ ہی [illegible] نے شاہ ڈنمارک سے یہ استفسار کیا کہ معاہدہ ۱۸۵۲ء کے ضمن میں وہ کس طور پر عمل پذیر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اور بسمارک کی تحریک پر اس نے وفاقی مداخلت کی دھمکی بھی دیدی۔ اب فریڈرک سوم نے جہاں تک ہولسٹائن کا تعلق تھا، اپنے رویّے کو معتدل کر دیا اور چونکہ مجلس ملی کے سامنے بہت سے ایسے اندیشہ ناک مسائل درپیش تھے جو خود اس کے مضافات سکن

صفحہ ۱۱۴

---

[1] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۱۱۵۱

سے متعلق سمجھتے، اس لئے اس وقت تک کے لئے مزید کارروائیوں سے احتراز کرنے کا عزم کرلیا جبتک کہ پارلیمنٹ ڈنمارک جرمنی کی مجلس ملی کی منظوری حاصل کیئے بغیر کسی ایسے قانون وضع کرنے یا کسی ایسے موازنے کو پیش کرنے کا ارادہ نہ کرے جس کا بار تمام سلطنت پر پڑتا ہو۔ یہ واقعہ ۱۸۶۰ء کے ایام گرما میں پیش آیا اور آیندہ سال موسم بہار میں ڈچیز ایکبار پھر پارلیمنٹ ڈنمارک سے برسر پرخاش نظر آئیں۔ جرمن جمعیتہ الحلفا اب سنیز وآویز کیلیے آمادہ ہوئی لیکن اس کارروائی میں کسی موقر یا موثر نتیجہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور انگلستان کے مشورے سے ڈنمارک نے اس رویے پر توجہ ہی نہ کی بلکہ پروشیا اور آسٹریا سے بحیثیت اس کے کہ یہ خود مختار سلطنتیں تھیں، براہ راست گفت وشنید کا سلسلہ شروع کردیا لیکن انجام کے اعتبار سے اس کی مساعی بمشکل مشکور ہوئیں۔ آسٹریا اور پروشیا کا جواب، ایک ایسے مسئلے میں دخل اندازی تھی جس کی سماعت کا عہدیت جرمنی کو اختیار ہی نہ تھا۔ مزید براں اس امر کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ شلسوگ اور ہولسٹائن کے دورشتۂ اتحاد کو جو ناقابل شکست تھا، از سرنو قائم وبحال کردیا جائے۔ ڈنمارک کا جواب یہ تھا کہ شلسوگ سے اس کے جیسے کچھ تعلقات تھے ان میں کسی بیرونی مداخلت کو دخل نہیں ہوسکتا اس کے جواب میں آسٹریا نے جو چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی خیرسگالی حاصل کرنے کے لئے مضطرب تھا، ڈنمارک کی دراز دستیوں پر ایک نہایت زبردست احتجاج کرتے ہوئے، پیش کیا کہ اس سے ۱۸۵۲ء کے معاہدے کی خلاف ورزی ہورہی تھی۔ یہاں پہنچکر ۲۴ ستمبر ۱۸۶۲ء کو لارڈ جان رسل نے دخل انداز ہوکر یہ تجویز پیش کی کہ تاج ڈنمارک کے زیر نگیں ڈچیز کو آزادی تفویض کیجائے اور مشترکہ اخراجات کی منظوری کے لئے ایک دہ سالہ موازنہ ہر چہار جمعیتوں کے سامنے پیش ہوا اور ساتھ ہی ایک اعلیٰ ترین مجلس مملکت ہو جس میں ارکین کی تعداد اہالیان ڈنمارک اور جرمنی کے باہمی تناسب سے معین کی گئی ہو[1]۔ اس تجویز کو حکومتہائے روس اور جرمنی نے منظور کرلیا اور ڈنمارک نے اپنے مقابل میں جرمنی عہدیت اور حکومتہائے یورپ کی

---

[1] ڈچیز کے متعلق سیاسی مراسلات کیلیے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۳ء

چار اول درجے کی طاقتیں صف آرا پائیں۔ تاہم حالت ابھی اتنی یاس افزا نہ تھی جتنا کہ نظر آتی تھی۔ بغاوت پولینڈ اسوقت اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ فرانس پروشیا کے داہنے بازو کو تاک رہا تھا اور فرانس اور آسٹریا روس کے ساتھ سیاسی خداعیوں کا ہنگامہ گرم کیئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بھی جنگ یورپ کیلیئے طیار و آمادہ نہ تھا اور اسوقت جنگ کی دھمکی دینا ہی، ڈنمارک کے لیئے اگر اس پر کسی جانبازانہ طرز عمل کا اطلاق ہوسکتا ہے، بہترین طریقۂ کار تھا۔ بنابراں اُس نے اس تمام کارروائی کا جواب نہایت متمردانہ طور پر دیا، اس کا جواب تھا کہ شلسوگ کو اپنے قبضۂ تصرف میں رکھنا اسکے نزدیک حیات وممات کا مسئلہ ہے جرمن عہدیت نے ۱۸۵۲ء کے قانون اساسی کی شرائط کو جس میں ڈچیز کے تعلقات داخلی کی تشریح کی گئی تھی، ڈنمارک کے اندرونی معاملات میں بغیر کسی سند وحجت کے دست انداز ہونے کا بہانہ قرار دیا تھا بنابراں ۳۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو کوپن ہاگن میں ایک شاہی اعلان شائع ہوا جس میں ۱۸۵۲ء کے معاہدات کو مسترد کیا گیا اور ملوکیت ڈنمارک میں ہولسٹائن کو ایک جداگانہ حیثیت دیکر شلسوگ پر جرمنی کے جتنے دعاوی تھے ان سب پر ہمیشہ کے لیے خط بطلان کھینچ دیا گیا۔(۱)

ڈنمارک کا دول یورپ سے آمادۂ مبارزت ہونا۔

صفحہ ۴۱۲

اب جرمنی کیلیے ناممکن ہوگیا تھا کہ وہ اس دعوت جنگ کو جو اس شد ومد کے ساتھ دی گئی تھی نظر انداز کردیتا ۹ جولائی کو مجلس ملی نے ایک مراسلہ کوپن ہاگن بھیجا جسمیں اعلان مجریۂ ۳۰ مارچ کو واپس لے لینے اور ایک جدید دستور حکومت کے جس کی بنیاد معاہدات ۱۸۵۲ء یا ان سفارشات پر ہوتی جو انگریزی گشتی مجریۂ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۲ء کی گئیں تھیں، نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بصورت دیگر اس امر کی دھمکی دیگئی تھی کہ اس کے تعمیل کرانے کی ذمہ داری عہدیت جرمنی اپنے ہاتھ میں لے لے گی شاہ ڈنمارک نے اسکا جواب ۲۸ ستمبر کو ایک جدید دستور حکومت "ہماری سلطنت ڈنمارک شلسوگ کے لیے"، کا اعلان شائع کرکے دیا۔ تین دن کے

نوٹ (۱) اسکے اور اسکے بعد کے مراسلات کیلیے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۴ء صفحہ ۴۸ وغیرہ

بعد مجلس ملّی نے فیصلہ کر دیا کہ اس معاملے میں عہدیت جرمنی مداخلت کرے لیکن کارروائی میں توقف ہوا۔ اس کی کچھ تو یہ وجہ تھی کہ انگریزی حکومت بیچ میں پڑنے کے لئے آمادہ ہو رہی تھی اور کچھ بسمارک کا یہ مشورہ تھا کہ اس تمام مسئلے کے لئے اطمینان بخش تصفیے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ یہ پس و پیش اہالیان ڈنمارک کی تقویت کا باعث ہوا اور ۱۳ نومبر ۱۸۶۳ء کو ڈنمارک کی مجلس عامہ نے جدید دستور حکومت جس نے ۱۸۶۳ء کے معاہدات کا شیرازہ بکھیر دیا، منظور کر دیا[1] دو دن کے بعد شاہ فریڈرک ہفتم رحلت کر گیا اور اس کے بجائے "مقبطی شاہ" کرسچین نہم سریر آرائے سلطنت ہوا۔

کرسچین نہم کی تخت نشینی ۱۵ نومبر ۱۸۶۳ء

اب تک کوئی بادشاہ ایسے نامساعد اور ناسازگار حالات کے ماتحت تخت نشین نہ ہوا ہوگا سب سے پہلے جس فریضۂ شہریاری کی بجا آوری کا اس سے مطالبہ کیا گیا وہ جدید دستور حکومت پر دستخط کرنا تھا اور اسے منظور یا نامنظور کرنا، دو بلاؤں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اگر وہ دستخط کرتا ہے تو گویا وہ اس مضبطہ کی خلاف ورزی جائز رکھتا ہے جسکے ماتحت وہ صاحب تخت تھا اور اگر نامنظور کرتا ہے تو اپنی ہی رعایا کی متحدہ آرا کے خلاف اپنے آپ کو صف آرا پاتا تھا، بالآخر اس نے اس بلا کو پسند کیا جو بعید تر تھی۔ اور ۱۸ نومبر کو دستور حکومت پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ اس خبر نے جرمنی کے گوشے گوشے میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑکا دیے۔ فریڈرک ڈیوک آف آگسٹنبرگ نے جو اس شہزادے کا فرزند تھا جو ڈچیز کی حکومت سے ۱۸۵۲ء میں دست بردار ہو گیا تھا، اپنے حقوق کا اس بنا پر مطالبہ کیا کہ وہ دست برداری میں شریک نہ تھا خود ہولشٹائن میں شروع سے اس کی موافقت میں شور مچ رہا تھا اور جوں ہی جدید دستور حکومت پر دستخط کرنے کی خبر مشتہر ہوئی یہ شورش شلیسوگ میں بھی پھیل گئی۔ اہالیان اور شہریاران جرمنی نے اس کے مطالبے کو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ پیش کیا، حتیٰ کہ فرانکفورٹ میں آسٹریا اور پروشیا کا دباؤ بھی، عامۃ الناس کے متموج جذبات

صفحہ ۴۱۳

[1] ہان باب اول صفحہ ۱۶۵ وغیرہ

کے مقابلے میں ہیچ ثابت ہوا اور مجلس ملی نے اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے کرسچین کے مطالبات کا تسلیم کرلینا نہ سمجھ لیا جائے۔ اپنے اس فرمان کو واپس لے لینے کا فیصلہ صادر کیا جس کی رو سے ڈیوک آف ہولسٹائن کے خلاف نظام مرکزی کو تعمیل احکام کیلئے مامور کیا گیا تھا بلکہ اس کے بجائے صرف "تا فیصلہ مسئلہ جانشینی" ڈچیز پر قبضہ کرلینے کا حکم نافذ کیا؛

۲۴ دسمبر کو سکسن اور ہنووری افواج نے جرمن عہدیت کی طرف سے ہولسٹائن پر واقعتاً قبضہ کرلیا۔ ہولسٹینوں کی رفاقت اور افواج موجودہ سے تقویت حاصل کرکے پرنس آف آگسٹن برگ نے ڈیوک فریڈرک ہفتم کے لقب سے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی؛

آرائے عامہ کی شدید مخالفت کے باوجود عظیم الشان حکومتیں اس حماقت سے بالکل علیحدہ رہی تھیں۔ ان کی غرض وغایت کے انتہائی اختلافات کچھ ہی کیوں نہ رہے ہوں، دونوں اس عزم وارادہ کے اعتبار سے متحد تھیں کہ کوئی ایسا موقع نہ دینا چاہیئے جس سے انجام کار جنگ یورپ کا اندیشہ ہو۔ بسمارک نے خیال کیا کہ کچھ تو اس بنا پر اور کچھ اس اعتبار سے کہ آسٹریا اور پروشیا کانفرنس منعقدہ لندن میں فریقین کی

**آسٹریا اور پروشیا کا رویہ ۱۸۶۳ء**

حیثیت رکھتے تھے انکا ضابطہ مرتبہ ۱۸۵۲ء پر قائم رہنا لازمی تھا اور ڈنمارک کے ان معاہدات کی خلاف ورزی کرنے پر یہ دونوں طاقتیں جو کچھ کرینگی وہ انتا صحیح ہوگا کہ یورپ کو دست اندازی کا کوئی بہانہ نہ مل سکے گا اور ان حالات کے ماتحت کرسچین کا دستور حکومت کو شائع کرنا ان کے نزدیک ایک معقول بہانۂ جنگ ہو سکتا تھا، ظاہر تھا۔ اور دوسری سلطنتیں بھی ان دونوں حکومتوں کی مداخلت پر کوئی اعتراض اس بنا پر نہ کرینگی کہ انھوں نے ضابطہ پر دستخط کئے تھے۔ متحدہ مداخلت کے ایکبار موثر ہو جانے کے بعد، جو کچھ پیش آئیگا، وقت اور موقع کے ہاتھوں اسکا فیصلہ ہونا رہیگا۔ آسٹریا کے نزدیک ابھی نتائج مبہم اور غیر متقین تھے۔ شاہ ولیم کو ایکطرف تو پروشیا کے ساتھ وابستگی تھی اور دوسری جانب آگسٹن برگ کے ساتھ ایک طرح کی دلی ہمدردی تھی اور وہ ان دونوں کیفیات ذہنی کی کشاکش میں مبتلا تھا۔ صرف بسمارک

ایسا تھا جو اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اس کا مقصد کیا تھا اور کس طرح وہ اسے حاصل کر سکتا ہے [۱] فی الحال اسکا طریقۂ کار دانشمندانہ سکوت تھا۔

دوسری جرمن مملکتوں کے متحدہ آرا کے خلاف آسٹریا اور جرمنی کا اتحاد قلبی ایک ایسا کرشمہ تھا جو اس سے قبل کبھی نظر نہ آیا تھا اور بلا شبہہ اس امکان کا باعث اُن سیاسی قوتوں کا کسر وانکسار تھا جن کا وقوع بسمارک کی ترکیب اور بندشوں کیلئے بغایت مساعد ہوا۔ یہ فرانکفورٹ میں دوسرے درجے کی مملکتوں کا، آسٹروی سرکردگی میں ایک علیحدہ عہدیت کے خیال کو نامنظور کرنا تھا، جس نے آسٹریا کو غضبناک کرکے پروشیا سے سازو باز کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نپولین کی ایک نئی چال نے آسٹریا کو خوفزدہ بنا کر اس کے حریف سے اور زیادہ ہم آواز کر دیا۔ فرانسیسی شہریار نے اپنی اس شہرت کو فروغ دینے کے لئے جو میکسیکو اور پولینڈ کی بے ہنگامیوں سے زوال پذیر ہونے لگی تھی، ایک ایسے اعلان کا عزم کیا جس کے سننے کے لئے تمام دنیا مجبور رہو۔ لنظر براں ۵ رنومبر ۱۸۶۳ء کو تخت شاہی سے تقریر کرتے ہوئے ایوانوں کے سامنے، اس نے اس امر کا اعلان کیا کہ ۱۸۱۵ء کے عہدنامے کالعدم ہیں اور اسکا ارادہ دول یورپ کو ایک کانگرس میں مدعو کرنیکا ہے جو ان تمام مسائل متنازعہ کیلئے عدالت العالیہ کا درجہ رکھے گی"۔ اس اعلان نے تمام یورپ کے ایوانہائے حکومت میں سراسیمگی پھیلا دی۔ اس کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ یہ فرانس کی طرف سے اس امر کی سرکاری اطلاع تھی کہ وہ ایکبار پھر اپنی قلمرو کے خواب توسیع حدود کو معرض عمل میں لانے کے لئے آمادہ تھا بالخصوص آسٹریا نے اسکو ان معنوں میں لیا کہ فرانس، پولینڈ کے زک کی تلافی مسئلہ اٹلی کو چھیڑ کر کرنا چاہتا تھا۔ اسنے حصول امداد کے لئے ہر طرف نگاہ ڈالی۔ روس سے تو اسے اس کی توقع ہی نہ تھی۔ انگلستان کے یہاں لفاظیوں کی کمی نہ تھی صرف پروشیا البتہ ایسی امداد دے سکتا تھا جو موثر یا کارگر ہو سکتی تھی حقیقت تو یہ ہے کہ پروشیا نے دو چند فائدہ اٹھایا۔ جس وقت فرانس

**نپولین سوم ایک کانگرس کی تجویز پیش کرتا ہے۔**

[۱] "بالکل ابتدا ہی سے میں نے مسئلہ الحاق کو برابر پیش نظر رکھا تھا"، بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۰

کے خلاف ایک جدید اتحاد اربعہ کے از سر نو قائم کئے جانے کے متعلق دہشت ناک
افواہیں مشتہر ہوئی ہیں، بسمارک پر سکون خاطر طاری تھا۔ وہ نہایت واضح طور پر نپولین
کے اصلی تیور دیکھ چکا تھا اور اس نے نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ
اس امر کا اظہار کر دیا کہ پروشیا کانگرس میں حصہ لینے کے لیئے رضامند ہیں۔ اس طور پر
اُس نے نہ صرف آسٹریا کی رفاقت بلکہ فرانس کا اخلاص اور اس کی خیر اندیشی بھی
حاصل کر لی؛

پروشیا نے نومبر میں اپنی فوجوں کو مجتمع کرنا شروع کیا اور آسٹریا نے بھی فوراً
محسوس کر لیا کہ اگر یہ منظور ہے کہ جرمنی کی چھوٹی چھوٹی مملکتیں قابو سے باہر نہ ہونے
پائیں تو پھر فوراً کارروائی آغاز کر دینی چاہیئے۔ ہولسٹائن پر قبضہ کرنے اور شلسوگ
کو امداد پہنچانے کے خلاف حکومتہائے روس اور انگلستان صدائے احتجاج
بلند کر چکی تھیں اور اب سکسن وزیر کاونٹ بویسٹ یہ تجویز پیش کر رہا تھا کہ فریڈرک
کے مطالبات کو تسلیم کرانے کی غرض سے یوریا کو جرمن مجلس ملی میں تحریک پیش
کرنی چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت بسمارک کا آسٹریا کو اس امر پر آمادہ کر لینا
آسان تھا کہ فوری کارروائی شروع کر دینے کے لیئے اب موقع آگیا ہے۔ مجلس ملی
کو اپنا ہمخیال بنانے کے لیئے ایک آخری کوشش اور کی گئی۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۶۳ء کو
آسٹریا اور پروشیا نے عہدیت جرمنی مجلس ملی کو شلسوگ پر "اس امر کی ضمانت
میں کہ ڈنمارک ۱۸۵۲ء کے معاہدات کی تعمیل کریگا" قبضہ کرنے کی تحریک پیش کی۔

**شلسوگ ہولسٹائن کے مسئلہ میں آسٹریا اور پروشیا کی متحدہ کارروائی جنوری ۱۸۶۴ء**

اس تحریک کا جس میں کرسچین نہم کے حقوق کا تسلیم کر لیا جانا مضمر
تھا، غصہ اور نفرت کے ساتھ مسترد کیا جانا تھا کہ آسٹروی
اور پروشوی نائبین کو یہ ہدایت موصول ہوئی کہ وہ اپنی حکومتوں
کی طرف سے مجلس ملی کو مطلع کر دیں کہ اب وہ اس معاملے میں
بحیثیت خود مختار یوروپین سلطنتوں کی کارفرما ہونگی۔ ۱۶ار
جنوری کو ان دونوں حکومتوں نے معاہدہ پر دستخط ثبت کئے
پروشیا کی طرف سے اس دفعہ کے بجائے جسے آسٹریا نے مرتب کیا
تھا اور جس کی غایت ۱۸۵۲ء کے تصفیہ کی نگہداشت تھی، ایک دوسری دفعہ

مرتب کی گئی جس کا مضمون صرف یہ تھا کہ ہر دو معاہد حکومتیں ڈچیز کے تعلقات کے بارہ میں مشترکہ طور پر فیصلہ کریںگی اور جانشینی کے مسئلہ میں وہ کوئی قطعی رائے اسوقت تک قائم نہ کرینگی جبتک دونوں حکومتیں متحد الخیال نہ ہوں۔ اسمیں شک نہیں کہ بسمارک نے چند دنوں کے بعد عارضی طور پر ڈنمارک کی سالمیت کو تسلیم کرلینا احتیاطاً ضروری خیال کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ توپ کا اولیں گولہ ہی تمام معاہدوں کی دھجیاں اُڑا دیگا۔ فی الحقیقت بسمارک کا اولیں خطرہ یہ تھا کہ ڈنمارک کی، آخر وقت میں، جنگ کرنے سے انکار کر دینگے۔ اگر وہ شلسوگ سے اپنے عذرات کے ساتھ ہٹا تے تو پھر شاید دول یورپ مداخلت کرنے کے لیئے آمادہ ہوجاتے اور یورو پین کانگریس تاج ڈنمارک کو شلسوگ واپس کر دیتی، دوسری طرف بحیثیت دول یورپ، آسٹریا اور پروشیا۔ ڈیوک آف ہولسٹائن کے کسی ارادہ و منصوبہ کو شلسوگ پر کارگر نہ ہونے دیتے۔ اس امکان کے ازالہ کے لیئے بسمارک نے کابینۂ کوپن ہاگن کو یقین دلا دیا کہ انگلستان نے پروشیا کو اسبات کی دھمکی دیدی تھی کہ اگر جنگ و پیکار کی ابتدا ہوئی تو وہ مداخلت پر آمادہ ہو جائیگا، گو" درحقیقت انگلستان نے اس قسم کی کوئی بات نہ کی تھی"۔ یہ فریب کارگر ہوگیا ڈنمارک اکڑا ہی رہا اور یکم فروری ۱۸۶۴ء کو آسٹروی اور پروشوی افواج نے دریائے ایڈر کو عبور کرلیا۔

ڈنمارک میں لشکرکشی

اس لشکرکشی کا انجام مشتبہ نہ رہا یندرہ یوم کے اندر اندر ڈنمارکی ڈچیز سے نکال دیئے گئے اور اتحادی افواج سرحد جسٹ لینڈ پر استادہ نظر آئیں۔ اسوقت جو خطرہ نمایاں تھا وہ حربی نہ تھا بلکہ سیاسی۔ انگلستان اور سوئیڈن نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اہالیان ڈنمارک سے اظہار ہمدردی کر رہے تھے نپولین متزلزل تھا۔ روس کو اصرار تھا کہ ضابطہ کی سختی کے ساتھ پابندی کیجائے ورنہ ان تینوں حکومتوں کے متحد ہوجانے کا اندیشہ تھا لیکن، ضابطہ کی وجہ سے اتحادی، جرمنی کی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی رفاقت اور خیر سگالی سے محروم ہو چکے تھے اور افسران عہدیت جرمنی کی مخالفت کو مخوف کرنے کے لیئے پروشوی افواج کو ہولسٹائن میں داخل ہونا پڑا

تھا، ان حالات کے ماتحت اب سوال یہ تھا کہ آیا فوج کشی اب صرف ڈچیز تک محدود رکھی جائے یا اس کا سلسلہ خاص ڈنمارک تک جاری رکھا جائے۔

آسٹریا نے اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے یورپ میں باہمی پیچیدگیاں نہ پیدا ہو جائیں اپنی تک و دو کو بکلم روک دیا اور پروشیا نے اس خیال سے کہ نفاق وافتراق کی صورت نہ پیدا ہو اس کا ہمخیال بنگیا۔ لیکن اتفاقات جنگ نے اس سے مختلف نوعیت اختیار کی۔ ۱۸۔ فروری کو چند پروشوی رسالوں نے اسپ رانی کے ایک ہنگامہ ہیجا میں سرحد کو عبور کرکے کولڈنگ کے قریہ پر قبضہ کر لیا۔ بسمارک نے تمام مواقع اور حالات پر نظرِ ثانی کرنے کے لیئے اس واقعہ کی آڑ پکڑی۔ آسٹریا تگیاری ناچاقیوں سے اور ان خطرات سے جو اٹلی میں رونما تھے تنگ آ کر صلح وعافیت کا خواہاں تھا لیکن محض ڈچیز ہی کے معاملات کو ہمیشہ کے لیئے طے کر دینے کے لیئے نہیں بلکہ اس سے وسیع تر مسئلہ جرمنی کے تصفیے کے لیئے بسمارک ایک شدید طرز عمل اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دے رہا تھا۔ چار ناچار آسٹریا سلسلۂ جنگ قائم رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ ۵۔ مارچ کو دونوں حکومتوں نے ایک جدید معاہدہ پر دستخط کئے ۱۸۵۲ء کا ضابطہ اب منسوخ کردا نا گیا اور ملوکیت ڈنمارک کے تحت میں ڈچیز کا مسئلہ من حیث الکل ان دونوں حکومتوں کے آئندہ باہمی دوستانہ مفاہمہ پر چھوڑ دیا گیا۔ اب یہ قرار پایا کہ جسٹ لینڈ پر فوج کشی جاری رکھی جائے اور قلعہ ڈبوپل کا نہایت شدت کے ساتھ محاصرہ کیا جائے۔

اسی اثنا میں بتائید روس فرانس اور انگلستان لارڈ جان رسل اس تجویز کے ساتھ دست انداز ہوا کہ مسئلہ متنازعہ فیہ ایکبار پھر یوروپین کانفرنس کے سامنے پیش کیا جائے[1]۔ حکومتہائے جرمنی کو ان شرائط کے بعد کے ضابطہ ۱۸۵۲ء بنیاد معاہدہ نہ قرار دیا جائے اور ڈچیز تاج ڈنمارک کے ساتھ صرف ذاتی رشتۂ اتحاد سے وابستہ ہوں، سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس دوران میں جنگ نہایت سختی اور شدت کے ساتھ جاری رکھی گئی۔ قلعہ ڈبوپل ۱۸۔ اپریل کو مسخر ہو گیا اور افواج

[1] کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۴ء صفحہ ۱۴۷ ۱۲۴ وغیرہ

کانفرنس منعقدہ لنڈن اپریل سنہ ۱۸۶۴ع

ڈنمارک نے پسپا ہوکر جزیرۂ آلسن پر دم لیا۔ ۲۵ ر اپریل کو لنڈن میں کانفرنس منعقد ہوئی اور یہ حقیقت فوراً آشکار ہوئی، کہ جس مسئلے کی عقدہ کشائی کے لیئے اسکا انعقاد ہوا تھا کس درجہ پیچیدہ تھا جرمن مجلس ملی کا نمائندہ کونٹ بویسٹ اگسٹن برگ کی موافقت میں جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے متحدہ آرا کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اگر وفاقی آرا کا دباؤ نہ پڑتا تو آسٹریا ایسے فیصلہ کا طلبگار ہوتا جو سنہ ۱۸۵۲ع کے معاہدات کے مطابق ہوتا۔ پروشیا جیساکہ نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہو رہا تھا۔ ڈچیز کو اپنے وجود میں ضم کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کے حوصلوں اور آرزوں کی پشت پناہی نپولین کر رہا تھا جو پروشیا کی بحری طاقت کے لیئے شلسوگ کی قدر وقیمت پر، اور یہ پہلا واقعہ نہ تھا، زور دے رہا تھا۔ اس نے یہ پیش کیا کہ مسئلہ ملی کا نہایت آسان حل، ایک استشارے سے ہوسکتا تھا اس طور پر جرمن عنصر شلسوگ ڈنمارکیوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا اور اسکے بعد پروشیا کا اول الذکر کو ضم کر لینا آسان تھا۔ بسمارک اور بویسٹ، دونو مختلف وجوہ کی بنا پر اس خیال سے ہم آواز رہنے کے لیئے آمادہ تھے آسٹریا کے نزدیک جسکی مضطرب نگاہیں وینس پر پڑ رہی تھیں، یہ کفر وزندقہ کا مرادف تھا۔ ڈنمارک کی اسٹرو پروشوی اتحاد نے اس رخنہ کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے اور ایک ایسا مُبشرہ اختیار کر چکے تھے جس میں سختی کے آثار ہویدا تھے۔ صرف انتہائی مجبوری اور لاچاری میں وہ اپنے وطن کی سالمیت کو ہاتھ سے دینے کیلئے آمادہ ہو سکتے تھے۔

بغض وعناد کا یہ منظر کانفرنس میں ظاہر ضرور تھا لیکن اسکی وضاحت اس پیمانہ طریق سے نہیں کی گئی تھی۔ آسٹریا کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ پروشیا کے منصوبوں کی علی الاعلان مخالفت کر سکتا کیونکہ ڈچیز کے ڈنمارک سے علیحدہ کر دیئے جانیکی در پردہ وہ مخالف

پروشیا اور آسٹریا کا رویہ

تھی، جرمنی میں اسکے تمام اثرات کو باطل اور فنا کر دیتی تھی اسلیئے ہر دو حکومتوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ہر دو ڈچیز کو مشترک ادارات کے تحت میں مکمل سیاسی آزادی تفویض کر دیجائے اس کے بعد دوسرا قدم کیا ہوتا، ابھی بالکل غیر متقین تھا۔ باوجود ان بے شمار عرضداشتوں کے جنہیں الحاق کے لیئے بہت کچھ چیخ وپکار کی گئی تھی، پروشیا نے اس مسئلے کو زیر بحث ہی رکھا

لیکن اس دوران میں اسے توقع تھی کہ شلسوگ اور ہولسٹائین کے معاملات حربی اس کے تحت میں کردیئے جائینگے۔ آسٹریا پر خوف طاری ہوا۔ اور جس وقت وہ ہر چارطرف امداد و استعانت کے لئے نظریں ڈال رہا تھا اس کی نگاہ آگسٹن برگ پر جا پڑی، اس کے نزدیک پروشیا کی اس قوت کو، جو کافی سے زیادہ ترقی کرچکی تھی۔ اور زیادہ قوی بنانے سے کہیں بہتر یہ تھا کہ مجلس ملی میں ایک ڈیوک کا اضافہ اور گوارا کرلیا جائے لیکن بسمارک نے بھی اس خطرہ کا بندوبست کرلیا تھا۔ اور کانفرنس میں ڈیوک کے حقوق کی تائید ان شرائط پر کرنے کے لئے آمادہ تھا کہ وہ حربی اور بحری معاملات میں پروشیا کا محکوم ہوجائے، اندسبرگ کو وفاقی قلعہ کی حیثیت دیدے پروشیوی بحری ساحل بنانے کیلئے کیل حوالے کردے، مجوزہ نہر بحر شمالی کو پروشیا کے زیر نگیں کردے اور پروشیوی اتحاد حاصلات میں شریک ہوجائے۔ رووبار ایلب کے دوسری طرف پروشیا کی حربی طاقت کی ترقی پذیری، آسٹریا کے لئے کچھ بہت زیادہ خطرناک نہ تھی اور اگر اس لئے اسوقت پروشیا سے متحد ہوکر اس تصفیہ کے لئے آگسٹن برگ پر زور ڈالا ہوتا تو باتیں درست ہوجاتیں[1] لیکن یہ بسمارک کی ترکیب اور منصوبوں کی خوش طالعی تھی، آسٹریا اس حسد اور بے اعتمادی سے اندھا ہوکر، جو پروشیا کی طرف سے اسے تھی اُن معاملات کی حقیقت سے بالکل ناآشنا رہا جس کا اسوقت تصفیہ ہونے والا تھا۔ اس کی مخالفت سے آگسٹن برگ کو اس کی جرأت ہوئی کہ وہ پروشیا کے تمام شرائط مسترد کردے[2] بسمارک نے ڈیوک کے مطالبات

**بسمارک اور آگسٹن برگ**

کانفرنس کے سامنے پیش کردئے تھے اور شاید وہ اس امر کو خوب سمجھتا تھا کہ ضابطہ ۱۸۵۲ء کی رو سے ان کا مسترد کردیا جانا لازمی تھا۔ اہالیان جرمنی کے احساسات کیسے ہی کچھ کیوں نہ رہے ہوں، ڈیوک کے ادعائے باطل کی مخالفت کرنا یورپ کی نظر میں قطعاً قانون کے مطابق تھا اور چونکہ ۲۵ جون کو بغیر کسی مخصوص نتیجہ پر پہنچے ہوئے کانفرنس برخاست

---

[1] ملاحظہ ہو، پولیٹیسٹ جلد ا صفحہ ۲۷۴

[2] بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۳۱

ہو چکی تھی، پروشیا وول یورپ کی متحدہ مداخلت کے اندیشہ سے مستغنی ہو کر اپنی طرز عمل کو برسر کار لانے کے لیئے آزاد تھا اور اس لحاظ سے کہ التوائے جنگ کی میعاد ختم ہو چکی تھی، روس اور پروشیا میں ۲۴ رجون ۱۸۶۴ء کو تجدید معاہدہ ہوا۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ ڈچیز کو مکمل طور پر ڈنمارک سے علیحدہ کرا دینا اس جنگ کی غایت خصوصی قرار دیجانی ہے۔ موجودہ لشکر کشی کا فیصلہ جلدی ہوا۔ ۱۲ رجون کو ناآمیز وزارت مونراڈ کا خاتمہ ہو گیا اور حکومت ڈنمارک کے جدید وزیر اعظم بلومے نے صلح کیلئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ ۲۵ رجولائی کو کانفرنس منعقد ہوئی اور یکم اگست کو ابتدائی مراحل طے ہوئے اور ان پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے شاہ ڈنمارک نے اپنے ان تمام حقوق کو جو ڈچیز سے متعلق تھے شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پروشیا کو تفویض کر دیئے اور اسبات کی ضمانت دی کہ وہ اُن تمام تصفیوں کو تسلیم کریگا جو یہ دونوں شہنشاہ ڈچیز کے حق میں صادر کریں۔ اس صلح کے قطعی عہدنامہ پر ۳۰ر اکتوبر کو وائنا میں دستخط ثبت کیئے گیئے تھے۔

> ڈچیز کا پروشیا اور آسٹریا کے حوالہ کیا جانا اگست ۱۸۶۴ء

اب جہاں تک ڈنمارک کے مطالبات کا تعلق تھا حالات اور واقعات بہت کچھ سہل ہو گئے تھے لیکن باایں ہمہ ابھی کافی پیچیدہ تھے۔ اُن دو ڈچیز میں سے جو ڈنمارک سے چھین لی گئی تھیں شلسوگ پر آسٹروی اور پروشوی افواج کا مشترکہ قبضہ تھا، دوسری جانب ڈیوک فریڈرک کی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھکر، جرمن عہدیت کی افواج نے ہولسٹائن پر قبضہ کر رکھا تھا۔ پروشیا کو یہ اصرار تھا کہ اب ملک کو غیر ملکی افواج، سے آزاد کرانا چاہیئے اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے ایوانہائے حکومت پر زور ڈالکر اور وائنا میں شاطرانہ سیاسی مداعیول کو برسرکار لاکر، اس نے آسٹریا کی تحریک پر جرمن مجلس ملی سے یہ فرمان حاصل کر لیا کہ جرمن افواج ڈچیز سے فوراً اٹھا لیجائیں۔ اور سیکسن اور ہنووری افواج کا یہاں سے روانہ ہونا تھا کہ پروشوی افواج نے اپنا قبضہ جما لیا۔ ڈچیز پر اب قانوناً اور عملاً آسٹریا اور پروشیا کا مشترکہ قبضہ تھا جس کی قسمت کا مدار اس تصفیہ پر تھا جو ان کے مابین ہوتا۔

**آسٹریا اور پروشیا میں مزید کشاکش**

یہاں پہنچکر آسٹریا نے کچھ ایسا محسوس کیا گویا پروشیا نے اُسے ایک کھلونا بنا رکھا تھا؛ ایک جرمن شہریار کو اس کی وراثت سے محروم کرنے میں جو رسوائی ہوئی تھی اس کا بار اُس کے شانوں پر نسبتاً زیادہ تھا اور یہ کچھ بعید از قیاس بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس کا تمام فائدہ پروشیا کو ہوگا۔ مزید براں جنگ کی فوری دشواریوں سے سبکدوش ہوکر اس کے ذہن و دماغ میں ان تمام دیرینہ شکایات کی یاد تازہ ہو رہی تھی جو اُسے پروشیائی حکومت سے تھیں، بالخصوص اس کا بالاصرار اتحاد محاصلات سے علیحدہ رکھا جانا؛ خود وائنا میں کابینہ وزارت میں تبدیلی ہونے کے باعث صلح جو ریخبرگ کے بجائے کاونٹ منسدورف برسرکار آگیا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ آگسٹن برگ کے مسئلہ جانشینی کے متعلق جرمن جذبات کی تالیف قلوب کر کے عہدیت جرمنی میں آسٹریا کے زائل شدہ اقتدار کو از سر نو زندہ کیا جائے؛ لیکن بسمارک کی ترکیب اور شلیسوگ کی نوعیت ایسی تھی کہ آسٹریا کا وہ اندیشہ جو اسے اپنے اطالوی مقبوضات کے بارہ میں تھا، اس کے طریق عمل کے راستہ میں سنگ گراں ہو رہا تھا۔ منسدورف، فرانس کے خلاف چار درمیانی حکومتوں کی ایک لیگ قائم کرنے کی فکر میں تھا اور اس کے لئے اسے پروشیا کے خیر سگالی کی حاجت تھی اس نے ایک سودا کیا۔ پروشیا کو شلیسوگ کے الحاق کی اجازت اس شرط پر دیجا سکتی تھی کہ وہ سلیشیا کا کچھ حصہ آسٹریا کے حوالے کر دے اور اس کی غیر جرمن مقبوضات کا ضامن ہو جائے۔ لیکن بسمارک اس امر کے درپے تھا کہ پروشوی مقبوضات کا ایک گز بھی نہ دیا جائے؛ کسی پیچیدہ معاملے میں اُلجھنا بھی نہ پڑے اور اس کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اس لئے مبادلہ کی تمام تجاویز کو مسترد کردیا۔ عہدیت جرمنی کے حقوق کے لئے، آسٹریا پر ایک فوری جذبہ طاری ہوا۔ اور پرنس آگسٹن برگ کے حقوق کی علمبرداری کے لئے وہ ایکبار پھر آمادہ ہو گیا۔ اب وہ زمانہ قریب ہونے لگا تھا جبکہ یا تو آسٹریا کو ان تمام فوائد سے محروم ہونا پڑتا جو جنگ ڈنمارک کے سلسلہ میں اسے حاصل ہوئی تھی یا پھر وہ حقوق وفاقی کی آسیب زائیوں سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کر لیتا۔ اب بھی بسمارک اپنے مشغلہ تعویق و توقف کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ نیا حملہ و جھیڑ کا

سنتر کہ قبضہ کبھی پروشیا ہی کے لیئے انجام بخیر ثابت ہوسکتا تھا۔ بہرحال ابھی آسٹریا یا جمعیت الحلفا سے تفاق و افتراق کا وقت نہیں آیا تھا اور قبل اس کے کہ ایسی جسارت کیجاتی۔ دول یورپ کے رنگ و رویہ کا اندازہ لگا لینا ضروری تھا۔ اور ان سب سے زیادہ، فرانس کی غیر جانبداری اور اٹلی کا اشتراک عمل حاصل کرلینا لازمی تھا اٹلی کی کارروائی نپولین کے رویہ پر منحصر تھی اور نپولین باوجود اس کے کہ دوستانہ رویہ رکھتا تھا، ابھی کسی ہمت میں علی الاعلان شامل نہیں ہوا تھا۔ آسٹروی اتحاد، تہی بنیاد ہونے کے باوجود اب بھی سودمند تھا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بسمارک، پیرس پر کچھ نہ کچھ دباؤ ڈال سکتا تھا، جہاں جرمنی کے اندرونی اتحاد کا امکان سب سے زیادہ مہیب تھا۔

**جرمنی اور ڈچیز میں آگسٹن برگ کے بارے میں شورش**

اسی اثنا میں اتحاد جرمنی کا وہ آسیب جس سے فرانس لرزہ براندام رہتا تھا، سیاسی تداعیوں کے سب سے زیادہ مصنوعی، جیسا کہ وہ واقعی تھا۔ عفریت کی دیہیا شکل میں نمودار ہورہا تھا۔ مسئلہ شلسوگ ہولسٹائن پر جرمنی تین فرقوں میں منقسم ہوگیا تھا جرمنی کے چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور خود ہولسٹینی نہایت شدومد کے ساتھ اس پر مصر تھے کہ ڈیوک آسٹن برگ کے حقوق تسلیم کرلئے جائیں پروشیا کرسچین نہم کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر کا ادعا کررہا تھا کہ باعتبار نتائج جنگ کا اس قسم کے مطالبات کے پیش کرنیکا حق، قانوناً اسے اور آسٹریا کو تفویض ہوچکا تھا۔ دوسری طرف آسٹریا گو اپنے کارناموں کے اعتبار سے موخرالذکر نظریہ کا پابند تھا تاہم بربنائے مصلحت وہ ڈیوک کے مطالبات کی تائید کررہا تھا۔ پروشیا نے اپنی حالت اور موقع کو تقویت پہنچانیکی غرض سے مدعیانہ مطالبات کو مقننین کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا جس نے مناسب عرصے کے بعد، کرسچین نہم کی موافقت ہی میں فیصلہ صادر کردیا۔ لیکن اس دوران میں خود ہولسٹائن میں "فریڈرک ہشتم" کی موافقت میں شورشین کا ایک ہنگامہ برپا تھا جس نے اپنا مستقر حکومت کیل میں قائم کرلیا تھا۔ پروشیا اس امر کا شاکی تھا کہ آسٹروی کمشنر ان مظاہرات کا انسداد کرنے کے بجائے حتی المقدور اسے اور زیادہ ترقی دے رہا تھا۔ دوسری طرف ان انتظامات کو نامنظور کرکے جیسے اس کے پروشوی ہمعصر نے ضروری خیال کیا تھا اس نے اتحادیوں کی

مشترکہ حکومت کو ناقابل عمل بنا دیا تھا۔ آسٹریا کا جواب، مجلس ملی میں بویریا اور سیکسنی کی اس تحریک کی تائید تھی جس میں "امید واثق" کی گئی تھی کہ اب یہ دونوں حکومتیں شہریار موروثی کو ڈیوک کے منصب پر قائم و متمکن کردینگی۔ ۶ر اپریل ۱۸۶۵ء کو ووٹ لئے گئے اور پروشیا نے صرف صدائے احتجاج بلند کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ ساتھ ہی ساتھ ڈچیز کی تقریباً نصف حصے کی وراثت کے لیئے خاندان برانڈنبرگ کی طرف سے مطالبہ پیش کیا۔ جہانتک آسٹریا کا تعلق تھا، جس پر اتحاد کی پابندیاں اب بھی عائد ہوتی تھیں، اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر پروشیا ایسا کرنے پر رضامند تھا تو وہ ڈیوک کے منصب و حیثیت کو تسلیم کرلیگا۔

اب معاملات اور حالات نہایت نازک درجے پر پہنچ گئے تھے۔ اوائل ۱۸۶۴ء میں بسمارک نے ایک مراسلے کے جواب میں ایک یادداشت وائنا بھیجی جس میں ڈچیز کے متعلق، پروشیا کے اقل مطالبات مندرج تھے۔ اس نے اس امر کا صاف صاف اظہار کردیا تھا کہ پروشیا صرف اس طور پر رضامند ہوسکتا تھا کہ ڈچیز اس کے حربی، تجارتی، اور ڈاک و تار کے سلسلے میں شامل کردیجائیں۔ دوسرے سال کے جنوری اور فروری میں اس نے ان شرائط کا بار دیگر اعادہ کیا جو بالکل وہی تھے جن میں ڈیوک آف آگسٹن برگ مسترد کرچکا تھا۔ پروشیا کے اغراض و مقاصد کے اس انکشاف بے محابا کا جواب آسٹریا نے یہ دیا کہ اس نے ان مطالبات کو قطعاً مسترد کردیا۔ کاونٹ کارولی نے ایک خانگی ملاقات میں بسمارک سے اس امر کا اظہار کردیا کہ اگر ان مطالبات میں ترمیم نہ ہوئی تو پھر آسٹریا چھوٹی ریاستوں سے ہمدوش ہوکر، پروشیا کے خلاف صف آرا ہوگا اور یہ جیسا کہ بسمارک نے اشارہ کردیا تھا، جنگ کا مرادف تھا۔ آگسٹن برگ کی موافقت میں مجلس ملی کے ووٹ سے، امکان صلح میں کسی قسم کی ترقی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جرمنی میں پروشوی حکومت، بالخصوص بسمارک کے خلاف جذبات عامہ بے حد مشتعل تھے۔ خود پروشیا میں جہاں آئینی جھگڑا برابر جاری تھا، آرائے عامہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ آگسٹن برگ کے مطالبات اور حقوق کی معاونت کررہی تھی اور جس کی علمبرداری خاص دربار پروشیا میں ولیعہد فریڈرک بھی کررہا تھا۔ اب بسمارک تھا اور ساری دنیا کا یکہ و تنہا مقابلہ اگر

**جنگ کیلئے آسٹریا کی عدم طیاری**

لیکن اگر آسٹریا کے لئے کبھی ایسا موقع مل سکتا تھا تو یہ تھا کہ جبکہ وہ واقعات کی رو سے فائدہ اٹھا کر، سوائے جرمنی، دیگر متحدہ آزاد جذبات کا پیشوا بنکر، پروشوی آرزوں کو اپنی شاہراہ سے خس و خاشاک کی طرح بہا دے سکتا تھا۔ لیکن آسٹریا اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہی نہ تھا۔ اس کا خزانہ خالی تھا، اسکی افواج کا زیادہ حصہ صفحۂ کاغذ ہی پر تھا، اس کے رسالہ میں گھوڑوں کی اور توپ خانہ میں توپوں کی کمی تھی حملے کی اولیں گرانباریوں سے وینیشیا کو عہدہ برآ ہونا پڑتا اور یہاں وہ اپنی افواج کو زمانۂ صلح کی تعداد تک مختصر اور محدود رکھنے پر مجبور تھا۔ اور اگر ان اسباب کی بنا پر آسٹریا اقدام عمل سے گریز کر رہا تھا تو بسمارک بھی واقعات اور حالات کو اور چند دنوں تک معرض التوا میں رکھنا چاہتا تھا۔ نپولین اور اٹلی سے اسے اپنے معاملات ٹھیک کرنے کے لیئے کچھ وقت درکار تھا وہ آسٹریا کی بداطواریوں کے لیئے بھی کچھ وقت دینا چاہتا تھا کہ وہ شاہ ولیم کے دل و دماغ کو اچھی طرح مسموم کردیں جس کا ضمیر، جو خود اس کے (بسمارک کے) ضمیر سے کم اثرپذیر اس کی روش عمل کیلئے ایک سنگ گراں تھا[1] لیکن اسی دوران میں مولٹکے نے یہ رائے دی کہ پروشیا جنگ کے لیئے طیار رہے اس واقعہ نے آسٹریا کی اس کمزوری کے ساتھ ملکر جسکا انکشاف ہو چکا تھا۔ سیاسی حالت اور موقع کو دگرگوں کردیا۔ پروشیا نے واثنا میں زبان درازیاں بھی کیں لیکن اس طور سے کہ فی الفور صلح و عافیت میں کسی قسم کا رخنہ واقع نہ ہو۔ اور آسٹریا نے اس خیال سے کہ کہیں اس سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت سے دو چار نہ ہونا پڑے، رفتہ رفتہ ڈچیز کے متعلق، پروشیا کے اہم ترین مطالبات کو تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ بہرحال اب وہ وقت نکل چکا تھا جبکہ محض کاغذی مراعات واقعات اور حالات کو کسی معتد بہ حد تک معتدل بنا سکتے خود ڈچیز میں جہاں آسٹریا اپنی نکبت اور ذلت کی تلافی کرنے کے لیئے اپنی جبلی روش کو برسرکار لا رہا تھا، حالات و حادثات، روز بروز ابتر ہو رہے تھے۔ یہانتک کہ پروشوی بیانہ جبر

[1] بسمارک، جلد ۲ صفحہ ۱۳۔

لبریز ہوگیا اور خود شاہ ولیم نے آسٹریا کو لکھا کہ اگر وہ شلسوگ ہولسٹائن میں امن و عافیت کا تسلط قائم کرنے میں معین نہ ہوگا تو ہرچہ بادا باد، اس مقصد کے لیے پروشیا تنہا مستعد ہو جائیگا۔ اس پیام آخری سے آسٹریا کے کابینۂ وزارت کی حالت دگرگوں ہوگئی اس لیئے وہ کوئی ایسا جواب بھیج نہ سکا جس سے مراد جنگ ہوتی ان حالات کے ماتحت آسٹریا نے ایک مفاہمہ کی تجویز پیش کی جس کی رو سے ڈچیز دو مساوی حصوں میں تقسیم ہوکر دونوں حکومتوں کے حوالے کر دیجائے بسمارک اس سبب سے کہ سلسلۂ گفت و شنید میں جو جواب اٹلی سے موصول ہوا تھا اس سے دفع الوقتی اور بہانہ جوئی مترشح ہوتی تھی، دوسری طرف فرانس کا رویہ اتنک مشتبہ تھا، ایک عارضی تصفیے پر رضامند ہوگیا۔ اس لیئے ۲۰ اپریل ۱۸۶۵ء کو شہنشاہ فرانسس جوزف اور شاہ ولیم نے جو آگاہ گاسٹائن میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے تھے ایک معاہدہ پر اپنے اپنے دستخط ثبت کئے جسکی رو سے شلسوگ اور ہولسٹائن علی الترتیب پروشیا اور آسٹریا کے حوالے کر دیئے گئے اور ساتھ ہی ساتھ لوئنبرگ کی مختصر ڈچی بعوض زر نقد کلیۃً پروشیا کے حوالے کر دیگئی [1]۔

معاہدۂ گاسٹائن
۲۰ اگست ۱۸۶۵ء

معاہدۂ گاسٹائن پروشیا کی سیاسی تمدن پر دال تھا کیونکہ اس کے رو سے آسٹریا نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ڈچیز کی حکومت دونوں سلطنتوں کو تفویض تھی اسطور پر اس نے ڈیوک آف آگسٹن برگ کے مطالبات کو مسترد اور اپنے اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے درمیان ایک وسیع رخنہ پیدا کر دیا حقیقتاً اسے کسی مبصر نے فیصلہ قطعی نہیں تصور کیا۔ بسمارک نے اپنے قدیم کیفیت ارتکاب و حکمت کے ساتھ تمام حالات و واقعات و ایک مختصر فقرہ میں یوں ادا کیا "ہمنے دراڑوں پر کاغذ منڈھ دیا ہے"۔

[1] ہان جلد اول صفحہ ۱۳۷ وغیرہ۔

# باب ہفدہم

## سنہ ۱۸۶۶ء کی جنگ پروشیا و آسٹریا

نپولین اور مسئلۂ جرمنی۔ آسٹریا اور پروشیا ڈچیز میں۔ پروشیا اور اٹلی عہد نامہ مرتبہ ۸ راپریل سنہ ۱۸۶۶ء۔ وفاقیہ کی اصلاح کے لئے پروشیا کے تجاویز۔ نپولین ایک کانگرس کی تجویز پیش کرتا ہے۔ پروشیا عہدیت سے علحدگی اختیار کرتا ہے۔ وقوع جنگ۔ جنگ ساڈووا۔ نکلسبرگ کے ابتدائی مراحل۔ صلح پراگ۔ آسٹریا ہنگری میں "دوعملی"

آسٹریا پروشوی اتحاد کی ساخت وہئیت کچھ اسدرجہ بے بنیاد واقع ہوئی تھی کہ معاہدہ گاسٹائن کا کاغذی پردہ اس کی حالت اور صورت کو مدت تک معرض خفا میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہر حال یہ کید وفریب چند مہینوں تک کام دیگیا جو بسمارک کی ترتیب اور بندشوں کے لئے نہایت گرانقدر ثابت ہوا۔ اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اٹلی کے بغیر آسٹریا سے برسرپیکار ہونا، پروشیا کے لئے قسمت آزمائی کا ایک سنگین اور سہمگیں کفشہ جانا تھا اور معاہدہ گاسٹائن نے جس کی ضرورت بلحاظ دیگر امور مسلمہ تھی، حکومت تورن کو پروشیا کی خلوص نیت کے طرف سے بغایت مشتبہ کر دیا تھا۔ اٹلی علی الاعلان آسٹریا کے خلاف کوئی معاندانہ چال اختیار نہیں کر سکتا تھا جسکا بصورت دیگر انجام یہ ہوتا کہ وہ آخر وقت میں بالکل بے یار و مددگار رہ جاتا۔ اب یہ بسمارک کا فرض تھا کہ وہ آسٹریا کو پروشوی تجاویز کی اصلیت اور واقفیت کو تسلیم کر لینے کی ترغیب دیتا اور دوسری طرف یہ احتیاط بھی مدنظر رکھتا کہ کوئی راز اس طور پر افشا نہ ہو جس سے وہ تعلقات جن کی شکست و ریخت ناگزیر تھی فوراً ہی منقطع نہ ہو جائے پھر شہنشاہ نپولین کے رنگ طبیعت کا بھی اندازہ کرنا تھا، کیونکہ آئندہ جنگ میں خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوتے، فرانس کی مداخلت بسمارک کے منصوبوں کے لئے مہلک

ثابت ہونے والی تھی۔ اور سب سے آخر میں شاہ ولیم کا ضمیر، باوجود اس کے کہ
لاؤین برگ کے حاصل ہو جانے کے بعد اس نے "فتوحات حاصل کرنے کا ملکہ پیدا
کر لیا تھا"، ابتک دول جرمنی کو مشتعل بجنگ کرنے سے ابا کرتا تھا۔

**نپولین اور مسئلہ جرمنی**

بسمارک نے سب سے پہلے اپنی توجہ فرانس کی جانب
منعطف کی کیونکہ اٹلی کے طریق عمل کا مدار نپولین کے طرز عمل پر
تھا۔ نپولین کے تدبیریں بظاہر کیسا ہی تلون کیوں نہ ہو جہاں تک
مسئلہ جرمنی کا تعلق تھا، وہ بالکل واضح تھا وہ جرمنی کو اسلئے کمزور اور منقسم
رکھنا چاہتا تھا کہ اسطور پر وہ دول عظیمہ کے خلاف، چھوٹی مملکتوں کے محافظ اور
معین کی حیثیت سے فرانس کو پھر برسر اقتدار لا سکتا تھا اور اسطور پر انجام کار،
وہ اس تغلب وتصرف سے معاہدات ۱۸۱۵ء کو چاک کر کے، بار دیگر رہائن کو
فرانس کی سرحد قرار دینے میں کامیاب ہو جاتا، اس مقصد کے حصول کے لئے
آسٹریا اور پروشیا کا برسر پیکار ہونا نہایت مناسب اور برمحل تھا، اب اگر پروشیا
جلد سے جلد مغلوب ہو جاتا، یا یہ کشمکش عرصہ تک جاری رہتی۔ اور ان دو حالتوں
کے سوا کوئی تیسری صورت نہ تھی۔ تو فرانس عین وقت پر مداخلت کر کے ایک ہی
ضرب میں جرمنی کو اپنے منشاد کے مطابق بنا سکتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وینس کو
اطالوی سلطنت میں شامل کر کے "اس کی اساس وتعمیر کو مکمل کر سکتا تھا۔" ان حالات
کے ماتحت معاہدہ گاسٹائن پر دستخط ہو جانے کی خبر، پیرس میں نامقبول ثابت
ہوئی کیونکہ اس سے صرف یہی نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ دونوں جرمنی کا اتحاد باردیگر مستحکم
اور استوار ہو گیا اور جسکا برقرار رہنا فرانسیسی منصوبوں کے لئے بغایت مہلک
تھا، بلکہ ڈچیز کی تقسیم سے اصول قومیت کو صدمہ پہنچتا تھا جس کا نپولین خود کو طرفدار
قرار دے چکا تھا۔ پیرس میں شور وشین کا ایک غلغلہ عام بلند ہوا جنے شہنشاہ
کو اس امر سے متنبہ کر دیا کہ موخرالذکر حیثیت ایسی نہ تھی جس کو معمولی طور پر نظر انداز
کیا جا سکتا تھا۔ (نظر برایں) ۲۹ر اگست کو حکومت فرانس کی طرف سے ایک گشتی
مراسلہ جاری کیا گیا جس میں معاہدہ گاسٹائن کو آزادی ملت اور
قانون یورپ کے خلاف قابل نفرین گردانا گیا اور اس

اعلانِ احتجاج کی حمایت ۱۴ ستمبر کا وہ نوٹ کرتا تھا جو برطانوی حکومت کی طرف سے لارڈ جان رسل نے شائع کیا تھا۔ فرانسیسی مراسلہ شہنشاہ کی فکر و فیصلہ کا ترجمان قطعی نہ تھا بلکہ وہ صرف اہالیانِ پیرس کے شور و غوغا پر ان کا منہ بند کرنے کے لئے ایک لقمہ تھا۔ اور جس وقت بسمارک نے معاہدہ کی ہنگامی نوعیت کی تشریح کر دی نپولین

**بسمارک اور نپولین**

نے پرائیوٹ طور پر یہ پیغام اور جواب بھیجا کہ وہ اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا اور اس نے گشتی مراسلہ کے درشت لب و لہجہ پر، جو بغیر اس کی منظوری کے روانہ کر دیا گیا تھا علی الاعلان اظہارِ تاسف کیا۔ بسمارک نے اس کامیابی پر نہایت سرعت کے ساتھ قدم بڑھانا شروع کر دیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کو اس نے (Biarritz) بیارٹز کا سفر کیا اور بذاتِ خود اس تمام مسئلہ کو شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا اثنائے بازدید میں کیا کیا واقعات پیش آئے بسمارک نے اپنے تذکرہ میں ان کو زیادہ روشن کر دینا گوارا نہیں کیا ہے اور گو یہ جرم کہ اس نے جرمن مقبوضات کو فرانس کے حوالہ کر دینے کا قطعی وعدہ کر لیا تھا ممکن ہے کہ بے بنیاد ہو، تاہم ظنِ غالب یہ ہے کہ نپولین کو یہ خیال ذہن نشین ہو گیا تھا کہ آئندہ جنگ میں اس غیر جانبدار رہنے کے معاوضہ میں پروشیا "سرحد کی از سرِ نو تنظیم" میں اس کے لئے کچھ نہ کچھ مراعات ضرور روا رکھے گا۔ بہر حال شمالی جرمنی میں پروشیا کی عظمت پذیری کا اس نے اپنے آپکو موافق ظاہر کیا۔ اس کے خیال میں مسئلہ کی یہ نوعیت جنوبی جرمنی میں اس کی اعانت اور دستگیری کو ناگزیر بنا دیگی۔

اس اثنا میں خود وہ معاملہ جو معاہدہ گسٹائن کی رو سے بروئے کار آیا تھا ابتدا ہی سے کسی حد تک کامیابی کے ساتھ برسرِ عمل رہا۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں حکومتوں کے منشاء بیانات کا اظہار اس ہنگامی حکومت کی نوعیت سے ہو رہا تھا جو برسرِ کار تھی۔ ایک طرف پروشیائی گورنر مانٹ ٹوفل شلسوگ میں اپنی پوری حربی طاقت سے حکمرانی کر رہا تھا دوسری طرف ہولسٹائن میں آسٹریوی عمل (Gablenz) گابلنز ایک ایسا نظمِ حکومت قائم کر رہا تھا جس میں قدیم نوابی طرزِ حکومت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ دونوں گورنروں کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے لیکن ہر دو حالتوں میں اگسٹن برگ کے حقوق اور مطالبات

نہ کہیں تسلیم کیئے جاتے تھے اور نہ روا رکھے جاتے تھے۔ یہ جرمنی کی جانب اٹلی کا بدلا ہوا رویہ تھا جو اس آہنگ عافیت میں خلل انداز ہوا۔

**مسئلہ ڈچیز کے متعلق معاملات اٹلی میں رجع عمل**

پروشیا سے ایک باہمی مفاہمہ کرنے کی جب تمام کوششیں بظاہر بے سود نظر آنے لگیں تو اطالوی حکومت نے وائنا کا رُخ کیا اور دس کروڑ لیرے کے معاوضے میں وینیشیا کی واپسی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ آسٹریا کا جواب قطعی تھا۔ شہنشاہ وینیشیا کو کسی حالت میں علٰحدہ کرنے کے لیئے آمادہ نہ تھا الا نتیجۂ جنگ کی صورت میں! دوسری طرف آسٹریا تجارتی اتحاد بار دیگر قائم کیئے جانے کے لیئے گفت وشنید کرنے پر تیار تھا لیکن اس معاملے میں پروشیا اس سے سبقت لے گیا۔ بویریا، سیکسنی اور دیگر مملکتہائے کہتر، آسٹریا سے اس بنا پر برافروختہ تھیں کہ اس نے گاشٹائن میں ان کے مقاصد ومفاد کے ساتھ غداری کی تھی اور بادن، ہسی اور نساؤ ان سبھوں نے بخوشی اور رضامندی پروشیا کی اس تحریک پر صاد کیا کہ اٹلی اور اتحاد محاصل کے درمیان ایک تجارتی عہدنامے پر دستخط ہو جانے چاہییں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اطالوی سلطنت کو تسلیم بھی کر لیا۔

**ڈچیز میں آسٹریا اور پروشیا کے کشیدہ تعلقات**

آسٹریا کا جواب آگسٹن برگ کی موافقت میں ہولسٹائن میں شورش اور ہیجان کو پوری طاقت کے ساتھ کارفرما کر دینا تھا مانٹوئیفل نے اس خیال سے کہ یہ وبا شلسوگ میں نہ پھیلنے پائے ہولسٹائن کے جرائد اور صحائف کا داخلہ بند کر دیا۔ گابلنز نے اسکا جواب ایک تقریر سے دیا جسمیں اس نے کہا کہ وہ ایک ترکی پاشا کی طرح حکمرانی نہیں کر سکتا تھا! دونوں گورنروں کی دیرینہ قلبی موانست میں اب اس درجہ کشیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ ان کے منقطع ہو جانے میں اب کوئی شبہہ نہ تھا اور دسمبر میں مانٹوئیفل نے بسمارک کو یہ لکھ بھیجا کہ اب وہ وقت آگیا تھا کہ آسٹریا سے یہ امر دریافت کیا جائے کہ وہ اپنے تعلقات آگسٹن برگ سے منقطع کرنا چاہتا تھا یا پروشیا سے؟ بسمارک نے دربار وائنا سے شکایت کی لیکن آسٹریا کا یہ جواب وصول ہوا کہ آگسٹن برگ کا ڈیوک کا لقب اختیار کرنا ضابطے کے مطابق

تھا، اگر پروشیا کو ہولسٹائن کے جرائد اور صحائف کے لب ولہجہ کی شکایت تھی تو آسٹریا کو شلسوگ کے اخبار و رسائل سے شکایت تھی، جو پروشیا سے ملحق کردیئے جانے کے لیئے ہنگامہ برپا کیئے ہوئے تھے۔ رہا ڈچیز میں آسٹریا کی سیاسی حیثیت کا حال یہ تھا کہ تاوقتیکہ اسے کسی دوسری جگہ معاوضہ نہ ملجائے وہ ان پر اپنی گرفت کو ڈھیلا نہیں کرسکتا تھا[1]۔ یہ حقیقت بسمارک کو یہ محسوس کرادینے کے لیئے کافی تھی کہ اگر پروشیا کو بارِ دیگر ان آفات سے محفوظ رکھنا منظور تھا جو اولمتز میں پیش آئی تھیں تو آسٹریا سے برسر جنگ ہونا ناگزیر تھا، اور واقعہ تو یہ ہے کہ عہدِ جرمانی میں دونوں طاقتوں کی حیثیت کلی کے مقابلے میں ڈچیز کا مسئلہ بالکل ایک ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ شلسوگ ہولسٹائن پر دسترس حاصل کرنے کے یہ معنی تھے کہ پروشیا پورے جرمنی پر دسترس حاصل کرنے کے لیئے آمادہ ہوجائے۔ ۱۳ رجنوری ۱۸۶۶ء کو پروشیا کی سفیر متعینۂ ٹورن کو یہ ہدایات بھیجی گئیں کہ وہ ایک بار پھر اشتراک عمل کے لیئے اٹلی سے گفت وشنید کا آغاز کردے۔ دو دن بعد ہولسٹائن میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جنھوں نے دفعۃً معاملات کو بحرانی حدود تک پہنچا دیا۔ ۲۳ رجنوری کو آسٹروی حکومت کی خاموش رضامندی کے ساتھ التونا میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جسمیں پروشوی حکومت کے خلاف اظہار نفرت وملامت اور مقامی طبقات کے اجتماع کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ آسٹریا نے اپنے سفیر متعینۂ برلن کے توسل سے اس امر کا اعلان کردیا کہ وہ اب بھی حکمرانوں کے اس اعلان کا پابند تھا جو ۲۸ مئی ۱۸۶۴ء کو گسٹن برگ کی موافقت میں نافذ کیا گیا تھا اس "فریب" نے بادشاہ کے ان وسوسوں کا بھی ازالہ کردیا جن کی رو سے وہ بسمارک کے طریقۂ عمل کی تائید کرنے میں پس وپیش کیا کرتا تھا۔ ۲۶ رجنوری کو ایک مراسلہ وائنا بھیجا گیا جس میں "مغویانہ شورش" کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا تھا جو بسرکردگی آسٹریا، ہولسٹائن میں برسرکار لائی جارہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کردیا گیا تھا کہ اگرچہ منی کے معاملے میں دونوں

[1] سیبل جلد چہارم صفحہ ۲۹۴۔

حکومتوں کا طرز عمل ہم آہنگ نہ کیا جا سکا تو پھر پروشیا اپنی پالیسی کو بہمہ وجوہ بر سر کار لانے کی مکمل آزادی حاصل کرنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ آسٹریا کا جواب یہ تھا کہ وہ ہولسٹائن میں جیسی کچھ تدابیر بر سر کار لانا چاہتا تھا اس کے خلاف پروشیا کو نکتہ چینی یا اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اب بسمارک نے بحث مباحثہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور دونوں حکومتوں کے تعلقات منقطع ہو گئے۔

**پروشیائی آسٹروی اتحاد کا خاتمہ**

اب جنگ گو بظاہر ناگزیر معلوم ہوتی تھی تاہم دونوں طاقتوں میں سے ایک بھی اس کی ابتدا کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ آسٹریا کی حرب سامانی، حسب معمول، نہایت افسوسناک طور پر التوا پذیر ہی دوسری طرف پروشیا کو بھی اٹلی سے عہد و پیمان کرنا باقی رہ گیا تھا اور اپنے فعل کو جرمنی اور تمام دنیا کی نظروں میں حق بجانب تسلیم کرانے میں اُسے حکمرانانِ عہدیت جرمانی کے سامنے اپنے آزادانہ کار کو بے کم و کاست پیش کرنا بھی باقی تھا۔ کچھ دیر کے لیے اطالوی حکومت کو یہ توقع ہونے لگی تھی کہ وہ بغیر کسی جنگ و پیکار کے وینس حاصل کر لے گی۔ ۲۴ جنوری ۱۸۶۶ء کو پرنس کوزا والی رومانیا معزول کیا گیا اور نپولین کی منظوری سے اٹلی نے یہ تجویز پیش کی کہ ولایات ڈینوب کے معاوضے میں، آسٹریا، وینس حوالے کر دے۔ یہ تجویز روس، انگلستان اور خود آسٹریا کی مخالفت سے مسترد ہو گئی اور اب اطالوی تفرد کے تکمیل کی توقع صرف اس پروشیائی اتحاد سے وابستہ تھی جس کی سفارش فرانسیسی شہنشاہ نے کی تھی۔ جرمنی میں حالات و حادثات کی رفتار اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ پروشیا آسٹریا کے ساتھ کسی طور پر ہم آہنگ نہ ہوگا اور اپنے رفیق کو کسی طور پر بے یار و مددگار نہ چھوڑیگا۔ ابتدائی مارچ سے آسٹریا نے عاجلانہ انتشار کے ساتھ جنگ کی طیاریاں شروع کر دیں اور ۱۶ کو یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ مینڈارف نے پرشیا سے اسی امر کا قطعی مطالبہ کیا کہ آیا پروشیا معاہدۂ غاسطین کو شکست کر کے جمعیتہ الحلفا کی حمایت میں خلل انداز ہونے کے درپے تھا، ساتھ ہی ساتھ اس نے شہر یاران جرمنی کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اس امر کا اعادہ کیا تھا کہ اگر پروشیا کا جواب محض حیلے حوالے پر مبنی ہوا تو آسٹریا اتلافی افواج کے اجتماع کی تحریک

ڈائٹ میں پیش کریگا۔ اس نوٹ کا جواب بسمارک کی طرف سے ایک پرزور "نہیں" کی صورت میں آیا لیکن چند ہی دن بعد ۲۴ مارچ کو اُس نے اپنی طرف سے ایک گشتی مراسلہ شائع کیا جس میں اس نے آسٹریا کی تیاری جنگ کا تذکرہ کیا تھا اور اس امر کا بھی اعادہ کر دیا تھا کہ ان حالات کے ماتحت پروشیا کو اپنی محافظت کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرنا ناگزیر تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ حیرت زدہ حکمرانوں کے سامنے پروشیا کی اُن تجاویز کے خاکے کو بھی پیش کر دیا جن کی رو سے وہ جمعیۃ الحلفا میں اصلاحات نافذ کرنا چاہتا تھا جس کی سب سے نمایاں دفعہ "ایک جرمن قومی پارلیمنٹ کی تجویز تھی جس کی تعمیر و ترتیب عالمگیر حق انتخاب کی رو سے ہوتی" جو ان حدود اور پابندیوں کے بجائے جو قبل از وقت اکثریت کو متیقن کرنے کے درپے رہتی ہیں، متحدہ قوت عمل کی کامل ترضمانت ہوتی"۔

**عہد نامہ مرتبہ ۸ اپریل ۱۸۶۶ء مابین پروشیا اور اٹلی**

ان حالات کے ماتحت گووو نے اطالوی سفیر متعینہ برلن نے اپنی حکومت کے سامنے بسمارک کے ساتھ ایک معاہدہ اتحاد کی تجویز پیش کرنے میں خود کو حق بجانب تصور کیا اسمیں یہ شرط ملحوظ رکھی گئی تھی کہ اگر حکمرانوں نے اُن تجاویز کو جنھیں دستور وفاقیہ کی اصلاح کے لیے پروشیا نے پیش کی تھیں اور جرمن قوم کی ضروریات جن کا مطالبہ کر رہی تھیں "مسترد کر دیں تو اپنی تجاویز کو "موثر اور نافذ بنانے کے لیے" پروشیا اعلان جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا اور ایسی حالت میں، بہر حال، آسٹریا کے خلاف اٹلی بھی مستعد کارزار ہو جائیگا۔ لیکن یہ معاہدہ صرف اُس حالت میں قائم رہ سکتا تھا جبکہ معاہدے کی تصدیق و توثیق کے تین ماہ کے اندر ہی اندر پروشیا اعلان جنگ کر دے۔ حسب نتائج جنگ، بشرط کامیابی وینشیا اطالوی سلطنت کے حوالے کر دیا جائیگا اور اُسی قدر قیمت کی مقبوضات شمالی جرمنی میں پروشیا سے ملحق کر دی جائینگی۔ ۸ اپریل ۱۸۶۶ء کو عہد نامے پر دستخط ہوئے۔

بسمارک کا اب یہ مقصد رہ گیا تھا کہ اُس تین ماہ کی مدت کے

اندر ہی اندر جو عہدنامے میں مذکور تھی اس ناگزیر جنگ کو کسی طور پر وقوع پذیر بنا دے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا لحاظ بھی ضروری تھا کہ کسی غلط چال سے پروشیائی رفتار کی "صحت" دول یورپ کی نظروں میں مشتبہ نہ ہونے پائے ۹ راپریل کو ٹھیک اسی روز جبکہ اٹلی کے ساتھ معاہدۂ اتحاد پر دستخط ہوئے تھے، جرمانی عہدیت کی اصلاحات کی تجاویز ڈائٹ میں پیش ہوئیں[1] اس سے سوا اس کے "جرمن اتحاد کا سنگ اساس پروشیا کی سرکردگی میں، سیاسی آزادی کے اصول پر، رکھا جائے"، کوئی اور نتیجہ برآمد نہیں ہوا، اور شاید یہی مقصد پیش نظر بھی رکھا گیا تھا۔ کیونکہ جس وقت جرمن دستوریت کو پر مباحثہ ہو رہا تھا، آمادگی جنگ کے متعلق برلن اور وائنا میں نہایت تلخ اور تند مراسلات کی آمد و شد ہو رہی تھی اور اسی روز ۱۱ راپریل کو جبکہ پروشیائی اصلاحی تجاویز ایک کمیٹی کے سپرد کیجا رہی تھیں، آسٹریا کی مجلس جنگ نے یہ فیصلہ کیا، (اور یہ اس معاہدے کی علی الرغم خلاف ورزی تھی جو پروشیا کے ساتھ جزئی طور پر سامان جنگ کو مختصر کر دینے کے لیئے ہوا تھا) کہ جنوبی افواج مجتمع کیجائیں تو

آسٹریا کے اس بظاہر بے محابا اور متناقض طرز عمل کا سبب وہ ہیبت انگیز خبریں تھیں جو اٹلی سے پہنچی تھیں، جہاں گاریبالڈی نے ایکبار پھر اپنی مساعی کو حرکت دینی شروع کر دی تھی اور فوجی اجتماع کی منحوس خبریں پہنچ رہی تھیں اس کے بعد ہی ۲۶ راپریل کو برلن میں اعلان جنگ پہنچا جسمیں اس امر کا مطالبہ

آسٹریں اعلان جنگ

کیا گیا تھا کہ جنوب میں آسٹرومی افواج کے مجتمع ہونے پر بھی، پروشیا کو ہتھیار ڈال دینے پر حکومت کو شلیسوگ ہولسٹائن کے مسئلے کے متعلق ایک مصالحت کر لینی چاہیئے ورنہ آسٹریا اس کو تصفیے کے لیئے پورے طور سے مجلس وفاقی کے سامنے پیش کریگا۔ اب وہ تمام امید جو کسی صلح آمیز فیصلے کے بارے میں کیجا سکتی تھیں بظاہر مفقود نظر آتی تھیں۔ ٹھیک اسی دن جس روز کہ آسٹرین اعلان جنگ روانہ کیا گیا تھا (۲۶ اپریل) لا مارمورا نے اطالین افواج کے اجتماع کا حکم نافذ کیا۔ ۳ رمئی کو پروشیا نے اپنی افواج کو مستعد

[1] ہان جلد اول صفحہ ۳۸۹

کارزار رکھنے کے لیئے جدید تدابیر عمل اختیار کرنا اور افواج کا اجتماع شروع کر دیا[1]۔
نپولین کے دیرینہ تلون طبع نے کچھ ایسا رنگ اختیار کرنا شروع کیا کہ وہ
مہمات مسائل جو اب معرض وجود میں آنیوالے تھے جنگ چند ہفتوں کے لیئے
ملتوی ہوگئی۔ اہالیان فرانس کے وسیع طبقے نے اندیشہ مند ہوکر یہ محسوس کیا اور یہ
حقیقت بھی تھی کہ اس کے خیالی منصوبوں سے فرانسیسی اغراض و مقاصد کی قربانی

نپولین سوم ایک کانگرس کی تجویز پیش کرتا ہے

ہوتی تھی جس کا انجام صرف اطالوی اور پروشیائی توسیع حدود کا
تیقن کرنا تھا۔ ۳ مئی کو تی ایر نے ان جذبات کا ایوانوں میں
اظہار کیا۔ اس نے نہایت بلند آہنگی سے بیان کیا کہ "جرمنی کو سیاسی اتحاد، حاصل
نہیں کرنے دیا جائیگا۔ پروشیا کا مقصد صریح یہ ہے کہ آسٹریا کے خلاف ایک فاتحانہ جنگ برسرکار
لاکر جرمنی کو متحد کردے، ہر وطن دوست فرانسیسی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس جنگ کا سد باب
کرے"۔ نپولین خود یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ ایک ایسا طرز عمل اختیار کرنا بالکل ہیچ
تھا جس کا انجام محض پروشیا کی طاقتوری تھی اور اس کے مقابلے میں فرانس کو
مساوی منفعت کبھی نہیں حاصل ہوتی تھی۔ دوسری طرف وہ وینشیا کے انتقال سے
رومن اور اطالین مسائل کا ہمیشہ کے لیئے تصفیہ کر دینے پر آمادہ تھا اور چونکہ پروشیا
جرمنی کا نقصان کرکے اسکی سرحدوں کی تنقیح اور تنظیم کو منظور کرنے سے برابر انکار کرتا آرہا تھا
اس لئے اس خیال سے کہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا برآمد ہوتا ہے آسٹریا سے
اپیل کی۔ اگر صرف موخر الذکر وینس حوالہ کر دیتا تو پھر اٹلی جنگ سے بری ہوجاتا، پروشیا
آسٹریا کے خلاف اپنی متحدہ فوجی طاقت کو برسرکار لاسکتا اور کسی مساعد لمحے میں فرانس
[2]دخل دے کر جرمانی عہدیت کے معاملات کا تصفیہ اسطور پر کرسکتا جو خود اس کے
اغراض و مقاصد کے لیئے سودمند ہوتا۔

---

[1] ہان جلد اول صفحہ ۴۰۳ وغیرہ
[2] ملاحظہ ہو تقریر ۲۴ مارچ ۱۸۶۶ء سوریل "جنگ فرانس و پروشیا کی تاریخ تدبر" جلد ۱
صفحہ ۳۳) ( Diplematique de la gverre Franco Allemande
باب ۱ صفحہ ۳۲

اب آسٹریا کو دو طرف سے حملے کا اندیشہ تھا اور چونکہ ہنگری کی طرف سے اسے شبہہ بھی تھا، وہ اٹلی کی غیر جانبداری خرید لینے کے لیئے، بغیر کسی مقبوضاتی معاوضے کے، وینس حوالے کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ لامارمورا کے لیئے یہ تجویز نہایت لطف فریب اور دلپذیر تھی کیونکہ اس سے اٹلی کو ایک ہی ضرب میں وہ تمام باتیں حاصل ہو رہی تھیں جو انتہائی خونریزی یا زر پاشی کے باوجود ممکن تھا کہ آخر میں نہ حاصل ہو سکتیں لیکن "غیرت اور حمیت" کا تقاضا تھا کہ (اس حالت میں بھی) پروشیا سے علیحدگی نہ اختیار کی جائے" بنا بر آں اس نے پیش کردہ تجاویز کو مسترد کر دیا۔ اس غیر متوقع اندیشہ مندی سے ششدر اور حیران ہو کر نپولین ایک دوسری اور پسند خاطر ترکیب کی طرف مائل تھا ۶ مئی کو اوگزیر میں اس نے اپنی تقریر کے اثنا میں عہد نامجات ۱۸۱۵ء پر "جسے کچھ لوگ ہماری خارجی پالیسی کی بنیاد قرار دینا چاہتے ہیں" اظہار نفرت کیا اور سارے یورپ کو لرزہ براندام کر دیا۔ دول یورپ کو یہ معلوم کر کے گونہ اطمینان نصیب ہوا کہ اس کا مقصد مخصوص صرف یہ تھا کہ وینس، ڈچیز اور جرمن عہدیت کے معاملات کو طے کرنے کے لیئے ایک یورپی کانگریس منعقد کی جائے۔[1] تمام یورپ کے سبھی عام مقاصد و مفاد کی نظر سے اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا تھا اور انگلستان اور روس نے فوراً اپنی رفاقت کا اعلان کر دیا۔ لیکن آسٹریا کے نزدیک اس سے زیادہ نامقبول تجویز کوئی اور ہو نہیں سکتی تھی جس کی رو سے اٹلی میں اس کی حالت اور حیثیت کا مسئلہ ایک دفعہ پھر معرض بحث میں آتا تھا اور جو اسطور پر اور زیادہ پیچیدہ ہو گیا تھا کہ اصول قومیت پر بالعموم زیادہ زور دیا جا رہا تھا۔ لیکن وہ حقیقتہً کسی ایسی تجویز کو علی الاعلان نامنظور کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا جو صرف دول یورپ کی ایک مجلس شوریٰ کا مطالبہ کرتی تھی۔ لیکن اس نے کانگریس میں اپنی شرکت کو اسطور پر مشروط کر دیا کہ مجلس کے آرا و افکار کی حیثیت ہی بالکل ہیچ ہوئی جاتی تھی انجام یہ ہوا کہ یہ سارا کھیل بگڑ گیا۔[2]

[1] سوریل جلد اول صفحہ ۱۳۔

[2] کاغذات پارلیمنٹ LXXI ۱۸۶۶ء صفحہ ۲۴۵۔

اسطور پر کانگرس کی تجویز کا سوائے اس کے کوئی حاصل نہ نکلا کہ فریقین کو سامان جنگ کا موقع ملگیا جواب بالکل ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔ نپولین نے فوراً ایسا طرز عمل اختیار کرنا شروع کردیا جس سے وہ سمجھتا تھا کہ اس ہنگامۂ کشاکش میں اسے حکم کا منصب حاصل ہو جائیگا اس لئے آسٹریا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے موخرالذکر نے وعدہ کیا کہ اگر فتح نصیب ہوئی اور نپولین غیر جانبدار رہا تو آسٹریا متحدہ جرمنی کو معرض وجود میں نہ لائیگا۔ پروشیا سے بھی اس نے اپنی کریمانہ غیر جانبداری کا وعدہ کرلیا لیکن اس کی شکست کو تیقن کردیئے کے لیئے اس نے اس امر کی کوشش شروع کردی کہ اٹلی کو محالفے سے علیحدہ کردیا جائے۔ بالآخر ۱۲ر جون کو اس نے ایوانوں کو اپنا پیغام بھیجتے وقت اس امر کا اعلان کیا کہ فرانس کو اپنی حدود کی توسیع سے اسوقت تک کوئی سروکار نہ ہوگا جبتک کہ اس کی ہمسایہ حکومت ایک وسیع پیمانے پر الحاقات کرکے میزان طاقت کو معرض خطر میں نہ ڈالدیگی۔[1]

لیکن قبل اس کے کہ آخری مرافعہ حرب وضرب سے کیا جاتا، آسٹریا اور پروشیا کے درمیان سیاسی مراسم پورے کیئے جارہے تھے یکم جون کو آسٹریا نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ ڈچیز کا مسئلہ من حیث الکل مجلس وفاقی کے سپرد کردیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ طبقات مجتمعہ کو ہولسٹائن میں طلب بھی کرلیا جائے اس بات پر بسمارک نے اس بنا پر اظہار نفرین کیا کہ یہ معاہدۂ گاسٹائن کی خلاف ورزی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کردیا کہ اس خلاف ورزی سے ڈچیز پر مشترکہ قبضے کا حق از سر نو پیدا ہو جاتا ہے اور اب پروشیا کو یہ حق حاصل ہوگیا ہے کہ وہ ہولسٹائن میں داخل ہو جائے دوسرے دن ۴ر جون کو اس نے ان تمام امور کو ایک گشتی مراسلہ کی صورت میں دول یورپ کے سامنے پیش کردیا اور اس کے ساتھ عہدنامہ مرتبہ ۱۶ر جنوری ۱۸۴۶ء کو بھی شائع کردیا جس کی رو سے آسٹریا اور پروشیا کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ شلسوگ ہولسٹائن کے مسائل باہمی رضامندی سے طے پایا کرینگے۔

---

[1] سوریل جلد اول صفحہ ۱۸۔

عہدیت جرمانی کے ساتھ پروشیا کے جو تعلقات تھے اب صرف ان کی تشریح و توضیح باقی رہ گئی تھی۔ ۹ ارپیل کو مجلس کے اس قطعی مطالبے کے جواب میں کہ عہدیت کے امن و عافیت کے متعلق اسکا کیا ارادہ تھا، پروشیا نے یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ کنارہ کش ہوکر محض ایک یوروپین طاقت کی حیثیت پر قایم ہوجائیگا اب آسٹریا کے طرز عمل کے خلاف بسمارک نے پروشیا کا صحیفۂ احتجاج، فرانکفورٹ میں پیش کردیا۔ اس نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ شلسوگ ہولسٹائن سلے کو طے کرنے کا حق، جسے وہ تسلیم کرسکتا تھا، صرف ایک اصلاح یافتہ وفاقی حکومت کو حاصل ہوسکتا تھا اور اس اصلاح یافتہ حکومت کا مدار ایک جرمن پارلیمنٹ پر ہونا چاہیئے جو اس امر کی ضمانت ہو کہ

عہد کی اصلاح کیلیے پروشیا کی تجاویز

پروشیا کو جتنی قربانیاں کرنی پڑینگی وہ محض مخصوص شاہی خاندانوں کیلئے نہیں بلکہ سارے جرمنی کیلئے ہونگی دوسرے ہی دن پروشیائی اصلاحی تجاویز کو گشت کرادیا گیا وہ یہ کہ آسٹریا عہدیت جرمانی سے حذف کیا جائے، ایک وفاقی بیڑا تیار کیا جائے اور افواج کی علی کمان پروشیا اور ربویریا میں مشترک ہو۔ ایک جرمن پارلیمنٹ بھی قائم ہو جسمیں ہر فرقہ کو حق شرکت حاصل ہو۔ اور سب سے آخر میں عہدیت جرمانی کے ساتھ جرمن آسٹریا کے تعلقات کا تعین ایک خاص عہدنامے سے عمل میں آئے۔ جرمن مملکتوں سے یہ امر دریافت کیا گیا تھا کہ اگر اصلی جمعیۃ الحلفا کا شیرازہ جنگ کی وجہ سے ٹوٹ جائے تو کیا وہ جدید نظام میں شرکت کرنے پر آمادہ ہونگی[1]۔

اس نظام اصلاحات کو مجلس ملی میں پیش کرتے وقت پروشیا کو قیام امن و صلح کی توقعات کے متعلق کوئی مغالطہ نہ تھا۔ پانسہ تو کبھی کا پھینکا جاچکا تھا۔ ۷ ہ جون کو جنرل مان ٹوئیفل معاہدۂ گاشٹائن کے خاتمے کا حسب ضابطہ اعلان کرکے ہولسٹائن میں داخل ہوگیا اور ڈیوک فریڈرک کی حکومت کی ہیئت ہیں، اسبات پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے کہ پروشیا نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے آسٹرین پس پا ہوکر التونا کی طرف پلٹ گئے۔ ارکو پیر عہدہ شوہ

پروشیا ہولسٹائن پر قابض ہوتا ہے

[1] ہان جلد اول صفحہ ۱۳۴۔

جنرل نے اس امر کا اعلان کیا کہ اسے آسٹریا کے طرز عمل سے مجبور ہو کر نہایت افسوس کے ساتھ شلسوگ اور ہولشٹائن کی حکومتوں پر قبضہ کرنا پڑا ہے اس لئے فوراً ہی تمام مظاہرات کے انسداد کا بھی انتظام کرنا شروع کر دیا جو ڈیوک آف آگسٹن برگ کی موافقت میں بر سر عمل لائے جاتے جرمنی کے گوشے گوشے میں اس خود غرضانہ اور جابرانہ پالیسی کے خلاف شعلے بھڑکنے لگے جس کا انکشاف ایک ایسی حرکت سے ہوا تھا جو لبظاہر محض ایک طرح کا بین الاقوامی سرقہ معلوم ہوتی تھی۔ خود مجلس ملی میں بھی کثرت سے اراکین پروشیا کے خلاف تھے۔ چند چھوٹی چھوٹی شمالی مملکتوں نے اسکی رفاقت بھی کی لیکن بیویرین وزیر Pforteni پفورٹن عہدیت جرمانی کے اسطور پر از سر نو مرتب کئے جانے کو ایک لمحے کے لیے گوارا کرنے پر آمادہ نہ تھا، جس سے ایک ایسی حکومت حذف ہو جاتی تھی جسکا شمار دول عظیمہ میں ہوتا تھا۔ آسٹریا نے طبیعت کے اس رنگ سے فائدہ اٹھایا اور فرانکفورٹ میں پروشیا کے طرز عمل کے خلاف احتجاج کیا جسے وہ محض معاہدۂ گاسٹائن کی خلاف ورزی نہیں قرار دیتا تھا بلکہ اسے وہ عہدنامۂ وائنا کے بھی صریحی منافی سمجھتا تھا جس کی رو سے، حسب دفعۂ ۱۹ (قوانین آخری) وہ جمعیتہ الحلفا کو پروشیا کے خلاف، انسدادی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر آمادہ کرنیکا حق رکھتا تھا۔ ۱۲ جون کو دونوں حکومتوں نے اپنے سفیروں کو واپس بلا لیا۔ اور یہ باہمی تعلقات کے منقطع ہو جانے کا اعلان تھا۔ ۱۴ جون کو معاندانہ تجاویز مجلس وفاقی میں پیش ہوئیں۔ پروشیا عہدیت کے دستور و ضوابط کی اصلاح پر مصر تھا اور آسٹریا، پروشیا کے خلاف عہدیت کو انسدادی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کے درپے تھا۔ بسمارک اسبات کی کوشش کر رہا تھا کہ جو نتائج اسوقت معرض بحث میں تھے اس میں کسی قسم کا التباس یا ابہام باقی نہ رہے۔ اگر آسٹروی تحریک پاس ہو جائے تو پروشیا،

**پروشیا، عہدیت سے کنارہ کش ہوتا ہے**

جمعیتہ الحلفا کے خاتمے کا اعلان کر دیگا اور اگر وہ آیندہ جنگ میں کامیاب رہا تو جرمنی کی وہ شمالی مملکتیں جنھوں نے خلاف رائے دی تھی، اپنی مقتدر حیثیت شہریاری کو خیرباد کہنے پر مجبور ہونگی۔ مجلس نے کثرت آرا سے جس کی نسبت ۷، اور

وتھی اس خطرے میں پڑنے کا فیصلہ کر دیا۔ اور آسٹریا کی تجویز کی تائید کی۔ پروشیا نے فوراً اپنے نائبوں کو فرانکفورٹ سے واپس بلا لیا۔

اب یہ تمام مسئلہ کابینۂ وزارت سے مدت کارزار کے لیے منتقل ہو گیا پروشیائی نظام لشکرکشی اس سے پہلے مرتب ہو چکا تھا اور اب سوا اس کے اور

**پروشیائی نظام لشکرکشی**

کچھ باقی نہیں رہا تھا کہ آسیائے حرب کو گردش دیدی جائے جو مولٹکے اور رون کی ہدایت اور نگرانی میں تکمیل کی آخری حدود تک پہنچ چکی تھی۔ اگر جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں غیر جانبدار رہتیں تو پھر پروشیائی افواج تمام وکمال بوہیمیا پر فوراً اتار دی جاتیں۔ اس کے سپہ سالاروں کا منصوبہ یہ تھا کہ ان مملکتوں کی فوجیں قبل اس کے کہ انھیں ایک مرکز پر مجتمع ہونے کا موقعہ ملسکے کچل دی جائیں۔ پروشیائی افواج منتشر تھیں کچھ Colentz کوبلنتز اور وٹزلر پر کچھ دریائے ویزر اور ایلب پر موجود تھیں اور یہ حالت مجوزہ منصوبے کے عین مطابق تھی۔ بسمارک نے ان چھوٹی ریاستوں کو اپنی ان رایوں پر جن کو وہ فرانکفورٹ میں دے چکی تھیں نظر ثانی کرنے اور اس طور پر دوران جنگ میں غیر جانبدار رہ کر اپنی سلامتی متیقن کرلینے کا ایک آخری موقع اور دیا لیکن جرمن حکمرانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اس بات پر کامل یقین رکھتے تھے کہ آیندہ جنگ میں آسٹریا کی کامیابی یقینی ہے۔ انھوں نے اپنے مشترکہ فیصلے پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

دور حاضر کے حالات کے ماتحت بساط مصاف کو کس طور پر ترتیب دینا چاہیئے اسکا اولین نمونہ ۱۸۶۶ء کی لشکرکشی تھی اور اس اعتبار سے یہ خصوصیت کے ساتھ دلچسپ واقع ہوئی ہے ایک سال قبل جنگ ڈنمارک کے دوران میں پروشیائی نظام و انتظام اور پروشیائی سوزن دار بندوقیں کام میں رہ چکی تھیں لیکن یہ اتنے مختصر پیمانے پر تھیں کہ دنیا اس انقلاب سے روشناس نہیں ہو سکتی تھی جو حرب و ضرب کے علم و حکمت میں رونما ہو رہا تھا۔ آغاز جنگ (۱۸۶۶ء) میں یہ حقیقت اتنی کم محسوس

**آغاز جنگ ۱۸۶۶ء**

کیگئی تھی کہ آسٹرین افواج اتنک صرف منہ کیطرف سے بھرنیوالی بندوقوں سے مسلح تھیں اور عہدیت کی ریاستیں ایک ایسی جنگ میں بے تحاشا

شریک ہوگئی تھیں جس کے لیئے وہ قطعاً طیار نہ تھیں اور جس کے جواز میں موجودہ طریقۂ جنگ کا کوئی اصول پیش نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے فوراً ہی اس حقیقت کو محسوس کر لیا کہ جدید طریقۂ حرب کے مطابق، اور وہ بھی جبکہ لڑائی کا آغاز ہو چکا تھا تیار ہونے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ پروشیا نے نہایت خوبی کے ساتھ بیاسر ذہن نشین کر لیا تھا کہ اب جلد سے جلد وار کرنا چاہیے۔ اس کی فوج کا بڑا حصہ بوہیمیا کی سرحدی حدود پر مجتمع تھا۔ ولیعہد کی سرکردگی میں ۱۱۵۰۰۰ (ایک لاکھ پندرہ ہزار) سپاہی سیلیسیا میں، لوسیشیا (Lusatea) میں ترانوے ہزار افواج پرنس فریڈرک چارلس کی کمان میں، ٹورگاؤ Torgau کے متصل چالیس ہزار عسکری جنرل ہرورٹ کی ماتحتی میں موجود تھے، ان کے علاوہ ایک طرف تقریباً نو ہزار آدمی مورون سرحد پر منتظر تھے، دوسری طرف برلن میں مستحفظین کی ردیف موجود تھی، مغرب میں وفاقی افواج کی روک تھام کے لیئے پروشیا کے پاس اڑتالیس ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھے۔

۱۵۔ جون کو پروشیائی افواج نے سیکسن سرحد کو عبور کیا اور شاہ جان اور سیکسنی افواج کو پسپا کر کے جو براہ پرنا، بوہیمیا میں داخل ہوگئیں، ڈرسڈن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷ کو وان ٹوبیفل نے ہانوور پر قبضہ کر لیا تھا اور ۱۸ کو کاسل پروشیائی افواج کے قبضے میں آگیا۔ آغاز جنگ کے تین دن کے اندر ہی اندر تین ریاستوں پر پروشیا کا قبضہ ہوگیا تھا گو اب تک اس کا آخری انجام اس جنگ کے نتائج پر تھا جو بوہیمیا میں ہونے والی تھی۔

آسٹرین افواج کی پوری کمان، باوجود اس کے کہ وہ اس کے قبول کرنے میں پس و پیش کرتا رہا بینیڈک کے سپرد تھی جو ایک ڈویژن کے جنرل کی حیثیت سے اطالین محاربے میں ایک ایسی شہرت حاصل کر چکا تھا جس کا وہ ہر طرح سے اہل اور سزاوار تھا اس کا نقشۂ جنگ یہ تھا کہ اولمتز کو مستقر قرار دیکر سیکسنی پر حملہ کیا جائے یا براہ گلاٹز ولیعہد جرمنی کے خلاف سیلیسیا کو آماجگاہ بنایا جائے۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لیئے پروشیائی اپنی افواج کو اس طور پر مجتمع کرنا چاہتے تھے کہ آسٹروی اور بیویری افواج کا انفصال ناممکن ہو جائے۔ اور اپنی پوری قوت کو بینیڈک کی

پیشقدمی کے خلاف بروئے کار لانا چاہتے تھے ۔

۱۷ر جون کو بینیڈک نے کوچ کیا۔ اسے توقع تھی کہ وہ کم و بیش بارہ دنیں بالائے ایلب تک پہنچ جائیگا مولٹکے نے جو افواج کی نقل و حرکت کا انتظام تار کے ذریعے سے برلن سے کر رہا تھا پروشیائی جنرلوں کو Gitchin گیچن میں ملنے کا حکم نافذ کیا اور جزئی امور کو خود ان کی قوت فیصلہ پر چھوڑ دیا۔ ۲۲ر کو شہزادہ فریڈرک چارلس بوہیمیا میں داخل ہوا اور ۲۵ر کو ایلب کی افواج برانجن برگ میں اس سے آملیں اب اس نے اپنی متحدہ افواج کے ساتھ ایزر کے خط سے، جسے وہ آسٹریوں کو پوڈول میں شکست دیکر حاصل کر چکا تھا، گزرنا شروع کیا۔ ۲۹ر کو اس نے پھر پیشقدمی شروع کی۔ Gitchin گیچن میں ایک محاربہ پیش آیا جس سے اسے اس شہر پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ آسٹریوں نے کسی قدر سراسیمگی کے ساتھ پسپا ہو کر سڈووا اور Koniggratz کونگ گراتز پر جا کر قیام کیا۔ اسی اثنا میں مولٹکے کی ہدایت اور ترکیب جنگ کے مطابق پروشیائی تین کالموں میں مشرق سے بڑھتے چلے آرہے تھے جس سے بینیڈک اپنے سابق نقشۂ جنگ کو بدلدینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ Gitchin گیچن کی خبر نے اسے اپنی قدیم جگہ پر بھی قائم رہنے سے مایوس کر دیا اور مجبوراً اس نے بھی Koniggratz کونگ گراتز کی پناہ پکڑی اب یہ مہم اپنی آخری حد تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک مولٹکے کا نقشۂ جنگ بغیر کسی دقت یا رکاوٹ کے بن پڑا تھا لیکن یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ تمام امور کا مدار اب اس جنگ عظیم پر تھا جو اب پیش آنے والی تھی۔ شاہ ولیم، مولٹکے اور بسمارک جو اب تک برلن میں قیام پذیر تھے، اس خیال سے کہ آخری نتائج کے فیصلے کے وقت وہ بذات خود موقع پر موجود رہیں۔ جنگ کے مورچوں پر افواج سے آملے ۔

**جنگ سڈووا ۴ر جولائی ۱۸۶۶ء**

جنگ سڈووا ۴ر جولائی ۱۸۶۶ء کو وقوع میں آئی۔ آسٹری مرکز پر دو لاکھ بائیس ہزار افواج اور سات سو ستر توپیں مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی تھیں۔ پروشیا والوں کی تعداد ۲ لاکھ اکیس ہزار تھی لیکن ولیعہد جرمنی کی افواج ابھی کئی گھنٹے کے کوچ کے بعد اور وہ بھی نہایت خراب رستے سے میدان جنگ میں پہنچنے والی تھیں اور ہر چیز کا مدار اس کے بروقت پہنچنے پر تھا۔ اگر اس وقت

حکومت بویریا جس پر جنوبی جرمنی کے حربی سیادت کا خواب گراں سنولی تھا، اس درجہ کنارہ کش نظر نہ آتی تو قسمت کا پانسہ اس دن بالکل پلٹ جاتا لیکن آسٹریوں کا بایاں بازو جہاں افواج بویریا کا قیام ہوتا کمزور اور حملے کی زد میں تھا اور ٹھیک جس وقت کہ پلۂ جنگ نیچے اوپر ہو رہا تھا، ولیعہد جرمنی کے ورود نے میزان جنگ کو آسٹریوں کے خلاف قطعی طور پر منقلب کر دیا آج تک کبھی نتیجہ جنگ اتنا مکمل اور قطعی نظر نہ آیا تھا جب لڑائی ہو چکی تو مولٹکے نے شاہ ولیم سے کہا کہ "اعلیحضرت نے صرف اس معرکے ہی کو نہیں بلکہ پوری جنگ کو بھی سر کر لیا" ہے

معرکۂ سڈووا کے بعد اس جنگ کی نوعیت حربی نہیں بلکہ سیاسی حیثیت سے دلچسپ رہجاتی ہے اور نتائج کی ترتیب و تدوین مولٹکے نہیں بلکہ بسمارک کے ہاتھوں سے عمل میں آتی ہے بسمارک کا بیان ہے کہ اس محاربے کی آخری منزلوں میں جس پروشیائی فن لشکر آرائی کا ثبوت دیا گیا تھا وہ اُسی کی کاوش دماغ کا نتیجہ تھا۔ اور یہ اسی کی صلاح کا نتیجہ تھا کہ اکابر پروشیا بجائے اس کے کہ فلوریڈ ورف کو مسخر کرنے میں وقت صرف کرتے قلعے کو حجاب نقاب میں لیکر، بقیہ افواج کو کچھ اسطور پر نقل و حرکت میں لائے کہ بالآخر وسط جولائی میں اس پوری فوج کو جو بینیڈک کی سرکردگی میں تھی دار السلطنت سے بالکل منقطع کر دیا۔ اگر وہ فن لشکر آرائی جس نے وائنا کو افواج پروشیا کے چشم کرم کا محتاج بنا دیا تھا بسمارک کے افکار دماغ کا نتیجہ تھا تو پھر اُسے اسبات کا اور زیادہ حق حاصل تھا کہ وہ بادشاہ اور اس کے سپہ سالاروں سے ان کی فتح و ظفر کے ثمرات چھین بھی لیتا۔ شاہ ولیم سے لیکر پروشیا کے جنگ آزماؤں تک ہر ایک کی فطری تمنا یہ تھی کہ وہ فاتحانہ انداز جاہ و حشم سے وائنا میں داخل ہوں لیکن اسوقت سے جبکہ معرکۂ سڈووا نے جنگ کے آخری نتائج کا فیصلہ کر دیا تھا، بسمارک، آسٹریا کے ساتھ دیرینہ دوستانہ روابط کو از سر نو قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ وہ اس حقیقت کو محسوس کر چکا تھا کہ موجودہ جنگ جرمنی کو شاہراہ اتحاد پر کہیں تک کیوں نہ پہنچا دے، یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا تھا جب فرانس سے ایک دوسرا خونریز معرکہ ہوا اور یہ ایسا معرکہ ہوتا جس میں آسٹریا کا تعاون ورنہ کم سے کم اس کی غیر جانب داری نہایت مفید اور

بسمارک کی پالیسی مابعد سڈووا

قیمتی ثابت ہوتی۔ اس امکان کو محض ایک جذبے پر قربان کر دینا، خواہ وہ کتنا ہی
فطری کیوں نہ ہوتا، اس کے نزدیک ایک مجنونانہ فعل تھا اور اس نے ہر اس تجویز
کی جسکا نفاذ غیر ضروری طور پر آسٹریا کی مذلت یا اہانت کا باعث ہوتا مخالفت کی۔ وفاقی
تعلقات کی گتھی تو سلجھ ہی گئی تھی پھر ایسی کوئی چیز باقی نہیں تھی جو ان دونوں حکومتوں کو
اس باہمی ارتباط سے باز رکھتی جس کے قیام و بقا کے بے شمار مقاصد مشترک
متقاضی تھے۔ اس غرض و غایت کو محض چند مربع میل مقبوضات پر قربان کر دینا
یا وائنا کے گلی کوچوں سے ایک فوج کے گذرنے کی مسرت حاصل کرنا ایک
سفیہانہ فعل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ موجودہ حالت
بھی کچھ اس کی متقاضی تھی کہ ایک معتدل پالیسی پر عمل شروع کر دیا جائے اور
مسائل متنازعہ فیہ کا جلد سے جلد تصفیہ کر دیا جائے۔ اول تو اٹلی میں جو فوج کشی کی گئی

اٹلی میں لشکر کشی

تھی وہ اتحادیوں کے لئے اتنی موافق نہیں ثابت ہوئی تھی
جتنی بوہیمیا میں۔ اطالوی افواج نے ۲۳ جون کو دریائے منچیو کو
عبور کر لیا تھا اور دوسرے ہی دن کسٹوزا کی مصیبت انگیز سرزمین پر اطالوی افواج
کو ایسی ہزیمت نصیب ہوئی تھی جس نے ان تمام امیدوں کو زیر و زبر کر دیا جن کی
رو سے جنوب میں پروشیائی افواج سے ہمعنان ہو کر کسی موثر کارروائی کو عمل میں لانیکا
اندازہ کیا گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ سڈووا کے واقعۂ ہائلہ نے آسٹریوں کو اپنی فتح و نصرت
سے متمتع ہونے سے باز رکھا اور بینیڈک کو مزید کمک پہنچانے کے لئے
آرک ڈیوک البرٹ کے تحت میں پچاس ہزار سپاہ کے اٹلی سے ہٹائے جانے
سے اطالویوں کو اپنے پہلے نظام فوج کشی کو یعنی براہ وینیشیا، جنوب سے آسٹریوں
کو نرغے میں لے لینا، درانحالیکہ پروشیائی شمال کی طرف سے پیشقدمی کر رہے تھے،
عمل پذیر بنانے کا موقع ملگیا لیکن اطالویوں کا فن سپہداری، حسب معمول، اس دفعہ
بھی کچھ بہتر نہیں ثابت ہوا۔ اور قبل اسکے کہ وہ ایک سخت و محکم اقدام عمل پر کاربند
ہوتے، واقعات کچھ اسطور پر رونما ہوئے کہ انھیں اپنی داغدار شہرت کو آب و تاب دینے کا
موقع بھی نہ ملا اور مسائل متنازعہ فیہ کا تصفیہ ہو گیا۔

ان واقعات میں سب سے اہم واقعہ اس کشاکش میں نپولین کی مداخلت

نپولین کی مداخلت

تھی۔ سڈووا کی وحشت ناک خبر نے فرانسیسی شہنشاہ کو مبہوت کر دیا۔ اس کے تمام منصوبوں کا مدار آسٹریا کی فتح ونصرت پر تھا یا پھر وہ میزان حرب وضرب کو اتنا مساوی دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جس پلڑے میں اپنی تلوار ڈالدیتا اس کی گرانی قطعی اور فیصلہ کن ثابت ہوجاتی لیکن گو واقعات اور حالات اتنے مساعد نہ تھے جتنا وہ چاہتا تھا تاہم اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر اسے مداخلت کرنی ہی تھی تو پھر اب اسے فوراً معرض عمل میں لانا چاہئے اسلئے ۲ جولائی کے ہولناک حادثے کی خبر سے متاثر ہو کر جسوقت حکومت آسٹریا نے فرانس کو وینس حوالے کر دینے کی یہ تجویز کی کہ وہ اسکا جس طریقے پر چاہے فیصلہ کرے اس شرط کے ساتھ پیش کی کہ اٹلی جنگ سے کنارہ کش ہوجائے، نپولین نے فریقین کے درمیان پڑنے کی نیت سے بارگاہ وائنا اور برلن سے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بسمارک کو آسٹریا کے ساتھ جلد سے جلد مفاہمہ کر لینے پر جو حقیقت مجبور کر رہی تھی وہ یہی "خدمات نیک" تھیں جن کے متعلق اسکا خیال تھا کہ کہیں "مسلح مداخلت" میں تبدیل نہ ہوجائیں اب بسمارک کی پالیسی کا عین مقصد یہ رہ گیا تھا کہ نپولین کو کسی نہ کسی طور پر بھلاوے دیتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ آسٹریا پر یہ زور ڈالے کہ وہ ان شرائط کو منظور کرلے جن کو وہ عزت کے ساتھ قبول کر سکتا تھا۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھکر اس نے آسٹریا کے خلاف ہنگری کے جذبات ملت پرستی کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ لیکن مگیاری رہبر دیاک نے اپنی قوم کے حقوق کو نہایت شدومد کے ساتھ تسلیم کرتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ تاج ہاپسبرگ کے ساتھ ہنگری کی وابستگی اور آسٹریا اور عیسویت جرمانی کے باہمی تعلقات اسلافی عظمت وتفوق کے خلاف ایک یقینی ضمانت تھے۔ اور یہ وہ حقیقت تھی جس سے "دوسری چیزوں" سے کہیں زیادہ خائف ہونے کے مگیاریوں کے پاس کافی وجوہ تھے۔ اسطور پر اگر وہ ہنگری معاملات میں

ہنگری کا رویہ

آسٹریا کا دشمن نہ تھا تو پروشیا کے معاملات میں پروشیا کا کچھ کم دشمن نہ تھا۔ ان حالات کے ماتحت بہترین طریقہ کار یہ تھا اور جیسا کہ بعد میں نتائج نے اسکو ثابت بھی کر دیا کہ ایسی حالت میں جبکہ آسٹریا پر مشکل وقت آن پڑا تھا، ہنگری اپنے حقوق کو آسٹریا کے ساتھ استوار کرنے کے لیے،

اس کے خلاف صف آرا ہونے سے اجتناب کرے۔

**نپولین اور اٹلی**

ہنگری میں موثر طور پر نفاق پیدا کرنے کی کوشش رائگاں ہوئی تو شاہ ولیم نے مجبور ہو کر فرانس کی وساطت صرف اس حد تک منظور کی کہ وہ نپولین کے ساتھ معاملات متعلقہ پر گفت وشنید کرنے کے لئے طیار ہو گیا۔ گو اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ عہد نامہ مرتبہ ۸ ر اپریل کی رو سے کسی قسم کی التوائے جنگ بغیر اٹلی کی رضامندی کے عمل میں نہیں آسکتی تھی۔ اس شرط نے فی الحال کسی قسم کی قریبی تصفیہ کی توقع کا بالکل سدباب کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اطالویوں کے جذبۂ محاربہ کو اس تاویل سے کافی برانگیختہ کیا جا چکا تھا کہ گویا نپولین، وینس "خیرات" کے طور پر حوالہ کر کے اُن کی اہانت کے درپے تھا۔ ۸ ر جولائی کو وکٹر عمانویل نے اپنی فوج کے ساتھ دریائے پو کو عبور کیا۔ ان نپولین کے ایک تار کے وصول ہونے سے جس میں اس نے وینیشیا پر (جو اب فرانسیسی مقبوضات میں تھا) لشکر کشی کرنے سے باز رہنے اور التوائے جنگ کی تجویز پر جسے پروشیا بھی منظور کر چکا تھا، کاربند ہونے کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ اپنے مفاد دینے کے لئے طیار تھا لیکن ان تین شرطوں کے ساتھ: وینس براہ راست اٹلی کے حوالہ کر دیا جائے، اطالوی ٹیرول کی حوالگی اور اس امر کا معاہدہ کے شرائط صلح میں روما کے رتبہ یا حیثیت کا کوئی تذکرہ نہ ہو۔ نپولین کا جواب، آسٹرو فرانسیسی اتحاد کی تجدید تھی کچھ عرصے کے لئے تو یہ ظاہر ہونے لگا گویا فرانس، اٹلی اور پروشیا دونوں کے خلاف اپنی تلوار بے نیام کرنے پر مستعد ہے لیکن فوج جو دیرینہ دہن پُر[ف۱] بندوقوں کو میانہ پُر[ف۲] بندوقوں سے تبدیل کرنے میں مشغول تھے، اس کے لئے طیار نہ تھی۔ اگر کوئی جنگ وقوع پذیر ہوتی تو پھر فرانسیسی شجاعت اور سیاسی نے جو کچھ انتہائی سعی و کاوش سے اٹلی اور دیگر مقامات پر حاصل کیا تھا وہ سب کچھ زیر و زبر ہو جاتا۔ بالآخر، بحیثیت مجموعی، و بر بنائے مصلحت اندیشی یہی طے پایا کہ پروشیا کے شرائط کا انتظار کیا جائے اور اگر وہ معتدل ہوں تو پھر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔

ان حالات کے ماتحت، بسمارک کے طرز عمل کا نمایاں ترین پہلو یہ تھا کہ کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے جو اس کی ترکیب اور منصوبوں کا کوئی جزو اہم

ف۱ Muzzle loader　　　ف۲ Breech loader

نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ نپولین سے بطون خاطر کے منکشف ہو جانے سے ان تراکیب اور منصوبوں میں وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ جنگ کا آغاز، ڈچیز میں پروشیا کے حقوق کو متعین کرنے اور عہدیت جرمانی کی اصلاحات کے لئے ہوا تھا لیکن اتحاد جرمنی کے خلاف، فرانس میں جس بلند آہنگی کا اظہار کیا جا رہا تھا اسے مدنظر رکھتے ہوئے خاندان ہوہن زولرن کے ماتحت، جرمنی کے مختلف عناصر کا باہم گر پیوست کر دیا جانا، حفظ ذات کا ایسا دقیع اور اہم مسئلہ تھا جو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس مقصد کا حصول، جبکہ بسمارک ایک طرف نپولین کو یہ تھپکی دے رہا تھا کہ جرمنی کا اختلاف وافتراق ہمیشہ کے لئے متیقن ہو رہا تھا، اس کی سیاسی ریشہ دوانیوں کا مقصد معین تھا۔ رائے عامہ کو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس امر پر اصرار تھا کہ پروشیا ان تمام جرمن مملکتوں کو اپنے میں ضم کر لے جو اس کے خلاف صف آرا ہوئی تھیں، لیکن بسمارک اس حقیقت کو محسوس کر چکا تھا کہ یہ اسوجہ سے ناممکن تھا کہ فرانس، فی الفور "معاوضہ" کا طلبگار ہوتا جس کے لئے خود بسمارک طیار نہ تھا۔ دوسرے طرف اگر وہ یہ ظاہر کر سکتا کہ پروشیا کا مقصد صرف

**بسمارک کا اعتدال اور شرائط صلح**

کسی ایسے عہدیت جرمانی کی سربراہی تھی جس سے جنوبی جرمن مملکتیں حذف ہو گئیں تو البتہ نپولین کی اعانت کا ایک ایسے منصوبہ میں حاصل کرنا ممکنات سے تھا جو بظاہر جرمنی میں اس قدیم اختلاف وافتراق کو متیقن کرتا تھا جو نپولین کی دیرینہ خواب کی ایک خوش آیند تعبیر تھی۔ فرانسیسی شہنشاہ فوراً اس دام میں آ گیا اور صرف اس شرط کے ساتھ کہ بظاہر جرمنی کے اتحاد کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے پائے، اس نے ۲۶ جولائی کو صرف چند معمولی تغیروں کے ساتھ پروشیا کی پیش کردہ شرائط صلح کو تسلیم کر لیا۔ ان میں سے چند ضروری شرائط، آسٹریا کا جرمنی سے حذف کیا جانا، ڈچیز کا پروشیا سے الحاق اور جرمنی کا دو عہدیتوں میں اسطور پر تقسیم کیا جانا تھا کہ دریائے مائن دونوں کے درمیان حد فاصل ہو، اور جنوبی جماعت کو اپنی بین الاقوامی حیثیت اور اپنی مقتدر اعلیٰ کو قائم رکھ کر باہمی رضامندی کے ساتھ، دوسری جماعت سے تعلقات ملی قائم کرنیکا حق حاصل ہوتا ہو

ابتک متحاربین میں گفت وشنید کی سلسلہ جنبانی نہیں شروع ہوئی تھی۔

لیکن دونوں کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ کسی قسم کا فیصلہ ہو جائے، آسٹریا کی حالت یہ نہ تھی کہ وہ زیادہ دیر تک جنگ جاری رکھ سکتا، اس کا خزانہ خالی تھا، ہنگری جبتک اس کی تشویقات کی خاطر خواہ طور انجام نہ پالیتیں سوائے غیر جانبدار رہنے کے اور کچھ کرنے پر طیار نہ تھا۔ بالآخر نوبت یہاںتک پہنچی کہ اہالیان وائنا جو محاصرہ کے اندیشہ سے سراسیمہ ہو رہے تھے، حصول صلح اور ضبط شدہ دستور حکومت کی بازیافت کے لئے شور مچانے لگے، بسمارک سمجھا کہ اب شرائط تسلیم کرنے کا وقت آگیا تھا کیونکہ ممکن تھا تعویق و توقف سے ایسی چند در چند کشاکشیں رونما ہو جاتیں، جو ابھی بالکل ابتدائی منازل میں تھیں۔ انگلستان، روس، جرمنی کے وفاقی دستور حکومت میں اساسی تغیر و تبدل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے الااُس شین کے ذریعے سے جس سے خود یہ دستور حکومت معرض وجود میں آیا تھا۔ یعنے یورپین کانگرس "اس بیرونی مداخلت" کے خلاف بسمارک نے یہ دھمکی دی کہ وہ پولس اور مگیاریوں کو ابھارنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ دوسری طرف

نکلسبرگ میں ابتدائی سلسلہ گفت و شنید

نپولین کسی ایسی مجلس سے کسی قسم کا سروکار رکھنے پر آمادہ نہ تھا جسمیں اُسے محض ایک ثانوی حیثیت حاصل تھی لیکن امکان غالب یہ بھی تھا کہ نپولین اپنے ارادوں سے بالکل منحرف ہو جائیگا اسلئے اسی اثنا میں جبکہ اسکا میلان طبع پروشیا کے موافقت میں تھا کسی نہ کسی قسم کی گفتگو کے مفاہمہ کر لینا بہتر اور مناسب تھا کچھ ابتدائی سیاسی سلسلہ جنبانی کے بعد ۲۲ جولائی کو آسٹریا اور پروشیا کے نمائندوں کے درمیان نکلسبرگ میں حسب ضابطہ گفت و شنید کا آغاز ہوا[1] دو دن پیشتر جزیرہ لیسا سے کچھ فاصلہ پر آسٹروی امیر البحر ٹیگیٹوف (Tegethoff) نے اطالوی بیڑہ پر جو پرسانو کے زیر کمان تھا ایک شاندار فتح حاصل کر کے آسٹریا کی ذلت میں کسی قدر تخفیف کر دی تھی اور اسطور پر کسی گفتگو کے روبراہ ہونے میں سہولت پیدا ہو گئی تھی، تاہم حل طلب مسائل اب بھی دشوار ہی تھے، اٹلی جو پے در پے شکستوں سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، التوائے جنگ

---

[1] کاغذات متعلقہ کے لئے ملاحظہ ہو ہان جلد اول صفحہ اول ۸، ۹ وغیرہ

پر رضامند ہونے کے معاوضہ میں ٹیرول کا مطالبہ اور نپولین کے ہاتھوں سے
وینس کا عطیہ لینے سے انکار کر رہا تھا۔ ادھر نپولین سرحد رائن یا کم از کم نشیبی ممالک
کا ایک ٹکڑا حاصل کر لینے کے لئے اس موقعہ کو غنیمت خیال کرتا تھا اور تجدید مطالبہ
پر آمادہ تھا۔ دوسری طرف شہنشاہ روس "شاہی نسلوں کی مکمل معزولی" کی اُس تجویز
سے جو جرمنی میں پیش تھی اور جس کی ضرب اُس اصول پر پڑتی تھی جس کے رو سے خاندان
شاہی کا صحیح النسب فرزند وارث تاج و تخت ہوتا تھا، اندیشہ مند تھا۔ بسمارک نے
زار کی بے وقت احتیاط کو ایک طرف کر دیا، نپولین کی ہوسناکیوں کو تحریک کی اور
اٹلی کی خود سری اور خود رائی کو نظر انداز کر دیا۔ ان دقتوں کے باوجود اس کی سیاسی
سیر چشمی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئیں۔ اور آغاز گفت و شنید کے ایک ماہ کے اندر
اندر پراگ میں ایک قطعی صلحنامے پر دستخط ہو گئے اصلاً اس کے شرائط وہی تھی جنکا

صلح پراگ ۲۳ اگست ۱۸۶۶ء

مسودہ ابتدا میں پیش کیا گیا تھا اور جسے نپولین منظور بھی کر چکا تھا۔
آسٹریا، جرمن عہدیت کے درہم و برہم کئے جانے اور خود معاملات
جرمنی سے کنارہ کش ہو جانے پر رضامند تھا۔ اب پروشیا، جو
ڈچیز، سلطنت ہانوور، ریاست ہسی کے جزو حصے سے ڈارمسٹاٹ اور فرانکفورٹ
کے آزاد شہر کے الحاق سے کافی وسیع اور مستحکم ہو چکا تھا، شمالی جرمن عہدیت کا جسمیں
دریائے مائن کے شمال کی تمام مملکتیں شامل تھیں، مسلمہ رہبر بن چکا تھا۔ جنوبی جرمن عہدیت
اُن مملکتوں پر مشتمل تھی جو دریائے مائن کے جنوب میں واقع تھیں۔ جنوبی عہدیت، شمالی
عہدیت سے علٰحدہ بالکل خود مختار حیثیت رکھتی تھی لیکن اسے موخر الذکر سے میثاقی
تعلقات قائم کرنے اور رکھنے کا منصب حاصل تھا۔ آسٹریا پر تاوان جنگ عارض
ہوا لیکن باستثناءِ وینس اس پر کسی ملک کی حوالگی لازم نہیں آئی۔ بسمارک نے
وکٹر عمانوئیل پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ عہد نامہ پراگ کو تسلیم کر لے۔ اس کے بعد
بقیہ اور دقتیں، جو اٹلی سے متعلق تھیں طے اور تمام ہو گئیں ایک گفتگو ہوئی جس کی
رو سے بغیر اس کے کہ وہ ایسے براہ راست نپولین کے ہاتھوں سے بطور عطیہ
کے حاصل کرتا اور بغیر اس کے کہ شہنشاہ آسٹریا سلطنت اٹلی کو باضابطہ تسلیم کرتا،
وینس اٹلی کے حوالہ کر دیا گیا۔ اٹلی کا وہ مطالبہ جو ٹیرول کے ایک جزو سے متعلق تھا

رفت گذشت کر دیا گیا اور ۳۰ ستمبر کو آسٹریا اور اٹلی کے درمیان ایک قطعی عہد نامہ پر دستخط بھی ہو گئے۔

**آسٹریا کی تنظیم جدید**

آج تک دو زبردست قوتوں میں کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی تھی جو اس قدر مختصر اور قطعی ہوتی۔ تمام دنیا نے یہ محسوس کیا کہ پروشیا اور آسٹریا نے نہ صرف جرمنی میں بلکہ یورپ میں ایک دوسرے کی جگہ لے لی ہے اور خاندان ہوہنزولرن کی قوت وسطوت کی بنیاد ہاپسبرگ کی اس قوت پر قائم ہوئی جو ہمیشہ کے لئے برباد ہو چکی تھی۔ یہ خیال مشکل ذہن میں آسکتا تھا کہ ایک ایسی سلطنت جس کا شیرازہ اس درجہ نا استوار تھا اور جو ۱۸۴۸ء کی طوفان سے درہم وبرہم ہوتے رہ گئی تھی سڈووا کی سنگین ضرب سے عہدہ برآ اور ان رشتہ ہائے وابستگی کے بے ہنگام ٹوٹ جانے کی بھی تاب لاسکے گی جو صدیوں سے اسے جرمنی سے منسلک کئے ہوئے تھے۔ بادشاہی آسٹریا کے متزلزل قصر کو از سر نو پائدار اور مستحکم بنانا ایک مشکل اور خطرناک کام تھا۔ ۱۸۴۸ء سے اب تک بیسیوں تجربات عمل میں لائے جا چکے تھے، مثلاً شہنشاہ فرڈینڈ کا منظور کردہ دستور حکومت مورخہ ۲۵ اپریل ۱۸۴۸ء، وہ دستور حکومت جسے فرانسیس جوزف نے مئی ۱۸۴۹ء میں منظور کیا تھا اور جو ۳۱ دسمبر ۱۸۵۱ء کے حکم کی رو سے واپس لے لیا گیا تھا، سوارزنبرگ کا تنظیم مطلق العنان، دستور حکومت مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۰ء (Goluchowski) گولوچووسکی کی وفاقیت آزمائش ۲۶ فروری ۱۸۶۱ء کا وہ مرکزی لبرل دستور حکومت جسے شمرلنگ نے وضع کیا تھا اور جو اعلان مجریہ ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کی رو سے معرض التوا میں آگیا تھا اور سب سے آخر میں بلکریڈی کی وہ وفاقی آزمائشات جو کارزار سڈووا سے ایک روز پہلے ہنگری کو دشمنان آسٹریا کی صف میں داخل ہی کر چکے تھے۔ یہ سب کے سب فرداً فرداً ناکامیاب ہوئے تھے۔ جہاں تک نتائج کا تعلق تھا، آسٹریا کے طریق عمل نے، جسے اسبات کا یقین تھا کہ سلطنت کی زمام قسمت اس کے ہاتھوں میں تھی، ان تجربات پر کاربند ہونا ناممکن کر دیا تھا، کیونکہ مگیار کسی ایسے عہد وپیمان کو تسلیم کرنے پر طیار نہ تھے جس کی رو سے انھیں مکمل قومی آزادی نہ حاصل ہو جاتی یا تاج سنیٹ اسٹیفن، شاہان آسٹریا کے اکلیل واورنگ کا

پورے طور پر ہمپایہ قرار نہ دیا جا سکتا۔ جبتک آسٹروی سلطنت کی بنیاد جرمن تفوق کے اصول پر قائم تھی اور مستحکم توقع قائم تھی کہ اس کا اتحاد جرمنی سے ہو سکتا تھا، اسوقت تک ہنگری سے کسی قسم کی مصالحت یا گفتگو نہیں ہو سکتی تھی لیکن کا ہزار سٹڈووا کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو چکے تھے۔ جرمن اور مگیاری دونوں اس کے درپے تھے کہ آسٹریا کے رگ و پے میں اسلافی عنصر نہ سرایت کرنے پائے اور اسبات کے کوشاں تھے کہ خود انھیں کی بہتر اور برتر مدنیت برسر عروج رہے۔ لیکن اسمیں صرف اسوقت کامیابی ہو سکتی تھی جب وہ اپنے اُن حلقہ ہائے اثر میں جنکو تاریخ نے اُن کیلئے مختصر اور معین کر دیا تھا اپنے اقتدار و اختیار کو کامل طور پر کارفرما رکھ سکتے۔ مختصر یہ کہ آسٹریا کے مسئلہ مستقبل کا حل ”دوعملی“[له] میں مضمر تھا۔

عہد نامہ پیسرگ پر دستخط ہونے کے بعد ہی کاونٹ بلکریدی کے ایما سے ایک ہنگروی کابینۂ وزارت قائم کر دیا گیا تھا اور ہنگری اور شہنشاہی حکومت کے مابین ایک قسم کا عہد و پیمان ترتیب دینے کے لئے مجلس ملی طلب کی گئی تھی۔ ہنگری کی انتہا پسند جماعت ملی ایک ہی تاج ونگیں کے ماتحت، آسٹریا اور ہنگری کے درمیان کسی ایسے مفاہمہ یا معاہدہ کی روادار نہیں ہو سکتی تھی جس کی ذاتی اور شخصی حیثیت میں کسی مزید عنصر کی بھی آمیزش ہوتی لیکن خوش قسمتی سے فرانسیسی دیاک نے ایک ایسی صورت کار نکالی جو نسبتاً زیادہ قرین اعتدال تھی۔ اس نے یہ حقیقت دریافت کر لی کہ اصول ملی کو قربان کئے بغیر بھی ان مقاصد کی سربراہی کیلئے

**دیاک**

جو بادشاہت کے ہر دو نصف میں مشترک تھے، ایک مشترک انتظام کا قائم کیا جانا ممکنات سے تھا اس زبردست اثر اور اقتدار کے باعث جو دیاک کو حاصل تھا اس کے منصوبے کامیاب ہوئے۔ اور نومبر ۱۸۶۶ء میں صوبہ داری مجالس کے سامنے مگیاری تجویز منظوری کے لئے پیش ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں شدید مخالفتیں برسر کار آئیں۔ اسلافی ”وفاقیت“ پر مصر تھے اور جرمن لبرل ۱۸۶۰ء کے مرکزی دستور حکومت پر اصرار کر رہے تھے۔ ان کی صدائے احتجاج سے خائف ہو کر شہنشاہ نے اس تمام مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے ۲ جنوری ۱۸۶۷ء (Reichsratlh) کو مجلس سلطنت کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا۔ لیکن آسٹروی جرمانیوں نے جنکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ

له Dualisium

غلبہ آرا ان کے خلاف ہوگا اس تجویز کے خلاف ایک ایسا شور بے ہنگام بلند کیا کہ بلکریدی نے مایوس ہوکر استعفیٰ داخل کر دیا۔ اس کے بجائے بیرن بلوائیسٹ سکسنی کا وزیر سابق اور بسمارک کا دشمن دیرینہ برسر کار آیا۔ بوائیسٹ نے (Reichsratih) مجلس سلطنت کے غیر معمولی اجلاس

دوعملی دستور حکومت

طلب کرنے کی تجویز کو خیر باد کہا اور ۱۸۶۱ء کے لبرل دستور حکومت کی رو سے مجلس سلطنت کا معمولی اجلاس طلب کر کے اس آئینی وقت کو برطرف کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دستور متذکرہ صدر کے حلقۂ اثر کو صرف نصف سلطنت آسٹریا تک محدود رکھ کر ہنگریوں کی بھی تالیف قلوب کر دی ہنگری، خود اپنی ہی گورنمنٹ کے زیر اثر رہنے دیا گیا اور ملوکیت ہاپسبرگ کے ہر دو نصف حصوں کے درمیان (Leitha) لائی تھا کا مختصر رود بار ایک رسمی حد فاصل قائم ہوا لائی تھا کے اس طرف کی پارلیمنٹ کا فرض یہ تھا کہ وہ دوسری طرف رہا ہنگری، حکومت سے معاہدہ کے شرائط طے کرتی یا ان پر بحث مباحثہ کرتی۔ ایک ایسے نظام کا جو اسلافی اکثریت کو، ملوکیت کے ایک حصہ نصف میں جرمن اقلیت کے تابع فرمان اور دوسری نصف حصہ میں مگیار ہی اقلیت کے زیر نگیں رکھتا تھا لابد انجام یہ ہوا کہ اس کے خلاف شدید مخالفتیں پیدا ہو گئیں لیکن انجام کار مجلس سلطنت نے اس دوعملی دستور حکومت کو جس کے در و بست اور وسعت پذیریوں کو ہنگری کی مجلس ملی کی ایک ذیلی جماعت نے مرتب کیا تھا اور جسے شہنشاہ کی منظوری بھی حاصل ہو چکی تھی منظور کر لیا۔

اس انتظام کی رو سے اسس شاہی کے دونوں نصف حصے باستثنا ان چند امور کے جو دونوں کے مقاصد مشترک سے متعلق تھے مثلاً امور خارجہ، مالیات اور افواج، ایک دوسرے سے آزاد اور خود مختار تھے۔ یہ ہر سہ محکمہ جات جو امور متذکرہ سے وابستہ ہیں تمام سلطنت کے کابینۂ وزارت پر مشتمل ہیں جنکا صدر چینسلر ہوتا تھا جس کے منصب کے ساتھ وزیر خارجہ کے فرائض بھی متعلق تھے ساتھ ہی ساتھ مسائل شاہنشاہی پر آرائے عامہ کے قدرت و تصرف کو موثر بنانے کے لئے ایک عجیب و غریب ترکیب ”وفود“ کی نکالی گئی جس میں ساٹھ ہنگری مجلس ملی اور ساٹھ اسٹروی (Reichsrath) مجلس سلطنت کے منتخب کردہ اراکین شامل تھے۔ جس کے

سالانہ اجلاس علی الترتیب وائنا اور بیسٹ میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ ان کے مباحثے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے اور ہر ایک دوسرے کو نتائج کی تحریری اطلاع دیتا تھا اگر تین اطلاعوں کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تو یہ مشترکہ طور پر ملکر زبان کے پیچیدہ مسئلے سے محفوظ رہنے کے لئے خاموشی سے رائے دیتے تھے۔ سب سے آخر میں ملوکیت کے ہر دو نصف حصوں کا محصول نام نہاد (Ausgleich) مفاہمہ کی رو سے جس کی ہر دسویں سال تجدید ہو سکتی تھی، خزانہ شاہی میں داخل ہوتا تھا۔

اسلافیوں کے لئے جو خود کو نہایت ناگفتہ طور سے پامال پاتے تھے، یہ انتظام کتنا ہی ناقابل اطمینان کیوں نہ ہوتا، اہالیان ہنگری کے لئے یہ کم و بیش اطمینان دہ تھا، کیونکہ اس کے تصرف سے انھیں وہ امتیازی تفوق حاصل ہو گیا تھا جو ان کے جرمنی سے علیحدہ ہو جانے سے معرض خطر میں پڑ گیا تھا۔ یہ انتظام گلیشیا والوں کے حق میں بہمہ وجوہ تشفی بخش تھا کیونکہ اس کی رو سے نہ صرف ان کی آزادی متیقن ہو گئی تھی بلکہ اس سے وہ اپنے خصائص ملی کے نقوش ان رعایا اقوام پر بھی پا سکتے تھے جو ان کے حلقہ اثر میں آباد تھیں۔ آخر کار اس خلیج پر جو تمام عہد میں ہنگریوں اور خاندان ہاپسبرگ میں حائل رہی ایک پل تعمیر کر دیا گیا جس کا سنگ بنیاد ۱۸۶۷ء میں اس تقریب اورنگ نشینی پر رکھا گیا جس میں شہنشاہ فرانسس جوزف نے تاج سینٹ اسٹیفن زیب فرق کیا۔ بحیثیت مجموعی اس نظام دوعملی کی سزاواری اس حقیقت سے ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کے درہم برہم ہو جانے کی تہنیتیں برابر موصول ہوتی رہیں اور باوجود اس کے کہ ملت پرستوں کی خفیہ ریشہ دوانیاں اس کی بنیاد کو ہمیشہ کمزور کرتی رہیں، ملوکیت ہاپسبرگ کا قصر ۱۹۰۰ء میں یعنی آج تیس سال بعد بھی، استوار و مستحکم ہے۔

# باب ہژدہم

## جنگ فرانس و جرمنی ۱۸۷۰ء

نپولین اور عروج پروشیا تخیل نپولینی کا درہم برہم ہونا نپولین اور بسمارک حربی معاہدات اور اتحاد و تخاصل ۔ فرانسیسی آراکے تغیر اور حکومت جدید ۔ اسپین کا بحران خاندانی ۔ ہوہنزولرن امیدواری ۔ فرانس میں ہیجان و اضطراب ۔ شاہ ولیم اور کاونٹ بنڈلی ایلزمین ۔ بسمارک اور ایمس کا تار فرانس کا اعلان جنگ ۔ پروشیا کا انتظام حربی فرانسیسیوں کی عدم طیاری ۔ معاملات ساربروکن ۔ وورتھ وائیس برگ اور سپی کیرن (Spichern) کی لڑائیاں ۔ فرانس سے الگ تھلگ رہ جانے کے اثرات ۔ نوارج متز میں جنگ ۔ اسکا اثر پیرس میں ۔ جنگ سیڈان ۔ زوال سلطنت ۔ حکومت تحفظ ملی ۔ جنگ کی نوعیت جدیدہ ۔ جرمن افواج پیرس کے سامنے ۔ گمبٹا ۔ تورز کا اجتماع عظیم ۔ تسخیر متز ۔ پیرس کو نجات دلانے کی کوشش محاصرہ پیرس کی طول ۔ جرمنوں کی سیاسی اندیشہ ناکیاں ۔ معاہدہ پیرس ۱۸۵۶ء کو روس مسترد کرنا ۔ وٹیکان کی مجلس اور پاپائے روما کا منزہ عن الخطا ہونا ۔ اطالیہ کا روما پر قابض ہونا اور پاپائے روما کی دنیوی حکومت کا زوال ۔ تسخیر پیرس ۔ مسئلہ الساس اور لورین صلح فرانکفورٹ ۔ وارسیلز میں جرمن سلطنت کا اعلان کیا جانا ۔

فطری میلانات کے اعتبار سے جنگ سڈووا ایک عمومی شکست قرار دیگئی وہ بے جا اور بے محل نہ تھیں ۔ پروشیا کی فتح و نصرت فی الحقیقت نہ صرف نپولین ذلت پر وال تھی بلکہ یہ اسی طور پر محسوس بھی کی گئی ۔ ۱۸۵۹ء کی اطالوی

لشکر کشی کے بعد فرانسیسی شہنشاہ کا ستارہ اقبال انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا اس کا لائحہ عمل شروع سے آخر تک کامیاب رہا تھا۔ وہ کریمیا میں روس کو اور اٹلی میں آسٹریا کو کچل چکا تھا اور عہد ناموں کے علی الرغم یورپ میں ایک جدید قومیت قائم کر دینے کے معاوضہ میں اس نے سوائے اور نیس کو فرانس میں شامل کر دیا تھا۔ تمام دنیا کسی زمانہ میں اپنی قسمت کا تفاول لینے کے لئے وائنا کی طرف مائل ہوتی تھی اب اس کی نظریں پیرس کی جانب اٹھتی تھیں۔ اور بجائے اس کے کہ اب نپولین کا ایک واہمہ پرست یا عیار کی حیثیت سے مضحکہ اڑایا جاتا، اسی نا اتفاقی کے ساتھ اُسے ایک ایسے سنجیدہ صاحب فطانت[1] کی حیثیت دیجاتی تھی جس کا دماغ، یورپ[2] کے خرچ پر اپنی سلطنت کو عظمت دینے کے لئے ہمیشہ ایک ایسی اسکیم وضع کرنے میں مصروف رہتا تھا جس کے معرض عمل میں آنے کا امکان بمشکل قرین قیاس ہوتا تھا۔ لیکن ۱۸۶۳ء کے ہنگامہ پولینڈ میں فرانس کی کارروائی جیسی کچھ ناکام رہی، اس نے اس عقیدہ میں لغزش پیدا کر دی اور مکسیکو میں فرانسیسی مداخلت کے جیسے کچھ شرمناک نتائج برآمد ہوئے اس نے اس عقیدہ کو بالکل ہی درہم برہم کر دیا۔ اور بسمارک کی سیاسی اور مولٹکے کی فن قیادت و لشکر آرائی نے بالآخر اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

مکسیکو کے خلاف فرانس نے جو مہم روانہ کی تھی وہ تاریخ یورپ کے طلباء سے صرف اس حد تک تعلق رکھتی ہے کہ اس کا ردعمل دول یورپ کی سیاست پر ہوا

**نپولین سوم اور مکسیکو**

اس کی ابتدا مکسیکو کانگرس کے اس فیصلہ سے ہوئی اور جسے ۱۷؍ جولائی ۱۸۶۱ء کو پریسیڈنٹ (Juarez) یوارز نے منظور بھی کر لیا کہ غیر ملکی قرضخواہوں کے مطالبات دو سال تک معرض التوا میں رکھے جائیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان، اور فرانس اور اسپین نے مشترکہ طور پر صدائے احتجاج بلند کی اور دسمبر ۱۸۶۱ء اور جنوری ۱۸۶۲ء میں تینوں حکومتوں نے اپنی عایا کے جائز مطالبات کو بجبر نافذ کرنے کے لئے مکسیکو میں اپنی فوجیں اتارنا شروع کر دیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا بھی ادعا کرتی رہیں کہ ان کا ملک کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ اس حکمت عملی کے سامنے (Juarez) یوارز نے سر تسلیم خم کر دیا۔ سولیڈاڈ میں ۱۷؍ جولائی ۱۸۶۲ء کو ایک معاہدہ پر دستخط

At the expense of Europe. ۲ Saturnine Genius ۱

ہوئے جسکی رو سے دول یورپ نے یواریز کی حیثیت تسلیم کرلی اور پیش نہاد موجودہ
وقتوں کے متعلق گفت و شنید کا سلسلہ قائم کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ
چند مکسیکی شہروں میں بطور ضمانت، اپنی افواج کے متعین کرنے کا حق حاصل کرلیا لیکن
یہاں نپولین نے دخل دیا۔ اس نے اس امر کا پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ ملک میں
امن و عافیت کا تسلط صرف شاہی اور ارات فلوکی[لے] کے قیام سے ہو سکتا ہے۔ یواریز
کا دشمن قلبی مکسیکی جنرل الموننٹے یورپ سے یہ پیغام لایا کہ بعض مکسیکیوں نے آسٹریا
کے ارک ڈیوک مکسیمیلن کو جو پیام موت بھیجا تھا اس کے تسلیم کرنے پر نپولین
طیار تھا اور اگر مکسیمیلن شہنشاہ مکسیکو منتخب کر لیا گیا تو وہ بزور شمشیر اس کی حمایت
کرنے پر طیار تھیں۔ اس کا آخر یہ ہوا کہ مخالفہ ثلاثہ فوراً درہم برہم ہو گیا لیکن انگلستان اور
اسپین کی صدائے احتجاج کے باوجود فرانس اپنے عزم پر قائم رہا یواریز فرانسیسی
افواج کی تاب نہ لاسکا اور نپولین کی ضمانت حاصل کر کے اور جیسا کہ اس کا خیال تھا
اہالیان مکسیکو کی رضا و رغبت کے مطابق ۲۹ رمی سنہ ۱۸۶۴ء کو شاہ مکسیملین، ویراکروز
میں لنگر انداز ہوا۔ لیکن حقیقت اس پر فوراً منکشف ہو گئی۔ نپولین کا مقصد ماوراء
بحر اوقیانوس نام و نمود کا وہ طرہ امتیاز حاصل کرنا تھا جنکا یورپ میں آسانی کے
ساتھ حاصل کرنا بغایت مشکل تھا۔ ممالک متحدہ امریکہ میں اسوقت جو خانہ جنگی رونما
تھی اور جس کی وجہ سے اہالیان امریکہ اس کے منصوبوں میں سدراہ نہیں ہو سکتے
تھے اس کے لئے بہترین موقع تھا۔ لیکن جنوب کی شکست نے معاملہ کی یہ نوعیت
بالکل بدلدی۔ اب نہ صرف یہ پیش آیا کہ ہزاروں جنوبیوں نے یواریز کے علم جنگ
کے نیچے کوہستان میں جمع ہونا شروع کیا بلکہ ممالک متحدہ امریکہ نے فرانس کے
سلوک کے خلاف، فی الفور، اصول منرو، کی بنا پر صدائے احتجاج بلند کی اور براعظم
امریکہ سے اس کے واپس چلے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کی پشت پناہی وہ
جنگ آزما مرد میدان کر رہے تھے جنکا قلب و دماغ فتح و ظفر کی کامرانیوں سے سرشار
ہو رہا تھا۔ اب یا تو نپولین ارض فرانس سے ہزاروں میل دور اپنی ساری متاع تاب
و توانائی کو ایک حوصلہ فرسا معرکہ کی نذر کر دیتا یا پھر سر اطاعت خم کر دینے کے سوا کوئی
دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ اس لئے شرط و شرائط کی سلسلہ جنبانی کا ارادہ کیا مگر امریکی حکومت

[لے] Monarchical institutions

جس شرط کو منظور کرنے پر طیار تھی وہ صرف یہ تھی کہ فرانس لوار یز اور مکسیمیکین کے باہمی معرکہ میں بالکل غیر جانبدار رہیگا۔ یہ فریب بجائے خود ایسا کھلا کھلا تھا کہ کسی طرح چل نہ سکتا تھا، کیونکہ ہر شخص اور غریب مکسیمیکین خود اسبات کو جانتا تھا کہ فرانسیسی افواج کا ہٹنا اور سلطنت کی تباہی ساتھ ساتھ شروع ہوگی۔ نپولین کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے وعدہ کو بصد منت وسماجت یاد دلانے اور اعانت حاصل کرنے کیلئے ملکہ شارلوٹ نے بہ نفس نفیس یورپ کا سفر کیا۔ نپولین کا جواب اسکا یہ مشورہ تھا کہ مکسیمیکین کو فوراً تاج وتخت سے دست بردار ہوکر، فرانسیسی افواج کے ساتھ مکسیکو سے واپس آجانا چاہئے۔ لیکن مکسیمیکین نے یہ محسوس کرکے کہ وہ اپنے رفقا کی حمایت کرنے پر مجبور تھا اس مشورہ کو مسترد کردیا۔ اور ۵ رفروری ۱۸۶۷ء کو جب آخری فرانسیسی افواج نے بھی ویرا کرز کو خیر باد کہا وہ محض جان جان آفریں کو سپرد کرنے کیلئے رہ گیا حتی کہ ۱۹ جون کو اسے دھوکہ دیکر دشمن کے قبضہ میں دیدیا گیا جہاں اسکا کورٹ مارشل ہوا اور گولی ماردیگئی۔ ؎

مشروکے اصول سے نپولین کا اختلاف ومقابلہ اگرچہ انجام میں ذلت وناکامی کا باعث ہوا لیکن "معاہدات" سے نپولین کا اختلاف گو ایسا شرمناک نہ تھا مگر نتائج کے اعتبار سے وہ فرانس کے حق میں اور بھی قاتل ثابت ہوا۔ مسٹر نخ کی طرح نپولین سوم اصولوں کا دلدادہ تھا بارگاہ وائنا کے اس غیر ملی نظام کے خلاف اس نے "نپولینی تخیل" کو لاکھڑا کیا جس کا مدار اصول ملت پرستی، عام حق انتخاب، اور خود اس کی ذات جسے وہ انقلاب فرانس کا اوتار سمجھتا تھا، پر تھا، ایک طور پر اس نے الگزنڈر اول کے خواب وخیال کو شکل کرنے کا ارادہ کیا۔ یعنی یورپی عہدیت پر جوان حکمرانوں پر مشتمل نہ ہو جواپنے آپ کو حقوق من جانب اللہ کا سزاوار سمجھتے تھے بلکہ وہ جمہوری جماعتہائے ملی سے مرکب ہو جس کے تاجدار نمائندے وقتاً فوقتاً اس کے (یعنی نپولین) حلقہ صدارت میں فرانس جیسی عظیم الشان مملکت کے صدر ہونیکی حیثیت سے ایک کانگرس میں تبادلہ خیالات کیا کریں اور گو وہ اسس حکمت عملی کے خطرناک ہونے سے ناآشنا نہ تھا تاہم اس خواب کی تکمیل میں وہ اٹلی اور پروشیا کی توسیع اور ترقی کا ممد ہوتا رہا۔

General principles ۱۲ He remained behind to die ؎

اب اس خواب کی جمہوریت پسندی کے بجائے جو بربنائے سیاس وتشکر فرانس اور اسکی ذات خاص سے وابستہ ہوئیں اس کی مشرقی سرحد پر ایک ایسی حربی سلطنت منصۂ وجود پر آرہی تھی جس کے اصول کی شیرازہ بندی فرانس کے ساتھ دشمنی تھی۔ دوسری طرف جنوبی سرحد پر ایک ایسی فوجی مملکت رونما ہو رہی تھی جس نے ابھی حال ہی میں، جبکہ صلح کے متعلق گفت وشنید ہو رہی تھی طرق ورسن کی ان تختیوں پر احتجاج کیا تھا جو نپولین کے آراء کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اہالیان فرانس نے نہایت گرمجوشی

**فرانسیسی آرائے عامہ اور جرمنی کا عروج**

کے ساتھ اصول ملت کی پذیرائی کی تھی تاہم وہ ان مسلح اور متفائل جماعتوں کی ہیبت سے خوفزدہ ہو گئے تھے جو اصول متذکرہ کا نتیجہ صریح تھا۔ پروشیا کے ان غیر اصولانہ ہوسناکیوں کے خلاف ایک شور قیامت برپا ہو گیا، بہرحال ہرچہ بادا باد، فرانس کے رفقائے دیرینہ یعنی جنوبی جرمن مملکتوں کی آزادی کا تحفظ لازمی تھا۔ ۱۴ر مارچ ۱۸۶۷ء کو Thiers تھی ایر نے فرانس کی متفقہ آواز کی ترجمانی کی اور اس امر کا اعلان کیا کہ پروشیا کو اب فرید پیشقدمی سے روکا جائے اور اسکا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو جرمنی کو متحد ہونے سے باز رکھا جائے۔

**بسمارک کی حکمت عملی ۱۸۶۶ء کے بعد**

بسمارک کے نزدیک فرانسیسیوں کا یہ جذبہ نہ تو غیر مترقب تھا نہ قابل پذیرائی تھا وہ اس حقیقت کا پہلے ہی احساس کر چکا تھا کہ آسٹریا سے جنگ چھڑنے کے بعد دوسری جنگ فرانس سے ہونی لازمی تھی اور وہ اس امر کا یقین رکھتا تھا کہ صرف ایسی جنگ کے ساتھ جس میں شمال اور جنوب دونوں ایک مشترک دشمن کے مقابلہ میں ہمدوش اور ہمعناں ہونگے جرمنی کے رشتۂ اتحاد، احساسات اور مادی فوائد دونوں اعتبار سے متحد ہو سکے گا۔[۱] اس لئے ٹھیک اس لمحہ سے جبکہ آسٹریا کے ساتھ امور متنازعہ فیہ کی بابت ایک قطعی رائے قائم کیجا چکی تھی اسکی پالیسی کا تنہا مقصد اس جنگ وکشاکش کے لئے طیار رہنا رہ گیا تھا جو ناگزیر ہو چکی تھی اس کے لئے اس نے شمالی جرمن کو اسطور پر منضبط اور مستحکم کرنا شروع کیا کہ

---

[۱] بسمارک جلد ۲ صفحہ ۱۴ "یہ امر کہ آسٹریا سے لڑائی کے بعد فرانس سے جنگ ہونی ضروری تھی واقعات تاریخ کا ایک منطقی نتیجہ تھا"

اس کے اور جنوبی مملکتوں کے مصالح اور مدنی تعلقات کو وابستہ تر کر دیا۔ دوسری طرف اس نے اس امر کا التزام کیا کہ دول یورپ اگر اس کے ساتھ اپنی خیر منشی کا اظہار نہ کر سکیں تو کم از کم غیر جانبدار ہو جائیں ایک طور پر اس کے کام میں سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ جہاں جرمنی میں اس سے زیادہ نامقبول وجود کسی کا نہ تھا وہاں اب دفعتاً اس سے زیادہ مقبول ہستی کوئی نہ تھی۔ اب اسکی ترکیب اور منصوبوں کے راستہ میں وہ کشاکش اور کشمکش نہ تھی جو وطن میں ترقی پسند جماعت سے دست وگریبان ہونے میں لازم آتی تھی۔ ذاتی احساسات کو قطعاً نظر انداز کر کے جو اسکی فطرت خصوصی تھی، اس لئے آرائے عامہ کے اس تغیر سے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا اور لبرلزم کے ساتھ مصالحت کے لئے طیار ہو گیا اور بادشاہ کی خشم ناکیوں کے باوجود جو اپنے اظہار حقوق پر ہمیشہ مرمٹنے کے لئے طیار رہتا تھا، بسمارک نے پروشین پارلیمنٹ میں ایک مسودہ پیش کیا جس کی رو سے گورنمنٹ کی اس خلاف قانون طریقہ کار کی شست وشو[۵۲] ہو جاتی تھی جس کی رو سے اس نے پارلیمنٹ کی رضا حاصل کئے بغیر ایسے محصولات عائد کر دئے تھے جو ان حربی اصلاحات کے لئے ضروری تھے جن کی اہمیت کو بعد کے واقعات نے مسلمہ ثابت کر دیا[۵۳]۔ جدید انتخابات کا جو اس توقع کے ساتھ عمل میں آئے تھے کہ جرمن حرب وضرب کو بے پایاں کامیابی حاصل ہوگی اس اثنا میں یہ انجام ہوا کہ ترقی پسند مخالفت ایک ناقابل التفات اقلیت میں تحلیل ہو گئی اور انہیں سے بھی اُن ۴۶ افراد نے جو نیشنل لبرل کے نام سے موسوم تھے اپنی جماعت سے دستکش ہو کر بسمارک کی خارجی پالیسی کی غیر مشروط تائید کا اعلان کر دیا۔ ان حالات کے ماتحت مسودہ متذکرہ صدر ۲۳۰ رایوں کی موافقت اور ۷۵ کی مخالفت سے منظور ہو گیا۔ اب بسمارک اُن آئینی کشاکش سے گلو خلاصی حاصل کر کے جو ابتک اس کی نقل وحرکت میں سدراہ ہو رہی تھی، جرمن اتحاد کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔

عہدیت جرمانیہ کو آسٹریا کے نکل جانے سے کشود کار میں آسانی ضرور

[۵۳] بسمارک جلد دوم صفحہ ۷۶۔

Indemnifying. ۵۲ Misgivengs. ۵۱

پیدا ہوگئی تھی لیکن ابھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکا تھا۔ شمالی جرمنی کے شہریاروں نے اپنی معزولی پر جو صدائے احتجاج بلند کی تھی، پروشیا اب اسکو نظر انداز کرسکتا تھا۔ برلن کے ایک ہی معنی خیز اشارہ نے اس سامان حرب و ضرب کو جو سوئٹزرلینڈ اور بلجیم میں جرمنی کے خلاف تیار ہورہا تھا درہم برہم کردیا۔ اس طرف سے بسمارک کو جس چیز کا نہایت شدید اندیشہ تھا وہ اُن چند ناجنس عناصر کا وجود تھا جو جماعت مخالفین میں آبادیان پولینڈ اور ڈنمارک کے ساتھ پارلیمنٹ میں نظر آتے تھے

**پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتیں**

لیکن جنوبی مملکتوں کی حالت بالکل جداگانہ تھی۔ قدیم الایام سے وہ جرمنی سے متنفر چلی آرہی تھیں اور حال ہی میں جہاں ان کے انتہائی خدشات ظہور پذیر ہوچکے تھے اور ان کی وہ دیرینہ آرزوئے آزادی جو عہدیت جرمانیہ میں دو زبردست قوتوں کی رقیبانہ کشاکش کی وجہ سے مصئون و محفوظ ہوچکی تھی لیکن خطرہ سے خالی نہ تھی۔ آسٹریا کے زوال سے معرض خطر میں پڑگئی۔ اسمیں شک نہیں کہ عہدنامہ پراگ کے رو سے ان کی بین الاقوامی حیثیت کی ضمانت ہوچکی تھی لیکن فرداً فرداً یہ اسقدر کمزور تھیں اور باہمی رشک و حسد کا یہ عالم تھا کہ کسی جرمنی جمہوریت کا تخیل ہو بھی تو محض صفحہ قرطاس پر تھا عملی حیثیت نہیں اختیار کرسکتا تھا اسلئے یہ توقع یا اندیشہ بے محل نہ تھا کہ بشرط موقعہ جنوبی جرمن مملکتیں موقع پاتے ہی پروشیا سے منحرف ہوکر ایک ناقابل برداشت ضغط سے نجات حاصل کرلنے پر آمادہ ہوجائینگی۔ لیکن یہ بسمارک کی خوش نصیبی تھی کہ اس مسئلہ کو بالکل مختلف انداز سے حل کرنے کے لئے جن اسباب کی ضرورت تھی وہ ان پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ یہ ایک بڑی حد تک نپولین کی غلط پالیسی کا نتیجہ تھا۔

**نپولین معاوضہ کا مطالبہ کرتا ہے**

شہنشاہ نے جس کے تمام اندازے سیڈووا کی واقعہ سے درہم برہم ہوگئے تھے ابتدائے اگست میں کاونٹ بینیڈیٹی کو اس غرض سے برلن بھیجا کہ وہ دریائے رہائن کے بائیں کنارے پر فرانس کے لئے معاوضہ طلب کرے۔ ورنہ بصورت دیگر دعوت جنگ دینے کا مطالبہ کیا جائیگا لیکن بسمارک کے اس قطعی جواب سے کہ مقبوضات کا ایک چپہ بھی حوالہ نہ کیا جائیگا، مطالبات کی ساری نوعیت ہی بدلدی اب صرف لکسمبرگ کی حوالگی کا اصرا

اور تسخیر بلجیم میں فرانس کو جس امداد و اعانت کی ضرورت تھی اس کی پروشیا سے طلبگاری تھی۔ موخر الذکر تجویز کے جواب دینے میں بسمارک نے دیدہ و دانستہ توقف سے کام لیا۔ رہا مقدم الذکر اس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتوں کے درمیان جیسے کچھ تعلقات تھے ان کی تعریف اور تشریح کر دینے سے کس طور پر بہترین فائدہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ موخر الذکر مملکتیں پروشیا کو اپنی آزادی کا دشمن اور فرانس کو اس کا دوست تصور کرنے کی عادی رہ چکی تھیں۔ اب بسمارک نے چپکے سے اُن مراسلات کو شائع کر دیا جس کے دوران میں نپولین نے اپنے زیر حمایت ممالک کے نقصان کی پروا نہ کر کے فرانس کو معاوضہ دینے کی کوشش کی تھی اس کا اثر فی الفور مترتب ہوا۔ یکے بعد دیگرے ہر جنوبی حکومت نے پروشیا کے ساتھ صلح کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس جدید اور سنگین تر خطرہ کے خلاف پروشیا کے ساتھ جارحانہ اور مدافعانہ محالفے کر لئے۔ پروشیا کے ساتھ ورٹمبرگ نے ۱۳ر اگست باڈن نے ۱۷ر اگست اور بویریا نے ۲۲ر اگست کو معاہدہ کر لیا اور بوقت جنگ

**معاہدات اگست ۱۸۶۷ء**

اپنی افواج کی پوری کمان شاہ پروشیا کے حوالہ کر دینے کا عزم کر لیا اور اسطور پر گویا عملاً پورے جرمنی کو پروشیا کے نظام حربی کے تحت میں دیدیا۔ اتمام صلح کے ایک سال کے اندر ہی اندر جنوبی جرمنی کا پورا موازنہ عملاً پروشیا کے تحت و تصرف میں آگیا۔ معاہدہ پراگ کی رو سے اتحاد محصولات مملکتہائے جرمنی کی تجدید ہو گئی تھی لیکن میعاد اختتام چھ ماہ کی نوٹس[1] پر طے پائی تھی۔ ۸ر مئی ۱۸۶۷ء کو بسمارک نے اس امر کا نوٹس دیا کہ معاہدات کی تنسیخ آئندہ ۵ یکم جنوری کو شائع کیجائیگی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے جنوبی مملکتوں کے وزرا کو برلن میں ایک کانفرنس میں مدعو کر دیا جس میں بحث مباحثہ ہونے والا تھا دریائے مین کو ایک سیاسی حد فاصل متعین کر دینے کی کچھ ہی قدر و قیمت کیوں نہ ہوتی، اسکو ایک تجارتی میدان مقرر کر دینے سے جنوبی جرمنی کی تجارت بالکل برباد ہو جاتی۔ اسطور پر سوائے اس کے کہ وہ بسمارک کی شرائط تسلیم کر لیں جنوبی جرمن مملکتوں کیلئے کوئی چارہ نہ تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مجلس محاصلی کونسل اور ایک پارلیمنٹ محاصلی قائم ہو گئی، جو شمالی جرمن جماعتوں پر مشتمل تھیں اور

[1] Denunciation

انکفیس جنوبی جرمن ارا کین کے اضافہ سے تقویت پہنچائی گئی تھی۔ اس اعلان کا جواب کہ جرمنی کو متحدہ نہونے دینا چاہئے بسمارک نے اس واقعہ کے اعلان سے دیا کہ جرمنی کا اتحاد ہر طرح پر بجز اسکے کہ مشہور نہیں ہوا ہے مکمل ہوچکا ہے Thiers تی ایر کو یا جو کچھ کہنا سننا تھا وہ ۱۴ ر مارچ کو کہہ سن چکا تھا اور ۱۹ ر مارچ کو بسمارک نے ان خفیہ حربی معاہدات کو جو پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتوں میں ہوچکے تھے شائع کردیا۔

ان واقعات نے فرانس میں جو تہلکہ اور ہیجان پیدا کردیا۔ اسکا نظارہ بسمارک نے کیسے ہی کچھ لطف سے کیوں نہ کیا ہو جہاں تک خود شہنشاہ نپولین کا تعلق تھا غالباً یہ سب کچھ قطعاً ناپسندیدہ اور نامقبول تھا۔ اس کی صحت جواب دے چکی تھی اور کہولت مستولی ہونے لگی تھی اور مکسیکو میں جو قابل افسوس ناکامی ہوئی تھی اسنے اب اسکو اس قابل نہیں رکھا تھا کہ وہ اپنے تاج و تخت کو جدید اولوالعزمیوں کی زد میں لانا گوارا کرسکتا اس نے ایک نیم سرکاری رسالہ شائع کرکے آرائے عامہ کو تسکین دینی چاہی جس میں ۱۸۶۶ء کے نتائج جنگ کو فرانس کی صولت و ظفر کی صورت میں پیش کیا تھا۔ جن کے سبب سے پروشیا اور اسٹریا ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے علٰحدہ ہو گئے تھے اور جنکے باعث سرحد دریائے مین کے تعین سے جرمنی دائمی طور پر منقسم کردیا گیا تھا اور یہی نہیں بلکہ اوائل ۱۸۶۷ء میں اسنے سب سے پہلے سلطنت

«لبرل سلطنت» کی ذمہ داریوں میں نمائندگان قوم کو بھی اپنا شریک کار بنایا اور اسطور پر بعض ان الزامات کو جو حکومت کی ناکامیابیوں سے

وابستہ تھے، اس نے اپنے سر سے ٹالا۔ ۱۹ ر جنوری کو ان اصلاحات کی پہلی قسط شائع کی گئی، جس کا انجام ۸ ر مئی ۱۸۷۰ء کو ایک منشور عامہ کی رو سے لبرل سلطنت کا منصۂ وجود پر آنا تھا۔ بایں ہمہ پروشیا کے خلاف جو شور و شین بلند ہو رہا تھا اسے خاموش کرنے کے لئے، معاوضہ کی صورت میں کسی معاوضے کی ضرورت ابتک محسوس کیجا رہی تھی۔ بسمارک کے بیگانہ وار طرز سے نپولین کافی طور پر متنبہ ہوچکا تھا اور اب بیلاٹن کی طرف نظر اٹھانا بے سود سمجھکر اس نے لکسمبرگ کی جانب اپنی توجہ منعطف کی۔

مسئلہ لکسمبرگ | عہد نامہ وائنا کی رو سے لکسمبرگ کی گرینڈ ڈچی جرمن عہدیت

میں شامل ہو چکی تھی گو خاندان آرنج کے تحت حکومت میں، بر بنائے اتحادِ ذاتی، وہ ہالینڈ
سے اور اہالیانِ بلجیم کی ہمدردی کے بنا پر بلجیم سے وابستہ تھی اس کے علاوہ قلعہ
لکسمبرگ) جو نشیبی جرمنی کا دروازہ تصور کیا جاتا تھا، میں افواج متعین رکھنے کا
حق اس کے ساتھ ہی رہا تھا، پروشیا کو تفویض ہو چکا تھا۔ باوجود اس اہمیت کے جو
فوجی اور حربی سطحِ نظر سے لکسمبرگ کو حاصل تھی، اسے شمالی جرمن جمعیتہ الحلفا میں شامل
نہیں کیا گیا تھا اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ وہ ایک بیرونی حکومت کی حیثیت رکھتا تھا
اور کچھ جرمنی کے خلاف اس کے باشندوں کا معاندانہ میلان تھا۔ دوسری اس کی
اہمیت ایک بڑی حد تک یوں بھی بے وقعت ہو جاتی تھی کہ پروشیا کو قلعہ کے اندر
اپنی افواج کے متعین رکھنے کا حق حاصل تھا اُن حالات کے ماتحت، شاہ ہالینڈ
اس امر پر برافروختہ ہو گیا کہ اگر دیگر دولِ یورپ (متعلقہ) سے معاملات روبراہ کئے جا سکتے
ہیں تو وہ ان شاہی حقوق کو جو اسے ڈچیز میں حاصل تھے، فرانس کے ہاتھ فروخت
کر دینے کے لئے طیار ہے۔

فرانس کے ساتھ ایک ایسی مملکت کو شامل کر دینا جو ایک زمانۂ دراز تک
نہایت گہرے تعلقات کی بنا پر، جرمنی سے وابستہ رہی تھی، ایک ایسی تجویز تھی جس نے
ماورائے رائن کے وطن پرستانہ جذبات میں ایک طوفان اور تلاطم برپا کر دیا۔ آرائے عامہ
کو یہ اصرار تھا کہ فرانس کو اس کی خیرہ سری پر سرزنش کیجائے اور جنگ آزمایانِ دفترِ حربیہ
کے مبقّر اس امر پر زور دے رہے تھے کہ قبل اس کے کہ فرانسیسی لڑائی کے لئے طیار
ہو سکیں، جس کا وہ بظاہر اہتمام کر چکے تھے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دینا عین
مصلحت ہے۔ اس مسئلہ پر اس کے ابتدائی آراء و افکار کچھ ہی کیوں نہ رہی ہوں،
اس میں شک نہیں کہ بسمارک کے لئے فرانسیسیوں کا لکسمبرگ کا مطالبہ
کرنا موجبِ حیرت نہ ہوا اور اس سے اس نے معاملات کو انتہائی حدود تک طول دینا گوارا
نہ کیا۔ پروشوی فوجوں کے حربی نظام کی ترتیب اور تکمیل ابھی اتمام کو نہیں پہنچی تھی۔ مزید براں
وہ صرف ایک ایسی بنا پر اعلانِ جنگ کرنے کے لئے آمادہ تھا جسے داورِ دادار
اور دولِ یورپ دونوں کے نزدیک اسکے طریقِ عمل کیلئے سندِ جواز کی حیثیت حاصل ہو سکتی ہو۔[1]

[1] بسمارک جلد دوم صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہوں صفحات مزید ۱۰۱ و ۲۴۹

اس آشتی کی خاطر دول یورپ جلد سے جلد بیچ بچاؤ کرنے پر آمادہ ہو گئے کونٹ بوئسٹ
کی یہ تجویز کہ لکسمبرگ کے معاوضہ میں بلجیم کا ایک حصہ فرانس کے نذر کر دیا جائے
اس بنا پر مسترد ہو گئی کہ شاہ لیوپولڈ بلجیم کا کوئی حصہ حوالہ کرنے پر آمادہ نہ تھا بالآخر
روس کی تحریک منظور ہوئی، اور یہ تمام مسائل دول یورپ کے ایک کانفرنس کے
حوالہ کر دئے گئے جسکا اجلاس ۷ مئی سنہ ۱۸۶۷ء کو لندن میں منعقد ہوا[1] ۱۱ر کو معاہدہ
لندن پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے دول یورپ کی ضمانت پر لکسمبرگ
ایک غیر جانبدار ملک قرار دیدیا گیا، اس کی رو سے پروشوی افواج اٹھالی گئیں اور
شاہ ہالینڈ نے، جو حکمران لکسمبرگ تسلیم کر لیا گیا تھا لکسمبرگ کی قلعہ بندیوں کو
منہدم کرا دینے کی ذمہ داری لے لی۔ لکسمبرگ کو اسی وقت سے ایک کھلے
ہوئے شہر کی حیثیت حاصل ہے[2]

مسئلہ لکسمبرگ کے تصفیہ سے اس کے سوا کوئی اور نتیجہ برآمد نہیں ہوا
کہ خطرات جنگ کچھ مدت کے لئے معرض التوا میں پڑ گئے اور طرفین نے
دول یورپ کے بطون خاطر کا پتہ لگانا شروع کیا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو ان کا
کیا عمل ہوگا۔ یہ ظاہر تھا کہ فرانس ایسی حالت میں بے یار و مددگار نہیں رہ جائیگا۔
بوئسٹ کی رہبری میں آسٹریا زیر ہدایت بیولت بلاشبہ انتقام کا پیاسا ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ

**جنگ سے قبل بین الاقوامی حالت و موقع**

جرمنی میں اپنی گذشتہ منزلت کو پھر حاصل کرلے اٹلی کو نپولین کے ساتھ جو
وابستگی تھی وہ بنائے سپاس گذاری تھی آخر میں صرف یہ ہو سکتا
تھا کہ اس بددلی اور ناراضی کی بنا پر جو اسکینڈے نیوی افواج
کو شلسوگ ہولسٹائن میں پروشیا کے طرز عمل کی بنا پر
تھی، شمال میں ایک طرح کا ایسا فتنہ اٹھایا جاتا جو لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل بھی
کر لیتا اور سودمند بھی ثابت ہو سکتا۔ تاہم بسمارک عہد نامجات حربی شائع کر چکا تھا۔
پیرس میں اب بھی یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ جنوبی جرمن مملکتوں پر فرانسیسی حملہ کو

---

[1] کاغذات پارلیمنٹ TXXIV سنہ ۱۸۶۷ء صفحہ ۴۴۹

[2] ہرٹسلٹ جلد سوم

خوش آمدید کہا جائیگا لیکن ان میں سے کسی ایک امکان کو بھی بسمارک نے نظر انداز

**روس اور پروشیا**

نہیں کیا تھا اور روس کی طرف سے بالخصوص ہنگامہ پولینڈ کے دوران میں اس نے جو طریق اختیار کیا تھا اس کی بنا پر اب آشکار تھی، روسی مدبران سلطنت کا اپنی مغربی سرحد پر ایک زبردست حربی طاقت کے عروج کے متعلق کیسا ہی کچھ خیال کیوں نہ رہا ہو اسوقت ان کی تمام تر فکر و توجہ مسائل مشرقیہ پر صرف ہو رہی تھی جس میں آسٹریا کے ادعائے باطل اور خفیہ سازشوں کے خلاف، پروشیا ایک نہایت کار آمد رفیق ثابت ہو سکتا تھا۔ بوئسٹ نے اسبات کی دھمکی دینی شروع کر دی تھی کہ وہ گلیشیا کو ایک جدید پولینانی تحریک کا مرکز بنا ئیگا اور آسٹریا اور فرانس کا باہمی اتحاد اسے نہایت اندیشہ ناک حد تک نازک بنا سکتا تھا۔ ان حالات کے ماتحت بسمارک کا محض یہ وعدہ کر لینا کہ عہد نامہ پیرس میں بحر اسود کے متعلق جو فقرے اور عبارتیں تھیں ان کو لعن وطعن قرار دینے میں وہ روس کا دست و بازو بننے کے لئے آمادہ تھا، روس کی غیر جانبداری حاصل کرنے کے لئے کافی ثابت ہوا اور یہی نہیں بلکہ اگر آسٹریا نے دعوت جنگ دی تو روس نہایت سرگرمی کے ساتھ بسمارک کی رفاقت کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس روسی پروشوی اختلاف کے ردّ و ابطال کی غرض سے

**فرانس اور آسٹریا**

دونوں شہنشاہ نپولین اور فرانسس جوزف سنہ ۱۸۶۷ء کے موسم گرما میں سالزبرگ میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور انھوں نے ایک اتحاد کی تجویز پر گفتگو کی۔ یہ ملاقات نہایت دوستانہ تھی لیکن یہ محض گفت و شنید ہی تک محدود رہی کوئی بات ضبط تحریر میں نہ آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پروشیا کے خلاف، وائنا میں پروشیا سے تجدید جنگ کے متعلق آرا و افکار میں نہایت سخت اختلاف تھا خصوصاً ایسی حالتیں جب پروشیا سے فرانس کے دوش بدوش جنگ کا ارادہ کر رہا تھا ہنگری وزیر اعظم کاونٹ اندراسی نے نہایت صراحت کے ساتھ اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ جرمنی سے علیحدہ ہو لینے پر ملوکیت نے

[illegible] آسٹروی جرمنوں کی طبیعت ایک

اپنے سرحدی بھائیوں سے جدال و قتال کرنی پڑتی تھی اور جب جنگ کے متعلق بسمارک کا یہ خیال تھا کہ اس کی کامیابی صرف اسلافیت کی فتح و نصرت تھی اور اگر آسٹریا کے ساتھ نپولین کے تعلقات کافی واضح اور مشرح نہ تھے تو دوسری طرف اٹلی کے ساتھ اس کے تعلقات اور زیادہ ناقابل اطمینان تھے۔ اس میں شک نہیں شاہ وکٹر عمانوئیل کو فرانسیسی شہنشاہ کے ساتھ جو روابط احسان و تشکر تھے ان کا عمانوئیل کو کامل احساس تھا قطع نظر سیاسی مصالح کے وہ بطیب خاطر، شہنشاہ فرانس کی امداد و اعانت کیلئے آمادہ بھی تھا لیکن باشندگان اٹلی کا جم غفیر اس حقیقت کے احساس سے کہ فرانس اطالوی حکومت کو اپنے شرائط جبراً تسلیم کرانے کے منصب کا دعویدار ہے، ناراض اور بددل ہو رہا تھا۔ اور اس امر کا نہایت سخت اندیشہ تھا کہ اگر نپولین کی ہر جنبش ابرو پر سر تسلیم خم کیا جاتا رہا تو ملوکیت معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ مزید براں

**فرانس اور اٹلی**

**رومن مسئلہ**

جس چیز نے احساسات کو نہایت تلخ بنا دیا تھا وہ رومن مسئلہ تھا وہ فتیسی اثرات جو قصر تولی لری میں سب پر حاوی تھے، اور جو شاہنشاہ کو اس کی طبع سلیم کے خلاف پروشیا سے لڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اب ان ہی اثرات سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ شہنشاہ نپاپائے روما کو اسکے دنیوی اقتدار میں مدد دینی بند کردی اور اسطرح ایطالیہ میں جو کام شروع کیا تھا وہ انجام کو نہ پہنچ سکا اور یہ حقیقت سال بسال واضح ہوتی گئی کہ اطالوی، روما کو دارالحکومت قرار دیکر اپنی تعمیر کو بہمہ وجوہ مکمل کر دینے کے بے انتہا آرزو مند تھے اُس جذبہ تحقیر و تنفر سے جس کا تحریری یا غیر تحریری معاہدات کے خلاف گاریبالڈی انتہا کی خیرہ سری کے ساتھ اظہار کر رہا تھا اور جس کی پشت پناہی آرائے عامہ کر رہی تھی، اسبات کا قوی اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہیں یہ فرانس کے ساتھ انقطاع روابط کا موجب نہ ہوں اور یہ اسی جذبہ کا تصرف تھا کہ اس نے حکومت لوبرن کو ہمیشہ فشار کشاکش و کشمکش میں رکھا۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں گاریبالڈی نے روما کو مد نظر رکھ کر سسلی سے تاخت کی، اسپرو ہو گئے میں اطالوی افواج سے مڈبھیڑ ہوئی جہاں وہ ایک[1] اطالوی گولی" سے زخمی ہو کر گر گیا۔ یہ واقعہ وزارت رٹانسی کے زوال کے لئے، جو ایکطرف اطالوی محبان وطن کے غیظ و غضب اور

دوسری طرف فرانسیسی قبیسوں کی بے اطمینانی اور بددلی کی زد میں ناچار اور بے بس
ہو رہے تھے کافی تھا کہ محتاط اور خوف زدہ (Minghetti) من گیتی نے جو
تورین میں رتانسی کا جانشین ہوا ایک ایسے مفاہمہ کی پناہ لینی چاہی جو آئندہ خطرات
اور آفات سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ ستمبر ۱۸۶۴ء میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے
جس کی رو سے فرانس نے رفتہ رفتہ روما سے اپنی افواج کے ہٹا لینے کی حامی
بھری جس کے صلہ میں اطالوی حکومت نے اسبات کی ضمانت دی کہ پاپائی مقبوضات
ہر قسم کی دراز دستیوں سے محفوظ رہینگی۔ ایک مزید خفیہ دفعہ کی رو سے یہ طے پایا کہ
اطالوی دار الخلافت تورین سے فلورنس کو منتقل کردیا جائیگا فریقین کے درمیان یہ
تصفیہ اس قرار ذہنی کی بناپر ہوا تھا کہ اس سے موجودہ دقتیں کسی نہ کسی طور پر رفت گذشت
ہوجائینگی تاہم جسوقت یہ حال اٹلی میں معلوم ہوا نفرت و حقارت کا ایک
طوفان برپا ہوگیا اور اسے اس پر محمول کیا گیا گویا یہ اس حق و منصب کا دیدہ و دانستہ
واگذاشت کرنا تھا جو روما پر اٹلی کے تھے اور یہ جس شرف و منزلت کو صرف
روما کے حوالہ کردینے کے لئے طیار تھا اسے کسی دوسرے شہر کو منتقل کردینے کے
خلاف وہاں ہر طرف ہنگامے برپا ہوگئے وزارت (Minghetti) من گیتی کا خاتمہ
ہوگیا لامارمورا کے دوران حکومت میں، جو اس کے بعد معرض ظہور میں آئے
۱۸۶۶ء کی جنگ اور حصول وینیشیا کے واقعات نے، رومن مسئلہ کو ایک حد تک
زاویۂ گمنامی میں ڈالدیا۔ جس کا صرف یہ انجام ہوا کہ اتمام صلح کے بعد یہ انتہائی شدتوں
کے ساتھ پھر رونما ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایطالوی دارالحکومت کا مسئلہ اب اس بڑے معرکہ (یعنی
جنگ تمدن) کا ایک قصہ ہوگیا جو تہذیب نو اور "وسطائیت" کے درمیان اسوقت سے درپیش ہے جبکہ
"وسطائیت" کو حلقۂ مسیحی کی تجدید نے پھر زندہ کردیا تھا اور آخرکار اس کو اس عقیدہ تک

**نصاب اور مجلس عام**

پہنچادیا تھا کہ پاپائے روما ایک ایسی ذات ہے جس سے کوئی خطا سرزد نہیں
ہوسکتی ارباب کلیسا نے ان تمام امور وافکار کے خلاف جو
انیسویں صدی کو "عصر ترقی" سے تعبیر کرتے تھے دعوت جنگ
دیدی تھی ۸ دسمبر ۱۸۶۴ء کو جو "النصاب" شائع ہوا تھا اس میں اسقف اعظم نے
اگر شرعاً اور قانوناً نہیں تو بھی انتہائی تحریم و تقدیس کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا کہ

شہنشاہ پطرس کے جانشین کے متعلق یہ فرض کرلینا کہ وہ لبرلزم، توسیع و ترقی، موجودہ تہذیب و معاشرت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کرسکتا ہے، غلطی تھی اس مفہوم کو واضح کرنے کی غرض سے اس نے اُن تمام امور کو مورد لعن وطعن قرار دیدیا تھا جو دور وسطی اور عصر جدید میں مابہ امتیاز تھے مثلاً حریت فکر، رواداری غرضکہ وہ تمام نعائم جو ایک مدت کی کشاکش و کشمکش کے بعد نوع انسانی کے لئے حاصل ہوئے تھے "انجمن عمومی کلیسائی" کی تحریک کی جاچکی تھی اور توقع یہ تھی کہ اس سے کیتھولک کلیسا کے پیرووں کی گردنیں ہمیشہ کے لئے کلیسائی شکنجے میں آجائینگی۔ ان حالات کے ماتحت مذہبی جذبات اس حمیت ملی سے مرکب ہوگئے جو اسوقت تک قرار نہیں لے سکتے تھے جب تک کہ پرچم اٹلی قصر کیپی ٹول پر نہ لہرانے لگتا مسلح جماعتیں پاپائی سرحد پر گشت لگارہی تھیں دوسری طرف کیپرا ئین گاریبالڈی اپنی جبری پابندی پر پیچ و تاب کھارہا تھا۔ حکومت کی یہ حالت تھی کہ کوئی اصلاح کارنہ تھا، ایکطرف فرانس کا خطرہ تھا، دوسری طرف اندرونی عصیان وطغیان کا اندیشہ تھا رضا کاروں کو ہتھیار دیے جاتے تھے اور حکومت دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتی ایکطرف تو جنگی جہاز گاریبالڈی پر متعین تھے کہ وہ اپنے جزیرہ سے جنبش نہ کرسکے لیکن اس حقیقت کے آشکار ہوجانے سے کہ خود فرانس نے مستقل سپاہیوں کو پاپائی رضا کاروں کے بھیس میں برسرکار ہونے کی اجازت دیکر نفس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ یہ تمام حزم و احتیاط بے سود اور بے محل نظر آنے لگی۔ فلورنس اور پیرس کی مجلس وزارت میں نہایت سخت و درشت خط و کتابت ہوئی جس کا انجام نپولین کی اس تہدید پر ہوا کہ اگر اطالوی حکومت نے اس تاخت و تاراج کا انسداد نہ کیا جو پاپائی ریاست کے خلاف عمل میں لائی جارہی تھیں تو فرانس اس کا تدارک بزور شمشیر کریگا، دوسری طرف اٹلی نے تہدیداً یہ جواب دیا کہ اگر فرانس نے (Cuita Vecchia) چیوتیا وکچیا پر قبضہ کیا تو وہ بطور انتقام پاپائی ریاستوں کے ایک دوسرے حصہ پر متصرف ہوجائیگا۔ اس اثنا میں گاریبالڈی جنگی جہازوں کے نرغہ سے آنکھ بچا کر نکلا اور ۲۳ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو

| | |
|---|---|
| مَنتانا | اس نے رضا کاروں کی ایک جماعت کے ساتھ مقبوضات کلیسا پر حملہ کردیا۔ دوسری جانب نپولین نے پاپائے روما |

کی اعانت کے لئے افواج بھیجکر اپنی تہدید وتخویف کو عملی جامہ پہنایا۔ ۳ر نومبر کو انکا تصادم گاریبالڈیوں سے ہوا جو ابھی ابھی منٹانا میں پاپائی افواج کو شکست دیچکی تھیں جن کا تذکرہ فرانسیسی کماندار نے اپنے مراسلہ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے "میاں پر بندوقوں نے تو کمال کر دکھایا"؟

ان تمام حالات اور واقعات کی بنا پر یہ توقع نہیں تھی کہ اس سے اٹلی اور فرانس میں کسی قسم کی یگانگی یا یکدلی پیدا ہو سکیگی۔ زیادہ سے زیادہ جس چیز پر نپولین کو بھروسہ ہو سکتا تھا وہ وکٹر عمانوئیل کا ذاتی حسن التفات تھا اور کچھ یہ بھی تھا کہ باوجود اس فتح ونصرت کے جو ۱۸۶۶ء میں مشترکہ طور پر حاصل کی گئی تھی اطالوی اہالیان پروشیا کے نہ ہمدم وہمخیال تھے اور نہ ان کے بندۂ شکر واحسان، کیونکہ پیشینی لشکرکشی کے موقع پر موخرالذکر نے ان کو صریحی طور پر متہم کیا تھا کہ انھوں نے دیدہ ودانستہ ایک نہایت شاندار کامیابی کی توقعات کو درہم وبرہم کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اٹلی اور آسٹریا دونوں اپنی اپنی بازی کھیلنا چاہتے تھے۔ آسٹریا کو مشرق میں اپنے داؤ کی فکر تھی، اٹلی کو روما میں، جس وقت فرانس جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہوتا اور اپنی اولین ناگزیر کامیابی حاصل کر لیتا، اسوقت ہنگامہ عام میں شریک ہونیکا کافی موقع ملسکتا تھا لیکن فی الحال دونوں حکومتیں صرف اس مصالحت پر قناعت کر گئیں کہ اگر فرانس وپروشیا میں جنگ کا آغاز ہوا تو دونوں ایک دوسرے کی مقبوضات کے تحفظ کی ضامن ہونگی اور آپس میں یہ معاہدہ بھی ہوا کہ اگر فرانس اس جنگ کی ابتدا ان کی اذن ورضا سے نہ کرے تو یہ اسمیں شریک ہونے سے بھی احتراز کرینگے؟

آغاز ۱۸۷۰ء میں پروشیا جنگ کے لئے بہمہ وجوہ طیار ہو گیا تھا۔ اب ایک طرف تو بسمارک کو یہ مدنظر تھا کہ نتائج کو قبل از وقت ظہور پذیر کر کے پروشیا کے سیاسی مفاد کو معرض خطر میں نہیں ڈالنا چاہیئے دوسری طرف اسے یہ فکر تھی کہ کاش فرانس کی دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کرنے کا اسے جلد سے جلد موقع ہاتھ لگ جائے۔ آخرکار اس کا موقع آیا لیکن ایسے سلسلہ میں جسے براہ راست نہ فرانس سے تعلق تھا اور نہ جرمنی سے؟

بدقسمتی اسپین کے واقعات ایک دفعہ پھر تمام یورپ کی نظروں میں

ہے لے انتہا مہتم بالشان نظر آنے لگے کارلوسی جنگ نے جس میں فریقین نے انتہا کے

**اسپین اور ہوہنزولرن امیدواری**

غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا ملک کو فلاکت اٹھا کر اور غیروں
کی ریشہ دوانیوں کا آماج گاہ بنا دیا تھا۔ اسمیں شک نہیں کچھ
مارشل اوڈوانل کی بدولت حکمرانی میں کچھ دنوں کے لئے اسپین
کے قدیم دور شاہنشہی کی جھلک نظر آئی تھی اور مراقش سانٹو ڈومنگو، جنوبی امریکہ
اور میکسیکو میں جو فتوحات حاصل ہوئی تھیں اُن سے اسپین کے پرچم اقبال
کو چار چاند لگ گئے تھے لیکن اوڈوانل کے طرز عمل سے میکسیکو میں جو کچھ پیش آیا اس
سے نپولین کچھ ایسا غضبناک ہوا کہ اوڈانل کو اپنے منصب سے دستکش ہونا پڑا۔
داہمہ پرست، اور تعیش پسند ازابیلا اب قطعی طور پر اپنی دلنواز یار، فوری اپنے معلم
المزانف ڈوم کلیرٹ اور پیٹر وسینیو نامی راہبہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اور یہ وقت تھا
جبکہ وزارتوں کا عزل و نصب انھیں شتر انگیزوں کی خوشی خاطر پر منحصر تھا۔ لیکن فوج پر
ابتک لبرلزم کا تسلط تھا اور سپہ سالاروں کی عام جلا وطنی محض اس سبب کے خاتمے کو
معرض التواء میں رکھنے کی ایک سبیل تھی بالآخر ۷ ارستمبر ۱۸۶۸ء کو مارشل پریم نے
قادس میں علم بغاوت بلند کیا اور یہ حقیقت اس پر بہت جلد منکشف ہوگئی کہ فوج اور
قوم کا بیشتر حصہ اس کی پشت پناہی کے لئے آمادہ ہے۔ اس آفت اور مصیبت
میں ازابیلا نے جس کی نگاہیں بار بار نپولین کی طرف اٹھتیں اور ناکام واپس آتیں،
بھاگ کر فرانس میں پناہ لی۔ دوسری طرف اس کا پہلا منظور نظر سیرانو ہنگامی حکومت
کا صدر اور پریم وزیر جنگ مقرر ہوا اور ملک کی آئندہ حکومت کا تصفیہ اس اپیل سے
ہوا جو انتخاب کنندوں سے کی گئی۔ دستور ساز کورٹیز نے ۲۱ مئی ۱۸۶۹ء کو ۲۱۴ بمقابلہ ۷۱
آراء کی ملوکیت آئینی کی موافقت میں فیصلہ صادر کر دیا۔ اب رہا شاہی شخصیت کے
تعین کا مسئلہ وہ کچھ اس سے آسان تر نہ تھا۔ سابق دعویدار تخت کے پوتے کارلوس ہفتم
کا جس نے اپنے حقوق کا باضابطہ پیرس سے اعلان کیا، تو سوال ہی عبث تھا۔
اس کا تو نام تک نہیں آیا۔ خاندان شاہی کے اُن نوخیزوں کے لئے جن کو تخت و تاج
کی جستجو تھی، ایک ایسا تخت و تاج کبھی نظر فریب نہیں ہو سکتا تھا جو حکومت ہسپانیہ
ہی کی طرح لے لوا اور متزلزل تھا۔ مناسب سے زیادہ نمایاں امیدوار ڈیوک ڈی مانٹ پنسیر تھا

جسے تاج و تخت سپرد کرنا نپولین کے انتہائی اشتعال کا باعث تھا جو خاندان آرلینس کے کسی شاہزادہ کو اسپین کے تخت پر دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ شاہ اٹلی نے اپنے فرزند ثانی کو ایک مشتبہ شرف و امتیاز کا مورد بنانے سے انکار کردیا آخرکار پریم کو یہ اطمینان ہوگیا کہ پرنس لیوپولڈ ہوہنزولرن کی ذات میں ایسا شخص مل سکیگا جسے تمام دول یورپ منظور کرلیں گے۔ اس کی خاندان پروشیا سے دور کی قرابت تھی لیکن سبورا اور بوہارنے کے خاندان والوں کے واسطہ سے، وہ نپولین سے کہیں قریب تر تھا اور مزید براں چونکہ وہ کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے توقع تھی کہ اہالیان اسپین اسے تسلیم بھی کرینگے۔ شہزادہ لیوپولڈ نے تفتیش اور تفحص کے بعد پہلے تو ایک ناشکور وظیفہ کے قبول کرنے سے انکار کردیا لیکن جب زیادہ زور ڈالا گیا تو اس نے اس شرط پر کہ کورٹیز اس کا انتخاب کرے اور شاہ ولیم بحیثیت اس کے کہ وہ اس خاندان کا بزرگ تھا اسے منظور بھی کرلے، اپنی رضا دیدی ۲۸ جون ۱۸۷۰ء کو شاہ ولیم نے پریم کو یہ اطلاع دی کہ وہ اس کی خواہش اور ارادہ کی مخالفت نہیں کریگا۔ اسطور پر ۴ جولائی کو وزارت اسپین نے شہزادہ لیوپولڈ کو اس شرط پر تاج و تخت سپرد کردینے کا فیصلہ صادر کردیا کہ کورٹیز اسے منظور بھی کرلے جس کے متعلق کسی کو یہ شک نہ تھا کہ وہ ایسا نہ کریگی۔

اہالیان فرانس کو جس وقت یہ خبر پہنچی ہے کہ خاندان ہوہنزولرن کا ایک شہزادہ اورنگ اسپین پر جلوہ فرما ہونے والا تھا۔ وہ پروشیا کے خلاف فرط غیظ و غضب سے یک لخت تلملا اٹھے البویر کی لبرل وزارت کے لئے

"نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"

کا سوال تھا۔ اسے ایک طرف تو آرائے عامہ کے غیظ و غضب اور دوسری طرف نپولین کے خیالات سے عہدہ برآ ہونا تھا اور اب اس اصول کو خطرہ میں ڈالکر جس کی رو سے آرائے عامہ کو آزادانہ انتخاب کا منصب حاصل تھا اور جس پر نپولین کی تمام تر قوت کا دار و مدار تھا، اس نے خود کو نذر سیلاب کردیا۔ ۶ جولائی کو ڈیوک ڈی گریمونٹ نے یہ اعلان کیا کہ "فرانس خاندان ہوہنزولرن کے کسی پروشین شہریار کو تخت اسپین پر دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا" اور ۶ کو اسنے

جیمبرمیں مسئلۂ زیر بحث پر اس سے زیادہ قطعی لب ولہجہ اختیار کرکے کہا "ہم کبھی اس امر کے معتقد نہیں ہو سکتے کہ ایک ہمسایہ قوم کے حقوق کا احترام ہم کو ایک غیر سلطنت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے جو چارلس پنجم کے تخت پر اپنے ایک شہزادے کو بٹھا کر یورپ کے توازن قوت کو اس طور پر درہم برہم کردے کہ اس سے فرانس کو نقصان پہنچتا ہو.... ہمکو امید واثق ہے کہ یہ واقعہ کبھی معرض وجود میں نہ آئیگا.... اگر نوعدیگر ہوا.... تو ہمکو معلوم ہے کہ ہم بغیر کسی پس وپیش یا اظہار کمزوری کے کس طور پر اپنے فرض سے سبکدوش ہوسکتے ہیں"[1] بسمارک نے اسے ایک "صریح بکف بین الاقوامی تہدید" تعبیر کیا جس کا سرکاری طور پر اعلان کیا گیا تھا اور جسے پیرس کے جرائد وصحائف کے اہانت انگیز لب ولہجہ کے ساتھ آمیز کردینے کے بعد پروشیا کے لئے یہ ناممکن ہوگیا کہ وہ اپنے اعزاز وامتیاز کو برقرار رکھکر کسی قسم کی واگذاشت کے لئے آمادہ ہوسکتا[2] اس میں شک نہیں بسمارک نے اپنے "صحیح" طرز عمل کی انتہائی نگہداشت رکھتے ہوئے، فرانسیسی سفیر کی ردوکد کے جواب میں اس امر سے انکار کیا کہ پروشیا کسی قسم کی واگذاشت پر مجبور تھا۔ وزرا کو سرکاری طور پر اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ یہ صرف بادشاہ سے متعلق تھا اور وہ بھی بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خاندان ہوہنزولرن کا رئیس کبیر تھا۔ یہ طرز عمل صرف فرانسیسی کابینہ کے مزید شک وشبہہ کا باعث ہوا اور اسی بنا پر کاونٹ بنڈلی، بادشاہ سے براہ راست گفت وشنید کرنے کی غرض سے ایمز روانہ کیا گیا جہاں "بادشاہ آبی علاج" کیلئے گیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے دربار میں کاونٹ کی باریابی حسب توقع ہوی پیرس میں صورت حال کو جو نوعیت دیگئی تھی اس پر بادشاہ نے اظہار استعجاب وتاسف کیا اور اس حقیقت کا بھی اعادہ کیا کہ اس معاملہ میں اسے جو کچھ تعلق تھا وہ اپنے خاندان کے رئیس و بزرگ ہونے کی بنا پر تھا۔ بادشاہ نے اس امر کا بھی اظہار کردیا کہ جہاں تک خود اس کا تعلق

جیمبر میں گریموںٹ کا اعلان

---

[1] سوریل جنگ فرانس وجرمنی جلد ۱ ص ۲

[2] بسمارک جلد دوم صفحہ ۲ ۲

ہے شہزادہ لیوپولڈ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے بالکل آزاد ہے لیکن یہ ضرور تھا کہ وہ خود اسے اس بات پر نہ تو مجبور کر سکتا تھا اور نہ اسے گوارا کر سکتا تھا۔ اس اثنا میں یورپ کے وزارت کدے اس عقدہ کے حل کرنے میں مصروف تھے۔ اٹلی کے جواب میں لارڈ گرینوِل نے برطانوی کابینہ وزارت کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا کہ ابھی یورپ کی مداخلت کا وقت نہیں آیا تھا لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ اس نے آسٹریا کے ساتھ مجریط (میڈرڈ) اور برلن کی بارگاہوں میں اپنا اعتراض و احتجاج پیش کرتے ہوئے یہ تجویز بھی پیش کر دی کہ یورپ کے امن و عافیت کے لحاظ سے، شہزادہ لیوپولڈ کو امیدوار نہ رہنا چاہیئے۔ ۱؎ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کا سب سے صحیح اور بین حال یہی تھا۔ انجام کار ۱۲ رجولائی کو شہزادہ ہوہنزولرن علانیہ اپنی امیدواری سے دستکش ہو گیا۔ اسی دن المیو پر نے ایوانوں میں اس امر کا اعلان کیا کہ یہ فی الحقیقت پروشیا کی طرف سے ایک رعایت تھی یہاں پہنچکر اس خفیہ کورفت گذشت ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن پیرس کا میلان رفت گذشت کرنیکا نہ تھا۔ ایوانوں کی جماعت حربیہ نے جس کی پشت پناہ پیرس کی وہ جماعت عام تھی جس کے نزدیک "جنگ صرف ایک ناٹک اور تاریخ محض ایک افسانے کی حیثیت رکھتی تھی"، اس بات کی ضمانت طلب کی کہ آئندہ پھر کبھی پروشیا اپنے خبیث ریشہ دوانیوں کو بر سر کار نہ لائیگا۔ مارشل لی لیف نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ اگر کبھی اسکا موقع آ یا تو فوج کیل کانٹے سے درست نکلے گی اگر مزید توقف روا رکھا گیا تو پروشیا کو طیاری کا موقع ملجائیگا اور چونکہ یہ ایک خالص شرعی خانگی و خاندانی مسئلہ تھا جس کا تعلق صرف پروشیا کی ذات سے تھا اور جس کی نسبت یہ بات خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ جنوبی جرمن ریاستوں کو کوئی دلچسپی ہوگی اسلئے اس سے بہتر حیلہ جنگ میسر نہیں آسکتا تھا۔ ۱۲ رجولائی کو ایمس میں کاونٹ بنیڈیٹی کو ڈیوک ڈی گرامونٹ کا ایک تار وصول ہوا جس میں شاہ پروشیا سے اس امر کا مطالبہ کرنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ آئندہ پھر کبھی وہ لیوپولڈ کے مسئلہ امیدواری کو

---

۱؎ کاغذات پارلیمنٹ LXX ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۹ وغیرہ

معرض بحث میں لانے کا اذن نہ دیگا۔

**ٹیلگرام ایمس کا قصّہ**

۱۳ر جولائی کے سہ پہر میں بسمارک رون اور مولٹکے، برلن کے ایوان صدر اعظم میں گویا بیٹھے ہوئے تھے شہزادہ لیوپولڈ کی دستکشی گویا پروشیا کی نگونساری تھی جیسے پیرس میں بہ آنک دہل مشتہر کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے اسوقت یہ تینوں ملول و محزون ہو رہے تھے۔ ان کو اسبات کا بھی اندیشہ تھا کہ شاہ ولیم کی صلح جو طبیعت کہیں مزید مراعات پر نہ اسے مجبور کردے اور اسطور پر پروشیا نے فرانس کے خلاف جس ناگزیر جنگ کی طیاری کی تھی اسکا کل سامان بیکار ثابت ہوا اور اس طور پر ایک بہترین موقع بھی ہاتھ سے نکلجائیگا۔ دفعتاً ایک تار وصول ہوتا ہے، یہ شاہی تار تھا جو ایمز سے صادر ہوا تھا اور جسمیں اسی روز صبح کو فرانسیسی سفیر کے ساتھ شاہ کی جو ملاقات ہوئی تھی اس کا تذکرہ تھا۔ بینڈیٹی کی استدعائے ضمانت کو شاہ نے نہایت استقامت اور متانت کے ساتھ مسترد کر دیا تھا۔ سفیر کی اس گذارش پر کہ وہ بار دیگر شرف نیاز حاصل کرنا چاہتا تھا بادشاہ نے اپنے اڈی کانگ کی معرفت یہ سنجیدہ پیام بھیجدیا کہ اب موضوع بحث کو ختم تصور کرنا چاہیئے۔ بالآخر بسمارک کو یہ اختیار دیدیا گیا تھا کہ اگر وہ قرین مصلحت سمجھے تو اس پیام کو شائع کردے۔ صدر اعظم کو موقع ہاتھ آیا۔ شاہی مراسلہ میں گو اصلی واقعات بالکل واضح تھے تاہم اسمیں اشتباہ و تذبذب کا شائبہ پایا جاتا تھا جس سے مزید گفت و شنید کا امکان ہوسکتا تھا چند سطروں کے نکال دینے سے، عام مفہوم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی تھی لیکن پیام کے لب و لہجہ میں یقیناً ایک بیّن فرق پیدا ہوجاتا تھا۔ بسمارک نے مولٹکے سے مخاطب ہوکر دریافت کیا کہ وہ ایک ناگہانی جنگ کے خطرہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے آمادہ تھا اور اس کا جواب اثبات میں پاکر اسنے نیلی پنسل لیکر تار کے مختلف حصص پر خطوط کھینچدئے۔ الفاظ میں کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں کی گئی لیکن اب بھی پیغام بجائے اس کے کہ وہ ایک سلسلۂ گفت و شنید کا جزو زیر بحث تھا ایک قطعی اور فیصلہ کن صورت میں نظر آنے لگا۔ اہل فرانس کے میلانات اور افتاد طبع کے لحاظ سے یہ نہ صرف قطعی اور فیصلہ کن ہی نہ تھا بلکہ اہانت انگیز

اور ذلت آمیز بھی تھا جس کی اشاعت کے معنی جنگ ہی کے ہو سکتے تھے لے۔

۱۴ر جولائی کو تار کے شائع ہونے کی خبر پیرس میں وصول ہوئی، جس کا انجام بسمارک کی توقعات کے مطابق ہوا۔ کابینہ وزارت کے بیشتر اراکین جو صلح کی موافقت میں تھے آرائے عامہ کے بے پناہ سیلاب میں آ گئے، نپولین نے بھی طوعاً و کرہاً اپنے وزرا اور ملکہ کی عرض و معروض کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ موخر الذکر کو یہ توقع تھی کہ اس کے جگر گوشہ کے لئے تاج و تخت کو محفوظ اور برقرار رکھنے کا تنہا وسیلہ اگر ایک کامیاب جنگ نہ تھی تو کم از کم اس کی بہترین صورت ہونے میں تو کلام نہ تھا۔ اس روز ۱۴ر جولائی کی شام کو اعلان جنگ پر دستخط ثبت ہوئے۔ دوسرے روز مجلس سینانت میں اس امر کا اعلان کیا گیا کہ حکومت نے افواج محفوظہ کو طلب کر لیا تھا اور فرانس کی غرض و غایت اور اس کی عزت و ناموس کی نگہداشت کے لئے مناسب تدابیر اور وسائل عمل میں لانے کے لئے آمادہ ہے۔ اسی روز ۱۵ر جولائی کو شاہ ولیم برلن واپس آیا۔ جنگ کے متعلق صلاح و مشورہ کرنے کے بعد شمالی جرمن عہدیت کی افواج کو فی الفور جمع ہونے کا حکم نافذ کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وفاقی پارلیمنٹ کے اجلاس کے لئے ۱۹ر تاریخ مقرر کر دی۔ انگلستان نے صلح و عافیت قائم رکھنے کی ایک آخری کوشش اور کی اور فیصل بست و سوم متعلقہ صلح نامہ پیرس کی رو سے "توسط و وساطت" کی تجویز پیش کی ۲ے لیکن فرانس اور پروشیا دونوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور جنگ کے لئے پانسے پھینک دئے گئے۔

فرانسیسی نظام لشکر آرائی

اب ہر چیز کا دارومدار جنگ کے ابتدائی حالات پر تھا۔ فرانسیسی نظام لشکر آرائی یہ تھا کہ ان کی افواج کا جو اصلی اور بیشتر حصہ تھا اسے جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہونے کے لئے بالائے رائن پر مجتمع کر دیا گیا۔ توقع یہ تھی کہ وہ ہی ایک فتوحات میں آسٹریا اور اٹلی کے متزلزل

لے خود بسمارک کے بیان کے متعلق ملاحظہ ہو بسمارک جلد دوم صفحہ ۹۵

۲ے گرینویل بہ لائنس وغیرہ ۱۵ر جولائی ۱۸۷۰ء کاغذات پارلیمنٹ ۷۰ ۱۸۷۰ء صفحہ ۷

حکمت عملی متیقن ہو جائینگی، اور جنوبی جرمن مملکتیں فرانس کی صف میں داخل ہو جائینگی لیکن فرانسیسی حکومت نے نہ خود اپنی طیاری کا اندازہ لگایا تھا اور نہ اسے جرمنی کی ان طیاریوں کا احساس تھا جو ایک ایسی مہم کیلئے بہمہ وجوہ مکمل ہو چکی تھیں جس کا مدت سے خیال چلا آتا تھا۔ فرانسیسی مدبروں کے نظام حکمت کا مدار فرانسیسی سپاہ کی انتہائی استعداد و اہلیت پر تھا، دوسری طرف فرانسیسی سپہداروں کو طاقتور حلیفوں کے اشتراک عمل پر بھروسا تھا۔ چند ہی دنوں میں یہ دونوں واہمے زائل ہو گئے جس چیز کا سب سے پہلے انکشاف ہوا وہ سیاسی تعلقات کے اعتبار سے فرانس کا بالکل بےیارومددگار رہ جانا تھا۔ جنگ کے متعلق قطعی اور آخری فیصلہ ہوتا تھا کہ بسمارک نے اس عہدنامہ کا مسودہ شائع کر دیا جو بینیڈیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور جس کی رو سے لگسمبرگ کا الحاق فرانس سے ہونا طے پایا تھا۔ بینیڈیٹی کی ساری دلیل و حجت کہ یہ خود بسمارک کا لکھایا ہوا تھا بےسود ثابت ہوا۔ فرانس کی دیرینہ حرص و آز کا اسمیں نہایت نمایاں طریق سے انکشاف ہو رہا تھا جس سے دوسرے درجہ کی ساری مملکتیں خوف زدہ ہو گئی تھیں اور جس کی بنا پر

**بلجیم کی غیر جانبداری کی ضمانت کیجاتی ہے**

انگلستان نے بلجیم کی قطعی و کلی غیر جانبداری کا مطالبہ کیا جس پر بالآخر ۸ کو برلن میں ۱۱ اگست کو پیرس میں دستخط ثبت ہو گئے کاونٹ بوئسٹ نے فوراً اس امر پر احتجاج کر کے کہ فرانس نے اپنے آپ کو نہایت برے طور پر قصوروار ٹھہرایا ہے، ۲۰ جولائی کو آسٹریا کی غیر جانبداری کا اعلان کر کے اس توقع کو بھی فنا کر دیا جو آسٹریا کے اشتراک عمل سے وابستہ تھی ۲۳ کو روس نے بھی یہی اعلان کر دیا جس کے الفاظ کچھ اس قسم کے تھے کہ اگر آسٹریا نے کبھی فرانس کی اعانت کی تو پھر روس الگ تھلگ نہ رہ سکے گا، انگلستان اور روس کے دباؤ سے ۵ کو ڈنمارک نے بھی اپنی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ اسی دن اٹلی نے بھی اسی شاہراہ پر قدم رکھدئے۔ اسی زمانہ میں آسٹریا اور اٹلی میں معاہدہ بھی ہو گیا کہ اگر فرانس جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہوا تو دونوں مشترک طور پر اسکا تدارک کرینگے۔

**جرمنی کا نظام لشکر آرائی**

لیکن جنگ کے ابتدائی دور میں جس حیرت انگیز طریقہ سے تمام مراحل طے ہوئے ہیں یہ اندیشہ ہی نہ تھا کہ اس قسم کی

ضرورتیں کبھی پیش آئینگی ۱۸۶۹ء کے سرما میں مولٹکے نے ایک نہایت مکمل نظام جنگ مرتب کر دیا تھا جس کے ماتحت آغاز جنگ میں ۳ لاکھ افواج وسط رائن کے طول میں اس مقصد سے صف آرا ہونے والی تھیں کہ اگر جنوبی جرمنی پر کوئی حملہ ہوتا تو یہ اس کے بازو پر ٹوٹ پڑتیں۔ یا بصورت دیگر پیشقدمی کر کے فرانس میں داخل ہو جاتیں۔ اس انتظام کا ادنیٰ سے ادنیٰ پہلو بھی مکمل کر دیا گیا تھا۔ افواج کے اجتماع کا جس روز حکم نافذ ہوا ہے اسکے اٹھارہ دن کے بعد (۲۶ر جولائی) جرمن افواج اپنے تمام سامان نقل و حرکت کے ساتھ مقامات متعینہ پر مجتمع کر دی گئی تھیں۔ اشٹائن مٹز کی سرکردگی میں دریائے سار کے متوازی سار لوئی تک ۰۰۰ ۸۵ افواج "فوج اول" کے لقب سے صف بستہ تھیں۔ اسکے مشرق میں (Saarbrucken) ساربریوکن سے گذرتی ہوئی سار لوئی سے سارگیمنڈ (Saargemund) تک "ولیعہد سہزادے" فریڈرک چارلس کی تحت میں دوسری فوج پھیلی ہوئی تھی، جنوبی جرمن کی محافظت کے لئے ۲ لاکھ کی تیسری فوج ولیعہد پروشیا کے زیر نگرانی، (Landau) لانڈاؤ اور (Carloruho) کارلسروہے کے درمیان مجتمع تھی ۲ر اگست کو شاہ ولیم مائنس میں وارد ہوا دو دن بعد دار و گیر کا ہر پہلو مستقد نظر آنے لگا۔ جرمن نقل و حرکت کی وہ روانی و انتظام جس کی صرف کسی مشین سے توقع کیجا سکتی تھی اسوقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ جب اسکا مقابلہ فرانسیسی افواج کی ابتری اور بدنظمی سے کیا جاتا ہے۔

**فرانسیسیوں کی بے سامانی**

نپولین کا نظام عمل یہ تھا: اُس نے ڈیڑھ لاکھ افواج مٹز میں اور ایک لاکھ اسٹراسبرگ میں مجتمع کر دیا تھا اور افواج کے ہمراہ دریائے رائن کو ناکساؤ سے عبور کرنے کا ارادہ تھا۔ پچاس ہزار سپاہ محفوظ (Chalons) شالون میں متعین تھی۔ دوسری طرف غنیم کی توجہ منتشر کرنے کے لئے تیس ہزار افواج سمندر ڈنمارک میں اتار دیجانیوالی تھیں۔ لیکن ۲۸ر جولائی کو جس وقت شہنشاہ مٹز میں وارد ہوا ہے اسے صرف ایک لاکھ تیس ہزار افواج ملیں۔ دوسری طرف اسٹراسبرگ میں پوری حربی طاقت کے لئے جو تعداد معین تھی اسمیں بیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ کی کمی تھی اسکے ساتھ ہی ساتھ لشکر و ں کے جمع ہونے میں یوں بھی تاخیر ہو رہی تھی کہ فوج کے

ہر شعبہ میں انتہا کی ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ ۲ر اگست کو اس ڈویژن سے جو فروساڈ کی تحت میں تھا ساربرپوکن کی طرف نقل و حرکت شروع کی اور یہیں سے جنگ کی ابتدا ہوئی۔ اس مقام کو جرمنی کی مختصر افواج نے ایک جانبازانہ مقاومت کے بعد خالی کر دیا۔ اس کی اطلاع پیرس کو اس حاشیہ کے ساتھ دیگئی کہ یہ ایک زبردست فتح تھی جس کی اہمیت یوں بڑھ جاتی تھی کہ اس محاربہ میں پروشیا کے ولیعہد کو انہیں اصطباغ آتشیں نصیب ہوا۔ یہ آخری فتح تھی جو فرانسیسی سلطنت کو نصیب ہوئی!

**واقعات ساربرپوکن ۲ر اگست**

اس جنگ کا اولیں اہم محاربہ ۴ر اگست کو وانسنبرگ میں پیش آیا جسمیں میدان جرمنوں کے ہاتھ میں رہا اور جو اسطور پر اور معنی خیز ہو جاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی کمان پروشیا کے ولیعہد کے ہاتھ میں تھی۔ یہ فوج زیادہ تر صرف بویری اور دوسری جرمن افواج سے مرکب تھی۔[1] ۵ر اگست کو پہلی اور دوسری افواج نے بھی پیشقدمی کر کے دریائے سار کو ساربرپوکن سے عبور کیا اور دوسرے ہی دن (Spicheren) سپی خیرن کی بلند یوں پر حملہ کر کے قابض ہو گئیں۔ اسی ۶ر اگست کو ولیعہد نے مارشل میکماہن کی ۴۵ ہزار فوج پر جو وورت میں پڑی ہوئی تھی حملہ کیا اور ایک نہایت خونریز محاربہ کے بعد اسے پورے طور پر سر کر لیا۔ حرب و ضرب کی ابتدا سے ایک ہی ہفتہ کے اندر اندر وہ فرانسیسی افواج جو جنوبی جرمنی کو مغلوب کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئی تھیں (Chalons) شالون اور مٹز کی سمت پورے طور پر پسپا ہو رہی تھیں۔[2]

**وائی سن برگ اور وورتھ کے محاربات**

جرمن فتوحات کے سیاسی نتائج، حربی نتائج سے زیادہ وقعت رکھتے تھے۔ اب اس تنازع میں آسٹریا یا اٹلی کی کسی قسم کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا اور لارڈ گرینویل

**جرمن فتوحات کے سیاسی نتائج**

[1] ملاحظہ ہو مارٹن کی تاریخ فرانس جلد ہفتم صفحہ ۸۰۔
[2] اس جنگ کی سب سے معتبر اور قابل حصول اہم سرکاری تاریخ "جنگ فرانس و جرمنی" ہے جسکے لکھنے والے متعدد ہیں اور جسکے مترجم میجر جنرل ایف۔ سی۔ ایچ کلارک۔ موریس سی۔ بی ہیں۔

کو اپنے اس منصوبہ کو عمل پذیر بنانے کا امکان حاصل ہوگیا کہ دائرۂ جنگ صرف محاربین تک محدود رکھا جائے انگلستان کی تحریک پر غیر جانبداروں کی ایک لیگ قائم کی گئی غیر مصافی دول میں سے صرف آسٹریا ایسا تھا جو شرکت سے علیٰحدہ رہا جس کی رو سے یہ طے پایا کہ کوئی سلطنت اسوقت تک اس جنگ میں مداخلت نہیں کرسکتی تھی جب تک کہ وہ غیر مصافی حکومتوں کو اپنے طرز کی تبدیلی کی تحریری اطلاع نہ دیدے[1] اس سے اگر ایکطرف بظاہر ہر ایک حکومت کو شرکت و مداخلت کی آزادی تھی تو دوسری طرف یہ ممکن ہوگیا تھا کہ چالاک مدبروں کے تصرف سے دول یورپ کی مشترکہ مداخلت کا سدباب کیا جاسکتا جس سے انگلستان یوں خائف تھا کہ ممکن ہے ایک یورپین کانگرس قائم ہوجائے جسمیں روس کا پیش پیش رہنا یقینی تھا اور صلحنامہ پیرس ۱۸۵۶ء پر نظر ثانی کرنے کے سلسلہ میں مشرقی مسئلہ معرض بحث میں آجائے۔

مصائب و نوائب کے پہلی جھڑپ سے لے فتح و ظفر اور نام و نمود کی اس جنت نظر کو جو پیرس کے پیش نظر تھے کرب و غضب کا محشرستان بنادیا۔ آلیویئر کی لبرل وزارت جسے اسکی طبع سلیم کے خلاف شرکت جنگ پر مجبور کیا گیا تھا نذر طوفان ہوگئی اب کاونٹ پالی کاؤ نے اس اعتبار و اعتقاد کو جو رعایا کے دلوں سے اُٹھ چکا تھا بار دیگر حاصل کرنے کے لئے ایک دوسری حکومت کی بنیاد ڈالنے کا عزم کیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فوج کی قیادت لے بف کے بجائے مارشل بازین کے سپرد کیگئی اور خود نپولین کی جگہ زمام حکومت عملاً بحیثیت متولیہ سلطنت ملکہ کے ہاتھ میں آگئی لیکن سلطنت کا حفظ و قیام اب اُن سیاسی تغیرات پر نہ تھا جو پیرس میں نافذ کئے جاتے۔ اب ہر چیز کا مدار جنگ کی رفتار پر تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا

**۶ اگست کے بعد رفتار جنگ**

فیصلہ ۵ و ۶ اگست کی فتوحات سے نہیں ہوا تھا (Chalons) شالوں کی افواج ابھی بالکل صحیح و سالم تھیں بازین کے زیر کمان مٹز میں اب بھی مسلم ایک لاکھ ستر ہزار فوجیں موجود تھیں اور اب بھی اگر وردون جاکے دوسرے مقام پر میکموہن اُن سے آکر ملگیا تو جرمن پیشقدمی

[1] گرینوی بہ لائنس ۱۶ اگست ۱۸۷۰ء کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۱ء صفحہ ۵۴

دوسرے خط مدافعت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوسکتی تھی۔ نظر براں اب جرمنوں کا یہ
مقصد تھا کہ اس اجتماع کا سد باب کیا جائے اور بشرط امکان بازین کے راستہ میں
حائل ہوکر اس کا مٹنر میں نرغہ کرلیں۔ پروشیا کے مستقر جنگی میں ایک ایک لمحہ صرف
میں لایا جارہا تھا۔ ۱۱ اگست کو افواج پروشیا کے بائیں بازو نے ولیعہد کی سرکردگی میں
کوہ دوژ کو عبور کیا اور اس کی متوازی اور دوسری افواج نے اندرونی خطوط پر مٹنر
کی جانب دریائے موزیل کی سمت پیشقدمی کرکے نصف دائرہ بنالیا اس ترکیب و تدبیر
سے جرمن اپنے وسیع اور بسیط لشکر کے ساتھ، فرانسیسی خط مراجعت کے
مقابل آگئے۔ موخرالذکر نے ورڈون کی سمت پسپا ہونا شروع کردیا تھا۔ لیکن ۱۴ اگست
کو فون ڈیر گوٹنر نے کولومبی ایری میں ان پر حملہ کردیا جہاں گو ان پر کوئی قطعی فتح حاصل
نہ ہوسکی تاہم اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ ان کے پسپا ہونے میں آہستگی پیدا
کردی یہاں تک کہ جرمنوں کی اصلی جماعت آن پہنچی اور فرانسیسی افواج کی واپسی
ناممکن ہوگئی۔ اس کا انجام ۱۶ اور ۱۷ اگست کے وہ خونریز محاربے تھے جو ویون ویلی
مارسلا ٹور اور گراولوٹ میں پیش آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیوں کا وہ منصوبہ جو اجتماع
افواج سے متعلق تھا درہم برہم ہوگیا اور ایک لاکھ ستر ہزار افواج کے ساتھ بازین مٹنر
میں محصور ہوگیا بازین کو واپس ہونا ممکن نہ ہوا تو اس سے میوز پر ملجانے کیلئے مکموہن
شالون (Chalons) سے روانہ ہوا۔ ولیعہد نے تعاقب کیا لیومانٹ میں
فرانسیسیوں کو ہزیمت ہوئی اور میکموہن، سیڈان کی طرف مائل ہونے پر مجبور ہوا

**جنگ سیڈان یکم ستمبر ۱۸۷۰ء**

یہاں یکم ستمبر کو سلطنت کا آخری محاربہ وقوع پذیر ہوا۔ ایک ہولناک
معرکہ کے بعد فرانسیسی افواج کو شکست ہوئی۔ غنیم کی برتر اور
بے پناہ گولہ باری نے فرانسیسی افواج کو سیڈان میں محصور کرلیا
اور بالآخر ان کو ہتھیار ڈالدینے پڑے نپولین میدان کارزار میں اجل کی طرف سے
مایوس رہا تو اسنے اپنی تلوار بنفس نفیس شاہ پروشیا کے حوالے کردی۔
جنگ کا پہلا باب تسخیر سیڈان پر ختم ہوا اور اگر اس تسخیر کا سبب محض حکمرانوں
کے منصوبے ہوتے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ جنگ بھی ختم ہوجاتی لیکن بقول
سوریل ۱۸۷۰ء کی جنگ نے اس حقیقت کو ثابت کردیا کہ قوموں کے مناقشات

باعتبار نوعیت، ان مناقشات سے کہیں پیچیدہ ہوتے ہیں جن میں فریقین کی حیثیت سلاطین کی ہوتی ہے اور اصول میں بجائے اس کے کہ سیاسی صحیفۂ اخلاق کی تہذیب یا ترقی کا موجب ہو، نوع انسانی کو بہیمیت اور بربریت کی طرف مائل کرتا ہے[1]،، نپولین نے اس معاملہ میں نہایت احتیاط برتی تھی اور شاہ پروشیا پر یہ حقیقت واضح کر دی تھی کہ وہ جس تلوار کو حوالہ کر رہا تھا وہ فرانس کی نہ تھی ۔ یہ ایک بیان واقعہ تھا جس کی تصدیق اہالیان فرانس نے کر دی اگست کی ہزیمتوں کے بعد سلطنت نہایت دقت سے برقرار رکھی جا سکتی تھی لیکن سانحۂ سیڈان نے اسے غیر ممکن بنا دیا تھا اس خبر کا پیرس پہنچنا تھا کہ ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جیسے بہرل سلطنت نے رہی سہی ناتواں بنیادوں کو بھی فنا کر دیا۔ رات کے بارہ بجے ایوان مقننہ کا جلسہ منعقد ہوا۔

**زوال سلطنت**

ژیول فاور نے یہ تحریک پیش کی کہ بادشاہ معزول کیا جائے۔ مخالفت میں ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی (Thiers) تی ایر نے اس توقع سے کہ اسطور پر خاندان ارلینس کے لئے راستہ صاف ہو جائیگا، یہ تحریک پیش کی کہ ایوان ایک ہنگامی حکومت قائم کر دے اور ایک مجلس دستور ساز جلد سے جلد منعقد کیجائے۔ قبل اس کے کہ اس پر رائے لیجائے ایک مجمع عام نے ایوان پر حملہ کر دیا۔ نائبین پیرس نے جن کی سربراہی فاور اور ریبونگامبیٹا کر رہے تھے ایوان بلدیہ پہنچکر جمہوریہ کا اعلان کر دیا۔ ملکہ نے ہر رفاقت سے محروم رہ کر انگلستان جاکر پناہ لی اب جنرل تروشیو کی سربراہی میں ایک حکومت تحفظ ملی قائم ہوئی ژیول فاور کو وزارت خارجہ اور گامبیٹا کو وزارت داخلی سپرد کی گئی۔ موقع کی نزاکت کا خیال کر کے تی ایر نے حکومت جمہوریہ کے اصول کو منظور کئے بغیر جدید حکومت کو تسلیم کر لیا اور اپنے دوستوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ اسی پر کاربند ہوں اس کے ساتھ ہی ساتھ ۶ ستمبر کو فاور نے ایک گشتی مراسلہ تمام دول یورپ کے پاس بھیجا جس میں اس نے سلطنت کے درہم برہم ہونے کے وجوہ جواز اور

**حکومت تحفظ ملی**

[1] سورل باب اول صفحہ ۲۶۲

یہ حقیقت پیش کی تھی کہ چونکہ نپولین بذات خود اس جنگ کا ذمہ دار تھا اسلئے اب جبکہ اسے زوال نصیب ہوچکا تھا سلسلۂ جنگ قائم رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لئے تحریر کیا تھا " شاہ پروشیا نے اس امر کا اعلان کردیا تھا کہ وہ فرانس سے نہیں بلکہ نپولین سے برسرپیکار تھا، ہم صلح کے جویا ہیں لیکن اگر وہ اس ناروا جنگ کو جاری رکھنا چاہتا ہے تو ہم آخر تک لڑینگے، ہم ارض فرانس کا ایک چپہ یا قلعہ جات فرانس کا ایک سنگریزہ بھی حوالے کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں ۱ ؎ "

جرمن مستقر جنگی میں ایک لمحے کے لئے یہ توقع کیجا رہی تھی کہ فتح سیڈان کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوجائیگا لیکن اس مخالفانہ اعلان نے اس توقع کو پورے طور پر ختم کردیا بسمارک پر یہ حقیقت واضح کرنے کے لئے کہ خود اہالیان فرانس اس جنگ کے کسی طور پر خواہشمند نہ تھے، موخرالذکر کا میلان طبع ادھر کئی سال سے نہایت نمایاں اور واضح تھا اور یہی نہیں بلکہ اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ شکست کھا جانے کے بعد موقع پاکر تجدید جنگ کرنے سے احتراز کرینگے اور بسمارک یہ عزم کرچکا تھا کہ صلح محض ایسی مقبوضات کے حصول پر ہوسکتی تھی جس سے جرمنی کو یقین ہوجائے کہ آیندہ جنگ کی ابتدا نہ کیجائیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ معرکۂ سیڈان کے بعد ہی اس امر کا فیصلہ کرلیا گیا تھا کہ الساس، لورین اور قلعہ جات مٹز اور اسٹراسبرگ کی حوالگی صلح کی شرط لازم قرار پائیگی اور ان حالات کے ماتحت ولیعہد کی اس یلغار میں جسکا رخ پیرس کی جانب تھا کسی قسم کی تاخیر یا تعویق کو دخل نہیں دیا جارہا تھا۔ ۱۹ ستمبر تک ایک لاکھ سینتالیس ہزار افواج اور ۶۲۲ توپیں دارالسلطنت کے سامنے آچکی تھیں اور جرمن مستقر جنگی مضافات پیرس میں قائم ہوچکے تھے ؎

اب جنگ نے ایک دوسرا پہلو اختیار کیا جسمیں فرانس کو یہ ثابت

---

۱ ؎ شاہ ولیم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی تھی، لیکن صرف اسقدر کہ جرمن فرانس کے مرتب اور باسلیقہ شہریوں سے نہیں بلکہ فرانسیسی افواج سے مصروف پیکار تھے ؎

کر دکھانا تھا کہ اسکی حکومت میں خواہ کسی قسم کی ابتری اور خرابی کیوں نہ سرایت کر گئی ہو اہالیان فرانس کے روایتی جذبۂ وطن پرستی اور شجاعت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ملک کی حالت و حیثیت ایسی نہ تھی کہ اس پر ناگفتہ بہ ہونے کا اطلاق ہوسکتا۔ افواج فرانس کی شکست و ریخت ہو چکی تھی یہ صحیح لیکن غنیم کی وہ چار لاکھ افواج جو جرمنی سے عہدہ برآ ہو رہی تھیں بالکل ساکت اور بے کار تھیں اور تقریباً اسیقدر پیرس کا محاصرہ کرنے کے لئے درکار تھیں۔ اس طور پر اگر چند مہینوں تک بھی ان دونوں مقامات نے داد مقاومت دی، تو ان کو نجات دلانے اور ایک دوسرے سے ملکر جرمنوں کو ارض فرانس سے نکال دینے کے لئے جنوب سے تازہ دم افواج کا فراہم کر لینا ممکنات سے ہو جائیگا۔ لیکن ان دونوں افواج کا ملانا ایک ایسی حکومت کے بس کا نہ تھا جو پیرس میں محصور تھی اسلئے فیصلہ یہ کیا گیا کہ حکومت کا ایک دوسرا مرکز جنوب میں قائم کیا جائے۔ قبل اسکے کہ غنیم کی

**حکومت کا قیام تورس میں**

افواج پیرس کو پورے طور پر اپنے حلقہ میں لیں (M.Cremieux) موسیو کریمیو نے دیگر تین اراکین وزارت کے ہمراہ دارالسلطنت کو خیر باد کہا اور تورس میں آکر نظام حکومت قائم کر دیا ابتداءً یہ ترکیب اور آزمائش ناکامیاب ہی رہی کریمیو ایک ایماندار شخص اور اچھا قانون داں تھا لیکن اسمیں حکمرانی کا ملکہ نہ تھا اور ابتدا ہی سے اس کا اختیار و اقتدار معرض بحث میں رہا۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ ایک جماعت مفرقین قائم ہوگئی اور (Toulouse) ٹولوز نے خود مختار بلدیہ کے نام پر لال جھنڈا بلند کر دیا۔ میبالنس میں ایک جنوبی لیگ قائم کر دینے کے لئے تیرہ صوبوں کے نمائندے جمع ہوئے، دوسری جانب مغرب میں ان صوبوں نے جنکا تعلق شاہ پسندوں سے تھا اسی قسم کی لیگ قائم کرنی شروع کر دی اب اگر یہ منظور تھا کہ پیرس کی شجاعت شہامت بالکل رائگاں ہی نہ ہو تو پھر کشتی حکومت کے لئے ایک زبردست ناخدا کا وجود لازمی تھا۔ ضرورت نے

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

کی مثل ثابت کر دکھائی۔ ۷ر اکتوبر کو گامبیٹا نے ایک غبارہ میں اٹھکر پیرس

**گامبیٹا حاکم مطلق کی حیثیت میں**

سے راہ فرار اختیار کی اور بعافیت تمام تورس پہنچکر عنان نظم ونسق پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لے لی جہاں صلح کوشی اور دل جوئی میں کامیابی نہوئی تھی وہاں اس کی پرجوش وطن پرستی اور شدید قوت ارادی کامیاب ہوئی فرانس نے ایکبار پھر محسوس کیا کہ جو دست و بازو اس کی حمایت کر رہا تھا وہ تاب و توانائی کا بھی حامل تھا۔ افتراق و نفاق اب کافور تھا، حاکم مطلق کی صدائے دعوت پر تمام ملک نے لبیک کہی اور نشان جمہوریت یعنی علم سہ رنگ کے سایہ میں آگیا گامبیٹا کا نظام عمل نہایت سنجیدہ تھا لیکن اول تو مٹز میں بازین نے غداری کی، دوسرے بسا اوقات خود اس کی شدید قوت ارادی سرداران فوج کے کاموں میں نہایت ناروا طور پر مخل ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامیابی نصیب نہوئی حربی بندوبست کے لئے فرانس چار اضلاع میں تقسیم کیا گیا جس میں مرکز کی حیثیت لیل، لے مان، بورژر (Besancon) لبسان سون کو حاصل تھی، ہر ضلع کی فوج اور اس کا کماندار علحدہ تھا یہ فوجیں پیرس کے نجات دلانے کے لئے مخصوص تھیں۔ ترکیب یہ تھی کہ اس میں سے کچھ تو غنیم کو پریشان کرتی رہیں اور اس کے طویل سلسلۂ رسد و رسائل میں رخنہ ڈالیں اور کچھ اس سے کے مخصوص حصۂ فوج پر براہ راست حملہ آور ہوں۔ ابتدائے اکتوبر میں جرمنوں نے یہ دریافت کر لیا تھا کہ فوج کا ایک بڑا حصہ بورژر اور اس کی مضافات میں جمع ہو رہا تھا مولٹکے نے جنرل دون ڈیر ٹان کو یہ حکم دیا کہ وہ محاصرہ کرنے والی افواج کے کچھ حصہ کو پیرس سے ہمراہ لیکر ارلینس پر حملہ کر کے قبضہ کر لے، اور اسکے بعد بورژر کے سلح خانے مسلح اور ذخائر حرب کو تباہ کر دینے کے لئے دریائے لوار کو عبور کرے، اس پیش بندی کا پہلا حصہ کامیاب رہا۔ ۱۱ اکتوبر کو ۔۔۔ ون ارلینس۔ فرانسیسی سپاہ کو شکست ہوئی۔ اور شہر پر قبضہ ہو گیا لیکن اس لشکر سے عہدہ برا ہونے کے لئے جس کو اس نے دریا کے دوسری طرف جمع پایا۔ جرمن کمانڈار کے پاس کافی فوجی طاقت نہ تھی ۲۷ ستمبر کو اسٹراسبرگ مسخر ہو گیا۔ اب اس فوج کو جو جنرل وورڈر کے تحت میں، تسخیر اسٹراسبرگ کے بعد (۲۷ ستمبر) آزاد

ہوچکی تھی حکم دیا گیا کہ وہ وان ڈیرٹان کی کمک کے لئے آگے بڑھے۔ قبل اس کے کہ جنرل ورڈر اس حکم کی تعمیل میں کوچ کرتا تسخیر مٹز سے افواج کی ایک نہایت کثیر تعداد خالی ہوچکی تھی اس لئے جنرل ورڈر کی اس ڈویژن کو جو نسبتاً مختصر تھی ملک کے ایک حصہ سے گذرنے سے باز رکھا گیا جو مخالف تھا؛

بازین کی غداری، خود اس کے قول کے مطابق یہ تھی کہ اس نے اگر ان اغراض و مقاصد کو نہیں جو اس کے ذاتی مفاد سے متعلق تھے۔ تو اپنی سیاسی جماعت کے مفاد کو ملک کے اغراض و مقاصد پر ترجیح دی۔ ابتدا ہی سے اسکا طرز عمل مشتبہ تھا اور سانحہ سیڈان کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی تھی کہ اس کی توجہ دو طرف منقسم تھی ایک تو جرمن غنیم تھا جو بالکل گویا دروازہ پر کھڑا تھا، دوسرا وہ خانگی دشمن جو پیرس اور ٹورس میں برسر اقتدار تھا۔ فرانس کی طرف سے اس پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اس صف کو توڑ کر نکل جانے کی پوری کوشش کرتا جس کی وجہ سے فرانس کی وہ تنہا بقیہ باقاعدہ فوج جو اس کے تحت میں تھی بالکل مقید ہو رہی تھی لیکن اس نے بالکل بے کار رہنا پسند کیا اور محض اس خیال سے اپنا تمام وقت غنیم سے صلح کرنے کے لئے ضائع کرتا رہا کہ اس طور پر وہ ایک مکمل اور مسلّم فوج کا قائد اعظم بن کر فرانس کے سیاہ و سپید کا تنہا حاکم بن سکتا تھا۔ حسب معمول بسمارک نے فوراً تاڑ لیا کہ یہ آدمی کام کا ہے۔ اور اُس نے اس سے کام بھی لیا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ فرانس میں اختیار و اقتدار کا کامل حقدار اگر کوئی ہوسکتا تھا تو وہ بازین تھا۔ بسمارک نے اسے ہر قسم کی سازش اور گفت و شنید میں لگا رکھا یہاں تک کہ یہ موقع بھی جاتا رہا کہ محصورین کوئی کامیاب تاخت بھی کر سکتے۔ بالآخر، ۲۷ راکتوبر کو بازین نے تھوڑے بہت دکھاوے کے بعد ہتھیار ڈال دئے۔ فرانس کے لئے یہ دوسرا سانحہ سیڈان تھا ایک لاکھ ستر ہزار آدمی اور بے شمار سامان جنگ غنیم کے ہاتھ لگا۔ لیکن اسکا سنگین تر پہلو یہ تھا کہ اب محاصرہ کرنے والی افواج، دوسرے مقامات کو اپنی آماجگاہ بنانے کے لئے آزاد تھیں۔ پہلی فوج کو دریائے میوز سے عہدہ برا ہونے کے لئے مان ٹوئی فل کی سرکردگی میں چھوڑ کر، دوسری فوج نے دریائے طوار پر وان ڈیرٹان

تسخیر مٹز ۲۷ اکتوبر

سے ملجانے کے لیئے جنوب کی طرف پیشقدمی شروع کردی۔ اب مشرق کی سمت ان افواج سے عہدہ برا ہونے کے لئے جو جنرل کمبریلیس کے ماتحت جمع ہو رہی تھیں، ورڈر آزاد تھا۔

اس جدید اور مہلک حادثہ کے مقابلے میں بھی گامبیٹا نے اپنی دیرینہ ناقابل تسخیر قوت وصلابت کا اظہار کیا ایک دوسری فرانسیسی فوج کے ضائع ہونے کی خبر سنکر اس نے ۲؍ نومبر کو یہ اعلان کیا کہ تمام وہ لوگ جو اسلحات حرب وضرب کے حامل ہوسکتے تھے معرکہ آرا ہونے کے لئے جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے جنرل اوریل دے پالاڈین (General Aurelledes Paladines) کو جسے اس نے ۱۱؍ اکتوبر کی شکست کے بعد افواج لوار کا کمانڈر مقرر کردیا تھا حکم دیا کہ وہ خود

**دریائے لوار پر لشکر آرائی**

تیار رہے یا نہ ہو، پیشقدمی کرکے وان ڈرٹان کو اریلنس سے نکالدے۔ اب فرانسیسیوں کو صرف یہ موقع رہ گیا تھا کہ وہ قبل اس کے کہ شہزادہ فریڈرک چارلس کا جم غفیر پہنچ سکے غنیم کے کمزور حصہ کو شکست دیدیں۔ ۹؍ نومبر کو پالاڈین نے کولمیرس میں جرمنوں پر حملہ کیا اور ان کو شکست دیکر آرلینس سے باہر نکالدیا۔ اگر کہیں اس فتح کے سلسلہ میں، وہ غنیم کا تعاقب کرسکتا تو پھر پیرس کے سامنے جرمنوں کا پوزیشن خطرہ میں پڑجاتا، اور وان ڈرٹان کی افواج میں ایک دفعہ ابتری پھیل جاتی تو پھر منتر کا وہ ڈویژن جو اس کی کمک کے لئے پیشقدمی کررہا تھا، ہر ہر قدم پہ شکست کھاتا۔ لیکن فرانسیسی سپہ سالار اپنے ناتجربہ کار اور فوجی قواعد سے ناآشنا افواج پر بھروسہ نہ کرسکا۔ اور اسطور پر اس نے اریلنس میں رک کر غنیم کو از سر نو مرتب ہو جانے کا موقع دیدیا اس دوران میں شہزادہ فریڈرک چارلس کی خاص افواج لڑ بھڑ کر اریلنس اور پیرس کے درمیان آکر جم گئیں گامبیٹا اس بات پر زور دے رہا تھا کہ دارالسلطنت کو نجات دلانے کے لیئے ان پر حملہ آور ہونا چاہیئے۔ نظر براں پالاڈین جس نے یہاں اپنی عقل سلیم کو مغلوب ہو جانے دیا، جنرل ٹروسیو سے یہ طے کرگئے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ محصور افواج کو ہمراہ لیکر غنیم پر تاخت کریگا، آگے بڑھا۔ ۲۸؍ نومبر اور ۴؍ دسمبر کے درمیان جو خونریز معرکے اریلنس کے شمال میں وقوع پذیر ہوئے

ان کا انجام ایک دفعہ پھر جرمنوں کے موافق ہوا۔ افواج لوار دو مساوی حصوں میں قطع کر دی گئیں، اور ہر حصہ نے مختلف سمتوں میں راہ گریز اختیار کی اور بالآخر ۵ دسمبر کو آرلینس پر بار دیگر قبضہ ہو گیا۔ پیرس سے جو تاخت کی گئی تھی اور جس کا وقتاً فوقتاً مختلف انجام ہوتا رہا، وہ بھی اسی طور پر ناکامیاب رہی اور جنرل ڈیوکرو جس نے ۲۹ نومبر کو شمپینی کی بلندیوں پر قبضہ کر لیا تھا، ۴ دسمبر کو شہر کے اندر واپس بھگا دیا گیا۔ انھیں دنوں مان ٹوئی فل نے جو شمال میں گرم پیکار تھا ۲۷ نومبر کو امیاں کے سامنے ایک نہایت زبردست فتح حاصل کی۔ ۶ دسمبر کو روآن پر قبضہ ہو گیا اور چند ہی دنوں بعد مان ٹوئی فل کی افواج بمقام (Dieppe) ڈی ایپ سمندر کے ساحل تک پہنچ گئیں جنوری میں (General Faidherbe) فیدرب نے پیرس کو نجات دلانے کی شمال سے کوشش کی لیکن ۳ کو (Bapeaume) باپوم کی غیر فیصلہ کن جنگ میں اس کا مقابلہ کیا گیا اور بالآخر ۱۹ کو سینٹ کوئنٹن میں اسے پورے طور پر شکست ہو گئی ۞

جنوب میں بھی فرانسیسی مدافعت کی جلد ہی شکست ہو گئی۔ ایک طرف جبکہ دریائے لوار کی نصف فوج کے ساتھ شانزی کو شہزادہ فریڈرک چارلس کا سامنا تھا تو دوسری طرف گامبیٹا نے اس ڈویژن کو جو بورباکی کی سرکردگی میں تھا یہ حکم دیا کہ وہ مشرق کی طرف، جرمنی میں تاخت کر کے غنیم کی توجہ منتشر کر دے۔ ابتداً تو یہ معلوم ہوا کہ یہ ترکیب کارگر ہوگی۔ ورڈر جو ان افواج کا مقابلہ کر رہا تھا جو گاریبالڈی کی سرکردگی میں تھیں جس کی کچھ افواج بلفورٹ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں، بورباکی کی کثیر التعداد فوج کے مقابلے میں پسپا ہونے پر مجبور ہوا لیکن اس کے ایک لفٹننٹ نے ولرسکسل میں ایک جناحی حملہ کر کے فرانسیسی پیشقدمی کو اتنی دیر کے لئے روک دیا کہ اس نے مونٹ بیلیارڈ میں ایک نہایت اور مستحکم مقام اختیار کر کے مان ٹوئی فل کا انتظار شروع کر دیا جو اسکی امداد کے لئے مارا مار چلا آرہا تھا۔ ۱۵ اور ۱۷ جنوری کے درمیان بورباکی نے اپنی فاقہ کش اور سر بازدہ ڈویژن کو جرمن محاذات سے ٹکرا ٹکرا دیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا آخر کار اس سلسلۂ حرب و ضرب کو مزید عرصے تک جاری رکھنا ناممکن تصور کر کے

اس نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ ورڈر اس قابل نہ تھا کہ تعاقب کر سکتا اور بوربا کی اس قابل نہ تھا کہ گامبیٹا کے حکم کی تعمیل میں اس تنہا اور متفرد کالم کا مقابلہ کر سکتا جو مان ٹوئی فل کی سرکردگی میں شمال سے بڑھتا چلا آرہا تھا فرانسیسی جنرل نے اس توقع سے کہ وہ گھوم کر لیانس پہنچ جائیگا پونتارلی کی طرف پسپا ہونا شروع کیا۔ لیکن اب صورت یہ تھی کہ عقب سے ورڈر آرہا تھا اور سامنے مان ٹوئی فل صف آرا تھا بدنصیب جنرل نے خودکشی کا ارادہ کیا اور یکم فروری کو اس کی شکستہ اور غیر مرتب پلٹن نے جواب بھی اسی ہزار لشکریوں پر مشتمل تھی، جان لیکر حدود سوئٹزرلینڈ میں داخل ہو گئے اور ہتھیار ڈال دئے۔ ستانزی کا بھی یہی انجام ہوا متعدد معرکوں میں ہزیمت کھا کر وہ رفتہ رفتہ واندوم سے پسپا ہوتا ہوا لے مان پہنچا جہاں ۱۴ جنوری کو ایک آخری جنگ میں اسے پوری شکست ہو گئی۔ ابتدائے فروری میں فرانس اپنے فاتحوں کے قدموں پر تھا ہو

محاصرۂ پیرس کا زمانہ جرمن رہبروں کے لئے جس درجہ اضطراب انگیز تھا، وہ محض جنگی حلقوں تک محدود نہیں تھا۔ تسخیر اشٹراسبرگ کے فوراً ہی بعد ۱۷ ستمبر کو السا س اور مشرقی لورین کے الحاق کا اعلان کر دیا گیا تھا اور جرمنوں کی عظیم الشان فتوحات کے مقابلے میں، یورپ کو کسی طور پر یارائے حرف گیری نہ تھا۔ لیکن فرانسیسیوں کی غیر متوقع قوت مدافعت اور حوالی پیرس میں وقتاً فوقتاً جرمن افواج کے معرض خطر میں پڑ جانے سے "عہد ناموں" کے پرزہ پرزہ کر ڈالنے کے خلاف اور یورپ کی متفقہ مداخلت کے موافق ایکبار پھر شکایت کیجانے لگی۔ حکومت تحفظ ملی کا آخری سہارا اور بسمارک کا مخصوص اندیشہ، اسی قسم کی بیرونی مداخلت کے اندیشہ کا امکان تھا[1] ۱۲ ستمبر کو باوجود اس کے کہ وہ خزان و بہار کی ستر گردشیں کھا چکا تھا تی ایر نے یورپ کا سفر اختیار کیا اور مختلف ایوانہائے حکومت پر اس لئے حاضر ہوا کہ انکے توسل سے انتخابات کے لئے کم از کم التوائے جنگ ہی کا موقع حاصل

**محاصرۂ پیرس کے دوران میں، سیاسی حالات و معاملات**

---

[1] بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۰۷ وغیرہ۔

ہو جائے۔ اس کی بہت کم ہمت افزائی ہوئی یہی وہ موقع تھا جہاں بسمارک کی دور اندیشی جس کی بنا پر اس نے روس کی خیر سگالی پہلے ہی سے حاصل کر لی تھی اپنے نتائج کے اعتبار سے ثمر آخریں ثابت ہوئی۔ یورپ کے جملہ مدبران سلطنت میں سے صرف کاؤنٹ بوسٹ کی وہ ذات تھی جو "فاتحوں کے مطالبات کو معتدل اور حسیات کی ان تلخیوں کو کم کر دینے کے لئے، جس سے مغلوبین کے بالکل پامال اور برباد ہو جانے کا اندیشہ تھا" یوروپین مداخلت کی آرزومند تھی۔ اس نے لندن میں ۲۸ ستمبر کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک متفقہ کارروائی عمل میں لائی جائے اور اسی مفہوم کو مدنظر رکھ کر اس نے آسٹرین سفیر متعینہ سینٹ پیٹرسبرگ سے مراسلت کی تھی۔ لیکن سنہ ۱۸۵۶ء کے بعد سے روس کے نزدیک یورپ کی متفقہ کارروائی کا وہ مفہوم باقی نہیں رہا تھا جو الکزنڈر اول یا نکوس کا تھا۔ اس لئے بسمارک کی طرف سے موقع حاصل ہو جانے پر اس نے فوراً ان تمام ذمہ داریوں سے انکار کر دیا جو کانگرس منعقدہ پیرس کی رو سے اس پر عائد ہوتی تھیں خواہ اسطور پر ضمناً وہ بین الاقوامی اصول بھی کیوں نہ نظر انداز ہو جاتے جسکا وہ کسی وقت اوّلین علمبردار رہ چکا تھا۔ ایک گشتی مراسلہ میں جو ۲۹ اکتوبر کو عہد نامہ پیرس کے تمام دستخط کنندہ حکومتوں کے پاس بھیجا گیا تھا، حکومت روس نے اس امر کا اعلان کیا کہ وہ اب اس عہد نامہ کے شرائط کا اپنے آپکو پابند نہیں تصور کرتی جس کی رو سے بحیرہ اسود میں اسکا اقتدار اعلیٰ محدود ہوتا تھا۔ آگے چلکر اس پر یہ اضافہ کیا گیا تھا کہ اس امر کا تسلیم کر لینا مشکل ہے کہ وہ تحریر شدہ قوانین جن کا مدار عہد ناموں کی حرمت پر تھا اور جو حقوق عامہ اور سلطنتوں کے باہمی تعلقات کے ضوابط و قوانین کے سنگ اساس تھے اس اخلاقی تصدیق و توثیق کو قائم اور برقرار رکھے ہوئے ہیں جو کبھی پچھلے زمانہ میں موجود تھے دعاے یہ بوسٹ کے مایوسانہ

معاہدۂ پیرس کے اثنا میں سیاسی معاملات و حالات

---

لے (سورل جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ و ۹۱)۔ روس کے اس فعل سے یہ خطرہ رونما ہو گیا تھا کہ کہیں انگلستان سے اس کے سیاسی تعلقات نہ منقطع ہو جائیں معاملات متعلقہ کے تصفیہ کے لئے بسمارک

کلمۂ استعجاب کی"، کہ میری نظر سے یورپ محو ہوگیا ہے کہ نظری اور عملی تفسیر تھی آسٹریا جسے ایکطرف روس کا خطرہ تھا اور دوسری طرف پروشیا کے روز افزوں عروج و ترقی کا اندیشہ، ایک عجیب بے بسی کے عالم میں تھا۔ سانحۂ سیڈان کو نظر میں رکھتے ہوئے ۱۰ ستمبر کو اس نے غیر جانبداروں کی لیگ میں شرکت کر لی تھی لیکن اس سے اسکے ہاتھ اور پاؤں دونوں اس سیاسی رسن کے اسیر ہوگئے جسے لارڈ گرینویل نے سریع السیر سیاسی ریشہ دوانیوں کیلئے پھیلا رکھا تھا۔ کیونکہ گلیڈ اسٹون کے عہد وزارت میں انگلستان جس بے دریغ بخشش سے صلاح مشورہ دیتا تھا۔ اسی نسبت سے میدان عمل میں اس کے قدم سست پڑتے تھے۔ انتہائی حزم و احتیاط کے ساتھ اپنے طرز عمل کو قائم رکھتے ہوئے، ان حالات کے ماتحت بسمارک کے لئے یورپ کو علیحدہ رکھنا مشکل نہ تھا۔

باوجود اس فکر کے کہ قبل اس کے کہ اس معاملے کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ یہ تصفیہ کے لئے یوروپین کانگرس کے حوالے کیا جائیگا، بسمارک کی آرزو تھی کہ یہ کسی نہ کسی طور پر طے ہو جائے جبتک فرانس میں مدافعت کی تاب و طاقت تھی مشکلات ناقابل عبور تھیں کیونکہ اساس یورپین کی حوالگی کے جواب میں، جسے پروشیا صلح کی شرط لازم قرار دیتا تھا، فرانس برابر اس امر کا اعادہ کر رہا تھا کہ ارض فرانس کا ایک چپہ بھی حوالے نہیں کیا جائیگا۔ پھر یہ بھی تھا کہ ایک باضابطہ حکومت موجود نہ ہونے میں کسی قسم کی معقول اور سنجیدہ گفت و شنود محض بادپیمائی تھی، کیونکہ جیسا کہ بسمارک کا قول تھا، یہ مشتبہ تھا کہ فرانس، پیرس کے فیصلے کو

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی تجویز پر لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جسکے لئے پروشیا نے ۲۶ نومبر کو رقعۂ دعوت ارسال کئے۔ اس خیال سے کہ معاملات فرانس نہ اٹھائے جاسکیں بسمارک نے فاور کو شرکت کانفرنس سے باز رکھنے کیلئے "بے موقع لیکن موثر" طریقہ اختیار کیا (سوبل جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ بسمارک جلد ۲ صفحہ ۱۵۱) روس کے مطالبات کو جبراً تسلیم کرتے ہوئے کانفرنس نے "واقعات کو اصول سے مطابق کرنے کیلئے" ۱۷ جنوری کو ایک قاعدہ وضع کر دیا جس کی رو سے "معاہد حکومتیں دستخط کنندہ رفقا کے ساتھ مفاہمہ کرکے اپنے معاہدہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتی تھیں"۔

تسلیم بھی کریگا یا نہیں۔ اس لئے معقول اور سنجیدہ گفت و شنید کی پہلی شرط یہ تھی کہ
التوائے جنگ ہو تا کہ حکومت اس دستور ساز مجلس کے انتخاب کے لئے فرامین شائع کرسکے
جو فرانس کی آئندہ حکومت کے متعلق فیصلہ کرسکتی تھی۔ ۱۸ ستمبر کو فاور نے بسمارک
سے فیریر زمیں ملاقات کی۔ لیکن اشتعال پذیر فرانسیسی کی ساری فصاحت و بلاغت
آہنین صدر اعظم پر رائگاں گئی اور جس شرط پر بسمارک گفت و شنید کرنے کیلئے
آمادہ تھا وہ فرانس کے لئے اہانت انگیز ہونے کے باعث مسترد کردی گئی لیکن
اس کے بعد ہی سے محاصرہ کی صبر آزما گھڑیاں شروع ہوگئیں، محصورین کی ہر تاخت
یکے بعد دیگرے ناکامیاب ہوئی گولہ باری نہایت سفاکانہ طور پر ہوتی رہی، قحط اور
وبا نے بے شمار جانیں تلف کردیں۔ کمک پہنچنے کی امید افزا افواہیں صرف مایوسیوں
کی نذر ہوتی رہیں، اور ان سب پر طرہ، اب یہ خبر پہنچی ہے کہ ان تمام افواج میں
سے جن پر فرانس کی توقعات کا مدار تھا کسی ایک کو پسماندگی نصیب نہ ہوئی! اب
ہر شخص۔ حتیٰ کہ گامبیٹا نے بھی محسوس کیا کہ گفت و شنید کا موقع آگیا ہے۔ ۲۱ جنوری
کو پیرس سے ایک تاخت اور کی گئی، اسکا ناکامیاب ہونا تھا کہ ارباب
حل و عقد پر یہ حقیقت کھل گئی کہ سامان خورد و نوش صرف پندرہ یوم تک
اور رفاقت ادا کرسکتا تھا۔ اور ایک ایسے بڑے شہر کے لئے سامان خورد و نوش
فراہم کرنے میں وقت درکار ہوگا۔ ۲۳ جنوری کو فاور نے التوائے جنگ اور حوالگی
پیرس کے متعلق گفت و شنید کرنے کے لئے بسمارک سے ورسلیز میں ملنا چاہا
۲۸ کو دستاویز التوائے جنگ پر دستخط ثبت ہوئے جس کا مقصد حقیقی یہ تھا کہ مجلس ملی کے
انتخاب کا موقع ملجائے اور جس کی غایت اس امر کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ جنگ جاری

حوالگی پیرس ۲۸ جنوری ۱۸۷۱ء

رکھی جائے یا شرائط صلح پیش کئے جائیں۔ اس عارضی صلح کو [illegible]
نے اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ قلعہ جات پیرس اور سامان
جنگ حوالہ کردئے جائیں۔ شہر پناہ کی ساری توپیں اتار لیجائیں
اور پوری گارد اپنے ہتھیار ڈالدے۔ ایک نہایت نامساعد لمحہ میں فاور ایک
رعایت کا طلبگار ہوا جسکا بالآخر فرانس کو نہایت سنگین تاوان ادا کرنا پڑا یعنی
محافظین ملی کو اپنی اسلحہ جات توپخانہ برقرار رکھنے کا اذن دیدیا گیا تھا

بسمارک کا یہ اندیشہ کہ فرانس حکومت پیرس کے فیصلہ کو تسلیم نہ کریگا ظہور پذیر نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود گامبیٹا نے عارضی صلح منظور کر لینے کی ضرورت محسوس کی گو اس نے اس امر پر صدائے احتجاج بلند کی کہ اس کا تکملہ بغیر اس کی شرکت کے ہوگیا اور اُس نے اُس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مدافعت کی نئی قوتوں کو بیدار کرنے کا ارادہ کیا۔ انتخابات کے لیئے ۸ ر فروری مقرر تھی گامبیٹا نے حکومت جمہوریہ اور مخالفانہ طریق عمل کے مقاصد کو مدنظر رکھ کر ایک فرمان شائع کیا جس کی رو سے اس نے سلطنت کے عہدہ داران سابق کو حق رائے دہی سے علٰحدہ کردیا تھا۔ لیکن بسمارک کے اعتراض پر حکومت پیرس نے اسے مسترد کردیا، گامبیٹا مستعفی ہوگیا۔ ۱۲ ر فروری کو بورڈو میں جہاں افواج لوار کی اولیں تباہیوں کے بعد حکومت ثانوی نے راہ فرار اختیار کی تھی جمعیت قومی کا افتتاح ہوا۔ حکومت تحفظ ملی نے اپنے فرائض کے اتمام و اختتام کا اعلان کیا اور تی ایر کو جس کی وطن پرستی اور بے حد کوششیں زمانۂ جنگ میں نہایت نمایاں رہی تھیں، زمام سلطنت اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔ کابینۂ وزارت کے تقرر کے بعد اس نے انجمن تحفظ ملی کو تلقین کی کہ وہ فی الحال فرانس کی آئندہ حکومت کے قیام و بقا کے معرکۃ الآرا مسئلہ پر بحث مباحثہ کرنے سے اجتناب کرے اس کے بعد اس نے مسئلہ صلح پر گفت و شنید کرنے کے لیئے پیرس کا سفر اختیار کیا ۲۶ ر فروری کو صلح کی ابتدائی شرائط پر دستخط ثبت ہوئے۔ فرانس پر الساس اور مشرقی لورین بشمول مٹز اور اسٹراسبرگ کی حوالگی اور پانچ ارب فرانک تاوان جنگ کی ادائی عائد ہوی۔ اس عہد نامہ کی تصدیق و توثیق ہونے تک پیرس کے ایک حصہ پر جرمن افواج کا قبضہ طے پایا۔ یکم مارچ کو شاہ پروشیا جو اب جرمن شہنشاہ کی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ ۳۰ ہزار جرمن افواج کے ساتھ شانزیلی زے (Champs Elysees) سے گذرا پیرس میں انکا قیام صرف ۴۸ گھنٹہ رہا۔ ۲ ر مارچ کو جمعیت قومی منعقدہ بورڈو میں، عہد نامہ کی تصدیق و توثیق ہوگئی شرائط عہد نامہ یہ تھے۔ جون جون تاوان جنگ ادا ہوتا رہے جرمن افواج واپس

شرائط صلح پر دستخط ثبت ہوئے ۲۶ فروری ۱۸۷۱ء

بلائی جاتی رہیں اور ایک ایسا انتظام تھا جس کے متعلق اندازہ کیا گیا تھا کہ سالہا سال صرف ہو جائینگے۔ مالی اور چند دیگر معمولی مسائل کا تصفیہ ہونا باقی رہ گیا تھا۔ ا رمئی کو فرانکفورٹ میں ایک صریح اور قطعی صلحنامہ پر دستخط کر دیے گئے۔

جنگ کی ابتدا تو نپولین ثالث کی نفی جو جرمنی میں پروشیا کی طاقت کو محکم اور استوار ہو نے دینا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کی انتہا بسمارک کی توقع اور آرزو کے مطابق یہ تھی کہ جرمن قوم کے دو منتشر مساوی حصوں کے اجزا ترکیبی باہم پیوند و پیوست ہو کر، ایک زبردست طاقت میں تبدیل ہو گئے، نومبر ۱۸۷۰ء میں جرمن مملکتیں، یکے بعد دیگرے شمالی جرمن عہدیت میں شامل ہو گئی تھیں فرانسیسی مدافعت کی آخری شکست سے کچھ ہی قبل، بسمارک کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاہ پروشیا کے سر پر تاج شاہنشہی رکھ کر جرمن اتحاد کے قصر کی تکمیل کا وقت آگیا ہے۔ یہ تجویز بغیر مخالفت کے اتمام کو نہیں پہنچی۔ اس مسئلہ میں خود شاہ ولیم کو بھی بے حد تکلف تھا، وہ ملوکیت پروشیا کے اس اکلیل شہریاری کا جس کے ساتھ شاندار روایتیں وابستہ تھیں۔ ایسے تاج و تخت سے مبادلہ نہیں کرنا چاہتا تھا جسے وہ محض نمائشی تصور کرتا تھا۔ شاہان بویریا اور ورٹمبرگ کی مخالفت اور زیادہ قرین قیاس تھی۔ لیکن شاہ بویریا کو جو خط بسمارک نے لکھا تھا اسمیں اس حقیقت کا اظہار کر دیا تھا کہ بویریا پر جرمن شہنشاہ کا محدود اور معین اثر و اقتدار اُس شاہ پروشیا کے غیر محدود اور غیر معین اثر و اقتدار سے کہیں زیادہ غنیمت اور قابل پذیرائی، تھا جس کے مطالبات کی بنیاد فوجی برتری اور سامان حرب و ضرب پر تھی۔ شاہ لوئی نے اس دلیل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور خود ہی بذریعہ تحریر شاہ پروشیا پر زور ڈالا کہ وہ تاج شاہنشہی کو شرف قبول بخشے بویریا کے بعد ورٹمبرگ نے بھی طوعاً و کرہاً اپنی رضامندی دیدی۔ بالآخر شاہ ولیم نے اس ترغیب و تحریص سے مغلوب ہو جانا گوارا کر لیا، اور ۱۸ ؍جنوری کو، منجانب شہریاران جرمن باڈن کے گرینڈ ڈیوک نے وارسلیز کے عظیم الشان ہال میں اُسکی پذیرائی شہنشاہ کی حیثیت سے کی اس لقب سے اس اقتدار یا استحقاق میں کوئی فرق نہ آیا جو جرمن عہدیت کے صدر کو حاصل تھی۔ یہ اتحاد جرمنی

کا رفیع ترین طرۂ امتیاز تھا۔ لیکن جرمنی کا اتحاد فرانسیسی حکومت کے مفہوم میں نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت حلیفی ریاستوں کی ایک جماعت کی تھی جن میں ہر ایک بجائے خود، خود مختار تھی۔ ان کی پارلیمنٹ جدا جدا تھی جن کا دائرۂ عمل ان تمام امور پر محیط تھا جن کا شمار عہد نامجات میں "بتضمن و شہنشاہی" نہیں آتا تھا اور جو اپنی وسعت عمل کے اعتبار سے ہر مملکت میں مختلف تھی اور جس میں شہریاروں

**جرمن سلطنت**

کو بحیثیت اس کے کہ وہ وفاقی مجلس کے اراکین موروثی تھے سلطنت کی پالیسی کو مختلف طور پر متغیر اور متشکل کرنے کی کافی قدرت حاصل ہے شہنشاہ کے اقتدار و اختیار کا سنگ اساس پروشیا کی اس حربی طاقت پر رہا اور اب بھی ہے، جو تمام جرمنی پر حاوی ہے نقب شہنشاہی اس حقیقت کا عین مظہر بھی ہے اور پردہ پوش بھی ۔

فرانس کی قسمت میں بھی، ان تباہیوں اور بربادیوں سے بالکل متغیر ہو کر منصۂ وجود پر ظاہر ہونا تھا۔ لیکن جرمنی سے جنگ ختم ہو جانے پر بھی، میلادِ نو کا کرب و اضطراب باقی تھا حسب معمول پیرس کے سراسیمیوں کو حکومت قدیم سے زوال اور اپنے ملک کے آلام و مصیبت میں، خود اپنے اثر و اقتدار کو قائم کرنے کا، بزعم خود، بہترین موقع ملا، بدقسمتی سے فاور نے اپنی سادگی باطن اور "عامۃ الناس" کی نیکی اور لطف کی بنا پر، بسمارک کے ساتھ یہ شرط کر کے کہ محافظان ملی اپنے اسلحہ اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں ایک نہایت مہلک آلہ دیدیا تھا جس وقت جرمن پیرس میں داخل ہوئے ہیں یہ اپنے توپخانہ کے ہمراہ مونٹ مارٹر چلے گئے تھے دوسرے دن انکو ہٹا دینے کے لئے باقاعدہ افواج بھیجی گئیں۔ لیکن مجمع عام نے سپاہیوں کو ملا لیا تھا اور سپہ سالاروں کو گرفتار کر کے گولی ماردی تھی اسوقت تک ایک انقلابی حکومت ایوان بلد میں قائم ہو چکی تھی جسنے اشتراکی علم بلند کردیا تھا۔ اب باقاعدہ افواج وارسلیز کے سامنے جہاں اسوقت تی ایر اور جمعیت قومی کا قیام تھا، آکر جم گئی تھیں سرخ رنگ والے اور تین رنگ والے علم کے درمیان، جرمنوں کی آنکھوں کے سامنے، خانہ جنگی کا آغاز ہوا اور چھ ہفتے تک پیرس ایسی گولہ باری کا مورد

رہا جو پہلی گولہ باری سے زیادہ مصیبت انگیز تھی ایک نہایت خونریز جنگ کے بعد افواج وارسیلز شہر میں گھس آئیں دوسری طرف اشتراکی ہر چیز کو تباہ اور نذر آتش کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ اور جس وقت کہ محافظین ملی دارالسلطنت پر قابض ہوئے ہیں نصف سرکاری عمارات آتش زدہ سیاہ تودوں کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھیں اس جنگ میں انتہائی شقاوت اور بربریت کو راہ دی گئی تھی۔ فریقین نے پناہ اور عافیت کو کہیں دخل نہ دیا۔ اور یہ حقیقت ایکبار پھر واضح ہو گئی کہ اہالیان فرانس غنیم مشترک کے خلاف اتنی بے رحمی اور سفاکی کا اظہار نہیں کرتے جتنا خود آپس میں ایک دوسرے کے خلاف روا رکھتے ہیں اگر باعتبار نتائج جنگ فرانس و جرمن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بڑی حد تک اسے ان شیرازہ بندیوں کے خلاف جو باعتبار طینت و فطرت اپنے مختلف تھے، فرانس کی قدیم وسیع المشربی کو اشتباہ اور اکراہ میں تبدیل کر دیا تھا تو پھر فرانس کے اندر جماعتی جذبات کی تلخیوں کو ترقی اور تقویت پہنچانے کی ذمہ دار ایک بڑی حد تک اشتراکی جماعت تھی۔

فرانس میں جرمن فتوحات کے جو نتائج تھے اُن میں سے ایک کا تذکرہ ابھی باقی ہے۔ اٹلی، روما پر قبضہ حاصل کر کے اپنے قصر اتحاد کی تکمیل کرنا چاہتا تھا اطالوی روما پر قابض ہوتے ہیں ۲۰ ستمبر ۱۸۷۰ء اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے اس نے سلطنت فرانس کے زوال سے فائدہ اٹھایا جسے عہد نامہ ۱۸۵۶ء کی مکروہ دفعات سے نجات پانے کے لئے روس ہمیشہ برسرکار رہا۔ یہ موقع کئی اعتبار سے نہایت مساعد تھا، پاپائے روما کو اپنا دنیوی اقتدار قائم رکھنے کی جس فرانسیسی اعانت کی اب تک توقع تھی، اسے جنگ سیڈان نے درہم برہم کر دیا تھا۔ اور بعض اوقات تو یہ اندیشہ ہونے لگتا کہ کہیں وہ اپنے بے شمار دعاوی کے باعث دینی اقتدار بھی زائل نہ کر بیٹھے ۱۸ جولائی ۱۸۷۰ء کو ویٹیکان کی مجلس عامہ میں پاپا کے "منزہ من الخطا" ہونے کے عقیدہ کی نشر و تعمیم ہوئی تھی کہ تمام کیتھولک سلطنتوں میں، اس اندیشہ سے کہ یہ دنیوی حکمرانوں کے اختیار و اقتدار کے لئے ایک خطرۂ عظیم تھا، خوف اور ناراضی کی لہر دوڑ گئی، قدیم کیتھولک تحریک، جرمنی میں بالخصوص، نہایت شد و مد کے ساتھ، گو اب وہ حالت باقی نہیں رہی، نمودار ہوئی تھی۔ بنظر بر آں ۲۰ ستمبر کو جس وقت اطالوی افواج ایک کمزور

مقابلہ کے بعد روما میں داخل ہوئی ہیں تو دول یورپ میں سے کسی ایک نے بھی معقول طور پر صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ حسب اصول کاوؔر "آزاد کلیسا آزاد سلطنت میں" اطالوی حکومت نے پاپا کے ساتھ سیر چشمی سے مفاہمہ کی طرح ڈالی۔ ویٹیکان میں پاپا کو اپنے اقتدار شہریاری قائم رکھنے ممالک غیر کے سفیروں کو شرف باریابی دینے اور فوجی گارڈ رکھنے کا اذن دیدیا گیا اس کے ساتھ ہی ساتھ حکومت نے پاپا کے لئے ایک سیر چشمانہ وظیفہ کی ضمانت کرلی۔ لیکن پئیس نہم دنیوی اقتدار وحکومت کو برقرار رکھنے کا اپنے آپ کو کچھ اس درجہ ذمہ دار سمجھتا تھا کہ اس نے اپنے شرائط کو بھی منظور کرنا گوارا نہ کیا۔ وہ قصر ویٹیکان میں گویا گوشہ نشیں ہوگیا جہاں اس نے اطالوی حکومت سے کسی قسم کی گفت وشنید کرنے سے انکار کردیا اور تمام دنیا پر یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ایک قیدی کی حیثیت گوارا کر رہا تھا۔ اس طرز عمل کو اس کے جانشین نے محض ایک خفیف اصلاح کے ساتھ قائم رکھا۔ نئی صدی کے آغاز میں جو طاقت اور اقتدار پاپائیت کو حاصل ہے وہ قرون وسطیٰ کے بعد اسے آجتک کبھی حاصل نہ تھے۔ ایک بے لوث نتیجہ اخذ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اب وہ ایک اطالوی شہریار کی بلھوسی اور ادنی تفکرات کی کشاکش اور کشمکش سے آزاد ہے ؎

# باب نوزدہم

## معاہدۂ برلن

جنگ فرانس و جرمن کے عام نتائج۔ فرانس کی حیات پذیری جمہوریہ سوم ۱۸۷۵ء میں اندیشۂ جنگ۔ تین شاہنشاہوں کی لیگ۔ بسمارک اور فیسیت فرانس کی تنہائی۔ مسئلہ مشرقیہ۔ کل اسلافیت۔ جزیرہ نمائے بلقان میں ہنگامہ۔ اندراسی نوٹ اور یادداشت برلن۔ کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ ترکی میں اصلاحات۔ جنگ روم و روس۔ کانگرس اور عہد نامۂ برلن۔ روس وسط ایشیا میں۔ بلقانی ریاستوں کے معاملات۔

جنگ فرانس و جرمنی نے تمام عالم پر یہ حقیقت آشکار کردی کہ اصول قومیت یورپ کے اصول باہم عمل پر غالب آیا۔ فرانس عالم سکرات میں ۱۸۱۵ء کے ان عہد ناموں کے اصولوں کو محفوظ اور مصئون رکھنے کے لیئے دول یورپ کا وسیلہ ڈھونڈھتا رہا اور مایوس ہوتا رہا جنکو اسوقت تک جبتک کہ وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ صرف اس کے خلاف وضع کیئے گئے تھے ہمیشہ برباد کرنے کی فکر میں رہا۔ لیکن فرانس اور پروشیا کے درمیان جو جنگ ہوئی اسمیں بسمارک کی تدبیر نے یورپی کانگرس کو دخل نہ دینے دیا جس کا نتیجہ دنیا کے سامنے اظہر من الشمس تھا یوروپین جمیعتہ الحلفا کا خواب ہمیشہ کے لیئے نذر نسیان ہوگیا۔ چھوٹی یا بڑی سلطنتوں کے حقوق کا مدار قوانین بین الاقوامی کے افسانۂ کہن پر نہ رہا بلکہ اس حقیقت پر:-

دنیا کا وہ بہتر خوش نہاد اصول!
جسے طاقت ہے وہ، حاصل کرنیکا حقدار ہے
اور قبضہ اُسی کا ہے جسے قبضہ پر قدرت ہے!

حق ملک گیری کے اس قدیم الایام جدید اصول نے انتہائی نفرت وبے پروائی

سے کے ساتھ ۱۸۲۸ء صحیفہ لبرلزم سے، اپنے لئے سند جواز حاصل کی تھی ملت اور قومیت کے نام پر، اتحادیوں نے روما پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اسی ملت اور قومیت کی بنا پر جرمنوں نے السا س لورین حاصل کیا۔ وائنا اور محالفہ مقدسہ کے عہد ناموں نے سلاطین کی باہمی رقیبانہ کشاکش کے خلاف برسر کار لائے گئے تھے۔ اصول قومیت نے ان عہد ناموں کو درہم برہم کرکے رقابت بین الاقوام کو جنگہ، بڑی سختی جو انہیں تجربوں کے اعتبار سے سلاطین کی باہمی رقیبانہ کشاکش سے کہیں زیادہ سنگین تھی۔ ارباب بصیرت کے نزدیک اسکا نتیجہ منطقی بالکل واضح تھا۔ اتمام صلح کے بعد ہی موٹکے نے ریشتاخ میں کہہ دیا تھا۔ "ہمنے گذشتہ جنگ میں عزت حاصل کی لیکن عقیدت اور محبت نہ حاصل کر سکے۔ جو کچھ ہمنے بزور شمشیر چھ ماہ میں حاصل کیا ہے اس کی بزور شمشیر پچاس سال تک محافظت کرنی پڑیگی"۔ اقوام یورپ کا موجودہ سامان حرب و ضرب اسی کی عملی تفسیر ہے۔

لیکن اس میں شک نہیں ایک اعتبار سے بسمارک کی سیاسی دور اندیشی ناقص رہی۔ اسکا خیال تھا کہ نظام حربی کی شکست اور تاوان جنگ کی زیادہ کمر گرانباریوں سے سالہا سال فرانس اس قابل نہ ہوگا کہ وہ کسی قسم کا جارحانہ طریق اختیار کر سکے، اور اسطور پر جرمنی کو بغیر اس اندیشہ کے کہ اس نے جو کچھ حاصل کیا تھا اس پر قابض و متصرف رہنے کے لئے حرب و ضرب کا وسیلہ ڈھونڈھنا پڑتا" اپنے اندرونی ذرائع اور وسائل کو وسعت و ترقی دینے کا موقع ملجائیگا۔ اسکو یہ نہ معلوم تھا کہ فرانس میں پھر جان آجائیگی کہ سب حیران رہ جائینگے جس کا مدار اسکے طبقہ مزارعین کی اس طبعی کفایت شعاری پر تھا جس کا اس نے بارہا ثبوت دیا ہے۔ عہد نامۂ فرانکفورٹ کی رو سے جو وقت مقرر کیا گیا تھا اس سے بہت قبل ہی اس بے پناہ تاوان جنگ کی ادائی کیلئے قرض حاصل کر لیا گیا اور ارض فرانس غیر ملکیوں کی "آلودگی" سے پاک ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ باوجود ان سنگین گرانباریوں کے جو اس فرانس نے پھر اطریقہ سے رونما ہوئی تھیں ہر فریق اور جماعت نے متفق اور متحد ہوکر فرانس کی حربی قوت کی از سر نو، اور اس نیت سے کروٹ لی۔ علانیہ تعمیر شروع کردی کہ کسی نہ کسی دن وہ اپنے کھوئے ہوئے مقبوضات

کو پھر حاصل کر سکینگے اس طور پر اختتام جنگ کے چار سال بعد، جس وقت قانون مرتبۂ مارچ ۱۸۷۵ء کی رو سے ملک کی حربی دروبست مکمل ہو چکی وہ بشمول قومی فوج اور محافظین قومی چوبیس لاکھ عسکری میدان جنگ میں اتار سکتے تھے!

اُن دو نہایت زبردست اور پیچیدہ مسائل کا تصفیہ جن پر اہالیان فرانس کے احساسات متحد تھے اُس مسئلہ سے کہیں آسان تھا، جو فرانس کی آئندہ حکومت سے متعلق تھا اور جہاں پہنچکر یہ نہایت متضاد اور مختلف نوعیت اختیار کر لیتا تھا بلدیۂ اشتراکیت خطرۂ احمریں ایک طرف ہوا تو حکومت معنوی طور پر نہیں تو اپنی ظاہری نوعیت کے اعتبار سے جمہوری رنگ میں نظر آنے لگی، مجلس عاملہ کی عنان تی ایر کے ہاتھ میں تھی جو مدت العمر دستوری ملوکیت کا علمبردار رہا اور جمعیت مقننہ بیشتر شاہ پسندوں اور مستبدین پر مشتمل تھی لیکن یہ اکثریت گو حکومت جمہوریہ کے صحیح اور مستقل قیام کے خلاف آپس میں متحد تھی تاہم ان میں خود نہایت سنگین اختلافات تھے کچھ شہریاروں کے حقوق منجانب خدا کے موافق تھے؛ کچھ بوناپارٹی تھے اور کچھ خاندان آرلینس کے طرفدار بحث و مباحثہ سازش اور مناقشات کی صبر آزما اور عافیت سوز کشاکش میں کتنے ماہ و سال ختم ہو گئے اور اس دوران میں جتنے انتخابات ضمنی ہوتے رہے ان سے بھی حقیقت ثابت ہوتی رہی کہ ملک اب شاہ پسندوں کے بے سود مباحثہ اور مجادلے سے تنگ آچکا ہے اور جمہوری حکومت کا خوگر ہو رہا ہے۔ خود تی ایر نے اس حقیقت کو بہت جلد محسوس کر لیا ملوکیین کی کسی جماعت کو اگر کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی تو بقیہ جماعتیں اسکے خلاف متحد ہو جائینگی اس لئے خود کو جمہوریۂ مستحفظہ کا علمبردار قرار دیا کیونکہ اس کے نزدیک حکومت کی یہی نوعیت ایسی تھی جس سے فرانسیسیوں میں باہمی افتراق و نفاق کی سب سے کم گنجائش تھی۔ ۲۴ مئی ۱۸۷۳ء کو ملوکی جماعت کے باہمی اتحاد کے باعث اسے اپنے منصب سے دستکش ہونا پڑا اور مارشل مکموہن کے ہاتھ میں عنان حکومت آئی جو کم و بیش

---

لہ "جمہوریت کا انجام یا تو خونریزی ہی ہوتا ہے یا ازسرِ نو رنگی" (تقریر ۱۷ مارچ ۱۸۳۴ء) اولیویر لبرل شہنشاہی جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۔ لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۰ پر ۲۲ مارچ ۱۸۴۸ء کا یہ بھی مقولہ ہے کہ "بادشاہوں کا زمانہ اب ختم ہوگیا"

اس بات کا پابند تھا کہ وہ خاندان بوربون کو از سر نو منصۂ حکومت پر قابض کرنے کی کوشش
کرچکا لیکن وہ سیاسی حکمت عملی جس کی توقع کی گئی تھی بوربون ضد و عناد کے دیرینہ
سنگستان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ تخت و تاج پیش کیا جانا علم سہ رنگ کے
قبول کرنے پر مشروط کیا گیا لیکن (Comte de Chambord) کونٹ شامبورڈ
نے اس امر کا اعلان کیا کہ وہ "اصول محض" کو طاقت پر ترجیح دیگا اور بوربون نشان
امتیاز "سوسن سپید" کو کبھی ہاتھ سے نہ دیگا۔ اس طرز عمل نے جس کی سفاہت کی

**جمہوریہ کا باضابطہ قیام**

شست و شوا اگر کوئی چیز کر سکتی تھی تو شاید وہ شریفانہ جذبہ تھا
جس کی اس میں جھلک پائی جاتی تھی، اس مسئلہ کو یہیں ختم
کردیا۔ میکموہن نے خود فرط استعجاب سے یہ کہا کہ "اگر علم سہ رنگ
کی جگہ سپید سوسن نے لے لی تو بندوقیں خود بخود چھوٹ جائینگی"، ۲۵ رفروری ۱۸۷۵ء
کو چار سال تک واقعی وجود میں آنے کے بعد حسب ضابطہ حکومت جمہوریہ قائم ہوگئی[۱]۔

**۱۸۷۵ء میں اندیشۂ جنگ**

فرانسیسی معاملات جس طور پر ترقی کر رہے تھے اسس کو مدبران جرمنی
اندیشہ و تشویش کے ساتھ دیکھ رہے تھے علاوہ اسس کے جس شوق
اور اہتمام کے ساتھ تمام قوم مسلح ہورہی تھی اور جس تسلسل اور تواتر
سے صدائے انتقام بلند کیجارہی تھی وہ ایک نافرجام اور ناساعد
انجام کا پیش خیمہ معلوم ہوتی تھی۔ برلن کے با اثر حلقوں میں یہ
تجویز پیش ہورہی تھی کہ قبل اس کے کہ اس کی ابتدا فرانس کی طرف سے ہو اور

[۱] یہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی کہ اسکی قدامت پرستانہ حیثیت قائم رکھی جائے۔ جماعت مقننہ دو مجلسوں میں
منقسم تھی جنمیں مجلس سنیات کے کچھ اراکین کا انتخاب تو ان مخصوص حلقہ جات انتخاب کے ذریعے
سے ہوتا جو اسی غرض کیلئے قائم ہوتے اور کچھ اراکین مجلس زیریں کے منتخب شدہ ہوتے مجلس سنیات
میں جو اسامیاں اتفاقی طور پر خالی ہوتی ہیں وہ اسطور پر پر کیجاتی ہیں کہ اراکین سنیات کسی شخص کو اس
کیلئے منتخب کرتے ہیں۔ صدر کا انتخاب سات سال کیلئے ہوتا ہے جسمیں دونوں مجلسیں مشترکہ طور پر ووٹ دیتی
ہیں، اس سے استنثارے کا اندیشہ حذف ہوجاتا ہے اور اسطور پر صدر کیلئے یہ ناممکن ہوجاتا ہے کہ وہ
وہ حیثیت اختیار کرسکے جو نپولین نے ۱۸۴۸ء میں اختیار کی تھی۔

اس کی تمام تیاریاں مکمل ہوسکیں اس پر ایک حملہ اور کر دینا چاہیئے۔ لیکن بسمارک کو اس طرز عمل کی ناعاقبت اندیشی کا پورے طور پر احساس تھا وہ جدید سلطنت جرمنی کے لیئے امن کے حامیوں کو گوارا نہیں کر سکتا تھا جس نے نپولین کی سلطنت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس نے اس امر کو بھی محسوس کیا کہ ۱۸۷۵ء کے حالات ۱۸۷۰ء کے حالات کے مطابق نہ تھے۔ اگر فرانس پر حملہ کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ یورپ کی توازن قوت طاقت کو برقرار رکھنے کے لیئے جرمنی کے خلاف دول یورپ ایک اتحاد قائم کر لیں لنظر براں وہ سلطنت کے انضباط و استحکام نیز اس کے حربی ذرائع و وسائل کی تکمیل و توسیع میں مصروف ہوگیا۔ اس لئے اس امر کا بھی اعلان کر دینا چاہا کہ یہ سب کچھ محض مدافعت کی خاطر تھا اور یورپ کی طرف جرمنی کا طرز عمل اسوقت سے کلیۃً مستحفظانہ ہوگا۔[1] اسوقت جیسا کچھ باہمی ہیجان رونما تھا اس سے اسے اپنی صحت فکر کے اظہار اور جرمنی کے لئے رفقا حاصل کرنے کا موقع ملگیا فرانس کے اشتراکیوں کی جفا کاریاں، روس میں نراجیوں کی تگ وتاز اور جرمنی میں اشتراکیت کا دورہ، فی الحقیقت ایسی علامتیں تھیں جو محکم اور منضبط سلطنتوں کیلئے کافی اندیشہ ناک اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی متقاضی تھیں انقلاب کے خلاف ایک اتحاد ثلاثہ قائم کرنے کے لیئے کہ جس میں بالآخر ملوکیت اٹلی نے بھی شرکت کی، اوائل ستمبر ۱۸۷۰ء میں بسمارک نے سینٹ پیٹرسبرگ اور وائنا کی بارگاہوں کا اشتراک باہمی حاصل کیا دو سال بعد ستمبر ۱۸۷۲ء میں اس کی مساعی مشکور ہوئیں اور ہر

**تین شہنشاہوں کی لیگ**

سہ شہنشاہ برلن میں جمع ہوئے روس آسٹریا اور جرمنی ایکبار پھر آپس میں ملے اب رشتۂ اتحاد، فنا پذیر معاملات نہ تھے بلکہ سلاطین کی موانست قلبی تھی جو اتحاد مقدسہ کی صورت میں نمایاں ہوئی جسکا مقصد موجودہ عہد ناموں کی بنا پر، بدنظمیوں کا تدارک اور عالم میں امن و عافیت کا قیام و تسلط تھا[2] دوسرے سال شہریاروں کے مزید تبادلۂ

۱؎ بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۸۹۔

۲؎ ملاحظہ ہو تقریر ۱۹ مارچ ۱۸۷۸ء - ہان جلد سوم صفحہ ۹۰۔

مراسم لطف و مرحمت نے اس لیگ کو اور مستحکم بنا دیا۔ اٹلی کا ہمدردانہ طریقہ
شاہ وکٹر عمانوئیل کے ورود برلن سے اور زیادہ واضح ہوگیا۔

محاربۂ مقدسہ کے حیرت ناک احیا کے حقیقی آثار جو اسوقت پیدا ہوگئے
تھے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے کہ بسمارک کو حقوق ملوکیت
منجانب اللہ سے کوئی گہری شیفتگی تھی۔ ایسا قیصر سیاسی کا طرۂ کمال جسکی بناء انا شاہنشاہوں کی
لیگ پر تھی، فی الحقیقت جمہوریۂ فرانس کا اعلان تھا۔ شاہنشاہ ولیم جسے کہ ملوکیت
کی تمکین و منزلت برقرار رکھنی مدنظر تھی، اور تاج فرانس پر اُس خاندان شاہی کو
جو حقدار اور حق بجانب خیال کیا جاتا تھا، فائز کرنے پر مائل تھا اور اسی مقصد
اور مفہوم کو مدنظر رکھ کر کاؤنٹ ہیری آرنم (جرمن سفیر متعینۂ پیرس) ریشہ دوانیوں
میں مصروف تھا[1] لیکن بسمارک اس حقیقت کو محسوس کر رہا تھا کہ جرمنی کے لئے
کوئی ایسا حکمران جو ان صفات سے متصف ہوتا جمہوریۂ فرانس سے کہیں زیادہ
اندیشہ ناک تھا۔ ۱۸۷۳ء میں فرانس کو پروٹسٹنٹ پروشیا سے دفعتاً برسرپیکار کرا دینے
کی ذمہ دار قیصر تولی لری کی جماعت قسیسی تھی۔ لیکن اسوقت پروشیا کی رہبری میں
جرمنی ہر بُرے بھلے انجام سے مستغنی ہو کر اس جنگ میں فریقین (Kultur Kampf)
کے سلسلہ میں قسیسیت سے برسرپیکار تھا جس کا خاتمہ، اگر بسمارک مخبر صادق
ہو سکتا تھا "دکنوسا میں" نہیں بلکہ انتہا پسند قسیسی تمرد و تمسخر کے پامال اور برباد
کر دینے پر تھا۔ اگر قسیسیت ایکبار پھر قیصر تولی لری میں برسر اقتدار ہو جاتی تو
پھر اس سے قرین قیاس اور کیا حقیقت ہو سکتی تھی کہ ایک قسیسی جہاد کے پردے
میں، انتقامی جنگ کا آغاز ہوتا اور بہت ممکن تھا اس جہاد میں فرانس کی امداد کیلئے
کیتھولک آسٹریا میدان میں اتر پڑتا۔ ہنری پنجم کی بارگاہ حکومت میں عیسائیوں کا ستارۂ اقبال انتہائی عروج پر
نظر آنے لگتا۔ بنظر بران اپنے اثر و اقتدار کے اعتبار سے، بسمارک، تی ایر کا
طرفدار بنگیا ارنم اپنی مخالفت کی بناء پر ہٹا دیا گیا۔ اور شاہ ولیم کو ایک بار پھر یہ
سبق ذہن نشین کر دیا گیا کہ بسا اوقات اصول کو مصلحت کے آگے سرنگوں ہونا

[1] بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۷۵ وغیرہ۔

پڑتا ہے۔ اب ایکطرف تو جرمنی کے جلو میں طاقتور اتحادی تھے دوسری طرف جمہوریۂ فرانس حکمران قوموں کی جماعت میں بھی مردود و منکوب ہو رہا تھا۔ انگلستان البتہ ایسا تھا جو اس مصیبت میں اس سے اظہار ہمدردی کر رہا تھا۔ وہ بھی مہمل اور مبہم انداز سے۔ لیکن بسمارک جانتا تھا کہ اس قسم کی مربیانہ لیکن "الگ تھلگ" ہمدردی سے کوئی اندیشہ نہ تھا اور اسکا فرانس کو بالکل یکہ و تنہا کر دینے کا مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن فرانس یکہ و تنہا جرمنی پر حملہ آور نہیں ہو سکتا تھا اور اسطور پر جبکہ ایکطرف ہر قوم حرب و ضرب کی تیاریوں میں سرگرم تھی، فی الوقت مغربی یورپ پر امن و عافیت کا تسلط ہو گیا۔

فرانس کا یکہ و تنہا ہو جانا۔

حسب معمول، یہ مسئلہ مشرقی کا ایک نیا پہلو تھا جس سے دول یورپ کی ظاہری ہم آہنگی میں خلل پڑ گیا۔ کاؤنٹ بوئسٹ کا زوال اور اس کی جگہ نومبر ۱۸۷۱ء میں ہنگری کا کاؤنٹ اندراسی کا مقرر ہونا۔ بسمارک کے لئے کلیۃً ناخاطر خواہ تھا، کیونکہ باعتبار نتائج یہ ملوکیت ہیپسبرگ کے مرکز ثقل کا وائنا سے پیسٹھ کو منتقل ہونے پر دال تھا جسے وہ خود، پروشیا اور آسٹریا کے ارتباط قلبی کے لئے ابتدا ہی سے نہایت ضروری تصور کرتا تھا۔ لیکن اسی بنا پر یہ روسی حکومت کے خطرات موہوم کا باعث ہوا۔ کیونکہ آسٹریا اپنی حوصلہ مندیوں کو جرمنی میں واگذاشت کر دینے کے بعد جزیرہ نمائے بلقان میں معاوضہ کا طلبگار، اور خواہاں ہو سکتا تھا اور یہ ایسے آثار تھے جو ان روسی ہوسوں کی بنا پر جنکا انکشاف کچھ دنوں بعد ہونے والا تھا کچھ زیادہ خوش آیند نہ تھے۔ بسمارک کو معلوم تھا کہ اس نازک پہلو سے وہ کس طور پر عہدہ برآ ہو سکتا تھا۔ فی الحال زار کو جمہوریت کے عفریت سے خوفزدہ کرنا یہ ترغیب دینا کہیں آسان تھا کہ وہ بلقان کی چھوٹی چھوٹی قوموں کی خاطر رقیبانہ چشمک رکھنے سے "کہیں زیادہ اہم انقلابی اضطراب و ہیجان کے خلاف ایک متحد میدان جنگ قائم کرنیکا فرض اس پر عائد ہوتا تھا اور ستمبر ۱۸۷۲ء میں تینوں شاہنشاہوں نے آپس میں ملکر یہ طے کر لیا کہ مشرق میں جو حالات رونما ہوں ان کا تصفیہ مشترکہ طور پر کیا جائے۔ یہ عہد و معاہدہ جہانتک

مسئلہ مشرقی بار دیگر معرض بحث میں۔

ان کی نیتوں کا تعلق تھا نہایت مخلصانہ تھا اور ایک حد تک اس کے اثرات بھی مترتب ہوئے۔ لیکن اب وہ زمانہ گذر چکا تھا جب الکزنڈر اول یا نکولس ایسے لوگ احساسات ملی کو کسی "یورپین" پالیسی کی مفروضہ مصلحتوں کے سامنے حیثیت ثانوی دینے کے لئے طیار ہو جاتی تھیں۔ ۱۸۵۶ء میں کاؤنٹ نیسلروڈ نے اسے جنگ کریمیا کے ناگزیر نتائج کا مرادف قرار دیا تھا اور اسوقت سے، سلافی جذبۂ ملت پرستی جرمن اور اطالوی کامیابیوں سے رشک کر کے کچھ اسطور پر طاقت پذیر ہو رہا تھا کہ وہ ہر قسم کی قدامت پرست اور مصلحت اندیش سیاسی تخمین و اندازے کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے جاسکتا تھا۔ بحر اسود کے غیر جانبدار قرار دیئے جانے

**روس اور معاہدہ مرتبہ ۱۸۵۶ء۔ عالمگیر اخوت سلوی یا "کُل اسلافیت"**

پر روس نے جیسی کچھ لعن وطعن کی تھی وہ ایک یورپین فیصلہ کے خلاف، خود وہ کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہوتا، ایک طرح کا انحراف وانکار تھا۔ سباسٹوپول کی قلعہ بندی اور بحر اسود میں ایک جدید بیڑے کی تعمیر، اس کے اس ارادہ کے مدنظر تھی کہ کانگریس منعقدہ پیرس نے مشرق میں جو کچھ کیا تھا، اس کے بقیہ حصہ کو بھی، موقع ملتے ہی درہم برہم کر دیا جائیگا۔ تمام روس اور جہاں جہاں روسی اثرات سرایت کر چکے تھے، اسلافیت کی نشاۃ جدیدہ کی نہایت بلند آہنگی اور گرمجوشی کے ساتھ پذیرائی کی گئی تھی۔ کل اسلافی تحریک کا مرکز ماسکو تھا جس کے انسداد کیلئے (Gortschakoff) گورچاکوف جو بسمارک کی شہرت کو نہایت حاسدانہ نظر سے دیکھتا تھا، کچھ زیادہ آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی نشر و اشاعت نہایت بے جگری کے ساتھ کیجارہی تھی۔ ریاستہائے بلقان میں ہر مقام پر روسی ایجنٹ موجود تھے جو ہر ممکن ذریعہ سے عیسائی آبادی کو جدید عقیدۂ ملت پرستی پر یوں ایمان لانے کے لئے روک رہے تھے کہ اس کی بدولت کافرانہ طوق غلامی سے گلوخلاصی اور نجات حاصل ہوجائیگی۔ نتیجہ ناگزیر تھا۔ بلقانی ریاستوں پر ایک موہوم اضطراب طاری ہوگیا۔ ۱۸۵۶ء کے کارناموں کو کانفرنس منعقدۂ لنڈن نے جسطور پر درہم برہم کر دیا تھا اس کی خبر ترکوں کو ملی تو وہ اپنے دیرینہ اور دائمی کسل وکاہلی سے چونک پڑے اور حسب معمول وہ سراسیمگی کے انتہائی حدود تک پہنچ گئے۔ انھوں نے

محسوس کیا کہ یورپ ان کو بیوقوف بنا چکا اور ان کے مذہب اور نسل کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینے کے لئے مجالسِ یورپ کی آڑ میں ایک عیسائی سازش کھڑی کی جا رہی تھی۔ اس خطرے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک جماعت بنام ''نوجوان ترکی'' عالم وجود میں آئی مدحت پاشا اسکا رہبر تھا اور اس کا مقصد دول یورپ کی غلامی سے آزاد ہونا، پر اسلامی جوش کو ایکبار پھر بیدار کرنا اور عیسائی دنیا کے خلاف بند رہ کر اسلامیوں کو صف آرا کر دینا تھا مختصر یہ کہ تحریک ''کل اسلافیت'' (یعنی سلیوزم) کا مقابلہ تحریک ''کل اسلامیت'' (یعنی اسلامزم) سے تھا[1]۔

اس اسلامی ردعمل سے جو حکام بابعالی میں نہایت سرعت کے ساتھ سرایت کر رہا تھا، یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اس محکوم عیسائی رعایا میں عافیت و طمانیت پیدا کر سکیگا جس کا قلب و دماغ (یعنی اسلافی) ''کل اسلافی'' خواب سے ہیجان میں تھا۔ ۱۸۷۵ء کے ایام گرما میں ایک ہنگامۂ بغاوت اپنے معمولی ساز و سامان کے ساتھ یعنی [illegible] ہرزیگوینا میں ہنگامہ نارضامند کسانوں کو زبردستی آمادۂ بغاوت کرنا اور صلح پسند مسلمانوں کی قتل و خونریزی کے ساتھ ہرزیگوینا میں بظاہر غیر ملکی شورش پسندوں کی شہ سے بلند ہوا[2]۔ گورنر درویش پاشا نے اسکا انسداد کرنا چاہا لیکن ۲۴ جولائی کو نوے سینیا میں اسے شکست ہوئی۔ بغاوت نہایت سرعت کے ساتھ پھیل چلی، رضاکاروں کی جماعتیں جوق در جوق جبل اسود (مانٹی نیگرو) اور سرویا کی سرحد قول پر سے گذر گذر کر آنے لگیں اور چند دن میں تمام سرحدی وحشی مقامات مشتعل ہو گئے۔ اب مشیران دول یورپ مداخلت کر کے باغیوں کے مطالبات کو بابعالی میں پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ مطالبات مذہبی آزادی، شہادت دینے کا حق، ایک مقامی اور ملکی ملیشیا کا قیام، فرد محصولات کی ترتیب و تنظیم اور اس کا باضابطہ اور پابندی کے ساتھ وصول کیا جانا تھے اور یہ بغاوت

بغاوت

[1] ڈریولٹ صفحہ ۲۰۸۔
[2] رپورٹ مرتبۂ کونسل ہوس (کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۶ء XXXIV صفحہ ۱۴۳۔

معتدل تھے۔ ۴ اکتوبر کو حکومت عثمانیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے تمام سلطنت کے لئے بہت جلد ایک اصلاحی اسکیم مرتب کرنیکا وعدہ کیا۔ باغیوں کو جو فتوحات حاصل ہوئی تھیں اس کی بنا پر ۱۲ دسمبر کو اس سے زیادہ قطعی اور صریح وعدے وعید کی طرح ڈالی گئی، یعنے تمام سلطنت میں مذہبی رواداری محفوظ رکھی جائیگی، ولایتوں کے نظم و نسق کے لئے انتخابی مجالس قائم کیجائینگی جن میں عیسائیوں کو شریک ہونے کا حق حاصل ہوگا اور ایک مقامی ملیشیا قائم کیجائے گی۔ یہ جدید اعلان سلطانی بھی، باعتبار نتائج پہلے اعلانوں کی طرح بے سود ثابت ہوا۔ باغیوں کا قلب و دماغ فاتحانہ کامرانیوں سے سرشار ہو رہا تھا، وہ ترکی وعدوں کا مضحکہ اُڑاتے تھے جس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ ان کی یہ بدظنی ایک حد تک حق بجانب بھی تھی۔ سال کے آخر میں اُنھوں نے نکسچ کی سمت فاتحانہ پیشقدمی کا آغاز کیا اور ایک دوسری ترکی فوج کو تہس نہس کرکے جبل اسود (مانٹی نیگرو) کی جنوبی سرحد پر آگئے۔ بلغاریہ پر ہیجان طاری تھا اور سرویا جسکا حکمراں ملان اوبرنیوویچ (Milan Obrenovitch) ایک جدید سروی سلطنت کا خواب دیکھ رہا تھا مسلح ہو رہا تھا۔ موسم بہار میں سارا جزیرہ نمائے بلقان، بشرطیکہ دول یورپ دخل نہ دے شعلہ برافروختہ ہوجانے کیلئے تیار تھا۔

آسٹریا کے لئے یہ موقع خصوصیت کے ساتھ اندیشہ ناک تھا کیونکہ اسکی جنوبی سرحد ایسی مخلوط آبادی پر مشتمل تھی جو تاثرات ملی کو قبول کرنے کے لئے بے حد حساس تھی۔ حکومت ثنوی کا مدار ایک مفاہمہ جس کی بنا پر اسلافی نسل، جرمن اور مگیاری اقوام کے غلبے کی مورد تھی۔ نظر بر اں ایک عالمگیر کل اسلافی تحریک اس حکومت کے وجود کے لئے نہیں تو کم از کم اس کی موجودہ ترکیب، کے لئے خطرناک تھی بسمارک کی حکمت عملی کی کیاست و فراست اب بالکل نمایاں تھی اور جسے

**دول مشرقی کی روش۔**

معرض امکان میں لانے کا ذمہ دار آسٹریا کا فرزانگی کو راہ دیکر اپنے نصب العین کا بدل دینا تھا روس مشرق میں اپنی بلہوسی کو مہمیز کر رہا تھا اور اسے یہ توقع تھی کہ جرمنی جو برہنائے سپاس و تشکر روس کا وابستۂ دامن تھا، اسے آزادی کے ساتھ بر سر کار لانیکا موقع دیگا۔ جبتک

یہ خود غرضی سلطنت جدیدیہ کے اغراض و مقاصد سے متصادم نہیں ہوتی تھی، بسمارک ان کا پاس کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ لیکن چونکہ کاؤنٹ اندراسی کے عہد میں، آسٹریا، جرمنی کے لئے خطرناک نہ تھا اسلئے اب اسکی پھر وہی حیثیت تھی جو شہنشاہی مقدس کے دور میں تھی یعنے اسلافی جم غفیر کے خلاف المانیت ("جرمنزم") کا حصن حصین۔ روس اور آسٹریا میں اگر کوئی محاربہ واقع ہوتا تو جرمنی کو آسٹریا کی رفاقت کرنی لازمی تھی اور ایسی نازک حالتیں، اور وہ بھی اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے بھی بدتر صورت نہ پیش آئے، جس واقعہ نے تینوں حکومتوں کو ہم زباں ہوکر، ٹرکی کو مخاطب کرنے پر مجبور کیا وہ ۱۸۷۲ء کے قول و قسم نہ تھے بلکہ وہ حقیقت تھی جسکا ابھی ابھی تذکرہ ہوچکا ہے[۱]۔ تینوں حکومتوں میں جو کچھ تبادلۂ افکار ہوا اس کی بنا پر ۳۰ دسمبر ۱۸۷۵ء کو کاؤنٹ اندراسی نے ٹرکی کے دیرینہ اضطراب و ہیجان کے اسباب اور اس کی اصلاح و انسداد کی تدابیر کا ایک اجمالی خاکا پیش کیا۔ اس نے اس امر کا اعادہ کیا تھا کہ ابتک ان ہنگاموں کو کسی مقام سے مختص کر دینے کی ضمنی کوشش دول یورپ نے کی وہ سب ناکامیاب رہی تھی۔ باوجود ہر سرزنش کے باغی ابتک اپنی جگہ پر قائم تھے اس اثنا میں وہ ترکی وعدے وعید جن پر حال کے فرامین مشتمل تھے اور جو محض عام اصول کی مبہم ترجمانی کرتے تھے کسی مقام پر نافذ نہیں کئے گئے اور نہ شاید انکے نافذ کرنے کا مقصد تھا۔ اسطور پر جب عثمانی فوجیں اور اصلاح کے اخلاقی وسائل ایک ایسے معاملہ کی ترتیب و تہذیب میں ناکام رہے جو تمام یورپ کے امن و عافیت کے لئے ایک مستقل اندیشہ کی حیثیت رکھتا تو پھر اب وقت آگیا تھا کہ تمام دول یورپ متفقہ طور پر باب عالی پر زور دیتے کہ وہ اپنے

[۱] ۱۸۷۶ء کے موسم خزاں میں زار نے بسمارک کا استمزاج لیا تھا کہ اگر روس اور آسٹریا کے درمیان جنگ ہوئی تو جرمنی کی کیا روش ہوگی۔ اُس کا جواب یہ تھا کہ انمیں سے اگر کسی ایک کی حالت اور حیثیت معرض خطر میں آئے تو بربنائے اس حقیقت کے کہ بہ حیثیت دول عظیمہ یورپ کے مجالس میں شریک تھیں، جرمنی غیر جانبدار نہ رہ سکے گا۔ اس صریح اور واضح اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ روسی طوفان مشرقی گلیشیا سے بالا بالا گذر کر بلقان میں داخل ہوگیا (بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۲۸)۔

وعدوں پر عمل کرے۔ اس کے بعد نہایت ضروری اور اہم اصلاحات کا ایک خاکہ پیش
کیا گیا اور ان سب پر فوق، مذہب عیسوی کو محض بنظر رواداری گوارا کرنے کی
نہیں بلکہ اس کی حیثیت کو "تسلیم" کرنے کی شرط عائد کی گئی تھی، محاصل کے وصول کا
جو مذموم طریقہ ابتک مروج رہا اور جس کے انفساخ کا متعدد بار وعدہ کیا گیا، اس کے
الغا پر اب خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا۔ بوسینیا اور ہرزیگووینا میں جہاں مذہبی دقتیں
زرعی دقتوں کے ساتھ شریک تھیں، عیسائی کسانوں کو بڑے بڑے مسلمان
زمینداروں کی دوگونہ عقوبت سے نجات دلانے کے لیے، آزاد مالکان اراضی
کی حیثیت تفویض کرنے پر زور ڈالا گیا، نیز آزاد صوبہ داری مجالس قائم کی جائیں،
ایسے جج مقرر کئے جائیں جن کو ہٹایا نہ جا سکے، اور انفرادی آزادی کی ضمانت ہو آخر میں، ان
اصلاحات کے نفاذ کی نگرانی چار مسلمان اور چار عیسائی اراکین کی ایک کمیٹی کو تفویض
کردی گئی تھی[1]۔

یہ "اندراسی نوٹ"، فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں کی منظوری حاصل کرنے کے
بعد ۳۱ جنوری ۱۸۷۶ء کو باب العالی میں پیش کیا گیا۔ "دیوان" نے پیش کردہ پانچ شرائط میں
سے چار منظور کرلیں لیکن سلطانی اقتدار نظم و نسق کو قید و بند سے گرانبار کرنا منظور نہ کیا
ساری تگ و تاز یہاں پہنچکر ختم ہوگئی اصلاحات موجودہ کو قابل نفاذ بنانیکی مزید کوشش نہیں کیگئی
اور شاید ایسا کرنا ممکنات سے بھی نہ تھا اس دوران میں بغاوت کا میدان وسیع ہوتا گیا۔ اب
بوسینیا حرب و ضرب کیلئے مسلح ہوچکا تھا اور اسکا گورنر سلیم پاشا سرحد پار بھگا دیا گیا تھا جبل اسود
(مانٹی نگرو)، مداخلت کیلئے باضابطہ تیار ہو رہا تھا اور میلان نے سرویٰ افواج کی کمان روسی جنرل
(Tehernaief) چرنائیف کے سپرد کردی تھی۔ مئی میں بلغاریوں نے چند مسلمان
اہالیان بولیس کے قتل کے بعد علم بغاوت بلند کردیا۔ اہالیان جبل اسود (مانٹی نگرو)

**قونصلوں کا قتل کیا جانا، مئی ۱۸۷۶ء**

کے مسلح ہونے سے کوہستانی علاقۂ البانیا کے متوحش مسلمان
برافروختہ ہو رہے تھے۔ ایک انتقام دوسرے انتقام کا موجب
ہوا۔ یہاں تک کہ ۷ مئی کو فرانسیسی اور جرمن قنصل سالونیکا

[1] ہرٹسلٹ جلد ۴ - ۲۴۱۸

میں قتل کر دیے گئے ٭

تینوں بادشاہ برلن میں مصروف مشورہ تھے کہ اس المناک حادثہ کی خبر پہنچی معاً ہر ایک نے اپنے رشتہ ہائے روابط وابستہ ترک کرنے کا فیصلہ کر دیا "اور ۱۳ مئی کو انھوں نے ایک یادداشت شائع کی جس میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا تھا کہ گوشرائط گفت و شنید مسلمہ فریقین ہو چکے تھے ٹرکی میں اتنک کشاکش کا سلسلہ قائم تھا جس کی کچھ تو یہ وجہ ہو سکتی تھی کہ ایفائے وعدہ کے متعلق مہیا لی رعایا باالعالی سے بدظن ہو رہی تھی اور کچھ موخرالذکر کا یہ عذر تھا کہ باغی اضلاع میں اصلاحات نافذ نہیں کیجا سکتی تھیں۔ نظر براں دول یورپ کی تجویز یہ تھی کہ جہازی بیڑوں کی متحدہ قوت کو بر سر کار لایا جائے اور فریقین پر دو ماہ کے لئے التوائے جنگ کر دیا جائے اگر اب بھی کوئی تصفیہ نہ ہو تو مزید کارروائی عمل میں لائی جا سکتی تھی۔ یادداشت برلن کو فرانس نے منظور اور انگلستان نے مسترد کر دیا اور لارڈ ڈاربی نے اس حقیقت کا بجا طور پر اظہار کر دیا تھا کہ آخری مد کی وجہ سے یادداشت کی نہایت اصلی کے فوت ہو جانے کا امکان تھا۔ کیونکہ باغیوں کو یہ معلوم ہو جائے پر کہ ان کی مزید ثابت قدمی ان کے موافقت میں دول یورپ کی مداخلت کی محرک ہو گی یہ نا ممکن ہو جائے گا کہ وہ حرب و ضرب سے کنارہ کش ہو کر ہتھیار ڈالدیں۔ انگلستان کا احتجاج اس یادداشت کی پالیسی کے لئے مہلک ثابت ہوا ۱۳ مئی کو برطانوی بیڑا خلیج بسکہ میں پہنچکر لنگرانداز ہو گیا تھا اب دول یورپ کو انگلستان کے اس یکتا و منفرد طریقہ کا کیسا ہی کچھ تاسف کیوں نہ ہوتا، وہ ایک خدشے کا ازالہ دوسرا خدشہ پیدا نہیں کرنا چاہتے تھے ٭

اس اثنا میں نوجوان ترکی، یورپ کی دعوت جنگ کو نہایت شدت اور بے جگری کے ساتھ قبول کر چکا تھا سلطان عبدالعزیز جو اپنی بے اعتدالیوں کے باعث ضعیف اور از کار رفتہ ہو رہا تھا سالہا سال، دول یورپ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا رہا۔ اوائل مئی میں چھ ہزار دو سو طالبعلموں نے کوشک یلدیز پر تاخت کی اور

یادداشت برلن ۱۳ مئی ۱۸۷۶ء

وزیر محمود کی معزولی کا مطالبہ کیا جو روس کا طرفدار مشہور تھا سلطان نے منظور کر لیا لیکن ایسے انداز سے جسمیں ذرا شان تمکین نہ تھی انھوں نے اپنے مقربین سے قسم کھا کر کہا کہ جو سلوک میرے باپ نے ینی عسکریوں کے ساتھ روا رکھا تھا اسے میں الہیات کے طالب علموں سے روا رکھونگا، لیکن وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا خود اسی کو پیش آیا۔ ۳۰ مئی کو سلیمان پاشا کی سرکردگی میں سوفسطائیوں اور سپاہیوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ عبد العزیز معزول کیا گیا اور فوراً ہی قتل کر دیا گیا دوسری طرف نیم معذور و کمزور مراد باوجود اس کے کہ وہ روتا تھا اور عذر پیش کرتا تھا، زندان سے نکال کر تخت شاہی پر بٹھا دیا گیا۔ تین ماہ بعد "اقتدار و طاقت" کے بارے نے ذہن و دماغ کا بقیہ سرمایہ بھی تلف کر دیا۔ وہ بھی معزول کیا گیا اور سلطان عبد الحمید خاں اس کے بجائے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔

اسلام کے اس مرکزی ابتلا و مصیبت میں عیسائی رعایا کو اپنے تنفر اور حوصلہ مندیوں کو پورے طور پر کارفرما کرنے کا موقع ملگیا۔ ۳۰ جون کو سرویا نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ دو دن بعد جبل اسود (مانٹی نگرو) نے بھی اسی کا نقش قدم اختیار کیا لیکن ان دونوں کو اپنے اس بے محابا فعل کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔ اس روح اسلامی کے فیضان و تصرف سے جو از سر نو پیدا ہو گئی تھی، عثمانی افواج نے غیر متوقع استیلا و چیرہ دستی کا ثبوت دیا۔ چند ابتدائی فتوحات نے سلافیوں کے دل بڑھا دیئے تھے لیکن ان سے ان کے متضاد میلان و افکار کا بھی انکشاف ہو گیا تھا۔ سرویا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) کی افواج ہمدوش و ہمعنان نہ ہو سکیں۔ ہر ایک، دوسرے کے خرچ پر، آخری تقسیم میں منفعت اندوز ہونے کی تدابیر پر غور کر رہا تھا۔ ابتدائے فتوحات کے بعد تباہ کن شکستوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہانتک کہ اوائل ماہ ستمبر میں پرنس میلان کو بھاگ کر اپنے کوہستانی علاقوں میں پناہ گزین ہونا پڑا اور میلان پر خود اپنے ہی ملک میں ایسا دباؤ پڑا کہ ایسی ایک عارضی صلح اور یورپ کی مداخلت کے لئے جن کی صلاح و مشورہ کو وہ ہمیشہ ٹھکرا یا کیا، سراپا التجا بننا پڑا۔

سرویا اور مانٹی نگرو اعلان جنگ کرتے ہیں ۳۰ جون ۱۸۷۶ء

یادداشت برلن کی جانب انگلستان کا جو طرز تھا، اس نے مجالسۂ یورپ

کی مداخلت کو ناممکن بنا دیا تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ روس کا میلان یکہ وتنہا برسرِکار
ہونے کا کیسا ہی کچھ کیوں نہ رہا ہو، بسمارک کی علانیہ صاف گوئی کے مقابلہ میں وہ
اس خطرہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے کہ ممکن ہے اس طور پر آسٹریا کے ساتھ تعلقات
باہمی کی شکست ہو جائے، آمادہ نہ تھا۔ تاہم اسکا بھی امکان تھا کہ کسی وقت جذبۂ ملی
میں ایسا ہیجان وطغیان ہو کہ زار مداخلت کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ان حالات کے
ماتحت یہ امر قرین مصلحت تصور کیا گیا کہ دونوں حکومتوں کو بروقت کوئی تصفیہ کرکے
ہر ناگہانی حادثہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ۸ ر جولائی ۱۸۷۶ء کو شاہنشاہان الگزنڈر
اور فرانسس جوزف (Reichstadt) رائخشٹاٹ میں ایک دوسرے سے
ملاقی ہوئے اور ہر دو سلاطین نے اس مصلحت کو مدنظر رکھکر کہ فی الحال عدم مداخلت
کی پالیسی پر کاربند رہنا چاہئے، یہ طے کیا کہ اگر ترکی کے معاملات نے ترقی پذیر ہو کر روس
کو بلغاریہ میں داخل ہونے پر مجبور کیا تو آسٹریا، بوسینیا اور ہرزیگونیا پر قبضہ حاصل کرنے
کا مجاز ہوگا یہی فیصلہ آگے چلکر ایک معاہدہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا اسطور پر آسٹریا
کی غیر جانبداری حاصل کرنے کے بعد روس کے لئے ترکی میں مداخلت کرنا ممکنات
سے ہو گیا واقعات نے اسے جلد سے جلد ناگزیر بھی بنا دیا۔

**بلغاری سفاکیاں**
**مئی ۱۸۷۶ء**

عارضی صلح کی میعاد ختم ہوئی، فاتح عثمانی افواج نے سرویا میں پیشقدمی
شروع کردی، قلعہ (Alexinatz) الکسی ناتز مسخر ہو گیا، بلغراد
تک راستہ صاف تھا اور تمام سرویا ترکوں کے جذبۂ رحم وکرم کا محتاج (لیکن بلغاریہ کے
انجام نے اس جذبۂ رحم وکرم کی نوعیت کو بالکل واضح کر دیا تھا، اس اندیشہ سے کہ کہیں
انکی شمالی پیشقدمی کے بازو پر بغاوت نہ پھوٹ پڑے، عثمانی افواج نے انتہائی سفاکی اور
بیرحمی کے ساتھ، بغاوت کے اولین آثارات کو فنا کرنا شروع کر دیا غیر مرتب جنگ
آزماؤں کے ایک جم غفیر مسلمان بلغاریوں اور چرکسوں نے نامراد عیسائی مزارعین پر
دل کھول کر مظالم کئے اوباشوں کی خون آشام تیغوں نے لاکھوں کو وادی فنا میں
پہنچا دیا[1] (Chios) جزیرہ خیوس کی خونریزی کے بعد آج تک یورپ کی ضمیر میں

---

[1] مسٹر بیرنگ کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۶ء

اتنا اضطراب و ہیجان نہیں پیدا ہوا تھا۔ انگلستان میں مسٹر گلیڈاسٹون نے حکومت کی مشرقی پالیسی کے خلاف "بلغاری سفاکی" کو اپنی مسلسل تقاریر کا موضوع بنایا، ترکوں کے خلاف عام رائے سخت نفرت کی ہو گئی[1] حتیٰ کہ خود کابینہ وزارت میں آراء و افکار میں تزلزل واقع ہو چلا تھا کہ آیا وہ روایتی طریقہ جو اب تک حکومت عثمانیہ کی طرف رکھا گیا تھا، قائم رکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۵ ستمبر کو بابعالی نے شرائط صلح پیش کئے جس کی رو سے سرویا بچے کھچے اختیار و آزادی سے بھی محروم ہو جاتا تھا۔ یہاں پہنچ کر انگریزی حکومت نے بھی محسوس کیا کہ اس قسم کا تصفیہ ناممکنات سے تھا اور لارڈ ڈاربی نے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ اس معاملہ میں روس کی طرف سے ناگزیر پیشقدمی کا اظہار ہو، برطانیۂ عظمیٰ کی طرف سے بتوسل یہ شرائط پیش کئے گئے کہ سرویا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) علی حالہ اپنی حیثیت قائم رکھیں اور بلغاریہ بوسنیا اور ہرزیگونیا کو مقامی خود مختاری تفویض کی جائے۔ ان شرائط کو عام طور پر دول یورپ نے تسلیم کیا اور ۲۵ ستمبر کو یہ بابعالی میں پیش کر دی گئیں لیکن ترکی، سطوت سلطانی کا ایک چپہ بھی واگذاشت کرنے پر آمادہ نہ تھا اور دول یورپ کی سطحی ہمزبانی کے فریب میں نہ آکر، اپنی ضد پر قائم رہا۔ ان شرائط صلح کے نامنظور ہو جانے پر برطانوی سفیر نے، ایک آخری چارہ کار کی صورت میں، کم سے کم ایک ماہ کی التوائے جنگ کا مطالبہ کیا، جس کے اختتام پر تمام معاملات پر غور و پرداخت کرنے کے لئے قسطنطنیہ میں ایک کانفرنس منعقد ہوتی۔ اگر ترک اسے بھی نامنظور کرتے تو پھر اس خیال سے کہ بابعالی کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے ہز مجسٹی کی حکومت کی مزید مساعی کا بے سود ہونا ظاہر تھا، سر ہنری ایلیٹ کو واپس بلا لیا جاتا۔[2]

بابعالی نے اس کے جواب میں چھ ماہ کی عارضی صلح منظور فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ تمام سلطنت کی اصلاح کے لئے ۱۲ اکتوبر کو ایک نہایت مشرح اور بسیط اسکیم شائع کی گئی جس میں بوسینیا اور ہرزیگونیا کے لئے مخصوص انتظام مدنظر رکھے گئے تھے۔ یہ ایک شاطرانہ چال تھی۔ چھ ماہ کی عارضی صلح سے سرمائی لشکر کشی کا اندیشہ جاتا رہتا اور

---

[1] ملاحظہ ہو ایلی بہ لارڈ اے لوفٹس ۳۰ اکتوبر ۱۸۷۶ء ہرٹسلٹ جلد ۱ ص ۲۴۸۸ وغیرہ

[2] ملاحظہ ہو آرائے عام اور لارڈ بیکنس فیلڈ جلد اول صفحہ ۲۰ وغیرہ (جی کاسلیک، ملامسن)

اور ایک حقیقی اور آزاد دستور حکومت کے شائع ہو جانے سے برطانیۂ عظمی کی خیر سگالی جسے ان دنوں لغزش ہونے لگی تھی ایکبار پھر متیقن ہو جاتی اور اسمیں شک نہیں اپنی مشہور یا معمولی پالیسی کو برقرار رکھنے کے لیئے انگریزی کابینۂ وزارت کو محض ایک حیلہ کی تلاش تھی۔ سروی افواج ہیں جو افسر اور روسی رضا کاروں کی شریک تھی اسپر لارڈ ڈاربی نے اس بنا پر کہ "ان افواج نے جو تناسب پیدا کیا تھا وہ قریب قریب اعانت ملی کا مرادف تھا" صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ اس لئے اب روسی حکومت پر یہ دباؤ ڈالا کہ وہ ترکی کی تجاویز منظور کرلے اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اسکے نامنظور ہو جانے کے کیا یہ معنی ہیں کہ روسی حکومت نے جنگ کے لیئے عزم بالجزم کر لیا تھا آسٹریا اور فرانس نے عارضی صلح، فوراً تسلیم کرلی تھی، بسمارک کو کوئی اعتراض نہ تھا لیکن وہ روس کے آرا و افکار پر صاد کرنے کے لیئے آمادہ تھا ان آرا و افکار کی بہت جلد تشریح ہوگئی۔ ۲۴ اکتوبر کے ایک نوٹ میں (Gortschakoff) گورچاکوف نے یہ دلیل پیش کی کہ ایک طویل التوائے جنگ سے اقوام متعلقہ اور تمام یورپ کشیدگی اور کشاکش میں مبتلا رہینگے۔ روس کو اس امر پر اصرار تھا کہ انگلستان کی ابتدائی تجویز کے مطابق بابعالی ایک ماہ یا چھ ہفتہ کی التوائے جنگ پر کاربند ہو اسکے بعد مزید سلسلۂ مراسلت رہا جس سے باہمی آرا و افکار کی ناگفتہ بہ حیثیت کا انکشاف ہوا۔ روس نے اسکا خاتمہ کر دینا چاہا ۳۱ اکتوبر کو جنرل اگناتیف نے بابعالی

**روسی اعلان جنگ**

کی خدمت میں روسی اعلان جنگ پیش کیا جس میں فی الفور چھ ہفتہ کی التوائے جنگ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ دلیل بابعالی کے پسند خاطر ہوئی اور سر تسلیم خم ہوگیا۔ دوسری نومبر کو شاہنشاہ نکولس نے ایک حیرت انگیز مکالمہ کے

**زار اور لارڈ اوفٹس کا باہمی مکالمہ**

دوران لارڈ لوفٹس سے روسی روش کی تشریح و توضیح کی اور اسکے حق بجانب ہونے کا اظہار کیا اور جیسا کہ اس سے قبل نکولس اول نے کہا تھا اس نے بھی انگریزی قوم کی عقل سلیم سے اپیل

---

(۱) خصوصاً لارڈ کرزن کے وہ فقرے جو عثمانی سفیر کی تقریر پر گلڈ ہال کی ضیافت کے موقع پر کہے گئے تھے۔

کی اور یہ حقیقت پیش کی کہ اس اعلان کا موجب سروی افواج کی مکمل شکست
اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں بلغاریہ کو بھی انھیں مظالم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انسداد جنگ
کے لئے دول یورپ کی متفقہ کوششیں، باب عالی کی شاطرانہ چالوں کے مقابلہ میں
معطل ہو رہی تھیں اور بالفرض دول یورپ ان ہزیمتوں کو جو باب عالی کی طرف سے
نصیب ہو رہی تھیں قبول کر لینا گوارا بھی کر لیتے تو وہ خود اس طرز عمل کو روس کی
عزت، اقتدار اور اغراض و مقاصد کا ہم آہنگ نہیں تصور کر سکتا تھا۔ اسے اس بات کی بڑی فکر تھی کہ مجالس یورپ
سے علیحدگی کی نوبت نہ آئے لیکن حالات اور واقعات فی نفسہ ناقابل برداشت ہو رہے تھے اگر یورپ
کو جنبش نہ ہوئی تو پھر مجبوراً وہ یکہ و تنہا برسر کار ہوگا۔ اب سوال یہ تھا کہ انگلستان اور
روس اس بارہ میں کیوں نہ ہمدوش و ہمعنان ہوں، روسی تسخیر ہند کا خیال بالکل مہمل تھا،
رہا قسطنطنیہ اس کے متعلق اس نے بار دیگر اپنی عزت و ناموس کو درمیان دیکر کہا
کہ اس کا نہ تو اس قسم کا کوئی ارادہ تھا اور نہ اس کی آرزو[۵۱]۔ ۳ نومبر کو روسی شاہنشاہ
کے یہ مصالحت کے وعدے ایک مراسلہ میں شامل کر کے، برطانوی حکومت کے پاس بھیجدیئے
گئے اور اس بات کی استدعا کی گئی کہ یہ شائع کر دیئے جائیں۔ اس میں جس حقیقت کا
اعادہ کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ جہاں تک روس کا تعلق تھا، قرین عقل و مصلحت یہ
تھا کہ بحیرۂ اسود کی کلید ایسے ناتوان ہاتھوں میں ہو کہ روس کی تجارت کا یہ دروازہ نہ تو
کبھی بند کیا جا سکے اور نہ کبھی اس کی عافیت معرض خطر میں پڑ سکے۔ ترکی وہ اس نظام عمل کو بجا لایا
اس کے بعد اب کوئی چیز ایسی رہ جاتی تھی جو اپنے عیسائی ہم مشربوں کو مشرق میں
ایک ناقابل برداشت ظلم و تعدی سے نجات دلانے میں انگلستان کو مانع آسکتی تھی[۵۲]

**انگلستان ایک کانفرنس کی تجویز پیش کرتا ہے۔**

برطانوی حکومت کی طرف سے ان تقدیمات کا جواب لارڈ ڈاربی کا ۴ نومبر کا وہ گشتی مراسلہ تھا جس میں سلطنت عثمانیہ کی آزادی و سالمیت ملکی اور دول یورپ کے اس فیصلہ کی بنا پر کہ ان کی مداخلت کا مقصد مزید مقبوضات یا تجارتی مراعات کا حصول نہ تھا

[۵۱] ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰۶-
[۵۲] ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰۶ -

قسطنطنیہ میں ایک کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کیگئی تھی[1] لینڈن کے میئر کے خوان ضیافت پر
۹ نومبر کو لارڈ بیکنسفیلڈ نے جو تقریر کی تھی اور جس میں گو سرکاری عنصر نسبتاً کم تھا تاہم
باعتبار نتائج اسکے سنگین اور باوقعت ہونے میں کوئی کلام نہ تھا، اس نے اپنے
اُس رویہ کی نامناسب نوعیت کا صاف صاف اظہار کر دیا تھا جسے وہ روس
کی طرف سے اختیار کئے ہوئے تھا۔ اس نے کہا کہ "اگر کسی جائز مقصد
کے لئے انگلستان برسرکار ہو تو عملاً اس کے ذرائع اور وسائل لاانتہا تھے" زار کا
جواب اعیان ماسکو کے ایک مجمع کے سامنے اس حقیقت کا ایکبار پھر اعادہ کرنا
تھا کہ اگر وہ انجمن سلاطین یورپ کی طرف سے بالاجماع اُن ضمانتوں کو نہ حاصل کر سکا
جنکا وہ ترکی سے طلب کرنے کا مجاز تھا تو پھر اس اعتقاد کے ساتھ کہ ایسے مقصد میں
تمام ملک اس کا معاون اور مددگار رہوگا وہ یکہ وتنہا آمادہ کار ہوگا۔[2] اسکے ساتھ ساتھ ۹ نومبر
کو روس نے ایک اعلان شائع کیا جسمیں اس نے کانفرنس کی تجویز کو تسلیم اور اپنے صلح کے
وعدوں کا بار دیگر اعادہ کیا۔ اس نے کہدیا کہ تمام دول یورپ اصلاحات کی ضرورت
تسلیم کرتے تھے۔ ان کو محض ضمانت کی نوعیت سے اختلاف تھا لندن کی کابینۂ وزارت
نے اس مقصد مشترک کو ان شرائط ناموں کا ہم آہنگ بنانا چاہا جو ایام گذشتہ یعنی
سنہ ۱۸۵۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ لیکن تجربہ یہ بتاتا تھا کہ ان شرائط کے باعث ترکی
میں دول یورپ کا اثر بالکل بے کار و بے سود ہوکر رہ گیا تھا۔ اب اس حقیقت
کا احساس نہایت ضروری ہوگیا تھا کہ ان ضمانتوں کے مقابلہ میں جس کی انسانیت
امن و عافیت اور عیسائی یورپ کے احساسات طلبگار تھے ترکی کی آزادی اور
خودمختاری کو ثانوی حیثیت دیجائے۔[3]

تمام حکومتوں نے کانفرنس کی تجویز قبول کرلی تھی، ہر ایک صلح و عافیت
کا تسلط قائم کرنے پر متفق تھا لیکن یہاں پہنچکر انکا اتفاق ختم ہوگیا۔ انگلستان کی

---

[1] ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۱۶
[2] " " ۲۵۱۸۔
[3] ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۲۰۔

صدائے احتجاج کے باوجود روس نے اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ ترکی سے ایفائے وعدہ کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے بلغاریہ پر عارضی قبضہ کر چکا۔ اسکے معاوضہ میں وہ اس امر کے لئے آمادہ تھا کہ بوسنیا، آسٹریا کے تصرف میں رہے اور فرانسیسی اور برطانوی جہازات بحیرۂ مارمورا میں آمد و شد رکھیں۔ دوسری طرف انگلستان نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ بلغاریہ کو خود مختاری دیدی جائے جس سے بقول اندراسی نوٹ عثمانی سلطنت کی کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ صرف بسمارک ایسا تھا جس نے اس فرسودہ مسئلۂ مشرقی کے متعلق یہ حکم لگایا تھا کہ یہ "اسکی قیمت پومیرانیا کے ایک معمولی سپاہی کے برابر بھی نہیں" وہ ہر ایسے انتظام و تصفیہ میں جو دول یورپ میں وفاق واتفاق قائم رکھنے کے لئے عمل میں لایا جاتا ایک "ایماندار دلال" کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ تھا[1]۔ دسمبر کے دوسرے ہفتہ میں، سفرائے مطلق قسطنطنیہ پہنچے

**کانفرنس منعقدۂ قسطنطنیہ**

اور اس خیال سے کہ بابعالی کے سامنے اختلافات کا اظہار قرین مصلحت نہ ہوگا یہ طے پایا کہ ترکی نمایندوں کو حذف کرکے کانفرنس کے چند پرائیوٹ اجلاس کر لیے جائیں اور بشرط امکان کانفرنس کے باضابطہ اجلاس سے قبل جو صفوت پاشا کی صدارت میں ۲۳ دسمبر کو منعقد ہونے والا تھا کوئی معاملہ ترتیب دے لیا جائے۔ ابتدائی بحث مباحثہ کے بعد جو امور طے پائے تھے وہ کانفرنس کے باضابطہ اجلاس میں دول یورپ کے متفقہ فیصلہ کی صورت میں پیش کر دیئے گئے۔ اس کی رو سے قرار پایا کہ چند چھوٹے چھوٹے اضلاع جبل اسود (مانٹی نگرو) اور سرویا کے حوالے کر دیئے جائیں اور بلغاریہ، بوسینیا اور ہرزیگوینیا کو انتظامی معاملات میں آزادی حاصل ہو جائے۔ ان تمام ممالک میں عیسائی والیوں کا تقرر اور عثمانی افواج کو صرف قلعہ جات تک محدود رکھنا طے پایا۔ چرکس باشندے جو بلغاریہ میں آباد ہو گئے تھے ایشیا کو واپس کر دیئے جائیں اور آخر میں ان انتظامات کو نفاذ پذیر بنانے اور ان کی نگرانی کے لئے چھ ہزار کا سوئس اور بلجین جندارمہ مقرر کیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے بابعالی پر دول یورپ کے

[1] تقریر تاریخ ۱۹ فروری سنہ ۱۸۷۶ء۔ ہالن جلد ۳ صفحہ ۹۰

اسطور پر متفق اللسان ہونے کا اتنا اثر نہ ہوا جتنا ان کی تجاویز کے دور رس نتائج پر انقباض اور اشتعال ہوا ۱۱ر دسمبر کو ایک جوابی مظاہرہ کی حیثیت سے تمام عثمانی قلمرو

**عثمانی دستور حکومت کا اعلان ۱۱ر دسمبر ۱۸۷۶ء**

کے لئے ایک دستور حکومت کا، جسکا وعدہ نہایت احترام و تعظیم کے ساتھ، فرمان مورخہ ۴ر اکتوبر میں کیا گیا تھا، اعلان کیا گیا۔ اس کے بعد سے ترکی ایک آئینی حکومت کی صورت اختیار کرنے والا تھا، جو ایک انتخاب شدہ ایوان زیرین اولیٰ، سلطان کی نامزد کی ہوئی ایک مجلس سینات اور ایک کابینہ وزارت پر جو پارلیمنٹ کے ماتحت ہوتی، مشتمل ہوتی۔ ان حالات کے ماتحت کانفرنس مذکور کی طرف بابعالی کا جیسا کچھ طریق عمل تھا اس سے یہ اخذ ہوتا تھا گویا بابعالی کی صداقت اور استقامت کو کانفرنس کے طور و طرز سے چڑ کا لگ چکا تھا صفوت پاشا کی دلیل یہ تھی کہ ۱۸۵۶ء کے تصفیہ کی رو سے، عثمانی سلطنت اپنے حقوق کے اعتبار سے دیگر دول یورپ کی ہمسایہ تسلیم کی گئی تھی اور اب سلطان کے حقوق شہریاری میں خلل انداز ہونا اس لحاظ سے

**ترکی تجویز کانفرنس کو مسترد کرتا ہے۔**

اور زیادہ نامساعد اور نا فرجام تھا کہ یہ ایک ایسے موقع پر پیش کیا گیا تھا، جب سلطان خود اپنی رعایا کے لئے ایک ایسا دستور حکومت منظور کر رہے تھے جو بلا قید مذہب یا ملت دستخط، مساوات اور انصاف کی ان ضمانتوں کو محفوظ اور متیقن کر دیتا تھا جن کو کسی وقت یورپ صرف چند صوبوں کے لئے اور وہ بھی مخصوص مراعات کی حیثیت سے حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ بالآخر بابعالی نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ کانفرنس کے پروگرام کو مسترد کر دے بالخصوص ان دفعات کو جنکا تعلق ایک بین الاقوامی مجلس نگرانی اور اس حقیقت سے تھا کہ ممالک کے تقرر میں سلاطین غیر کی آرا و افکار کو دخل ہوگا۔

انجمن سلاطین یورپ کی ناکامیابی، اگر زار کی تہدید و تخویف بے حقیقت

---

[1] عثمانی دستور حکومت کے لئے ملاحظہ ہو ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۱۲۔

[2] مراسلات صفوت پاشا دہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۴۵۔

نہ تھی، اب روس کے یکہ وتنہا برسرکار ہونے کی متقاضی تھی۔ اب روس نے تمام دول یورپ کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اس امر کا استمزاج کیا تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے کس حد تک پیشقدمی کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ انگلستان نے اس جنگ کا سدباب کرنے کے لئے "جواب ناگزیر معلوم ہو رہی تھی" ایک آخری کوشش اور کی۔ اس کے اشارہ پر ۱۶ فروری کو ترکی نے سرویا کے ساتھ ایک صلحنامہ پر دستخط ثبت کئے جس کی رو سے جنگ سے قبل کی حالت وحیثیت برقرار رکھی گئی اور لندن میں ایک دوسری کانفرنس منعقد ہوئی جس نے بابعالی کے نام ۳۱ مارچ کو ایک متفقہ نوٹ اس مضمون کا بھیجا کہ مطلوبہ اصلاحات نافذ کردیجائیں اور سامان جنگ کو ایام صلح کی تعداد اور مقدار سامان جنگ تک محدود کر دیا جائے، بصورت دیگر یہ دھمکی دی گئی تھی کہ اگر بابعالی نے پیش کردہ امور پر توجہ نہ کی تو تمام یورپ اس پر ایک دفعہ پھر غور کریگا۔[1]

لیکن اب روس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا اور اس متفقہ نوٹ کے ساتھ جس چیز کا اضافہ کیا گیا تھا وہ عملی حیثیت سے روس کا اعلان جنگ تھا۔ اس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ اگر بابعالی واقعتاً دول یورپ کی اُن تجاویز کو عمل پذیر بنانا چاہتا تھا جن کا مسودہ میں تذکرہ تھا تو پھر اسے "غیر مسلح[2] ہونے کے مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے لئے ایک مخصوص سفیر سینٹ پیٹرسبرگ بھیجنا چاہیئے۔ اگر اس سفاکی و خونریزی کا ایکبار پھر اعادہ کیا گیا جو بلغاریہ میں روا رکھا گیا تھا تو روس اپنی ان تجاویز کو جو مجتمع افواج کو منتشر ہو جانے کے لئے اختیار کیجارہی تھیں روک دیگا۔ ۱۹ مارچ کو سلطان عبدالحمید خاں نے نہایت احترام کے ساتھ عثمانی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اور اسی احترام کے ساتھ روسی مطالبات اس میں پیش ہوئے نتیجہ ظاہر تھا۔ بابعالی کا جواب جسکی تصدیق وتوثیق عثمانی رعایا کے نمایندے کر رہے تھے مضبط کے خلاف صدائے احتجاج تھا بالخصوص روسی اعلان کے "ان ناپسندیدہ شرائط کے خلاف جو اسکے ساتھ شامل

---

[1] ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶۳۔

[2] ضمیمہ مضبط لندن ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶۵۔

سے تھے اور اس مفروضہ کے خلاف کہ روس کا غیر مسلح ہونا اُن مشکلات اور پیچیدگیوں کے ختم ہو جانے پر مشروط تھا جن کے متعلق سب جانتے تھے کہ غیر ملکی شورش پسندوں کی ریشہ دوانیوں کی رہین منت ہوئی تھیں پیغام کے آخری الفاظ یہ تھے کہ حکومت عثمانی کو یہ محسوس کر کے سخت اذیت ہوئی کہ دول یورپ نے نہ تو انصاف اور مساوات کے ان اصول مہمہ پر کافی غور کیا جن کو حکومت سلطانی اندرونی انتظامات میں برسر کار لانا چاہتی ہے اور نہ اسکے حقوق آزادی اور شہریاری کا کوئی لحاظ کیا[1]۔

اب پانسے پھینکے جا چکے تھے۔ ۱۶ اپریل کو روس نے رومانیا کے ساتھ اس شرط پر کہ اسکی آزادی و خود مختاری تسلیم کر لی جائیگی ایک معاہدہ پر دستخط کر دیے جس کی رو سے رومانیا نے اپنی حدود سے روسی افواج کو آزادی کے ساتھ گذر جانے کا ادن دیدیا ۲۴ اپریل کو زار نے ان باتوں کو زبردستی سے حاصل کرنے کے لئے جن کو دول یورپ ابتک ترغیب اور تحریص سے نہ حاصل کر سکے تھے[2] اپنی افواج کو عثمانی سرحد کو عبور کرنے کا حکم دیدیا۔

روس اعلان جنگ کرتا ہے۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء

برطانوی حکومت کے جنگجویانہ طرز عمل کے باوجود عملاً یہ جنگ روس اور ترکی کی باہمی زور آزمائی پر ختم ہوئی اسمیں شک نہیں جنگ کے ابتدائی مراحل میں اس کا امکان ہی نہ تھا کہ انگلستان کسی موثر طور پر مداخلت کر سکتا جمہوریۂ فرانس کو کرہمیا میں نپولین سوم کی حیثیت اختیار کرنے کی آرزو نہ تھی۔ آسٹریا کی غیر جانبداری کچھ تو یوں حاصل کر لی گئی تھی (Reichstadt) رائخ شٹاٹ سے اس کے متعلق معاملہ ہو چکا تھا اور کچھ روس کی طرف سے یہ ضمانت دیدی گئی تھی کہ وہ کسی مفتوحہ ترکی صوبہ پر قابض ہونے سے محترز رہیگا اور جنگ کے بعد آخری فیصلہ یورپین کانگرس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس رفاقت سے محروم ہو کر انگلستان نے بھی چار ناچار وہی کیا جو اسکے لئے ناگزیر تھا اور وہ بھی سوئے اتفاق سے حسب نسبت دیرینہ بھدے اور بھونڈے طور پر آغاز جنگ کے

[1] مراسلہ صفوت بنام (Musurus pasha) مسوروس پاشا ۹ اپریل ۱۸۷۷ء ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۸۱

[2] ملاحظہ ہوں مراسلات بکم مئی ۱۸۷۷ء د ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۶۰۸ اور گرینویل کے فقرے اُن

چند ہفتہ بعد ۸ جون کو انگلستان نے معاہدۂ غیر جانبداری پر اسی شرط کے ساتھ دستخط کر دیئے کہ روس مصر اور نہر سویز کی غیر جانبداری کا احترام کریگا اور قسطنطنیہ یا ابنائے باسفورس سے تعرض نہ کریگا۔

آغاز لشکر کشی میں حالات اور واقعات کلیتہً ترکوں کے موافق تھے،

**جنگ!**

یہ صحیح ہے کہ رومانیا سے متحد ہو جانے کے باعث روسی، دریائے ڈینوب کے پورے بائیں کنارہ پر قابض تھے لیکن عثمانی بیڑا بحیرۂ اسود پر مسلط تھا۔ اور ترکی مسلح کشتیاں دریائے اعظم میں برابر چکر لگاتی تھیں جس کے داہنے کنارہ پر دو لاکھ آدمیوں کے ساتھ احمد ایوب پاشا قابض تھا اس زبردست سد واسنداد کے باوجود، نہایت قلیل نقصان کے ساتھ دریا کا راستہ محفوظ کر لیا گیا۔ روس کی چھوٹی چھوٹی توپوں نے مسلح کشتیوں کو تباہ کر دیا۔ کاسکوں کی جماعت نے کامیابی کے ساتھ دریا سے گذر کر، ترکوں کی منتشر جماعتوں میں ابتری پیدا کر دی اور بالآخر ۲۴ جون کو جنرل زمرمانی اس نیت سے کہ عثمانی افواج اس مقام سے علیحدہ ہٹ جائیں، جہاں سے کہ یہ طے کر لیا گیا تھا کہ گرینڈ ڈیوک نکولس کی افواج نکلیں گی، ایک زبردست فوج کے ساتھ دریا کو عبور کر کے ڈبروجا میں داخل ہوا۔ یہ فریب کام کر گیا۔ ترک یہ سمجھ کر کہ زمرمان کا ڈویژن حملہ آور فوج کا مقدمتہ الجیش تھا نزدجن کے نشیبوں پر آگئے اور صرف چند پلٹنیں روسی افواج کا سدباب کرنے کے لئے رہ گئیں جسکا موقع ۲۶ جون کی شب میں سستووا کے مقابل زمنتزا میں پیش آیا۔ عثمانی افواج نہایت آسانی کے ساتھ منتشر کر دیگئیں اور بغیر کسی حرب و ضرب کے ۲۷ جون کو سستووا پر قبضہ ہوگیا۔ عیسائی افواج کی اولین کامیابی پر گرجاؤں میں خدا کا شکر اور اس کی تعریف کی گئی جس میں خود زار شریک تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آیندہ کیا کارروائی ہونی چاہیئے ترکی افواج کا بیشتر حصہ

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ چھوٹے چھوٹے بے شمار مظاہروں پر جو "مربیانہ غیر جانبداری" کے متعلق کیے گئے تھے۔ وہ مظاہرے جنھوں نے ہماری قوت یا اقتدار میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے اور جنکا عملی نتیجہ سوائے اسکے کہ وہ روس کی کدو کاوش کا موجب ہوا اور کچھ نہ ہوا"۔ ملا

اب جنرل زمرمان کے دو بدو روسی افواج کے اصل حصہ کے بازو پر اس مقام پر مجتمع ہو چکا تھا جس کے چار سمت قلعہ جات رسچک سلسٹریا، وارنا اور شملا ایک ذو اربعۃ الاضلاع کی صورت میں قائم تھے۔ حربی قواعد مستمرہ کا اقتضا تھا کہ غنیم کے حصۂ مرکزی پر وار کیا جائے اور قبل اسکے کہ اندرون ملک پیشقدمی کیجائے حملہ آور افواج کے بازو پر جو مضبوط مقامات ہوں وہ مسخر کر لئے جائیں لیکن جس سہولت کے ساتھ روسی افواج ڈینوب سے گذر سکی تھیں اس کی بنا پر قائدان لشکر نے غنیم کی طاقت کا نہایت حقیر اندازہ لگایا تھا۔ نہایت نمایاں اور تابناک فتوحات سے عیسائی رعایا کو دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کرنے کے لئے آمادہ و مستعد کرنا ضروری تھا۔ قلعہ جات سے عہدہ برا ہونے کی کوشش ایک نہایت سست اور غیر منفصل طریقہ کار تھا نظر بران یہ فیصلہ کیا گیا کہ بلقان سے یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچ جائیں اور اسطور پر ترکی طاقت وسطوت کے عین مرکز پر وار کر کے جنگ کو ایک نہایت شاندار انجام تک پہنچا دیں۔ یہ مہم سوار افواج کے ایک نہایت درخشندہ اور شاندار افسر جنرل گورکو کے سپرد کی گئی، ساتھ ہی ماتحت روسی افواج کا اصلی حصہ گرینڈ ڈیوک نکولس کے تحت میں خط دریائے جنترا پر قائم رہ کر ترکوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا اور ڈینوب اور رومانیا کے ساتھ سلسلۂ رسل و رسائل قائم کئے ہوئے تھا۔

۳ر جولائی کو گورکو نے بیلا سے کوچ کیا۔ ترنوو ا پر قبضہ کیا اور درۂ شبکہ سے بچتا ہنکوئی کے تنگ راستہ سے نکلتا اور کوہ بلقان سے گذرتا ہوا ۱۳ر مارچ کو کازانلک میں داخل ہو کر جنوب کی سمت سے بالکل غیر متوقع طور پر حملہ کر کے عثمانی فوجی چوکی کو شبکہ سے باہر نکالدیا۔ اس شاندار تاخت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ دو راستے جو پہاڑ کے اوپر سے گذرتے تھے روسیوں کے ہاتھ میں آگئے یرومیلیا اب حملہ کی زد میں تھا اور ادریانوپل۔ اور عثمانی دارالخلافت پر تاخت کرنا اب تقریباً کامیابی کا ذریعہ نظر آنے لگا تھا۔

لیکن یہاں پہنچکر صورت دگرگوں ہونے لگی ۱۱ر جولائی کو یہ خبر جبل اسود دمانٹی نگرو میں سلیمان پاشا کو پہنچی پانچ دن بعد انتی واری میں جہاز پر سوار ہوا ۱۹ر کو دیدی غاچ پہنچا، جہاں سے بسرعت تمام ریل سے سفر کر کے ترنووا اور قرابونار

کے درمیان، ایک زبردست فوج کے ہمراہ، حملہ آوروں کے راستہ میں حائل ہوگیا۔ اس کے داہنے بازو کا سلسلہ دمبر کا بو کے دہانوں سے گذر کر، کوہ بلقان کے پار عثمانی افواج کے اصلی حصہ سے جا ملا گورکو کو کئی معرکوں میں شکست ہوئی۔ یہانتک کہ وہ پسپا ہوتا ہوا درہ ہینکوئی سے گذر گیا اور اپنی تمام فتوحات میں سے وہ صرف درہ شپکہ پر قابض رہ سکا جہاں پر ترکی رجمنٹ نہایت شاندار لیکن بے سود جرأت و شہامت کے ساتھ جنرل رڈزکی کی خندق گیر افواج پر مردانہ وار ٹوٹ پڑیں مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا ۔

شمال میں روسیوں کی حالت اس سے بھی بدتر تھی پیرانہ سال احمد پاشا کی جگہ ایک فرانسیسی نومسلم محمد علی مقرر ہوا۔ اسنے اپنی تندہی اور جانفشانی سے جو غیر مشرقی صفات تھیں، نہایت دانشمندانہ فوجی نقل وحرکت سے روسی افواج کو پیشقدمی سے باز رکھا اور جنرل زمرمان کے لشکر کو دبروجا کی دلدلوں میں، جو موسمی بخار کا گہوارہ تھا، پھنسا دیا۔ اس سے بھی زیادہ ہیبت انگیز انجام روسی افواج کے داہنے بازو کا ہوا جو جنرل (Krudener) کروڈنر کے زیر کمان تھا کروڈنر نے ۱۶ جولائی کو نکوپولس پر قبضہ کر دیا تھا اور جنرل شلڈر کو پلونا پر قبضہ کرنے کی ہدایت کر دی تھی یہ مقام اس حیثیت سے نہایت اہم تھا کہ یہ نقطۂ اتصال تھا ان دو سڑکوں کا جنمیں سے ایک نکوپولس اور لواٹز کے درمیان تھی اور دوسری صوفیا اور ستوا کے درمیان۔ لیکن اسی اثنا میں عثمان پاشا چالیس ہزار افواج اور نوے

**عثمان پاشا پلونا میں**

توپوں کے ساتھ پلونا میں آگئے جسے انھوں نے جلد جلد خندقوں سے مستحکم کر دیا۔ شلڈر نے حملہ کے لیے پیشقدمی کی لیکن کچھ اس بے ترتیبی سے کہ پسپا ہوا کیلا اور نکوپولس ہی میں جاکر پناہ گزیں ہو سکا۔ کروڈنر جو اس حادثہ کی تلافی کے لئے نہایت سرعت کے ساتھ پیشقدمی کر رہا تھا شلڈر کا ہم نصیب ہوا۔ اسکا حملہ آٹھ ہزار اتلاف جان کے ساتھ پسپا کیا گیا اور بالآخر اس نے مجبور ہوکر اپنی خراب و خستہ بٹالین، کے ساتھ ڈینوب پر جا دم لیا۔

اب جنگ کا سارا نقشہ یک بیک بدل گیا تھا۔ زار بگرنڈ قسطنطنیہ پر فاتحانہ شوکت وجلال کے ساتھ پیشقدمی کرنے کا وہ خواب جو باوجود گذشتہ تلخ تجربات کے

روسی ابتک دیکھ رہے تھے، نسبتاً مفید ہو گیا۔ فی الحال تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عثمانی
سلطنت نہیں بلکہ روسی سلطنت، موت و حیات کی کشاکش میں مبتلا اور تمام یورپ
کی نظریں انتہائی بیم و رجا کے ساتھ اس محاربہ پر جمی ہوئی تھیں جو بلغاریہ کے ایک معمولی
شہر کے گرد ہو رہا تھا اور جس کے انجام سے ساری مشرق کی قسمت وابستہ تھی۔ روسی
مستقر جنگی میں اس خطرہ کا پورا احساس تھا۔ گرینڈ ڈیوک نکولس نے محمد علی کی نقل و حرکت
پر نظر رکھنے کے لئے فوج کا ایک حصہ چھوڑا اور فوج کے اصلی حصہ کو جس کی تعداد ۱۰۰ ہزار
تھی ہمراہ لیکر بسرعت تمام پلونا پہنچا یہاں پہنچکر ۱۱ ستمبر کو اس نے ایک زبردست
حملہ کیا جس کے متعلق امید واثق تھی کہ وہ پچھلی ناکامیوں کی کافی سے زیادہ تلافی
کریگا، اسکا انجام سنگین تر ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ داہنے بازو پر رومانیوں اور
بائیں بازو پر سکوبلیف نے ترکی مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن مرکزی حملہ ہولناک
خونریزی کے ساتھ جس میں سولہ ہزار مقتول اور مجروح ہوئے پسپا کر دیا گیا۔

ان سب سے زیادہ تہلکہ انگیز وہ خبر تھی جو ایشیا سے موصول ہوئی جہاں
مختار پاشا نے روسی حملہ آوروں کو جو میلیکاف کے زیر کمان تھے سرحد پار بھگا کر
غازی کا لقب حاصل کر لیا تھا۔ ان مزید بالائے مزید ناسازگاریوں کی بنا پر نظام لشکر کشی
میں تغیر و تبدیل لازم آئی کیونکہ ایسی حالت میں جبکہ کوچ کے راستہ پر داہنی سمت پلونا تسخیر
ہوتے سے رہ گیا تھا اور بائیں سمت محمد علی کی مرتب افواج پڑی ہوئی تھیں، قسطنطنیہ
پر پیشقدمی کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ چند ہفتوں تک اسکے سوا اور
کچھ نہ ہوا کہ ترکی افواج ذوار بعۃ الاضلاع سے نکل کر کوئی جارحانہ کارروائی نہ شروع کرنے
پائیں۔ دوسری طرف از دست رفتہ سطوت و عظمت کو از سر نو حاصل کرنے کے لئے
سلطنت کے تمام ذرائع اور وسائل بر سر کار لائے جا رہے تھے۔ یہ اسطور پر ممکن تھا
کہ عثمانی سپہ سالاروں کے نائبین ناکارہ بھی تھے اور رشک و رقابت کے شکار
بھی اور دوسری طرف ترکوں کا وہ ناقابل علاج اعتراض تھا جو ہمیشہ جانبازانہ اقدام کے
خلاف پیش کیا جاتا تھا۔ محل شاہی کی ایک سازش کی بنا پر قوی العزم محمد علی معزول کیا گیا
اور اسکے بجائے سلیمان پاشا مقرر ہوا جو اتنا مستعد اور قابل سپاہ سالار تو تھا مگر بد دیانت
اور مرتشی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہتر و مساعد موقع جسکے بار دیگر پیش آنے کا امکان

نہ تھا ہاتھ سے نکل گیا۔ اب بجائے اسکے کہ وہ دریائے ڈینوب کے پار دھکیل دیے جاتے، روسیوں کو سسٹووا کے گرد تین لاکھ افواج جمع کرنے اور پلونا کو حملہ سے ناقابل تسخیر سمجھکر، فاقہ زدگی میں مبتلا کر کے مطیع و منقاد بنانے کے لئے ایک نہایت زبردست تیاری کا موقع مل گیا۔ محاصرہ کرنے والی افواج کا انتظام، مدافع سپاسٹوپول ٹوڈلیبن کے سپرد کیا گیا اسکی نگرانی میں، دلیران عثمانی کے گرد ایک آہنی حصار قائم کر دیا گیا، دوسری طرف روسی جم غفیر پلونا کے تسخیر ہوتے ہی رومیلیا اور دارالخلافت عثمانی پر ٹوٹ پڑنے کے لئے جنوب میں، بلقان کی سمت پھیلتا جا رہا تھا۔ ایک طویل محاصرہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے عثمان پاشا کے پاس کافی ذخیرۂ خورونوش موجود نہ تھا اور روسی محاصرہ کے مکمل ہو جانیکے بعد شہر کا مسخر ہو جانا صرف چند ہفتوں کا معاملہ رہ گیا تھا۔ تمام ذخائر ختم ہو جانے کے بعد ۱۰ دسمبر کو عثمان پاشا نے روسی صف کو چیر کر نکل جانے کی ایک نہایت جانبازانہ کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی اور ایک خونریز معرکہ کے بعد اپنی بقیہ افواج کے ساتھ ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہو گئے تو

اب روسیوں کی جنوبی پیشقدمی کا آغاز ہوا۔ ترکوں کی تمام مساعی کے باوجود درۂ شپکہ روسیوں ہی کے قبضہ میں رہا اور بلقان پر ان کی پیشقدمی کی معقول مزاحمت بمشکل کہیں کیجا سکی۔ بدنصیب ترکوں پر ناسازگاریوں کا ہجوم ہونے لگا۔ ایشیا میں مختار کی مہمات یکبیک ختم ہو گئیں۔ روسیوں نے ایکدفعہ پھر سرحد عبور کر لی ۱۸ نومبر کو قارص پر انکا قبضہ ہو گیا تھا اور وہ اب ارض روم پر پیشقدمی کر رہے تھے۔ دوسری طرف جنوب میں ان کا طلیعہ یعنی مقدمۃ الشکر طرابزون تک پہنچ چکا تھا۔ ۲۴ دسمبر کو سرویوں نے بار دیگر اعلان جنگ کر دیا تھا اور قدیم سربی دارالحکومت پر زرندان کی تگ و تاز کی زد میں آچکا تھا انھوں نے ایک ترکی ڈویژن کو گرفتار کر کے خط بلقان کو مغرب کی طرف سے عبور کر لیا تھا حملہ کے اس بے پناہ سیل کو روکنے کے لئے سلیمان ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ ذوا ریقہ الاضلاع سے جنوب کی طرف نہایت سرعت کے ساتھ بڑھا۔ لیکن روسی پیشقدمی اب ناقابل انسداد تھی۔ یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو گورکو نے بوگا رود پر قبضہ کیا۔ ۵ کو صوفیا میں داخل ہوا اور اپنے سامنے سے ترکوں کو پسپا کر کے فلپوپولس تک پہنچا دیا اور دس دن تک جنگ کرنے کے بعد ۱۷ کو انھیں شکست دیدی۔ سلیمان، گورکو کی مظفر و منصور

افواج اور اس جدید ڈویژن کے درمیان گھر کر جو ڈٹز کی کے تحت بن شبکہ سے پیشقدمی کر رہا تھا، پسپا ہونے پر مجبور ہوا اور بالآخر ۲۰ جنوری کو گورکو فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ ادرنہ میں داخل ہوا۔

**انگلستان کا طرز عمل** حکومت برطانیہ قسطنطنیہ پر روسیوں کی تیز و سریع پیشقدمی کا ترقی پذیر اضطراب کے ساتھ مشاہدہ کر رہی تھی۔ آسٹریا کے مثل انگلستان کی غیر جانبداری ابتدا سے مشروط تھی اور ۱۳ دسمبر کو لارڈ ڈاربی نے کاؤنٹ شوالوف (Schuvaloff) کو ایک یادداشت بھیجکر اپنی اُس دلی تمنا کا اظہار کیا تھا کہ روس، قسطنطنیہ یا ادرنہ پر قبضہ کرنے سے محترز رہیگا اور اس امر کو بھی واضح کر دیا تھا کہ بصورت دیگر، برطانوی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھ کر حکومت برطانیہ جو تدابیر مناسب خیال کرے گی عمل میں لائیگی۔ پرنس (Gortschakoff) جاگوف کی اس استدعا پر کہ اغراض و مقاصد متذکرہ کی توضیح کر دیجائے تاکہ اس کے متعلق روس سے کوئی معاملہ کیا جا سکے۔ ۱۳ جنوری ۱۸۷۸ء کو لارڈ ڈاربی نے انگلستان کے اس اعتراض کا دوبارہ اعادہ کیا کہ کوئی ایسا فعل عمل میں نہ لایا جائے جس سے درۂ دانیال کے روس کے قابو یا اختیار میں آجانے کا امکان ہوسکتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی دریافت کیا تھا کہ آیا پرنس (Gortschakoff) گورچاکوف یہ یقین دلا سکتا تھا کہ جزیرہ نمائے گیلی پولی پر روسی افواج کا قبضہ نہ ہو جائیگا۔ اس آخری مذکور روسی حکومت نے فوراً اس شرط پر منظور کر لیا کہ وہاں کوئی ترکی فوج نہ جمع ہو اور خود انگلستان اس پر قابض ہونے کی کوشش نہ کرے۔ اس انتظام کے بعد برطانوی کابینۂ وزارت فی الحال مطمئن ہوگیا اور اس خبر نے کہ ترکی سفرائے مطلق عارضی صلح کی شرائط طے کرنے کے لیئے روسی مستقر جنگی کی طرف روانہ ہوگئے اس بات کی امید دلائی کہ اب جلد تصفیہ ہو جائیگا۔[1]

پلونا کی قسمت کے فیصلہ کے بعد ہی حکومت عثمانیہ نے مشترکہ اور متحدہ مداخلت کے لئے دول یورپ سے اپیل کر دی تھی۔ یہ نامنظور ہوئی لیکن بابعالی نے

[1] ملاحظہ ہو تقریر لارڈ بیکنسفیلڈ (ہنسارڈ جلد ۲۳۷ صفحہ ۲۵)۔

ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں علیحدہ اپیل کی تو دیگر دول یورپ کی مکمل رضامندی کے ساتھ، انگلستان نے متخاصمین کے درمیان اپنی مصالحت نیک بطور واسطہ اور شفیع پیش کردیں۔ یہ برطانوی یادداشت کے جواب میں زار نے جنگ کو ختم کردینے اور سلسلۂ گفت و شنید کے آغاز کرنے میں اپنی آمادگی اور اشتیاق کا اظہار کیا۔ لیکن اس نیک میلان میں بظاہر اس کے جنرل شریک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ عثمانی سفرا کرانلاک میں گرینڈ ڈیوک نکولس سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن گفت و شنید کا باضابطہ سلسلہ اسوقت تک شروع نہ ہوا جب تک کہ روسی ستقر جنگی ادرنہ میں قائم نہ ہوگیا۔

اس توقف نے برطانوی حکومت کے اندیشوں کو بیدار کردیا۔ ۱۷ جنوری کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس خاص طلب کیا گیا اور ملکہ کی تقریر میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اگر بدقسمتی سے سلسلہ جنگ کو طول دیا گیا تو بعض غیر متوقع حادثات کی بنا پر، بطور حفظ ماتقدم بعض تدابیر کا اختیار کرنا لازم آئیگا جس کے لئے پارلیمنٹ کی فیاضی اور سیرچشمی سے اپیل کیجائیگی۔ ایک ایسا بیان جس کے الفاظ اس درجہ احتیاط کے ساتھ ترتیب دئے گئے ہوں بمشکل تہدید جنگ کا مرادف ہوسکتا تھا۔ تاہم اس سے حکومت کے میلان خاطر کا پتہ لگتا تھا۔ اسمیں شک نہیں کابینۂ وزارت میں نہایت اہم اختلاف آرا کا اظہار ہو رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ صلح و عافیت کا قیام، جہانتک یہ برطانوی اغراض و مقاصد کے ہم آہنگ ہوسکتا تھا ہر وزیر سلطنت کے پیش نظر تھا لیکن یہاں پہنچکر ان کا اتفاق و اتحاد ختم ہوگیا اراکین کا بیشتر حصہ جس کی سربراہی لارڈ بیکنسفیلڈ کر رہا تھا، اس کا قائل تھا کہ اگر برطانیہ کے اس ارادہ کا نہایت نمایاں طور پر مظاہرہ کیا جائے کہ روس کی وعدہ شکنی کا ازالہ بزور شمشیر کیا جائیگا تو وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے وعدہ پر قائم رکھا جاسکتا ہے۔ لارڈ ڈاربی اور لارڈ کارناروَن کا اعتقاد تھا کہ جب تک روس ان شرائط سے انحراف نہ کرے جن کی بنا پر اس نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا تھا، اسوقت تک اس قسم کے

انگلستان اور روس کے درمیان اندیشۂ جنگ

برطانوی کابینۂ وزارت میں اختلاف رائے

منظاہرے نہ تو جائز تھے اور نہ قرین مصلحت کیونکہ بہت ممکن تھا کہ ان سے وہی خرابیاں رونما ہوں جنکا سدباب کرنے کیلئے یہ وضع کیئے گئے تھے اور نہ پر روسی قبضہ کی خبر پہنچی تو ۲۳ر جنوری کو کابینۂ وزارت نے جنگی جہازات کو گیلی پولی بھیجنے کا فیصلہ صادر کردیا لارڈ ڈاربی بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہتا تھا لیکن روسی شرائط صلح وصول ہونے پر اسے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنیکی ترغیب دیجاسکی، اور لارڈ بیکنسفیلڈ نے جنگی جہازات کے لئے جو احکام صادر کئے تھے ان کو منسوخ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ۲۸ر جنوری کو کابینۂ وزارت نے اس مقصد کو پیش نظر رکھکر کہ روس ان عہد ناموں کی خلاف ورزی نہ کرنے پائے جو آبنایوں میں جہازوں کی آمدورفت سے متعلق تھے چھ لاکھ پونڈ کی رقم منظور کئے جانیکی تحریک پیش کرکے اپنے اس ارادہ کا اعلان کردیا کہ اگر کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا تو اس کا ارادہ جنگ سے بھی دریغ نہ کرنے کا تھا۔

تین دن بعد ۳۱ر جنوری کو روسی اور ترکی نمایندوں نے اورنہ میں ایک نوشتہ پر اپنے دستخط ثبت کردئے جس میں ”عارضی صلح“ کے قیام کے لئے متخاصمین کے درمیان صلح کے ابتدائی ارکان کی تشریح وتوضیح کی گئی تھی۔ اس تحریر کی رو سے باسفورس اور دردہ دانیال میں روسی حقوق کی تصدیق کی گئی۔ طے پایا کہ تاوان جنگ جس کی نوعیت بعد کو متیقن ہوگی روس کو نقصانات جنگ کی تلافی میں ادا کئے جائینگے۔ بلغاریہ کو

مضبطہ اورنہ-۳۱ر جنوری ۱۸۷۸ء

ایک خود مختار اور باجگذار ولایت کی حیثیت دیجانی طے پائی۔ اس کی حکومت قومی وعیسائی ہوگی اور ایک قومی ملیشیا بھی ہوگی۔ جبل اسود، رومانیا اور سرویا کو خود مختاری دیجائیگی جبل اسود کی مقبوضات وسیع کیجائینگی، رومانیا کو تاوان جنگ مقبوضات کی شکل میں ادا کیا جائیگا اور سرویا کے سرحدی بندوبست کی تصحیح وتعدیل کیجائیگی۔ بوسینیا اور ہرزیگوبنیا کو اپنے انتظامی معاملات میں کافی ضمانت کے ساتھ خود مختاری تفویض ہوگی اور اسی قسم کی اصلاحات دیگر عیسائی صوبوں میں نافذ ہونگی۔ اسی روز عارضی صلح کے معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے وِڈِن، رسچک اور سلستر کے قلعہ جات روس کے حوالہ کئے گئے اور بلغاریہ میں ترکوں کا قبضہ صرف وارنا کے ضلع پر قائم رکھا گیا اور روسیوں کو اس مقام تک بڑھنے کی اجازت

دیدی گئی جہاں سے قسطنطنیہ صرف چند میل کے فاصلہ پر رہ جاتا تھا۔

اس عارضی صلح کے شرائط کے مطابق گرینڈ ڈیوک نکولس نے بڑھ کر اپنا مستقر جنگی چیلیج پر قائم کیا جہاں سے قسطنطنیہ کے منارے نظر آتے تھے۔ یہ جنگ کے قواعد مستمرہ کے مطابق تھا اور جہانتک ضابطہ کا تعلق تھا یہ اُس معاہدہ کے منافی نہ تھا جو روس اور انگلستان کے مابین ہو چکا تھا۔ تاہم نوبت یہانتک پہنچی کہ برطانوی بیڑہ کو درۂ دانیال سے گذرنے کے متعلق جو اعتراض لارڈ ڈاربی نے کیا تھا اسے اس نے واپس لے لیا اسی بنا پر "جان و مال کی حفاظت کے لئے" دو جنگی جہاز کو گیلی پولی سے اور ایک کو "جزائر الملوک" سے کچھ فاصلہ پر قائم اور مستعد ہو جانے کا حکم نافذ کر دیا گیا۔

**روسی، قسطنطنیہ کے سامنے!**

اب موقع نہایت نازک ہو گیا تھا اسمیں شک نہیں کہ روس اور انگلستان کے درمیان ایک جدید مکالمہ ترتیب دیا گیا جس کی رو سے مؤخر الذکر نے اپنی افواج کو خشکی پر اتارنے اور اول الذکر نے خطوط بولیر پر قبضہ کرنے سے محترز رہنے کا وعدہ کیا لیکن کسی ایک ماتحت افسر کی نافہمی سے شعلۂ جنگ کے بھڑک جانیکا اندیشہ تھا۔ آسٹریا کے بھی تیور بدلے ہوئے تھے اور کاونٹ اندراسی نے علی الاعلان اس امر کا اظہار کر دیا تھا کہ وہ چند شرائط جو ادرنہ میں طے ہوئی تھیں آسٹریا ہنگری کے اغراض و مقاصد کے منافی تھیں۔ اور ان سب خطروں پر مستزاد یونان کا یہ احساس تھا کہ اس عام اخوت یونانی کے خواب کو عمل پذیر بنانے کا موقع آگیا ہے جس کی رو سے وہ تھسلی ایپائرس کریٹ اور مقدونیہ کو اپنے اکلیل شہریاری سے وابستہ کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے ۲ر فروری کو ٹرکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن یہ ایک ایسا موقع تھا جہاں دول یورپ ہم آہنگ تھے۔ ان کی متفقہ صدائے احتجاج اس تہدید کے ساتھ مرکب ہو کر کہ عثمانی جنگی جہاز پیرئیوس پر ٹوٹ پڑینگے اس بے وقت مظاہرہ کا سد باب کر دینے کے لئے کافی ثابت ہوئی

**یونان اعلان جنگ کرتا ہے اور دبا دیا جاتا ہے۔**

اب یہ حقیقت روز بروز واضح ہوتی جا رہی تھی کہ ایک خطرناک موقع اور

حالت سے نجات پانیکی صورت صرف دول یورپ کی ایک کانگرس ہو سکتی تھی۔ انگلستان اور آسٹریا دونوں نے نہایت واضح طور پر اس امر کا اظہار کر دیا تھا کہ جنگ کے بعد جو تصفیہ ہوگا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے "یوروپین" ہوگا اور

**ایک کانگرس کی تجویز پیش کیجاتی ہے**

۵ رفروری کو کاؤنٹ اندراسی نے دول عظمیٰ کو ایک کانفرنس میں باضابطہ مدعو بھی کر دیا تھا بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کی بنا پر روس کو ایک ایسا راستہ اختیار کرنا پڑا جس کی رو سے فتح وظفر کے اُن ثمرات کا اس کے ہاتھوں سے نکل جانیکا اندیشہ تھا جنکو وہ قریب قریب حاصل ہی کر چکا تھا۔ اس نے اپنی فتوحات نہایت گراں قیمت پر حاصل کی تھیں اور اس کی خستہ اور ماندہ افواج اب اس قابل نہیں رہ گئی تھیں کہ وہ کسی ایسی جدید مہم سے عہدہ برآ ہو سکتیں جس میں شاید انگلستان اور آسٹریا اس کے خلاف صف آرا ہوتے رومانیا میں بھی کچھ تمرد کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ وہ اس تجویز کے خلاف کہ دبروجہ کے مبادلہ میں جو کم پسندیدہ تھا روس کو بیسربیہ حوالہ کر دیا جائے، صدائے احتجاج بلند کر چکی تھی۔ باوجود اس کے کہ بسمارک نے علی الاعلان آسٹریا کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا، روس کو یہ توقع تھی کہ دول یورپ کی کانگرس میں اس طرز عمل کی بنا پر جو اس نے ۱۸۷۰ء کی جنگ میں اختیار کر رکھا تھا، جرمنی کلیتہً اسکا ہمساز و دمساز ہوگا۔ بنابراں روس کی طرف سے پرنس (Gortschakoff) گورچاکوف نے دول یورپ کی ایک کانگرس کے لیئے اپنی رضا دیدی ؎

**عہدنامہ سان اسٹیفانو ۳ مارچ ۱۸۷۸ء**

قبل اس کے کہ ابتدائی ضروری مراحل طے ہوتے معاہدہ ادرنہ ۳ مارچ کو عہدنامہ سان استیفانو میں تبدیل ہو چکا تھا، اس تحریر میں دوسرے دول یورپ کے احساسات کو پیش نظر رکھنے کا کوئی میلان نہیں پایا جاتا تھا۔ یہ حقیقتاً یورپ میں عثمانی اقتدار کے خاتمے پر دال تھا یا ہو سکتا تھا۔ بشرطیکہ یہ کبھی موثر ہو سکتا! ایک نہایت ہی سنگین تاوان جنگ عائد کیا گیا تھا جس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں باطوم، اردھان اور قارص ایشیا میں اور دبروجہ یورپ میں روس کے حوالہ کر دیئے جاتے اور موخرالذکر بیسربیہ کے مبادلہ میں رومانیا کے حوالہ کیا جاتا جسکی وجہ سے روسی سرحد ایکبار پھر ڈینوب تک

پہنچ جاتی۔ سرویا، رومانیا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) کو خود مختار مملکتوں کی حیثیت تفویض کیجاتی جس میں سرویا کو اضلاع نش اور مٹر و وٹزا حاصل ہوتے اور جبل اسود کے رقبہ مقبوضات میں بوسینا کے خرچ پر کچھ اضافہ کیا جاتا اور ساحل اڈریاٹک کے دو بندرگاہوں (Duloigno) ڈولسی نیو اور انتی واری کا اضافہ کر کے مزید وسعت پیدا کر دینے کی تجویز تھی۔ روس اور آسٹریا کی تحفظ و نگرانی میں بوسینیا اور ہرزیگونیا کو ادارات آزاد تفویض ہوجاتے لیکن ان سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ بلغاریہ کو ایک خود مختار ولایت کی حیثیت دیجانی زیر تجویز تھی جس کی وسعت ڈینوب سے مجمع الجزائر تک ہوتی اور جس میں کوہ بلقان کی شمال میں، بلغاریہ کے علاوہ، مشرقی رومیلیا اور مقدونیہ شامل ہوتے۔ بلغاریہ عظمیٰ کو جو یورپین ٹرکی کے بقیہ حصہ کو دو مساوی حصہ میں تقسیم کر دیتا ایک منتخب شدہ حکمران اور اسمبلی دیجاتی۔ ایک روسی کمشنر کی نگرانی میں جسکا تقرر دو سال کے لئے ہوتا اور جس کی پشت پناہی کے لئے پچاس ہزار افواج قابضہ موجود ہوتیں اسمبلی مذکور پر ایک دستور حکومت وضع کرنے کا فرض عائد ہوتا تھا آخر میں یہ طے پایا کہ سواحل ڈینوب کے سارے قلعے منہدم کر دئے جائیں کریٹ کا انتظامی بندوبست ان معاہدات کی رو سے عمل میں آنیوالا تھا جو آخری ہنگامہ بغاوت کے بعد ۱۸۶۸ء میں وضع کیے گئے تھے۔ یہ بھی قرار پایا کہ دیگر عیسائی صوبہ جات کو بھی چند موعودہ حقوق تفویض ہوں اور آرمینیا کو بہتر حکمرانی کی ضمانت دی جائے[1]۔

عہد نامہ سان استیفانو دول یورپ کے بدترین اندیشوں کا ترجمان تھا۔ آسٹریا نے اس حقیقت کو محسوس کیا کہ اب وہ زمانہ قریب آگیا ہے جب اسکی وہ تمام حوصلہ مندیاں جنکی رو سے وہ سلانیک اور مجمع الجزائر تک پہنچنا چاہتا تھا منقطع ہو جائینگی۔ انگلستان کو مشرق میں اپنا اثر و اقتدار زوال پذیر نظر آنے لگا۔ انکا

**آسٹریا اور انگلستان مسلح ہوتے ہیں**

طرز عمل بہت جلد ان کے اندیشہ کا آئینہ بنگیا۔ اندراسی نے بوسینیا اور ہرزیگونیا پر فوجی قبضہ کرنے کی نیت سے جیسے وہ

[1] ملاحظہ ہو وہ نقشہ جو آخر میں شامل ہے۔

بمشکل مخفی رکھ سکا تھا چھ کروڑ گلڈن کے لئے مجلس مندوبین میں تحریک پیش کی اور اسکی منظوری بھی حاصل کرلی، حکومت برطانیہ نے افواج محفوظہ کو طلب کرلیا۔ مالٹا کی افواج میں اضافہ کیا۔ اور ہندوستان سے افواج طلب کرنے کا انتظام کیا۔ لارڈ ڈاربی نے جس نے ابتک اپنا ابتدائی طرز اختیار کر رکھا تھا، استعفا دیدیا اور ۲۸ مارچ کو لارڈ سالسبری نے وزارت خارجہ کی عنان اپنے ہاتھ میں لی انعقاد کانگرس کے لیئے جو سلسلہ گفت وشنید قائم تھا اور جس طور پر ابتک اسمیں تاخیر ہو رہی تھی اس سے جنگ کے وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ انگلستان کا یہ مطالبہ تھا کہ روس معاہدہ سان استیفانو کو کانگرس میں پیش کردے تاکہ اس امر کا اندازہ لگایا جا سکے کہ یہ موجودہ عہدنامجات سے کس حد تک متغائر و متناقض ہے۔ روس کو اس بات سے انکار نہ تھا کہ دول یورپ کو اس عہدنامہ کی ہر مد کو معرض بحث میں لانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن وہ اس بات کا البتہ دعویدار تھا کہ اس بحث مباحثہ سے جو نتیجہ برآمد ہوتا اس کے منظور یا مسترد کردینے کا اسے حق حاصل تھا لیکن اگر وہ خود اس عہدنامہ کو من حیث الکل پیش کرتا تو شاید ایسا کرنے کا امکان نہ ہوتا لارڈ سالسبری نے یکم اپریل کو ایک گشتی مراسلہ شائع کیا جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ یہ تمام عہدنامہ موجودہ بین الاقوامی معاہدات سے متغائر و متناقض ہے اور اس بنا پر کہ یہ برطانوی اغراض و مقاصد کے لیئے مہلک ہے اور روس کو مشرق میں اس سے نہایت سنگین تفوق حاصل ہو جاتا تھا، اسے مورد لعن وطعن قرار دیا تھا (Gortschakoff) گورچاکوف کو ابتک یہ فکر لاحق تھی کہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے اور اس نے اس آتش غیظ وغضب کو فرد کرنے کے لیئے ایک جواب بھی بھیجا۔ امن وعافیت کے قیام میں بسمارک بھی مسلسل کوشاں رہا اور اس راستہ میں سب سے طویل قدم اُن اعتراضات کی تشریح و توضیح تھی جو اُن دو سلطنتوں کی طرف سے پیش کیئے جاتے تھے جن کا اس سے سب سے زیادہ تعلق تھا[1]۔ آسٹریا کا صرف یہ مطالبہ تھا کہ بلغاریہ

انگلستان عہدنامہ کو مطعون قرار دیتا ہے۔

[1] ملاحظہ ہو، ہان میں بسمارک کی ۱۹ فروری ۱۸۷۸ء کی تقریر۔ (بسمارک جلد سوم) صفحہ ۸۲ ع

کی منظور شدہ مقبوضات میں تغیر کیا جائے، روس اپنی افواج مدت معینہ سے اور پہلے اٹھا لے، اور (Reichstast) رائخشٹاٹ میں جو مکالمہ ہوا تھا اس کی رو سے بوسینیا اور ہرزیگووینا پر خود آسٹریا کی افواج قابض ہو جائیں۔ برطانوی مطالبات جن کی ترجمان وہ یادداشت تھی جس پر ۳۰ رمئی کو دستخط ہوئے تھے کچھ تو بالکل یہی تھے اور کچھ اپنے اثرات کے اعتبار سے اور زیادہ دوررس تھے۔ اس یادداشت میں اس امر کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ ترکی کی جو یورپی مقبوضات ضبط کی گئی تھیں، صرف انھیں میں تخفیف نہ کیجائے بلکہ ان مقبوضات میں بھی تخفیف کیجائے جو ایشیا میں ضبط کیجا چکی تھیں ان میں سے بعض مطالبات کے متعلق زار نے مشروط رضامندی دیدی تھی، جو باقی رہ گئے تھے وہ کانگرس کی غور و فکر کے لئے چھوڑ دئے گئے تھے۔ انگلستان نے جس کاوش روسی درازدستیوں کے خلاف مسلسل ترکی کی حمایت تھی اور جسے وہ بمشکل مخفی رکھ سکا تھا بابعالی سے ۴ رجون کو ایک خفیہ معاہدہ کر لیا جس کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ اگر باطوم قارص اور اردہان، روس ہی کے تصرف میں رہا تو انگلستان سلطان کی ایشیائی مقبوضات کا ضامن رہے گا۔ اس کے معاوضہ میں بابعالی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ ایشیائے کوچک میں مکمل اصلاحات نافذ کیجائیں اور برطانیہ عظمیٰ کو جزیرہ قبرص میں اپنی افواج رکھنے اور اس کے انتظامی بندوبست کا حق حاصل ہو۔

تنقیحات کی تشریح ہوئی تھی کہ پھر انعقاد کانفرس میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوئی۔ ۱۳ رجون کو بصدارت بسمارک برلن میں اسکا افتتاح ہوا۔ مختلف دول

**کانگرس منعقدہ برلن**

یورپ کی نمائندگی، ہر حالت اور ہر حیثیت میں کی گئی تھی کہیں انکے وزرائے اعظم تھے اور کہیں وزرائے امور خارجہ ایک نہایت تیز و تند بحث و مباحثہ کے بعد جسمیں اکثر یہ اندیشہ ہونے لگتا تھا کہ کہیں یہ ساری گفت و شنود ہی نہ درہم برہم ہو جائے ۱۳ رجولائی کو ایک صریح اور معین معاہدہ مرتب ہوا۔

**عہد نامہ برلن ۱۳ ر جولائی ۱۸۷۸ء**

عہد نامہ برلن کی رو سے معاہدہ سان استیفانو کے وہ شرائط جو اپنے اثرات کے اعتبار سے نہایت دوررس تھے بہت کچھ

معتدل کر دئے گئے اور یہ بالخصوص سب سے زیادہ اہم معاملہ، ایک عظیم الشان بلغاری سلطنت کی تکوین ووجوہ سے متعلق تھا۔ اب بجائے اس کے کہ ایک ایسا بلغاریہ معرض وجود میں آتا جو اپنی وسعت کے اعتبار سے دریائے ڈینوب سے مجمع الجزائر تک پھیلا ہوتا، جدید خود مختار ولایت کی جنوبی سرحد بلقان سے محدود کر دیگئی سرویا کو وسیع کرنے کے لئے اور چونکہ بیسربیہ روس کے حوالہ کیا جا چکا تھا، اسلئے رومانیا کو بروجہ معاوضہ میں دیکر، اسکی مزید قطع برید ترک کر دی گئی تھی۔ جنوبی بلغاریہ کو جو اب مشرقی رومیلیا کے نام سے موسوم ہوا، اسبات کی ضمانت دی گئی کہ اس کا سابقہ بہتر حکومت سے ہوگا لیکن اس کے والی کی نامزدگی بابعالی کی طرف سے ہوگی اور جسے سرحدی چوکیوں پر اپنی افواج متعین اور بلقانی دروں پر اپنا قبضہ قائم رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ دوسری ماتحت مملکتوں میں رومانیا، سرویا اور جبل اسود مانٹی نگرو کو خود مختارانہ اقتدار حاصل ہوگا رومانیا کو دبرو جہ کے ساتھ بحر اسود پر بندرگاہ قسطنطنیہ مرحمت کی گئی سرویا کو بلغاریہ کے خرچ پر وسعت دیگئی علاوہ اسپتنرا کے جو آسٹریا کو دیا گیا جبل اسود مانٹی نگرو کو وہ تمام توسیعات تفویض ہوئیں جنکا معاہدہ سان اسٹی فانو کی رو سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اپیرس، تھسلی اور مقدونیہ کے متعلق یونان کے جو مطالبات تھے وہ مسموع ہوئے لیکن منظور نہ ہوئے، فرانس اور اٹلی کی درخواست پر دول یورپ جو کچھ کر سکے وہ یہ تھا کہ تھسلی اور جزحصہ اپیاریس کی حوالگی کے متعلق بابعالی کو یونان سے علٰحدہ طور پر گفت وشنید کرنے کی دعوت دیجائے۔ دول یورپ اس بات کا البتہ ذمہ لیتے تھے کہ اگر کوئی تصفیہ نہ ہوسکا تو اس مسئلہ میں وہ اپنے نیک خدمات سے ذریعہ نہ کرینگے۔ اب رہے دول عظمٰی کہ آسٹریا کو ایک غیر معین وقت تک کیلئے بوسینیا اور ہرزیگونیا میں بعد امن وعافیت کا تسلط قائم رکھنے" کا اختیار عطا کیا گیا۔ روس کو علاوہ اس کے کہ بیسربیہ کے حاصل ہوجانے سے وہ ڈینوب پر اپنا اقتدار از سر نو قائم رکھ سکا۔ برطانیہ عظمٰی کی سخت مخالفت کے بعد اور اس شرط پر کہ باطوم کی قلعہ بندی نہ کیجائیگی، ایشیا میں باطوم اور قارص پر قابض رہنے دیا گیا۔ ایک جوابی حربے کے طور پر ۹ جولائی کو انگریزی حکومت نے اس خفیہ عہد نامہ کو شائع کر دیا جس کی رو سے قبرص، انگلستان

اسکے حوالہ کیا جا چکا تھا ؛

معاہدہ برلن ایک قسم کا مفاہمہ تھا اور ہر مفاہمے کی طرح اسمیں بھی آئندہ دقتوں اور پیچیدگیوں کا عنصر غالب تھا۔ اسوقت اسپر یہ حکم لگایا جاتا تھا اور صحیح بھی تھا کہ یہ روس کی شکست اور انگلستان کی فتح و نصرت کا ترجمان تھا۔ اور لارڈ بیکنسفیلڈ جو وقت برلن سے "معہ عزت صلح" کا حامل بنکر اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ خطرات جنگ اس درجہ اندیشہ ناک ہو چکے تھے واپس آیا ہے تو اسکی پذیرائی کو انتہائی جوش مسرت کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ اسمیں شک نہیں اسوقت اسے ایک نہایت نمایاں سیاسی فتح نصیب ہوئی تھی لیکن باوجود اس احساس کے کہ اسطور پر متنازعہ فیہ مسائل میں مداخلت بیجا کا اندیشہ ہے بنا بریں یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ بیس سال کے بعد

**عہد نامہ برلن کے نتائج**

یہ امر عام طور پر تسلیم کیا جانے لگا کہ یہ فتح ایک بالکل ہی بے کار معاملہ بن کر حاصل کیگئی تھی رہا یہ امر کہ اسوقت سے ابتک روس ترکی میں اپنا کوئی اثر قائم نہ کر سکا یہ بالخصوص ان اسباب کی بنا پر تھا جس کا مدبران کانگرس برلن اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ انگلستان کے متعلق یہ مشتبہ ہے کہ آیا وہ روس کی توجہ کو مشرق قریبہ سے مشرق بعیدہ کے طرف منعطف کرا کے کوئی فائدہ بھی حاصل کر سکا یا نہیں انگلستان اور روس دونوں کے لیئے لارڈ بیکنسفیلڈ کا مقولہ "ایشیا کی جولانگاہ کافی وسیع ہے" بالکل صحیح تھا لیکن اس کا کیا جواب کہ انکی سیاسی پیراہہ روی نے دونوں سلطنتوں کے باہمی اعتبار و اعتماد کو بالکل ناممکن بنا دیا تھا (Count Malursevic)

**وسطی ایشیا میں روسی پیشقدمی**

کاؤنٹ مالوسیوچ نے سالہا سال پہلے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ جب تک ان دونوں سلطنتوں کی سرحدیں ایک دوسرے سے اتنی ہی فاصلہ پر قائم رہینگی جتنی کہ اسوقت معلوم ہوتی تھیں کہ یہ مدت تک یونہی رہینگے کسی قسم کی کشاکش کا اندیشہ ناممکن تھا لیکن روسی اور انگریزی طاقت و اقتدار کا سیلاب ساتھ ساتھ امنڈ رہا تھا۔ روس کی جو ریشہ دوانیاں کابل میں ہو رہی تھیں اسنے ۱۸۷۸ء میں جنگ قریب قریب چھیڑ دی تھی ۱۸۸۱ء میں ترکستان فتح ہوا ۱۸۸۴ء میں انگلستان نے نہایت خوف و ہراس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ

مرو نے روس کی اطاعت قبول کر لی۔ ۳۰ مارچ ۱۸۸۵ء کو روسیوں اور افغانوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جسکا انجام یہ ہوا کہ پنجدہ پر قبضہ ہو گیا اور ایسے مسائل رونما ہوئے جن کے باعث روس اور انگلستان ایک دفعہ پھر حاشیہ جنگ پر نظر آنے لگے لیکن خوش قسمتی سے یہ حادثہ بخیر وخوبی طے پا گیا۔ لیکن ہمالیہ کے باعث روس کا سیلاب ترقی ہندوستان کی طرف مائل ہونے سے رکا تو مشرق کی طرف بغیر کسی روک ٹوک کے بڑھتا چلا گیا یہانتک کہ منچوریا مسخر ہو گیا اور دارالخلافت چین سے کچھ ہی فاصلہ پر بحر الکاہل پر ایک بحری مورچہ قائم ہو گیا۔ یہ اتفاق بھی دیدنی ہے کہ اس نے مشرق بعید میں ایک ایسا مسئلہ مشرقی پیدا کر دیا ہے جس کے مقابلہ میں مشرق قریبہ کی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی۔

مشرق ادنیٰ میں بھی روس کے لئے یہ درس بعیرت مقدر ہو چکا تھا کہ برلن میں جو کچھ طے ہوا تھا، اسمیں تغیر و تبدل تو بہت کچھ ہو چکا تھا لیکن تصفیہ کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ترکی اور روس کے درمیان ایک صحیح اور معین عہد نامہ پر ۸ فروری ۱۸۷۹ء کو دستخط ثبت ہوئے لیکن زمانہ گذرتا گیا۔ یہانتک کہ اگست آن پہنچا جب روسی افواج نے واپس ہونا اور برطانوی جنگی جہازات نے بحر مارمورا سے مراجعت کرنا شروع کیا۔ باب عالی بالکل نیست و نابود ہونے سے محفوظ رہا لیکن اس اعتبار سے کہ اسکا بالکل دیوالہ نکل چکا تھا اور روس کو بیس کروڑ روبل تاوان جنگ ادا کرنے تھے اس کی حالت کسی طور پر مستحکم اور استوار نہیں رکھی جاتی تھی اور اسکا طیش اور بے صبری کے ساتھ کسی خارزار کو رہ رہ کر ٹھوکریں مارنا ایسا نہ تھا جس سے اس کی حالت کے بہتر ہونے کی کوئی توقع کیجا سکتی تھی۔ اہالیان بوسینیا نے اپنے ملک کو آسٹریا کے تصرف میں پا کر انتہائی جوش و شدت کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا جسمیں انکو برابر شہ ملتی رہی قبضہ کی تکمیل انتہائی دقتوں کے ساتھ ۱۸۷۹ء کے موسم خزاں میں ہوئی۔ لیکن یہ پورے طور پر اسوقت جا کر مستحکم اور استوار ہوا جبکہ ۱۸۸۲ء میں ایک ہنگامہ بغاوت بلند ہوا اور انتہائے غلبہ کے ساتھ فرد کیا گیا۔ اس سے زیادہ سخت و سنگین وہ مخالفت تھی جو اڈریاٹک کی بندرگاہوں کو مانٹی نگرو کے حوالہ کئے جانے پر برسرکار لائی گئی۔ "البانی لیگ" نے اسلام اور سلطان کے

نام پر (Dulcigno) پر قبضہ رکھا لیکن سلاطین یورپ کے ایک بحری
مظاہرہ نے بابعالی کو مجبور کردیا کہ وہ اسے حوالہ کردینے کے لئے لیگ پر زور ڈالے
بایں ہمہ قبل اس کے کہ یہ ۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو مانٹی نگرو کے حوالہ کیا جاتا عثمانی افواج
کو شہر مذکور پر جبراً قابض ہونا پڑا۔ تھسلی اور ایپیرس کو یونان کے حوالہ کرنے
میں جو گفت و شنید ہوئی اسمیں بھی مخالفت کے اس شدید جذبہ کا اظہار کیا گیا۔ یہانتک
کہ حسب منشاء، عہدنامہ دول یورپ کو اس معاملہ میں فریضہ وساطت گیری سے
عہدہ برا ہونا پڑا۔ حکومت عثمانیہ اب بھی جنینا کے حوالہ کرنے سے انکار کرتی رہی
بالآخر ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کو ایک عہد نامہ پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے تھسلی اور
ایپیرس کا ایک حصہ یونان کے حوالہ کردیا گیا۔

بابعالی کے نا آمیز میلانات ذہنی کے باوجود، جس نے ابتدائے کار میں بہت
کچھ کشاکش اور کشمکش پیدا کردی تھی جنگ ۱۸۷۸ء کے نتائج عام نے انگلستان کے
خطرات کو نہیں بلکہ روس کے اندیشہ کو حق بجانب ثابت کردیا۔ یہ حقیقت بہت جلد
منکشف ہوگئی کہ جزیرہ نمائے بلقان میں خود مختار عیسائی قومیتوں کی تخلیق و تکوین
کے باوجود، روس اپنے اثر و اقتدار کو کسی طور پر مستحکم اور استوار نہ کرسکا تھا۔ سب سے

**روس اور بلگیریا ۱۸۷۸-۹۵ء**

پہلے بلگیریا نے پہلو بدلنے شروع کئے۔ ایک روسی عارضی گورنر
کی نگرانی میں دستور حکومت ۱۸۷۹ء میں اتمام پذیر ہوچکا تھا اور
۲۹ اپریل کو بلگیریا کی مجلس ملیہ نے زار کے ایک عزیز
پرنس الگزنڈر آف بٹنبرگ کو حکمران منتخب کیا، لیکن اسی اثنا میں روسی افسروں
نے بلغاری مستحفظین کی ایک جماعت ترتیب دیدی اور اب ایک حد تک روسی
"محروسہ" کا معرض وجود میں آجانا بالکل متیقن معلوم ہوتا تھا۔ لیکن تھوڑے سے ہی زمانہ
کے بعد ایک جماعت ملی روس کی مخالفت میں قائم ہوگئی جس کی، پرنس الگزنڈر
کو چار ناچار سربراہی قبول کرنی پڑی ۱۹ ستمبر ۱۸۸۳ء کو سوبلیف اور کالبرس دو روسی

**بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کا اتحاد ۱۸۸۵ء**

افسروں کے استعفا داخل کردینے سے روس کے ساتھ تعلقات
کا قطعی طور پر منقطع ہوجانا متیقن ہوگیا اسکے بعد ہی فلپوپولس میں
۱۸ ستمبر ۱۸۸۵ء کو ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس میں خون کا

ایک قطرہ نہیں بہایا گیا اور جس کی رو سے مشرقی رومیلیا نے بلگیریا کے ساتھ اپنے اتحاد اور وابستگی کا اعلان کر دیا۔ پرنس الگزنڈر نے اب شاہ بلغارین کا لقب اختیار کیا۔

دول یورپ نے اسے عہد نامۂ برلن کی خلاف ورزی قرار دیکر اس کے خلاف باضابطہ احتجاج کیا لیکن جن اسباب کے باعث انھوں نے بلگیریا برترکی۔ جو عہد نامہ سین اسٹیفانو کی رو سے معرض وجود میں آیا تھا قطع برید کی تھی وہ اب موجود نہ تھے کیونکہ بلگیریا نے اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ وہ ایک روسی صوبہ کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ اسطور پر دول یورپ کا احتجاج محض احتجاج ہی ہو کر رہ گیا۔ اور اس طرز عمل کے مقابلہ میں روس نے اپنے افسروں کو بلغاری افواج سے واپس لیکر صوفیا سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کر کے اپنی کوفت اور پیچ و تاب کا اظہار کر دیا۔

بلگیریا کی ناسپاسی پر روس کا غم و غصہ بالکل بجا تھا، اور جزیرہ نما کے دوسرے عیسائی باشندوں کو اس وار پر پیچ و تاب ہو رہا تھا جو دول یورپ کے علی الرغم سر کیا گیا تھا اور کامیاب ہوا تھا۔ یونان نے فوراً مقبوضات کی صورت میں معاوضہ طلب کیا اور تھسلی کی سرحد پر اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ دول یورپ کی طرف سے فوراً تنبیہہ نازل ہوئی اور یہ دیکھکر کہ اسے تعمیل سے گریز تھا اسکی بندرگاہوں کی چھپکے سے ناکہ بندی کر دیگئی۔ یہ حواس برجا کر دینے کا نہایت موثر نسخہ ثابت ہوا۔ بلگیریا کے تفوق کے خلاف سرویوں کا احتجاج اس سے کہیں زیادہ شدید بھی تھا اور مہلک بھی۔ ۱۸۸۵ء کے موسم خزاں میں شاہ میلان نے اپنی افواج کے ہمراہ بلگیریا پر حملہ کر دیا۔

**سرویا اور بلگیریا میں جنگ**

لیکن ۱۹ر نومبر کو اسے سلونٹزا میں شکست ہوئی اور سرحد پار بھگا دیا گیا۔ فاتح بلغاریوں نے تعاقب کیا اور پرنس الگزنڈر پورے طور پر نش کے راستہ پر آچکا تھا کہ دول یورپ نے ایکبار پھر دخل دیا پرنس الگزنڈر صفائی تنگ و تاز ختم کر دینے اور شرائط صلح تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جو کچھ چاہتا تھا اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلگیریا کا اتحاد اب ایک حقیقت مسلمہ تسلیم کر لیا گیا۔

صوفیا میں سیاسی خداعت مچائیہ۔ الگزنڈر کا تاج وتخت سے دست بردار ہونا اگست ۱۸۸۶ء

لیکن ایک نئی مملکت کے لیئے روس کے خلاف ایک عرصہ تک مزمن کشاکش میں مبتلا رہنا ناممکن تھا، ایک مستعد اور ساحتی روسی جماعت، فوج میں خصوصیت کے ساتھ، اب بھی موجود تھی انکا پرنس کو لے بھاگنا گویا ان کی سازشانہ تگ ودو کا معراج کمال تھا۔ پرنس تاج وتخت سے دستکش ہونے کی تحریر دیدینے پر مجبور کیا گیا اور بالآخر سرحد سے گذار کر آسٹریا میں داخل کر دیا گیا۔ جماعت ملی نے اسٹامبولف کی رہبری میں، جس نے روسی جماعت کو نکال باہر کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ پرنس کو واپس آنے کی دعوت دیدی چنانچہ وہ فاتحانہ تزک و احتشام کے ساتھ صوفیا میں داخل ہوا۔ لیکن روسی مخاصمت کے مقابلہ میں اس نے اپنی حالت وحیثیت کی کمزوری محسوس کی۔ لنظر براں جب وہ زار کی کبیدگی اور آزردگی کو زائل نہ کر سکا تو، ۷ ستمبر ۱۸۸۶ء کو تاج وتخت سے دست بردار ہوگیا۔

بلگیریا، روس سے متفق ہوتا ہے ۱۸۹۵ء

روسی جماعت کی کامیابی اب بھی متیقن نہ ہوئی، ریجنسی کی عنان اسٹومبولف کے ہاتھ میں تھی اور اس کے اثر واقتدار سے، ۷ جولائی ۱۸۸۷ء کو مجلس ملیہ نے پرنس فرڈیننڈ آف کوبرگ کو جو لوئی فلپ کا پوتا اور آسٹروی فوج کا ایک افسر تھا منتخب کیا۔ روسی زبردستیوں کے خلاف چند سال تک کشاکش جاری رہی اور اسٹامبولف اپنی پالیسی کو انتہائے شدت کے ساتھ بر سر کار لاتا رہا لیکن فرڈیننڈ ایک ایسی پالیسی سے، جس نے گو بلغاری ملت کی ایک سنگین تعمیر کھڑی کردی تھی لیکن روسی مخاصمت کے باعث اپنے مسلم تاجداروں کے سحر آگین حلقہ سے باہر رکھا تھا، عاجز اور تنگ آچکا تھا۔ اسٹامبولف ۱۸۹۵ء میں قتل کر دیا گیا اور پرنس کو روس کے ساتھ مصالحت کرنے کا موقع ملگیا۔ نامناسب اور ناسالم الگزنڈر سوم اب جاں بحق ہوچکا تھا لیکن شبیر خوار بورس تبدیل مسلک، جو بلغاری تاج وتخت کا وارث اور جسکا نکولس دوم کفیل وضامن تھا، روس کی جانب بلگیریا کی پشیمانی کا ایک ظاہر اور نمایاں مظہر تھا اسطور پر مسئلہ مشرقی نے، جہاں تک وہ ٹرکی کی شکست سے متعلق ہے اور اسبادۂ خاص میں روس کو جو نسبت دیگر دول یورپ سے تھی، آخر صدی میں ایک

ایسی نوعیت اختیار کر لی جس کی واضعان عہد نامہ برلن کو توقع نہ تھی۔ سواحل بحر اسود پر رومانیا اور بلگیریا کی دو جدید قوموں نے بحری طاقت کی اولین بنیاد قائم کر دی ہے اور اسطور پر ضمناً، ان کو قسطنطینیہ اور آبنائے باسفورس کے مقدرات میں حق مداخلت حاصل ہو گیا ہے۔ گذشتہ صدی کی ابتدا میں جو حالت تھی اب اس کے خلاف روس اور آسٹریا کے درمیان، جزیرہ نمائے بلقان میں کسی قسم کی تقسیم و تنظیم نہیں بلکہ ایک ایسی کشاکش کا امکان تھا جسمیں تفوق و غلبہ کے لئے مقابل اور مخلوط اقوام ستیزہ کار ہوتیں۔ ۱۸۹۷ء میں جو اضطراب کریٹ میں رونما تھا اس سے مشتعل ہو کر یونان کے ترکی پر حملہ کر دینے سے بہت سی باتیں منکشف ہوئیں ازآنجملہ اس حقیقت کا بھی انکشاف تھا کہ جدید ترکی کی حالت جبکہ اس کی ریلوی لائنوں کا جال جو فوجی نقل و حرکت کے اعتبار سے نہایت اہم تھا روز بروز پھیلتا جاتا تھا اور اس کی جفاکش فوج جو جرمن افسروں کی نگرانی میں قواعد و پریڈ سے مرتب اور مکمل ہو چکی تھی، موجودہ صدی کے اوائل نصف اول کی حالت سے بالکل مختلف تھی جبکہ وہ محض ایک کمزور اور غیر مرتب و منتظم سلطنت کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے اس امر کا بھی انکشاف کر دیا تھا کہ مشرق کی وراثت کے لئے ایک نیا دعویدار آمادۂ مسابقت ہے۔ تمام دول یورپ میں صرف جرمنی ایسا تھا جسے

**ترکی میں جرمنی کی بتدریج اثر پذیری**

عہد نامۂ برلن سے کوئی ظاہری منفعت حاصل نہیں ہوئی تھی اور اسطور پر بے لوثی کی جو شہرت حاصل ہوئی وہ اس کے لیئے تلافی ما فات ہو گئی آرمینی قتل و خونریزی کے زمانہ میں اس کی کج اخلاقی اور ترشروئی نے اس اثر پر مہر لگا دی جو سالہا سال سے قسطنطنیہ میں رونما ہو رہا تھا۔ شہنشاہ ولیم نے جو عاقبت ناز اسفر جہاد بیت المقدس کے لئے اختیار کیا تھا اس کی بنیاد محض کسی لوثری احساس اتقا پر نہ تھا بلکہ یہ ایک نیرنگ نظر تھا جو دفعتاً بے نقاب کر دیا گیا تھا اور جس کی ترتیب اور تہذیب نہایت غور و فکر کے بعد کی گئی تھی اور جسکا دامن نہایت دور رس، باوصفیکہ یہ پوری طور حق بجانب ہی تھے اسرار در موز کا حامل تھا دیگر دول یورپ بالخصوص انگلستان نے ایسے ایسے امور پر بے سود اور اشتعال انگیز احتجاج کر کے جن کا وہ اپنی ازکار رفتگی کے باعث سد باب نہیں کر سکتے تھے، اپنے اثر و اقتدار کو

بالکل برباد کردیا تھا۔ جرمنی نے جس کی نگاہیں سالہا سال سے ایشیائے کوچک کے نشۂ توسیع دولت اور ثروت پر، اس موقع کو تاڑ لیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ معاملات کی اس آخری نوعیت نے مسئلۂ مشرقی کی پیچیدگیوں اور اس کی دلچسپیوں میں سے کسی ایک میں بھی کمی پیدا نہیں کی ہے۔

# باب بستم

## عصر جدید

**یورپ کی وسعت پذیری۔ دول یورپ، مابعد برلن کانگرس یا صلح مسلح "حکم نامہ زار"۔ روسی فرانسیسی مخالفہ اتحاد ثلاثہ۔ بسمارک اور روس۔ الگزنڈر ثانی کی وفات۔ کل اسلافیت (پین سلوزم)، ولیم اول اور فریڈرک ثالث کی وفات۔ عزل بسمارک ولیم ثانی فرانس اور روس ؛**

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں مہذب دنیا کے مرکز ثقل نے یک بیک اور انگلستان کے درمیان وہ مسائل زیر بحث جو ۱۸۷۸ء میں دول عظمیٰ کے درمیان انتہائی شدید ... کے ساتھ زبان پر یورپین حیثیت رکھتے تھے اب وہ ایک عالمگیر نوعیت کے ہو گئے۔ اب وہ ان قومی حوصلہ مندیوں سے وابستہ نہ تھے جن کا دائرہ کبھی کنارہ دریائے رہائن جزیرہ نمائے بلقان اور سواحل آڈریاٹک ہوتا تھا بلکہ اب وہ ان شہنشاہی ہوسناکیوں سے ہم آہنگ تھے جن کی جولانگاہ ایشیا، افریقہ جنوبی سمندر کے جزائر تھے اور اب اگر اُن مسائل کا مقابلہ جو یورپ کی قومی حد بندیوں سے متعلق تھے اور جن کا ابتک کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا تھا، اُن عظیم الشان مسائل سے کیا جائے جو افریقہ اور مشرق بعیدہ میں معرض بحث میں تھے تو مقدم الذکر کی حیثیت محض خانگی دلچسپیوں تک محدود رہ جاتی ہے ؛

اس وقت تک جب تک کہ ۱۸۸۴ء میں جرمنی نے افریقہ کے جنوبی ساحل پر الحاق کر کے سلطنت استعماری کا اولین سنگ بنیاد نہ رکھدیا دنیا کو اس تغیر سے متنبہ کرنے کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے اس وقت تک جنگ کی افواہوں اور اندیشہ ناکیوں کے باوجود

جرمنی اور استعمار کی توسیع ...

دول عظیمہ کو، بیرون یورپ کسی نازک موقع یا محل سے عہدہ برا ہونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا میں روسی اور برطانوی فتوحات کا سیلاب ایک عرصے سے بتدریج اور دوش بدوش رہ نورد تھا۔ لیکن وہ نازک ساعت جب یہ دونوں ایک دوسرے سے دوچار ہوئے ابتک معرض وجود میں نہ آئی تھی شمالی افریقہ میں فرانسیسی سلطنت کی وسعت پذیریوں نے ابتدائے ۱۸۳۰ء سے جبکہ فرانسیسیوں کا پہلے پہل یہاں ورود ہوا تھا، برطانوی مدبران سلطنت کو مضطرب اور مشوش کر رکھا تھا۔ لیکن وہ بحرانی ساعت جسکا انجام مصر پر برطانوی قبضہ ہو جانے پر ہوا، اب تک معرض خفا میں تھی غرضکہ کانگرس برلن منعقدہ ۱۸۷۸ء تک برِاعظم کے جاہ مدبرین سلطنت نقشۂ یورپ کی جدید ترتیب اور تنظیم میں کچھ اس درجہ منہمک تھے کہ وہ اس، کے علاوہ کسی دوسری چیز کو خاطر نشیں کرنے کے قابل ہی نہ تھے اور اقوام یورپ کے اذن فحوائی کے ساتھ برطانیۂ عظمی کو گویا کرۂ ارض کے غیر مقبوضہ قطعات پر قبضہ کرنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ افراد کے مانند اقوام کا بھی یہ خاصہ ہے کہ جس چیز کو وہ آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتی ہیں اور اس پر اپنا قبضہ بھی قائم رکھ سکتی ہیں، اس کا بہت کم سرمایہ پس انداز کرتی ہیں، اسطور پر ایک عرصے تک انگلستان میں یہ خیال عام رہا کہ استعماری سلطنت، سرچشمۂ منفعت ہونے کے بجائے ایک بارگراں تھی۔ اسکا باعث کسی حد تک لارڈ بیکنس فیلڈ کا یہ جلیل الشان تخیل تھا جسے انگریزی کے بجائے مشرقی کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ جس چیز کو محض ایک "سرمایۂ تجارت" تصور کیا جاتا تھا اسمیں ایک طرح کے رومانی عنصر کی بھی آمیزش تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ جدید "شہنشاہی" عالم وجود میں آگئی لیکن تخیل سے یکسر معرا، ایک ایسی قوم کے لئے جیسی کہ انگریزوں کی تھی محض دو ایک شاندار سیاسی مصادمے کسی وسیع مطمح نظر کو منقلب نہیں کر سکتے تھے ۱۸۷۶ء میں ملکہ کا "قیصرۂ ہند" کے لقب سے ملقب ہونا یا جدید "شہنشاہی" کے اوراد و وظائف، ایسے حالات اور واقعات نہ تھے جن سے یہ توقع کی جا سکتی کہ وہ فرانسیسی آرائے عامہ کو ہمراز اور دمساز بنا سکتے تھے بلکہ یہ جدید اور مہیب حریف قوتوں کے معرض وجود میں آنیکا دفعۃً منکشف ہونا تھا جس نے انگلستان کو ان امکانات سے آشنا کر دیا جو اپنی وسعت کے اعتبار سے تمام صفحۂ ارض کو

اپنے دامن میں لئے ہوئے تھے اور چونکہ انجام کار انگلستان بالطبع تجارت نہیں بلکہ حقیقت کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اسے اپنی ان ذمہ داریوں کا بھی کامل احساس ہوا جو بلحاظ وسعت ان امکانات کے ہم پایہ تھیں جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے ؛

بہر حال یہ جدید امکانات کیسے ہی کچھ کیوں نہ رہے ہوں، کانگرس منعقدہ برلن کے کچھ دن بعد تک یہ منکشف اور متیقن نہ ہو سکے سلطنت ہائے یورپ میں سے صرف روس اور انگلستان کے متعلق یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عالمگیر حکومتیں تھیں

یورپ مابعد عہد نامہ برلن

جن کا طریقہ یورپین مسائل کی طرف صرف ان رقیبانہ کشاکش اور کشمکش سے تیقن ہو سکتا تھا جو بیرون یورپ پیش آتے فرانس کی استعماری بلہوسی باوجود اس کے کہ وہ پورے طور پر برسرکار تھی اس کی مقصد یعنی حصول السیاس لورین پر غالب نہ آسکی تھی ۔ گو جرمنی میں ایک استعماری سلطنت کی تکوین و وجود کے لئے کافی سرگرمی اور شورشین کا اظہار کیا جا رہا تھا، اس کی نظر ابتک فرانس پر جمی ہوئی تھی اور وہ یورپ کی کونسلوں میں اپنی عظمت اور تفوق کا سکہ جمانے کی فکر میں تھا ۔ آسٹریا جس کی نوعیت اور سیاسی دستور دونوں، ایک استعماری حکومت کے سد راہ تھے، بوسینیا اور جزیرہ نمائے بلقان میں اپنے اثر و اقتدار کو مستحکم اور متیقن کرنے کے درپے تھا ۔ قدیم یورپ اب بھی مدبران عالم کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا ؛

"صلح مسلح"

چند غیر معروف سرحدی ہنگاموں کے علاوہ، کانگرس منعقدہ برلن کے بعد ستائیس سال تک یورپ پر امن و عافیت کا تسلط رہا السطولی فیاجرہ کے زمانہ سے آج تک باعتبار میعاد و مدت یہ صلح جس حد تک عدیم المثال ہے، اتنا ہی یہ اپنی نوعیت اور خصوصیت کے اعتبار سے بھی بے نظیر اور بے ہمتا ہے ۔ یہ طرح طرح کے اندیشوں سے مملو بھی رہی اور اسی حد تک غیر خاموش بھی! اور یہ اس بنا پر نہ تھا کہ جنگ وجدل کے اسباب دور کر دیئے گئے تھے بلکہ یہ ایک ایسی جنگ وجدل کی تکمیل سامان پر تھا جو ناگزیر تھی اور جس میں ابتک محض اس وجہ سے تعویق ہو رہی تھی کہ کسی کو نہ تو اس کی خونریزیوں کا اندازہ تھا اور نہ اس کے انجام کا ۔ یہ "صلح مسلح" جسے دنیا کے لئے بسمارک اور مولٹکے کی وراثت تسلیم کرنا چاہیے ۔ تیس سال تک یورپ

کی سیاست بین الاقوام میں ایک واقعہ نفس الامری کی حیثیت سے رونما رہی یہ وہ زمانہ تھا کہ اس سے قبل جنگ وپیکار کی اندیشہ ناک افواہوں کے باوجود ذمہ دار وزرائے خارجہ کا لب ولہجہ اور طبیعت وطینت میں اسدرجہ غیر مسالمانہ نظر نہیں آتی تھی حتی کہ پامرسٹن ایسے وزرا کا بھی یہ زہرہ نہ تھا کہ تاوقتیکہ آرائے عامہ اپنے انتہائی شدومد کے ساتھ پشت پناہی کے لئے آمادہ نہ ہوتی وہ کسی شدید کارروائی کے اختیار کرنے کی تنک زا تہدید دیکر سلسلۂ مراسلات کے ختم کر دینے کی جراءت کر سکتے دوسری طرف ایک ایسے ملک میں جہاں ہر شخص پر فوجی خدمت لازم آتی ہے آرائے عامہ معمولی طور پر اعلان جنگ پر آمادہ نہیں ہوسکتی اسطور پر باوجود اسکے کہ قومی رشک ورقابت اس سے قبل کبھی اس درجہ شدید نہ تھی اور باوجود اس کے کہ زخم ابتک مندمل نہیں ہوسکے ہیں اور دیرینہ حوصلہ مندیاں اور بوالہوسیاں بھی آسودہ نہیں ہوئی ہیں، یورپ کی عافیت اور سلامتی کا مدار ہنوز خوف اور اندیشہ پر ہے۔

۲۴ راگست ۱۸۹۸ء کے مشہور گشتی مراسلہ میں جس میں زار نے آلات حرب وضرب میں تخفیف عام کئے جانے کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس کی تجویز پیش کی تھی، کاؤنٹ موراوی الیف نے سیاسی حالات اور واقعات کے نتائج کی یوں تلخیص کی تھی (۱) قیام امن وصلح، بین الاقوامی لائحہ عمل کا مقصد عین قرار دیا گیا ہے۔ اسی کے نام پر دول عظیمہ نے آپس میں زبردست اتحادات قائم کئے ہیں۔ انھوں نے صلح وعافیت کی ضمانت میں جس طور پر اپنی حربی قوت کو ترقی دی ہے۔ اور تناسب ترقی جیسا کچھ عدیم المثال رہا ہے اور جیسی کچھ ابتک اس میں ترقی ہو رہی ہے اور جس طور پر دول عظیمہ حصول مقصد کے لئے کسی ممکن قربانی سے دریغ نہیں کر رہے ہیں وہ سب کچھ بہتر اور مستحسن ہے۔ بایں ہمہ یہ تمام مساعی اس امن وآشتی کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتی ہیں جو ان کا مقصد خصوصی تھا۔ جس پر تناسب کے ساتھ دول یورپ کے سامان جنگ میں افزونی وافزائش ہو رہی ہے اسی تناسب سے یہ آمادگی جو ہر ان مقاصد کی تکمیل میں سدراہ ہو رہی ہے جو حکومتہائے متعلقہ کے پیش نظر ہیں۔ اس بے پناہ آمادگی حرب کے باعث جس اقتصادی بحران کا اندیشہ ہے اور سامان جنگ کی فراوانی اور فراہمی سے

احکام زار ۲۴ اگست ۱۸۹۸ء

جو شدید اور مسلسل خطرہ اسوقت رونما ہے اس سے یہ "صلح مسلح" ایک ایسے مصیبت انگیز بار گراں میں تبدیل ہو رہی ہے جو مختلف اقوام کے لئیے روز بروز ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔ نظر بر اں ظاہر ہے کہ اگر یہی حالت قائم رہی تو اس کا انجام ایک ایسا المناک حادثہ ہوگا جس کا سد باب کرنے کے لئے یہ خود عالم وجود میں آئی تھی اور جس کے فتنہ و فساد کا تصور کر کے ہر صاحب فہم و ادراک لرزہ براندام ہو جاتا ہے[1]

ان مقدمات سے زار روس اپنے وزرا کے توسل سے جو نتائج اخذ کرنا چاہتا تھا اس کا تذکرہ بعد میں کیا جائیگا۔ لیکن جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے۔ یہ اُن سیاسی ریشہ دوانیوں کی ایک گرانقدر اور مشرح تفسیر ہے اور جسے مشتبہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو کانگرس منعقدۂ برلن کے بعد رونما تھیں۔ اس سے یہ پتا چل سکتا ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کی بناپر دول یورپ باوجود اس کے کہ پوستین شیر میں ملبوس تھے پھر بھی چمک گرج کے بجائے صرف فاختہ کی کوکو پر اکتفا کرتے تھے۔

**دول یورپ مابعد برلن کانگرس**

کانگرس منعقدۂ برلن میں جو سیاسی مشاجرہ پیش آیا اس سے وہ جدید محالفۂ مقدسہ جو تین سلاطین کے درمیان ہوا تھا اگر فی الفور درہم برہم نہیں ہو گیا تو اسمیں شک نہیں کہ اُسے افسوسناک صدمہ پہنچا جنگ ۱۸۷۸ء کے نازک موقع پر روس نے جس مربیانہ غیر جانبداری کا اظہار کیا تھا اس سے یہ توقع تھی کہ شکر گذار جرمنی مشرق میں اس کی (روس کی) افکار و آرا کا معین و مؤید ہوگا لیکن بسمارک کا بیان تھا کہ اس نے ۱۸۵۶ء کے عہد نامہ کا خاتمہ کر کے تلافی مافات کر دی تھی اور فی الحال اپنی پالیسی کو نتیجہ خیز بنانے اور جرمنی کی طرف سے اس کی توجہ دوسری طرف منتقل کر دینے کے لئے اس نے فوراً آسٹریا کی طرف رجوع کیا۔ اور اس کی (آسٹریا کی) ان تدابیر کو کامیاب بنانیکے لئے شہ دینا شروع کر دیا جو جزیرہ نمائے بلقان میں آسٹریا کے پیش نظر تھے۔ رہا آسٹریا اس کا یہ حال تھا کہ روس کو سان اسٹیفانو میں جو انکشافات ہوئے تھے اس کے

[1] ہیگ کانفرنس کے لئے ملاحظہ ہو "صلح کانفرنس منعقدۂ ہیگ" مصنفۂ فرڈرک ہوس "عدالتہائے بین الاقوامی" مصنفہ ڈبلیو ایونس ڈاربی۔

بعد اُن دونوں حکومتوں میں کسی قلبی موانست کا ہونا ناممکن ہوگیا تھا۔ ان حالات کے ماتحت روس نے بالکل تنہا و بے یار و مددگار رہ کر اور کانگرس میں ترک اٹھانے کے بعد اور اپنے گذشتہ دوستوں کے خلاف نہایت تلخ تجربات حاصل کرکے جدید رفقا و رفاقت کیلئے ہر چہار طرف نگاہیں ڈالنی شروع کردیں۔ اب صرف ایک جگہ باقی رہ گئی تھی جو بالکل نمایاں بھی تھی اور ناممکن بھی۔ روسی فرانسیسی اتحاد کا خیال نہایت قدیم تھا۔ اس نے ایکبار ٹلسٹ میں عملی جامہ اختیار کیا تھا اور باوجود اس کے کہ یہ آزمائش ناکامیاب رہی تھی، تاہم اس خیال کو روسی وزارت خارجہ کے نزدیک ایک روایت دیرینہ کی حیثیت اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں آئی، گو اس میں بھی شک نہیں مخالفۂ مقدسہ کے ساتھ الگزنڈر اول نے جس وفاشعاری کا اظہار کیا تھا اور نکولس اول کو انقلاب پسند فرانس کے خلاف جیسی کچھ نفرت تھی اس کی بنا پر اس خیال کو عملی سیاست میں بار نہ حاصل ہوسکا۔ خود فرانس میں بالکل مختلف الخیال مدبرین سلطنت اس پر متفق تھے کہ ایک ایسا اتحاد جسے لامارٹین نے اپنے مبالغہ آمیز انداز سے "بانگ فطرت انکشاف جغرافیہ استماد جنگ اور توازن صلح" قرار دیا تھا بہر نوع سودمند ثابت ہوگا لیکن جمہوریۂ فرانس کو پولینڈ کی حصول آزادی سے جو عمیق ہمدردی تھی اس کی بنا پر پچاس سال تک ایک ایسی گفت و شنید معرض تعویق میں رہی جس سے فرانس کو جیسا کچھ نفع ہوسکتا تھا اس کا اندازہ اُن شدید فکرمندیوں سے ہوسکتا ہے جو دیگر مدبرین سلطنت کو اس گفت و شنید کے ممکن العمل ہونے سے لاحق تھیں لیکن اب جبکہ خود اپنے ہی ملک کے گرد و پیش چند ایسی شکایات رونما ہوگئی تھیں، جن کے مقابلہ میں پولینڈ کی شکایات کو محض حیثیت ثانوی حاصل تھی، اور دونوں حکومتوں کے شدید متضاد سیاسی خیالات ایک حد تک معتدل ہوگئے تھے، دونوں ممالک کو ربط و ارتباط کے اعتبار سے قریب تر ہونے کا موقع ملگیا تھا۔ ذاتی مقاصد و مطالب کے ساتھ سیاسی مقاصد و مطالب بھی شامل کرلئے گئے اس طور پر پرنس گورچاکوف نے جو شرائط آزمائشی فرانس کو پیش کئے اوس کی محرک وہ خواہش تھی جس کی بنا پر وہ اپنے دشمن دیرینہ بسمارک کو زک دینا چاہتا تھا۔ بسمارک خوب جانتا تھا کہ ہوا کا رخ کسطرف ہے اور روس سے تعلقات باہمی

---

سلہ اسکا اقتباس آلبویر کے "لبرل سلطنت" میں ہوا ہے:

کی اصلاح یا اس قسم کی خواہش کرنے کے بجائے اس نے آسٹریا کے ساتھ اپنے باہمی تعلقات کو اور زیادہ استوار اور مستحکم کر دیا۔ اگست ۱۸۷۹ء میں وہ کاؤنٹ اندراسی سے گاسٹائن میں ملا۔ اپنے اپنے آرا و افکار کی بذات خود انھوں نے تفصیل اور تشریح کر دی تو ایک معاہدہ عمومی کی ضرورت پیش آئی اور اسطور پر ۱۲ ستمبر کو انھوں نے وائنا میں ایک عہد نامہ پر دستخط ثبت کئے جس کی رو سے یہ طے پایا کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک حکومت پر حملہ کیا گیا تو دونوں اس کی مدافعت کو اپنا مقصد مشترک قرار دینگی۔ اکتوبر کی آیندہ ۱۵ تاریخ کو شہنشاہ ولیم نے اس عہد نامہ کی تصدیق و توثیق کر دی لیکن یہ کارروائی صیغہ راز میں رکھی گئی اور اس اثنا میں برلن اور سینٹ پیٹرس برگ کے قصر ہائے حکومت میں بظاہر دوستانہ تعلقات قائم رہے۔

آسٹرو جرمن مدافعانہ محالفہ۔ اگست ۱۸۷۹ء

لیکن جو حالت فی الحال رونما تھی اسمیں بہت جلد اعتدال پیدا ہوگیا۔ ۱۸۸۱ء کے موسم بہار میں افریقہ پر توجہ نے بہت جلد دیگر امور پر اپنا اثر ڈال دیا، یوروپین معاملات پر سایہ افگن ہوگیا۔ ۱۲ مئی کو عہد نامۂ بارڈو کی رو سے فرانسیسی حکومت نے تونس کو اپنی حمایت میں لے لینے کا اعلان کیا یہ فعل گویا انجام کار حکومت فرانس میں تونس کے شامل کر لینے کا پیش خیمہ تصور کیا گیا اور بجا تصور کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹلی پر شدید ہیجان و اضطراب طاری ہوگیا کیونکہ قطع نظر اس کے کہ خود اسکے دعاوی کیا تھے یا خود تونس سے اس کے کیا کیا اغراض وابستہ تھے، اس نے اسے اس پر محمول کیا کہ یہ گویا صریحی طور پر اس کوشش کے سلسلہ میں تھا کہ شمالی افریقہ میں اس کا کہیں اثر و اقتدار قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصہ کیلئے دونوں سلطنتیں حاشیۂ جنگ پر نظر آنے لگیں۔ فرانس کے جنوب میں فرانسیسی اور اطالوی کام کرنے والوں کے درمیان نہایت خونریز ہنگامے برپا ہوگئے۔ روما میں حکومت معزول کر دی گئی، اور سینیور روبرتیس جدید وزیر اعظم نے فرانس سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرنے اور فوج کے خیمہ و خرگاہ میں اضافہ کثیر کا اعلان کیا۔ لیکن خوش قسمتی سے معاملات

فرانس، تونس اور اٹلی ۱۸۸۱ء

ؔ بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۵۶ وغیرہ

نے سنگین پہلو اختیار نہیں کیا اور چند ماہ بعد پیرس اور روما کے درمیان ازسرِ نو تعلقات قائم ہو گئے۔ تاہم اس واقعہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ کی حیثیت و نوعیت میں دائمی طور پر ایک طرح کا اعتدال پیدا ہو گیا۔ فرانسیسی اطالویوں کو ناشکر گذاری کا مرتکب قرار دیتے تھے دوسری طرف اطالوی اس کا یہ جواب دیتے تھے کہ سیوائے اور نیس کی جبری حوالگی اور کتنے اور مظالم کے باعث عرصہ ہوا کہ ان پر فرانس کا کوئی احسان باقی نہیں رہ گیا تھا اور جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ فرانسیسیوں کے تمام بے لوث وعدے وعید محض خود غرضانہ منصوبوں اور تفوق حاصل کرنے کے مقدمے تھے۔ اسطور پر اٹلی اور فرانس کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تھے ان کی آخری دھجیاں بھی برباد ہوگئیں۔ اٹلی نے متنفر ہو کر اپنے قدیم رفقا سے منہ موڑا اور اپنے دیرینہ دشمن جرمنوں سے سلسلۂ اتحاد کی طرح ڈالی اور آسٹریا اور جرمنی کی لیگ میں شریک ہونے کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی لیکن یہ خیال ایسا نہ تھا جو بآسانی عمل پذیر ہو سکتا اطالوی غیر مفکوکیوں کی Irredenti ۱۸۷۸ء میں اٹلی میں ایک جماعت قائم ہو گئی تھی جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ تمام اطالوی ممالک جو دوسرے ممالک کے ماتحت ہوں اٹلی سے ملحق کر دیئے جائیں آسٹریا اب بھی دشمن تھا جو اطالوی ٹیرول اور ٹریسیٹ پر اپنا نار وا قبضہ رکھکر اطالوی اتحاد کی تکمیل میں سدِ راہ تھا۔ بسمارک بھی اطالوی انتہائی استیصالی حکومت سے متنفر تھا۔ اب صرف ایک اصول مشترک پاپائیت کی مخالفت۔ ایسا تھا جو دو ایک سال قبل کسی گفت و شنید یا معاہدہ میں متعین ہو سکتا تھا لیکن یہی اصول اب اس راستہ میں سنگ راہ تھا۔ کیونکہ آہنی صدر اعظم کو تجربہ نے وہ حقیقت ذہن نشین کرا دی تھی جو تاریخ کے پورے دفتر کی ورق گردانی سے حاصل ہو سکتی تھی یعنی آہنی مشت اپنی ضمیر جیسی چیز کو کچل دینا یا ریزہ ریزہ کر دینا جو نہایت سخت بھی تھا اور لچکیلا بھی اپنی قوت اور طاقت کو رائگاں کرنے کا مرادف تھا اس کے علاوہ اس نے یہ حقیقت بھی محسوس کر لی تھی کہ سلطنت جرمنی کو روما کے روحانی دعاوی باطل سے زیادہ اشتراکی جمہوریت پسندوں کی قوت پذیریوں سے اندیشہ تھا اور اس دشمن کے خلاف سب سے زیادہ کار آمد رفیق کاتھولیکیت تھی جس کے خلاف وہ صف آرا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ اسقفیۂ مقدسہ سے مفاہمہ کرنے کے لئے آمادہ ہو رہا تھا۔ اگر

"کنوسہ جاتے وقت" وہ "کوی انبال" بن ٹھہر جاتا تو پاپائے روما اس کی توبہ و تاسف کا قائل نہیں ہوسکتا تھا[1] بایں ہمہ کسی نہ کسی قسم کے مفاہمہ کا امکان تھا اور اکتوبر ۱۸۸۱ء میں شاہ اور ملکۂ اٹلی نے جو سفر وائنا کا اختیار کیا تھا اسے بجا طور پر سیاسی وقعت دیگئی۔ دو سال بعد ۱۸۸۳ء میں آسٹریا، جرمنی اور اٹلی کے درمیان اتحاد ثلاثہ ایک راز آشکارا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد قیام امن و صلح تھا۔

**اتحاد ثلاثہ ۱۸۸۳ء**

دول یورپ میں سے تین حکومتیں صریحی طور پر متحد ہوچکی تھیں۔ تین ایسی تھیں جو اپنے ہی محور پر گردش کر رہی تھیں "جنکی حیثیت اور نوعیت کا تیقن سیاسی دائرۃ البروج کے دیگر اجرام کے تجاذب یا اندفاع پر تھا۔ انگلستان میں جہاں ۲۴ر اپریل ۱۸۸۰ء کو بیکنس فیلڈ کے بجائے وزارت گلیڈسٹن برسرکار آئی تھی وہی دیرینہ پالیسی، براعظم کی پیچیدگیوں" سے احتراز، محض برقرار ہی نہیں رکھی گئی بلکہ اس پر انتہائی زور دیا جارہا تھا۔ تاہم ایسی حالت میں جبکہ ایکطرف سرحد ہندوستان پر روسیوں سے مخالفت اور دوسری جانب مصر میں فرانسیسیوں کا سامنا تھا، برطانیۂ عظمیٰ کے محالفۂ ثلاثہ کو، جسے ایک طور پر برطانیہ کی سیاسی پالیسی کا حصن حصین تصور کرنا چاہیے، دوستانہ نگاہ سے دیکھنا عین مقتضائے فطرت تھا، لیکن بسمارک کے تلطف اور تملق کے باوجود انگلستان نے اپنی مہربانی آمیز علیحدگی کو ہاتھ سے نہ دیا اور اس کے عام طرز کی ترجمان اگر کوئی ظاہری علامت تھی تو یہ تھی کہ اس نے اٹلی کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ بڑھا لئے کیونکہ فرانس سے جنگ چھڑ جانے کی حالت میں اس کے لئے بحیرۂ روم میں اٹلی کی بحری طاقت کا نہایت گرانقدر ثابت ہونا لابد تھا۔ اس اثنا میں بسمارک باوجود اس کے کہ روسی معاندت کے خلاف ہر قسم کی نہایت زبردست پیش بندیاں کیجاچکی تھیں ایسی روس کی رفاقت اور دوستی سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ محالفۂ ثلاثہ پس پشت ڈالدیا گیا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس کی حیثیت محض یہ رہ گئی تھی کہ شاہنشاہان جرمنی اور آسٹریا کے درمیان جو مفاہمہ ہوا تھا یہ صرف اس کی ایک توسیع یافتہ شکل تھا اور جیسا کہ بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں ظاہر کردیا تھا[2] اس کے مقاصد میں

**بسمارک اور روس**

[1] "اضداد تمدن و معاشرت" اور "جرمنی میں جمہوریۂ اشتراکی کے عروج کیلئے" ملاحظہ ہو لولی جلد چہارم

[2] اسکا تذکرہ اس خط میں ہے جو شاہ لیریا کے پاس بھیجا گیا تھا۔ بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۵۸۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر حلیفوں میں سے کسی ایک پر روس نے حملہ کیا تو اس میں سے ہر ایک متفقہ طور پر اس کا تدارک کریگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حسب دستور سابق روس کے ساتھ صلح کرنے کی نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش جاری رکھی جائے اور ہر سہ سلاطین کے باہمی اتحاد کو مزید تقویت پہنچائی جائے لیکن ۱۸۸۱ء میں ایک ایسا سنگین جرم وقوع پذیر ہوا جس سے اس مقصد کے حصول میں اور زیادہ رکاوٹ پڑگئی۔ ۱۳ مارچ کو شاہنشاہ الگزنڈر نے ایک دستخطی فرمان شائع کیا جس کی رو سے ایک انجمن شوریٰ قائم کی گئی جس کے اراکین کا انتخاب جماعتی اور صوبہ واری مجالس کے سپرد کیا گیا اور اس طور پر روس میں حکومت دستوری کی بنیاد پڑگئی۔ لیکن اسی روز سہ پہر میں قبل اس کے

**الگزنڈر دوم کا قتل ۱۸۸۱ء**

کہ یہ فرمان شائع ہو الگزنڈر نائٹرو گلیسرین کے ایک بم سے جو اس کی گاڑی کے نیچے رکھ دیا گیا تھا ہلاک ہوگیا۔ اسکا جانشین الگزنڈر سوم اپنے احساسات کے اعتبار سے جرمن اور جرمنی کا مخالف تھا اور اس نے اپنے آپکو اُس کل اسلافی تحریک سے وابستہ کردیا تھا جسے بسمارک نے یورپ کے امن وعافیت کے خلاف ایک خطرۂ مخصوص قرار دیا تھا لیکن یہ حقیقت جلد آشکارا ہوگئی کہ جدید شاہنشاہ کی سلافی ہمدردی کا سدباب وہ جوشیدہ شیفتگی کر رہی تھی جو اسے قیام امن وعافیت سے تھی اور اسطور پر بسمارک کی سیاسی اس اعتبار سے کہ اس نے روس کے ساتھ موانست قلبی قائم رکھنے کے لیئے راستہ صاف رکھا، کامیاب رہی۔ ستمبر ۱۸۸۴ء میں اپنے صلح کارانہ خیال وارادہ کا ایک نمایاں ثبوت دینے کی غرض سے جو باوجود اس کے کہ ان پر وقتاً فوقتاً کافی زور دیا جاتا رہا قومی سامان جنگ کی روز افزوں ترقی سے مشتبہ نظر آنے لگا تھا، ہر سہ سلاطین اسکیرنیوس میں ملاقی ہوئے۔ اب اس خیال سے کہ ممکن ہے آسٹریا اپنا میدان تبدیل کردے، بسمارک نے روسی اور جرمن شاہنشاہوں کو ایک خفیہ عہد نامہ پر دستخط کردینے کی ترغیب دی جس کی رو سے آپس میں یہ قرارداد ہوئی کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر حملہ کیا گیا تو "دوستانہ غیر جانبداری" ملحوظ رکھی جائیگی۔ آسٹریا اور اٹلی کے ساتھ جو مدافعتہً عہد وپیمان ہوا تھا اس کے خلاف یہ کارروائی اتنی ہی بے آہنگ کہی جاسکتی ہے جتنی اٹلی کی روس اور جرمنی کے موانسات قلبی میں، جسے بسمارک ہمیشہ قائم رکھنا

چاہتا تھا، مخل ہوتا تھا۔ لیکن اس سے جس حصول مقصد کی توقع تھی اسکا بر نہ آنا ہی اسکے لئے تقدیر ہو چکا تھا۔ ابھی اس پر مشکل دستخط ثبت ہوئے تھے کہ جزیرہ نمائے بلقان میں کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے جن سے آسٹریا اور روس کے باہمی تعلقات قریب قریب منقطع نظر آنے لگے اور جس کا انجام ہر دو بلغاریہ کے اتحاد پر ہوا اور چونکہ بسمارک کے نزدیک مصلحت یہی تھی کہ آسٹریا کی حمایت کیجائے روس اور جرمنی کے درمیان قطع تعلق کا باضابطہ تو اعلان نہیں ہوا لیکن اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے یہ بالکل مکمل تھا۔

یہ عہد نامہ فی الاصل ۱۸۹۰ء تک نافذ رہا اور اگر بسمارک اپنے منصب پر فائز رہتا تو اس کی تجدید اور اسے موثر بنانے کی کوئی نہ کوئی فکر اور کوشش ضرور کیجاتی۔ لیکن اس اثنا میں معاملات جرمنی میں چند اساسی تبدیلیاں واقع ہو گئیں۔ ۹ مارچ ۱۸۸۸ء کو شاہنشاہ ولیم نے ۹۱ سال کی عمر طبعی پا کر وفات کی اور ۱۵ جون کو

**ولیم ثانی شاہنشاہ جرمنی ۱۸۸۸ء**

اس کے فرزند شاہنشاہ فریڈرک کی المناک موت نے نوخیز شاہ ولیم ثانی کو تاج و تخت کا مالک بنا دیا۔ بسمارک کا یہ فرض کرنا بالکل حق بجانب تھا کہ ایک ایسا وزیر جو ایک کہن سال اور پختہ کار شاہنشاہ کے لئے ناگزیر تھا اس کے پوتے کے لئے ناگزیر تر ہوگا۔ لیکن وہ لوگ جنہیں حکمران جدید کو نہایت غور سے دیکھنے کا موقع حاصل ہو چکا تھا اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب صدر اعظم کو ایک ایسی شخصیت سے سابقہ پڑا تھا جو اس سے بھی زیادہ جری تھی۔ اکتوبر ۱۸۸۹ء میں الگزنڈر سوم اور بسمارک ایک دفعہ پھر برلن میں ملاقی ہوئے اور صدر اعظم کو "ان شبہات کا ازالہ کرنے میں جنہیں زار" اپنے ساتھ کوپن ہاگین سے لایا تھا اور جن میں اس کا آخری شبہہ جو میرے منصب وزارت پر قائم رہنے کے متعلق تھا شامل تھا، ایکبار پھر کامیابی ہوئی" بسمارک نے اپنے خود نوشت تذکرہ میں کسی قدر تلخ ہو کر یہ جملہ تحریر کیا ہے "جسوقت اس نے یہ سوال کیا ہے اسے اس بارے میں مجھ سے زیادہ معلومات حاصل تھیں"۔ مارچ ۱۸۹۰ء میں بسمارک کو ۱۸۵۲ء کے قاعدہ کی پابندیوں پر اصرار ہوا یعنی ہر محکمہ کے وزراء کے تمامی مراسلات وزیر صدر الوزراء

**عزل بسمارک ۱۸۹۰ء**

(خود بسمارک) کے توسل سے شاہنشاہ کی خدمت میں پیش

ہونے چاہئیں۔ جسکا نیجہ یہ ہوا کہ شاہنشاہ نے اس سے منصب صدر اعظم اور پروشیائی صدارت سے مستعفی ہو جانے کی درخواست کی۔ اور بسمارک کو سبکدوش ہو کر انتہائی سرگرانیوں کے ساتھ (Friedrichsruh) فریڈرشس رُوہ میں عزلت گزین ہو جانا پڑا۔ پروشیا اور جہانتک دستور حکومت کے مطابق تھا۔ جرمنی میں شخصی حکومت کا آغاز ہوا۔ اسی سال اس خفیہ عہد نامہ کی بنیاد جو روس کے ساتھ ہوا تھا ختم ہوگئی جسکی بار دیگر تجدید نہیں کی گئی ؛

۱۸۸۹ء میں زار نے علی الاعلان اپنے تنہا مخلص اور وفاشعار رفیق جبل اسود (مانٹی نگرو) کا جام صحت نوش کیا، ۱۸۹۰ء میں روس کا تفرد و تجرد جو اس سے قبل کبھی کبھی صرف محسوس ہو جایا کرتا تھا بالکل نمایاں اور آشکار ہو گیا۔ فرانس کے تفرد اور تجرد کا اعلان اس سے پہلے ہو چکا تھا جبکہ پیرس کی وطن پرست جماعت کے ”طوفان تیخ“ اور افواہ جنگ کے جواب میں جیسے چند ”سرحدی حادثات“ نے اور زیادہ ناخوشگوار بنا دیا تھا۔ بسمارک نے اوائل ۱۸۸۸ء میں اس عہد نامہ کو شائع کر دیا تھا جو ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کے ساتھ ہوا تھا فرانس اب بالکل تنہا اور بے یار و مددگار رہ گیا تھا۔ ان حالات کے ماتحت ، باہمی اتحاد سے فریقین کو جو نفع حاصل

**فرانسیسی روسی اتحاد**

ہونا وہ اسدرجہ نمایاں تھا کہ محض چند ایسے اختلافات جو دونوں حکومتوں کے مقاصد، طبیعت وطینت یا عقائد سے متعلق ہونے فرانس کو روس کے ساتھ وابستہ کر دینے میں مانع نہیں آسکتے تھے۔ جولائی ۱۸۹۱ء میں فرانسیسی جنگی بیڑے کا کرونشٹاٹ میں رسم ملاقات بجا لانے کے لئے داخل ہونا تھا کہ اس جدید اخوت حربی سے تمام عالم واقف ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب دنیا نے شک واشتباہ کے ساتھ روسی حربی بینڈ سے فرانسیسی قومی نغمہ ”مارسیلیز“ کا غیر مانوس ترانہ سنا۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں روسی بیڑا تولون میں داخل ہو کر رسم بازدید بجالایا اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں برسم دید و بازدید نوخیز شاہنشاہ نکولس نے پیرس آکر اور پریسیڈنٹ فیلکس فور نے دوسرے سال سینٹ پیٹرسبرگ جا کر روسی فرانسیسی اتحاد کو مکمل کر دیا ؛

یورپ کے ان تبدیل شدہ حالات کے ماتحت وہ فرانسیسی روسی اتحاد کسی

خطرہ یا اندیشہ کا محرک نہ ہوا جس کے محض امکان سے محالفۂ عظیمہ کے ایام میں، آسٹریا اور انگلستان کے قصر ہائے حکومت لرز جاتے تھے۔ اتحاد ثلاثہ کے مانند اتحاد ثانی کے اکابر و عمائد نے بھی اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ یہ اتحاد بھی یوروپین امن و عافیت کی ایک مزید ضمانت ہے۔ اور اس کی حیثیت صرف "مدبرانہ حرکت" کی تھی اور اس کی ضرورت محض اس لئے محسوس کی گئی کہ دیگر دول یورپ نے بھی اسی قسم کی ایک صورت پیدا کر دی تھی۔ یہ فرانس کے لئے یوں سودمند تھا کہ اس سے اُسے موجودہ خطرناک تفرد و تجرد سے نجات حاصل ہو جاتی تھی اور اسی کے باعث اس پر جو خوف و ہراس طاری تھا اس کا بھی ازالہ ہو جاتا تھا۔ روس نے اس سے زیادہ اور سریع لازوال نفع اٹھایا۔ ایک نہایت عظیم الشان قرض کے علاوہ جسے پیرس نے فی الفور فراہم کر دیا، اتحاد مذکورہ صدر کو مشرق اقصیٰ میں اپنی توسیع کے لئے فرانس کی اعانت حاصل ہو گئی اور مشرق قریبہ میں، اسے فرانس کی ذات میں بجائے ایک رقیب کے۔ جیسا کہ ابتک چلا آیا تھا، ایک شریک جرم کی خدمات حاصل ہو گئیں[1] لیکن جو نفع اسطور پر حاصل ہوا وہ یکطرفہ ثابت ہوا۔ انگلستان نے مجبوراً روس کو، چین میں اپنی درازدستیوں کو برسر کار لانے کی اجازت دیدی۔ اس کا تفرد و تجرد فرانس کو فشوڈا میں "ذلیل و رسوا" کرنے سے اسے باز نہ رکھ سکا۔ بعد میں جب روس کو جاپان سے فاحش شکست نصیب ہوئی ہے، اسوقت اہالیان فرانس کے ترقی پذیر شکوک و شبہات اور زیادہ ترقی کر گئے اور انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ فرانس کو ایک رفیق کی تلاش میں موصولہ نفع سے کہیں زیادہ سنگین معاوضہ ادا کرنا پڑا ہے۔

چین میں روسی پیشقدمی کا تذکرہ اور بالائے نیل پر فرانسیسی اور انگریزی مقاصد کی باہمی کشاکش ایسے واقعات ہیں جنسے ان تغیرات کا نہایت دلنشین نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جو موجودہ صدی کے آخری دس سال میں سیاسی حالات اور حادثات میں راہ پاگئے تھے حقیقت یہ ہے کہ اسس تبدیلی کا سنگ بنیاد جو پچھلے دنوں اتنی ہی

[1] بالخصوص ارمنی خونریزی میں جب روس نے فرانس کی اعانت سے، یورپ کو متحدہ مداخلت سے باز رکھا اور راسبات کا اعلان کر دیا کہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ آرمینیہ، بلغاریۂ ثانی ہو کر رہے"

**یورپ کی وسعت پذیری**

سریع تھی جتنا کہ انقلاب انگیز، بہت سی حالتوں میں، عرصہ ہوا کہ رکھا جا چکا تھا۔ انیسویں صدی میں برطانیۂ عظمیٰ کی وسعت پذیریاں فی الحقیقت اس کی سولھویں اور سترھویں صدی کی اولین بحری اولوالعزمیوں کے ناگزیر اور منطقی نتائج تھے۔ اسی طور پر مرکزی ایشیا میں زار کے مقبوضات کی وسعت ابتک کسی مخصوص متعین پالیسی کی بنا پر نہ تھی بلکہ۔ جیسا کہ سلطنت ہندوستان کے متعلق پیش آیا۔ یہ سب کچھ مہمات تادیبی کے سلسلہ میں تھا جو سیاسی ضرورتوں کی بنا پر پیش آیا اور جو تکلیف وہ سرحدی اقوام کی سرزنش کے لئے وقتاً فوقتاً ترتیب پاتی ہیں اور جن کا انجام، بالآخر، الحاقات پر ہوا۔ ہندوستان اور روس کی سرحدوں کو ایکدوسرے سے متصل کر دینے سے جن خوف وخطر کے معرض وجود میں آنے کا امکان ہوسکتا تھا انکا پورے طور پر احساس کیا جاسکتا تھا۔ لیکن توسیع سلطنت کے سلسلہ میں کرۂ ارض کے مختلف حصص میں، دیگر حکومتوں کی تگ وتاز سے جن پیچیدگیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، انکا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؛

افغانستان میں روسی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے انگلستان اور روس کے باہمی تعلقات ۱۸۷۸ء میں کشیدہ ہو چکے تھے۔ لیکن بنظر اعتدال و رواداری، زار کے بروقت دخل دینے سے تعلقات باہمی کے شکست کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد

**روس اور انگلستان وسط ایشیا میں**

جنگ افغانستان وقوع میں آئی جو کیونگزی، برطانوی وزیر متعینہ کابل کے قتل اور قندھار پر رابرٹس کی مشہور تاخت کے لئے ہمیشہ یادگار رہیگی۔ مسٹر گلیڈسٹن نے جو اختتام جنگ سے پہلے ہی برسرکار آچکے تھے، ۱۸۸۰ء میں حکومت بیکنسفیلڈ کی "اقدامی پالیسی" کو بالکل منقلب کر دینے کا عزم کر لیا۔ لیکن برطانیہ کے نامزد کردہ امیدوار امیر عبدالرحمن کی فتحیابی نے اکتوبر ۱۸۸۱ء میں انگریزی اثر و اقتدار کو، کم سے کم کچھ عرصہ کے لئے، افغانستان میں متیقن کر دیا لیکن اس وقت روس سرحد افغانستان کی جانب برابر پیش قدمی کر رہا تھا اس کی فوجی ریل کی پٹری ترکمانی مقبوضات کے وسط تک پہنچ چکی تھی اور ۱۲ جنوری ۱۸۸۱ء کو اسکوبیلف نے تکی قلع جیوک ٹپہ کو گولے مار کر اڑا دیا اس کامیابی کا نہایت زبردست اثر ہوا مرکزی ایشیا کے قبیلوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور ۱۸۸۲ء میں روسی حکومت نے خارس

کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے رو سے موخر الذکر مرو کے حقوق شہر یاری سے دست کش ہو گیا جس پر فروری ۱۸۸۴ء میں اسکوبیلف کے جانشین جنرل کیمراف نے قبضہ کر لیا۔ آیندہ اپریل میں سارکس پر جو ہرات کے راستہ پر تھا قبضہ ہو گیا۔ برطانوی حکومت کی زبردست صداۓ احتجاج پر، افغانستان اور روس کے درمیان حدود متعین کرنے کے لئے روس نے ایک مشترک کمیشن کی رضا دیدی لیکن جبکہ کمیشن اپنی تحقیقات میں مصروف تھا

حادثۂ پنجدہ۔ ۳۰ مارچ ۱۸۸۵ء

جنرل کوماروف نے ایک افغان فوجی چوکی پر حملہ کر کے اسے منتشر کر دیا اور پنجدہ۔ مرو کے جنوب میں ایک موضع۔ پر قبضہ کر لیا۔ زار اور حکومت گلیڈسٹن کی صلح آمیز طبیعتوں نے ایکبار پھر معاملات کو رو براہ کر دیا۔ سرحدی کمیشن نے جلد جلد کار مفوضہ کو ختم کیا اور بالآخر ایک معاہدہ پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے درۂ ذو الفقار، افغانستان کی سرحد قرار پایا اور مرو، سارکس اور پنجدہ روس کے قبضہ میں رہنے دیئے گئے۔ روسی فتوحات کا سیلاب ہمالیہ سے، ٹکرا کر واپس ہوا تو اس نے شمال مشرق کا رُخ کیا۔ ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء میں کوہستان پامیر پر تاخت کی گئی جو بالآخر ایک معاہدہ کی رو سے ۱۸۹۵ء میں روس اور انگلستان کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ دو ایک سال بعد جنگ چین و جاپان کے سلسلہ میں روس کو ایک ایسا موقع ہاتھ لگ گیا جسکا وہ ایک عرصہ سے منتظر تھا اور پورٹ آرتھر کے اجارہ کے سلسلہ میں اسے بحر الکاہل پر ایک غیر منجمد بندرگاہ حاصل ہو گئی۔

روس کا چین میں ایک جارحانہ حکومت کی حیثیت سے رونما ہونا تھا کہ اسے نہ صرف انگلستان سے ہم آور دہونا پڑا جسکے تجارتی اغراض و مقاصد اس سلطنت میں سب پر فوق رکھتے تھے، بلکہ اس کا سابقہ جرمنی، فرانس اور مشرق کی جدید بحری قوت جاپان سے بھی ہوا۔ فرانس کچھ عرصے سے مشرق کے کسی دوسرے حصہ میں اس سلطنت کی تعمیر

مشرق اقصی میں دول یورپ کی حریفانہ تگ و دو

کرنا چاہتا تھا جس کا شیرازہ ہندوستان میں بکھر چکا تھا اسکی ابتدا نپولین سوم نے ۱۸۶۴ء میں سائے گون حاصل کر کے کی تھی ۱۸۷۴ء میں اوسکی یہ خواہش ہوئی کہ اسے کچھ وقعت دینی چاہئے نظر براں اس نے شاہ انام کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسکی رو سے موخر الذکر نے فرانس کی "حمایت" تسلیم کی۔ اس بنا پر وہاں کے باشندوں، بالخصوص فریق "علم اسود" اسے

جن کو کسی حد تک بجری ڈاکو کہنا بجا ہوگا، مناقشہ کی صورت پیدا ہوئی۔ بالآخر چین سے جنگ کی نوبت آئی جو اُن مقبوضات پر اپنی سطوت شہریاری کا مطالبہ کر رہا تھا جو فرانسیسی نگاہوں کو جذب کر رہی تھیں ۱۱ مئی ۱۸۸۴ء کو تین سین میں صوبۂ پے چلی کے صوبہ دار لی ہنگ چنگ کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا لیکن اسے پیکن میں مسترد کر دیا گیا لیکن

**فرانس اور ٹونکن**

دو ہی ایک ہفتہ کی مزید جنگ کے بعد چینی حکومت نے سر تسلیم خم کر دیا اور ایک عہد نامہ کے ابتدائی مراتب پر پیرس میں چینی صدر ناظم کرورگیری سر رابرٹ ہارٹ کے ایجنٹ کی طرف سے دستخط ثبت ہوئے۔ جس کی رو سے چین نے انام اور ٹونکن کی فرانسیسی حمایت تسلیم کی۔ تین متصل چینی صوبوں کو یورپین تجارت کے لئے آزاد کر دیا گیا اور تین ماہ کے اندر اندر فرانس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ کی تکمیل قرار پائی۔

جس طور پر ہندوستان کی شمالی سرحد پر انگریزوں اور روسیوں کے درمیان پیچیدگیاں رونما ہوئی تھیں اب ہندی چینی جزیرہ نما میں بھی کچھ اسی قسم کی کشاکش پیدا ہو چلی تھی ۱۸۸۵ء

**برہما**

کے موسم خزاں میں شاہ تھیباؤ والی برہما کی دراز دستیوں کے باعث وائسرائے ہند کو اس کے خلاف مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا جس کا انجام یہ ہوا کہ بادشاہ معزول کیا گیا اور اس کا ملک ممالک محروسۂ برطانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ برطانوی اور فرانسیسی مقبوضات کے درمیان مشرق اقصیٰ میں اب صرف سلطنت سیام باقی

**سیام**

رہ گئی تھی اور افغانستان کی مانند اسے بھی "حکومت حاجب" کی حیثیت سے قائم رکھنا برطانوی سیاست کا عین مقصد رہ گیا۔ یہ مقصد اب تک حاصل نہیں ہو سکا ہے ۱۸۹۳ء میں فرانس نے سیام سے جھگڑا مول لیا اور گو انگلستان کے دخل دینے سے سیامی سلطنت کا بڑا حصہ اپنی آزادی اور خود مختاری کو سلامت رکھ سکا لیکن انجام کار ارض شان میں فرانسیسی اور انگریزی سرحدیں دریائے میکانگ پر آ کر مل ہی گئیں[1]۔

چین کے حصہ بخرہ نے جس کی مثال اس طور پر فرانس نے پیش کی تھی، کچھ عرصہ بعد نتائج کا ایسا خرمن فراہم کیا جس کے تلخ ثمرات سے دنیا اب کچھ کچھ آشنا ہونے لگی ہے۔

---

[1] مسائل مشرقی کے لئے ملاحظہ ہو ڈریولٹ۔

اس میں سے جو واقعہ اپنی عظمت کے اعتبار سے قریب تر تھا اور جس کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر پڑتا تھا، افریقہ کا حصہ بحرہ تھا۔ یہ وسیع براعظم جس کے محض حاشیوں کا ناقص اور نامکمل نقشہ ۱۸۱۵ء میں تصفیۂ وائنا کے موقع پر طیار کیا جاسکا تھا

**افریقہ کا حصہ بحرہ**

متعدد سیاحوں کی جولانگاہ بن گیا جس میں سب سے زیادہ ممتاز لونگ اسٹون تھا، تاہم برلن کانگریس کے کئی سال بعد تک یورپ براعظم افریقہ کے تقریباً تمام تر انھیں مقامات سے وابستہ رہا جنکو کوئی تاریخی حیثیت حاصل تھی اور جس میں مصر اور وہ شمالی ممالک شامل تھے جو رومن سلطنت کے دور میں بحیرۂ روم کے تمدن کے زیر اثر رہے

**نہر سویز اور مصر**

تھے کچھ تو یوں بھی ان کی وقعت مسلم تھی لیکن، ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کی تعمیر سے ان کی وقعت اور شان کا اندازہ ہی لگانا دشوار ہوگیا۔

فرانس نے، جو نہایت تندہی کے ساتھ ۱۸۳۰ء ہی سے بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل پر اپنی سلطنت کی توسیع میں مصروف رہا تھا، اس حقیقت کو محسوس کیا، اور اس میں وہ ایک حد تک حق بجانب بھی تھا کہ اس کا اُس ارض قدیم پر کچھ حق بھی تھا جس کی تزئین و تہذیب میں اس کے فرزندوں کی ذہانت و فطانت کو اس درجہ دخل تھا۔[1] لیکن انگلستان کو یہ کب گوارا ہوسکتا تھا کہ ہندوستان پہنچنے کیلئے قریب ترین راستہ بھی کسی معاند حکومت کے زیر تصرف ہو۔ نظر براں اس سے قبل اس نے جتنے دلائل بحیرۂ روم میں فرانسیسی تفوق پذیری کے خلاف پیش کئے تھے، ان کو المضاعف کر دیا۔ نومبر ۱۸۷۵ء میں لارڈ بیکنسفیلڈ کی حکومت نے نہر سویز میں خدیو کے جو حصے خرید لئے ان کی قدر و قیمت کا تعین محض تجارتی مقصد و منفعت کے اعتبار سے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بنیاد تھی برطانیہ عظمیٰ کے اس مطالبہ کی جس کی رو سے وہ ایک ایسے اقدام عمل میں یارائے زبان آوری کا دعویدار تھا جو اس کے شہنشاہی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے نہایت باوقعت تھا خدیو کے معاملات میں جو اُلجھنیں پیدا ہوگئی تھیں اور جن کے باعث حصص کے فروخت کرنے کی نوبت آئی تھی، اپنے منطقی نتائج کے اعتبار سے اس حد تک ترقی کر گئے جہاں پہنچکر انگریزی افواج نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ اپنے مہتم بالشان منصوبوں کو سود ان میں بر سر کار لانے کے لئے اسمٰعیل پاشا نے جس بے دریغ اور

---

[1] ملاحظہ ہو پامرسٹن کا وہ ریمارک جو گیزو کے تذکرہ جلد چہارم صفحہ ۳۵۴ میں درج ہے۔

بے محابا طور پر قرض لیا تھا، وہ حد سے بڑھ گیا تھا، جس کا انجام یہ ہوا کہ سنہ ۱۸۷۶ء میں اسے یورپ سے دوچار ہونا پڑا جس نے ان قرضوں پر سود کا بے ہنگام تقاضا شروع کر دیا جن کو ادا کرنے سے وہ کلیتہً قاصر تھا۔ رہی یہ سبیل کہ پرانے قرضوں کو ادا کرنے کے لئے نہایت سنگین شرح سود سے جدید قرضوں کی طرح ڈالی جائے، اس کی حیثیت محض ایک جرعۂ لطیف کی تھی جو مرض کی مزید ترقی کا باعث ہوا۔ آخر میں اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا کہ یا تو بالکل دیوالہ نکالدیا جائے یا یوروپین قبضہ کی نوبت آئے۔ دول یورپ نے حسب توقع اسے ترک یا اختیار کا موقع نہ دیا۔ اور سنہ ۱۸۷۸ء میں مصر کا صیغۂ مالیات فرانس اور انگلستان کے تحت میں مشترکہ طور پر آگیا۔ اسوقت سے مصر گویا مالکان دستاویز کے ہاتھوں رہن ہوگیا اور ملک کے تمام ذرائع اور وسائل اس سنگین قرض کی ادائی کے نذر ہونے لگے جس کا ذمہ دار ایک غیر ذمہ دار حکمراں تھا۔ مقتضائے قانون کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں باشندگان ملک کو ایک شکایت تھی۔ انھوں نے کچھ عرصے تک تحمل سے کام لیا اسکے بعد اظہار احتجاج کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۱۸ر جنوری سنہ ۱۸۸۱ء میں عربی بیگ کی سرکردگی میں ایک ہنگامۂ بغاوت بلند ہوا۔ ایک سال بعد "قوم پرستوں" کو یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی کہ تمام یوروپین ملازمین ملازمت خدیوی سے برطرف کر دیئے گئے۔ یہ انگلستان اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں نے اسپر صدائے احتجاج بلند کی اور عربی کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ اس کا جواب اسکندریہ کے گلی کوچوں میں یوروپین باشندوں کے قتل اور ایک ایسی وزارت کا قیام تھا جس کی روح رواں عربی تھا اب ایک مسلح مداخلت ناگزیر تھی۔ اور دول یورپ کے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے انگلستان نے فرانس کو شریک کار ہونے کی دعوت دیدی لیکن چونکہ فرانس خود مہمات ٹونکن کے نامتناہی سلسلے سے نبرد آزما ہو رہا تھا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مزید پیچیدگیوں سے دوچار ہونا پڑے۔ انگلستان نے تنہا اسکندریہ کو توپوں پر دھر لیا اسوقت صرف انگلستان "عارضی طور" پر مصر پر قبضہ کئے ہوئے ہے[1]۔ کرۂ ارض کے دور دراز حصص میں فرانس جس طور پر مصروف و منہمک تھا بسمارک اس کا مشاہدہ نہایت اطمینان کے ساتھ کر رہا تھا۔ فرانسیسی زیر جنگ کا نپلتا

---

[1] انگلستان مصر میں" مصنفہ ملز۔ "مصر انیسویں صدی میں" مصنفہ کیمرن۔

نے ۳۰ جنوری ۱۸۸۵ء کو اپنے منصب سے مستعفی ہو جانے کو ایسی پالیسی پر ترجیح دی جس کی وجہ سے اگر کسی وقت یورپ میں ضرورت محسوس ہو جاتی تو فوج کی تعداد بالکل ناکافی ثابت ہوتی اس کے جانشین میوڈ ل نے حکومت کی پالیسی کو حق بجانب قرار دیکر اس امر کا اعلان کیا کہ فرانسیسی افواج کے لئے یہ تقریباً ناممکن تھا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے گویا عالم خواب میں کوہستان دوژ کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھی رہیں۔ یہ گویا سارے حالات اور واقعات

**جرمنی اور استعماری توسیعات**

کی تلخیص تھی۔ بہت ممکن ہے دول یورپ کی توجہ کو یورپین حالات اور واقعات کے بجائے کسی دوسری طرف مائل رکھنے میں جو فائدہ تھا اس نے بسمارک کو اس ارادہ پر پختہ کر دیا ہو کہ اسوقت جرمنی کی ضروریات جہانتک اس کی مقتضی ہوں، جرمنی کو کم وبیش تندہی کے ساتھ ایک ایسی پالیسی پر کاربند ہونا چاہیئے جو اس کی استعماری وسعت پذیری میں معین ہو۔ اس کا یہ فائدہ بھی تھا کہ حسب مصلحت ٹوگولینڈ اور کیمرون میں چند مراعات مستحسن طور پر روا رکھکر ان لکلیف دہ مطالبات سے گلو خلاصی حاصل کرلیجائے جن کا تعلق وطن سے قریب کسی موضع یا موقع سے ہو۔ جرمنی کی ترقی پذیر بحری تجارت بھی انگلستان کی نظروں میں کھٹک رہی تھی اور وہ ہاتھ پاؤں نکالنے پر آمادہ نظر آرہا تھا۔ اسے بھی سبق دینا ضروری تھا۔ وزارت خارجہ کے بے ہنگام طریق نیت و نعل سے صدر اعظم کو ذاتی طور پر جراحت پہنچ چکی تھی اس نے اسے بیدار کرنے کا عزم کرلیا اور اس میں کامیاب بھی ہوا۔[1]

۲۴ اپریل ۱۸۸۴ء کو غیر رسمی طور پر انگرا پے کوئے نا پر جرمن علم بلند کیا گیا۔ برطانوی حکومت ششدر رہ گئی لیکن راس امید کے حکام سے مشورہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ریاست متعلقہ پر انگلستان کا کوئی قانونی حق نہیں پہنچتا تھا بالآخر جرمن صیانت تسلیم کرلینے کا عزم کرلیا گیا۔ ۷ اگست کو اس کا باضابطہ اعلان کردیا گیا اور انگلستانی علم شہنشاہی پوری حرمت کے ساتھ توڑ ڈالا گیا اس کے بعد افریقہ کے دوسری جانب خلیج سنتا لوسیا کے الحاق کی کوشش کی گئی لیکن حکومت راس امید

**انگرا پیکوئے تا**

---

[1] مفصل سیاسی مراسلات کے لئے ملاحظہ ہو ہان، بسمارک جلد پنجم۔

کے بروقت تعرض کرنے سے یہ کوشش بے کار گئی مگر ۵ رجولائی کو ٹوگولینڈ کا جرمن
صیانت میں آجانے کا اعلان کر دیا گیا اور ۱۴ر تاریخ کو کیمرون کا الحاق کرلیا گیا۔ اب

**ٹوگولینڈ اور کیمرون**

انگلستان کافی طور پر بیدار ہو چکا تھا۔ اور اب انتہائی عجلت کے
ساتھ اس نے اُن چیزوں کے چھین لینے کا ارادہ کیا جن کو وہ آج
سے دس سال قبل نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے میں ضم کرسکتا تھا وہ بالائی نائجر
پر فرانسیسیوں کی پیشقدمی سے جس کا مقصد ایک ایسی سلطنت کی تعمیر تھی جو باعتبار وسعت
بحیرۂ روم سے کونگو تک پھیلی ہوئی خوفزدہ ہو چکا تھا اب ۱۸۸۴ء میں اس نے ان معاہدات
کو تسلیم کرنا شروع کیا جو برطانوی متحدہ افریقی کمپنی نے صنادید نائجر سے کیے تھے اور اس طور پر
قبل اس کے کہ جرمنی ایسا کرسکتا اس نے نائجر کے ڈیلٹا کو ممالک محروسہ میں شامل کرلیا

**کونگو**

کونگو پر بھی تصرف کا سوال درپیش تھا۔ ۱۸۷۶ء میں بعد ارشاد
شاہ لیوپولڈ برسلز میں ایک غیر معمولی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کا
مقصد ایک "بین الاقوامی انجمن افریقی" کا قیام تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک جماعت
خصوصی بھی معرض وجود میں آئی جس کا مقصد دریائے کونگو سے جائز ناجائز ہر قسم کے
جلب منفعت کا تھا اب پرتگالیوں نے دریائے نائجر پر اپنے حقوق جتانے شروع
کیے۔ یہ مطالبہ ایک عہد نامہ کی رو سے جو ۲۶ر فروری ۱۸۸۴ء کو برطانیہ عظمی کے
ساتھ ہوا، تسلیم کرلیا گیا۔ اتنا وسیع رقبہ یورپ کی ایک ایسی ریاست کو حوالہ کر دینا جو اپنی
ترقیوں کے اعتبار سے اس درجہ پست تھی ایک نہایت زبردست خلفشار کا موجب
ہوا۔ آخر کار یہ تجویز ہوئی کہ یہ سارا مسئلہ دول یورپ کی ایک کانفرنس کے سامنے پیش
کردیا جائے گا۔

افریقہ میں عظمت اور تفوق حاصل کرنے کے سلسلہ میں جو کشاکش رونما رہی اس نے
ایک ایسا موقع، اور مزید مناقشات کے لیے ایسے امکانات پیدا کردیے کہ براعظم کی آیندہ
تقسیم اور حصہ بخرہ کے سلسلہ میں جو حالات اور حادثات رونما ہونے، اقتضائے مصلحت
یہ تھا کہ ان سے عہدہ برا ہونے کے لیے کسی بین الاقوامی سطوت و اقتدار کے ماتحت
ایک اصول عام مقرر کر دیا جائے۔ ۱۵ر نومبر ۱۸۸۴ء کو کانفرنس کا اجلاس برلن میں منعقد
ہوا جس کے اجلاسات ۳۰ر جنوری ۱۸۸۵ء تک ہوتے رہے۔ وہ اہم مسائل طلبیہ

**کانفرنس منعقدہ برلن ۱۸۸۵ء**

جن کا کانفرنس کو تصفیہ کرنا تھا کونگو، نائجر اور ان شرائط سے متعلق تھے جن کی بنا پر جدید مقبوضہ الحاقات صحیح و درست تسلیم کئے جا سکتے تھے۔ اون میں سے اول کے متعلق کانفرنس کا بین الاقوامی افریقی انجمن کو ایک خود مختار ریاست کی حیثیت اور کونگو فری اسٹیٹ (آزاد ریاست کونگو) کے نام سے تسلیم کرلیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ طرف دریائے کونگو میں تجارتی آزادی دی گئی اور دریا کی جہاز رانی کو ایک بین الاقوامی کمیشن کی نگرانی میں دیدیا گیا۔ نائجر کے متعلق بھی عملاً یہی تصفیہ ہوا باستثنائے اسکے کہ یہ برطانوی اور فرانسیسی صیانت میں آگیا اور اسی کے ساتھ کشتی رانی کے متعلق جو قواعد وضع کئے گئے اس میں برطانیہ عظمیٰ کے لئے چند مخصوص حقوق محفوظ کر دیے گئے۔ سب سے آخر میں یہ طے پایا کہ ساحلی قطعات پر اس وقت قبضہ جائز و درست ہوسکتا تھا جبکہ یہ موثر ہو۔ اس کے ساتھ ان ذمہ داریوں کی بھی تشریح کردی گئی جو حلقہ جات اثر، (صحیفۂ سیاسی کا جدید ترین فقرہ)۔ سے متعلق تھیں ؛

ان فیصلہ جات کی اساسی قدر و قیمت کے علاوہ کانفرنس منعقدہ برلن تاریخ عالم میں ایک جدید باب کا افتتاح کرتی ہے۔ سوئزرلینڈ کے علاوہ ہر حکومت کے نمایندے اس میں شریک تھے لیکن اس کا سب سے زیادہ اہم پہلو، یورپ کی آزاد افکار میں ممالک متحدہ امریکا کی شرکت اولین تھی۔ یہ سب گویا ان سنگین انقلابات کا پیش خیمہ تھا جو موجودہ صدی کے آخر میں جنگ اسپین و امریکا اور منصۂ عالم پر امریکا کی ایک شہنشاہی طاقت کی حیثیت سے نمودار ہونے سے عالم وجود میں آیا۔ یہ عمل شروع ہو چکا تھا اور کانفرنس منعقدہ ہیگ نے اس میں مزید شدت اور سرگرمی پیدا کردی کانفرنس کے یورپ کا تخیل اب کانفرنس دول عالم کے وسیع مفہوم میں ضم ہو رہا تھا ؛

برلن کانفرنس کے کارنامے، اس میں شک نہیں بہت جلالت و وقعت رکھتے تھے لیکن افریقہ کی تقسیم سے جتنے مسائل رونما ہوئے تھے، یہ ان سب کا تصفیہ نہ کرسکے تھے عام اصول کی تشریح و توضیح کر دینے کے علاوہ اس کی تمام تگ و دو مغربی ساحل تک محدود رہی لیکن اسی اثنا میں دوسرے حصص میں بھی حالات اور واقعات مختلف صورتیں اختیار کر رہے تھے۔ جرمن مستقر (سیاح) ڈاکٹر پیٹرس کی تگ و دو کی بنا پر سلطان زنجبار کے ان مقبوضات کو جو براعظم کے مشرقی ساحل پر واقع تھے، جرمنی میں شامل کرلیا گیا۔ انگلستان

۵۷۲

نے فتنہ روئی کے ساتھ ایک ناگزیر حادثہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ سلطان زنجبار کی رو و قدح کو زنجبار سے کسی قدر فاصلہ پر ایک بحری مظاہرہ کر کے مسترد کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں وٹیو ما پر جرمن صیانت کا اعلان کیا گیا اور نومبر ۱۸۸۶ء میں سرحدی کمیشن نے جسے برطانوی اور جرمنی حکومتوں نے مقرر کیا تھا، فرائض مفوضہ کو بحسن و خوبی انجام کو پہنچا دیا۔ سند یافتہ جرمن مشرقی افریقی کمپنی کی بد انتظامیوں کے باعث وہاں کے اصلی باشندوں نے جرمن اور انگریز دونوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۸۸۹ء میں جرمن مشرقی افریقہ ایک شاہی کمشنر کے تحت میں دیدیا گیا۔ ۱۸۹۰ء تک راس ڈنگا دو سے دریائے وامی تک تمام ساحل پر جرمن اثر و اقتدار مسلم ہو گیا۔ یہ سارے واقعات پیش آئے اور گذر گئے لیکن یہ نہ ہوا کہ انگلستان سے کسی قسم کی کشاکش یا کشمکش کی نوبت نہ آئی کیونکہ بسمارک کے نزدیک وہ طریق عمل جو مستعمرات سے متعلق تھا اس طرز عمل کے مقابلہ میں جو یورپ سے متعلق ہو، حیثیت ثانوی رکھتا تھا۔ استعماری جماعتوں کے سارے جوش و سرگرمی کو وہ کسی حد تک تو انگلستان پر ایک طرح کا نرم دباؤ ڈالنے کے لئے بر سر کار لاتا تھا اور کچھ فرانس کی توجہ کو کسی دوسری طرف منتقل رکھنے میں، جس پردہ یہ حقیقت منکشف کرنے کے در پے رہتا تھا کہ انگلستان کی خود پرستانہ سخت گیریوں کے خلاف جرمنی اور فرانس کے مقاصد قطعاً مشترک اور متحد تھے۔ اگر اس کی پالیسی یہی تھی تو اسمیں شک نہیں تھوڑے عرصے کے لئے وہ مفید بھی رہی اور تھوڑے ہی عرصہ کے لئے فشوڈا کی تلخیوں نے الساس لورین کی تلخیوں کو بھلا دیا۔

اس اثنا میں انگریزی حکومت کا لب و لہجہ کافی سے زیادہ صلح جویانہ رہا اور تمام حقوق و مطالبات کی نہایت صریح اور واضح تعریف کر کے اس باب غلط فہمی کے ازالہ کی کوشش کی گئی۔ ۱۸۸۹ء میں فرانس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے دونوں ممالک کے وہ تمام تعلقات باہمی طے ہو گئے جو گیمبیا اور سیرالیون نے دجبل اسد سے متعلق تھے۔ دوسرے ہی سال اگست میں ایک دوسرا معاہدہ ہوا جس نے مرکزی افریقہ میں ان کے مختلف حلقہ ہائے اثر کو معین کر دیا۔ اسی سال مدغاسکر کا حسب ضابطہ فرانسیسی صیانت میں آجانا طے پایا۔ یکم جولائی ۱۸۹۰ء کو جرمنی کے ساتھ بھی ایک خاص عہدنامہ

**فرانس اور جرمنی کے ساتھ انگلستان کے عہدنامجات**

۵۷۳ م

ہوا۔ اس کی رو سے مشرقی افریقہ میں برطانیۂ عظمیٰ اور جرمنی کے حلقہ ہائے اثر کی تشریح و توضیح کی گئی اور جرمنی نے زنجبار اور پمبا کا برطانوی صیانت میں آجانا تسلیم کر لیا۔ اس کے معاوضہ میں انگلستان نے بحیرۂ شمالی میں جزیرۂ ہیلیگولینڈ، جرمنی کے حوالہ کر دیا۔ اسی عہد نامہ کی رو سے جنوبی مغربی افریقہ میں، جرمنی اور انگلستان کے حلقہ ہائے، اثر کی تصریح و توضیح کی گئی اس زمانہ میں اٹلی نے ۱۸۸۴ء میں اسب اور ۱۸۸۲ء میں مسوّہ پر قبضہ کر کے ۱۸۸۸ء میں بحر احمر کے بنجر ساحل پر راس قصر سے ادیک تک قبضہ کر لیا اور اریٹریا کی بدنصیب نو آبادی کی بنیاد رکھ دی ۱۸۸۹ء میں اس نے ساحل سومالی کا الحاق کیا تو اس کا سابقہ انگلستان سے ہوا۔ مارچ ۱۸۹۱ء میں ایک عہد نامہ ہوا جس کی رو سے دونوں حکومتوں کے باہمی تعلقات کا انجام پذیر ہونا طے پایا۔ اس وقت کے بعد لارڈ کچنر کا خلیفہ کو تباہ و برباد کر دینا اور سوڈان کا بار دیگر مسخر ہونا ایسے واقعات تھے جن کے باعث انگریز اور فرانسیسی ایک دفعہ پھر دوبدو نظر آنے لگے۔ اور بالائے نیل فرانسیسیوں کی تاخت اور حادثۂ فشوڈا ایسے واقعات تھے جن کی بنا پر تھوڑی دیر کے لئے یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کا انجام نہایت سنگین پیچیدگیوں پر ہوگا۔ لیکن خوش قسمتی سے فرانسیسی حکومت نے بعجلت تمام اپنے منچلے لفٹنٹ کے اس فعل سے کلیتہً بے تعلقی کا اظہار کیا جس کی وجہ سے فرانس اور برطانیۂ عظمیٰ کے درمیان اسی موالفت قلبی کا امکان ہو گیا جس کے تصرف سے ۱۹۰۴ء میں ان تمام نازک مسائل کا تصفیہ ہو گیا جو دونوں حکومتوں کے درمیان مابہ النزاع تھے۔

گزشتہ پندرہ سال تک یورپ کی دست درازی کا جیسا کچھ مجمل اور سرسری خاکہ پیش کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جن مسائل تنقیحی کا فیصلہ درپیش تھا ان سے کس درجہ وسیع اور بسیط وہ مسائل ہیں جو اب دول یورپ کے سامنے تصفیہ طلب ہیں۔ اتحاد یورپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ کرۂ ارض کے صرف ایک حقیر حصہ کی امن و عافیت کو ان ملکی سرحدوں کے اعتبار سے قائم رکھا جائے جو وائنا میں قائم کر دی گئی تھیں لیکن یہ فرض اس کی تاب و طاقت سے کہیں زائد تھا۔ اب پنچایت کا معین مقصد یہ ہوگا۔ اگر وہ قیام امن کا ایک موثر آلہ بننا چاہتی تھی کہ وہ دنیا کے ان تمامی متنازعہ فیہ مطالبات کو مرتب اور منضبط کر دے

جن کی ان تمام عہدناموں میں تشریح کامل یا تشریح ناقص ہو چکی ہے جو دنیا میں ہزاروں کی تعداد تک پہنچ چکے ہیں کیا اسے کامیابی نصیب ہو سکتی ہے ؟

۱۸ رمئی ۱۸۹۹ء کو کاؤنٹ موراویف کے گشتی مراسلہ کے جواب میں جس کا تذکرہ اس سے قبل کیا جا چکا ہے ۲۶ سلطنتوں کے نمایندے، سامان جنگ کی بے پناہ

**صلح کی کانفرنس ہیگ میں ۱۸۹۹ء**

فراوانیوں کو کم کرنے اور جنگ کے بجائے پنچایت کو بر سر کار لانے کے امکان پر غور کرنے کے لئے ہیگ میں جمع ہوئے جن سلاطین کے نمایندے یہاں جمع ہوئے تھے اس کا مقابلہ اگر اس تعداد سے کیا جائے جو وائنا یا ایکس لاشپیل کی کانگرسوں میں شریک تھے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا نقشہ کس حد تک بدل چکا تھا۔ دول یورپ کے نائبین کے علاوہ ممالک متحدہ امریکا، میکسیکو، چین، جاپان، فارس حتی کہ سیام تک کے نائبین موجود تھے۔

۲۹ رجولائی کو کانفرنس کی مساعی کا انجام "بین الاقوامی جھگڑوں کے صلح جویانہ تصفیے" کے لئے ایک معاہدہ کی صورت میں نمودار ہوا جس پر تمام دول کے دستخط ثبت کرنے کے لئے سال کے آخر تک میعاد رکھی گئی۔ سامان جنگ کو عام طور پر تخفیف کر دینے کا مسئلہ حسب توقع ناقابل عمل تصور کیا گیا لیکن جنگ کے خوف و خطر میں مزید اعتدال پیدا کرنے کی تجویز پاس ہوئی۔ ایک بین الاقوامی مجلس ثالثی قائم کی گئی جس کے طریق عمل اور اصول وضوابط کی بھی تشریح کر دی گئی۔ تھوڑی دیر کے لئے تو یہ محسوس ہونے لگا کہ شاعر کی "جنت نگاہ"

"انسانوں کا دارالشوریٰ اور عالم کا اجتماع"

ایک حقیقت مسلمہ کی صورت میں جلوہ گر ہونے والے ہیں۔ کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ہی جنوبی افریقہ کی جنگ چھڑ گئی اور یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ ان تمام انسانی توقعات کا، جس میں دنیائے سیاست شریک نہ تھی، شیرازہ درہم برہم ہو جائیگا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ نتائج کانفرنس کے متعلق مدبرین سلطنت نے جس اطمینان واطمینان کا اظہار کیا تھا وہ سب محض مکر و منافقت کے سلسلہ میں تھا، ممکن تھا مجلس ثالثی عہدنامجات اور دیگر کاغذی شہادتوں کا بے لوث اور منصفانہ مطالعہ کرنے کے بعد سیکڑوں ایسے جھگڑوں کا تصفیہ کر سکتی جن کے باعث ازمنہ پیشین میں اقوام جدال وقتال کے لئے

آمادہ ہو جائیں تاہم سیاسی حکمت بالغہ نے عہدناموں کے نامکمل ہونے کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ میٹرنخ اور محالفۂ عظیمہ کی ناکامیابی کا راز اسی حقیقت کے عدم احساس پر تھا۔ پرنس بسمارک کا مقولہ ہے کہ ہر اُس عہدنامہ میں جس کا الفاظ مقصود ہوتا ہے ایک قسم کے جمود کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تنازع للبقا کے محک پر اگر ان تمام معاہدات کی غیر مشروط پابندی ختم ہو جاتی ہے جو بڑی بڑی سلطنتوں میں طے پا چکے ہوتے ہیں کوئی زبردست قوم ایسی حالت میں جبکہ وہ ان دو صورتوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کے لئے مجبور کیجائے، اپنے وجود کو معاہدات کی پابندیوں پر قربان نہیں کر سکتی عہدنامہ جات کے تمام اصول وضوابط پر Ultra posse nemo obligatur کا اصول غالب رہتا ہے (یعنی جو چیز ناممکن ہو اسکے کرنے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہو سکتا) کوئی عہدنامہ ایسی حالت میں جبکہ ان لوگوں کے ذاتی اغراض ومقاصد جو اس کے تحت میں آتے ہوں اس کے اصل متن کو نافذ نہ کرتے ہوں متعلقہ ذمہ داریوں کی بجا آوری کا ضامن نہیں ہو سکتا۔‘‘ یہ دو حقائق ہیں جو ثالثی کی اس قدر وقیمت کو لازماً فنا نہیں بلکہ محدود کرتے ہیں جس کے تصرف سے بین الاقوامی جھگڑے طے پا سکتے ہیں۔ اس ضابطۂ قوانین کا مدار جس پر عدالت بین الاقوام کے فیصلوں کا انحصار ہوگا لازماً موجودہ عہدناموں کے خلاصہ پر ہوگا۔ متعدد، شاید بیشتر ایسے معاملات ہونگے جن کیلئے یہ کافی ہونگے لیکن تاوقتیکہ دنیا کی توسیع وترقی قوموں کا عروج وہبوط، روز افزوں آبادی کی کش مکش، قابو میں نہ لائی جا سکے بلاشبہ ایسے واقعات اور حالات رونما ہونگے جن کی وجہ سے از منہ گذشتہ کی مقررہ کی ہوئی ساری حدبندیاں، تنازع للبقا کی بے پناہ زد میں آکر پاش پاش ہو جائینگی۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جو میٹرنخ کی پالیسی ’’استحکام‘‘ کی ناکامیابی سے ہمیشہ کے لئے تیقن ہو گئی تھی۔ اسے الگزنڈر اول نے بھی اسی وقت تسلیم کر لیا تھا جب عہدنامۂ اتحاد مقدس کے بعد اس نے اصول ومقاصد مشترک کی بنا پر، ائتلاف یورپ کی تعمیر وتشکیل کا ارادہ کیا تھا۔ ڈچ وزیر خارجہ ام۔ ڈی۔ بوفورٹ نے ہیگ کانفرنس کے موقع پر نائبین مجلس کو

---

لہ سرگذشت باب دوم صفحہ ۲۸۰۔

لہ تذکرہ جلد دوم صفحہ ۲۷۰۔

مخاطب کر کے الگزنڈر کے اس رفیع الشان زاویۂ نگاہ کی داد دی تھی جس کے محرک وہ جذبات انسانیت تھے جن کے تصرف سے نکولس دوم کا حکم عالم وجود میں آیا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات کی روشنی میں ان لوگوں کا مضحکہ اُڑانا آسان ہے جو "خیالی دنیا کے خیالی نظریے وضع کیا کرتے ہیں"، لیکن ساتھ ہی ساتھ ناقابل عمل معلومات نظر کے عمل پذیر نتائج کا حقیر اندازہ لگانا بھی آسان ہے۔ ایک عالمگیر امن و عافیت کا تخیل اب بھی محض خواب و خیال ہے۔ لیکن اس حقیقت کو علی الاعلان تسلیم کر لیتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا کی عافیت و تسلط کے ذمہ دار ہیں، عافیت و تسلط کے متفقہ طور پر متمنی بھی ہیں، منزل مقصود کی طرف بڑھ کر قدم بڑھانے کا مرادف ہے وہ دن گذر گئے جب فاتحانہ فوج کشی تاجداروں کا طرۂ شوکت و جلال تصور کیجاتی تھی۔ بہت ممکن ہے وہ دن بھی آئے جب گذشتہ تلخ تجربات کی بنا پر لوگ یہ محسوس کرنے لگیں کہ ان کے مقاصد حقیقی قومی اختلافات کو بے جا طور پر طول دینے میں مضمر نہیں ہیں بلکہ انکا مدار ان بے شمار مقاصد مشترک کی فعلیت پر ہے جو دنیا کی ذہنی اور مادی ترقیوں کے دوش بدوش قوموں کو ایک ہی شیرازۂ اتحاد میں منسلک کر کے، ایک وسیع اور زبردست نظام جمہوریہ میں تبدیل کر دینگے۔

تمت

# فہرست اصطلاحات

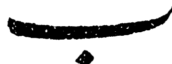
| | |
|---|---|
| اتحاد محاصل | Zollverein |
| مجالسۂ یورپ | Concert of Europe |
| عہد ہول انگیز | Reign of Terror |
| نظام محاصل | Tariff System |
| حاکم مطلق | Dictator |
| اصول پرستی | Doctrinairism |
| دو عملی شاہی | The Dual Monarchy |
| انجمن ہائے طلبہ | Burschenschaften |
| مضبطہ | Protocol |
| جزیریت | Insularity |
| حکمت عملی | Coup d' etat |
| انجمن برادران | Hetairia Philike |
| منتظمیہ | The Directory |
| بحالی | The Restoration |
| خارج الذمہ | Outlaw |
| پیام آخری | Ulltimatum |
| ینی عسکری | Janissaries |
| یونان پرستی | Philhellenism |
| حاجب | Buffer |
| ضوابط اربعہ | The Four Ordinances |
| ایوان بلدی | Hotel de ville |

| | |
|---|---|
| Provisional Government | ہنگامی حکومت |
| Panic | سراسیمگی |
| National guard | جماعت محافظ ملی |
| The Palatinate | بلاطیہ |
| The Sonderbund | وفاقیت منفصلہ |
| The Quadrilateral | قلعہ جات اربعہ |
| The Triune Kingdom | سلطنت ثلاثیہ |
| Crisis | بحران |
| Ballot | خفیہ رائے دہی |
| Commission | ماموریہ |
| Commissioner | مامور |
| Plenipotentiary | سفیر مختار |
| Destructive | انہدامی |
| Constructive | تعمیری |
| Chargé d'affaires | منصرم امورات |
| Benevolent neutrality | مہربانی آمیز غیر جانبداری |
| Watering place | آبگاہ |
| Militia | ضبطیہ |
| Wire-puller | زمام گیر |
| The Irredentists | لامفکوکی۔ غیر مفکوکی |
| Italia Irredenta | اطالیۂ لامفکوکیہ |

# اشاریہ

# یورپ جدید

## الف







## ٹ

## چ

## د

ر

## س

## ش ، ص

## ع

## ک

## گ

# ل

م

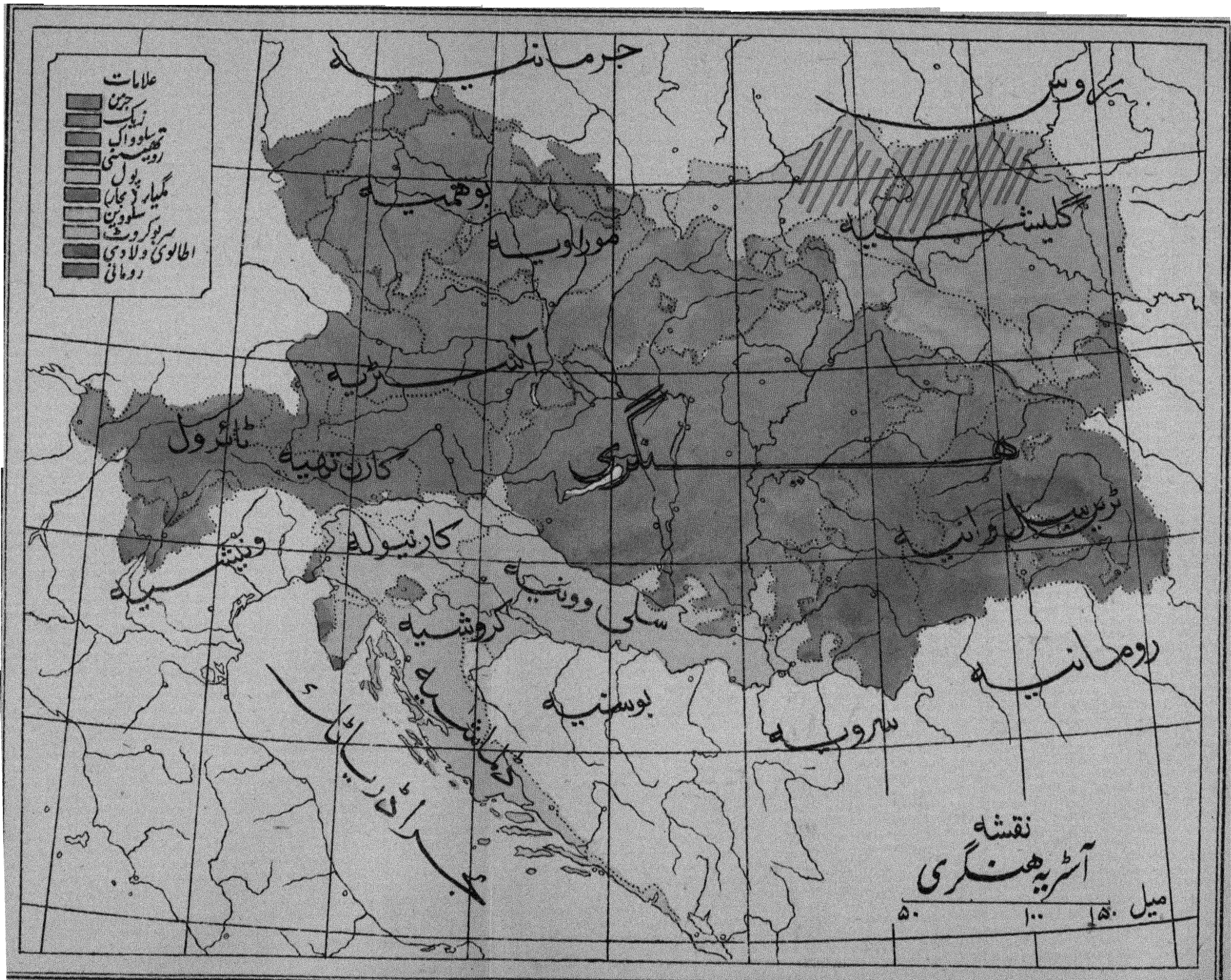
## ن



## ی

## ممالک یورپ ۱۸۱۵ء میں

سویڈن
سکاٹ لینڈ
ایڈن برو
بحر شمال
انگلستان
لنڈن
بحر بالٹک
پیرس
فرانس
بحراوقیانوس
خلیج بسکے
پروشیا
ریاست ہائے جرمانیہ
روس
آسٹریہ
بویریا
سوئزرلینڈ
لومبارڈی
مولڈویہ
سرویہ
سلطنت عثمانیہ
بحراسود
ہسپانیہ
کورسیکا
سارڈینیا
بحر ادریاٹک
ایشیائے کوچک
جبل طارق
بحر متوسط
الجزائر
مراکش


علامات
جرمن
چیک
سلوواک
پول
مگیار (مجار)
سلووین
سربو کروٹ
اطالوی و لادینی
رومانی
جرمانیہ
روس
بوہیمیہ
موراویہ
گلیشیہ
آسٹریہ
ہنگری
ٹائرول
کارنتھیہ
کارنیولہ
وینیشیہ
ٹرینسلوانیہ
سلاوونیہ
کروشیہ
بوسنیہ
سرویہ
رومانیہ
دالماشیہ
نقشہ
آسٹریہ ہنگری
میل
۵۰
۱۰۰
۵۰

اطالیه
کاتدریجی اتحاد
۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰ ۱۰۰
سلطنت
لومباردی
ونیشیه
پیدمونت
پارما
رومانا
نیس
روم
صقلیه
ملحقه ۱۸۶۶ سنه
اضلاع مفوضه به فرانس
اصل مملکت ساردینیه
ملحقه اغستس ۱۸۵۹ سنه
مارت ۱۸۶۰ سنه
نومبر ۱۸۶۰ سنه

# یورپ ۱۸۷۵ء میں



نقشہ
معاہدۂ برلن
کی کیفیت دکھانے کے لئے

۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰ ۱۰۰

رومانیہ
بساربیا
بوسنیا
سرویا
بلغاریہ
مشرقی رومیلی
جبل اسود
ترکیہ
استنبول
بحر مرمرہ
تھسلی
بحر اسود

علامات
حدود سلطنت ۱۸۵۶ء میں
مجوزہ حدود بروئے معاہدہ سین سٹی فانو
حدود مقررہ بروئے معاہدہ برلن

# صحت نامہ تاریخ یورپ جدید

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳ | ۱۸ | ستھار | ستھا |
| ۳ | ۲۵ | ultramou tane | ultramon tane |
| ۴ | ۲۴ | ۲ـہ | ۳ـہ |
| ″ | ۲۵ | ۳ـہ | ۲ـہ |
| ۵ | ۲ | میرنخ | میٹرنخ |
| ″ | ۱۸ | کے لحاظ | کے لحاظ سے |
| ۷ | ۲ | خانہ برانداز گیاں | خانہ برانداز یاں |
| ۸ | ۷ | دلکش | دست کش |
| ۹ | ۲۰ | خود برد | خورد برد |
| ۱۰ | ۶ | کی طرح | کس طرح |
| ۱۲ | ۲۰ | consonal | cantonal |
| ″ | ″ | Fedral | Federal |
| ۱۳ | ۱۰ | کونٹ کاونتز | کونٹ کاونتز (Count Kaunitz) |
| ″ | ۱۱ | چانسلر (Count Kamitz) | چانسلر |
| ۱۴ | ۲۴ | Ewrope | Europe |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱۳ | ۲۵ | Revalution | Revolution |
| ۱۴ | ۴ | مقرر | موقر |
| ″ | ۶ | خودستھا | ستھا |
| ″ | ۲۵ | Conpedera tion | Confedera tion |
| ۱۶ | ۱ | ، | + |
| ″ | ۵-۴ | Intro nvable | Intro uvable |
| ″ | ۶ | ٹلساران | ٹالے ران |
| ″ | ۸ | پایا | کیا گیا |
| ″ | ۲۲ | ازادگی | آزردگی |
| ۱۷ | ۱۳ | مرغوب | مرعوب |
| ″ | ۱۹ | طلماء | علماء |
| ۱۸ | ۱ | پیکار ہے | پیکار رہے |
| ۲۰ | ۹ | ہوتی | ہوگئی |
| ″ | ۱۰ | پیکنش | پیکیں |
| ۲۴ | ۲۲ | وہ بھی | واپس |
| ۲۶ | ۱۴ | حصہ نمبرا | حصہ نجزا |
| ۲۸ | ۱۰ | Boule vords | beoule vards |
| ۳۱ | ۲ | جگوبنس | جکوبنس |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۱ | ۹ | Ex-conveotional | Ex-conventional |
| " | ۱۱-۱۴ | Richeliow | Richelieu |
| " | ۲۵ | فرانسیس | فرانسیسی |
| ۳۲ | ۱۰ | ایک یہ | یہ ایک |
| " | ۱۴ | Ocoupation | Occupation |
| ۳۴ | ۲۱ | German | Germain |
| ۳۵ | ۳ | Labeboyere & Lavalette Ney | Labedoyere, Lavalette & Ney |
| " | ۱۱ | Labeboyere | Labedoyere |
| ۳۶ | ۳ | انجمن ایوان امرا نوابین کی | ایوان امرا کا |
| ۳۷ | ۶ | Lavalett | Lavatte |
| ۳۷ | ۲۲ | ایوان | ایوان میں |
| ۳۸ | ۱۲ | Counte | Comte |
| " | ۲۵ | Napolean's concordate | Napoleon's concordat |
| ۳۹ | ۱۴ | اصولوں | صوبوں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۹ | ۱۹ | یہ خطرہ کچھہ عرصہ کیلئے حکام | وہ خطرہ رفع ہوگیا جسکی بنا پر حکام ہونے کا اندیشہ تھا |
| " | ۲۰ | ہوگئے | |
| ۴۰ | ۳ | Borgs | Borgo |
| ۴۱ | ۹ | ہوسکے | ہوسکتے |
| " | ۱۰ | ہوئے | ہولیں |
| " | ۱۳ | ایوان | ایوانوں |
| " | ۱۴ | Renphation | Occupation |
| " | ۲۱ | Utra | Ultra |
| " | ۲۴ | ممکنات | ناممکنات |
| ۴۲ | ۶ | خوشحالی | خوشحال |
| " | ۱۴ | Hopeamd | Hope and |
| " | ۲۵ | رنگے | سے رنگے |
| ۴۸ | ۱۴ | Assemdly | Assembly |
| " | " | روے | رو سے |
| " | ۱۵ | ہولنے | ہوتے |
| ۴۹ | ۴ | Liechtin stein | Liechten stein |
| ۵۰ | ۱۰ | offtedira tion | of Federa tion |
| " | ۱۵ | Harden barg | Hardenberg |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۵۰ | ۱۸ | Hain loin | Hanlein | ۶۶ | ۲ | ہوچلا | ہوچلی |
| ۵۱ | ۶ | کوئٹ | کوئنٹ | // | ۱۱ | کے تھا | کے تھے۔ |
| ۵۲ | ۱۸ | بیدارا | بیدار | // | ۲۰ | زبرن | زبرین |
| // | ۲۵ | Eschon burger | Eschen burger | ۶۷ | ۸ | کونتس ہو | کونتس ہیو |
| | | | | // | ۱۶ | شلیو | رشلیو |
| ۵۳ | ۱ | لبرسر | لبرلز | ۶۸ | ۲۲ | یورپ میں) | یورپ میں پھیلے ہوئے تھے) |
| // | ۹ | ۱۹۱۶ء | ۱۸۱۶ء | | | | |
| // | ۱۴ | Wimer | Weimar | ۶۹ | ۵ | بوربنیں | بوربنس |
| // | ۲۵ | لبرلزم انفرادیت | لبرلزم اور انفرادیت | // | ۰ | کانفرس | جہاں جہاں یہ لفظ کتاب میں آئے اسے کانفرنس پڑھا جائے۔ |
| ۵۴ | ۹ | Partioulor ainsm | Particular ism | | | | |
| // | ۱۷،۲۱ | Hohenso lern | Hohenzo llerns | ۷۰ | ۴ | سَششتر | سشن |
| | | | | ۷۱ | ۲۰ | بہ حد | بے حد |
| ۵۵ | ۲ | سلک اشراف | ملک اشراف | ۷۷ | ۱۰ | دعوے کیا | دعوے نہیں کیا |
| ۵۹ | ۱۲ | Honse | House | ۷۸ | ۲ | Doctri Mairism | Doctri nairism |
| ۶۰ | ۱۵ | Shorn horst. | Schorn horst | | | | |
| // | ۱۸ | کی کفیل | کا کفیل | ۸۳ | ۱۳ | نظموں نے | نظمیں |
| // | ۲۱ | تو | گو | ۸۵ | ۱۶ | کا مجاز ہوگا | کی مجاز ہونگی |
| ۶۲ | ۲۱ | ورزش کھیل اور | ورزشی کھیل اور | ۸۶ | ۲۰ | مائنس | مائنتس |
| ۶۳ | ۱ | غل کے | غل | ۸۷ | ۴ | وائیما | وائیمار |
| ۶۵ | ۲ | جبکو لیذم | جیکوبن ازم | // | ۵ | اس لئے | پہلے ہی |
| // | ۱۳ | فتنون | فتنوں | // | ۱۵ | Burea cracy | Bureaucracy |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۹۱ | ۱۴ | جوہر | جو | ۲۸۹ | حاشیہ سطر ۱ | آنبائے | وانبائے |
| ۹۷ | ۶ | جامی | حامی | ۲۹۱ | ۲۰ | کولینشن | کومیشن |
| ۹۹ | ۲۱ | Duc | Duc | ۲۹۲ | ۹ | ترتب | مترتب |
| ۱۰۴ | ۱۸ | تواار | نادار | " | ۱۱ | Gnizot | Guizot |
| ۱۰۴ | ۲۰ | لیڈرو | میڈرڈ | ۲۹۳ | ۲ | کولیشن | کومیشن |
| ۱۰۵ | ۱۹ | کورٹنر | کوربٹنر | ۲۹۴ | ۱ | Gnizot | Guizot |
| ۱۰۸ | ۱۲ | درولبست | داروبست | ۲۹۶ | ۰ | پٹیرسنٹ | پیڈمنٹ |
| ۱۲۳ | ۱۴ | زیرحکومت کرلے | زیرحکومت | " | ۱۴ | Gnizot | Guizot |
| ۱۳۰ | ۱۱ | Turkay | Turkey | ۳۰۰ | ۲۲ | Chatean | Chateau |
| ۱۳۵ | ۲۴ | روسے پیدا | روسے پر | ۳۰۲ | ۶ | حریف | فریق |
| ۱۵۶ | ۲ | Estatude | Estatudo | ۳۰۴ | ۱۰ | Gioberty | Gioberti |
| ۱۶۴ | ۲ | فلیلزم | ہلیلینیزم | ۳۰۶ | ۱۴ | Chardinal | Cardinal |
| ۲۲۳ | ۱۷ | ٹوٹی ملری | ٹوٹی لری | ۳۰۷ | ۲۱ | Munchan | Munchen |
| ۲۴۵ | ۱۱ | کئے تھے | کئے گئے تھے | | | gratz | gratz |
| ۲۴۸ | ۲۱ | فلیپرلی | فلیپوپلی | ۳۰۹ | حاشیہ سطر | Casta | Costa |
| " | ۲۲ | Philipprille | Philippville | ۳۱۰ | ۳ | ہمپسبرک | ہپسبرگ |
| | | | | ۳۱۲ | ۶ | اثمار | کتب |
| ۲۵۳ | ۳ | Cousalvi | Consalvi | ۳۱۳ | ۲۲ | Constitu tion | Institution |
| ۲۶۳ | ۱۴ | Thetapia | Therapia | | | | |
| ۲۶۴ | ۴ | دول | دول مغربی نے | ۳۱۴ | ۲۵ | Nicholis | Nicholas |
| ۲۸۳ | ۷ | لاگوریا | لانگوریا | ۳۱۵ | ۲۱ | Hirelap | Hirlap |
| ۲۸۹ | حاشیہ سطر ۱ | تجربہ | تجزیہ | ۳۱۸ | ۹ | Lyudevil gaj | Lyudevitgaj |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۱۸ | ۱۱ | uillach | villach |
| ۳۲۴ | ۱ | Hamhach | Hambach |
| ۔۔ | ۶ | plantinate | platinate |
| ۳۲۵ | ۱۴ | باوجود | بلاوجوه |
| ۳۲۶ | ۸ | ۲ے | ۱ے |
| ۳۴۲ | حاشیہ سطر ۱ | ۳۵ | ۳۵۵ |
| ۳۴۶ | ۲۵ | ۲۱ فروری | ۲۴ فروری |
| ۳۴۷ | ۱۴ | Commo nists | Commu nists |
| ۳۵۱ | ۱۷ | Consti tnent | Consti tuent |
| ۳۵۷ | ۱۲ | کوستی | کوستھ |
| ۔۔ | ۱۵ | ۔۔ | ۔۔ |
| ۳۵۸ | ۲۰ | شرارز ہائے | شرارہ ہائے |
| ۳۶۳ | ۶ | Koaauth | Kossuth |
| ۳۶۶ | ۷ | openheim | Heipen heim |
| ۔۔ | ۲۴ | Darustadt | Darmstadt |
| ۳۷۲ | ۲۱ | Curtasone | Curtatone |
| ۳۸۰ | ۲ | سمتی | ہوی |
| ۳۹۶ | ۱۹ | Connt | Count |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۰۰ | ۱۰ | Gorgai | Gorgei |
| ۴۰۱ | ۹ | Fraice | Prince |
| ۴۰۴ | ۳ | Sigevano | Vigevans |
| ۴۲۰ | ۶ | Confact | Compact |
| ۴۲۲ | ۲۰ | بادشاہوں | بادشاہتوں |
| ۴۲۷ | ۱۴ | Schwaizen berg | Schawarzen berg. |
| ۔۔ | ۲۴ | Hassenffug | Hassenpflug |
| ۴۲۹ | ۲۱ | Manteanel | Manteaucl |
| ۴۳۴ | حاشیہ سطر ۱ | Emfiro Liberal | Empire Liberal |
| ۴۳۶ | ۱۷ | کو | کی |
| ۴۴۴ | ۱۲ | سنقول | معقول |
| ۴۶۶ | ۱۸ | Sigmarin ges | Sigmarin gen |
| ۴۶۹ | ۱۷ | Vosgen | Vosges |
| ۴۷۶ | ۲۱ | قبضے | فیصلے |
| ۔۔ | حاشیہ نمبر ۲ | لفٹن | لفنس |
| ۴۸۱ | ۲۱ | حکم لگتا | حکم لگانا |
| ۔۔ | حاشیہ سطر ۱ | صفحہ (۲۱ | صفحہ ۴۶۱ |
| ۴۸۳ | ۲۳ | Azeghis | Azeglio |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۸۲ | ۳ | Azeglis | Azeglio | ۵۴۱ | ۱۰ | ۱۸۹۵ء | ۱۸۶۵ء |
| ۴۸۴ | ۱۵ | ۱۲ر جنوری | ۱۶ر جنوری | ۵۵۳ | ۷ | عہد | عہدبیت |
| ۴۸۸ | ۱۳ | تدبیر | تدبر | ۵۵۴ | ۸ | Pforteni | Pforten |
| ر | ر | تفرت | تصرف | ۵۵۵ | ۱۰ | Colentz | Coblentz |
| ۴۸۹ | ۵ | باب | باپ | ۵۵۷ | ۴ | برمن | برلن |
| ر | ر | ہاتھ نکل چکے تھے | ہاتھ سے نکل چکے تھے | ۵۵۹ | ۱۷ | بینڈک | بینیڈک |
| ر | ۲۱ | واقعات | وہ واقعات | ۵۶۴ | ۱۴ | ڈارسٹاٹ | وارمشٹاٹ |
| ر | ۲۲ | زیرنگرانی | کے زیرنگرانی | ۵۶۶ | ۹ | کامل | کا حال |
| ۴۹۵ | ۲۲ | Cire | Ciere | ر | ۲۴ | Reichsratlh | Reichsrath |
| ۴۹۶ | ۱۲ | ایریا | امبریا | ۵۶۷ | ۴ | Reichsratlh | Reichsrath |
| ر | ۲۰ | واٹرلونہ | والٹرلو | | | | |
| ۴۹۸ | ۲۰ | کیبو | کپوا | ر | ۹ | ہیسبرک | ہیسبرگ |
| ۵۰۰ | ۱۷ | مقابلہ | مفاہمہ | ۵۶۹ | ۸ | وائیس | وائیپن |
| ۵۰۲ | ۲۰ | ہو | ہوا ہو | ر | ۱۳ | کوروس | کوروس کا |
| ۵۰۲ | ۲۱ حاشیہ | تا تیز ۲ مئی ۱۸۴۹ء | تاتزمر ۲۰ مئی تاتزمر | ر | ۱۸ | فطری | جن فطری |
| ۵۰۶ | ۱۹ | لبرک | لبرل | ۵۷۰ | ۱۸ | ۱۸۲۱ء | ۱۸۶۱ء |
| ۵۱۶ | ۲۰ | دول یورپ | دیگر دول یورپ | ۵۷۲ | ۳ و ۷ و ۸ | تکیمیکن | تکسملین |
| ۵۲۵ | ۲ | نہ ہو گا | نہ ہو گا۔ | ۵۷۳ | ۱۶ | سوم اصولوں | عام اصولوں |
| ۵۲۸ | ۲۱ | شلیوگ | شلسوگ | ۵۷۳ | ۱۱ | Thiersrs | Thiers |
| ۵۳۲ | ۱۲ | گوبن | کوبن | ۵۷۹ | | × | جرمن پارلیمنٹ مع صلی |
| ۵۳۳ | ۱۴ | ۱۸۵۴ | ۱۸۵۲ | ۵۸۰ | ۸ | پولیستبانی | پوستبانی |
| ۵۳۸ | ۱۱ | شلسوک | شلسوگ | ۵۸۴ | ۲ | نتانا | نتانا |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۵۸۷ | ۱۶ | ہونیرقلرن | ہونیز ولرن |
| ۵۹۰ | ۹ | سینانت | سینات |
| ۵۹۱ | ۲۱ | ۱۵ ر | ۱۶ ر |
| ۵۹۴ | حاشیہ سطر ۱ | گرہینوی | گرہینول |
| ۶۱۹ | ۱۰ | خود وہ | خواہ وہ |
| ۶۲۵ | ۱ | منظور کرلیا | اسے منظور کرلیا |
| 〃 | ۱۵ | پڑتا | پڑا |
| ۶۲۷ | ۱۹ | بلالیا جاتا | بلالیا جاتے |
| ۶۲۸ | حاشیہ سطر ۱ | گرہنول | گرینول |
| ۶۲۹ | ۱۷ | کوکسی | کونسی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۶۳۱ | ۱۴ | ۱۳ ر | ۲۳ ر |
| ۶۴۲ | ۳ | کیلی پولی | گیلی پولی |
| 〃 | ۲۴ | سبلستر | سلستریا |
| ۶۴۷ | ۲ | Reichstast | Reichstadt |
| ۶۵۶ | ۱۷ | جنوبی | جنوبی مغربی |
| 〃 | ۱۸ | × | انگرا پیکوئے نا کا |
| ۶۶۲ | ۲۲ | وبرتیس | ویرتیس |
| ۶۷۲ | ۱۴ | قریب | جو قریب |
| ۶۷۶ | ۱۸ | کانفرنس کے یورپ | کانفرنس یورپ |



# صحت نامہ اشاریہ یورپ جدید

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۶ | ۲۲ | اسنلنلولوف | استلنبولوف | ۳۵ | ۱ | ۲۳۸ | ۸۲۴ |
| ۱۹ | ۱۷ | کاربساؤ | کارلمیاڈ | ۴۴ | ۲ | نوارنیو | نوارنو |
| 〃 | ۱۳ | ۳۵۳ | ۲۵۳ | | | | |
| ۲۰ | ۲۰ | شعارزن برگ | شوازن برگ | ۴۵ | ۲۰ | انغتا نا | منتا نا |
| ۲۰ | ۲۴ | کاپمفلٹ | کانمپلٹ | ۴۶ | ۱۸ | ۷۷۰ | ۷۷ |
| ۲۱ | ۲۳ | پایا | پاپا | ۴۸ | ۳ | اس سے | اس شہر سے |
| ۲۲ | ۱۵ | دالافراحکا | دالافرانکا | ۴۹ | ۲۲ | ۷۹۰ | ۹۰ |
| ۲۳ | ۲۴ | مردبیمار | اوبیار | ۵۳ | ۱۲ | ۲۳۰ | ۲۳۶ |
| 〃 | ۲۵ | منسکوف | متسیگوف | ۵۵ | ۳ و ۵ | میونش | میونشن |
| ۲۵ | ۱ | ٹرانسلوینیا | نزاسلونیا | ۵۵ | ۱۸ | نیلپس | نیپلس |
| 〃 | ۲۴ | ۰۴۴ | ۲۴ | ۵۷ | ۷ | ڈٹلی | اٹلی |
| ۲۶ | ۳ | اوربان | اورباؤں | ۵۷ | ۸ | ۲۵۳ | ۲۹۳ |
| 〃 | ۹ | کارلیباڈ | کارلمباڈ | ۵۹ | ۲ و ۵ | میونش | میونشن |
| ۲۸ | ۲۴ | ۶۵ | ۱۶۵ | ۶۳ | ۱۵ | (۲۱ | ۲۲۱ |
| ۳۰ | ۱۲ | کارنساؤ | کارلمباڈ | | | | |

